تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

مصنفہ فخر المفسرین بقیۃ المحدثین عمدۃ المتکلمین فاضل اجل حضرت
مولانا ابو محمد عبد الحق الحقانی الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تفسیر فتح المنان

الملقب بہ

تفسیر حقانی

اس بے نظیر تفسیر میں جہاں بے شمار دریائے علوم کو کوزے میں بند کیا ہے
وہیں اس کی زبان عام فہم سلیس اور صاف ہے تاکہ ہر خاص و عام
استفادہ کرے اور لطائف و حقائق و نکات قرآنیہ سے
فیض یاب ہو

ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

تفسیر عثمانی

جلد سوم

شمار پارہ	پارہ		
۱۳	وما ابرئ نفسی		۵
		الرعد	۱۸
		ابرٰھیم	۳۱
		الحجر	۴۵
۱۴	ربما		
		النحل	۶۱
۱۵	سبحٰن الذی		۱۱۱
		بنی اسرآءیل	۱۱۱
		الکھف	۱۸۵
۱۶	قال الم		۲۱۵
		مریم	۲۳۸

صفحہ	سورۃ	پارہ	شمار پارہ
٨	طٰهٰ		
٢٨١		اقترب للناس	١٧
٢٨١	الانبياء		
٣١١	الحج		
٣٣٣		قد افلح المؤمنون	١٨
٣٣٣	المؤمنون		
[illegible]	النور		
٤٠٣	الفرقان		
		وقال الذين	١٩
٤٢٣	الشعراء		
٤٥٣	النمل		
٤٧١		امن خلق السمٰوٰت	٢٠
٤٨٢	القصص		
٥١٠	العنكبوت		
٥٢٧		اتل ما اوحی	٢١
٥٣٨	الروم		

		سُورة	صفحہ
		لقمٰن	۵٦۵
		السجدة	۵۸۴
		الاحزاب	۵

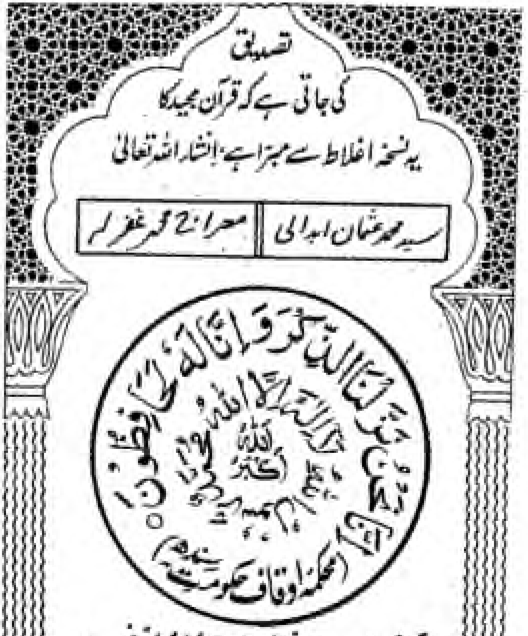

تفسیرِ حقانی

پارہ وما ابری ۱۳

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ
لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓ ۚ
إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَقَالَ
الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِۦٓ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ
فَلَمَّا كَلَّمَهُۥ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا
مَكِينٌ أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ
خَزَآئِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝
وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ
يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۚ نُصِيبُ
بِرَحْمَتِنَا مَن نَّشَآءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ
الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ
لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

وما ابری نفسی حضرت نے کسر نفسی کے طور پر فرمایا کہ میں اس بات سے کچھ اپنا تقدس نہیں جتاتا جو بشر ہے نفس امارہ تو برائی ہی بتلاتا ہے مگر جس پر خدا کا رحم ہو اس کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

جب یہ آپ بادشاہ کے پاس گئے اور فرعون نے آپ کی صورت اور علم و دیانت [illegible] کا [illegible] ہو گیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو [illegible] سو کوئی تجھ سا عاقل اور [illegible] نہیں ہے میں نے تجھ کو اپنا تمام ملک سپرد کیا [illegible] میں پہنا دی۔ اس وقت آپ کی عمر تیس برس کی تھی [illegible] سرزمین پر حاکم اور متصرف ہو گئے [illegible] دنیا تو نتیجہ تھا اور اجر آخرت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

[illegible]

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ
فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَمَّا
جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ
بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ
اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿٥٩﴾
فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ
عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ
عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿٦١﴾ وَ
قَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ
فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا
انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٢﴾
فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا
مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا
نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٦٣﴾ قَالَ

هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ
عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاللّٰهُ خَيْرٌ
حٰفِظًا ۖ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٦٤﴾
وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا
بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۚ قَالُوْا
يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۚ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ
اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا
وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۚ ذٰلِكَ كَيْلٌ
يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ
حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ
لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ
فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ
عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ
يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ

وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۖ

[illegible]

وَمَا أُغْنِي عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ

[illegible]

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ

[illegible]

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾ وَ

[illegible]

لَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم

[illegible]

مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن

[illegible]

شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ۚ

[illegible]

وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ

[illegible]

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا

[illegible]

دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ ۖ قَالَ

[illegible]

إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

[illegible]

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُم

[illegible]

بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ

[illegible]

[illegible]

أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ
إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا
عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفْقِدُ
صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ
بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ
لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي
الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا
فَمَا جَزَاؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن
وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي
الظَّالِمِينَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ
وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِن وِعَاءِ
أَخِيهِ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا
كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ
إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ
مَّن نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي
عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾

له تو کوئی سامان بنیامین کے روکنے کا کارگر نہ تھا ۱۲ منہ

اور حکم دیا کہ اُن کے بورے غلہ سے بھر دیں اور ہر شخص کی نقدی اُسی کے بورے میں رکھ کر پھیر دیں اور انھیں سفر کی خورش بھی دیدیں۔ اُن کے ساتھ بہت سا سلوک کرکے اُن کو کنعان کی طرف روانہ کیا اور بنیامین کے واسطے کی بہت تاکید و تہدید کی۔ وہ جب کنعان میں آئے تو تمام ماجرا اپنے باپ سے بیان کیا وہ سُن کر مغموم ہوا۔ اس نے کہا میرا بیٹا تمہارے ساتھ نہ جاوے گا اس کا بھائی مر گیا وہ اکیلا رہ گیا اگر اس پر بھی رستہ میں آفت ہو تو تم میرے بڑھاپے کے بالوں کو غم کے ساتھ گور میں اُتارو گے پھر جب وہ غلہ کھا چکے تو اُن کے باپ نے کہا پھر جاؤ اور غلہ لاؤ یہوداہ نے کہا اس مرد نے ہم سے تاکید کہا ہے کہ اپنے بھائی کو ساتھ لانا ورنہ میرا منہ نہ دیکھنا اس کو ہمارے ساتھ کر دے تاکہ ہم جاویں اور غلہ لاویں کہ ہم اور تو اور ہمارے بچے نہ مریں میں اس کا ضامن ہوتا ہوں تو میرے ہاتھ سے اس کو طلب کیجیو اگر تیرے پاس لا کر نہ بٹھاؤں تو اس کا گناہ مجھ پر ابد تک ہے آخر یعقوب نے قسم و اقرار لے کر بنیامین کو ساتھ کر دیا اور وہ نقدی جو واپس آئی بوروں میں سے واپس کی تھی اس کو بھی لے جانے کا حکم دیا اور کچھ میوے اور روغن بلسان اور شہد اور گرم مصالح بھی تحفے کے طور پر ساتھ کیا اور کہا سب کے ایک دروازہ سے نہ گھسنا اس خیال سے کہ وہ خوبصورت تھے کہیں نظر نہ لگ جاوے مگر ساتھ اس کے یہ بھی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر کو کوئی تدبیر ٹال نہیں سکتی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے جس بات کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ صرف یعقوب کے دل کی شفقت پدری کے

قَالُوا إِن يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُ مِن قَبْلُ ۚ فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ أَنتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ﴿٧٧﴾ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٧٨﴾ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَن نَّأْخُذَ إِلَّا مَن وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِندَهُ إِنَّا إِذًا لَّظَالِمُونَ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ

ع ۱۱

[illegible]

حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ
لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا
اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ
سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ
مَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ
الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ
اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ
بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ
فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ
بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾
وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي
يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ
فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ
يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ
مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا
بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

عرض کرنے لگے کہ ہمارا بوڑھا باپ ہے وہ یہ سن کر مر جائے گا اس کی جگہ ہم میں سے آپ ایک کو رکھ لیجئے اس سے پہلے اس کا بھائی یوسفؑ بھی چوری کر چکا ہے (یعنی) یوں ہی حسد میں اتہام لگایا اس سے مراد وہ بات ہو کہ راحیل یعنی ان کی ماں اپنے باپ کے بت چرا لائی تھیں جو یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب ہوں گے یا لڑکے جیسی چیزیں اٹھایا کرتے ہیں یا اسی قصہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہے کہ ان کی پھوپی انہیں چاہتی تھیں حضرت اسحاقؑ کا پٹکا جو بزرگوں کا چلا آتا تھا یوسفؑ کی کمر میں باندھ دیا تاکہ چوری کی علت میں ان کے دستور کے موافق انہیں کے پاس رہیں (؟) یوسفؑ نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا پھر باہم انہوں نے کہا اب کیا کرنا چاہئے۔ بڑے بھائی روبن نے کہا میں تو یہاں سے نہیں جا سکتا تم اپنے باپ سے جا کر سب ماجرا بیان کرو۔ بھائیوں نے آکر سب حال بیان کیا۔ یعقوبؑ نے فرمایا یہ بھی تمہاری بنائی ہوئی کوئی بات ہے پس بجز صبر کے اور کیا بن آتا ہے۔ پھر ان سے الگ ہو کر خیمہ میں بیٹھ کر زار زار رونے لگے کہ ہائے یوسفؑ تجھ کو کہاں ڈھونڈوں اور غم کے مارے آنکھیں سفید ہو گئیں، بینائی جاتی رہی مگر اس کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کے خواب سے کہ ان کو بھائی اور ماں باپ ایک روز سجدہ کریں گے یا الہام سے امید تھی کہ ایک روز اللہ تعالیٰ مجھے ان سے ملائے گا

واعلم من اللہ ما لا تعلمون میں اسی طرف اشارہ ہے۔

[illegible]

يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٧﴾ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿٨٨﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُم مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ ﴿٨٩﴾ قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا لَخَاطِئِينَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٣﴾

ع ١٠

[illegible]

تھا کہ انی اعلم مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات
معلوم ہے جو تمہیں نہیں۔ تب بیٹے قدموں پر گر پڑے
اور کہنے لگے کہ ہماری خطا اللہ تعالیٰ سے معاف کرا دیجئے
ہم خطاوار ہیں۔ یعقوب نے کہا معاف کرا دوں گا شاید
وقت سحر ہو نہایت مقبول وقت ہوتا ہے اس وقت
پر معافی و استغفار کو موقوف رکھا ہو یا دیر کرنے میں کچھ
مصلحت ہو۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ
اور جب کہ قافلہ روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا
إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَن
بیشک میں یوسف کی بو پاتا ہوں اگر مجھے دیوانہ
تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ
نہ بناؤ۔ بولے خدا کی قسم تم تو
لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّا أَن
اپنی اسی پرانی غلطی میں ہو۔ پھر جب کہ
جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ
خوشخبری دینے والا آیا اس نے وہ (پیراہن) اس کے منہ پر ڈالا تو وہ
فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ
بینا ہو گیا۔ کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا
إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾
کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔
قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا
بولے اے ہمارے باپ ہمارے لئے ہمارے گناہ معاف کرائیے بے شک ہم
كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ
خطاوار تھے۔ کہا عنقریب میں تمہارے لئے
لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾
اپنے رب سے معافی چاہوں گا بے شک وہ غفور رحیم ہے۔
فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ
پھر جب کہ وہ یوسف کے پاس آئے تو اس نے اپنے ماں باپ کو

کیا کیا تھا۔ بھائیوں نے پکار کر کہا آپ یوسف ہیں؟ انہوں نے
کہا ہاں تب تو ہر ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب
روئے۔ پھر بھائیوں نے شرمندگی کے مارے سر نیچا کر لیا
اور اپنی خطا کا اقرار کرنے لگے۔ یوسف نے ان کو معاف
کیا اور تسلی دی۔ یہ خبر مصر میں اور فرعون کے پاس بھی
پہنچی کہ یوسف کے بھائی آئے ہیں۔ فرعون نے کہا کہ لے
یوسف اپنے گھر والوں کو بھی بلا لے میں ان کی عزت
کروں گا۔ یوسف نے بھائیوں کو بہت سے سامان کے ساتھ
اپنا پیراہن دے کر روانہ کیا کہ میرے باپ کے منہ پر ڈال دو
وہ بینا ہو جائے گا (اور یہ ایک معجزہ تھا)۔ یعقوب کی
آنکھیں بالکل نہیں گئی تھیں، غم کے مارے ضعف بصر
ہو گیا تھا۔ جب پیراہن ڈالا تو یعقوب کو خوشی ہوئی اور
ضعف دور ہو گیا بینائی آگئی جب کہ تو آنا ہی آنا ہے
اور یہ بھی کہا کہ اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔
اور جب مصر سے یہ قافلہ چلا تو کئی منزل سے حضرت
یعقوب کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو
معلوم ہوئی۔ یہ بھی ایک معجزہ تھا۔ یعقوب نے اپنی اولاد
سے کہا کہ آج تو مجھے یوسف کی بو آتی ہے۔ گو تم
مجھے دیوانہ کہو گے۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم آپ اپنی
پرانی دھن اور پرانی محبت میں گرفتار ہیں ابھی یوسف
آپ کے دل سے نہیں بھولا۔ پھر جب کنعان میں وہ بشیر
یعنی خوشخبری لانے والا سب سے پہلے آ پہنچا جس کا نام
یہودا تھا یہی پیراہن لایا تھا کیونکہ خون آلودہ پیراہن بھی
یہی لے کر گیا تھا۔ تو سب سے پہلے یعقوب کے پاس پہنچا
تھا۔ اور اس نے آ کر پیراہن یعقوب کے منہ پر ڈال دیا اور
یوسف اور بنیامین کی خیر و عافیت اور یوسف کا عہدہ مصر
میں جاہ و جلال بیان کیا۔ اس وقت یعقوب پر شادی
مرگ کا حال ہو گیا۔ اس کے ڈالتے ہی آنکھوں میں نور دل
میں سرور آگیا اور اپنی اولاد سے کہا کہ کیوں میں نہیں کہتا

الربع

أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن

[illegible]

شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ

[illegible]

عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ

[illegible]

وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ

[illegible]

مِن قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ

[illegible]

وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ

[illegible]

السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ

[illegible]

مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي

[illegible]

وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ

[illegible]

لِّمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾

[illegible]

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَ

[illegible]

عَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ

[illegible]

فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ

[illegible]

حضرت یعقوب علیہ السلام مع اپنے کنبہ کے ... اور اولاد کے ستر شخص تھے بیٹوں کی بیویوں کے علاوہ

جب اہل کنعان کی سواریاں مصر کے قریب پہنچیں تو حضرت [illegible]

اس کے بیچ میں قحط کی بلا کی کیفیت اور حضرت یعقوبؑ کی
عزت کا بیان جو اس محل پر مقصود بالذات نہ تھا چھوڑ
دیا گیا۔ کیونکہ یہ کلام الٰہی تاریخ کا ہے اور قرآن میں جو کسی کا
حال بیان ہوتا ہے تو محض عبرت و نصیحت کے لئے ہے۔ تاریخی
طور پر تمام سرگزشت قحط کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک سال
میں مصر والوں نے غلہ بہ اسباب یوسف کے ہاتھ بیچ کر غلہ
لیا پھر اگلے سال زمین اور جانوروں کی نوبت آئی پھر جان
و نفس بیچ کر فروخت ہوئی (فرعون کی غلامی اختیار کرنی
پڑی)۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو فرعون سے بڑا اعزاز
عزت کے ساتھ اس نے ملاقات کی حضرت نے اس کو دعا
دی۔ پھر بنی اسرائیل گئے اطراف شہر میں ایک جگہ کا
قطع عمدہ زمین کا عطا ہوا جس کو جشن کہتے تھے حضرت
یعقوبؑ جب مصر میں تشریف لائے تو ان کی عمر ایک سو تیس

وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ
[illegible]
مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۱۰۱
[illegible]
ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ
[illegible]
اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا
[illegible]
اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۱۰۲ وَمَآ اَكْثَرُ
[illegible]
النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۱۰۳
[illegible]
وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ
[illegible]
اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۱۰۴ وَكَاَيِّنْ مِّنْ
[illegible]

اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ
[illegible]
عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۱۰۵ وَ
[illegible]
مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ
[illegible]
مُّشْرِكُوْنَ ۱۰۶ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ
[illegible]
غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ
[illegible]
السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۱۰۷
[illegible]
قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ
[illegible]
عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَ
[illegible]
سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۰۸
[illegible]

برس کی تھی ایک سو سینتالیس برس کی عمر میں بقول اہل
کتاب مصر میں انتقال ہوا۔ مگر مرنے سے پہلے یوسف علیہ
السلام کو بلا کر وصیت کی کہ مجھ کو مصر میں مت گاڑیو
مجھ کو میرے باپ دادوں کے پاس سونے کا اور میرے باپ
دادا کے قبرستان میں مجھے گاڑنا۔ اور مرنے سے کچھ دیر
پہلے اپنی اولاد کو بلا کر خدا پرستی اور ملت ابراہیمیہ پر
ثابت قدم رہنے کی وصیت کی اور ہر ایک بیٹے کو آئندہ کے
حالات کی خبر دی۔ پھر بستر پر پاؤں کھینچ لئے اور جان بحق
ہو گئے اور اپنے لوگوں میں جا ملے تب یوسف اپنے باپ کے
منہ پر گر پڑے اور بہت روئے اور اس کو چوما اور مصری

[illegible]

[illegible] تمام اہل مصر [illegible] حضرت یوسف علیہ السلام [illegible]

الدنیا والآخرۃ اس کی حقیقت [illegible] خاتمہ کی طرف اشارہ ہے [illegible] حضرت کے ساتھ تھی اور [illegible] ایک واسطہ خاص ہوتا ہے [illegible] توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین [illegible] کے اصل مطلب کی دعا ہے [illegible] دنیا کی سرداری اور اس کی [illegible] ان کی دعا قبول ہوئی [illegible]

[illegible]

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ ٱلْقُرَىٰٓ ۗ أَفَلَمْ يَسِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ فَيَنظُرُوا۟ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۗ وَلَدَارُ ٱلْءَاخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ ٱتَّقَوْا۟ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ حَتَّىٰٓ إِذَا ٱسْتَيْـَٔسَ

[illegible]

الرُّسُلُ وَظَنُّوٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا
جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ
وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١١٠﴾
لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ
(اُن لوگوں کے حالات میں بڑی عبرت ہے)
لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا
يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ
بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّ
(اور ہر چیز کی تفصیل)
هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١١١﴾
(ہدایت اور رحمت ہے ایمانداروں کے لئے)

١٣ ع ٧ ٦

لے بیان کیا۔ توریت موجودہ نے مگر اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ اُس سے شادی ہوئی اور دو بیٹے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ ذٰلک من انباء الغیب سے کر آخر تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور کفار کے شبہات کا رد اور توحید اور نبوت کے دلائل بیان فرماتا ہے اور کفار کے ضد ہونے پر تعجب فرماتا ہے اور بعد میں قرآن مجید کی وہ صفات بیان فرمائیں کہ جن سے اس کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ ذٰلک من انباء الغیب سے یمکرون اس سے ثابت کرتا ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ کہ نہ کوئی کے لکھنے پڑھے ہیں کہ جو اہلِ علم و کمال کا شاگرد تھا اور ان

لے یعنی اگلی کتابوں کی جو سماوی ہیں اصول دین اور دیگر امور میں اُن کی تصدیق کرتا ہے ہ منہ

کوئی تاریخ کی کتاب تھی نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے تھے اور نہ خاص حضرت یوسف علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کے واقعہ کے وقت موجود تھے پھر اس طرح سے بے کم و کاست یہ واقعہ بیان کرنا جس کو یہود نے توریت کے سراسر مطابق پایا اگر الہام نہیں تو اور کیا ہے؛ اس لئے تو جب ایک اور من انباء الغیب کہنا بہت صحیح ہے۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا الہامی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وما اکثر الناس سے وہم مشرکون تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی کرتا ہے کہ گو آپ کتنی ہی خواہش کریں اور اُن کے کہنے کے موافق معجزات بھی دکھا دیں لیکن وہ ایمان نہیں لانے کے۔ اور آپ پر اور قرآن پر اگر ایمان نہ لاویں تو کچھ تعجب نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر بھی تو ایمان نہیں لاتے باوجودیکہ افلاک سے عناصر اور نباتات و جمادات و حیوانات تک بلکہ اپنے وجود میں رات دن سینکڑوں وہ نشانیاں دیکھتے ہیں کہ جو جل شانہ وحدہ لا شریک لہ پر زبانِ حال سے گواہی دے رہی ہیں سو ہو گیا ہے کہ ذرہ ذرہ وحدہ لا شریک لہ کہہ رہا ہے اور جو ایمان بھی اللہ تعالیٰ پر لاتے ہیں تو اُس کے ساتھ شرک کی آلائش بھی ساتھ ہی لگائے رکھتے ہیں۔ وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون کہ مشرکین مکہ کے بُت پرست اللہ تعالیٰ کے قائل تھے مگر اُس کے ساتھ اپنے معبودوں کو بھی شریک سمجھتے تھے فرشتوں اور جنوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔

حج کے ایام میں جو خاص اُس کی عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طرز اور یادگاری پر کی جاتی ہے وہاں بھی تلبیہ میں یہ کہتے تھے لبیک لا شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک (رواہ مسلم) کہ تیرا کوئی شریک نہیں بجز ایک شریک کے جس کا تو مالک ہے وہ تیرا مالک نہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی اللہ تعالیٰ کو ایک کہتے اور اُس پر ایمان

سکتے ہیں مگر یہی اقوام اور قبائل [illegible] ہیں جن میں سے ایک
حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو نصاریٰ خدا کا بیٹا کہتے
ہیں۔ اسی طرح یہود اور دیگر اقوام [illegible] خدا کا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت
یوسف علیہ السلام کا صحیح صحیح حال [illegible] قرآن مجید
[illegible] قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا
اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ کہ میرا تو یہی طریقہ ہے
کہ بصیرت یعنی دلیل اور حجت کے ساتھ [illegible]
[illegible]
[illegible] وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ [illegible]
[illegible] وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور میں
ہرگز مشرک نہیں ہوں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

(۳) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ۳

پھر وہ کیا فرشتے تھے [illegible] اور یہود و نصاریٰ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت [illegible]
اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
[illegible]
[illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
[illegible]
[illegible]
[illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
(۳) [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] عبرۃ [illegible]
(۴) [illegible] اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا [illegible]
قولہ [illegible] لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ میں وہ بات بیان فرماتا ہے کہ ہم

جلد باز نہیں ہے آپ کو یوں ہی ہلاک اور برباد نہیں کرتا ہے بلکہ جب رسول انکل ناامید ہو گئے۔ اور اپنی قوم سے کہ ان کو یقین یا گمان غالب ہو گیا پھر تو ہماری مدد آپہنچی اور بچتے ہیں پھر بھلا اس کو کون روک سکتا ہے۔ پھر جو ایماندار تھے وہی بچے ورنہ سب غارت ہو گئے۔ کسی کو زلزلہ نے آلیا۔ کسی کو آندھی کے سخت طوفان نے غارت کیا۔ انہم قد کذبوا عاصم و حمزہ و کسائی نے کذبوا کو ذال کسرہ ذال پڑھا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ انبیاء نے حالت اضطرار میں بشریت سے یہ گمان کر لیا کہ ہم سے جو وعدہ مدد کئے گئے ہوئے تھے وہ غلط نکلے۔ یا کذبوا کی ضمیر قوم کی طرف راجع ہے کہ لوگوں نے عذاب میں دیر ہونے سے یہ گمان کر لیا تھا کہ یہ وعدے غلط ہیں۔ اور یہی احتمال قوی ہے کیونکہ انبیاء کی شان سے ایسا گمان کرنا بعید ہے۔ اور باقی قراء نے کذبوا تشدید سے پڑھا ہے کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ رسولوں کو گمان غالب ہو گیا کہ لوگوں نے ہماری تکذیب کر دی اور ہم جھٹلائے گئے تب عذاب آیا۔

(۵) لقد کان سے لے کر لقوم یؤمنون تک ان چند باتوں پر سورۃ کو تمام کرتا ہے۔ (۱) فی قصصہم عبرۃ کہ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ ابتدائے سورۃ میں بھی فرمایا تھا لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین منجملہ عبرتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے حضرت یوسف کو اس کی خوبی خداداد پر محسود بنا کر بھائیوں کے ہاتھ سے کنوئیں میں ڈلوا دیا پھر اسی کمال کی بدولت قید میں پہنچا کر آخر عزیز مصر کر دیا وہی حضرت محمد علیہ السلام کو بھی قریش کی سخت قید و تکالیف سے جو صرف بجرم حق پرستی ہے نجات دے کر عزیز دارین کرنے کا چاہتا ہے۔ (۲) یہ کہ جو ذی کمال اور صاحب صدق کو ناحقین کی ایذا پر صبر کرنا چاہئے جیسا کہ حضرت یوسف نے کیا وہ عزیز یہ ذلیل ہوئے۔

(۳) نیز یہ کہ جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو برسوں رونے کے بعد حضرت یوسف سے ملا دیا طالب صادق رہنا چاہئے خدا تعالیٰ سے ملنا بھی یا اور مقاصد حاصل کا ملنا بھی دنیا یا دار آخرت میں اس کی رحمت سے ممکن ہے۔

(۴) یہ کہ قرآن مجید جس میں قصہ یوسف صداقت سے بیان ہوا جھوٹا بنایا ہوا نہیں بلکہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق اور ہر چیز کی کہ جس کی دین میں ضرورت ہے تفصیل ہے خواہ بواسطہ حدیث پیغمبر علیہ السلام خواہ بواسطہ فقہائے ائمہ دین جو عبرت کی ایک فرع ہے۔ اور ایمانداروں کے لئے ہدایت کا دستور العمل اور خدا تعالیٰ کی رحمت ہے جس کی وجہ دارین کے مقاصد حاصل ہوں گے۔ آمین۔

سورۂ رعد مکیہ ہے اس میں تینتالیس ۴۳ آیتیں چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ

یہ ہیں کتاب کی آیتیں اور جو کچھ

اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ

آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے وہ حق ہے لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ

اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے　اللہ تو ہے

الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ

جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا

تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ

جن کو تم دیکھو پھر وہ عرش پر جا بیٹھا　اور

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي
لِأَجَلٍ مُسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ
الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ﴿٢﴾
وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ
فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ
الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٣﴾ وَفِي
الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ
مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ
صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ
وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ
فِي الْأُكُلِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾

ترکیب

تلک جملہ آیات الکتاب خبر اور تلک سے اشارہ کی خبر ہو اور آیات بدل یا عطف بیان۔ والذی انزل مبتدا الحق خبر اور ممکن ہے کہ والذی الکتاب کی صفت ہو اور درمیان آگیا اور الحق جملہ محذوف کی خبر ہو۔ بغیر عمد موضع نصب میں حال ہو کر خالیۃ میں ہے۔ ترونہا الخ جملہ حال ہو کر ضمیر کی طرف راجع ہے ترونہا عمد کی صفت ہے اور السمٰوات کی طرف راجع ہو تو اس سے حال ہو جیسا کہ ... یدبر الامر یفصل ضمیر سے حال ہے جملہ کے قطع فی الارض خبر مقدم اور ... وزرع معطوف ہے صنوان ... جیسا کہ قرات ... اسی طرح ... واحد و نفضل فی الاکل الخ سے متعلق ہے۔

تفسیر

یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں بھی اول حروف مقطعات ہیں جن میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ تلک یعنی اس سورہ ابراہیم کی آیات کتاب ... قرآن مجید کی آیات ہیں ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نازل اور حق ہے جس میں ... پر قرآن کو ... اس کو لا نہیں مانتے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ... اور اس کا ... چند دلائل سے ثابت کرتا ہے جو ... ثابت کرنا اہم کام اور ضروری مسئلہ تھا ... کہ آسمانوں کو بے ستون قائم اور ... سے استدلال کرتا ہے کہ ... اجرام ...

بنایا ہے پھر کس قدر تعجب ہے کہ ایسا گنبد بنایا ہے جس میں ستونوں کی حاجت نہیں۔ اور پھر آفتاب و ماہتاب کو کس نے مسخر کیا اور کس نے ان کو ایک چال معین پر چلایا جس سے تمام دنیا کے کاروبار وابستہ ہیں از خود یہ کیونکر ہو سکتا ہے اجرام سب برابر ہیں۔ اس پر غور کرنے سے اگر سمجھ سکتے ہو کہ تم کو بھی حرکت کرنے کے لیے ایک روز اٹھنا ہے اسی لیے فرمایا ہے لعلکم بلقاء ربکم توقنون۔ پھر وھو الذی مد الارض سے فرمایا کہ پھر کس نے زمین کی وسعت پھیلا دی (گویا چھوٹی ہونے کے) اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کرنے اور ہر ایک پھل میں چھوٹے بڑے اگلے پچھلے تفاوت سے ویسے ہی بعد پھر رات دن کے آنے سے اور زمین میں مختلف ٹکڑوں کے ہونے سے کہ باوجودیکہ آس پاس ہیں مگر کسی میں کچھ پیدا ہوتا ہے کسی میں کچھ جو اس کے پاس ملے میں نہیں ہوتا اور اس بات سے کہ زمین کی نباتات مختلف ہیں کہیں کھیتی کہیں کھجوریں وہ بھی کہیں صرف ایک تنے پر کہیں بہت سے ملے ہوئے جھنڈ اور اس بات سے کہ سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے پھر پھل مختلف ہیں اپنے وجود اور کمال کا ثبوت کرتا ہے کہ یہ باتیں از خود نہیں بلکہ صرف ایک ہی کی ہیں جو کسی پر پردہ نہیں یہ سب کچھ بیان کر رہے ہیں تمہارے فرضی معبودوں کا ان سے کوئی کام ہے یا ان مختلف قدرتوں میں اس قدر دلائل بیان کرنا قرآن ہی کا اعجاز ہے۔ ع ۱

وَاِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا

[illegible]

تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؕ اُولٰۤـئِكَ

[illegible]

الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ ۚ وَاُولٰۤـئِكَ

[illegible]

الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ ۚ وَاُولٰۤـئِكَ

[illegible]

اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۵﴾

[illegible]

وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ

[illegible]

وَقَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ ؕ وَ

[illegible]

اِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى

[illegible]

ظُلۡمِهِمۡ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۶﴾

[illegible]

وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ

[illegible]

عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ

[illegible]

وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ اَللّٰهُ يَعۡلَمُ

[illegible]

مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَمَا تَغِيۡضُ الۡاَرۡحَامُ

[illegible]

وَمَا تَزۡدَادُ ؕ وَكُلُّ شَىۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ ﴿۸﴾

[illegible]

عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡكَبِيۡرُ

[illegible]

الۡمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ

[illegible]

الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ

[illegible]

[illegible]

مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ

يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ

اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَ

مَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ ﴿١١﴾

[illegible]

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

یہی معجزہ دکھایا جو تمہارے طبائع کے مناسب ہے (اور یہی سمجھنے قوی ہیں) پھر پہلی بات کے جواب کی طرف توجہ فرماتا ہے اور اس کے ضمن میں اپنے صفات علم و قدرت کو بھی ظاہر کرتا ہے جو مسئلہ معاد کی معرفت اور خطرات کے لئے مؤید ہیں یعنی علم سے لے کر اخیر تک کہ اس کو ہر بات کا علم ہے بندہ کے آگے پیچھے اس کے ہاں کے پہرہ دار ہیں یعنی فرشتے جو اس کو بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح بس میں ہونے پر بھی ہم کسی قوم پر جب آفت بھیجتے ہیں کہ جب وہ خود سامان آفت پیدا کرتے ہیں گناہ اور بدکاری کر کے۔ اور جب ہم عقوبت بھیجتے ہیں تو پھر اس کو کوئی کسی صورت سے ٹال نہیں سکتا اور نہ کوئی معتوب قوم کا حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَ

[illegible]

طَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿١٢﴾

[illegible]

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ

[illegible]

مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ

[illegible]

فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ

[illegible]

فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ﴿١٣﴾

[illegible]

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ

[illegible]

مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ

[illegible]

إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ

[illegible]

فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ

[illegible]

الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿١٤﴾ وَلِلَّهِ

[illegible]

يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور خدا ہی کو ... آسمان والے اور زمین والے سجدہ

ان آیات میں اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرماتا ہے (اول) برق یعنی بجلی کا چمکنا جس سے مینہ کی امید اور جل جانے کا خوف ہوتا ہے۔ بادلوں میں پانی بھرا ہوتا ہے اُن میں سے ایسی آگ اور یہ روشنی پیدا کرنا اسی کا کام ہے۔ دوم ادھر میں پانی کے بھرے ہوئے بادلوں کو اٹھانا جو ملکوں پر برستے ہیں حالانکہ پانی کا خمیر کیسی بستی ہے۔ سوم رعد یعنی گرج اور کڑک سا دل نرم اجسام ایسے نہیں کہ ان کے باہم گھسنے سے ہیبت ناک آواز پیدا ہو مگر وہ پیدا کرتا ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ رعد فرشتہ ہے جو بجلی کے کوڑے سے بادلوں کو ہانکتا ہے اور کڑک اس کی آواز تسبیح ہے۔ یہ ممکن ہے۔ بعض اس کی یوں توجیہ کرتے ہیں کہ فرشتے سے مراد آس کے قوائے محرکہ اور ...

عہ جس طرح نفوس انسانیہ ہیں اسی طرح فلکی و عنصری [illegible] ... کو طبائع اجسام کہتے ہیں اور ... [illegible] ... کو فرشتہ کہا اور بجلی کو کوڑے ... [illegible]

ف [illegible]

عہ [illegible]

[illegible]

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ ۞ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ
مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ
لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ
يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ
تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا
لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ
الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ
شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۞ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ
بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا
وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ
حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ
يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَاَمَّا
الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا
يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ
كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۞

[illegible]

ہیں اور ان کے ظلال سے اجسام مراد ہیں جو جیسے آفتاب
[illegible] کے طلوع و غروب کے وقت سجدہ کرتے ہیں یا پایا
ت۔ [illegible] یعنی گرد و کف پانی پر بھی ہوتے ہیں اور جو
آگ میں پگھلایا جاتا ہے اس پر بھی مگر دونوں میں فرق
اسی طرح کہ اہل باطل ظاہر حق سے مشابہ ہو مگر جس طرح
جھاگ اڑ جاتے ہیں اور پانی رہ جاتا ہے اسی طرح حق باقی
رہتا ہے [illegible] چند روز میں نقش باطل ہے کیونکہ حق
جیسا آسمان سے ابر رحمت کی طرح نازل ہو اس سے میں سے
[illegible] بڑے بڑے عالم [illegible] فیض ہوا! مگر
اور کچھ زمین پر نفع لینے کے لئے رہے گا۔ ایک مثل ہے
حق و باطل کے لئے۔

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰی ؔ
[illegible]
وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ
[illegible]
لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ
[illegible]
مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
[illegible]
سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ
[illegible]
وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ
[illegible]
اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ
[illegible]
كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ
[illegible]
اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ
[illegible]

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ﴿۲۰﴾
اللہ کے عہد کو [illegible] اور عہد کو نہیں توڑتے [illegible]
وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ
[illegible]
اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ
[illegible]
یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِیْنَ
[illegible]
صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا
[illegible]
الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
[illegible]
سِرًّا وَّعَلَانِیَةً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ
[illegible]
السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾
[illegible]
جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ
[illegible]
صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَ
[illegible]
ذُرِّیّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ
[illegible]
مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا
[illegible]
صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِیْنَ
[illegible]

لہ [illegible] عہد ازل میں جو عہد و پیمان [illegible]
لہ [illegible]
[illegible]

يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ

[illegible]

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ

[illegible]

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ

[illegible]

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (۲۵)

[illegible]

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَ

[illegible]

يَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ

[illegible]

مَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ

[illegible]

إِلَّا مَتَاعٌ (۲۶) ع

[illegible]

ان آیات میں [illegible] قرآن کے [illegible] قبول کرنے [illegible] اور [illegible] بیان [illegible] الذین [illegible] [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] بیان کرتا ہے [illegible] اور [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] جس مال [illegible] پھر [illegible] بیان کرتا ہے [illegible]

[illegible] آنکھوں والا [illegible] ہے [illegible] قرآن مجید کے [illegible] [illegible] اللہ تعالیٰ کے [illegible] [illegible] اور [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] [illegible] اس کے مقابلہ میں [illegible] [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] ہے [illegible]

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ

[illegible]

عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ
يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ
مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَ
تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا
بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾ كَذَٰلِكَ
أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن
قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي
أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ
قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾ وَلَوْ أَنَّ
قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ
بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ۗ بَل
لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَيْأَسِ
الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ
لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ وَلَا يَزَالُ
الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا
قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ
حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا
يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٣١﴾

رکوع ۴

ترکیب

الذین آمنوا مبتدا طوبیٰ لہم جملہ خبر و حسن مآب مجرور کے نزدیک طوبیٰ کا عطف آپ کی طرف اضافت ہے معطوف ہے طوبیٰ ہے و حسن بالفتح بھی پڑھا گیا ہے طوبیٰ پر معطوف ہونے کے اور اس کو جعل کا مفعول ان کر دوا وجواب لو محذوف ہے ان لو یشاء اللہ مفعول لم ییأس بمعنی لم یعلم۔ لہدی الناس لو کا جواب تصیبہم کا فاعل قارعۃ و تحل کی ضمیر قارعۃ کی طرف پھرتی ہے و قیل مخاطب

تفسیر

الیٰ آخرہ بار بار یہی درخواست کرتے تھے کہ کوئی معجزہ کیوں

ط طوبیٰ مصدر ...

[illegible]

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ

[illegible]

أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ

[illegible]

أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ زُيِّنَ

[illegible]

لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا

[illegible]

عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا

[illegible]

لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ لَّهُمْ عَذَابٌ فِي

[illegible]

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ

[illegible]

أَشَقُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿٣٤﴾

[illegible]

مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ

[illegible]

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أُكُلُهَا

[illegible]

دَائِمٌ وَظِلُّهَا ۚ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ

[illegible]

اتَّقَوا ۖ وَّعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ﴿٣٥﴾ وَ

[illegible]

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ

[illegible]

بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ ۖ وَمِنَ الْأَحْزَابِ

[illegible]

مَن يُنكِرُ بَعْضَهُ ۚ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ

[illegible]

أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۚ إِلَيْهِ

[illegible]

أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ ﴿٣٦﴾ وَكَذَٰلِكَ

[illegible]

أَنزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

[illegible]

أَهْوَاءَهُم بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

[illegible]

مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ ﴿٣٧﴾

[illegible]

ع ۱۱

ترکیب

من موصول ہو کر مبتدا ہے کل نفس صلہ ہے قائم ہے کل نفس ..... ومالہم بجمیع احوالہا من خیر و شر و مستند الان یجازی کل نفس بما کسبت من خیر و شر (و جواشہ) یہ سب مبتدا اور خبر محذوف کمن لیس بہذہ الصفۃ ہی الاصنام جس پر وجعلوا آلخ جملہ دال ہے اور ممکن ہے کہ ایسی خبر محذوف مانی جائے کہ جس پر جعلوا کا عطف درست ہو سکے مثلاً لم یوحدوہ ولم یمجدوہ وجعلوا لہ شرکاء آلخ یہ جملہ استفہامیہ بوجہ انکار کے طور پر۔

تفسیر

یہ بھی پہلے جواب کا تتمہ ہے کہ وہ جو آپ سے معجزات طلب کرتے ہیں طالب حق نہیں بلکہ محض تمسخر اور ہنسی کرتے ہیں۔ پھر یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی امتوں کے لوگ تمسخر اور ہنسی کرتے آئے ہیں چونکہ ہم کریم ہیں فوراً انتقام لینا ہماری عادت نہیں ہے ان کو مہلت دی [illegible] الاہمال والاخیر کما ہو من

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَ

[illegible]

جَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ

[illegible]

لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ

[illegible]

اللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ﴿٣٨﴾ يَمْحُو اللَّهُ

[illegible]

مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِندَهُ أُمُّ

[illegible]

الْكِتَابِ ﴿٣٩﴾ وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي

[illegible]

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ

[illegible]

الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا

[illegible]

أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا

[illegible]

وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ

[illegible]

سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ

[illegible]

مِن قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ۖ يَعْلَمُ

[illegible]

[illegible]

مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ

[illegible]

لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

[illegible]

كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۗ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ

[illegible]

شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ

[illegible]

عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾

[illegible]

ترکیب

اما نرینک کا جواب فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب والمعنی سواء اریناک ذلک او توفیناک قبل ظہورہ فانما علیک تبلیغ احکام اللہ وعلینا حسابہم۔ متعلق جار جارا بے ضمیر فاعل یا الارض سے یا اللہ سے۔ و امّا فاعل کے ومن موصولہ عندہ علم الکتاب صلہ یہ معطوف ہے اللہ پر فاعل ہو گا کفے کا۔

تفسیر

عرب کے مشرک اور کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے۔ از انجملہ ایک یہ تھا کہ جس کو اللہ تعالیٰ دنیا میں رسول بنا کر بھیجے اس کو دنیاوی باتوں سے پاک ہونا چاہیے فرشتوں کی مانند، یہ کیسے نبی ہیں جن کے بیوی بچے ہیں، کھاتے پیتے، دنیا کے کاروبار خرید و فروخت بازار میں کرتے ہیں پھر ایک یہ کیا قباحت ہے کہ متعدد بیویاں رکھتے ہیں، عورتوں سے رغبت رکھتے ہیں۔ زیادہ تر عیسائیوں سے انہوں نے یہ اعتراض سیکھا تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے تجرد پر بیٹھنے تنگی کو عمدہ سمجھتے تھے یا ان کی کتب یا ادنیٰ مشرکین سے اس کی تعلیم پائی ہے۔ اس کا جواب دیتا ہے ولقد ارسلنا الخ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول کیا بیوی بچوں، عورتوں سے رغبت نہیں رکھتے تھے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر دیکھ لو۔ لوازمات بشریت سے ہے کمال روحانی کو منافی نہیں بلکہ قوی اور روحانی آدمی کو اس سے آتی ہے۔ از انجملہ یہ کہ وقتاً فوقتاً آپ جب کہتے معجزات دکھانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے وما کان لرسول ان یأتی بآیۃ کہ یہ بات کسی رسول کے بھی اختیار میں نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے۔ از انجملہ یہ کہ آپ جن بلاؤں کا مخالفت کی وجہ سے وعدہ کرتے ہیں ان کو ابھی کیوں نہیں لاتے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے لکل اجل کتاب کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے۔ نیز اس میں یہود و نصاریٰ کے اس شبہ کا بھی جواب ہے کہ آپ نے توریت و انجیل کے احکام اور نیز اپنی شریعت کے احکام میں نسخ جائز رکھا یہ خدائی بات نہیں۔ پھر اس جواب کی تصریح کرتا ہے کہ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت کہ اللہ تعالیٰ حسب مواقع مصلحت جو ایک حکم دیتا ہے پھر جب وہ مصلحت نہیں رہتی اس کو محو کر دیتا ہے یعنی دور کر دیتا ہے اس کے پاس ام الکتاب ہے یعنی لوح محفوظ کہ جس میں سب لکھا ہے۔ منجملہ اس کے اس حکم کا ایک وقت تک قائم رہ کر اٹھ جانا بھی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس میں جینے کے مٹانے اور باقی رکھنے کا اشارہ ہے جیسا کہ عمر، رزق، سعادت و شقاوت یعنی مثلاً پہلے ایک کی دس برس کی عمر تھی پھر صلہ رحمی

ف ابن عباس کہتے ہیں ... ومن عندہ علم الکتاب سے مراد عبداللہ بن سلام وغیرہ ہیں جن کے معنی وہ لوگ جن کے پاس کتاب کا علم ہے یعنی اہل کتاب ... آنحضرت کی خبر ... اور بعض کہتے ہیں کہ من اللہ ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

سورۂ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی اس کی باون آیات سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ① اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ② الَّذِيْنَ

يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ③ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

کے ساتھ عجز و نیاز اور سچا توکل ان لوگوں کے دلوں پر گویا [illegible]
بت پرستی یا الحاد کا دبہ نہیں لگا سب اثر پیدا کرتا ہے۔
اس سورۃ کا نام سورۃ ابراہیم رکھا گیا۔

اس سورۃ میں بھی بیشتر اصول مذہب کا ثبوت ہے
ایک نئے ڈھنگ سے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث
ہونے کے زمانہ میں دنیا بھر میں کوئی بھی فرقہ خدا پرست
نہ تھا اہل کتاب میں سے یہود کی ابتری تو ظاہر ہے کہ حضرت
مسیح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے ان کو بھی
نہ مانا بلکہ آمادۂ فساد و جنگ و جدال ہوگئے اور ان کے بعد
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک اور بھی بگڑ گئے تھے۔
رہے عیسائی سو تین سو برس کے بعد تو ان کے مذہب میں یہاں
تک تثلیث اور الوہیت مسیح اور صلیب پرستی نے رواج پایا
تھا کہ بت پرست قومیں بھی ان سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ عرب
اور روم اور ہند و ایران و چین کی بت پرستی اور آتش و
عناصر پرستی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا تمام عالم کفر کی گرد و
الحاد و بت پرستی میں چھپا ہوا تھا ایسے زمانہ میں اللہ کا اپنے
بندوں پر بڑا احسان ہوا کہ اس نے عرب کے پہاڑوں میں سے
ایک آفتاب ہدایت جلوہ گر کیا تاکہ لوگوں کو ان اندھیروں
میں سے نکال کر روشنی میں لائے وہ روشنی کیا ہے اللہ
عزیز حمید کا سیدھا رستہ۔ کون عزیز و حمید؟ وہ اللہ
کہ جس نے آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو پیدا کیا اور
جس کی ان پر بادشاہی ہے۔ اب اس آفتاب جہاں تاب کے
طلوع ہونے پر بھی جو اس کی ہدایت پر نہیں چلتے ہیں تو ان کی
بدی کی تقدیر کی بدبختی ہے یعنی عذاب شدید۔ اور یہ بات
ان کو اس وجہ سے ہے کہ وہ شہوات و لذات دنیا سے
دلی محبت رکھتے ہیں اس نادان بچہ کی طرح سے جو [illegible]
بچوں کو ایک عالم پر [illegible] اور [illegible] کے غول جیسی کو [illegible]
سمجھتا ہے یہ اس عالم کی زندگی کو زندگی اور جیسی کے [illegible]
و کامرانی کو عیش جاودانی سمجھتے ہیں اس لئے اس عالم [illegible]

کی وجہ سے باز رہتے ہیں اور اپنے رسوم و عادات سے [illegible]
جونا برا سمجھتے ہیں بلکہ نہ صرف یہ بلکہ اس آفتاب ہدایت
کو شکوک و شبہات کے گرد و غبار سے چھپانا چاہتے ہیں یعنی
دین حق میں بھی نکال کر لوگوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔
پھر ایسے لوگوں کے نہایت وہ نہایت گمراہ اور دور جا پڑے
ہیں کیا کلام ہے۔ پھر دوسرا یہ احسان کیا کہ کتاب اور رسول
ان کے پاس بھیجا بلکہ رسول کو ان کا ہم زبان کیا۔ اگر کتاب
اور رسول کی اور زبان ہوتی تو عرب کو دقت ہوتی جو لوگ
تمام دنیا کے ہادی بنائے گئے ہیں ان کے لئے اس نعمت کو
کے کالائے قدر جان کر قرآن مجید کی قدر و منزلت کرتے
پھر اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جس کو
چاہتا ہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اس بات کی مصلحت
و حکمت وہی جانتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ
اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ [illegible] قوم کو
قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لا [illegible]
وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
اور ان کو اللہ کے دنوں کی یاد دلا بے شک اس میں [illegible]
لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٥﴾ وَإِذْ
ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور جبکہ
قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ
موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر ہوا
اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ
جبکہ تم کو فرعون والوں سے نجات دی [illegible]
فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ
جو تم کو برا عذاب دیتے تھے
وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ
اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ
لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ
إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى قَالُوا إِنْ أَنتُمْ
إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا
بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ⑩ قَالَتْ لَهُمْ
رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ
اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ
عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم
بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى
اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑪ وَمَا
لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا
سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا
وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ⑫

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو اندھیرے
سے نکال کر نور میں لانا بطور نظیر کے بیان فرماتا ہے کہ حضرت
محمد علیہ السلام جو کام کر رہے ہیں کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی ہوا
ہوتا آیا ہے۔ اس میں خصوصاً یہود و نصاریٰ کے دلوں پر
بھی ایک چٹکی سی لی گئی ہے کہ یہ تو وہی بات ہے جو
حضرت موسیٰ کی رہی ہے۔ پھر آگے حضرت موسیٰ علیہ
السلام کا وہ وعظ نقل فرماتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا
اس کے بعد اور مشہور انبیاء علیہم السلام اور ان کی اقوام کے
معاملات بیان فرماتا ہے۔ الم یاتکم نبؤا سے قوم نوح اور
عاد و ثمود جیسی مشہور قوموں کے واقعات بیان فرما رہا
ہے۔ والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ کہ ان کے بعد
بہت سے رسول گزرے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا
ہے کیونکہ قرآن مجید اور کتب سابقہ میں صرف چند رسولوں
کے حالات ہیں۔ پھر جو ان رسولوں اور ان کی قوم میں
معاملہ ہوا ہے اس کا ذکر کرتا ہے کہ لوگوں نے رسولوں کے
معجزات دیکھ کر بھی تکذیب کر دی۔ ردوا ایدیھم فی افواھھم
اس میں دو احتمال ہیں ایدی اور افواہ کے معنے حقیقی
لے جاویں کہ لوگوں نے رسولوں کے منہ بند کرنے کو اپنے
ہاتھ ان کے مونہوں پر رکھ دیئے یا خود غصہ کے مارے اپنے
ہاتھ چبانے لگے۔ دوم یہ کہ معنی مجازی مراد ہوں کہ جواب
تو معقول نہ دے سکے محض انکار کرنے لگے اور یہ بھی
یہ محاورہ عرب ہے۔ پھر باقی گفتگو نقل کرتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ
اور کافروں نے اپنے رسولوں سے [illegible]
لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ
[illegible]
فِيْ مِلَّتِنَا ۗ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ
[illegible]

لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ
[illegible]
الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ
[illegible]
خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَ
[illegible]
اسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾
[illegible]
مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ
[illegible]
صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ
[illegible]
وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ
[illegible]
مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۗ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ
[illegible]
غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ
[illegible]
اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ
[illegible]
فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۗ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا
[illegible]
كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ۗ ذٰلِكَ هُوَ
[illegible]
الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾
[illegible]

لہ العاصف شدۃ الریح وصف به الیوم [illegible]
[illegible]
[illegible]

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

[illegible]

الْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

[illegible]

وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٩﴾ وَمَا ذٰلِكَ

[illegible]

عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿٢٠﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا

[illegible]

فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

[illegible]

اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ

[illegible]

عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۗ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۗ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۗ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۗ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۗ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۗ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

ع ۳/۱۵

ترکیب

اِنّما سے جملہ قائم مقام دونوں مفعولوں کے الم تر کے۔ من عذاب اللہ محلاً منصوب ہے حال ہو کر کیونکہ اصل میں شئی کی صفت ہے تقدیرہ من شئی من عذاب اللہ۔ من زائدہ ہے شیئاً کا ثانی من عذاب اللہ الا ان دعوتکم استثناء منقطع ہے لان دعاءہ لم یکن سلطانا ہے جو مصرخی جمہور بفتح الیاء پڑھتے ہیں اور یہ جمع مصرخ کی اول کی جمع کا دوم کی متکلم میں ادغام ہو گیا وادخل یعنی بُرزُوا پر معطوف

تفسیر

کفار کے غرور آمیز کلمات کے جواب میں پہلے تو خود ان کا برباد ہونا اور دائماً جہنم میں جانا اور ان کے بعد انبیاء علیہم السلام اور ان کے گروہ کا ان کی زمین اور ملک پر قابض اور متصرف ہونا بیان فرمایا تھا اب ان کی تائید کے واسطے اس بات کو تمام کرتا ہے الم تر کہ جس نے آسمان اور زمین کو کس انتظام اور خوبی تمام کے ساتھ پیدا کر دیا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تم کو زمین سے نابود کر کے اور کسی قوم کو تمہاری جگہ دنیا پر بسا دے۔ کہاں گیا فرعون! اور کہاں ہیں ساسانی اور کس جگہ ہیں کیانی اور روم کے قیاصرہ کہاں چھپ گئے یونانی اور اور قومیں کہاں جا سوئیں! ہندوستان کے قدیم

لہ جب لوگ شیطان کو الزام دیں گے کہ تو نے ہم کو بہکایا ... [illegible] ... کہ میں نے تم پر کچھ زبردستی نہ کی تھی صرف اپنی طرف بلایا ... [illegible] ... اور خدا ... [illegible] ... سے تم ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً
طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ
وَفَرْعُهَا فِى ٱلسَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِىٓ أُكُلَهَا
كُلَّ حِينٍۭ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ
ٱللَّهُ ٱلْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ
كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ٱجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ
ٱلْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ
ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱلْقَوْلِ ٱلثَّابِتِ
فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۖ
وَيُضِلُّ ٱللَّهُ ٱلظَّٰلِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ
ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾

ترکیب

[illegible]

[illegible]

ترجمہ اور اصلھا و فرعھا یہ سب شجرۃ کی صفت ہوا
اور جملہ حال ہو متعلقاً ہے۔

تفسیر

اشقیاء اور سعداء کا حال بیان فرما کر ان کے حال کی زیادہ تشریح کرنے کو ایک مثال بیان فرماتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کلمۂ طیبہ کشجرۃ طیبۃ شجرہ طیبہ یعنی پاک پاکیزہ اور عمدہ چیز کے چار وصف بیان فرما کر کلمۂ طیبہ کو اس کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے اوّل صفت طیبہ یعنی اچھا ہونا خواہ باعتبار شکل و صورت کے ہو خواہ باعتبار اس کے پھل پھولوں کی عمدگی کے ہو کہ خوشبودار اور شیریں اور لذیذ ہو خواہ باعتبار اس کے منافع کے ہو۔ دوم اصلھا ثابت کہ وہ اس خوبی کے ساتھ ایسا نہیں کہ جو نیا ہوا اور کسی تھوڑے سے صدمہ سے اکھڑ جائے جڑ بیخ کا باعث ہو بلکہ اس کی جڑ قائم اور مستحکم ہو جو زوال پذیر نہیں۔ سوم فرعھا فی السماء کہ اس کی شاخیں مرتفع اور بلند ہوں جس سے جڑ کی مضبوطی اور جڑ کا قیام اور اس کے پھلوں کا آفات ارضی اور زمین کے علائق سے پاک ہونا معلوم ہوتا ہے چہارم اس کے پھل ہمیشہ لگتے ہوں اور ہر وقت موجود رہتے ہوں اور درختوں کی طرح نہیں۔ اب اس درخت مرغوب الطبع کے ساتھ کلمۂ طیبہ کو تشبیہ دیتا ہے خواہ ایسا درخت دنیا میں کوئی موجود ہو یا نہ ہو خواہ اس کو کھجور کے درخت سے تعبیر کرو یا انگور سے یا کسی اور سے۔ کلمۂ طیبہ کیا ہے جس میں یہ چار وصف پائے جاتے ہیں وہ بقول اکثر مفسرین کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ سو یہ کلمہ طیبہ ہے اس کی عمدگی یہ ہے کہ انسان کے دل میں اس سے معرفت الٰہی کا ایک شجر لگتا ہے کہ جس کی بدولت دنیا کی تمام خوبیوں سے بڑھ کر ہے کس لئے کہ لذت ادراک ملائم کا نام ہے۔ جو چیز اکل و شرب میں ہو یا اس میں مدرک اور دنیا کی کل چیزیں مدرک اس پر لذت پھر جہاں روح مدرک اور حق تعالیٰ مدرک ہو تو پھر اس لذت کے کیا کہنے ہیں۔ اس کے علاوہ لذائذ دنیا تکلیف پر مبنی ہیں، بھوک نہ ہو تو کھانے میں مزہ نہ آئے، پیاس نہ لگے تو سرد پانی سے حظ نہ ہو برخلاف روحانی لذات کے۔ اور نیز جسمانی لذتیں ایک ساعت کے بعد جاتی رہتی ہیں برخلاف روحانی لذات کے۔ دوسری صفت بھی اس میں موجود ہے کیونکہ اس شجرہ کی جڑیں نفس قدسیہ میں گڑی ہوتی ہیں اور نفس جو مجرد ہے فنا سے پاک ہے تغیر و فنا سے بری ہے اور نیز اس کی جڑوں میں حق نور النور اور مبدء ظہور کی تجلیات کا پانی دیا جاتا ہے۔ تیسری صفت بھی اس میں عمدہ طرح سے پائی جاتی ہے اس شجرۂ معرفت کی دو شاخیں ہیں ایک جو اوپر آسمان میں اور دوسری نیچے عالم جسمانی میں لٹکی ہوئی ہے۔ نوع اوّل کے بہت سے اقسام ہیں مگر ان کو عطر روایات میں (اول تعظیم امر اللہ) اس میں یہ چیزیں ہیں خدا تعالیٰ کی معرفت کے دلائل میں تامل کرنا جو عالم اجسام اور عالم افلاک اور عالم سفلی میں موجود ہیں اور اس کے شوق اور محبت میں رہنا اسی کو یاد کرنا اسی پر اعتماد و توکل وغیرہ وغیرہ۔ دوسری شاخ کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (والشفقۃ علی خلق اللہ) سے تعبیر کیا ہے اس میں مخلوق پر رحم کرنا انتقام سے درگزر کرنا برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرنا بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ تیسری صفت کہ مرتفع ہونا سو وہ بھی ظاہر ہے۔ چوتھی صفت ہر وقت پھل لانا سو یہ بھی اس شجرہ میں ظاہر ہے، جس کے دل میں یہ شجرہ ہوگا وہ اس سے ہر وقت متمتع رہے گا۔ اچھے نتائج دیکھے گا اور اس میں الہامات نفسانیہ اور مکاشفات روحانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو وما فوقہا روحانی پیدا ہوتے ہیں پھر اس کو نیک کاموں پر برانگیختہ کرتے ہیں اس کے مقابلہ میں کلمۂ کفر کو شجرۂ خبیثہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور

[illegible]

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ
كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝
جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝
وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلُّوا عَنْ
سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ
إِلَى النَّارِ ۝ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ
آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا
رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ
أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ۝
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ
بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ وَسَخَّرَ
لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَ
سَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝ وَآتَاكُمْ
مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعُدُّوا
نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ
لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ
رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَ
اجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝
رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ
النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ
عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ رَبَّنَا

[illegible]

ع ۷

إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ

میں نے اپنی اولاد میں سے ایسی وادی میں بسایا ہے

غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ

کہ جس میں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس

الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ

اے رب! تاکہ نماز قائم کریں پس کر

أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ

لوگوں کے دل ان کی طرف مائل

وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ

اور روزی دے ان کو میوے تاکہ وہ

يَشْكُرُونَ (٣٧) رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا

شکر کریں۔ اے رب! تو جانتا ہے جو ہم

نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ

چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں

مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

زمین میں اور نہ آسمان میں

السَّمَاءِ (٣٨) الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ

سب تعریف اللہ کو ہے جس نے دیے

لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۚ

مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عنایت

إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ (٣٩) رَبِّ

بے شک میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔ اے رب!

اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن

مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔

ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (٤٠)

اے رب! اور دعا کو قبول کرلے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

اے رب! مجھے اور میرے ماں باپ اور ایمانداروں کو بخش دیجیو

يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (٤١)

حساب قائم ہوئے گا جس دن

ترکیب

بواد مفعول ثانی اسکنت کا غیر ذی زرع صفت ہے واد کی لیقیموا و ینفقوا امر کے صیغے مجزوم ہیں بحذف لام سے لیقیموا و لینفقوا کیونکہ قل اس پر دال ہے سِرًّا و علانیۃ مصدر ہیں موضع حال میں دائبین حال الشمس والقمر سے کل مضاف ما موصول مضاف الیہ جملہ مفعول آتاکم من بعض یا نقش زائدہ ہے ذٰلک موصوف البلد صفت یا ہٰذا اسم اشارہ البلد مشار الیہ سب مفعول اول اجعل کا آمنا اس کا مفعول ثانی۔ ان تعدوا سے من تحصوھا معطوف شرط لا تحصوھا جواب والعائد محذوف ای لہٗ من ذریتی میں من زائدہ بواد موصوف عند بیتک صفت یا بدل علی الکبر حال ہے لی وہب سے۔

تفسیر

یہاں کفار قریش کے پچھلے بیان فرماتا ہے الم تر سے لے کر القرار تک کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو طرح طرح کی نعمتیں دی تھیں انھوں نے بجائے شکرگزاری کے کفر کیا یعنی ناقدری کی اور آپ تو ڈوبے ہی تھے اپنی قوم کو بھی گمراہ کرکے جہنم میں لے گئے (اس میں کفار کے سرداروں کی طرف اشارہ ہے) اور سب سے بڑھ کر یہ ناشکری ہے کہ منعم حقیقی کے ساتھ اوروں کو شریک سمجھا اور ان کو اس کی خدائی کا حصہ دار بنا دیا۔ پھر ان کے لئے کہتا ہے چند روز عیش و آرام کرنے کی مہلت ہے ورنہ پھر تو جہنم ہی ٹھکانا ہے۔ ایمانداروں کو ان کے برخلاف شکرگزاری کی تعلیم کرتا ہے قل لعبادی سے ولا خلال تک اور وہ شکرگزاری کیا

بیت اللہ کو پاک صاف کریں [illegible]

[illegible]

دو ہیں [illegible] فائدے [illegible] (۱) آسمانوں اور زمین کو [illegible] (۲) [illegible] (۳) پھر [illegible] پانی سے زمین [illegible] (۴) [illegible] (۵) [illegible] (۶) [illegible]

[illegible]

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام [illegible]

[illegible]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام [illegible] اور ان کی والدہ [illegible]

[illegible]

پھر لگے حضرت ابراہیم [illegible]

ان لفظوں میں ابھی تم کو حق و باطل اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے اور شکر بجا لاتے ہیں کہ آپ نے مجھے بڑھاپے میں اولاد عطا کی اور اولاد بھی کیسی اسمٰعیل و اسحاق۔ اول الذکر عرب بالخصوص قریش کے جد امجد اور دوسرے انبیاء بنی اسرائیل کے۔ وہ اولاد اور بھی حق گزار تھی اگر یہی دونوں سعادتمند فرزند تھے۔ پھر دعا کرتے ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾

ترکیب

غافلاً تحسبن کا مفعول ثانی تشخص جملہ یوم کی صفت مہطعین حال ہے ابصار سے لان المراد من الابصار اصحابہا مقنعین بھی حال ہے ان کو اضافت سے ساقط کر دیا لا یرتد حال ہے ضمیر مقنعی سے وافئدتہم جملہ حال ہے یوم مفعول ثانی ہے انذر کا مفعولاً ثانیاً عذاب یوم آتی تبین کا فاعل حالہم محذوف کیف موضع نصب میں ہے فعلنا کی وجہ سے۔

تفسیر

کہ کے کفار کو جو وہ دعائے ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے امن میں رہ کر مغرور تھے یہ سناتا ہے کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ ظالم جو ظلم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر ہے۔

یہ اشارہ ہے ... قولہ ... [illegible]

[illegible]

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ

وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ

مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ

مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ

النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا

كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ

وَلِيَعْلَمُوْٓا أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ

وَّلِيَذَّكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

ترکیب

[illegible]

ولینذروا بہ سے یہ القرآن بلاغ واذکرالناس اور بلاغ سے متعلق ہے اور ممکن ہے کہ آخر ل محذوف سے ولینذروا معطوف ہے ولینذروا پر۔

تفسیر

یہ اُس انتقام کے دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے یوم تبدل الارض الخ کہ اُس دن یہ زمین و آسمان بدل جاویں گے۔ صحیحین میں حدیث ہے کہ قیامت کو ایک سفید ستھری زمین پر لوگ جمع کئے جاویں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آسمانوں و زمین کی صفات میں تبدل ہوگا یہ زمین زیادہ وسیع کر دی جاوے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ ذات میں تغیر و تبدل ہوگا یعنی اور نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا۔ اور یہی قوی ہے کیونکہ وہ عالم اس عالم کے غیر ہے جیسا کہ اس کی تشریح سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہم کر چکے ہیں۔ مکاشفات روشن دلوں سے بھی کہ جس کو عیسائی الہامی سمجھتے ہیں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر اُس دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ قبروں سے نکل کر خدائے قہار کے سامنے آجاویں گے اور گنہگار زنجیروں میں جکڑے ہوئے نظر آویں گے۔ انسان کے خیالات رذیلہ اور بُری خصلتیں اُس کے ہاتھ پاؤں کی زنجیریں بن جاویں گی۔ اور ان کے سرابیل (جمع سربال قمیص یعنی کرتا) ہوں گے قطران (دو چیز)۔ تحلب من شجر یسمی الابہل فیطبخ ویطلی بہ الابل الجرب۔ فتسارع فیہ اشتعال النار وہو اسود منتن (الخ) یعنی رال کے ہوں گے جن میں جلدی آگ بھڑک اُٹھے گی اور آگ کا شعلہ اُن کے مونہوں کو ڈھانک لے گا۔ یعنی انسان کے اعمال بد ہوں گے جو لباس کی طرح دنیا میں اُس کو ڈھانکے رہتے ہیں جن میں آتشی شعلہ قبول کرنے کی زیادہ قابلیت ہے اور آسمان و زمین کا تبدل اور عدالت الٰہی کا قائم ہونا اس لئے ہوگا کہ لیجزی اللہ کل نفس ما کسبت ہر شخص کو اُس کے عمل کا بدلا ملے۔ یہ وجود قیامت پر ایک برہان قاطع ہے کس لئے کہ اُس کی عدالت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہر ایک کو اُس کے اعمال کا بدلا دیوے اور دارِ دنیا اس امر کے لئے کافی نہیں۔ اوّل تو یہ دار عمل ہے نہ کہ دار جزا۔ دوم تو یہاں جزا و سزا کا ملنا بھی دشوار ہے کس لئے کہ کوتاہ عمر۔ دنیا ہی جس میں کچھ نہ کچھ تحقیق نہ ہو اور کوتاہ مشاہدہ ہیں کہ جہاں نہ رنج و راحت نہ ہو اس لئے کوئی اور مقام اس فیصلہ کے لئے مقرر ہونا چاہیے وہ وہی قیامت ہے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ اُس روز بے شمار مخلوق ہوگی اُن کے حساب کے لئے غیر متناہی زمانہ چاہیے پھر اس عرصہ میں بہشت کی جزا و سزا کے بچ جاویں گے کیونکہ ان اللہ سریع الحساب کہ وہ خدا تعالیٰ ایک ہی تھوڑے وقت میں سب کا جلد حساب لیگا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اہل دنیا اپنے ناز و نعم میں مست ہو کر اس پیش آنے والے دن کو دور نہ سمجھیں اس کی عمر کا جس جو قدم منازل طے کرتا ہوا جارہا ہے جلد وہ مقام آنے والا ہے۔ چونکہ عالم آخرت کے یہ اسرار ایسے نہیں کہ ان کو کوئی بغیر مدد الہام الٰہی کے دریافت کرسکے اس لئے فرمایا ہذا بلاغ للناس ولینذروا بہ کہ قرآن مجید لوگوں کو ان کے نیک و بد کی خبر دینے والا اور دارِ آخرت کی خرابیوں سے خوف دلانے والا ہے اور یہی انسان کی سعادت کا ذریعہ کامل ہے اور نیز اتمام حجت ہے اس پر بھی جو کوئی نہ مانے تو اپنا سر کھاوے۔ انسان کی دو قوتیں ہیں ایک نظریہ جس سے علم و ادراک صحیح صحیح حاصل کرسکتا ہے منجملہ اس کے خدا تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان ہے اور نیز فرشتوں اور رسولوں اور اُن کے قیود پر۔ دوسری قوت عملیہ ہے کہ جس سے نیک کام کرسکتا ہے ان دونوں قوتوں کی اصلاح سعادت ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں۔ پس اوّل کی طرف جو اصل اصول ہے بلاغ للناس ولینذروا بہ ولیعلموا انما ہو الٰہ واحد میں

اشارہ ہے کس لئے کہ ایمان اور علم ہی عمل کی بنیاد ہے اور دوسرے کی طرف ولیذکر اولوالالباب میں کہ سوچنے کر سمجھنے سے مراد توبہ کرنا، نیک کاموں کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اللہم وفقنا الحسنات۔

سورۂ حجر مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۹۹ ننانوے آیات چھ رکوع ہیں۔

یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں حجر کے بسنے والوں کی ہلاکت زیادہ تر عبرتناک بات ہے یعنی قوم ثمود کا حال۔ حجر شام اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ الٓر سے مبین تک قرآن مجید کا کتاب اللہ ہونا بیان کر کے دنیا کی لذات و شہوات میں مبتلا ہونے والے کفار کا انجام کار بیان فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

یہ ہیں آیتیں کتاب اور کھلے قرآن کی

لے قرآن مجید کی سب باتیں عقل سلیم کے نزدیک واضح اور کھلی ہیں کوئی بات بھی ایسی نہیں کہ جس کو خلاف عقل محض اعتقاداً ماننے پر مجبور کیا گیا ہو ۱۲ منہ

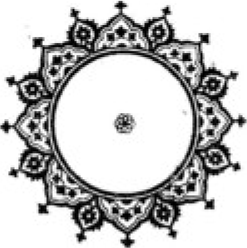

تفسیر حقانی

پارہ ۱۴

رُبَمَا

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا	لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ
منکر بڑی حسرت کریں گے کہ کاش وہ بھی	ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا اگر تو
مُسْلِمِينَ ۝٢ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَ	مِنَ الصَّادِقِينَ ۝٧ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ
مسلمان ہوتے ان کو چھوڑ دو کہ کھا لیں اور	سچا ہے ہم فرشتے تو فیصلہ ہی کو
يَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ	إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُنْظَرِينَ ۝٨
برت لیں اور ان کو آرزو غفلت میں ڈالے رکھے پھر آگے جاکر	بھیجا کرتے ہیں اور تب ان کو مہلت بھی نہ ملے گی
يَعْلَمُونَ ۝٣ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ	
معلوم کر لیں گے اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں	
قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ ۝٤	
کیا مگر کہ اس کا وقت مقرر لکھا ہوا	
مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا	
کوئی قوم اپنے وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ	
يَسْتَأْخِرُونَ ۝٥ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي	
پیچھے ہٹ سکتی ہے اور کفار کہتے ہیں اے وہ شخص کہ	
نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝٦	
جس پر نصیحت اتاری گئی تو تو دیوانہ ہے	

ترکیب

ربما بالتخفیف والتشدید وضم الراء وفتحہا وما کافۃ لرب ویکون ان تکون نکرۃ موصوفۃ ... [illegible] ... تقدیرہ رب ... الا ولہا کتاب جملۃ حالیۃ صفت ہے قریۃ کی لوما بمعنی ھلا۔

تفسیر

رُبَمَا کہ قیامت کے دن یا قریب مرگ یہ لوگ

خواہش کریں گے کہ کاش ہم بھی ایمان والے ہوتے۔ رُبَ کے معنے بعض کہتے ہیں بہت کے ہیں کہ بہت حسرت کریں گے۔ اور بعض کہتے ہیں کم کے ہیں مگر مراد زیادتی ہے جو کہ عرب کی عادت ہے کہ کبھی کثیر الوجود چیز کو یقین دلانے کے لیے بلفظ قلیل ذکر کرتے ہیں جیسا کہ کسی شخص کی نسبت کہو جس سے یہ وقت یا اکثر وہ وقت یاد کر سکتے ہو کہ کبھی تو ہمیں یاد کرو گے۔ مکہ کے مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مصروف تھے اور خدا کی اس مہلت پر مست تھے کہ اگر یہ سچا ہے تو ہم پر کوئی آسمانی عذاب کیوں نہیں آتا۔ ہم تو دنیا کے مزے اڑاتے پھرتے ہیں۔ یہ انہی کی حالت تھی جس کے رد میں اول تو الٓر فرمایا جس میں اشارہ ہے کہ یہ قرآن الف اللہ نے بواسطہ دوم جبرئیل ر رسول محمد پر نازل کیا ہے اس میں کوئی دروغ نہیں۔ دوم اس سورۂ حجر کی نسبت جو قرآن مبین کا ایک جزو ہے فرماتا ہے کہ یہ قرآن مبین اور کتاب الٰہی کی چند آیات ہیں۔ انہیں کے مطالب میں غور کرو۔ آپ معلوم ہو جائے گا کہ یہ مضمون میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ کس پایہ پر ان آیتوں کا پورا انکشاف ہے من اللہ ہے۔ پھر مبین کے لفظ سے اشارہ ہے کہ قرآن کی سب باتیں واضح ہیں۔ کوئی بھی خلاف عقل سلیم نہیں۔ پھر اس کے ماننے میں کیوں تردد ہے۔ سوم مرنے کے وقت جو قریب ہے یا مرنے کے بعد یہ اس جہل و نادانی پر افسوس کریں گے اور حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ چہارم مہلت کی نسبت فرماتا ہے کہ یہ چند روزہ ہے۔ اس میں ان کو حرص کھانے اور ان کی لمبی چوڑی آرزوئیں دنیاوی کاروبار کی بابت کہ یوں کریں گے انہیں خود غفلت میں ڈالتے ہوتے ہیں۔ اور یہی طول امل غفلت کا پردہ ہے۔ پھر ان کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔

خصوصاً جب کہ اپنے افعال بد کا نتیجہ دیکھیں گے۔ ان سے پہلے بھی بہت قومیں تباہ ہوئی ہیں مگر ان کا ایک وقت مقرر تھا۔ اس لیے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح ان کا بھی وقت معین ہے۔ چنانچہ بدر میں اور فتح مکہ میں ہلاک ہوئے۔ پانچویں کوئی صادق آتا ہے وہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی مشاغل سے بے فکر دار آخرت کی طرف متوجہ دیکھ کر کہتے تھے کہ اے محمد! تو جو کہتا ہے کہ مجھ پر نصیحت یعنی قرآن نازل ہو رہا ہے ضرور دیوانہ ہے چونکہ یہ قول دیوانوں کا تھا اس کا جواب نہ دیا تھا مگر وہ یہ جو کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر فرشتے کیوں نہیں لا کر دکھاتا۔ اس کا جواب دیا کہ فرشتے تو جب آتے ہیں فیصلے ہی کے لیے آتے ہیں خواہ عام ہلاکت کے وقت یا موت کے وقت پھر جب یہ وہ آئے تو مہلت نہیں ملا کرتی۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ
ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے
لَحَافِظُونَ ۞ ۹ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ
نگہبان بھی ہیں اور آپ سے پیشتر ہم پہلی
قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ۞ ۱۰ وَمَا
قوموں میں بھی رسول بھیج چکے ہیں اور ان کے
يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ
بھی جب کوئی رسول ان کے پاس آتا تو اس سے
يَسْتَهْزِئُونَ ۞ ۱۱ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ
تمسخر ہی کرتے رہتے اسی طرح سے ہم گنہگاروں کے
فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۞ ۱۲ لَا يُؤْمِنُونَ
دلوں میں ڈال دیتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان
بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۞ ۱۳
نہیں لاتے اور یہ تو قدیم دستور چلا آیا ہے

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ

اور اگر ان پر آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیں

فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝۱۴ لَقَالُوا

پھر وہ اس میں دن بھر چڑھتے بھی رہیں تو بھی یہی

إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ

کہیں گے کہ ہماری نظر بند ہو گئی ہے بلکہ ہم پر تو

قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۝۱۵

جادو کیا گیا ہے۔

ترکیب

لو ما حرف تحضیض ہے لولا کی طرح ... ایک ... کا
... سے ... السماء ایک ... اور ... اور
... کی صفت ہے ... محذوف کی
... مستقر ... اسم ... سکرت ... اسم
اور ... الغریب ... کا ... اس کی
... فی ... سے ... وفظلوا ... اور
شرطیہ لقالوا اس کی جزا۔

تفسیر

کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہا تھا جس
سے ان کا یہ مطلب تھا کہ جو رسول ہم نے سنا ہے وہ
کلام الٰہی نہیں وہ ان کی زبان کا اثر ہے۔ اور کفار
انبیاء علیہم السلام کی نسبت ایسی باتیں کہا کرتے تھے
اس کے چند سبب تھے۔ اول یہ کہ رسول شہوات و
لذات دنیا کے ترک اور عبادت و تبتل وغیرہ کی تاکید
کرتے تھے یہ بات ان پر شاق گزرتی تھی۔ دوم یہ
کہ ... بڑا ... دہشت ان

میں مرتفق ہونے کی وجہ سے ایک امر حق قرار دیا تھا
اور اب بھی لوگوں کا رسوم و رواج چھوڑ نا مشکل ہے ترک
کرنے میں یہی حال ہے۔ سوم انبیاء فقرا ہوتے تھے نہ
ان کے پاس مال و جاہ تھا ... اس لیے ...
پر ... لوگوں کا مطیع ہونا شاق گزرتا تھا ...
... اس سبب تھا ... اس کے ...
ہے انا نحن نزلنا الذکر یعنی قرآن ہم ہی نے نازل کیا ہے
اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اس پیشین گوئی کے مطابق
آج تیرہ سو برس ہونے کو آئے قرآن ایسا محفوظ ہے
کہ مشرق سے مغرب تک سب مسلمانوں کی زبان پر
یکساں ہے ایک لفظ بلکہ ایک ... کا بھی فرق نہیں آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر اب تک
بلکہ قیامت تک حفاظ و قراء اور علماء کی جماعتیں اس
کی محافظت پر کمربستہ ہیں یہ قرآن کا بڑا معجزہ ہے۔
امام رازی فرماتے ہیں ... لم یتفق لشیء من
الکتب مثل ہذا الحفظ فانہ لا کتاب الا وقد دخلہ
التصحیف والتحریف والتغییر۔ شیعہ ... جو
اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن میں سے صحابہ نے فلاں
فلاں سورتیں کم کر دیں اس آیت اور بہت آیات سے
مردود ہیں وہ ... شیعۃ الاولین میں داخل ہیں جنہوں نے
رسولوں کا انکار کیا۔ ولقد ارسلنا فرماتا ہے کہ ان کا
یہی باتیں کوئی نئی بات نہیں بلکہ آپ سے پیشتر
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلی قوموں میں بھی ہم نے رسول
بھیجے تھے ان کا بھی یہی حال ... جو رسول آیا اس کو جھٹلاتے
رہے اسی طرح ان کفار کے دلوں میں تضاد ... ہے ... الخ
تکذیب ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن پر ایمان
نہیں لاتے وقد خلت سنۃ الاولین اور پہلوں کے
ساتھ جو کچھ اللہ کا دستور تھا یعنی وہ ان کو ہم کے ...

وہ بھی چلا آتا ہے۔ وَلَوْ فَتَحْنَا الخ میں وہ جو کہتے ہیں کہ معجزہ کے طور پر فرشتے کیوں نہیں آتے، فرشتے تو کیا اگر ہم ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتے اور سیڑھی لگا دیتے کہ اس سے چڑھ کر وہاں کے حالات دیکھ آتے (یا یہ معنی کہ آسمان کے دروازوں سے فرشتوں کو چڑھتے اترتے دیکھتے) تو بھی یہ کہہ دیتے کہ یہ نظر بندی ہے اور جادو۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا

اور البتہ ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور اس کو دیکھنے والوں کے

لِلنَّاظِرِينَ ⑯ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ

لیے سجا دیا　اور اس کو ہر شیطان مردود سے

رَجِيمٍ ⑰ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ

محفوظ رکھا　مگر جو کوئی چوری سے سن بھاگا تو اس کے

فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ⑱ وَالْأَرْضَ

پیچھے　دہکتا ہوا انگارا پڑ گیا　اور زمین کو ہم نے

مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا

پھیلایا　اور اس میں　پہاڑ ڈال دیے　اور اس میں

فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ ⑲ وَجَعَلْنَا

ہر ایک چیز　اندازہ سے اگائی　اور اس میں

لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ

تمہارے لیے روزی کے سامان بنائے اور ان کے لیے بھی کہ

بِرَازِقِينَ ⑳ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا

جن کو تم روزی دینے والے نہیں　اور کوئی چیز بھی نہیں کہ جس کے ہمارے پاس

خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ ㉑

خزانے نہ ہوں اور ہم اس کو ایک مقررہ اندازہ سے اتارا کرتے ہیں

وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ

اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بوجھل　پھر اتارا　آسمان سے

السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنْتُمْ

پانی　پھر وہ تم کو پلایا　اور تم

لَهُ بِخَازِنِينَ ㉒ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ

اس کے خزانہ دار نہیں　اور ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں

وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ㉓ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

اور ہم ہی آخر کو رہیں گے　اور ہم کو تم میں سے

الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

اگلے

الْمُسْتَأْخِرِينَ ㉔ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ

اور پچھلے سب

يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ㉕

معلوم ہیں　اور بے شک آپ کا رب ہی

ان کو جمع کرے گا　بے شک وہ حکمت والا　خبردار ہے۔

ترکیب

الا من منصوب ہے استثناء منقطع ہونے کی وجہ سے اور جر بھی ہو سکتا ہے من استرق سے بدل ہو کر اور رفع بھی ہو سکتا ہے مبتدا ہو کر۔ والخبر فاتبعہ وجاز دخول الفاء فیہ لتضمن المبتدا معنی الشرط۔ والارض منصوب ہے مددنا محذوف سے۔ ومن لستم منصوب ہو بمعنی ہے والمراد من العبید والبہائم فانا نرزقہم فضلا اور مجرور بھی ہو سکتا ہے ای لکم ولمن لستم۔

تفسیر

قرآن مجید کی عادت ہے کہ ایک مضمون کے بعد دوسرے مطلب کو بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ سننے والے کے دل پر بار نہ معلوم ہو۔ اس جگہ جب کہ مسئلہ نبوت میں کلام کر چکا تو مسئلہ توحید کو شروع کرتا ہے جس پر کہ اثبات نبوت موقوف ہے اور نیز توحید کے متعلق ایسا کلام کرنا گویا ہر ایک نبی کو اس کے اثر سے مشاہدہ کرا دینا ہے کہ جس کے منہ کو

لہ [illegible]

اس کی بابت الہامی اور روحانی امور کو [illegible] عقل والوں کی وہ قطعی نہیں
ہے مگر بعض وہ لطیف [illegible] توحید کے ثبوت میں واقع
ہوا ہے یہ قول دلیل ہے کہ بہت سے آسمان ہیں اور برج
بنائے اور آسمان کو بہت ستاروں سے مزین کیا اور شیاطین سے
اس کو محفوظ رکھا کہ کوئی شیطان وہاں تک جا نہیں سکتا اور
اگر کوئی چوری کے طور وہاں کی کوئی بات سننے کو جاتا بھی ہے
جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے تو شہاب ثاقب یعنی
[illegible] آگ کا شعلہ جس کو ستارہ ٹوٹنا کہتے
ہیں اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ رجیم رجم سے مشتق ہے جس
کے معنی پتھر مارنا یعنی پتھر پھینک کر مارنا۔ [illegible]
[illegible]
بیہودہ باتوں کے پیچھے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کے پیچھے [illegible] جاتے ہیں۔

[illegible] تفسیر میں بیان ہو چکا ہے کہ شیاطین [illegible]
[illegible] اور
[illegible] ہے۔

بروج [illegible] ایک جگہ قرآن میں آیا ہے تبارک الذی جعل فی السماء بروجا اور ایک
جگہ ہے والسماء ذات البروج اس سے یہ مراد نہیں کہ
جس طرح اینٹ پتھروں کی گول عمارت قلعوں کی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
زبان عربی میں یہ ہیں حمل ثور جوزا سرطان
اسد سنبلہ میزان عقرب قوس جدی دلو
حوت۔

جب کہ طبیعت فلکیہ ایک تھی اور اسی لیے فلک
کے نزدیک اس کی شکل کروی یعنی گول تھی تو پھر یہ برج
مختلف الطبائع اور آسمان میں [illegible]
[illegible]
مرکب کیا [illegible]
بنا رکھے۔ پھر اس نے نہ صرف ستاروں کو آسمان کی
زیب و زینت بنایا بلکہ [illegible]
شیطانوں کے لیے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کر دیا۔

والارض مددناها [illegible] سے
دوسری دلیل ہے۔ [illegible]
[illegible]
صنعت ہے۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
یہ مضمون بہت جگہ قرآن میں ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
قدرت کاملہ کی بڑی نشانی ہے اور نیز پہاڑوں کے

فوائد اور ان کے معادن اور نباتات کے منافع یہ تمام بلند
اپنے خالق یکتا کی توحید و صنعت کی یاد دلا رہے ہیں
جن کی طرف وانبتنا فیها من کل شیء موزون
میں اشارہ ہے۔ موزون سے مراد اندازہ کی ہوئی چیز
یعنی زمین میں جو پیداوار ہوتی ہے بے انتہا نہیں بلکہ ہر چیز اس
کے اندازہ علم سے باہر نہیں۔ یا یہ مراد کہ وہ وزن کے لحاظ
میں ٹھیک ہے کہ زائد اور عبث نہیں عمدہ اور مناسب چیز کو
موزوں کہتے ہیں جیسا کہ کلام موزون۔ وجعلنا لکم فیها
معایش۔ معایش سے مراد بندوں کی معاش یا ضروریات زندگی
پیدا کی ہیں ومن لستم له برازقین یعنی چوپائے اور
نوکر غلام بال بچے جن کو اپنے زعم میں تم روزی دیتے ہو
ان کی روزی بھی اسی نے پیدا کی نہ تم نے۔ یا یہ معنی کہ جن
چیزوں سے تم روزی پاتے ہو جیسے چوپائے تمہارے
غلام وغیرہ ان کو بھی خدا ہی نے تمہارے لیے پیدا کیا۔

وان من شیء الخ میں اس بات کی طرف اشارہ
ہو گیا ہے کہ عالم وجود میں جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں وہ بقدر حاجت
مخلوق ظاہر کرتے ہیں یہ نہیں کہ وہ ہمارے پاس اسی قدر تھا۔
بلکہ اس کے خزانے ہمارے پاس ہیں جن کا احاطہ ہی نہیں ہو سکتا
ہے۔ یا بشیر و نذیر سب کا یہی حال ہے وارسلنا الریاح
لواقح کی تفسیر یہ ہے کہ ابر اٹھانے والی ہواؤں کا ...
اور حضرت ... ہواؤں کو ... یہی کام ہے۔
وانا لنحن نحیی ونمیت میں بتلایا ہے کہ ہم ہی زندگی
عطا کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں تمام عالم فنا ہو جائے گا اور ہم
ہی باقی رہیں گے۔ اس میں کسی کو کوئی دخل نہیں۔ اور آگے جو
پہلے گزر چکے ہیں اور آئندہ ہوں گے وہ سب ہم کو معلوم ہیں
اور پھر ہم سب کو جمع کریں گے۔ یہ بھی ہماری ہی کام ہے
کیونکہ حکیم اور علیم ہیں۔ اس میں دار آخرت کا ...
سے اثبات ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ
اور البتہ ہم نے بنایا انسان کو بجتی مٹی سے کہ خمیر
حَمَإٍ مَسْنُونٍ ﴿٢٦﴾ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ
ہوئے گارے سے بنایا اور جان کو اس سے پہلے
قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ وَإِذْ قَالَ
آگ کے شعلے سے بنایا تھا اور جب تیرے رب نے
رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا
جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں ایک بشر بنانے والا ہوں
مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ﴿٢٨﴾ فَإِذَا
کھنکھناتی مٹی سے خمیر اٹھے گارے سے پھر جب
سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي
ٹھیک کر لوں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی روح سے
فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٢٩﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ
تو گر پڑو اس کے آگے سجدہ میں پھر سب فرشتوں
كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٣٠﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ
نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے
أَبَىٰ أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ
نہ مانا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو فرمایا
يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ
اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے
السَّاجِدِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ
ساتھ نہ ہوا بولا میں ایسا نہیں کہ سجدہ کروں
لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ
ایک بشر کو جس کو تو نے بنایا کھنکھناتی مٹی خمیر اٹھے گارے
مَسْنُونٍ ﴿٣٣﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ
سے بنایا فرمایا تو یہاں سے نکل جا کیونکہ تو
رَجِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ
مردود ہے اور بیشک تجھ پر لعنت ہے

إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي

[illegible]

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ

[illegible]

الْمُنظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾

[illegible]

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ

[illegible]

لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾

[illegible]

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ

[illegible]

هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ

[illegible]

عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا

[illegible]

مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ

[illegible]

جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾

[illegible]

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ

[illegible]

مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾

[illegible]

ترکیب

[illegible]

[illegible]

تفسیر

[illegible]

اور گوارا بنائے اس کا پتلا نہیں بن سکتا۔ من حمأ مسنون۔ لہٰذا اس سرسلسلے کو جس کا نام آدم علیہ السلام ہے خاک سے گوندھ کر بنایا اور پھر اس پتلے میں روح ڈالی اور فرشتوں سے سجدہ تعظیمی کرایا۔ اگر غور کیا جائے تو عاقل بہت جلد اقرار کر سکتا ہے کہ خاک اور پانی کا از خود جمع ہونا اور اس میں روح کا از خود ممکن نہیں ضرور یہ کسی حکیم و علیم کا کام ہو۔ اور صرف آدم ہی کو ہم نے قدرت کاملہ سے پیدا نہیں کیا بلکہ والجان خلقنٰہ من قبل من نار السموم اس سے سیکڑوں ہزاروں برس پیشتر جنات کے سرسلسلہ جان کو آگ سے پیدا کر چکے ہیں۔

جان۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جان سب جنوں کے باپ کا نام ہے اور یہی قول اکثر مفسرین کا ہے اور یہی ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے گو بعض نے جان سے مراد ابلیس لیا ہے۔ جان کے معنی لغت میں سانپ اور مخفی چھپنے والے کے ہیں کہتے ہیں جن الشیء اذا استتر چونکہ آدم کے خلاف اس کا غالب مادہ آگ کا لطیف شعلہ ہے اس لیے یہ قوم محسوس نہیں ہوتی ہر ایک کو دکھلائی نہیں دیتی اور اسی لیے اس قوم کو جن اور اس کے باپ کو جان کہتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ لطیف و خبیر نے اول ملائکہ کو بنایا ان کے بعد جن کی قوم کو، جن کا مادہ ملائکہ سے ذرا قریب تر تھا، پھر انسان کو جس کا مادہ کثیف ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ دیگر حیوانات کو کہ جانور ہیں بعض غیر مرکب بنائے۔ آدم سے پہلے یا پیچھے لیکن اس میں تو کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان انواع کا بھی ایک سلسلہ ہے جس سے یہ انواع پھیلے ہوں گے۔ اس آیت سے یہ بات تو صاف صاف معلوم ہو گئی کہ قوم جن انسان کے غیر ہے اور اس سے پہلے کی ہے اور اس کا مادہ بھی انسان کے مادے سے غیر ہے پھر جو مسلمان ان کو غیر محسوس کہنے کی وجہ سے بہ تقلید فلاسفہ قوم جن کا انکار کرتا ہے اور توجیہ باطل کر کے ان کو انسانوں کے زمرے میں ملاتا ہے محض جاہل ہے۔

ان جنوں کا سرسلسلہ جان ہی تھا یا نہیں قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس قوم جن کا فرسرکش ہیں جن کا پیشوا ابلیس ہے ان کو شیاطین کہتے ہیں۔ قوم جن کی کیفیت کسی قدر ہم مقدمہ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ بحث کہ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر کس جگہ بنائے گئے تھے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں آچکی ہے۔

ہر چند آدم خاک سے بنایا گیا مگر اس میں وہ اسرار حکمت رکھے تھے کہ جن کی فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی اس لیے اس کے پیدا ہونے سے پیشتر ملائکہ کو خبر کر دی اور حکم دے دیا کہ جب وہ بن کے تیار ہو تو سب کے سب اس کے آگے جھک جانا تعظیم کے لیے۔ فرشتوں نے تو ایسا ہی کیا مگر ابلیس نے اس کے مادۂ خاکی پر لحاظ کر کے اس کو کمتر اور اپنے تئیں اچھا سمجھا اور تکبر کی راہ سے حکم الٰہی نہ بجا لایا اس کی سزا میں نکالا گیا اور بنی آدم کے بہکانے کا بیڑا اٹھایا۔ اس لیے حشر تک زندہ رہنے کی دعا کی مگر وہاں سے وقت معین یعنی صور پھونکنے تک کی منظوری ہوئی موت سے چارہ نہ ہوا اور فرما دیا کہ میرے خاص بندوں پر تیرا بس نہ چلے گا اور جو تیرے کہنے میں آئے گا جہنم میں جائے گا جس کے سات دروازے یا طبقے ہیں یعنی جہنم بھی بڑی لمبی چوڑی تیار رکھی ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾

ضرور پرہیزگار باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔

ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَ

(کہا جائے گا) کہ ان باغوں میں سلامتی اور امن سے چلے جاؤ۔ اور

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ

[illegible]

إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا

[illegible]

يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا

[illegible]

بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي

[illegible]

أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ عَذَابِي

[illegible]

هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾ وَنَبِّئْهُمْ

[illegible]

عَن ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوا

[illegible]

عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنكُمْ

[illegible]

وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا

[illegible]

نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي

[illegible]

عَلَىٰ أَن مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿٥٤﴾

[illegible]

قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُن مِّنَ

[illegible]

الْقَانِطِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَن يَقْنَطُ مِن

[illegible]

رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٥٦﴾

[illegible]

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٧﴾

[illegible]

قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٥٨﴾

[illegible]

إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾

[illegible]

إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا

[illegible]

لَمِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٦٠﴾

[illegible]

ترکیب

سلاماً حال ہے قالوا کی ضمیر سے یا مفعول مطلق ہے اور عن ضیف ابراہیم متعلق ہے نبئہم کا [illegible] ہے اور متعلق محذوف ہے [illegible] بشرناک [illegible] مفعول [illegible] ہے۔

تفسیر

توحید و قیامت کا بیان کرنے کے ضمن میں دار آخرت کا ذکر آیا اور وہاں کے نیکوں کے لیے انعام بھی جا بجا ذکر ہوا تو اس کے بعد [illegible] اور انجام کو بیان کر کے [illegible] فرماتے ہیں متقین [illegible] بچنے والے [illegible] اور ان کے حق [illegible] باغوں اور چشموں میں ہوں گے اور فرشتے ان سے استقبال کر کے کہیں گے ان باغوں اور چشموں میں سلامتی اور امن سے داخل ہو جاؤ یا سلامتی [illegible] کہیں گے اور بہشتیوں کے

دلوں میں باہمی کدورت اور رنجش نہ ہوگی دنیا کی رنجشیں دل سے نکال دی جائیں گی بھائی بھائی بنے ہوئے سونے کے تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کسی کو کوئی بیماری وغیرہ کی تکلیف نہ ہوگی نہ وہاں سے نکلیں گے اس لیے فرمایا ہے کہ بندوں کو کہہ دو کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں مگر نافرمانوں کو سخت سزا دوں گا اور میرا عذاب بھی سخت ہے۔

توحید اور دلائل قدرت کا ذکر کرنے کے بعد سابقین انبیاء اور ان کی قوموں کے عبرتناک واقعات شروع ہوتے ہیں تاکہ نافرمانوں کو عبرت اور نصیحت ہو۔ یہاں سب سے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اور اس کے ضمن میں لوط علیہ السلام کی قوم پر ہلاکت آنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک روز گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس چند مسافر آئے۔ مہمانی کے طور پر حضرت ان کے لیے بچھڑا بھون کر لائے وہ درحقیقت فرشتے تھے، کھانے سے منہ پھیر لیا تو ابراہیم سمجھے کہ یہ کوئی دشمن ہیں کیونکہ اس زمانہ میں دشمن کے گھر کا کھانا نہیں کھاتے تھے یہی علامت عداوت بھی سمجھتے تھے مجھ کو تم سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ فرشتوں نے ابراہیم کی تسلی کی اور حضرت اسحاق کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور لوط کی قوم کے ہلاک کرنے کا قصہ بیان کیا۔ پھر لوط کے پاس سے قوم لوط کی بستیاں جن میں سدوم کی امارت تھی۔ فرشتوں نے کہہ دیا کہ ہم اس ناپاک قوم کو ہلاک کرنے آئے ہیں مگر لوط کو اور اس کے خاندان کو بچا کر ان کی بیوی کے کہ وہ قوم میں پیچھے رہ جانے کی ہلاک ہوں گے۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ ۣالۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۶۱﴾

پھر جب لوط کے گھر بھیجے ہوئے (فرشتے) آئے

قَالَ اِنَّکُمۡ قَوۡمٌ مُّنۡکَرُوۡنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوۡا

تو لوط نے کہا تم تو اجنبی لوگ ہو وہ بولے

بَلۡ جِئۡنٰکَ بِمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَمۡتَرُوۡنَ ﴿۶۳﴾

بلکہ ہم تیرے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ شک کیا کرتے تھے

وَاَتَیۡنٰکَ بِالۡحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۶۴﴾

اور ہم تیرے پاس پکی بات لائے ہیں اور ہم سچے ہیں

فَاَسۡرِ بِاَهۡلِکَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ وَ

پس اپنے لوگوں کو لے کر کچھ رات رہے سے نکل جا اور

اتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ وَلَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡکُمۡ

تو ان کے پیچھے ہو لے اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ

اَحَدٌ وَّامۡضُوۡا حَیۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۶۵﴾

دیکھے اور جہاں کا حکم کیا جاتا ہے (ادھر) چلے جانا

وَقَضَیۡنَاۤ اِلَیۡهِ ذٰلِکَ الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ

اور ہم نے لوط کو قطعی طور سے یہ بات بتلا دی تھی کہ اس قوم کی

هٰۤؤُلَآءِ مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِیۡنَ ﴿۶۶﴾ وَ

جڑ صبح ہوتے ہی کٹ جائے گی اور

جَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِیۡنَةِ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۶۷﴾

(ادھر) شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آئے

قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَیۡفِیۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ﴿۶۸﴾

لوط نے کہا یہ میرے مہمان ہیں سو مجھے رسوا نہ کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ

اور اللہ سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو وہ کہنے لگے کیا ہم نے

نَنۡهَکَ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ

تجھے دنیا بھر (کی حمایت) سے منع نہیں کیا تھا لوط نے کہا یہ میری بیٹیاں

بَنٰتِیۡۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمۡرُکَ

موجود ہیں اگر تم کو کرنا ہے (اے نبی) تیری جان کی قسم

اِنَّهُمۡ لَفِیۡ سَکۡرَتِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۲﴾

کہ وہ اپنے نشے میں بہکے ہوئے تھے (لوط کی نہ سنی)

فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّیۡحَةُ مُشۡرِقِیۡنَ ﴿۷۳﴾

پھر تو ان کو سورج نکلتے ہی ایک کڑک نے آ لیا

فَجَعَلۡنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهِمۡ

پھر تو ہم نے اس بستی کو زیر و زبر کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھر

حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

[illegible]

لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهَا

[illegible]

لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٧٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

[illegible]

لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾

[illegible]

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

[illegible]

کسی کو نہیں سمجھتے آج کل اہل اسلام کی عجیب حالت ہے
افسوس کہ سبب شراب خوری زنا وغیرہ افعال بد میں مبتلا ہیں
اعمال دنیوی ملکی کا بندوبست ہے ... مغرور ...
اور کفار ... سے مذہب ... ایسے غافل کہ یہ نہیں معلوم ہوتا
کہ ان کا مذہب کیا ہے! نہ اسلامیوں کی سی صورت نہ
سیرت نہ کسی اسلامی فرض کے پابند ... ایسے لوگ
... کی صحبت سے جو اسلام کے پابند ہی کو ... اور ...
بتلاتے ہیں۔

وانہما لبامام یعنی وہ کھنڈر اب تک موجود ہیں قریش کو جب کہ ملک
شام میں تجارت کے لیے جاتے ہیں تو ... پڑتے
ہیں ان خرابات کے آثار موجود ہیں پھر کیوں عبرت نہیں پکڑتے!

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾
اور ایکہ کے لوگ بھی بدکار تھے
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾
پھر ہم نے ان سے بھی بدلہ لیا اور یہ دونوں شہر کھلے راستے پر موجود ہیں۔
وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٨٠﴾
اور حجر کے باشندوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا
وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾
اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں اور وہ ان سے منہ پھیرتے رہے
وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا
اور وہ پہاڑوں میں ... سے گھر تراشتے تھے
اٰمِنِيْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ
تھے پھر ان کو چیخ نے آ پکڑا
مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا
صبح ہوتے ... پھر جو کچھ وہ ... ان کی حفاظت کے لیے ... کچھ کام نہ آیا

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَا خَلَقْنَا
کرتے تھے کچھ بھی کام نہ آیا اور ہم نے آسمانوں اور
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا
زمین کو اور ان کے اندر کی چیزوں کو بغیر حکمت کے نہیں
بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ
بنایا اور قیامت ضرور آنے والی ہے تو تم ان سے ...
الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿٨٥﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ
... سے درگزر کرو بے شک آپ کا رب ہی پیدا کرنے والا
الْعَلِيْمُ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ
اور جاننے والا ہے اور ہم نے آپ کو سات آیتیں ... دی ہیں
الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿٨٧﴾ لَا تَمُدَّنَّ
اور قرآن عظمت والا دیا آپ ان اقسام
عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا
اقسام کی چیزوں کی طرف جو ہم نے ان کو برتنے کے لیے دی ہیں ...
مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ
نظر ... اٹھا کر ... ان پر غم نہ کیجیے اور ...
جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ وَقُلْ اِنِّىْٓ
ایمان والوں کے لیے جھکائے رہیے اور کہہ دیجیے کہ میں ...
اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٩﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَي
... کھلا ڈرانے والا ہوں جیسا ہم نے ... تقسیم
الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ
کرنے والوں پر ... ان لوگوں نے قرآن کو
عِضِيْنَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔـلَنَّهُمْ
ٹکڑے ٹکڑے کر دیا آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے
اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾
باز پرس کریں گے کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔

ف اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں کہ کیا نازل کیا تقسیم کرنے والوں ... اور قرآن کو ...

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ

[illegible]

الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٤﴾ إِنَّا كَفَيْنَاكَ

[illegible]

الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿٩٥﴾ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ

[illegible]

مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾

[illegible]

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ

اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کا دل ان کی باتوں سے

بِمَا يَقُولُونَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

[illegible]

وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ

[illegible]

رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿٩٩﴾

[illegible] یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے ۔

ترکیب

[illegible]

[illegible]

تفسیر

[illegible]

[illegible]

وہاں کے لوگ بڑے بدکار تھے حضرت شعیب علیہ السلام
کو کہنا نہیں مانتے تھے تب خدا نے اس قوم سے انتقام
لیا۔ پہلے زلزلہ کی ہیبت ناک آواز محسوس ہوئی اور زمین
سے اور آتشیں ابر گرم بخارات نکل کر دھواں سا ابر کی
طرح نمودار ہوا اسی لیے اس کی ہلاکت کے دن کو یوم الظلۃ
کہتے تھے۔ اس حادثہ میں وہ قوم نیست و نابود ہوگئی۔ یہ قصہ
بھی عرب میں مشہور و معروف تھا۔ وانہما یعنی سدوم
وغیرہ لوط کی بستیاں جو شام کے جنوبی حصہ میں پھیل کر
پر واقع تھیں اور شعیب کی بستی مدین۔ بعض کہتے ہیں
انہما سے مراد مدین اور ایکہ ہے جو اسی کے پاس ایک سرسبز
بستی تھی اس کے لوگ بھی قوم حضرت شعیب ہی تھے
اور وہ بھی بدکاری میں مدین والوں کے مانند تھے اسی حادثہ
میں ساتھ ہی وہ بھی ہلاک ہوئے یعنی یہ دونوں مقام
عبرت خیز بامام مبین کشادہ رستہ پر واقع ہیں۔
آتے جاتے ہیں قریش مکہ کو وہاں کے کھنڈرات نظر آتے
ہیں۔ عبرت عبرت!!

ولقد کذب اصحاب الحجر یہ تیسرا قصہ اصحاب حجر کا
ہے۔ یعنی حجر کے رہنے والوں کا۔ حجر اس وادی کو کہتے ہیں جو
عرب و شام کے درمیان واقع ہے یعنی قوم ثمود، صالح
پیغمبر علیہ السلام کی امت۔ یہ قوم بھی بڑی بے خوف اطمینان
سے پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے۔ صالح علیہ السلام
نے ناقہ کا معجزہ دکھایا اور نیز بہت سی آیات قدرت
موجود ہوتے ہوئے کسی میں غور نہ کیا ہلاک ہوئے۔ اس کی
تفصیل سورۂ اعراف میں دیکھو۔ اگرچہ انہوں نے صرف
ایک نبی صالح کو جھٹلایا مگر صالح وہی باتیں کہتے تھے
جو اور انبیاء فرما گئے تھے اس لیے انہوں نے سب انبیاء کو
جھٹلایا۔ وما خلقنا السموات الی ہو الخلاق العلیم ان قصوں کو
سن کر مکہ کے مشرک یہ خیال کرتے ہوں گے (اور منکر بھی
ایسا ہی خیال کرتے ہیں کہ) پہلی قوموں کے لیے خدا نے تعالیٰ

نشانیاں دکھلاتا تھا اب کیوں نہیں دکھلاتا اور پہلوں کی
سرکشی پر ہلاک کر دیتا تھا اب ایسا کیوں نہیں کرتا اور اس پر
بہت اصرار کرکے پیغمبر علیہ السلام سے تمسخر کرتے تھے اور یہ
کہتے تھے کہ یہ جو کچھ انسان کے لیے سعادت و شقاوت کا
دور اس عالم دنیا میں ہے بعد قیامت کے ہے جیسا اور دار آخرت کیسا اور
انجانی بات ہے تو پھر دنیا میں منکروں کو کیوں پیدا کیا ہے اور
کیوں ان کو عیش و آرام دیتا ہے؟ ان چاروں باتوں کا
جواب اس آیت کے چاروں جملوں میں کس لطف اور شاہی
کبریائی کے ساتھ دیا ہے وما خلقنا السموات والارض وما
بینہما الا بالحق۔ یہ پہلی بات کا جواب ہے کہ آسمانوں اور
زمین اور ان کی ہر چیز کو اور ان کے تغیرات کو دیکھو کہ ان
میں ہماری کس قدر نشانیاں ہیں، جو چیز کو ہم نے کس اسلوب
کے ساتھ بنایا ہے۔ اب غور کرنے والوں کے نزدیک ان
سے بڑھ کر اور کون سے معجزات نکلتے ہیں۔ وان الساعۃ
لآتیۃ اس میں دوسری بات کا جواب ہے کہ اب قیامت
بہت قریب آگئی ہے وہیں جزا و سزا حل ہو جاوے گی
اور پہلوں کو تماشہ بے نظیر بنکر عذاب قرب قیامت
میں ہم کس کے لیے نظیر ہوں گے سو قریب آگیا تمام ہو عرب
میں نہ وہ قوتیں ہیں اس لیے ہم نے دنیا میں نہیں کیا۔ فاصفح
الصفح الجمیل میں اسی پیچ تیرا نرمی سے اور در گزر کرنے کا حکم
دیا، اس میں تیسری بات کا جواب ہے۔ ان ربک ہو الخلاق العلیم
میں چوتھی بات کا جواب ہے کہ اس میں جو کچھ حکمتیں ہیں
ان کو وہی علیم جانتا ہے۔ ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم
ان جملوں میں ان کی تیسری بات کا اور بھی رد کر کے
کہ وہ اسباب دنیا فانی پر فخر کرکے نبی کریم آپ سے
کیا تمسخر کرتے ہیں ہم نے آپ کو دولت سرمدی عطا کی
دیکھیا؟ سبعا من المثانی (المثانی) تثنیہ یا ثنا سے مشتق
ہے، اس میں مختلف اقوال ہیں مگر جمہور کے نزدیک
سورۂ فاتحہ کی سات آیات سے مراد ہیں کہ جو نماز میں ہر بار

جاتی ہیں اور ان میں خدا کی ثنا و وصف کی ہے اور قرآن عظیم
بھی عطا کیا جس کے مقابلہ میں اور کوئی دولت و نعمت نہیں اس
لیے لا تمدن [illegible] اس کے اسباب دنیا اور اس کی مخلوقات کی طرف
[illegible] خطاب گو حضرت کی طرف ہے مگر مراد اہل ایمان
[illegible]
[illegible]
لیے جھک جاؤ نرمی اور فروتنی کرو چنانچہ آپ ایسے ہی
کرتے تھے اور کہہ دیجیے کہ میں کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں
[illegible] آنے والا ہے۔ کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا
القرآن عضین۔ اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال
ہیں [illegible]
[illegible]
نے قرآن کو بانٹ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ہوا ہی۔
اس کے بعد [illegible]
طرف [illegible]
اصل [illegible]
وہ کیا ہے تسبیح بحمد ربک [illegible]
تسبیح کیا کرو [illegible]
[illegible]
اس کے ساتھ [illegible]
اور اس کے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
لیے اس کو [illegible]
پہنچاتا ہے

[illegible]
[illegible]

یہ تسبیح و عبادت [illegible] کے لیے ایک
قوت بخش دوا ہے

[illegible]
[illegible]

سورۃ نحل

مکیہ ہے [illegible] ۱۲۸ آیات [illegible] ۱۶ رکوع ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ

(کافرو) خدا کا حکم (یعنی عذاب گویا) آ ہی پہنچا تو اس کے لئے جلدی مت کرو وہ پاک

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝١ يُنَزِّلُ

اور بالاتر ہے ان کے شرک سے وہ بھیجتا ہے

الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ

فرشتوں کو وحی دے کر اپنے حکم سے

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے کہ

ع ۹ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

خبردار کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں

فَاتَّقُوْنِ ۝٢ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

تو مجھی سے ڈرو اسی نے آسمانوں اور

الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٣

زمین کو حکمت سے بنایا وہ ان کے شرک سے اونچا ہے

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ

اسی نے انسان کو نطفے سے بنایا پھر وہ

خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝٤ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ

کھلم کھلا جھگڑنے لگا اور چارپایوں کو بھی اسی نے بنایا

لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا

ان میں تمہارے لئے جڑاول اور فائدے ہیں اور بعض کو تم

تَاْكُلُوْنَ ۝٥ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ

کھاتے بھی ہو اور ان سے تمہاری زینت بھی ہے

حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝٦

جب شام کو انہیں لاتے ہو اور جب صبح کو چرانے لے جاتے ہو

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا

اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں جہاں تم

بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ

جانوں کی مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے بے شک تمہارا رب

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝٧ وَّالْخَيْلَ وَ

نہایت شفقت والا مہربان ہے اور گھوڑے اور

الْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ

خچر اور گدھے بھی اسی نے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور

زِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٨

زینت کے لئے اور وہ پیدا کرتا ہے جن کی تم کو خبر نہیں

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ

اور سیدھا رستہ تو خدا تک جا پہنچتا ہے اور بعض رستے ٹیڑھے ہیں

وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٩

اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے رستے پر چلا دیتا

ترکیب

اتی صیغہ ماضی کا معنی میں مستقبل کے ہے۔ تستعجلوہ کی ضمیر امر اللہ کی طرف راجع ہے۔ بالروح اسے بالوحی موضع نصب میں حال ہے یعنی ملائکہ کے ساتھ اسے ومعہا الروح من امرہ روح سے حال ہے۔ ان انذروا یعنی اسے بان انذروا بدل علی القول یعنی فسر بان انذروا محل نصب میں ہے مفعول انذروا ہوکر۔

تفسیر

یہ سورہ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ حسن، عکرمہ، جابر بن زید، عطاء، ابن عباس کا قول ہے وہ کلام مکی کا قول ہے ان کی ایک سو اٹھائیس آیتیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین عرب کو خدا کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے کہ وہ دنیا میں بھی عنقریب آنے والا ہے۔ مشرکوں کو تو تھے

ف ۱ دفء جس کی کھال اور بالوں سے بنا کر کے کپڑے بنتے ہیں۔
ف وف، معناہ السخونۃ۔ وقال ابن عباس دفء ثیاب۔
اسے من الاکسیۃ والاغطیۃ۔ حقانی

ابھی دنیا میں آیا کہ آنحضرت سے قیامت کے جلدی آنے کی خواہش کیا کرتا
ہے۔ اس لیے اس سورۃ میں سب سے اول اسی کا اس
دلیری اور طعن [illegible] کا جواب آیا کہ حضرت جلدی نہ کیجئے ابھی
عالم غیب میں تمہارے مقدمہ کا حکم آچکا ہے وقوع میں اس کی
حکمت و مصلحت سے وقت معین ہے پھر کیوں جلدی
کرتے ہو [illegible] ہونے والی اور قریب آنے
والی بات [illegible] کے لفظوں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ اور
ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اچھا دنیا میں یا آخرت میں ہم نے
ان افعال پر کوئی [illegible]
[illegible]

[illegible]

دیا گیا ہے۔ اور اس جملہ میں خدا تعالیٰ نے [illegible] ایک
روح اس کو کہا وجہ اس کی یہ ہے کہ روح لغوی معنی میں اس کو
کہتے ہیں جو حیات کا باعث ہو۔ جسم ایک کثیف و
ظلمانی چیز ہے۔ خدا تعالیٰ نے جب اس میں روح انسانی
ڈالی تو [illegible]
[illegible] عقل کے ساتھ اس کو
[illegible]
کہ آفتاب یا کوئی اور روشنی نہ ہو تو نہیں دیکھ سکتا
اسی طرح [illegible] وحی والہام کے ساتھ [illegible]
قرآن مجید ایک ایسا نور ہے جس سے حیات ابدی
قائم ہوتی ہے۔ اسی لیے اس طرف اشارہ ہے کہ جو
لوگ قرآن اور وحی سے مستفید نہیں وہ مردہ ہیں
[illegible] جب کہ
خدا تعالیٰ نے اگلی آیت میں [illegible]
[illegible]
[illegible] قوت نظریہ و عملیہ کے سعادت دارین کے
دو رکن تھے۔

اب خلق السموات والارض [illegible] اور
[illegible]

[illegible]

اس دلائل کی چند قسم ہیں۔

اول قسم: آسمانوں اور زمین کو ایک ٹھیک انداز سے پیدا کرنا ہے کہ اس کی کاریگری آپ ہی گواہی دے رہی ہے اور زمین و آسمان کو بیہودہ و بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ رہا ہے تعالیٰ عما یشرکون۔

دوسری قسم: خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین۔ آسمان اور زمین کے بعد دیگر اجسام سے اشرف انسان ہے انسان دو چیزوں سے مرکب ہے اول جان دوم نفس۔ اب اس کے دونوں جزوں سے استدلال کرتا ہے۔ اول جسم یوں کہ انسان کے بدن کی بنیاد نطفہ یعنی منی کے چند قطرے ہیں جو عورت کے رحم میں پہنچنے کے بعد خون بن جاتے ہیں۔ پھر گوشت کا لوتھڑا پھر اعضا نمودار ہوتے ہیں اور باوجودیکہ ایک مادہ ہے مگر ایک جگہ ہڈی ہے جو اس میں کسی سے ٹوٹ نہیں سکتی کہیں سے عرق وغیرہ اعضاء۔ پھر وہ اعضاء بے ترتیب نہیں ہر ایک مناسب، بالوں کی جگہ بال، آنکھ کی جگہ آنکھ، اب دیکھو یہ کس کا کام ہے۔ ماں باپ کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ اندر کیا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ اگر کہو طبیعت یا مادہ کا فعل ہے جیسا کہ بعض کہتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ اول تو افعال طبیعی یکساں ہوتے ہیں اس کا مقتضی یہ تھا کہ انسان ایک شکل گول سا ہوتا جیسا کہ آسمان اور زمین کی شکل کی نسبت کہتے ہیں اور یہاں اگر طبیعت کا فعل ہے تو پھر وہ چھوڑ کر طبیعت کس نے پیدا کی اس کل کو کس نے چلایا۔ آخر وہ حکیم و علیم آخر ٹھیرے گا۔ دوسرے جزو سے استدلال یہ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد حضرت انسان مرغی کے بچہ کی طرح ہوشیار نہیں ہوتے وہ تو انڈے سے نکلتے ہی دوست دشمن کو پہچانتے ہیں مگر یہ تو کچھ بھی نہیں جانتا اور بعد چند سال کے جو خواص انسانی کے لئے انہیں کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ پھر وہ ہوتا ہے تو کسی نے اس کو چالاک اور صاحب ادراک، مکروہ یا صاحب اور کسی

ہوتے ہی آسمانوں اور زمین کے قلابے ملانے لگے۔ دنیا میں ہزاروں صنعتیں اور بہت سی کلیں تو اس نے ایجاد کی ہیں اور صاحب پیغمبروں سے بھی مقابلہ کرنے لگے۔ قیامت اور خدا کے منکر ہو گئے۔ فاذا ھو خصیم مبین میں اسی طرف اشارہ ہے۔

والانعام خلقها لكم فيها دفء و منافع تیسری قسم ہے۔ اس میں انعام کے پیدا کرنے سے جو ان سے انسان کے لئے فوائد حاصل ہوتے ہیں استدلال کیا ہے۔ الانعام بھیڑ بکری اونٹ گائے کو کہتے ہیں۔ اول تو انسان کی بہبود لیجئے کہ ہر ایک کو اس کے مناسب حال پیدا کیا۔ اگر اونٹ کی سی گردن نہ ہوتی تو وہ بوجھ اٹھا کر اس سے اٹھا نہ جاتا۔ حق تعالیٰ ان جانوروں سے انسان کو منافع اور فائدے پہنچتے ہیں ان میں سے لیجئے۔ پہلا فائدہ دفء ہے کہ ان کے بالوں سے وہ کپڑے تیار ہوتے ہیں کہ جن سے سردی دفع ہوتی ہے اونٹ اور بھیڑ بکری کی پشم اس میں بہت مستعمل ہوتی ہے۔ دوم اور بہت سے فائدے ہیں یعنی و منافع۔ سوم بعض ان میں سے کھائے جاتے ہیں۔ یہ ضروری فائدے ہیں اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔ و لکم فیها جمال الخ کہ جب وہ شام کو جنگلوں سے چر کر گھروں میں آتے ہیں اور ان کے مالک ان گھروں اور پیٹھوں کے انتظار میں ان کے کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں تو پھر اس وقت اس کو جو رونق اور زینت ہوتی ہے انہیں کے دل سے پوچھی جاتی ہے۔ اسی طرح جب صبح کو چھوڑے جاتے اور غول کے غول چرانے جاتے ہیں تو وہ بھی عجب کیفیت ہوتی ہے۔ یہ بھی خدا ہی کا کام ہے کہ ان جانوروں کو تم سے تابع کر دیا ورنہ زور و طاقت میں وہ کچھ کم نہیں۔ اس کے سوا کتنی بوجھ اور لدے دور دراز شہروں میں لے جاتے ہیں کہ اگر خود اٹھانے جاتے تو حقیقت معلوم ہو جاتی۔ یہ سب کیا اس کی رحمت سے ہیں۔ ان ربکم لرءوف رحیم۔ اس پر بھی تم تو اس کی جانب ہی سے پھرتے ہو۔

[illegible]

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ

[illegible]

مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ

[illegible]

تُسِیْمُوْنَ ⑩ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ

[illegible]

الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَ

[illegible]

الْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ

[illegible]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪

[illegible]

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ

[illegible]

وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ

[illegible]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ⑫

[illegible]

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ

[illegible]

مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

[illegible]

لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ⑬

[illegible]

ترکیب

منہ شراب جملہ اور نیز منہ شجر دونوں جملے ماء کی صفت ہیں وما ذرا محل نصب میں ہے خلق و انبت محذوف سے مختلفا حال ہے [illegible]

تفسیر

[illegible]

اثبات کرتا ہے۔ چونکہ نباتات کے پیدا ہونے کا سبب
مینہ ہے اس لیے سب سے اول فرماتا ہے ہو الذی انزل
من السماء کہ وہی تو آسمان سے یعنی بادل سے پانی اتارا یعنی برسایا۔
جس کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ تم اس کو پیتے اور پی کر جیتے ہو جہاں
کنوؤں اور نہروں کا پانی نہیں وہاں تو اسی پر مدار زندگی ہے اور
کنوؤں نہروں کا پانی بھی برسات نہ ہو تو خشک ہو جاوے۔
دوسرا فائدہ ومنہ شجر فیہ تسیمون یہ کہ اس سے شجر یعنی گھاس اگتا ہے
جس سے تمہارے چارپایوں کی زندگی ہے گھاس اس کو
کہتے ہیں جو زمین پر اگی ہوئی ہوتی ہے بیل اور شجر وہ جو اٹھا ہوا
ہوتا ہے اور اگر شجر سے درخت بھی مراد ہیں جو عمدہ قابل ترتیب
ہیں تب بھی اکثر حیوانات کی روزی ہے۔ حیوانات کی روزی
بیان فرما کر اب اس پانی سے انسان کی روزی پیدا کرنا ذکر
فرماتا ہے اور چونکہ اناج سب سے ضروری چیز ہے جس کے
بغیر گزارا نہیں سب سے اول اسی کا ذکر کرتا ہے ینبت
لکم بہ الزرع یہ تیسرا فائدہ ہے والزیتون اس کے بعد
بہت کار آمد چیز ہے۔ والنخیل والاعناب کھجور اور انگور
میووں میں سب سے اس لیے بڑھ کر ہیں کہ صرف انہیں
کو کھا کر انسان مہینوں جی سکتا ہے اس کے بعد بے شمار
میوؤں اور پھلوں کی طرف اشارہ کرتا ہے ومن کل
الثمرات اب غور کرو کہ بادلوں میں پانی کا ہونا اور پھر اس
سے یہ چیزیں پیدا کرنا پھر ان کے پتوں اور پھولوں میں یہ
گل کاری کرنا ایک دانہ کو زمین میں ڈال کر اس سے یہ
باتیں ظہور میں لانا کیا بغیر کسی قادر مختار حکیم کے ہو سکتا ہے
اپنے آپ یہ چیزیں اس اسلوب سے کہیں
ہو سکتی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ بڑے حکیم کا کام ہے۔
مگر ان فی ذلک لآیۃ لقوم یتفکرون اس نشانی کو غور
و فکر کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی کوتاہ فہم ان
چیزوں کو ان کے اسباب ظاہری آفتاب ماہتاب
و ستاروں کی تاثیروں و ہیئت کی گرمی سردی کی طرف

منسوب کرے تو اس کو خیال کرنا چاہیے کہ یہ اسباب
کس کے بس میں ہیں کس نے ان کو تمہارے کام پر لگا رکھا
ہے وسخر لکم الیل الخ اسی قادر مختار نے کیوں کہ آفتاب
و ماہتاب اجسام ہیں ان میں یہ تفاوت اگر من حیث الجسم
ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ ہو نہیں سکتا کیوں کہ اس میں
سب برابر ہیں پھر آخر اور کوئی ہے جس نے یہ تفاوت
کیا اس کو اہل عقل خوب سمجھتے ہیں ان فی ذلک لآیات
لقوم یعقلون اچھا اگر انہیں کی تاثیر ہے تو پھر یہ تمام
نباتات میں برابر ہونی چاہیے تھی ایک ہی درخت ہے
ایک ہی ماہیت ہے ایک ہی پانی دیا جاتا ہے مگر
پھر وما ذرا لکم فی الارض مختلفا الوانہ رنگ برنگ کے
پتے ہیں۔ ان فی الآیۃ مگر اس بات کو بجز اہل عقل کے
کیا سمجھ سکتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا

اور وہی ہے کہ جس نے تمہارے بس میں دریا کو کر دیا تاکہ تم اس میں سے

مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ

تازہ گوشت کھاؤ اور نکالو اس سے زیور کہ جس کو

حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ

کہ جس کو تم پہنتے ہو اور اے مخاطب تو کشتیوں کو

مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

دیکھتا ہے کہ اس میں پانی کو چیرتی چلی جاتی ہیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى

اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور ڈالے زمین میں پہاڑ

ع۱ فضل سے مراد اشیاء ہیں جو دریا کے سفر سے
حاصل ہوتی ہیں تجارت ملک گیری اور دیگر اشیاء۔ دریائی
کاروبار بھی اور کوئی منافع بھی سب اس کے (ریاستی صفحہ ...)

فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ

[illegible]

وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ⑮

[illegible]

وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ⑯

[illegible]

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا

[illegible]

تَذَكَّرُونَ ⑰ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ

[illegible]

لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ⑱

[illegible]

ترکیب

وسبلا معطوف ہے انہارا پر [illegible] وعلامات [illegible] کا مفعول ثانی [illegible] بیان حال کے لیے ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہے۔

تفسیر

اول یا روایات الٰہی کا ثبوت جو اجرام علویہ سے کیا تھا پھر دوسری مرتبہ میں انسان کے پیدا ہونے کے تخم سے تیسری مرتبہ میں بجانب خلقت حیوانات سے، چوتھی مرتبہ میں نباتات کے جانب [illegible] سے اب پانچویں مرتبہ میں خدا کا موجود و قادر و حکیم ہونا اس کی اس صنعت سے دکھاتا ہے جو عناصر کے ساتھ متعلق ہے سب سے اول پانی کا ذکر کیا ہے [illegible] [illegible] ہوا محیط ہے جو زمین کے چاروں طرف محیط ہے [illegible] سے تقریباً چہارم حصہ کے قریب زمین کھلی ہوئی ہے جس پر یہ حیوانات انسان بستے ہیں۔ سب اول تو اس پانی کو دیکھئے کہ کہاں سے آیا اور کس نے اس کو پیدا کیا پھر اس کو غور کیجئے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

عورتیں ہی پہنتی ہیں مگر مردوں سے اس لیے خطاب کیا کہ عورتوں کے
پہننے سے مردوں کا دل خوش ہوتا ہے اور نیز بعض مرد بھی
پہنتے ہیں۔

سوم وَتَرَى الْفُلْكَ تو کہ بڑی بڑی کشتیاں جو ہوا کے
زور سے کیونکر پانی کو چیرتی پھاڑتی کس تیزی کے ساتھ
آتی جاتی ہیں۔ خواہ انسان کے کیا بس میں کیا ہے۔ عنصر ہوا
کا بھی اور نیز آگ کا بھی اس میں تعلق ہو گیا کیونکر دخانی
جہاز یا آگبوٹ یا اسٹیمر سمندر میں اس طرح ادھر ادھر
دوڑتے پھرتے ہیں کہ جس طرح زمین پر لگام کے اشارہ سے
گھوڑا ادھر ادھر دوڑتا ہے گویا سمندر کو سطح زمین کر دیا
لاکھوں من اسباب دور دراز ملکوں سے کس سہولت کے
ساتھ آتا ہے اور کیسی تجارت ہوتی ہے جو مال داروں کا
جلد باعث ہو جاتی ہے وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ میں یہی مراد ہے
کیونکہ فضل رب سے روزی اور فراخ دستی کی طرف
اشارہ ہے۔

اب اس سے زیادہ کیا تسخیر بحر ہو گی اسی نے یہ عالیہ
تو تسخیر فرمائیں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ تاکہ تم اس کا شکر کرو مگر شکر
تو درکنار لوگ اپنی ہی تدبیر اور کاریگری پر مغرور ہو کر خدا
تعالیٰ ہی کو بھول گئے۔

وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ الرواسی الجبال الثابتہ و
الاضطراب یمیناً و شمالاً الثقال اور میداً یعنی مید کے
معنی ادھر ادھر ہلنے کے ہیں اب خدا پاک یعنی زمین کے
حالات سے استدلال کرتا ہے کہ جس پر وہ کہ یہ بنی آدم
غرور کرتے ہیں اور بعض تو سرے سے خدا تعالیٰ کے ہی منکر
ہیں اور بعض اس کے ساتھ اور معبود قرار دیتے ہیں۔ جمہور
مفسرین کے نزدیک آیت کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح
خالی کشتی ادھر ادھر ہلا کرتی ہے اور جب اس میں کچھ بوجھ
پتھر ڈال دیتے ہیں تو اس کے دباؤ سے نہیں ہلتی۔ یہی حال
زمین کا تھا پھر جب خدا نے اس پر پہاڑوں کا بوجھ ڈال دیا تو
ہلنے سے رک گئی ہے۔

زمین از تپ و لرزه آمد ستوه
فرو کوفت بر دامنش میخ کوه

مگر اس تفسیر کے ظاہری معنی پر چند اعتراض ہوتے ہیں۔
اول یہ کہ جس طرح پانی اور ہوا بجز ثقل طبعی کی وجہ سے ٹھیرا
ہوا ہے تو زمین جو اس سے بھی ثقیل ہے بوجہ اولیٰ اپنے حیز
طبعی پر ٹھیری ہوگی پھر اس کے ہلنے کے کیا معنی۔ کچھ وہ
پانی پر کشتی کی طرح نہیں بلکہ پانی اس پر ہے اس کے اردگرد
محیط لپٹا ہوا ہے۔ اگر باوجود اس جسامت اور ثقل کے
زمین کی طبیعت میں سکون نہ تھا تو پہاڑ بھی تو زمین ہی کے
جز ہو رہے ہیں جیسا کہ آدمی کے بدن پر پھوڑے اور پھنسیاں
ابھر آتی ہیں ایسا ہی پہاڑوں کو سمجھو پھر پہاڑوں کی طبیعت
میں سکون کہاں سے آگیا! اور یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ
پہاڑ بعض زمین پر رکھے گئے ہیں۔ اس اعتراض کو امام فخر
الاسلام نے بڑے شد و مد کے ساتھ بیان کیا ہے۔
اس کا جواب بھی مفسرین نے خوب دیا ہے۔ مگر
کاتب الحروف کے نزدیک سرے سے اس آیت پر
اور نیز اسی قسم کی دیگر آیات پر کوئی اعتراض ہی نہیں
پڑتا۔ کیونکہ صاف معنی یہ ہیں کہ خدا نے زمین پر رواسی
یعنی بوجھ ڈالے یعنی اس کی طبیعت میں ثقل اور ٹھہراؤ رکھا۔
اور یہ ثقل بھی کہ اس کے اجزاء میں سخت اور ثقیل تر اجزا ہیں
اس لیے یہ ثقل ان کی طرف منسوب کیا گیا اور ان کو زمین
کی میخیں قرار دیا۔ ہوا کی طرح زمین کو خفیف نہیں بنایا۔ جو
ادنیٰ سے سبب سے حرکت کرنے لگتی اس لیے اس کو
سکون حاصل ہے بلکہ زمین میں ثقل پیدا کیا جس سے وہ ہلتی نہیں۔

ف اس میں بحری تجارت اور سفر کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

[illegible]

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا

[illegible]

تُعْلِنُونَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ

[illegible]

مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّ

[illegible]

هُمْ يُخْلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ

[illegible]

وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾

[illegible]

إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ

[illegible]

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ

[illegible]

مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿٢٢﴾

[illegible]

لَا جَرَمَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ

[illegible]

وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

[illegible]

الْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿٢٣﴾ وَإِذَا قِيلَ

[illegible]

لَهُمْ مَّاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوا

[illegible]

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوا

[illegible]

أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ

[illegible]

وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ

[illegible]

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٢٥﴾

[illegible]

ترکیب

[illegible]

قلوبہم جملہ خبر۔ ان اشد لا جرم بمعنی حق وثبت کا فاعل جملہ ان اللہ لا ما استفہامیہ وذا موصول والعائد محذوف اساطیر الاولین خبر ہے مبتدا محذوف کی لیحملوا اللام لام العاقبۃ ومن بعض کے نزدیک زائدہ ہے۔ والاساطیر جمع اسطورۃ کالاحادیث جمع احدوثۃ والاضاحیک جمع اضحوکۃ والاعاجیب جمع اعجوبۃ۔ بغیر علم حال من المفعول لیضلون الناس جاہلین۔

تفسیر

واللہ یعلم تو اس میں ایک اور فرق الوہیت اور فرق معبودوں میں بتلایا ہے کہ اللہ کو ہر ایک ظاہر و باطن بات معلوم ہے تمہارے معبودوں کو نہیں۔

والذین یدعون من دون اللہ الخ جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد ان کے بت ہیں کہ جن کو وہ خدا و زندہ اور دانا سمجھ کر پرستش کرتے تھے جلالین میں ہے وہم الاصنام۔ تفسیر کبیر میں اس جملہ کی شرح یوں کی ہے فاعلم انہ تعالیٰ وصف ہذہ الاصنام بصفات کثیرۃ۔ پھر ان کے بتوں کی قدرت کو یوں باطل کرتا ہے لا یخلقون شیئا وہم یخلقون کہ وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں سنگ تراش ان کو گھڑ گھڑ کر بناتے ہیں۔ زندگی کا بطلان یوں کرتا ہے اموات غیر احیاء کہ بے جان ہیں حس و حرکت بھی نہیں۔ ان کے علم و دانائی کو یوں باطل کرتا ہے وما یشعرون الخ انہیں جو ضروری بات ہے وہ بھی معلوم نہیں کہ انسان مر کر کب زندہ ہوں گے۔ پھر جب یہ چیزیں ان میں نہیں تو ان کی خدائی کیسی۔

اور ان کی عبادت لغو اور بے فائدہ ہے اس لیے فرمایا الہکم الہ واحد کہ خدا صرف ایک ہی خدا ہے۔ مخالفین ان دلائل توحید سے بند ہو جاتے تھے اور دل میں بھی سمجھتے تھے مگر قوم کی رسم و عادت سے ان کی پرستش نہیں چھوڑتے تھے اس کی وجہ نہیں سماتی تھی اور نہ ان کا تکبر پیغمبر علیہ السلام کی پیروی کی اجازت دیتا تھا اس بات کو فالذین سے لے کر لا یحب المستکبرین تک بیان فرماتا ہے۔

واذا قیل لہم الخ سے ان کی شرارت اور تکبر اور عناد کی ایک اور بات بیان فرماتا ہے کہ جب ان سے کوئی قرآن کی نسبت سوال کرتا ہے کہ وہ کیا ہے تو اس کے اعلیٰ مطالب سے قطع نظر کر کے طعن کی راہ سے اس کے نصیحت آمیز قصوں کو اگلے لوگوں کی کہانیاں کہہ دیتے تھے جاہلوں کو گمراہ کرنے کے لیے لیحملوا الخ ولا تزر وازرۃ وزر اخری کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہاں یہ مراد نہیں کہ دوسروں کا گناہ اٹھا کر ان کو بری کر دیں گے بلکہ یہ کہ ایک تو اپنا ذاتی گناہ اٹھاویں گے۔ دوم جن کو گمراہ کیا ہے ان کی گمراہی کا گناہ بھی انہیں کے سر رہے گا ف۔ اور ولا تزر الخ میں یہ مراد کہ دوسرے کو بری نہ کرے گا۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى
ان سے پہلے لوگوں نے بھی مکر کیا تھا پھر
اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ
اللہ نے ان کی عمارت کو جڑوں سے ڈھا دیا اور ان کے

ف گمراہوں کو قیامت میں دوہرا عذاب ہوگا ایک تو اپنے گناہ کا دوسرے ان کے گناہ کی سزا جن کو بے علمی سے یہ سب گمراہ کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس نے نیک راہ کی طرف ہدایت کی تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے ثواب کے برابر اس بتلانے والے کو بھی ثواب ملتا رہے گا اور عمل کرنے والوں کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا اور جس کسی نے کوئی بری بات کرنے کی لوگوں کو تعلیم دی تو جتنا عمل کرنے والے کو گناہ ہوگا ان سب کے برابر اس عمل جاری کرنے والے کو بھی گناہ ہوگا اور عمل کرنے والوں کا کچھ عذاب کم نہ ہوگا۔ حقانی

عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتٰهُمُ

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ

أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقُّونَ

فِيهِمْ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ

الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿٢٧﴾

الَّذِينَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰئِكَةُ ظَالِمِي

أَنْفُسِهِمْ فَأَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا

نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ بَلٰى إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوا

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا

فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٢٩﴾

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

تم نے دنیا میں میرا شریک بنا رکھا تھا وہ کہاں ہیں جواب نہ
آنے کو سر نگوں ہو جائیں گے ان کی سرزنش کے بعد علماء
انبیاء فرمائیں گے کہ یہ بڑے بدنصیب اور کافر ستمگر
تھے مرتے دم تک یعنی اس وقت تک کہ فرشتے جان
نکالنے آئے اپنی اس ہٹ سے نہیں ہٹے اور برابر اپنی جانوں
پر ستم ڈھا رہے تھے اس وقت بھی ان کو توبہ نصیب
نہ ہوئی اس پر وہ جھٹ سپر ڈال کر ان اہل حق کے جواب
میں کہیں گے ہم تو دنیا میں کوئی بھی برا کام نہیں کرتے تھے۔
اہل حق کہیں گے کیوں نہیں بلکہ تم جھوٹے ہو تمہارے
اعمال خدا کو معلوم ہیں۔ اس کے بعد ان کو فیصلہ سنا دیا جائیگا
کہ جاؤ جہنم کے دروازوں میں گھس جاؤ ان میں تم کو ہمیشہ رہنا ہوگا
یعنی عمر قید۔ اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ کیا ہی برا ٹھکانا
ان متکبروں کا ہے۔ یعنی بہت بڑی سزا کے
مستوجب ہیں۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ
اور جب پرہیزگاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا
رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ
نازل کیا تو کہتے ہیں کہ اچھی چیز جنہوں نے نیکی کی ان
أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ
کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے
وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ
اور آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے اور پرہیزگاروں کا
الْمُتَّقِينَ (۳۰) جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا
گھر کیا خوب ہے بہشت جاودانی جن میں وہ داخل ہوں گے
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا
ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں جو چاہیں گے ان کے لئے
مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ
میسر ہوگا خدا پرہیزگاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتا ہے

الْمُتَّقِينَ (۳۱) الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ
(ان کی کیفیت یہ ہے کہ) جب فرشتے ان کی جانیں
الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ
نکالنے لگتے ہیں اور یہ پاک ہوتے ہیں تو کہتے ہیں
سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا
سلام علیکم جو عمل تم کیا کرتے تھے ان کے بدلے میں بہشت میں داخل ہو جاؤ
كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۳۲) هَلْ يَنظُرُونَ
کیا یہ اس بات کے منتظر ہیں
إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ
کہ فرشتے ان کے پاس آئیں یا آپ کے
أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن
پروردگار کا حکم آ پہنچے اسی طرح ان لوگوں نے کیا تھا جو
قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن
ان سے پہلے تھے اور خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ
كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (۳۳) فَأَصَابَهُمْ
خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے تو ان کو ان کے
سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا
اعمال کے برے بدلے ملے اور جس چیز کے ساتھ وہ
كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (۳۴)
ٹھٹھا کیا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا

ترکیب

ماذا محل نصب میں ہے انزل سے جیسا کہ انزل کے جواب قالوا خیرا اے انزل خیرا سے معلوم ہوتا ہے۔ جنت عدن مخصوص بالمدح ہے تم کو یدخلونہا اس سے حال اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو کہ یدخلونہا اس کی خبر ہو یا محذوف ہو۔ طیبین حال من المفعول و ہو الاقوی و یقال من الفاعل مقارنۃ او مقدرۃ۔

تفسیر

کافروں کے مقابلہ میں مومنین کا ذکر ہو رہا ہے [illegible]
[illegible]

دار آخرت کے اجر کا بیان فرمایا ہے کہ جنت ہے اور اس میں یہ یہ نعمتیں ہیں۔ الذین سے نیکوں کی صفت بیان فرمائی ہے کہ فرشتے جو ان کی جان قبض کرنے آتے ہیں تو اس وقت وہ طیب ہوتے ہیں [illegible] شامل ہے گناہوں سے بچا ہوا، پاک صاف ہونے کو اور نیز اخلاقی رذیلہ سے دور ہونے کو اور اصل گھر میں جانے کی خوشی کو [illegible] اس کو اور ملائکہ ان سے سلام علیکم کہتے ہیں اور جنت کا مژدہ دیتے ہیں۔

ہل ینظرون سے یہ بات بتلائی ہے کہ [illegible] موت کے فرشتوں کے دیکھنے کے اور عذاب الٰہی دیکھنے کے منتظر ہیں گے [illegible] کہ جو پہلے ہوئے ہیں ایسے ہی کہتے ہیں سو یہ کوئی نئی بات نہیں پچھلے بھی ایسا ہی کہتے تھے [illegible] پڑتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
اور مشرکین کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا
مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ
[illegible]
وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ
اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ [illegible] حرام
شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ
[illegible]

[illegible]

قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلٰغُ

کیا تھا ۔ پھر رسولوں کے ذمہ سوا اس کے کیا ہے کہ صاف صاف

الْمُبِيْنُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ

پہنچا دیں ۔ اور ہم نے ہر قوم میں ایک نہ ایک رسول

أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ

(بھیجا) کہ اللہ کی عبادت کرو اور

اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ

شیطان سے ۔ بچو ۔ پھر ان میں سے کسی کو تو

هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ

اللہ نے ہدایت دی ۔ اور کسی پر گمراہی ثابت ہوئی

الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا

سو تم ۔ پھر ملک میں ۔ چل پھر کر ۔ دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٦﴾

کہ جھٹلانے والوں کا ۔ کیا ۔ انجام ہوا

ترکیب

نحن تاکید بضمیر عبدنا من دونہ من شیء من الاولی والثانیۃ زائدۃ ۔ الطاغوت من الطغیان یذکر ویؤنث ویقع علی الواحد والجمع والمراد بہ کل معبود من دون اللہ کالشیطان والصنم وکل من دعا الی الضلال ۔

تفسیر

نبی علیہ السلام جب کفار کو ان کی بری باتوں سے منع کرتے اور عذاب الٰہی سے ڈراتے تھے تو وہ یہ جواب دیا کرتے تھے کہ ہمارا یہ شرک کرنا بت پوجنا اور اسی طرح بتوں کے نام کی چیزوں کو تعظیماً حرام سمجھنا جیسا کہ بحیرہ و سائبہ ہے کچھ آج سے نہیں بلکہ باپ دادا کے زمانہ دراز سے چلا آتا ہے اگر یہ امر خدا کو منظور نہ ہوتا تو وہ انہیں کرنے دیتا نہ ہمیں خود کرنے دیتا کیونکہ بندہ اس کے بس میں ہے سو جب اس کو ایسے رسول تمہارا معرفت منع کرنے کی کیا ضرورت؟ کذلک فعل الذین من قبلہم، جواب کہ یہ جبر و قدر کا نازک مسئلہ اس قابل نہ تھا کہ جس کو وہ سمجھتے کہ ہر ایک بندہ کو بھی اختیار دیا گیا ہے اور نیز ان کی یہ حجت معاذ اللہ بھی تھی جس سے انکار نبوت مقصود تھا اس لیے فرمایا کہ ان سے پہلے بھی لوگ یوں ہی حجت کرتے آئے ہیں۔ انبیاء کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے ان کا کام صرف سمجھا دینے کا ہے اور ہر قوم میں رسول آ کر بت پرستی سے منع کرتے آئے ہیں اور توحید کا حکم دیتے آئے ہیں جس طرح تم ہو ان میں سے جو ازلی نیک ہیں رسول کے کہنے اور بدبخت ازلی رسول کے نافرمان ہیں وہ بھی ایسے ہی تھے پھر تم نے یہ کہاں سے ثابت کر لیا کہ خدا تعالیٰ اس کام سے خوش ہے اگر ہمیشہ سے شرک کی عادت یوں جاری نہ ہوتی تو وہ انبیاء بھیج کر ان باتوں سے منع نہ کرتا تو اس کا شکر ہے رضامندی پر محمول کرتے ۔ حاصل یہ کہ ہمیشہ سے ہر جگہ رسول بری باتوں سے منع کرتے آئے ہیں ان کا کام حکم پہنچا دینا تھا پہنچا دیا لیکن گمراہوں نے نہ مانا سو تم بھی ان کی پیروی کر رہے ہو خدا تعالیٰ اس کام سے خوش نہیں اب تم زمین پر پھر کر دیکھ لو کہ رسولوں کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا کسی پر کچھ مصیبت آئی کسی پر کچھ، گاؤں اور شہر اجڑے پڑے ہیں ان کے آثار اور عجیب عمارات ان کے حال زار پر اشک حسرت بہا رہے ہیں۔ یہ دلیل ہو اس بات کی کہ بتوں کی پرستش اس کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کچھ پہلوں ہی پر وبال انہیں کاموں پر منحصر نہیں کہ اللہ تعالیٰ غضب کا دھیما ہوتے ہوئے درگذشت کرنے والا ہے جو حجت پر شیطان کو دنیا میں اس کے برے کام پر سزا نہیں دیتا مگر جب کسی قوم کی شرارت حد کو پہنچ جاتی ہے تو انتقام الٰہی کا وقت بھی آ جاتا ہے اور مختلف طور پر دنیا میں عذاب اتر آتے ہیں۔

کسی کو ہر شخص کی تمیز جو دینے کا حکم کرتا ہے کسی کو اخلاص وحقانی کی بات کہ راہ کرتا ہے کسی کو بغض سے کسی کو نازل سے کسی کو بیار [illegible] کسی کو [illegible] شر [illegible] کرتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

إِنْ تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ

اگر تو حریص ہے ان کی ہدایت پر تو اللہ

لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ ۖ وَمَا لَهُمْ مِنْ

نہیں ہدایت کرتا جس کو گمراہ کرتا ہے اور ان کا کوئی

نَاصِرِينَ ﴿٣٧﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ

مددگار نہیں اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی سخت

أَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ ۚ

قسمیں کہ اللہ نہیں اٹھائے گا جو مر جاتا ہے

بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ

کیوں نہیں وعدہ ہو چکا ہے اس پر پکا لیکن

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾

بہت سے لوگ نہیں جانتے

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ

تاکہ ظاہر کر دے ان پر وہ بات جس میں اختلاف کر رہے ہیں

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا

اور تاکہ جان لیں کافر کہ وہ تھے

كَاذِبِينَ ﴿٣٩﴾ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا

جھوٹے ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم ارادہ کرتے ہیں

أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٤٠﴾

یہی ہوتا ہے کہ ہم اس کو کہہ دیتے ہیں ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے

ترکیب

ان تحرص شرط۔ فان اللہ جواب محذوف [illegible]

ہے۔ من یضل مفعول ہے لا یہدی کا۔ [illegible] سے متعلق۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] علیہ ہے۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں ظالموں اور ان کے منکروں کا [illegible] بیان فرمایا تھا اب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہے۔

[illegible]

ان کے اس خیال باطل کو ایک دلیل نقلی اور ایک دلیل عقلی سے رد کرتا ہے اور نقلی دلیل پہلوں کی جو حکایت کرتی ہے اس لیے اس کو نقلی دلیل کہتے ہیں کہ اگر تم کو معلوم نہیں تو اہل کتاب سے جو قریب کے مشرکین انبیاء سابقین کے متعلق یا ادیان کے بارے میں ان سے یہ سنتے آتے تھے پوچھ لو کہ پہلے انبیاء کی معرفت مرنے کے بعد زندہ ہونے کا وعدہ ہو گیا ہے مگر وہاں انسان کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا ہوگی انجیل و تورات میں اس طرف اشارہ ہے کہ خدا اپنے وعدہ کو ضرور پورا کرے گا خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

انما قولنا الخ یہ دلیل عقلی ہے کہ ہر عاقل یہ بات جانتا ہے کہ اس عالم کو اول کس نے اور کس طرح پیدا کیا ہے اور وہ کسی بات میں عاجز نہیں جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کو کن کہتا ہے یعنی ہو جا سو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کے اسباب بھی مہیا ہو جاتے ہیں پھر انسان کا دوبارہ زندہ کرنا اور موجود کرنا اس کے نزدیک کیا محال ہے؟ وہ قادر مطلق ہے جس نے انسان کو قطرۂ منی سے بنایا وہ اس کو دوبارہ بھی بنا سکتا ہے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ

اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ کے لیے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا

مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

البتہ ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا

اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے کاش یہ

يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَ

معلوم کر لیتے کہ جنہوں نے صبر کیا اور

عَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٤٢﴾ وَمَا

وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور نہیں

أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي

آپ سے پہلے بھی تو انسان ہی ہم بھیجتے تھے جن کی طرف ہم وحی

إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن

بھیجا کرتے تھے پھر اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے پوچھ دیکھو

كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنَاتِ

دلائل اور کتابیں دے کر اور

وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ

آپ پر بھی ہم نے قرآن بھیجا

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَ

تاکہ جو لوگوں کی طرف نازل ہوا ہے آپ ان کو بیان کر دیں اور

لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾

تاکہ وہ غور کیا کریں۔

ترکیب

والذین کو مبتدا لنبوئنھم خبر حسنۃ لنبوئنھم کا مفعول ثانی کیونکہ لنبوئنھم بمعنی لنعطینھم ہے اور ممکن ہے کہ مصدر ہو فالتقدیر لنبوئنھم فی الدنیا دارا حسنۃ۔ الذین صبروا موضع رفع میں ہے علی اضمارھم۔ بالبینات متعلق ہے ارسلنا محذوف سے۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں تھا کہ کفار قسم کھا کر قیامت کا انکار کرتے تھے پھر جب وہ ہجرت کرتے تو ان کو اس قدر ایذا دیتے تھے کہ وہ ملت میں رہ سکیں انہیں کا غضب اور دین اسلام کا رسول اور پھر کیا ظلم و ستم ان پر ہوتے ہوں گے۔ چنانچہ ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ آیت ان چھ صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جو قریش کے غلام تھے اور اسلام لانے کی وجہ سے ان پر ظلم و ستم ہوتا تھا منجملہ ان کے صہیب و بلال و

تکالیف دیں، اس لیے وہ لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر [illegible] یہ حکم
قیامت تک ایمان داروں کو صبر و برداشت اور توکل
کی ترغیب دلاتا ہے اور دنیا اور آخرت میں اس
کے اجر کا وعدہ فرماتا ہے۔

والذین ہاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا یعنی جن لوگوں نے
دنیا میں ستائے جانے کے بعد اللہ کے لیے ہجرت کی، [illegible]
گھر بار چھوڑ کر اللہ کے لیے وطن چھوڑ دیا جب کہ ان
کا رہنا مشکل ہو گیا جیسا کہ ابتدائے اسلام میں ہوتا تھا
ایسے لوگوں کے لیے دو وعدے ہیں۔ اول لنبوئنہم فی الدنیا حسنۃ
کہ ان کو دنیا میں بھی عمدہ جگہ دیں گے [illegible]
[illegible] جیسا کہ صحابہ کو مدینہ
میں عمدہ جگہ دی۔ حسن، شعبی، قتادہ وغیرہم۔ ولاجر الآخرۃ
اکبر یعنی آخرت میں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ دنیا
[illegible] اور حیات ابدی کی بادشاہت [illegible]
دونوں نعمتوں کے مقابلہ میں وہ انعام کا وعدہ ہوا۔ پھر
ان دونوں وعدوں کی عام طور پر تشریح فرماتا ہے۔
الذین صبروا یعنی ظالموں کی ایذا میں ستائے اور حق پر ثابت
قدم رہے۔ وعلی ربہم یتوکلون یعنی [illegible] توکل کر کے اپنے
سب سے بہتر کی امید پر ہجرت کرنے کی ترغیب
دلاتا ہے۔ صبر [illegible] سے متعلق ہے اور توکل ہجرت کو
اس میں بھی اشارہ ہے کہ [illegible] ہجرت
کرنے والوں پر یہ وعدہ انہی میں منحصر نہیں بلکہ صبر و توکل پر
[illegible] اور کسی بات سے [illegible]
[illegible] اور نفس [illegible] اس لیے بھی
[illegible] خواہشوں [illegible] ایمان [illegible] کوئی
[illegible] اسلام کی
[illegible] حق پرستی [illegible] خدا
کی طرف [illegible] یہ آیت [illegible] اس کی راہ
میں صبر و توکل کرنے والوں کے لیے انعام الٰہی کا وعدہ ہے

اسی طرح یہ آیات کفار کے لیے بھی اعلان ہے کہ خدا تعالیٰ نے
[illegible] بڑا حکم ہوا
[illegible] صبر کرنا چاہیے۔

وما ارسلنا من قبلک [illegible] ان لوگوں میں بھی اس بات
کی طرف [illegible] کی وجہ سے [illegible]
[illegible] صبر و برداشت
[illegible] آخرت میں [illegible] تھا
اور وہ بات یہ تھی کہ عرب کے لوگ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو [illegible]
اعمال کی [illegible] اور بت پرستی کی [illegible]
اخلاق کی تاکید بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ [illegible] منظور
تھا تو چاہیے تھا کہ آسمان سے فرشتوں کو نبی بنا کر بھیج دیتا۔
چنانچہ ان کو یہ شبہ تھا۔ [illegible] قرآن مجید میں بعض مقامات
پر بھی ذکر ہوا ہے۔ اب اس شبہ کا اس آیت میں یوں
جواب دیتا ہے کہ [illegible] مصالح کی وجہ سے ہمیشہ
انسان ہی رسول ہوتے رہے ہیں اور وحی خدا کے بھیجے ہوئے
[illegible] بات معلوم ہو تو اہل علم
سے پوچھ دیکھو۔ اور اسی لیے [illegible] آپ
[illegible] قرآن نازل کیا [illegible] آپ احکام الٰہی
بتلائیں [illegible]
اور تاکہ وہ خود بھی غور کریں۔

فوائد

(۱) مسئلہ اہل الذکر سے [illegible] اہل علم مراد
کہتے ہیں اہل تورات یعنی یہود [illegible] بعض کہتے ہیں عموماً
اہل کتاب مراد ہیں کیونکہ وہ سب جانتے تھے کہ پہلے جتنے
بھی انبیاء ہوئے وہ انسان تھے۔ اور عرب کے مشرک اہل کتاب کو
اہل الذکر یعنی اہل علم سمجھتے تھے۔ اسی لیے ان سے دریافت
کرنے کا [illegible] حکم دیا۔ بعض کہتے ہیں [illegible] مسئلہ

مراد ہیں۔

(۲) اس آیت سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اس وقت تورات یا انجیل اہل کتاب کے پاس بلا تحریف موجود تھی جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۳) بالبینات والزبر ارسلنا کے ساتھ متعلق ہے جیسا کہ آیت کا سیاق اور سباق چاہتا ہے نہ کہ تسئلوا سے۔

(۴) اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی بات نصوص شرعی یا مسئلہ از خود معلوم نہ ہو تو جو اسکو جانتا ہو اس سے دریافت کر لینا چاہیے۔ یہ بات بھی مان لینی چاہیے کہ دریافت کرنے میں کسی کی خصوصیت نہیں کہ کس سے دریافت کرے کوئی اہل علم ہو خواہ روایت احادیث و اقوال علماء سلف صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ماہر اور ان سے جواب دے خواہ قرآن و احادیث سے استنباط کرکے اصول تفقہ میں علماء نے اس بات کو طے کر دیا ہے کہ اول قرآن سے پھر احادیث سے پھر اجماع سے حجت پکڑی جاتی ہے اور جب کوئی مسئلہ صاف طور پر نہ قرآن میں ملے نہ احادیث میں نہ اجماع سے ثابت ہو تو پھر استنباط کی ضرورت ہے۔ اور استنباط خود پیغمبر علیہ السلام نے بھی کیا ہے اور صحابہؓ نے بھی اس لیے دین میں استنباط بھی ایک مستحسن چیز مانی گئی اور ضرور ماننی چاہیے کیونکہ بغیر اس کے قرآن مجید تفصیلاً کل شئی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ استنباط ہر ایک کا کام نہیں اور اس کے شرائط بھی ہیں اور استنباط کو قیاس بھی کہتے ہیں پس جو استنباط نہ کر سکتا ہو اس مسئلہ میں جو اس کو کتاب و سنت و اجماع میں نہ ملے تو مستنبط یعنی مجتہد سے پوچھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے اور اسی کو تقلید شرعی کہتے ہیں جن کا ورود ثابت بھی ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَن

پھر کیا جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے تھے اس بات سے نڈر ہیں

يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ

کہ دھنسا دے اللہ ان کو زمین میں یا ان پر آ جائے

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۴۵﴾

عذاب جہاں سے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو

أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُم

یا ان کو پکڑے چلتے پھرتے پھر وہ اس کو

بِمُعْجِزِينَ ﴿۴۶﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ

عاجز کرنے والے نہیں یا ان کو خوف کی حالت میں

تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ

پکڑے پس بیشک تمہارا رب بڑا شفیق

رَّحِيمٌ ﴿۴۷﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ

مہربان ہے کیا وہ نہیں دیکھتے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو

اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ

کہ ان کے سائے دائیں اور بائیں

الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ

جھکتے ہیں اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے اور عاجزی کرتے ہیں

دَاخِرُونَ ﴿۴۸﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں

السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ

ہیں (اللہ) کو زمین پر سب چلنے والے

وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۴۹﴾

اور فرشتے بھی سب سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے

[illegible]

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

اپنے بالادست رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور

وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝

جو کچھ ان کو حکم ہوتا ہے اسی کو بجا لاتے ہیں۔

ترکیب

الصالحات صفت ہے الثمرات موصوف محذوف کی اور فعل رزقنا الثمرات الصالحات الی کشف آمجو مفعول اس اور یاتیہم معطوف ہے کشف پر اسی طرح یاخذ اور یخاف فی تقلبہم موضع حال میں ہے یا مفعول ہے۔ یتفیؤ ظلالہ یمین میں ہے یتفیؤ ظلالہ جملہ ہے۔ یا تو واحد کو موضع جمع میں استعمال کیا ہے یا ہر روز کے سایہ کے لحاظ سے یا دائیں جانب کے لحاظ اکیلا اس کو متعدد سایوں کے ساتھ تعبیر کیا ہے الفاظ جمع ظلال مستعمل کیا گیا ہے یا ہے سجدا حال ہے ظلال سے وہم داخرون بھی اس سے حال ہے اور داخرون ظلال کی ضمیر سے حال قرار دے سکتے ہیں۔

تفسیر

اب ان سرکشوں کو جو بڑے مکر و فریب کرتے تھے یعنی مخفی طور پر اسلام کے مٹانے کی تدبیریں کیا کرتے تھے۔ اپنے قہر و جبروت سے دھمکاتا ہے کہ ان کو چار باتوں سے بھی ڈر نہیں اور کیوں اطمینان اور امن ہو گیا ہے۔

(۱) اول یخسف اللہ بہم الارض کہ ان کو زمین میں دھنسا دے سو پہلی امتوں کے ساتھ ایسا ہوا ہر سال میں بھی زلزلہ آکر زمین پھٹ گئی اور بڑے بڑے شہر و بستیاں زمین میں سما گئے قارون بھی دھنسایا گیا تھا۔

(۲) او یاتیہم العذاب من حیث لا یشعرون کہ ان پر ایسے طور پر اچانک سے عذاب آوے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو آسمان سے دفعۃً اولے یا بجلی یا کوئی آفت پڑے نہیں۔ چنانچہ ابھی کئی سال کا ذکر ہے کہ ایک بار اس شہر کے قریب بڑے بڑے اولے یا آسمانی گولے برسے کہ جن سے صدہا آدمی اور جانور ہلاک ہو گئے اور سینکڑوں درخت گر پڑے۔ خاص دہلی میں میرے ایک دوست نے جو ایک اولا تولا تو وہ سیر کا تھا۔ اور اہل امتوں میں بجلی گرنے اور آتش سے سنگباری ہو کر جبرت میں آ گئے تھے اور بڑے بھاری پتھر برسے جیسا کہ لوط علیہ السلام کی بستیوں پر واقعہ گزرا۔ یا پانی سے دفعۃً ڈوب کر غارت ہو گئے۔ چنانچہ دو تین سال کا ذکر ہے کہ آدھی رات کے قریب جب کہ لوگ خواب راحت میں تھے شہر بیابان میں دفعۃً زلزلہ آکر سمندروں اور دریاؤں میں بڑا طوفان پانی تھا جس سے صدہا آدمی ڈوب مرے صدہا مکانات گر گئے۔ یا آندھی تند ہوا آ جاوے جو ہلاک کر دیتی ہے۔ الغرض خدا کی صدہا بلائیں ہیں جو دفعۃً آ جاتی ہیں جس میں بادشاہ سے لے کر رعیت تک کسی کو کچھ زور نہیں چلتا۔

(۳) او یاخذہم فی تقلبہم کہ ان کو ان کے چلنے پھرنے میں پکڑ لے اس کی کئی طور پر تفسیر ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ ان کو سفر میں جاتے ہوئے ہلاک کر دے کیونکہ سفر میں بھی ہلاک ہو سکتا ہے اور سفر میں ہلاک ہونا سخت مصیبت ہے۔ اور وہیں ہونے کے لحاظ سے اس کا ذکر کیا ہے اور تقلب بعض مفسرین کے نزدیک سفر کرنا ہے جیسا کہ اس آیت میں لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد۔ دوم یہ کہ حالت انقلابات اور تدبیروں کا سبب نہ ہونے دے اور ہلاک کر ڈالے اور یہ معنی اس آیت سے ماخوذ ہیں کہ

تغیر انکے الامور.

(۴۳) اور یخافون ربہم من فوقہم خوف فعل ہے خوف سے ہے خیال خوف خدا و خوف قہر سے یہ معنی کہ وہ تو ہر زمان زیر ہے مگر اس کے پہلے ظلمات و انوار فرمایا ہے۔ اور لوگوں میں جو کہ سے پہلے خوف اور پریشانی پیدا ہو پھر ہلاک ہو جاویں۔ جب کہ قوت شدید ہو یا دشمنوں کے غلبہ پر ہوتا ہے مگر خدا رؤف رحیم ہے اس لیے مہلت دیتا ہے۔ اولم یروا الی ما خلق اللہ من شیء اپنا رؤف رحیم ہونا ان آیات میں ظاہر فرمایا ہے کہ جن میں اس کے آثار جبروت اور عظمت کا ذکر کا بیان ہے جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام عالم اس کے آگے مسخر ہے مگر یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس کو تحقیر اور ہلاک کرنے کی بھی قدرت ہے پھر اس سے ڈرنا ہو اور با وجودیکہ درختوں اور تمام سایہ دار چیزوں کے سائے اس کو سجدہ کرتے ہیں یعنی ان کا زمین پر پڑنا گویا سجدہ کرنا ہے) اور اسی طرح آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے چارپائے اور فرشتے اس کے آگے سر بسجود اور اسی کے فرمان بردار اور خائف ہیں۔ پھر خدا کو ناخوش کرنا اور بھٹکنا اور اس کے دینوں اور ان کے پیروں کو ستانا کیسی شرارت ہے۔

یتفیؤ ظلالہ عن الیمین والشمائل۔ یتفیؤ تتفعل ہے فیء سے اہل لغت کہتے ہیں فاء الظل یفیء فیأً رجع وعاد۔ فیء کے معنی اصلی رجوع کرنے کے ہیں جیسا کہ آیا ہے فان فاءو فان اللہ غفور رحیم۔ ازہری کہتے ہیں تفیؤ الظلال پیچھے پھر کے سایہ ڈھلنے کو کہتے ہیں مگر یہاں عام مراد ہے۔ موسم گرما اور سردی کے تو آفتاب و ماہتاب اور خط استوا کے قرب و بعد اور شام و صبح کے لحاظ سے کبھی سایہ داہنی طرف سے کبھی بائیں طرف سے جاتا ہے جیسی مفرد اور شمائل جمع لانے میں کئی نکتے ہیں یا تو یہ کہ یمین کو لفظاً مفرد ہے مگر مراد جمع ہے جیسا کہ یولون الدبر میں۔ یا یہ کہو کہ کبھی چونکہ لفظ مفرد ہے اس کے لحاظ سے یمین لفظ مفرد آیا اور معنا جمع ہے اس کے لحاظ سے شمائل جمع آیا گویا دونوں کی رعایت کی۔ یا یوں کہو کہ عرب جب دو چیزیں جمع کرنا چاہتے ہیں تو ایک کو مفرد اور دوسرے کو جمع لاتے ہیں جیسا کہ جعل الظلمات والنور اور ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم۔

سجدا للہ وہم داخرون۔ سجدہ سے مراد مطیع ہونا جھکنا۔ عرب کہتے ہیں سجد البعیر جب کہ وہ سوار ہونے کے وقت گردن جھکا دیتا ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آفتاب و ماہتاب و ستاروں کی گردش سے اجسام کثیفہ پر سایہ پڑتا ہے ایک جانب خاص پر مامور کر رکھا ہے جس سے ان سایوں میں فرق نہیں آتا سو یہ فرق نہ آنا اور ایک خاص طور پر رہنا سجدہ کرنا ہے۔ انہیں معنوں میں یہ آیت ہے والنجم والشجر یسجدان اور وظلالہم بالغدو والآصال۔ یا یوں کہو کہ سایہ زمین پر لگا ہوا جاتا ہے جس طرح عابد زمین پر سر رکھ کر سجدہ کرتا ہے گویا تشبیہ مراد ہے۔ اور غرض اس کلام سے اس کا جبروت و تسلط عالم پر ظاہر کرنا ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عالم حسی میں یہ اشیاء جو ہر وجود حقیقی کا ظل ہیں اس کے حکم کے پابستہ ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ

اور اللہ فرماتا ہے کہ دو خدا نہ بناؤ

اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾

خدا تو ایک ہی خدا ہے پھر مجھ سے ڈرا کرو

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ

اور اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور حق ل

الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

اطاعت اسی کے لیے ہمیشہ واجب ہے پھر کیا تم اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا

اور تمہارے پاس جو کچھ نعمت ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب

مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْـَٔرُونَ ﴿۵۳﴾

[illegible]

ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا

[illegible]

فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿۵۴﴾

[illegible]

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا

[illegible]

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُونَ

[illegible]

لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ

[illegible]

تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿۵۶﴾

[illegible]

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ

[illegible]

وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿۵۷﴾ وَإِذَا بُشِّرَ

[illegible]

أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ

[illegible]

مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارَىٰ

[illegible]

مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ

[illegible]

أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ

[illegible]

فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۵۹﴾

[illegible]

لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ

[illegible]

السَّوْءِ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ وَ

[illegible]

هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۶۰﴾

[illegible]

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

۷

اول آیت میں فاعبدون فرمایا اور وجہ اس کی وَلَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ الخ
میں ذکر فرمائی اس کے بعد اسی بات کو بطور نتیجہ کے بیان اعادہ کیا
افغیر اللہ تتقون۔ دوم یہ کہ کسی کی نعمت سے متاثر ہوکر مال و جاہ
وغیرہ اس سے حاصل ہو اس کی تعظیم میں عبادت کی جاتی ہے یہ
بات بھی اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں کس لیے کہ وما بکم من
نعمۃ فمن اللہ جو کچھ تمہیں نعمتیں میسر ہیں سب اللہ کی طرف
سے ہیں۔ اول تو اس لئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
سب اللہ ہی کا ہے اور کسی کے پاس دوسرا کیا ہے جو تم کو
دے گا۔ دوم جب تم پر کوئی مصیبت آجاتی ہے تو فطرت
انسانیہ اللہ ہی کی طرف فریاد کرنے کو مجبور کرتی ہے اس
وقت اپنے معبودوں کو بھول جاتے ہو جو فرضی کمال ٹھہرا رکھے
ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بنی آدم کے دلوں میں بھی اصل اعتقاد
اسی بات کا ہے مگر جب وہ وقت نکل جاتا ہے اور غفلت
خوشی کے پردے اور غفلت پھر کوئی طرح چھا جاتے ہیں تو
پھر اپنے فرضی معبودوں یا اسباب کے استقلال اور اپنی
تدبیر کی درستی پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں اور یہ بھی ایک طرح
اور کمال ناشکری ہے جس کا یہ نتیجہ عنقریب معلوم ہو جائے گا
یا تو دنیا ہی میں یا بعد مرگ تمام حقیقت ہو جائے گی۔ حضرت
ہیں۔ من جملہ ان کے مراسم کے ایک یہ بھی ہے کہ جن معبودوں
کی اصل حقیقت سے بھی انہیں معلوم نہیں کہ آیا وہ فرضی نام ہیں
جن کو باپ دادا سے سنتے چلے آتے ہیں یا وہ کچھ تھے بھی اور
تھے تو ان کا تعلق ہر کام پر کیا اختیار و اقتدار تھا۔ ان کے لئے ہماری
دی ہوئی چیزوں میں سے مال میں سے اور اولاد میں سے حصہ
مقرر کرتے ہیں۔ کھیتی میں سے ایک حصہ اور اولاد میں سے
کوئی لڑکا بتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے اور بتوں
پر اولاد و مواشی کی قربانیاں کرتے تھے ان کے نام کے سانڈ
اور جانور چھوڑتے تھے۔ اس پر فرماتا ہے کہ یہ جو تمہارا گمان
اور افترا ہے کہ ہر مرتبہ کو خدا کے کارخانہ میں کیا دخل ہے اور وہ
اس سے کیا تعلق رکھتے ہیں تو مشرکین کو دیکھو کہ خدا

کی اولاد تو بیٹیاں ہیں ان کی بڑی خطا اور ظلم ہے یہ جو کہا جاتی ہیں
عورتیں ہیں یہ بدھ اول ان کی بڑی کامل وہ تھی جن میں انہیں کے نمونہ ہیں
ویجعلون للہ البنات میں ان کا ذکر ہے اس کے رد میں ارشاد
ہوتا ہے کہ اپنے لیے بیٹیاں تو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ
خود بیٹیوں کے بغیر نسل چل بھی نہیں سکتی یہاں تک کہ ان میں کسی کو بیٹی پیدا ہونے
کی خبر دی جاتی ہے تو غم کے مارے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے زندہ گاڑ دینے
کی بھی تدبیر کرتے ہیں جو بیٹی کو بڑی ذلت سمجھ کر لوگوں میں منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔
پھر خدا کے لئے تجویز کرنا اور ان بیٹیوں سے کیا نسبت ہے جس کی
شان بے نیاز و صمد ہے صورت و اشتراک سے پاک یہ باتیں خلاف
تمہارے ولہ المثل الاعلیٰ۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ
اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑے
مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ
تو کسی جاندار کو بھی زمین پر نہ چھوڑے لیکن
يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ
ایک وقت مقرر تک ان کو مہلت دیا کرتا ہے پھر جب ان کا وقت
اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا
آجاتا ہے تو نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ
يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا
آگے بڑھ سکتے ہیں اور اللہ کے لئے وہ چیز ٹھہراتے ہیں جس کو
يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ
خود ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ
الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۗ لَا جَرَمَ
آخرت کی بھلائی انہیں کے لئے ہے یقینی بات ہے کہ ان کے لئے
اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾
آگ ہے اور بیشک یہ سب سے پہلے اس میں ڈالے جائیں گے
تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ
اللہ کی قسم ہم نے آپ سے پہلے بھی

قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ

[illegible]

فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ

[illegible]

أَلِيمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ

[illegible]

الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي

[illegible]

اخْتَلَفُوا فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً

[illegible]

لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۶۴﴾

[illegible]

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وَاللَّهُ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ

[illegible]

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

[illegible]

لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿۶۵﴾ وَإِنَّ

[illegible]

[illegible]

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُسْقِيكُمْ

چار پایوں میں بھی ایک عبرت کا مقام ہے کہ ان کے

مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ

پیٹوں میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے ہم تم کو خالص دودھ

لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ﴿٦٦﴾ وَ

پلاتے ہیں جو پینے والوں کو رچتا پچتا ہے اور

مِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ

کھجور اور انگور کے پھلوں میں بھی (عبرت ہے)

تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۗ

جن میں سے تم شراب بنا لیتے ہو اور عمدہ روزی بھی (بنا لیتے ہو)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾

بے شک اس میں بھی عقل مندوں کے لیے بڑی نشانی ہے

ترکیب

عبرة اسم ان لکم خبر۔ بطونه بطون کی جمع۔ بطون نسقیکم بطونه کی ضمیر انعام کی طرف راجع ہے، کیونکہ انعام مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی۔ من بین من الانعام متعلق ہے نسقیکم سے لبنا مفعول ثانی ہے نسقیکم کا خالصا سائغا اس کی صفت۔ ومن ثمرات محذوف کے متعلق ہے اے نسقیکم من ثمرات تتخذون جملہ مستانفہ یا صفت ہے محذوف کی تقدیر شیئا تتخذون منہ ای من ثمرات النخیل شیئا۔

تفسیر

قرآن مجید کا دستور ہے کہ وہ ایک اصول میں گفتگو کرتے دوسرے اصول کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ الٰہیات کے بعد معاد اور کبھی نبوت اور کبھی اصلاح اعمال اور اخلاق عباد کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہی چاروں باتیں کتاب الٰہی کے اصل اصول ہیں۔ اسی قاعدہ سے کلام تمام کر کے اب الٰہیات میں کلام کرتا ہے اور اپنا قادر و مختار ہونا ثابت کرتا ہے جس میں توحید اور صفات باری کا کامل ثبوت ہے۔ وہ دلائل کہ جن سے خدا تعالیٰ کا وجود اور اس کا وحدہٗ لاشریک ہونا اور ہر چیز کا اس کے دست قدرت میں ہونا ثابت ہوتا ہے، پانچ قسم کے ہیں۔ اول آسمانی چیزیں جن میں سے یہاں پانی کا ذکر کرتا ہے واللہ انزل من السماء۔ کہ اللہ نے آسمان سے یعنی بادلوں سے پانی برسایا جس سے مردہ زمین یعنی خشک زمین زندہ ہو جاتی ہے یعنی ہری بھری جڑی بوٹیاں گھاس اور درخت اور کیا کیا کار آمد انسان چیزیں اُگتی ہیں جس سے اس کے آثار رحمت و قدرت نمودار ہیں۔ دوم انسان کے علاوہ اور اس کی پیدائش۔ سوم حیوانات کی پیدائش اور ان سے انسان کے لیے نفع دینے والی چیزوں کا پیدا کرنا جن کی طرف وان لکم فی الانعام لعبرۃ میں اشارہ ہے کہ حیوانات گائے جیسے بھیڑ بکری اونٹنی وغیرہ کا دودھ بھی ایک عجوبہ قدرت کی بات اور اس کی بڑی نشانی ہے۔ اس کو ہم پاتے ہیں، پر یہ نہیں دیکھتے کہ وہ کہاں سے پیدا ہوتا ہے جانوروں کے شکم میں گھاس جا کر گوبر بن کر پک جاتی ہے اس کا عطر کھنچ کر جگر میں پہنچا اور جگر بقول حکماء حال اخلاط بنتا ہے پھر عروق کے ذریعہ سے وہ خون ان جانوروں کے تھنوں میں آہستہ آہستہ آتا ہے جو نرم گوشت ہے اور جس کی تاثیر یہ ہے کہ خون کو دودھ کر دے، دودھ بن جاتا ہے تو

ف ہو اسم جمع الجمع و ذکر بمعنی سیبویہ فی المفردات الحنفیہ علی افعال کا اطلاق و الکہف ۱۲ منہ

ف جن میں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح ایک سال زمین پر جانور ہری بھری ہوتی ہے ویسے ہی جڑی بوٹیاں (الاپر صفحہ ...)

[illegible]

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا

پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور ان ٹٹیوں میں جو لوگ

يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ

بناتے ہیں پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوس

الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا

پھر چل اپنے رب کی راہوں میں جو ہموار ہیں

يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

ان کے پیٹ میں سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف

اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ

ہوتی ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے بیشک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

غور کرنے والوں کے لئے بڑی نشانی ہے۔

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

[illegible]

الفاظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نہ صرف انسان کو انبیاء کی معرفت
رحم ہوتی والہام کے ذریعہ سے ان کے فوائد دنیوی و اُخروی تعلیم
ہوتے ہیں بلکہ حیوانات خصوصاً بعض جانوروں کو بھی ان کے کار آمد
باتیں الہام ہوتی ہیں تب تو الہام فطری کہنا چاہیے مگر کم بخت
انسان اپنے روحانی سردار دین کا انکار کرتا ہے برخلاف
مکھی کے کہ ان میں جو ایک بڑی مکھی ہوتی ہے گو عجب
لگتے ہیں سب اسی کی اطاعت کرتی ہیں۔

ان اتخذی الخ یہ پہلی بات ہے جو ان کے دل میں القاء کی
گئی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں کی چوٹیوں یا چھتوں میں اپنا
گھر بنائے اور نیز ان چھتوں میں بھی کہ جن کو انسان چھاتے ہیں،
پھر دیکھو یا انگوری بیلوں کے چھتوں میں جا کر ہر ایک وہاں
ڈھونڈ نہ پہنچے ان کے گھر کو کوئی نہ بگاڑے یا ترتیب سے مرتب بنتے
ہیں انکے اوقات وقت اور رحمت زمین کا ان کی ایک گل نہ پہنچے پھر
ان کے گھروں کو بعض سوراخوں کو دیکھیے کہ مسدس بنے ہوئے
ہوتے ہیں جس سے ذرا بھی جگہ بے کار نہیں جاتی اور مسدس
بے کار سے سبھی ہوتے ہیں کہ ذرا بھی کم نہ وہ نہیں ہوتے۔

ثم کلی من کل الثمرات پھر یہ القا ہوا کہ بلا قید ہر قسم
کے پھل کھایا کرے۔ بعض کہتے ہیں درختوں کے پتوں پر ع ۱۵
شبنم کی وجہ سے ایک شیریں چیز بھی ہوتی ہے اس کو
مکھیاں چاٹتی ہیں اور وہی شہد ہے۔ بعض کہتے ہیں نہیں
بلکہ ان کے پیٹ میں جو چیز جا کر شہد ہو جاتی ہے اور چونکہ
پھلوں میں شیرینی ہے بیشتر شہد کی مکھیاں انہیں کو
کھاتی ہیں۔

فاسلکی سبل ربک ذللا یہ دوسری بات ہے جو
ان کو الہام کی گئی ہے۔ جو علماء ذللا کو سبل ربک سے
حال ٹھہراتے ہیں وہ یہ معنی قرار دیتے ہیں کہ آنے جانے
کے رستے جو خدا نے مکھیوں کے لیے سہل کر رکھے ہیں ان کو
چلنے کا القا کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے جعل لکم الارض
ذلولا۔ بعض کہتے ہیں یہ ضمیر فاسلکی سے حال ہے تب ذللا
کے معنی مسخر ہو اور فرماں بردار ہو کر چلنے کے ہیں جس طرح کہ
ان کے سردار یعنی یعسوب کا شعور ہیں نے بتایا ہے اور مسخر ہو کر چلنا
بتایا ہے۔ سب مکھیوں کو ہر کم اس کا حکم ہے ان میں نہیں مگر سرکشی
ذرا نہیں۔ یہ بھی ذللا کے معنے۔

یخرج من بطونھا شراب یہ تیسرا بیان فرماتا ہے کہ مختلف
رنگ کا شہد ان کے پیٹ سے نکلتا ہے سفید زرد جس میں
بیشتر امراض کے لیے شفاء ہے۔ بعض کہتے ہیں فیہ شفاء
للناس قرآن مجید کی بابت ہے کہ قرآن میں جو روحانی مرض
کی شفاء ہے وہ کس طرح دلائل سے توحید و دار آخرت نبوت کا
ثبوت پیش کرتا ہے۔ شہد میں شفا ہونے کے یہ معنی کہ اکثر امراض
کی شفاء ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ
اور اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا پھر وہی تم کو مارتا بھی ہے اور بعض تم میں سے
مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ
کہ جو نکمی عمر تک پھیر لائے جاتے ہیں تاکہ جان کر
بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾
پھر کچھ بھی نہ جانیں بے شک اللہ بڑا علم والا قدرت والا ہے
وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي
اور اللہ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں فضیلت
الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ
دی ہے پھر جن کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی
رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
روزی کو اپنے غلاموں کو نہیں دے ڈالتے
فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
تاکہ پھر وہ ان کے برابر ہو جائیں پھر کیا اللہ کی نعمتوں کا
يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ
انکار کرتے ہیں اور اللہ نے تمہارے لیے تم ہی میں سے

مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم

جو تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں اور تمہاری بیویوں سے

مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً وَ

تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور

رَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ

اور تم کو ستھری چیزیں کھانے کو دیں پھر کیا جھوٹی باتوں پر

يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ﴿٧٢﴾

یقین رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ

اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور

لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

زمین سے ان کی روزی کا کچھ بھی اختیار نہیں

شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٧٣﴾

رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں

ترکیب

حفدۃ بصریوں کے نزدیک مصدر سے منصوب ہے اور کوفیوں کے نزدیک [illegible] سوا [illegible] قریب [illegible] موضع [illegible] کے [illegible] النحل [illegible]

یہ قول منصوب ہے [illegible] اور [illegible] حفدۃ [illegible] منصوب ہے [illegible] اور اگر [illegible] سے [illegible] ہے۔

تفسیر

ان آیات میں انسان کے حالات سے استدلال کرتا ہو اول واللہ خلقکم [illegible] تم کو پیدا کیا نطفہ رحم میں انسان بنا اور اس کے موافق اس کو اعضا عطا کئے [illegible] کس [illegible] کا کام ہے۔ طبیعت [illegible] اور [illegible] اسی کی [illegible] ہے [illegible] ثم یتوفکم پھر اس کے [illegible] [illegible] ومنکم من یرد الی ارذل العمر [illegible] [illegible] کہ تمام علوم [illegible] بھول جاتا ہے [illegible] یہ [illegible] کا کام ہے [illegible] ان [illegible] کی طرف اشارہ ہے کہ [illegible] جاتا ہے۔

دوم واللہ فضل [illegible] پر [illegible] یہ بھی اس کی طرف سے ہے اگر یہ بات عقل [illegible] موقوف ہوتی تو [illegible] عقل [illegible] اور [illegible] ہوتا [illegible] ہے۔ پھر [illegible] سے یہ بات [illegible] ہے [illegible]

ف انسان [illegible] کہ اس کے [illegible] سے [illegible] ہوتا ہے۔ اس کی [illegible] ہوتا ہے [illegible] کہ چند روز [illegible] کے [illegible] ہے

[illegible] [illegible]

سب کی منزل [illegible] کے [illegible] ہے۔ پھر [illegible] کی [illegible] ہے کہ [illegible] سب کچھ بھول جاتا ہے۔ پھر [illegible] تعجب ہے [illegible] تعجب [illegible]

زر خریدوں غلاموں کو اپنا ساجھی کیا اور برابر کیا کبھی نہیں کرنا چاہتے پھر خدا تعالیٰ نے کیونکر اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنے برابر کر دے گا بلکہ تم اللہ کی نعمتوں کا انکار کرو گے ان نعمتوں کو اوروں معبودوں کی طرف منسوب کرتے ہو اور تم دوستی خواب وغیرہ نے عطا کی یا فلاں بزرگ نے دیا یہ کام فلاں ستارہ کی تاثیر سے ہوا یا یہ معنی کہ اور چونکہ روزی میں تم اور تمہارے غلام برابر ہیں کیونکہ ان کو تم نہیں دیتے بلکہ خدا دیتے ہیں مگر پھر تم ان کو فضیلت دیتے ہو کیا سبب ہے اس کو شریک نہیں کرتے۔

سوم واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا کہ اللہ نے تمہارے لیے بیویاں بنائیں اگر مرد کو عورت نہ ملتی تو دنیا کا سلسلہ ختم ہو جاتا اس میں کسی کی حکمت اور علم اور محبت کو کیا دخل ہے پھر عورتیں کیسی تمہاری ہم جنس اور تمہیں کہ جن کی مجانست سے تسکین ہوتی ہے موانست ہوتی ہے پھر اگر اولاد اور اولاد آ کر کام آنے والے نہ ہوتے تو بھی نسل ٹوٹ جاتی اس لیے بنین وحفدۃ بیٹے پوتے نواسے بھی پیدا کیے اس پر ورزقکم من الطیبات اچھی چیزیں کھانے کو دیں پھر اس پر بھی لوگ جھوٹے معبودوں پر ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کے منکر ہوتے ہیں کیونکہ ان نعمتوں کو اوروں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ اوروں کی عبادت کرتے ہیں جن کو رزق روزی دینے میں نہ اختیار ہے نہ قدرت۔ ع ۱۰ / ۱۹

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

پس اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو بیشک اللہ جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ

عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ

ایک غلام ہے تابعدار کہ جو کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا

وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ

اور ایک وہ شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے اچھی روزی دی ہے سو وہ

يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ

اس میں سے چھپا کر اور دکھا کر خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا

سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں بلکہ ان میں سے اکثر نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

جانتے۔ اور اللہ اور مثال بیان کرتا ہے کہ دو مرد

رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ

ہیں کہ ان میں سے ایک گونگا ہے کچھ بھی نہیں کر سکتا

عَلٰي شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي مَوْلٰىهُ ۙ

اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے

اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ

جہاں کہیں بھیجے کچھ بھلائی نہیں لاتا کیا وہ اور

يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ

وہ برابر ہے کہ جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتا ہے

وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾

اور وہ خود بھی سیدھے رستہ پر قائم ہے۔

ترکیب

جملہ موصوف تھا رجلاً کی صفت اول لا یقدر صفت ثانی پھر یہ بدل ہے مثلاً سے ومن معطوف ہے عبداً پر یہ بھی مجموعہ مثل سے بدل ہوگا سراً وجہراً حال ہے ضمیر ینفق سے اور اسی طرح رجلین مثلاً سے بدل ہے پھر احدہما رجلین کا بیان ہے۔

ف حفدۃ جمع حافد کی ہے اور حافد اس کو کہتے ہیں جو خدمت کرے [illegible] بیٹے اور [illegible] کو کہتے ہیں جو کام آتے ہیں [illegible] بعض کہتے ہیں کہ خاص پوتے مراد ہیں [illegible]

تفسیر

[illegible]

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ

[illegible]

وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ

[illegible]

أَوْ هُوَ أَقْرَبُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ

[illegible]

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿[illegible]﴾ وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ

[illegible]

بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا

[illegible]

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَ

اور تم کو کان [illegible]

الْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٨﴾ أَلَمْ

[illegible] تاکہ تم شکر کرو کیا

يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ

[illegible]

مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

[illegible] اللہ کے سوا [illegible]

لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٧٩﴾ وَاللَّهُ

[illegible] اور اللہ

جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَ

[illegible]

جَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا

[illegible]

تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ

[illegible]

إِقَامَتِكُمْ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا

[illegible]

وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿٨٠﴾

[illegible]

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَ

[illegible]

جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا وَ

[illegible]

جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ

[illegible]

وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ كَذَٰلِكَ

[illegible]

يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

[illegible] تاکہ تم

تُسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

[illegible]

عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُونَ

[illegible]

نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَ

[illegible]

أَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٣﴾

[illegible]

ترکیب

او ہو اقرب او التشبیہ او التمییز وقیل للشک المخاطب وقیل بمعنی بل والجملۃ تمثیل لسرعۃ وقوع القیامۃ۔ مسخرات حال من الطیر۔ سکنا بمعنی مسکونا لاظعون جو حال ہے ضمیر منصوب اماتکم سے یا یمسکھن کی جو حال ہے مسخرات سے ظعن سفر۔ اثاثا معطوف ہے سکنا پر اور دونوں میں اصوافہا جار مجرور کا فصل مستنع نہیں ہے کیونکہ جار مجرور ایک مفعول ہے اور ایک مفعول کا دوسرے پر مقدم کرنا کچھ نہیں۔ الظعن بفتح العین وسکونہا السیر وھو سیر اہل البادیۃ من موضع الی موضع والصوف للغنم والوبر للابل والشعر للمعز۔ اکنان جمع کن وہ جو بیسکنی ہو۔

تفسیر

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے ان معبودوں کے مقابلہ میں کہ جن کو وہ مثالوں میں عاجز اور مجبور ثابت کر چکا تھا اپنے کمال وقدرت واحسان کو ذکر فرماتا ہے و نیز غیب کا علم اپنا ہی علم بیان کرتا ہے اور غیب کی اور چیزوں میں سے

[illegible]

[illegible]

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ

لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ

يُسْتَعْتَبُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ

وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا

هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا

نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ

الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَأَلْقَوْا

إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ

[illegible]

مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ

بنا لیا کرتے تھے سب گم ہو جاویں گے جو لوگ (خود بھی)

كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

خود بھی منکر ہوئے اور (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے رہے

زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا

ان کو بدمعاشی کی سزا میں ہم دیں گے بڑا بھاری عذاب

كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ

جو کرتے رہے تھے (اور یاد کرو) اس دن کو جس دن ہم

فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ

ایک گروہ میں سے انہی کے اوپر انہیں کا ایک گواہ

أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ

کھڑا کریں گے اور تم کو ان پر گواہ بنا کر لاویں گے

هَٰؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

(اور) ہم نے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے

تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَ

جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور وہ مسلمانوں کے

رَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾

لیے ہدایت و رحمت اور بشارت ہے

ع ۱۲

ترکیب

یوم اذکر محذوف سے منصوب ہے۔ یستعتبون الاعتاب منہم التبیین اسے ان یرجع الی ما یرضی اللہ۔ قالوا ربنا جواب ہے اذا رأی الذین کو۔

تفسیر

مشرکین احکام الٰہی اور دین کے منکر اس لیے ہیں کہ وہ قیامت کا انکار کرتے ہیں جو آخرت میں بازپرس کے قائل نہیں یوم نبعث سے لے کر روز حشر کی کیفیت بازپرس اور حساب کتاب

بیان فرماتا ہے کہ ہر قوم میں سے ایک ایک گواہ بلائیں گے جو اس قوم مشرک و کافر کے مقابلہ میں گواہی دے گا کہ ہم نے ان کے پاس توحید و احکام الٰہی پہنچا دئے پر انہوں نے نہ مانا اور گواہ دینے والے انبیاء یا ان کے جانشین ہیں جن سے کوئی گروہ خالی نہیں۔ گواہی کے بعد وہ اجازت مانگیں گے کہ ہم پھر دنیا میں جائیں۔ یہ قبول نہ ہوگا۔ ضرور حسرت کریں گے یہ بھی نہ سنا جاوے گا۔ پھر مشرکین دنیا میں اللہ کے سوا جن معبودوں کو پوجتے تھے اور ان کو حاجت روا جان کر پکارتے تھے وہاں ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ الٰہی ہم ان کو پوجتے تھے یعنی انہیں کا اشارہ تھا گویا اپنے اوپر سے الزام اٹھاتے ہیں گے۔ اس کے جواب میں وہ کہیں گے تم جھوٹے ہو ہم نے تم سے کب کہا تھا کہ تم ہم کو حاجت روا جانو۔ تبیانا لکل شیء اس سے زیادہ باتیں مراد نہیں جو دینی ہیں کہ قرآن کے بعد اور کوئی کتاب نہیں آنے کی پھر اس میں بھی سب دینی مسائل نہ ہوں تو کیا۔ تبیان یعنی کھول کر بیان کرنا قرآن کا سب مسائل کو حاوی ہونا دو وکیلوں کے ذریعہ سے ہے اول سنت یعنی جو کچھ قرآن کے بعد مسائل تھے ان کو ان کے اصول موجود تھے جو قرآن میں ودیعت رکھی گئی ہیں رسول نے بیان کر دیا اور جو ان سے بھی بچے ان کو مجتہدین نے استنباط کر کے بیان کیا۔ اور آئندہ استنباط کے اصول فقہ میں قواعد مقرر کر دیے اس اختیار سے مجتہدین بھی قرآن کے وکیل یا ترجمان ہیں غیر مجتہد کو بضرورت ان کی تقلید کرنا قرآن کو ماننا ہے۔

لہ کیوں کہ اگر یہ دو وکیل تسلیم نہ کیے جاویں تو پھر تبیانا لکل شیء صحیح نہ ہوگی کیونکہ بہت سے مسائل نصوص قرآنیہ میں نہیں ہیں سو وہ ہیں ہیں۔ اسی طرح سنت سے احادیث مراد ہیں۔ سو وہ استنباط قرآن و احادیث سے ظاہر ہوتے ہیں اس لیے اس مقام پر بیضاوی وغیرہ لکھتے ہیں من امور الدین علی التفصیل او الاجمال بالاحالة الی السنة او القیاس ہوتی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
[illegible]
وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ
[illegible]
وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
[illegible]
تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ
[illegible]
إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ
[illegible]
بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ
[illegible]
عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا
[illegible]
تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ
[illegible]
غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا
[illegible]
تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ
[illegible]
أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ
[illegible]
إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ وَلَيُبَيِّنَنَّ
[illegible]
لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ
[illegible]
تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾
[illegible]

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

[illegible]

تو اس کو دعا دے جو تجھ سے توڑے تو اس سے رشتہ
بہت جوڑ۔ چونکہ اس احسان میں زیادہ تر منظور نظر
اہل قرابت ہیں ان سے سلوک کرنے کی بھی تیسری مرتبہ
میں تصریح فرمائی۔ اسی طرح ان تینوں باتوں کے مقابلہ میں
تین چیزوں سے منع کیا اول فحش سے خواہ وہ زبان سے
ہو گالی دینا بے شرمی کی باتیں کرنا یا افعال سے جیسا کہ زنا
لواطت وغیرہ یہ قوت شہوانیہ کا اثر ہے پھر منکر سے
یعنی ناپسند باتوں سے جو قوت غضبیہ کا اثر ہے بغی یعنی
سرکشی سے جو قوت وہمیہ کا اثر ہے اور یہی تین قوتیں
انسان کو ہلاکت میں ڈالتی ہیں۔ یہ ایسی جامع آیت ہے
کہ کوئی بات اس میں رہ نہیں گئی۔ عثمان بن مظعون وغیرہ
بہت سے لوگ اس آیت کی وجہ سے مشرف باسلام
ہوئے۔ اس کے بعد قسم اور عہد کی پابندی کی تاکید فرماتا
ہے جس پر تمام دینی و دنیاوی کاموں کا مدار ہے۔
اور فرماتا ہے کہ قسم کھا کر نہ توڑو جس طرح کوئی بے وقوف
عورت سوت کات کر توڑ ڈالے۔ بعض کہتے ہیں کہ
قریش میں ایک ایسی عورت تھی۔ بعض کہتے ہیں یہ محض
تمثیل مقصود ہے۔ کسی خاص عورت کی طرف اشارہ
نہیں۔ جاہلیت میں ایک قوم سے ہم قسم ہونے
کے بعد جب ان کے مقابلہ میں دوسری زیادہ قوم کو
دیکھتے تھے تو قسم توڑ کر ان کے ساتھ ہو جاتے تھے۔
اس سے بھی منع کرتا ہے کہ یہ آزمائش کا مقام ہے۔
عہد سے ہر عہد کو عام مراد ہے مگر اس میں بالخصوص
اس عہد الست اور اس کے بعد اس عہد یعنی بیعت کی
طرف بھی ایما ہے جو مسلمانوں نے رسول کریم سے
بوقت قبول اسلام باندھا تھا کہ جو کچھ ہو اس پر
ثابت رہیں اور اس کے مقابلہ میں جو کفار اسلام
سے پھیرانے میں شبہات و شکوک پیش کریں ان
کی طرف التفات نہ کریں کیونکہ وہ سب ہیچ کارہ ہیں

ہے جس کو اللہ قیامت میں حضرت عدالت کے سامنے
کھول دے گا۔ ان آیات میں کس خوبی کے ساتھ معاد کے
مسئلہ کو احکام مفیدہ کے بعد بیان فرمایا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً
اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا
وَلَٰكِن يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن
لیکن جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت
يَشَاءُ ۚ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ
کرتا ہے اور البتہ تم سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا
تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾ وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ
کرتے تھے اور تم اپنی قسموں کو آپس کے
دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا
دغا کا سبب نہ بناؤ کہ جمے پیچھے قدم اکھڑ جائے
وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدتُّمْ عَن
اور تم کو اللہ کے رستے سے روکنے کا مزہ
سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٩٤﴾
چکھنا پڑے اور تم کو بڑا عذاب ہو
وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ
اور نہ اللہ کے نام کے عہد کو تھوڑے سے داموں پر بیچو
إِنَّمَا عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن
جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر
كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩٥﴾ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ
تم جانتے ہو جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا
وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ
اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے
صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا
والوں کو ان کے اچھے کاموں کا ضرور بدلہ

يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن

ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ

حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٧﴾

[illegible]

ترکیب

فلنحیینہ جواب ہے من کا ولنجزینہم اجرھم جواب پر معطوف الخ متصل [illegible] ہے [illegible] من ذکر او انثی من کا بیان ہے وھو مومن حال ہے من سے فلنحیینہ جواب ہے من کا ولنجزینھم اس پر معطوف ۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ جس چیز میں تم اختلاف کرتے ہو اور بعض قوموں نے اپنے طریقہ کو اچھا کہتا ہے اور بعض اس کو برا کہتا ہے اس سے سوال ہوگا ۔ اس پر اعتراض کو تسلی دیتا ہے کہ یہ اختلاف بھی قضا و قدر سے ہے ورنہ خدا چاہتا تو سب کو امۃ واحدۃ یعنی متفق العقائد والمذہب کر دیتا مگر یوں چاہت ۔ مگر اس کے اقرار سے پھر اس پر اس سے کوئی سوال و اختلاف [illegible] تم سب سے سوال ہوگا کہ تم کیا کیا کرتے تھے ۔ اور [illegible] گے

بھلا کہاں اس سوال و حساب کا وقت آ جاتا ہے ۔ ولا تتخذوا [illegible] قسموں سے پھر اسی آیت و عہد پر قائم رہنے کی تاکید و تمہید [illegible] ہے دستور تھا اور اب بھی ہے کہ قسم کھا کر دوسرے کو فریب دیتے تھے اس سے منع کرتا ہے اور نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعض قبائل عرب ایسا کیا کرتے تھے ۔ فرماتا ہے کہ اگر قسم توڑ کر بدعہدی کرو گے اور قوم کا اعتبار جاتا رہے گا تو دنیا میں بھی تمہارے قدم پھسل جائیں گے اور آخرت میں بھی عذاب الیم پاؤ گے ۔ ولا تشتروا [illegible] کو عہد الٰہی یعنی اور خدا کے رسول کی اطاعت [illegible] کا اقرار ہے جو ازل میں [illegible] سے کیا تھا اور نیز دنیا میں بھی زبان سے لوگ حضرت سے عہد کرتے تھے اور خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں گے [illegible] یہی عہد الٰہی ہے ۔ پھر اس عہد کو بیشتر لوگ دنیا کی طمع میں آ کر یا اس خیال سے کہ مال کا نقصان جان کا [illegible] ڈرتے تھے اس کو تھوڑے سے داموں یعنی دنیا کے بدلے توڑ دیتے تھے اس سے منع فرماتا ہے [illegible] کی ہے کہ تمہاری جان کی [illegible] خدا کے پاس جو کچھ ہے وہ بہتر ہے ہے اس کو فنا ہے جو تم کو ابھی تک ہے اور خدا کے پاس جو کچھ یعنی آخرت ہے وہ ہمیشہ رہے گا اور جو اس امر میں تکالیف و خسارت مال کی برداشت کرے گا صبر کے پر قائم رہے گا ۔ خدا اس کے اچھے عملوں کا اچھا بدلہ دے گا ۔ من عمل الخ سے عام ارشاد ہے کہ اسے مرد ہو عورت ہو نیک اعمال [illegible] کے لئے کہ نیکوں کو دنیا میں بھی خوش رکھیں گے اور آخرت میں بھی اجر نیک دیں گے ۔

ف حیات طیبہ [illegible]

[illegible]

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ

پھر (اے نبی) جب آپ قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود (کے شر)

مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۹۸﴾ إِنَّهُ لَيْسَ

سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو کیونکہ اس کا

لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ

ان پر کچھ بھی قابو نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۹۹﴾ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ

رب پر بھروسہ کرتے ہیں اس کا قابو تو انہیں پر

عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ

چلتا ہے کہ اس کو دوست رکھتے ہیں اور خدا کے ساتھ

بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾ ۱۴ ع ۱۹

شریک ٹھیراتے ہیں۔

ترکیب

فاذا قرأت لے اذا شرطیہ قرأت شرط فاستعذ جواب سلطانہ اسم لیس علی الذین خبر یتولونہ اسے الشیطان والذین معطوف ہے الذین پر مجرور محل کا ہے اسے الشیطان اسے سلطان الشیطان علی الذین لیس مشرکون باللہ۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا من عمل صالحا الخ اور نیک کاموں میں قرآن مجید کا پڑھنا ایک اعلیٰ درجہ کا کام ہے اور انسان جب قرآن پڑھتا ہے تو اس کی قوت ملکیہ کو غلبہ اور بہیمیہ کو (اور شیطانی) انحطاط یا اس کی قربت کا قرب ہے اگر وہ حاصل ہوتی ہے تب شیطان اس کی امانت کے لیے اس فعل میں تشویشات ڈالتا ہے اس لیے اس کے دفعیہ کے لیے خدا تعالیٰ سے پناہ مانگنا چاہیے۔ من جملہ تشویشات شیطانیہ کے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کو اس کے نیک کام پر غرور و خود بینی کی طرف ابھارتا ہے اس لیے فرمایا فاذا قرأت القرآن الخ آیت میں گو خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر مراد سب لوگ ہیں کس لیے کہ جب ایسے بڑے جلیل القدر انبیاء کو پناہ مانگنے کا حکم ہوا تو اوروں کو بدرجہ اولیٰ حکم ہے اور اسی طرح جب قرأت قرآن کے وقت استعاذہ کا حکم ہے۔ حالانکہ قرآن کی حفاظت کا بارگاہ الٰہی نے ذمہ بھی لے لیا ہے بقولہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ وبقولہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون تو اور کاموں میں بھی استعاذہ بدرجہ اولیٰ ہونا چاہیے۔

جمہور کے نزدیک یہ حکم ندب کے لیے ہے خواہ قرآن نماز میں پڑھا جاوے یا نماز کے باہر تو اول میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم[1] کہنا مندوب یعنی بہتر اور عمدہ بات ہے

---

[1] اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فرماتے ہیں خدا کی اطاعت میں عمر بسر ہو حیات طیبہ ہے۔ سہل تستری فرماتے ہیں اپنی جملہ تدابیر کو خدا کے حوالے کر کے راحت سے گزران حیات طیبہ ہے۔ فقیر کہتا ہے دنیا میں عاقبت سے تنگ ہو کے راحت سے جینا اور رضاء الٰہی اور ثواب آخرت کا ساتھ لے جانا اور بعد میں ذکر خیر اور حسنات باقیہ چھوڑ جانا حیات طیبہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ فنا اور دشمنوں پر کامیابی عزت و شوکت سے بسر کرنا ان کو الکرام ہو کر جینا حیات طیبہ ہے اسلام جو ابتداء اسلام میں بڑی سخت حالت میں تھے اسی کا ان کو وعدہ کیا جاتا ہے کہ اس کی بہت جلد ہو گیا اور صحابہ اس عہد میں جب بڑے بڑے جلد سرسبز سلطنتوں کے فرماں روا اور شاہان مقابل ہو گئے یہاں تک کہ عرب کی تری عزت دنیا کی نگاہوں میں ثابت ہوئی ۱۲ منہ

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۙ وَ
[illegible]
اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا
[illegible]
أَنتَ مُفْتَرٍ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ
[illegible]
لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ
[illegible]
الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ
[illegible]
الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ
[illegible]
لِلْمُسْلِمِينَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ
[illegible]
يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ
[illegible]
الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَ
[illegible]
هَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ﴿١٠٣﴾ إِنَّ
[illegible]
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ
[illegible]
لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ
[illegible]
أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ
[illegible]
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ
[illegible]

[illegible]

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٠٥﴾

اور | وہ لوگ (اصل میں) | وہی | جھوٹے | ہیں ۔

ترکیب

اذا شرطیہ واللہ اعلم بما ینزل جملہ معترضہ شرط اور جزا کے بیچ۔ قالوا جملہ جواب شرط۔ مفتر صیغہ اسم فاعل افتراء سے یفتری سے تم گھڑی مفتری تھا۔ وہ مکان فی شرطین دونوں محل نصب میں ہیں مفعول لاجلہ ہونے کی وجہ سے ان کا لیثبت پر عطف ہے تقدیرًا لان یثبت۔ الحج لسان الذی کی خبر لا یسمعہ ہے الذی یلحدون یلحدون کا فاعل۔ افترا کسی بات کا جھوٹ سے کوئی بات بنانا۔ العجمۃ الاخفاء وهي ضد البيان والعرب يقال رجل اعجمي وامرأة عجماء ورجل اعجم وامرأة عجماء لمن لا يفصح۔ وقيل العجمي منسوب الى العجم والاعجمي من لا يفصح سواء كان من العرب او العجم وقيل الاعجمي من لا يفصح والاعجم الذي من العجم وقال الراغب الاصفهاني بالعكس يعني الاعجمي الذي من العجم والاعجم من في لسانه عجمة وان كان من العرب۔

تفسیر

اس مقام سے منکرین نبوت کے شبہات کا جواب شروع ہوتا ہے (۱) ابن عباس کہتے ہیں کہ جب ایک آیت میں کوئی سخت حکم نازل ہوتا اور اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل ہوتی جس میں حکم نرم ہوتا تو قریش کہتے تھے کہ محمد تمسخر کرتا ہے اور از خود جو چاہتا ہے بنا کر سنا دیتا ہے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی (اذا بدلنا) یعنی ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلنے سے مراد احکام آیات میں نسخ واقع ہوتا ہے جس پر کفار قریش کو اعتراض تھا۔ واللہ اعلم بما ینزل جملہ معترضہ ہے کہ انہیں کیا خبر ہے حقیقت قرآن و مصالح نسخ اللہ ہی جانتا ہے پھر اس کو جواب دیتا ہے کہ کہہ دو میں از خود نہیں بنا لاتا، بلکہ جبرئیل خدا کے پاس سے لے کر نازل ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ معترض نسخ کی حقیقت سے جاہل ہے۔ (نسخ کی پوری بحث مقدمہ تفسیر میں ہو چکی)۔

(۲) ولقد نعلم یہ ایک اور بے ہودہ شبہ کا جواب ہے جو کفار قریش کہتے تھے۔ مکہ میں بعض غلام فارسی یا رومی بھی تھے جن کو صاف طور سے عربی میں بات بھی کرنی نہیں آتی تھی چونکہ وہ عیسائی یا یہودی مذہب سے کسی قدر ان سب کو واقفیت رکھتے تھے گو کہ جاہل تھے وہی لائق اور عالم سمجھے جاتے تھے جیسا کہ دیہات میں ادنیٰ ملا کو بڑا مولوی سمجھ لیتے ہیں۔ قریش کو جب کوئی اور بات عیب کی معلوم نہ ہوئی تو یہی کہہ دیا کہ اس کو روح القدس نہیں بلکہ کوئی بشر یعنی وہی غلام تعلیم کرتا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اس کو تو عربی میں صاف طور پر بات بھی کرنی نہیں آتی عجمی ہے اور قرآن فصیح عربی میں ہے جس خود اس کو کیا قدرت ہے جو وہ اوروں کو ایسے مضامین الہامیہ تعلیم کرے گا اور پھر ان کو اس پاکیزہ عربی زبان میں بھی اس فصاحت سے لا دے گا کہ جس کا مثل ملک کے تمام فصحاء سے نہ ہو سکا۔

ف الحاد میل لحد اذا مال عن القصد اور لحد جو قبر میں ایک طرف یعنی مائل دو سطح سے ہوتی ہے اس لیے اس کو لحد کہتے ہیں۔ ملحد دین سے مائل یعنی بر طرف ہوتا ہے اس لیے اس کو ملحد اور اس کے فعل کو الحاد کہتے ہیں۔ ع، ج، م کا مادہ کلام عرب میں ابہام اور اخفاء کے لیے موضوع ہے جس کے بیان میں صفائی نہ ہو اس کو عجمی کہتے ہیں اور اسی لیے چارپائے کو عجماء اور عرب کے سوا اور ملکوں کے رہنے والوں کو اعجام کہتے ہیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا

مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ

اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي

الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترکیب

[illegible]

جواب شرط کا محذوف ہے جس پر فعلیھم والا جملہ دال ہے۔ یہ استثناء متصل ہے۔

تفسیر

[illegible]

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ
پھر آپ کا رب ان کے لیے کہ جنہوں نے مصیبت میں
بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا
پڑنے کے بعد گھر بار چھوڑا پھر جہاد کیا اور صبر کی برداشت کی
إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۱۰﴾
بے شک آپ کا رب ان کی اس حالت کے بعد بخشنے والا مہربان ہے
يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ
جس دن کہ ہر شخص اپنے لیے جھگڑتا ہوا
نَفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ
آئے گا اور ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا بدلہ دیا جائے گا
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللَّهُ
اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اللہ ایک ایسے
مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً
گاؤں کی مثال بیان کرتا ہے کہ جو امن چین سے تھا
يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ
اور اس کی روزی بافراغت ہر طرف سے چلی
مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا
آتی تھی پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی پھر تو اللہ نے
اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا
لوگوں کے ان برے کاموں کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے اس بات کا مزہ بھی
كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ
چکھا دیا بھوک اور خوف کا جو لباس بن کر چھا گیا اور ان کے پاس آ چکا

اتنا ہو اور وہ جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر زبان سے کہہ دے تو معاف ہے۔ منقول ہے کہ مکہ میں بہت سے مسلمانوں کو سخت ایذائیں دی گئیں۔ بعض تو دراصل دین سے پھر گئے اور بعض نے ہر تکلیف گوارا کی مگر زبان سے بھی کلمۂ کفر نہ نکالا جیسا کہ بلال و خباب و سالم و یاسر اور سمیہ ان کو
ع ۱۴
مار مار کر تھک گئے۔ سمیہ کی پیشاب گاہ میں ابوجہل نے نیزہ گھسیڑ دیا وہ مر گئیں اسی طرح ان کے خاوند یاسر بھی شہید ہوئے اور ان کا بیٹا عمار ڈر کر کلمۂ کفر کہہ گیا۔ لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عمار تو کافر ہو گیا۔ فرمایا کبھی نہیں اس کا دل ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ عمار روتے ہوئے حضرتؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرتؐ نے اپنے ہاتھوں سے ان کے آنسو پونچھ کر فرمایا کچھ غم نہ کر۔ الغرض ایسی حالت اکراہ میں زبان سے کلمۂ کفر کہنے کی شرع نے اجازت دی ہے مگر صبر کرنے پر ثواب ہے۔ اگر وہ کسی کو قتل یا کسی عضو کاٹنے کی دھمکی دی جائے اور اس کو یقین ہو جائے تو ایسی حالت میں بچاؤ کے لیے قول باطل کی رخصت ہے مگر صبر کرنا افضل ہے۔ ذلک سے کفر اختیار کرنے کی وجہ ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے زندگی دنیا کو آخرت سے بہتر سمجھا ازلی گمراہ ہیں۔ آخرت میں جلیں گے خسارہ میں رہیں گے ایسے لوگوں کو ہدایت ازلی سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ اس بات کو دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر کرنے سے بطور استعارہ کے ذکر کیا۔

ف دار الکفر سے ہجرت کرنے یا قید ہونے کی شکل اکراہ و مضطر ہی نہیں۔ ایسی حالت میں طالب اسلام ہجرت کرتا تو ان کا مال خطرہ میں ہوتا ایسا ہوا اور پہلا اسلام بھی کوئی چیز نہیں۔ اگر خود بھی تکلیف کی سہار نہ ہو اور ڈرانے خوف سے نفس اتر جائے۔ ہجرت کا رکنا تو ایک چیز ہے آزمائش ہے صحابہ کی ہجرت کا رکنا ہے اسلام کے لیے گھر بار چھوڑا مال و فرزند اور وطن چھوڑنا پڑا مدینہ میں جا کر ہمیشہ زخم اٹھانے کا تھے اس پر بھی اپنے پیغمبر رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہ چھوڑا پھر کر یہ سب سہا کر مال و جان صرف کرنے میں کوئی بھی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ برخلاف حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کے لوگوں کے کہ یہ بھی ایک اعجاز محمدی تھا ۱۲ منہ

رَسُوۡلٌ مِّنۡهُمۡ فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمُ

رسول انہی میں کا آیا پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا تب ان کو

الۡعَذَابُ وَهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

عذاب نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے۔

ترکیب

ان ربک کی خبر غفور رحیم اور ان دوسرا اور اس کا اسم للذین ہاجروا اور ممکن ہے کہ ان اول کی خبر محذوف ہو کیونکہ ان ثانیہ کی خبر اس پر دال ہے فتنوا مجہول کا صیغہ یعنی لوگوں نے ان کو فتنہ میں ڈالا اور چپ ہو کر کفر سے مجبور کیا۔ صیغہ معروف بھی آیا ہے یعنی انہوں نے ایسا کیا تھا اوروں کے ساتھ۔

تفسیر

عہد الٰہی توڑنے والوں کی سزا اور انجام کو بیان فرما کر ان کے مقابلہ میں ان لوگوں کی جزا بیان فرماتا ہے جو ایمان پر ثابت قدم رہے کفار کی ایذائیں برداشت کیں اور حضرتؐ کے ساتھ جانے اور وہاں بھی جا کر جان توڑ اسلام کی کوششیں کیں اور اطمینان دلایا کہ جو کچھ قصور ہو اپنے اطاعت میں ان سے اس حالت مصیبت میں ہو گیا ہے خدا غفور رحیم ہے۔ اور اگر فتنوا معروف پڑھا جاوے تو یہ معنی ہوں گے کہ جو مشرکوں میں سے یا کفار میں سے کہ جنہوں نے غریب مسلمانوں کے ساتھ طرح طرح کی بدسلوکیاں کر کے ان کو فتنہ میں ڈال دیا تھا پھر یا مشقا ہو کے اسلام میں ساتھ ہیں صبر کرنے اور اعمال صالح سے ثابت قدم رہے تو حضرت ہر گناہ معاف دیتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت عیاش بن ابی ربیعہ ابوجہل کے ماں جائے بھائی اور ابوجندل بن سہیل اور ولید بن ولید وغیرہ سلمہ بن ہشام و عبداللہ بن ابی اسید ثقفی کے باب میں نازل ہوئی ہے مشرکین نے ان کو فتنہ میں ڈال کر شرک پر مجبور کیا تھا لیکن پھر یہ لوگ ہجرت کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں آئے اور جہاد کرتے رہے ان کے گناہ معاف ہو گئے (معالم)۔ ابن عامر فتنوا کو بلفظ معروف (فاعل) پڑھتے ہیں ان کے نزدیک یہ آیت ان مشرکین مکہ کے بیچ ہے کہ جنہوں نے مسلمانوں کو فتنہ یعنی مصیبت میں مبتلا کیا تھا لیکن پھر وہ مسلمان ہو گئے ہجرت کر کے جہاد میں شریک ہوئے جیسا کہ ابو سفیان۔ الغرض یہ آیت توبہ کرنے والوں کے بیچ میں ہے اس کے بعد اس ہول ناک دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ یوم تاتی کہ جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ اس دن ہر کسی کے پیچھے حضرت اور بجز اپنی مغفرت کے اور کسی بڑی چیز ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آج جو قبیلہ کی حمایت اور اپنے معبودوں کی عبادت کے بھروسہ پر گھمنڈ اور انکار کر رہے ہیں اس دن ان میں سے کوئی بھی کسی کے کام نہ آوے گا پہلوں کا حصر و تھی اپنے ہی بچے ہزار کی کوششیں پیش ہوں گی۔ ضرب اللہ مثلاً سے مکہ کے بدبخت مشرکوں کو جو کچھ کے طفیل امن سے تھے اور چار طرف سے ان کے پیچھے رزق چلا آتا تھا ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے جو ہر ایک ایسی صفت کی بستی پر صادق آتی ہے جہاں کے لوگ خدا کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اور جو رسول سمجھانے آتے ہیں ان کو بھی نہیں مانتے اسی ہٹ دھرمی کی حالت میں عذاب الٰہی آ پڑے نعمتوں کے بدلے بھوک اور بے چینی اور امن کے بدلے خوف و ہراس ان پر ایسا طاری ہو کہ لباس کی طرح ہر طرف سے گھیر لے۔ پھر تو ان کا بھی یہی حال ہوگا مکہ کے مشرکوں کی امن اور نعمت پا کر رسول کی تکذیب اور انکار کرنے میں وہی حالت تھی اب حضرت ان پر

عذاب آیا تھی آنے کی وجہ تھی جو بعد میں آیا۔ چنانچہ بڑے بڑے سردار مارے گئے قحط پڑ گیا اور سات برس تک سخت قحط پڑا کہ مردار اور چمڑا اور ہڈیوں کے کھانے کی نوبت آگئی اور امن بھی جاتا رہا ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چڑھائی کا اندیشہ رہنے لگا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قریہ سے مراد خاص مکہ ہے اور انہیں کی حالت موجودہ و آئندہ کی تصویر دکھا دی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس صفت کا قریہ کا اسم یا قصبہ میں کوئی شہر تھا جس پر ان کی ناشکری کے سبب ایسی مصیبت بھوک اور خوف کی پھیل گئی تھی مگر مشکل یہ ہے کہ وہ سب گمان ہے تخصیص کی کچھ ضرورت نہیں۔

لباس الجوع یہ استعارہ ہے کہ جیسے لباس انسان کو ہر طرف سے ڈھانک لیتا ہے انسان کی اس مصیبت اور تنگ حالت کے لیے استعارہ کیا ہے جو اس پر لباس کی طرح چھا جائے۔ یہاں دو چیزیں ہیں ایک مستعار یعنی لباس، دوسری مستعار لہ انسان کی وہ حالت بھوک وغیرہ اس لیے اذاقہ کے لیے لفظ ذوق استعمال ہوا جو ایسی حالتوں کے ادراک میں مستعمل ہوتا ہے یہ استعارہ مجردہ ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے

غمر الرداء اذا تبسم ضاحکا
غلقت لضحکتہ رقاب المال

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا

پھر تم اس سے جو تم کو اللہ نے حلال طیب روزی کے طور پر دیا ہے کھاؤ

طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ

(اور پاک) اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو

إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١١٤﴾ إِنَّمَا

اگر تم اسی کی پرستش کرتے ہو تو بس

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ

حرام کی تم پر مردار اور خون

وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ

اور سور کا گوشت کیا ہے اور وہ چیز بھی جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام

بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا

پر پکارا گیا ہو پھر جو کوئی لاچار ہو جائے نہ بے حکمی کرنے والا ہو

عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا

نہ حد سے بڑھنے والا تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور

تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ

جھوٹ موٹ جو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں اس سے تم

الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا

جھوٹ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ

حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ

حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ

بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان

الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ

باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے (ان کا) فائدہ تھوڑا سا

قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١١٧﴾

تھوڑا سا ہے اور آخرکار ان کے لیے عذاب ہے دردناک ہے۔

ترکیب

وما اہل اسے رفع الصوت لغیر اللہ ہے والاہلال رفع الصوت عند رؤیۃ الہلال ولہ بالصبی والتلبیۃ۔ غیر باغ منصوب علی الحال من فاعل اضطر۔ الکذب بفتح الکاف والذال وکسر الذال، یہ منصوب ہے تصف کی وجہ سے۔ ما مصدریہ اور قیل ہے کہ بمعنی الذی ہو العمد

ف۔ اس آیت کا نزول اگر اس قصہ کے بعد مانا جاوے تو یہ ربط نہایت عمدہ ہے سبب ہے

[illegible] اور تقرب اس سے دور اور ظلم و نقصان
دونوں [illegible] بھی آیا ہے جو [illegible] ہے کذاب خلف کی
جیسا کہ کذاب و کتب اور [illegible] کی صفت
ہوگا۔

تفسیر

کفر کا کفران نعمت اور اس پر زوال نعمت اور
نزول عذاب بیان فرما کر مسلمانوں کو ان نعمتوں کے
کھانے کی اجازت دیتا ہے کہ تم ہماری نعمتوں کو شوق سے
کھاؤ [illegible] کیونکہ نزول عذاب نعمتوں کے
کھانے سے نہیں بلکہ [illegible] پر وابستہ ہے
[illegible] نعمتوں کے کھانے میں [illegible]
[illegible] چیزیں [illegible] اس کے
بعد [illegible] کا حال بیان فرماتا ہے اس کے بعد
[illegible]
اس سے [illegible] کہ [illegible] نعمت کوئی نئی بات
مسلمانوں کے لیے نہیں۔ اور [illegible] کسی حرام
کی سزا [illegible] جیسا کہ یہود کے ساتھ
ہوا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ [illegible] کا خطاب ان کفار کی
طرف بھی ہے [illegible]
ہر قسم کی روزی عطا [illegible] کہ انعام کا شکر
کرو [illegible] اور ایک چیز [illegible] اور
اس کا شکر کرو۔ حلالاً طیباً سے [illegible] اور حرام
چیزوں کے کھانے کی ممانعت [illegible] اس کی
تصریح بھی کر دی۔ انما حرم علیکم [illegible] مردار اور خون

اور سور کا گوشت اور وہ چیز جو غیر اللہ کے نام سے پکاری
جاوے [illegible] اس پر لیا جاوے۔ پھر
جو مجبور ہو [illegible] درست ہیں۔ انما حصر کو
[illegible] حرام چیزوں کا انحصار [illegible] سے
انہیں چار چیزوں [illegible] اور سورۃ انعام بھی
[illegible]
مکیہ ہیں پھر سورۃ نحل میں بھی انہیں الفاظ کے ساتھ حصر ہے
اور سورۃ مائدہ میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ہیں جیسا کہ [illegible] بیان کرتے ہیں۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ہے۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم [illegible]
[illegible]
کے لیے عذاب الیم [illegible] دکھ دینے والی سزا ہے [illegible]
نعمت کے [illegible]
اور [illegible] ہے۔

فوائد: (۱) حلالاً طیباً۔ حلال کے بعد طیب کے الفاظ میں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اشارہ ہے کہ جو چیزیں حلال ہیں وہ طیب بھی ہیں یعنی پاکیزہ اور ستھری ان میں جسمانی یا روحانی کوئی بھی ناپاکی نہیں۔ اور جن میں ناپاکی ہے انہیں کو حکیم مطلق نے بندوں پر اس لیے حرام یعنی منع کر دیا ہے کہ غذا کا اثر معدے میں ضرور ہی پہنچتا ہے جس کا اطباء انکار نہیں کر سکتے حال کے ڈاکٹروں نے ثابت کیا ہے کہ سور کے اندر گوشت میں ہزار سے زیادہ کیڑے خوردبین سے دکھائی دیے جو صحت جسمانی کے لیے سخت مضر ہیں۔

(۲) ناپاکی دو قسم پر ہے ایک جسمانی کہ وہ جانور یا وہ چیز گندی ہو جس کے کھانے سے طبائع سلیمہ نفرت کیا کرتی ہیں جیسا کہ گوہ موت پیپ۔ جانوروں میں سور اور ہر قسم کے درندے سے شیر بھیڑیا وغیرہ۔ پرندوں میں چیل اور جنگل سے شکار ہونے والے باز چیل وغیرہ۔ یا زمین کے حشرات سانپ بچھو وغیرہ۔ اسی میں مردار جانور بھی شامل ہے کہ جانور خود مر جاوے جس سے علماء نے غیر مذبوح جانور مراد لیا ہے سب ان تشریحات کے جو پیغمبر علیہ السلام نے فرمائی ہیں جن کا ذکر کتب احادیث میں موجود ہے۔ اسی طرح خون بھی کہ جس کو جاہلیت میں تنوروں پر پکا کر کھاتے تھے کیونکہ جس طرح غیر مذبوح کے گوشت میں وہ لطافت نہیں رہتی جو مذبوح کے گوشت میں ہوتی ہے یہاں تک کہ دونوں کی کھال میں بھی بڑا تفاوت ہوتا ہے مضبوطی اور غیر مضبوطی کے لحاظ سے، اسی طرح خون کے کھانے یا پینے سے بھی صحت میں فرق آ جاتا ہے اور دل پر

بھی ایک قسم کی درندگی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن میں جسمانی ناپاکی ہے اور صحت و اخلاق پر بھی برا اثر پیدا کرتی ہیں ان سب کی حرمت اس طیبا کی قید سے ثابت ہے جس کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور اسی لیے علماء کا بھی ان کی حرمت پر اتفاق ہو گیا ہے۔

ما اہل لغیر اللہ کی بحث

دوسری قسم کی نجاست روحانی ہے وہ کیا؟ کہ اس جانور یا اس چیز میں بت پرستی کی نجاست سرایت کر گئی ہو اس کا ذکر اس جملہ میں ہے وما اہل لغیر اللہ بہ۔ یہ جملہ کہیں لفظ بہ کی تقدیم کہیں تاخیر سے قرآن مجید میں چار جگہ وارد ہے۔ بعض مفسرین نے اس کے بعد عند الذبح کی قید بڑھائی ہے کہ ذبح کے وقت جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جاوے وہ حرام ہے۔ مگر مطلق کو قید لگا کر مقید کرنا یا عام خاص کرنا کوئی ہلکا سا کام نہیں، کس لیے کہ یہ بھی ایک قسم کا نسخ ہے اور آیت کو کسی کا قول منسوخ نہیں کر سکتا اس کے لیے یا تو کوئی آیت ہونی چاہیے ورنہ کم سے کم کوئی ایسی حدیث ہو کہ جو صریح الدلالہ بھی ہو اور اس کے ثبوت میں بھی کسی کو کلام نہ ہو ہم نے ہر چند غور کیا بہت تلاش کی مگر اس قسم کا کوئی مخصص ہم کو نہیں ملا۔ پھر صرف مفسروں کی اس قید سے یہ آیت کیوں کر مقید یا خاص ہو سکتی ہے ان مفسروں نے بھی جہاں تک ہماری سمجھ میں آیا یہ قید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خدا نے منع کر دیے تھے بے دھڑک کھانے پینے لگے۔ دوم یہ کہ خدا کی نعمتوں کو حقارت کے سبب سے اپنے اوپر حرام کرے۔ حلال چیزوں کو حرام مانے جیسا کہ مشرکین کی عادت ہے یہ تفریط ہے۔ سوم یہ کہ ان نعمتوں پر منعم حقیقی کا شکر نہ کرے نہ اس پر ایمان لاوے نہ اس کی عبادت کرے نہ اوامر و نواہی کا پابند ہو یا ان کو بتوں اور غیر معبودوں کی عطا و مہربانی سمجھے۔ سب صورتوں میں مرنے کے بعد عذاب الیم ہے۔ اور دنیا میں بھی یہ نعمتیں اکثر چھین لی جاتی ہیں جیسا کہ قلیل کا لفظ اشارہ کرتا ہے ۱۲ منہ

اور اس میں کا کوئی جو کہ ایک جانور ذبح کیا ہے جس کی اس
وقت کو بت پرست ایسا ہی کیا کرتے تھے خدا جوں ہو
جانوروں کو ان کے نام سے ذبح کیا کرتے تھے۔ اب یہاں
ایک لفظ آگیا قابل بحث ہے وہ اُہِلَّ ہے۔ ہمارے نزدیک
یہ لفظ عام ہے اس میں ذبح کی کوئی تخصیص نہیں۔
جانور ہو یا کھانا کپڑا ہو جو غیر اللہ کے نام سے پکارا جاوے یا
غیر اللہ کی طرف منسوب کیا جاوے حرام ہے۔ اہل لغت میں اہلال
آواز کو کہتے ہیں جو بچے کے پیدا ہونے پر بلند کرتے ہیں اور
ہلال بھی اسی سے ہے۔ پھر اس کا استعمال لڑکے کی آواز
بلند ہونے کو جو وقت ولادت ہوتی ہے کہتے ہیں پھر مستعمل
ہوا اس کا کہ جس چیز پر پکار کر کہتے ہیں اور جو ذبح
کے وقت چلا کر کہا جاوے۔ یہاں بھی یہی معنی مراد ہیں کہ جس چیز پر
بقصد عبادت غیر اللہ کا نام پکارا جاوے حرام ہے خواہ ذبح
کے وقت یا اس سے پہلے کہ یہ جانور فلاں کے لیے ہے
تو وہ حرام ہو گیا خواہ وہ جانور اصل میں حلال تھا بکرا
بکری گائے بھینسا اونٹ وغیرہ یا [illegible] تھا۔ تب وہ بت
اللہ کا نام لے کر ذبح ہونے سے حلال نہیں ہوتا جیسا کہ آگے
ظاہر ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے
سے کیا وہ گوشت حلال ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر کیا بات
روحانی تو اس سے بھی زیادہ خدا کے نزدیک مکروہ ہے۔ وہ تو
جب [illegible] کہ جب وہ شخص تو بہ کرے اور

پھر تو بھلا کریں اس سے بڑا شرک ہے۔ اگر وہ جانور اللہ کے نام
ذبح کیا جاوے تو درست ہو سکتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز
نے اللہ کے سوا کسی کے نام سے بہ نیت تقرب کے کوئی چیز
پکاری جاوے حرام ہے اگر نیت تقرب نہیں بلکہ ایک
وغیرہ کا اظہار مقصود ہے تو اس سے مستثنیٰ ہے۔ مثلاً
کسی مہمان کے لیے کوئی بکرا پکار کر کہے یہ فلاں کا ہے
یعنی اس کا وہ مالک ہے یا اس لیے اس کو یہ دیا تو
اس سے وہ حرام نہیں ہو جاتا کسی لیے کہ اہلال لغیر اللہ میں
تقرب ہی مقصود ہوا کرتا ہے۔

(۳) اگر چہ حلال و طیب کی قید سے حلال کا ایک اور
گندی چیزیں حرام ہو گئی تھیں جو کہ ... جسمانی ہوں یا روحانی سب
حرام ہو گئیں مگر ان میں سے ان چار چیزوں کو کہ ان میں
زیادہ تر خباثت تھی اور عرب کے مشرکین زیادہ استعمال
کرتے تھے خصوصیت کے ساتھ حرام ہونا بیان کر دیا اور کلمہ
انما جو حصر کا فائدہ دیتا ہے تو یہ حصر اضافی ہے یعنی حلال
طیب چیزوں کے مقابلہ میں بالفعل یہی حرام ہیں نہ یہ کہ چار
چیزیں حرام ہیں کیونکہ اور غیر حلال و غیر طیب سب چیزیں
حرام ہیں۔ انھیں میں سے یہ چار چیزیں بھی ہیں جن کا اس
آیت میں ذکر ہوا۔ اور دیگر چیزوں کا ذکر قرآن
مجید نے یا حضرت نبی علیہ السلام نے اظہار فرما دیا
کہ جیسی شراب اور کچھوا مردار جیسے الو اور گدھوں کا

لے گئے۔ لیکن آج کل ایک امر رواج پا گیا ہے۔ منہ　لہ یہ جو ہندوستان میں اولیاء کے نام سے کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا ہے جیسا کہ شیخ
فاتحہ خوانی کے بعد تقسیم کرتے ہیں یہ اس کی عبادت کی نیت سے نہیں بلکہ عبادت و تقرب تو اسی کا مقصود ہوتا ہے
میت کی جانب سے یہ عبادت ادا کی جاتی ہے اس لیے اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ قربانی اس
جیسی ہے کہ میت کی طرف سے اگر کوئی اس کو قرض چکا دے تو ایک تحفہ ہے اور یہ ایصال ثواب ہوا تو ہے بعینہ
یہ بھی ہو ملا انھیں باتوں میں سے کہ اس کو بھی یہ سمجھا جاوے کہ درست ہے۔ اس بات سے کوئی اختلاف بیان نہ کرے کہ اس کا مال حرام
ہوں میں قریب یا زیادہ ہے۔ ہاں اگر کوئی ان بزرگوں وغیرہ کی عبادت کی نیت سے ایسا کرے تو بے شک وہ مال اور
حرام ہے۔ حقانی　لہ یعنی وہ جانور جس کو کسی دوسرے جانور نے سینگ سے مار کر مار ڈالا ہو۔ منہ
لہ حضرت یہ وہ جو لفظ ... سے کلام کر دیا گیا ہے۔ منہ

کھایا ہو یا جو ذبح کیا گیا ہو۔
کہتے ہیں کہ جس میں بھوک کے مارے جانکنی ہونے یا سخت بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو جس کا اندازہ تین روز کا فاقہ عام حالت پر قیاس کر کے کیا گیا ہے ورنہ بعض لوگ ہوتے ہیں کہ سات روز میں بھی ان پر ہلاکت کا اندیشہ نہیں اور بعض کسی مرض یا معدہ کی حرارت کے سبب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر ایک رات دن کھانا نہ ملے تو غشی طاری ہو جائے ان کے لیے وہی حالت اضطرار ہے مگر اس اجازت میں بھی قید ہے وہ یہ کہ باغی اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو جس کے معنی اکثر علماء نے یہ کہے ہیں کہ کھانے میں سد رمق کی مقدار سے پیٹ بھرنے کا قصد نہ کرے نہ عادی ہو کہ پھر ان چیزوں کے کھانے کا ارادہ کرے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اتباع کا بھی یہی قول ہے بعض کہتے ہیں کہ باغی بغاوت سے مشتق ہے کہ امام برحق سے لڑنے میں اس کو بھوک پیاس پہنچی ہو تو اس کے لیے اس حالت میں رخصت نہیں۔ غرض باغی معصیت میں رخصت نہیں۔ کس لیے کہ رخصت رحمت و مدحت ہے جس کا وہ مستحق نہیں اور کوئی چوری کے لیے جا یا قتل ناحق کے لیے یا زنا کرنے کے لیے یا اور کسی برے کام کے لیے جس نہ اس کے لیے حالت اضطرار میں، جس کو مخمصہ کہتے ہیں ان ممنوع چیزوں کے کھانے کی رخصت ہے نہ سفر میں قصر نماز اور افطار کی رخصت ہے امام شافعی کا یہی قول ہے۔ پہلے قول کے موافق عاصی کو بھی رخصت ہے کیونکہ رخصت اور چیز ہے باغی کا گناہ بھی قائم ہے۔ اس کے بعد فرمایا فان اللہ غفور رحیم کہ کوئی ایسی بات نہ بھی بات تو بڑی تھی مثلاً اس کو خدا معاف کر دیتا ہے وہ غفور رحیم ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کھانے میں سد رمق سے زیادہ اس حالت اضطرار میں کھالیا تو ایک معمولی بات ہے اس لیے غفور رحیم فرمایا اور رخصت ۱۵ ع ۲۱

کے بعد ان اشیاء میں کوئی حرمت والی نہیں تھی۔

(۵) اب جیسا کہ بعض اشیاء سے بمقتضائے حکمت روکا تھا اسی طرح اس بات سے بھی منع فرماتا ہے کہ تم جھوٹ موٹ بغیر علم چند اشیاء کو کہو کہ یہ چیز حرام ہے حلال ہے کس لیے کہ اشیاء کی حلت و حرمت خدا ہی کے ہاتھ ہے۔ جاہلیت میں مشرکین اور ان کے گروہ حلال اشیاء کو اپنے اوپر خدا کی عبادت سمجھ کر حرام کر لیتے تھے سائبہ بحیرہ وغیرہ بتوں کے نام سے چھوڑتے تھے ان کو بھی حرام سمجھتے تھے بتوں کی قربت و تعظیم کے لیے کیونکہ ایسا کرنے میں خدا پر بہتان باندھنا ہے اور خدا پر بہتان باندھنے والے فلاح نہیں پاتے ان کا آخرت میں انجام برا ہے دنیا میں چند روز کے مزے ہیں آخرت میں تو دردناک عذاب ہے۔ ممکن ہے کہ متاع قلیل سے اس کے بعد تنبیہ ہو خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا یا اس کی حلال نعمتیں کھا کر شکر نہیں کرتے اور ناشکر گزاری ہے کہ اس پر ایمان لاتے اور اس کے احکام [illegible] اور ایمان لاتے ہی زبانی شکر کر دینا کافی نہیں۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا
[illegible]
عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ
[illegible]
كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ إِنَّ
[illegible]
رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
[illegible]
تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ
[illegible]
رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۱۹﴾
بے شک تیرا رب اس کے بعد بخشنے والا رحیم ہے۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ

[illegible]

حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾

[illegible]

شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ

[illegible]

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنَاهُ

[illegible]

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي

[illegible]

الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٢٢﴾

[illegible]

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

[illegible]

فرماتا ہے کہ ان ابراہیم کان امۃ تو اول آپ ہی امت اس کے چند معنی ہیں وہ آپ تنہا پیشوا، دینی امور کے دوسرے معنی امت یعنی ایک جماعت کے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں اپنے اول صورت میں تمام مشرکین کے مقابلہ میں وہی موحد تھے اس لیے وہ بھی ایک گروہ قرار دیے گئے۔ امۃ بروزن فعلۃ بمعنی مفعول جیسا کہ رحلۃ و نخبۃ بمعنی منتخب۔ (۲) قانتاً یعنی اللہ کے تابعدار (۳) حنیفاً یعنی مائل الی الاسلام (۴) لم یک من المشرکین وہ مشرک نہ تھے۔ (۵) شاکراً کہ بڑے شکر گزار تھے (۶) اجتباہ خدا نے ان کو برگزیدہ کیا تھا ایک معنی ان کو ذکر خیر کے لیے یادگار ہے (۷) ہداہ ان کو راہ راست کی طرف ہدایت کی گئی تھی (۸) آتیناہ فی الدنیا حسنۃ دنیا میں بھی وہ پھلے پھولے ان کی نسل میں برکت دی گئی (۹) وانہ فی الآخرۃ آخرت میں مقام بلند پر پہنچے۔ اب جو ابراہیم کے رستے پر ہے وہی ان کا وارث برکات کا مستحق۔

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ
پھر ہم نے (اے نبی) آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ... کے طریقہ کی پیروی
إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ
کریں جو خدا کے ہو رہے تھے اور وہ مشرکوں میں
۲۲ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ
سے نہ تھے سنیچر تو انہیں پر مقرر
عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ
ہوا تھا جو اس میں اختلاف کرتے تھے اور آپ کا
رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
رب البتہ قیامت کے روز ان لوگوں کا فیصلہ کرے گا
فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۲۴﴾ ادْعُ
جس میں اختلاف کرتے تھے (اے نبی) لوگوں کو
إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ
اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور

الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم
عمدہ وعظ سے بلایئے اور ان سے بحث بھی کرو
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ
تو پسندیدہ طریقہ سے کیونکہ آپ کا رب تو خوب معلوم
أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ
ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ
أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ
بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہیں اور اگر تم سختی بھی کرو
فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَ
تو اتنی کرو جتنی تم سے کی گئی ہے اور
لَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾
اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے
وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَ
اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور
لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ
نہ ان پر غم کیجئے اور نہ آپ ان کے
مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ
مکروں سے دل تنگ ہوں کیونکہ خدا تو ان کا ساتھی ہے
الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾
جو لوگ برائی سے بچتے ہیں اور ان کے کہ جو نیکی کرتے ہیں

ترکیب

ان اتبع اوحینا کی تفسیر ہے۔ بالتی ہے بالتی ہی احسن۔ ما عوقبتم جمہور کے نزدیک الف تخفیف کے ساتھ ہے اور بعض نے بغیر الف کے تشدید کے ساتھ بھی پڑھا ہے عقبتم اسے تتبعتم۔ بمثل ما میں ب زائدہ ہے، بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ تقدیر یہ ہے بسبب مماثل ما عوقبتم۔ لھو ضمیر یا صبر کی طرف پھرتی ہے دونوں پر کلام دال ہے جیسے

حضرت سے خلاف کو جیسا کہ [illegible] اختلف جیسا کہ
نیست جہت کو [illegible] ۔

تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف ذکر ہیں جن میں وجہ [illegible] کہ تم کو بھی ابراہیم کا اتباع ضروری ہے تم ان کے خلاف کام کرتے ہو [illegible] اور تم بھی [illegible] کہ تم [illegible] ایک [illegible] رسول ہم نے حضرت [illegible] کے ابراہیم کا طریقہ لوگوں سے [illegible] تھا [illegible] اسی طرف [illegible] آپ کی طرف [illegible] حکم بھیجا کہ ملت ابراہیم [illegible] چلو۔ یعنی [illegible] علیہ السلام نے دنیا میں [illegible] نہیں [illegible] ان کے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] سے [illegible] تم [illegible] کے [illegible] ابراہیم [illegible] الصلوٰۃ۔

یہود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک اعتراض یہ بھی کرتے تھے کہ آپ طریقہ ابراہیم کے کیوں کر پابند ہو سکتے ہیں [illegible] سبت یعنی ہفتہ کے دن کی تعظیم خاص تھی [illegible] آپ نے ترک کی اس کی جگہ جمعہ کا دن مقرر کیا اس کے جواب میں فرماتا ہے انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ کہ ہفتہ کا دن ابراہیم علیہ السلام پر مقرر نہ تھا بلکہ انہیں یہود پر جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد [illegible] اس میں اختلاف کیا یعنی اس کی تعظیم بجا نہ لائے [illegible] اس کی [illegible] ایک قسم کی [illegible] اس کی

تعظیم کا حکم تھا [illegible] اس میں اختلاف بھی کی۔ اختلفوا [illegible] اتفاق ہے [illegible] تعظیم [illegible] کی [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible] کے [illegible] جمعہ [illegible] ہفتہ کو نہیں مانتے [illegible] تعظیم [illegible] ہیں [illegible] نصاریٰ [illegible] اختلاف ہے [illegible] اس کے [illegible] ایک [illegible] کلام [illegible] قیامت کے دن ان میں فیصلہ کرے گا [illegible] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت [illegible] قیامت کے دن [illegible] کہ [illegible] کتاب ملی ہے [illegible] دن [illegible] اختلاف [illegible] اور [illegible] ایک [illegible] نصاریٰ [illegible] ۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی ملت [illegible] ہونے [illegible] دین [illegible] مناظرہ [illegible] دعوت [illegible] کی طرف [illegible] ادع الیٰ سبیل ربک [illegible] اول [illegible] تعلیم [illegible] حاصل [illegible] دعوت [illegible] تعلیم [illegible] کے ساتھ [illegible] اعمال صالحہ کی رغبت [illegible] ۔

حسنہ ہیں جو لطف و نرمی کے پیرایہ میں ادا کی جاتی ہیں۔ ف
تیسرا درجہ ادنیٰ درجہ کے لوگ جن کی روح کثیف اور عالم غیب
سے نورانیت کا حصہ نہیں پائے ہوئے ہوتی ہے۔ سو
یہ لوگ دعوت کے قابل نہیں بلکہ ان کے مسلمات سے
ان کا منہ بند کر دینا ہی مطلوب ہوتا ہے اس لیے ان کے لیے
فرمایا وجادلھم بالتی ہی احسن اور اسی لیے اکثر اہل
کتاب کے لیے ایک جگہ یوں آیا ہے ولا تجادلوا اہل الکتاب
الا بالتی ہی احسن اور جاہلوں کو یہ لوگ ہٹ دھرمی کیا کرتے
ہیں الزام کھانے کے بعد بھی بک بک کیے جاتے ہیں۔
اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ
ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ الخ یعنی آپ کچھ غم
نہ کھائیں کہ کیوں نہیں مانا کس لیے کہ خدا کو گمراہ اور ہدایت
یافتہ معلوم ہیں سزا جزا اسی کے ہاتھ ہے جو شخص خلائق
کی ہدایت پر کمر باندھ کر ان کو ان کے مذہب آبائی اور
رسوم و عادات موروثیہ سے منع کرنا چاہے تو لوگ اس
کے اور اس کے اعوان و انصار کی تکلیف اور ایذا میں ہاتھ
سے زبان سے کچھ اٹھا نہیں رکھتے اس لیے آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ
ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ کہ اگر بدلہ لینا ہو تو
اسی قدر کہ جس قدر تم کو تکلیف دی گئی ہے۔ یہ عام قانون
عدالت کے موافق حکم ہے مگر انبیاء اور ان کے پیروؤں کا
مرتبہ اس سے بھی بلند ہے ان کو صبر و برداشت کرنا ہی
بہتر ہے اس لیے فرمایا ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین۔ اس پر
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بھی اعلیٰ
ہے اس لیے آپ کو بہ تاکید صبر کا حکم دیا واصبر الخ اور نیز
آپ کو ان کی گذشتہ حرکات ناشائستہ پر رنج کرنے
اور آیندہ جو وہ مکر و فریب کریں گے یا کرتے ہیں اس سے
دل تنگ ہونے کی بھی ممانعت کر دی ولا تحزن علیہم اور
ایک مژدہ کا بھروسہ دلایا ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم
محسنون۔ جس طرح سورۂ حجر کا خاتمہ واعبد ربک حتی
یاتیک الیقین یاد الٰہی کے حکم پر کیا تھا جس سے روح میں
قوت اور تکالیف کی برداشت کی طاقت پیدا ہوتی ہے
اسی طرح اس سورہ کا خاتمہ جملہ مصائب کی برداشت پر کیا
جو خدا پرستی میں پیش آتی ہیں اس لیے کہا گیا ہے الصبر مفتاح
الفرج صبر کشائش و کامیابی کی کنجی ہے دنیا کے کاموں سے لے کر
خدا پرستی اور وصال الٰہی تک جس نے صبر نہیں کیا کچھ بھی نہیں پایا اور جہاں صبر ہے
کامیابی کا بھی مژدہ ہے کس لیے کہ خدا کی معیت نصیب ہے اور کوئی کامیابی نہیں۔
جس کے ساتھ خدا ہے اس کے ساتھ سب کچھ ہے۔

ف واقعات میں اس کو یہ آیت ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے اگر صبر و حلم و اخلاق و حفظ [illegible] ہے ۱۲ منہ

ف واصبر کے امر کو آپ کا صبر کرنا توفیق و تائید الٰہی سے ہے کس لیے کہ انتقام کے وقت نفس جولانی میں ہوتا ہے اس وقت اس کی
باگ توفیق الٰہی ہی تھام سکتی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ خواہشوں کی جولانی میں صبر و برداشت کرنا مراد نہیں بلکہ عبادت و ریاضت و
یاد الٰہی کی مشقتیں برداشت کرتے رہو کہ یہ سواری منزل مقصود کو پہنچاتی ہے۔ یعنی یقین جس کے بعد وصال کا وعدہ ہوتا ہے۔ اس سے مراد
ایقان کہ یہ صبر و برداشت کا بدلہ ہے [illegible] کے ساتھ ضرور ہے۔ [illegible] کی تفسیر صحیح مرتبے میں [illegible] ہے کہ اس کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو
دیکھ رہے ہو اور یہ نہ ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس سے وصال نصیب ہوتا ہے اس وصال کے لیے سال ہا سال [illegible] عشاق
نے [illegible] روز و شام سے سعی کی ہے ۱۲ منہ

تفسیر حقانی

پارہ ۱۵

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ

سورۂ بنی اسرائیل مکی ہے اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا

پاک ہے وہ کہ جس نے راتوں رات اپنے بندہ (محمدؐ) کو

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ

جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ اس کو

مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ سننے والا دیکھنے والا وہی ہے۔

ترکیب

سبحٰن اسم ہے بمعنی تسبیح بمعنی التنزیہ۔ اور کبھی علم بھی ہو کر مستعمل ہوتا ہے تب اضافت سے منقطع ہوگا اور غیر منصرف ہوگا جیسے

قد قلت لما جاءنی فخرہ ۔ سبحان من علقمۃ الفاخر

اور اس کا نصب فعل محذوف سے ہے جو متروک الاظہار ہے اسریٰ و سریٰ ایک معنی میں ہے لیلاً منصوب ہے اسریٰ کا مفعول فیہ ہو کر الاقصیٰ منصوب ہے مفعول فیہ ہو کر یا مفعول فیہ ہو کر بارکنا کا لنریہ اسریٰ سے متعلق ہے

تفسیر

چونکہ پہلی دونوں سورتوں کے خاتمہ پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت و تسبیح اور اعلیٰ صبر یعنی اس کی تکالیف برداشت کرنے اور اس پر مداومت کا حکم دیا گیا تھا جس کی آپ نے کامل تعمیل کی۔ اب اس سورۃ کی ابتدا میں اس عبادت و صبر کا نیک نتیجہ ظاہر فرماتا ہے وہ کیا؟ حضرتؐ کو معراج ہونا جس میں حضرات انبیاء سے ملاقات اور آسمانوں اور جنت و دوزخ کے حالات دکھلائے گئے۔ یہ امر نبوت کی اعلیٰ ترقی ہے۔ جملہ مفسرین متفق ہیں کہ عبدہٖ سے مراد اس جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسریٰ رات میں سیر کرانے کو کہتے ہیں لیکن پھر لیلاً کا لفظ ظرف کے لئے لایا اس لئے ہے کہ تمام رات کی سیر نہ کوئی سمجھ لے بلکہ یہ واقعہ رات کے ایک خاص حصہ میں ہوا تھا وہ یہ کہ مسجد الحرام سے حضرتؐ کو

مسجد اقصیٰ تک لے گئے پھر وہاں سے آسمانوں تک پہنچے۔
مسجد الحرام خانہ کعبہ اور اس کے آس پاس کی جگہ یعنی حرم۔
احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے پاس حجر کے اندر کچھ بیدار کچھ سوتا تھا کہ جبرئیل میرے پاس براق لائے الخ اور بعض روایات میں ہے کہ اس رات آپ ام ہانی کے گھر میں تھے۔ اس کی تطبیق علماء نے یوں کی ہے کہ ام ہانی کا گھر حرم میں واقع تھا۔ اور یہ بھی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی طور پر بھی کئی بار معراج ہوئی ہے ام ہانی کے گھر سے شاید روحانی معراج ہوئی ہو نہ یہ کہ جس کا یہاں ذکر ہے اور اسی طرح وہ جو بعض اہل علم معراج کو خواب میں کہتے ہیں غالباً ان کی مراد بھی خواب کی معراج ہوگی نہ یہ کہ جو حالت بیداری میں روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی اور مسجد اقصیٰ تک ایک رات کے کچھ حصہ میں جانا تو اس آیت سے ثابت ہے اور پھر آگے آسمانوں تک جانا احادیث صحیحہ سے جو بحالت مجموعی حد تواتر کو پہنچ گیا ہے اور اسی پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے سلف سے خلف تک۔
مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کو اقصیٰ یعنی بعید اس لیے کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ سے یہ اس قدر دور فاصلہ پر ہے کہ پھر اس سے پرے اور کوئی مسجد نہ تھی۔ غرض کوئی وجہ ہو مگر عرب عموماً اس کو مسجد اقصیٰ کہتے تھے اس کے گرد برکت دینے سے مراد یہ ہے کہ پھلوں کی جگہ ہیں مسجد اقصیٰ ہے ایسے سرسبز ملک اور محل میں یہ سرسبزی خدا کی عطا کردہ برکت ہے اور اس کے سوا اس کے گرد حضرات انبیاء علیہم السلام کے مزارات اور آثار باقیہ ہیں جو سراسر برکات ہیں۔ اور یہ سیر کس لیے کرائی کہ خدا تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نشان قدرت اور عالم غیب کی چیزیں دکھائے من جملہ ان کے جنت و دوزخ کی تجسم پذیر حالت اور ملائکہ اور عالم قدس کے بزرگوں کی کیفیت تاکہ نبوت کے مرتبہ کی تکمیل ہو جائے جو تمام عالم کے نبی کے لیے ضروری تھی۔ سمیع و بصیر اس مقام پر عجب لطف دے رہا ہے۔ بصیر اس عجیب سیر میں حضرت کی نگہبانی کے لیے آیا ہے۔ مسافر کر کہتے ہیں اشد نگہبان۔ اور سمیع منکروں کے بے ہودہ سوالات پر تہدید کے لیے آیا۔ آسمان اور بہشت و دوزخ کی سیر اور وہاں انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی کیفیت اور نماز پنج گانہ وہاں فرض ہونا احادیث صحیحہ میں مفصلاً مذکور ہے۔

ابحاث

(۱) یہ معراج کا واقعہ محققین کے نزدیک ہجرت سے ایک سال پیشتر رجب کے مہینے میں ستائیسویں شب کو ہوا تھا جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ کتب سے ثابت ہو

ل۱ مسجد اقصیٰ بیت المقدس ہے۔ یہ انبیاء سابقین کا قبلہ ہے۔ یہ مسجد جس کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں ملک فلسطین کے یروشلم شہر میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تخمیناً پانسو برس بعد تعمیر کی تھی۔ اس پر بنی اسرائیل کی شرارت و بدکاری سے کئی بار صدمہ آئے۔ گرائی گئی اور پھر بنی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شہزادہ روم طیطس کی گرائی ہوئی مسجد کا ایک ڈھیر پڑا تھا جیسا اس جگہ کا نام ہے نہ کہ عمارت کا کیونکہ عمارت پر ٹوٹ پڑی تھی مسجد نہیں رہی تھی۔ مگر اس کے آس پاس عیسائیوں نے مذہبی عمارت تعمیر کر رکھی تھی۔ اس زمانہ میں اس کو بھی بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کہتے تھے۔ جس کے نشان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پوچھنے پر بیان فرمائے ۱۲

ل۲ حجر جس کو آج کل حطیم کہتے ہیں۔ اور حجر کعبہ کو بھی کہتے ہیں یہ گوشہ کعبہ میں ہے ۱۲ منہ

(۲) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صبح کو اس معراج کی کیفیت بیان فرمائی تو اہل مکہ ہنسی ٹھٹھا کرنے لگے چنانچہ قریش کے چند قافلے ملک شام میں تجارت کو گئے ہوئے تھے۔ قریش مکہ نے آپ سے سوال کیا کہ اگر آپ شب بیت المقدس گئے تو ہمارے فلاں فلاں قافلے آپ کو رستہ میں ضرور دکھائی دیئے ہوں گے اگر آپ سچے ہیں تو ان کی پوری کیفیت بیان فرمائیے کہ اس رات وہ کہاں تھے اور ان کا اس وقت کیا حال رہے تھے اور ان پر کیا واقعہ ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے ان کی سب مفصل کیفیت بیان کر دی اور جب وہ قافلے واپس آئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ فلاں شب تم کہاں تھے اور کیا معاملہ تم کو پیش آیا تھا انہوں نے وہی بیان کیا جس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں موجود ہے۔

سوال احادیث صحیحہ میں موجود ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے کچھ حالات کا پتہ پوچھا [illegible] آپ جب [illegible] بتلانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے لا حاضر کر دیا۔ اول تو بیت المقدس میں جو اس ہیکل سلیمانی سے عبارت ہے بخت نصر کے حملہ میں ویران ہو گیا اور پھر اس کی تعمیر ہوئی تو اس کو انطاکیہ کے بادشاہ انطیوکس نے حضرت مسیح علیہ السلام سے پیشتر ہی اجاڑ دیا۔ پھر اس کے بعد جو تعمیر ہوئی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک تمام نہیں ہوئی تھی [illegible] روم کے [illegible] پر تھا۔ اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی کے موافق حضرت مسیح علیہ السلام کے صعود سے تخمیناً چالیس برس بعد روم کے قیصر طیطوس نے بیخ و بنیاد سے گرا دیا اور اس پر ہل چلوا دیئے پھر جس نے اس کی تعمیر کا قصد کیا تو نکلا اس کی بنیادوں میں سے [illegible] آگ کے شعلے نکلتے رہے جو یہود اور مسیح کے ساتھ بد سلوکی کرنے سے قہر الٰہی تھا آخر وہ تعمیر حضرت عمرؓ کے عہد تک خراب پڑی رہی وہاں [illegible] نجاست [illegible] تھا پھر اس کو حضرت عمرؓ نے تعمیر کیا۔ بیت المقدس جیسا کہ آج ہے اور محرابوں [illegible] آپ نے [illegible] اس کے نشانات لوگوں کے سوال کے مطابق کیونکر بیان کئے۔ اس حصہ [illegible] اس کو تعمیر [illegible] تھا وہ اس کے نشانات کیونکر [illegible] تھے [illegible] حضرت کے [illegible] حاضر ہونے کے کیا معنی؟ معلوم ہوا کہ اسراء [illegible] تو جہات [illegible] نہیں ہو سکتی۔

جواب [illegible] جگہ کا نام ہے [illegible] عمارت کے گر جانے یا بدل جانے سے نہیں بدل جاتا [illegible] ہیکل سلیمانی تھی [illegible] اس کے آس پاس بہت مکانات [illegible] تھے جن کو خود عیسائی اور [illegible] ہیکل اور بیت المقدس ہی کہتے تھے جن کو قریش مکہ نے جب کہ وہ اس ملک اور شہر میں تجارت کے لیے آتے جاتے تھے دیکھا تھا۔ انہیں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطابق سوال کے بتلا دیا۔ رہا اس کا [illegible] آپ کے سامنے [illegible] تھے [illegible] دیکھ کر آں حضرت قریش کو جواب دیتے اور نشان بتلاتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ [illegible] سے یہ مراد نہیں کہ ان عمارات کو اٹھا کر [illegible] آپ کے سامنے رکھا تھا بلکہ آپ پر انکشاف روحانی ہوا اور تمام عمارت کھلی آنکھوں کے سامنے آ گئی آپ تو سید المرسلین [illegible] تھے معمولی لوگوں کے سامنے غائب چیزوں کا [illegible] پورا نقشہ کھنچ جاتا ہے وہ چیزیں اس حالت میں آنکھوں کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں۔ پادری صاحب ایسے [illegible] میں

مشاہدات حسیہ کے پیش کرنے سے عاجز رہ کر عرض شرم کرتے ہیں یا ہی مسلمانوں کے اعتقاد میں فتور ڈالا کرتے ہیں اور اس کوشش کی بیہودہ کارگزاری پر بڑا فخر کیا کرتے ہیں۔ شرم! شرم!

(۲) جسم عنصری کا تھوڑی سی دیر میں بیت المقدس پہنچنا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آسمانوں پر جانا اور آسمانوں سے گزر کر عرش تک جانا اور وہاں باوجود اس جسم عنصری کے روحانیات محضہ سے ملاقات ہونا، یہ کرۂ نار و کرۂ زمہریر سے گزرنا ممنوع ہے حکماء نے اس کے محال ہونے پر اور آسمان کے خرق والتیام کے محال ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں اور نیز کوئی دنیا و دین حتیٰ کہ عیسائی ایسی باتوں کا قائل نہیں اسی لیے آج کل کے فلسفی مسلمان بلکہ پچھلے زمانہ کے بھی جن کو معتزلہ کہتے تھے اس معراج کو خواب پر محمول کرتے ہیں، عائشہؓ اور معاویہؓ کے قول سے ان اعتراضات کے بچنے کے لیے۔

جواب: جسم عنصری کا ایسی حرکت سریع کرنا جب کہ اس کی عنصریت روحانیت سے بھی لطافت میں بڑھ جاوے کچھ بھی محال نہیں آج کل ریل اور تار برقی کی حرکت کو ملاحظہ کیجیے اور اسی طرح آسمانوں کا خرق والتیام جن خیالات فاسدہ سے محال ثابت کیا تھا ان کی بطالت بھی ہو چکی۔ اسلام نے علم کلام میں قلعی کھول دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ وہ حکماء یونان اپنے عقلی ڈھکوسلوں سے زمین و آسمان کے قلابے ملایا کرتے تھے جن کے مسائل طبعیات و ہیئت کی آج کل بکھیا ادھیڑ کر خاک اڑا رہے ہیں اور جو کوئی عیسائی یہودی تو قائل نہیں تو کیا ہوا پھر جو انجیل اور بائبل کو مانتے ہیں ان پر ان باتوں کا تسلیم کرنا ضرور ہے۔ دیکھیے انجیل مرقس کے سولھویں باب انیسویں درس میں ہے کہ یعنی مسیح خداوند لوگوں سے کلام کرنے کے بعد آسمان کی طرف اٹھ گیا اور خدا تعالیٰ کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے۔ اور اسی طرح دوسری کتاب السلاطین کے دوسرے باب میں ذکر ہے کہ ایلیا۔ (یعنی حضرت الیاس علیہ السلام) اور الیسع باتیں کرتے جاتے تھے کہ ایک آگ کی گاڑی اور آگ کے گھوڑے نمودار ہوئے اس میں چڑھ کر ایلیا آسمان پر چلا گیا۔ اور اسی طرح قسیس ولیم اسمث اپنی کتاب طریق الاولیاء میں حضرت اخنوخ (ادریس علیہ السلام) کا زندہ آسمان پر جانا بیان کرتا ہے۔ اور اہل اسلام تو قاطبۃً اس پر متفق ہیں تو پھر یہودیوں کا کیا ذکر ہے۔ اور عائشہؓ اور معاویہؓ کی حدیث دوسری معراج کے بارے میں ہے جو حضرت کو اس سے پیشتر خواب میں ہوئی تھی (دیکھو معالم وغیرہ)

(۳) یہ معراج روحانیت کا کمال غلبہ ہے عبادت و تسبیح کے سبب جس سے روح جسم پر غالب ہو گئی تھی جسمانیت میں سرایت کر گئی اور جسم بھی بمنزلہ روح کے لطیف ہو گیا تھا اور یہ بات اہل کمال پر مخفی نہیں۔

وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ

اور ہم نے موسیٰ کو (بھی) کتاب دی تھی اور اس کو

هُدًى لِّبَنِيْ إِسْرَآءِيْلَ أَلَّا تَتَّخِذُوْا

بنی اسرائیل کے لیے ہادی بنایا تھا (اس حکم کے ساتھ) کہ میرے سوا

مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ﴿٢﴾ ذُرِّيَّةَ مَنْ

کسی کو کارساز نہ بنانا ہے اُن کی نسل کو جن کو

حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ إِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا

ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا بے شک وہ شکر گزار

شَكُوْرًا ﴿٣﴾ وَقَضَيْنَآ إِلٰى بَنِيْٓ

بندے تھے اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل

إِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ

کو کہہ دیا تھا کہ تم زمین میں دو بار

فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿٤﴾
فساد کرو گے دو بار اور بڑی سرکشی کرو گے

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ
پھر جب ان میں سے پہلا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر بھیجے

عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا
اپنے بندے بڑے زور والے سو وہ گھس پڑے

خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ﴿٥﴾
گھروں میں اور وعدہ ہونا ہی تھا

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ
پھر ہم نے پھیر دی تمہاری باری ان پر اور

أَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَ
مدد کی تم کو مالوں اور بیٹوں سے اور

جَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ﴿٦﴾ إِنْ أَحْسَنتُمْ
تم کو بڑی جماعت والا کر دیا اگر تم نے بھلائی کی

أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ
تو اپنے ہی لئے بھلائی کی اور اگر برائی کی

فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا
تو اپنے لئے پھر جب دوسرا وعدہ آیا تاکہ تمہارے

وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا
منہ بگاڑ دیں اور مسجد میں گھس پڑیں جیسا کہ

دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا
پہلی بار گھسے تھے اور جس پر غالب ہوں اس کو

تَتْبِيرًا ﴿٧﴾ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۚ
تباہ کر دیں قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے

وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ
اور اگر تم پھر کرو گے ہم بھی کریں گے اور ہم نے جہنم کو

لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ﴿٨﴾
کافروں کا قید خانہ بنا رکھا ہے

ترکیب

الاحسن ... [illegible]

سلہ جب بنی اسرائیل نے اول فساد کیا ... [illegible]

سلہ [illegible]

جس کو کتاب شامل تھی امر و نہی سے۔ وکیلاً مفعول ہے لا تتخذوا کا اور مفعول ثانی یا قرینہ ہے والتقدیر لا تتخذوا دونی احدا وکیلا ہے، یا مفوضا الیہ۔ اس صورت میں من دونی حال ہوگا وکیلا سے یا من دونی خود مفعول ثانی ہے اس صورت میں ذریۃ کا نصب منادیٰ مضاف ہونے کی وجہ سے ہے یا باضمار اعنی۔ مرتین مصدر ہے غیر لفظہ سے وعد اولٰہما اسے موعود اولی المرتین خلاف طرف ہوجا ہو گا۔

تفسیر

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ذکر فرما کر (یعنی معراج کا ذکر کرکے) بتلاتا ہے کہ پہلے سے انبیاء کے ساتھ ہم یوں ہی انعام و اکرام کرتے آئے ہیں اس سے پہلے ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب یعنی توراۃ دی تھی جو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت تھی اس میں بڑا تاکیدی حکم یہ تھا کہ اے نوح اور اس کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کی نسل! میرے سوا اور کسی کو کارساز حاجت روا نہ بنانا مگر بنی اسرائیل نے بت پرستی کی ہلاکت میں پڑے۔

ذریۃ من حملنا مع نوح فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس وقت لوگوں کی شرارت سے ان کو غرق کیا تھا اور نوح اور اس کے ساتھ والوں کو کشتی میں خدا پرستی کی وجہ سے بچا لیا تھا پھر اب جو تم دنیا میں پھیلے ہوئے ہو سب انہیں انعام یافتوں کی نسل ہو تم کو اپنے بزرگوں کا بھی خیال رکھ کر وہ کیسے تھے اور اب تم کیا کرتے ہو اور اس عذاب کو بھی کہ جو اس وقت دنیا پر نازل ہوا تھا۔ چونکہ کشتی والوں میں نوح علیہ السلام سردار تھے اس لیے ان کا وصف بھی ظاہر کردیا انہ کان عبدا شکورا کہ وہ بڑا شکرگزار بندہ تھا اب تم اسی کی اولاد ہو کس طرح سے کفران کرتے ہو شرماؤ۔ من حملنا مع نوح میں اس شرارت پر سزا نازل ہونا اشارۃً ذکر فرما کر اس واقعہ کی تصریح فرماتا ہے جو کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے بطور پیشین گوئی کے ذکر ہوا تھا۔ بقولہ وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا۔ فاذا جاء وعد اولٰھما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید فجاسوا خلال الدیار۔

قضاء قطع کرنا۔ فیصلہ کرنا اور ادا کرنا۔ حکم کرنا مگر یہاں مراد قطعی طور پر بتلا دینا ہے۔ وعد اولٰھما یعنی اولی المرتین۔ باس قتال ومنہ قولہ تعالیٰ وحین الباس۔ قال اللیث الجوس والجوس جولان التردد۔ فجاسوا ابن عباسؓ اس کے معنی کرتے ہیں فتشوا۔ ابو عبیدہؒ کہتے ہیں طلبوا من فیھا۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں عاثوا وافسدوا۔ الخلال ہو الانفراج بین الشیئین والدیار دیار بیت المقدس۔

بعض مفسرین نے

فی الکتب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توراۃ مراد لی ہے اور یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو یہ بات اول سے سنادی ہو کہ تم ملک میں دوبار فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے پہلی مرتبہ جب تم ایسا کرو گے تو تم پر ہم بڑے جنگ آور بندے مسلط کریں گے جو تمہارے گھروں میں گھس گھس کر تمہیں قتل کریں گے۔ اس کے بعد ہم پھر تم کو دولت و ثروت اولاد و حشمت دیں گے مگر تم پھر فساد و شرارت کرو گے تو ہم پھر تم پر ایک قہار قوم مسلط کریں گے جو تمہارے منہ بگاڑ دے گی اور اول بار کی طرح بیت المقدس تک ان کی نوبت آوے گی اس کے بعد شاید خدا تم پر رحم بافی کرے اور جو تم پھر بدی و شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر تم کو سزا دیں گے۔ مگر اب بالفعل جو اہل کتاب کے پاس توریت کے نام سے ایک کتاب ہے اس میں اس صراحت کے ساتھ یہ مضمون نہیں ہاں اس کے بعض فقروں سے نکلتا ہے اس اصلی توریت میں یہ مضمون ہوگا۔ بعض کہتے ہیں

کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں یہ بات بنی اسرائیل کے لیے ہم نے ورق فیصلہ کر دی تھی۔ وقال ابن عباس وقتادۃ یعنی قضینا علیہم وقال بعض الکتاب التوراۃ (ابن کثیر) علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب ای اعلمناہم واخبرناہم فیما آتیناہم من الکتاب انہم سیفسدون (روح البیان)۔

اس قول سے توریت کی تخصیص نہیں بھی پائی گئی بلکہ ہر کوئی کتاب جو بنی اسرائیل کو دی گئی تھی اور جو قرآن کے نزدیک یہی قول قوی ہے۔ اب ہم جو آج کل کی کتابوں کو دیکھتے ہیں کہ جن کو اہل کتاب الہامی مانتے ہیں ان میں سے کتاب یسعیاہ (یشعیا) اور یرمیاہ (ارمیاہ) اور حزقیل اور مسیح اور ہوسیع اور دانیال اور زکریا اور ملاکی علیہم السلام کی کتابوں میں یہ پیشین گوئیاں بکثرت موجود اور باوجود تحریفات کے بہت کچھ مذکور ہے اسی کی نسبت فرماتا ہے وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب الخ اب یہ بات باقی رہ گئی کہ پہلی مرتبہ بنی اسرائیل کی شرارت و بدمستی پر کس بادشاہ کو خدا نے ان پر مسلط کیا تھا۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ بخت نصر بابل کا بادشاہ ہے مگر اس کی چڑھائی کا باعث جو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے خون کا انتقام کہتے ہیں وہ بڑی غلطی کرتے ہیں کس لیے کہ بخت نصر جیسا کہ اہل کتاب جو کہ اظہر کہتے ہیں حضرت یحییٰ سے صدہا سال پیشتر گزرا ہے اور پچھلی مرتبہ جس نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی ہے بعض کے نزدیک وہ شاہ انٹیوکس انطاکیہ کا بادشاہ ہے۔ اس کے بعد پچھلی بنی اسرائیل کی حالت جیسی تھی جیسا کہ لکھتے ہیں مگر ان کی تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ بھی بڑی بدسلوکی کی تو ان کے کام بدانجام کے موافق خدا نے طیطوس رومی کو چڑھا دیا۔ جس نے ہیکل کا ستیاناس کر دیا۔ اسی کے گرائے ہوئے بیت المقدس کو حضرت عمرؓ نے تعمیر کیا ہے۔

اب ہم بیت المقدس کی مفصل تاریخ لکھتے ہیں جس سے ناظرین پر کھل جائے گا کہ اس آیت کا مصداق ان بادشاہوں میں سے کون ہے اور کون سا واقعہ اس سے زیادہ چسپاں ہے۔ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

تاریخ بیت المقدس

چونکہ مسجد اقصیٰ کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں واقع ہے کہ جس کو مفسرین بنام بیت المقدس یا بیت المقدس سے تعبیر کرتے ہیں تو ہم کو ضرور ہوا کہ اس کا مفصل حال بیان کریں تاکہ بوجہ شب معراج میں آں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہاں تشریف لے جانا ذہن نشین ہو اور اس پر جو مخالفین نے شبہات کیے ہیں وہ بھی رفع ہو جائیں اور پچھلی آیتوں کا مطلب بھی بخوبی واضح ہو جاوے۔

فصل اول

مسجد اقصیٰ یا بیت المقدس اس مسجد کا نام ہے کہ جس کو

ف اور کہیں الخ پرچم کرکے کہتے ہیں کہ قدیم نام بیت المقدس کا ...

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا جس کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں۔ یہ مسجد شہر یروشلیم یا بیت المقدس میں واقع ہے جو ملک فلسطین میں ہے اور اس ملک کو یہودیہ اور ارض مقدسہ (ہولی لینڈ) کنعان بھی کہتے ہیں اور کبھی ملک شام بھی۔ جغرافیہ فرائد کے صفحہ ۲۰۳ میں ہے: وکنعان اسم قدیم شام است کما قال یاقوت کنعان بالفتح ثم السکون وعین مهملة وآخره نون قال ابن الکلبی الشام منازل الکنعانیین ینسبون الی کنعان بن حام بن نوح۔ وکنعان موضع من ارض الشام کان منزل یعقوب علیہ السلام فی قریۃ یقال لہا سیلون بین سنجیل ونابلس وبہا الجب الذی القی فیہ یوسف علیہ السلام۔

کنعان شام کے اس حصہ کا نام ہے جس کے ایک گاؤں میں جس کا نام سیلون ہے سنجیل اور نابلس کے درمیان حضرت یعقوب رہا کرتے تھے اور یہیں وہ کنواں بھی ہے جس میں حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے ڈال دیا تھا اور شام کے ملک میں ایک گاؤں کا بھی کنعان نام ہے۔ اسی طرح فلسطین بھی اس ملک کو کہتے ہیں یعنی ملک شام کو وہ جنوبی حصہ و مغربی حصہ جو بحیرہ روم کے کنارہ پر واقع ہے جس میں عسقلان اور قیروان اور یافہ اور غزہ وغیرہ شہر آباد ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس ملک میں فرقہ فلسطین کے لوگ بستے تھے جن کا مقابلہ بنی اسرائیل سے ہوا کرتا تھا۔ اور شام اس کو جس کو زمانہ قدیم میں آرام کہتے تھے ایشیا کوچک کا ایک حصہ ہے جس میں شہر انطاکیہ و حلب واقع ہے۔ کبھی شام وسیع معنی میں بھی اطلاق ہوتا ہے جس سے ملک فلسطین بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اب ہم اس ملک فلسطین یا کنعان کا حال بیان کرتے ہیں کہ جس میں شہر یروشلم یا ایلیا واقع ہے۔ اس ملک کے حدود اربعہ یہ ہیں: شمال میں ملک سیریا یعنی شام اور مغرب میں شمالی حصہ تک بحیرہ روم جس کے کنارے پر طرابلس قیصرہ و یافا اسدود عسقلان عکہ صور بیروت لاذقیہ قیساریہ وغیرہ شہر واقع ہیں اور جنوب میں ملک عرب کے شمالی حصے اور مشرق میں یردن نہر ہے اور بحر المیت کہ جس کو بحیرہ لوط بھی کہتے ہیں یعنی وہ مشہور جھیل کہ جس کا طول تخمیناً چالیس میل اور عرض دس میل ہے جس کے کنارہ پر حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمانی سے وہ پانچ گاؤں جو غارت ہوگئے بستے تھے۔

اس ملک کا طول شمالاً وجنوباً شہر دان سے بیر السبع کی زمین تک اسی کوس اور عرض پورب پچھم بحیرہ روم کو لے کر صحراؤں کی زمین تک چالیس کوس اور پھر حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں اس ملک کے اور بھی حدود اربعہ وسیع ہوگئے تھے قدیم زمانہ میں اس ملک پر بابل اور نینوی کے بادشاہوں کی حکومت تھی۔ بخت نصر نینوی کے عہد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اطراف بابل اپنے اصلی وطن سے ہجرت کرکے اس ملک یہودیہ یا شام میں

ف یعنی ملک شام ۱۲ ف معراج میں بیت المقدس کا ذکر تھا اس کے بعد بنی اسرائیل کی ... جو ان پر ... مشرک ہو کر مصائب آئے ان کا ذکر اس لیے مناسب ہوا کہ قریش کے کان کھل جائیں کہ کعبہ کی بدولت جو تم امن سے روزی کھاتے ہو اور سرداری کرتے ہو تم اس سے بھی نکالے جاؤ گے لشکر محمدی چڑھ آویں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب قریش نے مکہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایماندار دوستوں کو نکالا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تو اس ہجرت کے کئی سال بعد مسلمانوں کی ایک مستقل جماعت فراہم ہوگئی مکہ پر چڑھ آئے۔ قریش کو بجز امان مانگنے کے چارہ نہ ہوا لیکن یہ چڑھائی کرنے والے خدا پرست تھے بجائے انہدام کعبہ کے انہوں نے کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ یہ کعبہ کی خاص فضیلت ہے کہ پھر اس پر کسی نے چڑھائی نہ کی نہ ان شاء اللہ کوئی کرے گا جب تک دنیا میں اسلام باقی رہے گا ۱۲ منہ

آخر تک تھے اس عہد میں شام پر یہاں سلوقی کے بادشاہوں کی حکومت
تھی یا [illegible] کوئی طرح [illegible] سے یہ معلوم
ہوتا ہے طوائف الملوکی تھی۔ اس ملک میں شمال کی جانب
سے پہاڑوں کے دو سلسلے جنوب و مغرب کی طرف چلتے
ہیں اور اس مقام کو لبنان کہتے ہیں تھوڑی دور اسی طرح
چل کر مغربی سلسلہ شہر صور کے [illegible] طرف بحیرہ
روم کے کنارے پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا سلسلہ کی جو دو
شاخیں ہو کر دمشق کی طرف چلتی ہیں ان دونوں میں جو مشرقی
سلسلہ کا ایک حصہ ہے [illegible] حرمون سے یہ پہاڑ بعض جگہ کو
پڑا بعض جگہ [illegible] حرمون الشیخ ہے جس کی چوٹیوں پر
ہمیشہ برف بھی رہتی ہے پھر یہ سلسلہ دریائے جلیل کے
قریب مشرق کی طرف [illegible] کہلاتا ہے پھر اور آگے [illegible]
ندی کے قریب کو جلعاد کہلاتا ہے جہاں سے [illegible]
آیا ہوا تھا پھر آگے چل کر اس کو [illegible] پہاڑ اور دریائے [illegible]
کی زمین کے قریب اس کو کوہ شعیر کہتے ہیں جس میں سے
ایک چوٹی کا نام کوہ حور ہے جہاں حضرت ہارون علیہ
السلام نے وفات پائی تھی پھر یہ [illegible] میں جا کر تمام
ہو گیا اور اسی طرح مغربی سلسلہ چلا ہے جس کو جلیل کے
پاس کوہ تبور اور آگے چل کر کوہ [illegible] کہتے ہیں جس کے معنی
[illegible] ہے یہاں کی [illegible] اور [illegible] اقسام کے پھول
[illegible] ہیں اسی کی چوٹی پر [illegible] کے قریب سے
الیاس علیہ السلام نے بعل کے پجاریوں سے مقابلہ کیا تھا۔
اس کے [illegible] پہاڑ کے بیچ [illegible] دریا سے
[illegible] کہلاتی ہے اس کی لمبائی [illegible]
کوس اور [illegible] کوس ہے اور سیدھا دمشق کی طرف
چل کر اسرائیل یا افرائیم کے پہاڑ اور یہودیہ کے پہاڑ
کہلاتے ہیں انہیں میں کوہ [illegible] بھی ہے جس کی چوٹی پر
بنی اسرائیل کے مقابلے میں سامریوں نے دوسری ہیکل
بنائی تھی اور اسی سلسلہ میں کوہ [illegible] ہے جس پر حضرت

سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ یا ہیکل تعمیر کی اور کوہ صیون
بھی کہ جس پر یہ شہر [illegible] واقع ہے کوہ موریا اور صیون
اس ایک ہی پہاڑ کے نام ہیں یہ شہر چار پہاڑوں پر واقع ہے
ہے موریا، صیون، اکرا، [illegible] زمانہ قدیم میں سب کو
موریا کہتے تھے اس وجہ سے کہ وہاں [illegible]
بستی تھی اور صیون میں ایک بادشاہ گزرا ہے پھر اس کے
نام سے یہ پہاڑ نام زد ہو گیا۔
یہ شہر یروشلم کہ جس میں مسجد اقصیٰ یا ہیکل واقع
تھی بحیرہ روم سے [illegible] میل کے فاصلہ پر مشرق کی طرف سے
[illegible] واقع ہے اور [illegible]
[illegible] کہ جہاں حضرت مسیح نے اصطباغ [illegible]
[illegible] عیسائی [illegible] کی طرح [illegible] جاتے ہیں
[illegible] سے [illegible] میل دور ہے اور شہر [illegible] کی
طرف [illegible] میل اور [illegible] سے شمال کی طرف [illegible] میل
اور دمشق سے [illegible] میل [illegible] ایک سو [illegible]
میل ہے اور [illegible] ہے جو [illegible] میل مغرب کے
رخ ہیں۔ [illegible] کے قریب حضرت یعقوب
علیہ السلام [illegible] رہتے تھے [illegible] شمال کی جانب
[illegible] میل اور [illegible] کہ جہاں سے [illegible] ہیکل کے لیے [illegible]
[illegible] یروشلم سے دمشق کی طرف [illegible] شہر
ناصرہ کہ جہاں حضرت مسیح [illegible] تھے جس وجہ
سے ان کی امت نصاریٰ کہلاتی ہے [illegible] میل دور ہے [illegible]
کہ جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے [illegible] میل اور [illegible]
وہاں سے جنوب و مغرب [illegible] کا فاصلہ ہے
اور [illegible] میل اور [illegible] میل اور
شہر [illegible] کے پاس سے بنی اسرائیل [illegible] کو
[illegible] تھے [illegible] کی طرف
[illegible] میل ہے اور [illegible] کہ جہاں حضرت ابراہیم
و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے مزار ہیں [illegible] میل۔

آج کل اس جگہ کو کہ جہاں یہ حوالات مقدسہ ہیں خلیل کہتے ہیں جو ایک عمدہ شہر آباد ہے۔

یہ ملک سب تمام یا اکثر یہ حضرت سلطان ترکی خلد اللہ ملکہ کے قبضہ میں ہے۔ اس ملک میں مسلمان، یہودی، عیسائی، ارمنی رہتے ہیں بیشتر مسلمان ہیں اور تقریباً اس ملک کی مادری زبان سیکڑوں برسوں سے عربی ہے۔ زوار لوگ جو ہندوستان یا عرب سے جاتے ہیں تو سویز سے جہاز میں سوار ہو کر بحیرۂ روم کے کسی بندر پر اتر جاتے ہیں وہاں سے گھوڑا گاڑی میں سوار ہو کر ایک رات میں یروشلم پہنچ جاتے ہیں اونٹ اور گھوڑے کی سواری بھی ہوتی ہے۔ اس شہر میں حضرت سلطان کی طرف سے ایک پاشا رہتا ہے۔ شہر یروشلم سے مشرق کی جانب تھوڑے سے فاصلہ پر زیتون کا پہاڑ ہے یہ وہی پہاڑ ہے کہ جہاں رات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبادت کیا کرتے تھے اور یہیں سے یہودی آپ کو گرفتار کر کے پلاطوس کے پاس لے گئے تھے اس پہاڑ اور شہر کے درمیان ایک نالہ بہتا ہے کہ جس کو لوگ قدرون کہتے تھے بارش کے ایام میں اس میں زیادہ پانی ہوتا ہے مگر گرمی میں خشک ہو جاتا ہے اس پہاڑ کے دامن میں غرب کے رخ شہر کے قریب ایک باغ تھا جس کو گتسمنی کہتے تھے اور اسی پہاڑ کے نیچے مشرق کی جانب بیت عنیا اور بیت فاگا دو گاؤں آباد تھے۔

پادریوں

کی انتخاب کے مقامات المعروف بچھاپہ روزن مزہ لاہور سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے کہ شہر یروشلم کا بانی ملک صدق تھا جس کا ذکر کتاب پیدائش کے ۱۴ باب ۱۸ درس میں ہوا ہے کہ ملک صدق سالم کا بادشاہ تھا اور اکثر سمجھے ہیں کہ یبوس اس شہر کا اصلی نام ہے آباد ہونے کے سو برس بعد اس کو یبوسیوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا اور شہر پناہ کو بڑھایا اور کوہ صیہون پر ایک قلعہ بھی تعمیر کیا پہلا نام بدل کر یابوس نام رکھا گمان غالب ہے کہ یبوس نام اصلی نام کے ساتھ شامل کیا گیا یعنی یبوسلم، فصاحت کے واسطے یروشلم جیسا کہ آج تک جاری ہے ایجاد ہوا۔ یشوع کی کتاب کے ۱۰ باب ۱۳ آیت میں ہے کہ جب یشوع نے ملک کنعان پر حملہ کے وقت اس کے یعنی یروشلم کے بادشاہ کو پکڑا اور قتل کیا اس وقت سے داؤد کے زمانہ تک یبوسی اور یہودی دونوں ملے جلے رہتے تھے۔ پھر لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یشوع نے یروشلم بنیامین کے فرقہ کو سپرد کیا لیکن بسبب اس کے کہ یہ شہر فرقہ یہوداہ کی عین سرحد پر تھا تو بنی یہوداہ نے دو بار اس کو محاصرہ کر کے لے لیا تھا اس لئے یروشلم کبھی بنیامین اور کبھی یہوداہ کا کہلایا اور جب سے داؤد نے یروشلم کو اپنے ہیکل کے لئے چن لیا تب سے وہ تمام بارہ فرقوں کا دار السلطنت مقرر ہوا اور کسی خاص فرقے کا حصہ نہ کہلایا۔ ربی لوگ کہتے ہیں کہ شہر مذکور کی زمین تمام فرقوں کی زمین تھی یہاں تک کہ باشندوں میں سے بھی کوئی اپنے گھر کا کرایہ نہ لیتا تھا۔ عید کے ایام میں سب اپنے یہودی بھائیوں کو بغیر کرایہ کے مکان میں ٹھہراتے تھے۔

تمام ملک کے یہودی یروشلم میں سال بھر میں تین بار حاضر ہوتے تھے۔ پہلے فسح میں یہ عید فرعون کے ظلم و جبر سے رہا ہونے کی یادگار میں تھی جس میں قربانی کرتے اور فطیر کی روٹی کھاتے تھے۔ دوسری عید خیمہ یہ مصر سے نکلنے کے بعد چالیس برس بیابان میں رہنے کی یادگار میں کیا کرتے تھے اس میں پتوں اور شاخوں کے جھونپڑے بنا کر سات دن

ل سنا ہے کہ اب ریل بن گئی ہے ۱۲ منہ

ف اب موٹر و موٹر لاری کے ذریعہ جاتے ہیں۔

یہاں آباد رہتے تھے ۔ سلیم یعنی سلامت کو کہتے ہیں یہ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی صلح یا سلامتی ۔ یہ عید مصر سے نکلنے کے بعد کوہ سینا اور شریعت پانے کی یادگاری میں مقرر ہوئی تھی ان عیدوں میں جو ہزار ہا آدمی اسرائیلی حاضر ہوتے تھے جس طرح اہل اسلام مکہ میں حاضر ہوتے ہیں ۔

الغرض یہ شہر اس وقت سے آباد ہے کہ جب بنی اسرائیل مصر سے کوچ کر کے پھر اس ملک کنعان میں داخل ہوئے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں ان کا پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے نہایت رونق اور کمال حالت میں تھا اس کا شہر پناہ اور اس کے عمدہ عمدہ مکانات حیرت انگیز اور حضرت [illegible] داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد سے آگے ہی سے یہ جگہ متبرک اور مقدس سمجھی جاتی تھی کیونکہ حسب ارشاد الٰہی کتاب حضرت ابراہیم اسی مقام پر اپنے بیٹے اسحاق کو قربانی کرنے کے لئے لائے تھے ۔ اسی سرزمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تھا اور اسی لئے اس جگہ کا نام بیت ایل یعنی خدا کا گھر رکھا ۔ یہی جگہ ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ کے حکم و الہام سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ بنائی پھر یہی مسجد اور یہی شہر جز انبیاء علیہم السلام کا قبلہ اور زیارت گاہ رہا اسی کا قرب و جوار انبیاء کا مدفن اور مورد برکات ہے الّذی بارکنا حولہ اسی کی شان میں [illegible] اب تک اس کی دیوار پر یہود جمع ہو کر رو رو کر نجات طلب کرتے ہیں ۔ آں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کی طرف منہ کر کے برسوں نماز پڑھی ہے اور شب معراج میں اسی جگہ تشریف لائے ہیں ۔ یہ شہر مقدس اور یہ مسجد حوادث ارضی اور ظالم بادشاہوں کے ہاتھوں سے برباد و منہدم ہوئی اور پھر بنائی گئی جیسا کہ عنقریب آپ کو اس کی کیفیت معلوم ہوگی ۔ مگر اب ہم ناظرین کو حال کے شہر کا مختصر حال سناتے ہیں ۔

شہر یروشلم کا بیان

یروشلم جو یہود کی شہر پناہ کا گھیرا جس کو ۱۵۴۲ء میں سلطان سلیمان ابن سلیم شاہ روم نے تعمیر کرایا تھا تخمیناً ڈھائی میل کا ہے ۔ یہ فصیل مسیح کے دنوں میں کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے قریب زمانہ کو ہے چار میل کا گھیرا تھا اور شہر تین دیواروں سے گھرا ہوا تھا جس میں سے ایک ہی حاشیہ دوسرے کے پاس [illegible] جا بجا شہر برج بنائے گئے تھے ۔ شہر پناہ پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدیم بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے لیکن اس کے اطراف میں ابھی ایسی عمارتیں نظر آتی ہیں کہ جو قدیم زمانہ میں شہر میں داخل تھیں جیسا کہ نصف کوہ صیہون کی پہاڑی شہر پناہ کے باہر ہے جو پہلے اندر تھی ۔ شہر حال کی چار دیواریں اونچی اور کنگرے دار پتھروں سے شہر میں بنی ہوئی ہیں اور اس میں جا بجا اور برج اور دمدمے بنے ہوئے ہیں ۔ شہر کے سات دروازے ہیں دو شمال کی جانب ایک مغرب کی جانب اور ایک مشرق کی جانب ایک باب الرحمہ کہلاتا ہے جو بند رہتا ہے ۔ شہر میں تین بڑی سڑکیں ہیں ایک وہ جس کو باب الدمشق کہتے ہیں جو شمال و مغرب کی طرف جاتی ہے دوسرے سوق الکبیر جو جنوب کو چلی جاتی ہے تیسرے [illegible] سڑک اور یہ وہ سڑک ہے کہ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی سولی دینے لے چلے تھے ۔ ان کے سوا سات سڑکیں [illegible] چھوٹی ہیں جن کے یہ نام ہیں کوچہ مسلمین ، کوچہ نصاریٰ ، کوچہ یہود ، کوچہ ارمنی ، کوچہ [illegible] ، کوچہ مغاربہ ، کوچہ حوت ۔

بادی النظر میں [illegible] ہیں

جو لفٹننٹ وارن صاحب شہر مقدس کا حال دریافت کرنے گئے تھے انہوں نے اچھی طرح وہاں کا حال دریافت کیا۔ ان کے بیان کے موجب شہر کی شہر پناہ طول میں پورب کی طرف دو ہزار آٹھ سو فٹ ہے اور شمال کی طرف تین ہزار آٹھ سو فٹ ہے اور مغرب کی طرف دو ہزار تین سو فٹ اور دکھن کی طرف سے تین ہزار تین سو پچاس فٹ ہے۔

اس جگہ بہت عمدہ عمارت بجز ہیکل (مسجد اقصیٰ) اور مسیح کی قبر کے اور کوئی نہیں ہے جن کے پاس اور بھی مقامات ہیں کہ جو اوسط درجہ میں خیال کیے جاتے ہیں۔

اقتباس کی مقامات المعروف نامی کتاب میں اس شہر کے چھوٹے بڑے اکتیس مقامات گنوائے ہیں۔[1] (۱) بیت لحم کا پھاٹک (۲) دمشق کا پھاٹک (۳) اقرائم کا پھاٹک (۴) مقدس ستیفان کا پھاٹک (۵) سنہرا پھاٹک یہ ہمیشہ بند رہتا ہے (۶) مسجد اقصیٰ کا پھاٹک (۷) خیقا کا پھاٹک (۸) صیحون کا پھاٹک (۹) آرمینیوں کی خانقاہ (۱۰) جنیمس کا قلعہ (۱۱) بیت سبع کا کنڈ (۱۲) حاجی ستورہ کا کنڈ (۱۳) لاطینیوں کی خانقاہ (۱۴) کنڈ حکائی (۱۵) قبر گلگتہ قبرستان۔ گلوری (۱۶) ہیرودیس کا محل (۱۷) مقدس انّا کی مسجد (۱۸) پلاطوس کا محل (۱۹) بیت حسدہ کا کنڈ (۲۰) حرم شریف الف سلیمان کا تخت بت محمد علیہ السلام کا تخت۔ جہاں مسلمانوں کا خیال ہے کہ اس پر آں حضرت قیامت میں عدالت کریں گے۔ بیچ صدر عیسیٰ کے مقبرہ کا دروازہ (۲۱) الصخرہ (۲۲) مسجد الاقصیٰ (۲۳) چوک و بازار (۲۴) حناس کا محل (۲۵) یہود کا عبادت خانہ (۲۶) یروشلم کے حاکم کا محل (۲۷) قیافا کا محل (۲۸) داؤد علیہ السلام کا مزار (۲۹) عام قبرستان (۳۰) بادشاہ کا کنڈ (۳۱) سلوآم کا کنڈ۔

اس شہر میں تخمیناً تیس ہزار آدمی بستے ہیں جن میں زیادہ مسلمان ہیں پھر یہود پھر عیسائی اور ارمنی۔ مسلمان اکثر حرم شریف کے گرد و نواح میں رہتے ہیں اور عیسائی اپنی خانقاہوں اور گرجاؤں کے آس پاس اور یہودی کوہ صیحون کے دامن میں اور اس کے آس پاس کے نشیب میں۔ اس شہر میں یہودی بیوہ عورتیں بہت زیادہ رہتی ہیں جو اپنی پرورش کا وسیلہ یروشلم کو سمجھتی ہیں۔

اس شہر میں دو خانقاہ بہت مشہور ہیں ایک لاطینی۔ دوسری ارمنی شہر سے شمال و مغرب کی طرف اور لاطینی دکھن پچھم کی طرف۔ ارمنی خانقاہ میں ہزار آدمی رہ سکتے ہیں۔ آرمینیوں کا ایک گرجا بہت بلند اور کشادہ بنا ہوا ہے اور اس میں اسباب عبادت اس قدر اور ایسے قیمتی ہیں کہ دنیا میں میسر نہیں آتے۔ کبھی کبھی ان دونوں قوموں میں علاوہ زبانی بحث کے لاٹھی سونٹے کی بھی نوبت آ جاتی ہے۔

یروشلم کے جنوب میں سلوآم کا ایک تالاب ہے کہ جس کی گہرائی چوبیس فٹ ہے۔ یروشلم میں ملکہ انگلستان اور بادشاہ جرمن کے اتفاق سے ایک ایسے نئے گرجا کی تعمیر کا ارادہ ہوا تھا کہ جس میں انگلستانی کلیسا کے طور پر عبادت ہوا کرے اس کے لیے سلطان کی طرف سے زمین ملی اور بنیاد بھی ڈالی گئی مگر ارمنی اور یونانی اور لاطینیوں کی ناراضی سے ہنوز وہ عمارت قائم نہیں ہونے پائی۔

یروشلم کے پورب کی طرف ایک وادی ہے کہ جس کا طول دو یا ڈیڑھ میل ہوگا اس کو وادی یہوشفاط کہتے ہیں جس کے معنی یہوواہ (خدا) کی عدالت کے ہیں۔ اسی بنا پر یہود اور عام عیسائیوں اور عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ قیامت کے روز اس جگہ پر خدا عدالت کرے گا اسی لیے یہود یہاں دفن ہونا سبب نجات جانتے ہیں۔ اسی وادی کے پاس شہزادہ ابی سلوم کا ستون اور کئی مقبرے ہیں جن میں سے بعض بلند اور عالی شان اور بعض ٹوٹے پھوٹے ویران پڑے ہیں۔

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ تفسیر حقانی جلد اول صفحہ ۴۱۹

یہ وہ مقام گنبد ہے جس میں ایک وادی گیلوم یعنی جہنم کہلاتی
ہے۔ یہ بنا بادشاہ کے عہد سے آگے یہودی یہاں ملکت
بت کی پرستش کرتے تھے۔ یہ بت جس کا تھا اس کا جو
بیل کا سا اور اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے گویا بیٹے کو
گود میں لیا چاہتا ہے۔ یہ بت پرست یہودی اس بت کو
آگ سے خوب گرم کرکے اپنے لڑکوں کو اس کی گود میں ڈالتے
اور ان کے چلانے کی آواز دبانے کے لیے ڈھول بجاتے تھے
اسی عہد میں ان ڈھولوں کے نام سے اس کو وادی توفت
(ڈھول) کہتے تھے۔ پھر یوسیاہ کے عہد میں وہ اس مقام
اور اس بت پرستی سے نفرت کرنے لگے اور اس وادی کو
خراب کرنے کے لیے تمام شہر کا کوڑا اور غلیظ وہاں پھینکنے لگا
جس کے جلانے کے لیے ہمیشہ آگ جلتی رہا کرتی تھی۔ اسی
مناسبت سے اس کو جہنم کہنے لگے۔ جس طرح فلسطین کے
بت و ثنوں کی پرستش کرتے تھے جن کا جسم بیل کا سا جسم
اور انسان کے سے ہاتھ پاؤں تھے اسی طرح عرب والے اس بت
لات کی پرستش کرتے تھے اور مقابل اس سے وادی جس
شمار کرتے تھے یہ دو دخت ملاقت کے ہیں اس لیے
ان کی صحبت سے بت پرستی اختیار ہوتی تھی۔

قسطنطین بادشاہ روم کی والدہ نے جب کہ وہ یروشلم
میں آئی مسیح کی قبر پر سے ایک بت جو اس مقام پر گڑا تھا
اکھڑوا دیا وہاں ایک عمدہ گرجا عالی شان تعمیر کرایا جو آج تک
مسیح کی قبر کے نام سے مشہور ہے اور جس قدر عیسائی یروشلم
میں حج کو جاتے ہیں اس کی زیارت ضرور کرتے ہیں۔ اس
میں گھستے ہی ایک پتھر رکھا ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ
اسی پر حضرت مسیح کی لاش کو غسل دیا گیا تھا۔ اس سے
تھوڑی دور آگے بڑھ کر ایک گنبد کے نیچے چبوترہ ہے
یہی ہے مسیح کی قبر کہتے ہیں جس پر انہوں نے سنگ مرمر
پھر ایک سا بازار نظر آتا ہے اس کے پیچھے ایک دروازہ ہے جو
جاتی اس کمرہ میں داخل ہوتے ہیں جو چار زانو کرنا ہے یہ
مقام سامنے سے پیچھے ہفت مربع سے زیادہ نہ ہوگا۔ یہاں
سنگ مرمر کا ایک صندوق ہے اسی میں حضرت
مسیح کی لاش کو رکھا جانا تسلیم کرتے ہیں اور اس کی چھت میں
بہت سے عمدہ جھاڑ لٹکے ہیں جو بادشاہوں کی نذر
کئے ہوئے ہیں اس مقام میں ایسی گنجائش کی ہے
کہ تین چار آدمی کے سوا کا گزر نہیں۔ اسی طرح ہر فرقے
(یعنی ارمنی، عیسائی) سب شریک ہیں اور جو مقام
مقبرہ مسیح کے مصلوب ہونے اور دفن ہونے کا سو
تھا اس کی تلاش کرتے ہیں اور تمام کرتے ہیں۔

اہل اسلام وہاں کے کل عیسائیوں کے قصوں کو
ہیں جو اس جگہ کے لئے کہ ان کو حضرت مسیح کی مصلوبی
سے انکار ہے۔ بلکہ یہ مقبرہ یہوداسکریوطی کا ہے جو
ان کی جگہ دفن ہوا اور مسیح کے شبہ میں سولی پر لٹکایا گیا۔

فصل دوم

اس شہر میں جو سب سے متبرک اور عمدہ اور عجیب جگہ
ہے وہ بیت المقدس کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے تعمیر کیا تھا مسجد عمر کے نام سے نامزد ہے۔ جس
وقت مسلمانوں نے شہر کو فتح کیا اور بادشاہ نے شہر
کے حوالہ کیا عمر نے مسجد کے لیے بہتر جگہ دریافت کی
اس نے مسلمانوں کو کچھ کی ایک جگہ دکھائی اور کہا کہ یہی وہ
جگہ ہے جہاں حضرت سلیمان نے ہیکل بنائی تھی۔ اسی
مقام پر حضرت عمرؓ نے مسجد کی بنیاد ڈالی اور ایک عمدہ
عمارت بنائی اس مسجد کے احاطہ کو حرم شریف کہتے ہیں۔
زمانہ جنگ صلیب سے وہاں کوئی عیسائی جانے نہیں پاتا۔

ف۔ بعض کا بیان ہے کہ یہ ایک چٹان کی جگہ تھی جس کو حضرت مسیحؑ کی پیشین گوئی سے منسوب کیا (باقی برصفحہ آئندہ)

ڈاکٹر بیچرڈسن کہتا ہے کہ میں بہا جت کے ذریعہ سے امام سے موافقت کر کے صحن ہیکل میں اس کے اندر گیا ہوں۔ اس لیے وہ وہاں کا مفصل حال لکھتا ہے کہ حرم شریف لمبائی میں ایک ہزار پانسو فٹ ہے۔ جنوبی مسجد اقصیٰ کی محراب سے باب السلام تک اور عرض میں نو سو فٹ ہے۔ اس احاطہ میں نارنگی زیتون اور سرو کے متعدد درخت ہیں۔ اسی احاطہ کے درمیان ایک چبوترہ سنگ مرمر کا فٹ ہے یا چبوترہ جو چار سو پچاس فٹ مربع ہو گا جس کی بلندی احاطہ کی سطح سے بارہ چودہ فٹ ہوگی اس پر چڑھنے کے واسطے چاروں طرف سے اچھی اور کشادہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جانب مغرب کے تین اور شمال کے رخ دو اور جنوب کے رخ ایک اور دکھن سمت دو اور ہر ایک زینہ پر نہایت خوش نما محراب بنی ہوئی ہے اس کی کرسی بالکل سفید اور آسمانی رنگ سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اس کے بعض پتھر بہت پرانے ہیں جن پر طرح طرح کی صورتیں تراشی ہوئی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کسی قدیم عمارت کے پتھر ہیں۔ اس تخت کے اردگرد بہت سے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں مؤذن اور خدام اور سامان مرمت رہتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ حسین وہ مسجد ہے کہ جو اس تخت کے بیچوں بیچ ہے جس کو مسجد الصخرہ کہتے ہیں اس وجہ سے کہ اس کے اندر ایک پتھر لگا ہوا ہے جس کی نسبت خیال ہے کہ یہ پتھر اس وقت سے آسمان سے گرا ہے جب سے کہ پہلے ہیکل تعمیر ہوئی جب سے یہ یہیں پڑا ہے۔ کہتے ہیں کہ سب اگلے نبی اسی پر سجدہ کر کے عبادت کرتے تھے یہ پتھر آسمان کو جانے کو تھا کہ جبریل نے ہاتھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے تک اس کو روک دیا پھر حضرت نے اس کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھا (یہ روایات اسلام میں سند صحیح سے ثابت نہیں) یہ مسجد ہشت پہل ہے اور ہر ایک پہل ساٹھ فٹ کا ہے اس میں چار باب ہیں باب الغربی، باب الشرقی، باب القبلہ، باب الجنۃ۔ ایک دروازہ پر سائبان پڑا ہوا ہے برآمدہ کے طور پر اس کا چبوترہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اس کے پتھروں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہیکل کے پتھر ہیں سب دیواریں ڈال دار بنی ہوئی ہیں ایک دیوار کے پتھر مربع دوسری کے ہشت پہل اس کے سنگ مرمر کا رنگ سفید ہے مگر خوبصورتی کے لیے جا بجا بیل بوٹے کی ہوئی ہے اس درجہ میں کوئی کھڑکی نہیں ہے مگر اوپر کے درجہ میں ہر ایک پہل میں پانچ پانچ کھڑکیاں ہیں اور سنگ مرمر کے عوض تمام دیوار رنگین خشت پختہ سے بنی ہے جن پر چاروں طرف قرآن مجید کی آیات بخط جلی لکھی ہیں یہ سب عمارت ایسی خوب صورت بنی ہوئی ہے کہ جس کی نسبت ڈاکٹر موصوف کہتا ہے کہ مجھے اس کے دیکھنے سے ایسی خوشی ہوئی جو دوسری عمارت سے ہرگز نہیں ہوئی۔ مسجد مذکور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جس کی نسبت وہ مسیح علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس کا ہر ایک پتھر گرایا جائے گا اور وہ سمجھتا تھا کہ یہ مسلمانوں سے آباد نہ ہوگی اور اس کے مقصد سے وہ خود برباد ہو جائیں گے۔ مگر خدا نے پچھلے انبیاء علیہم السلام کی معرفت خبر دی تھی کہ اس کو ایک قوم آباد کرے گی جو خدا کی آنکھوں میں مقبول اور برگزیدہ ہوگی اور وہی اس کے وارث اور متولی رہیں گے۔ اس خبر کے مطابق واقع ہوا۔ اس عہد سے اب تک یہ مسجد مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہے اور رہے گی۔ ایک عارضی قبضہ چند سال تک بیچ میں حرب الصلیب کے عیسائیوں کا ہو گیا تھا۔ صداقت اسلام کی ایک یہ بھی بین دلیل ہے ۱۲ منہ

افسوس ہے کہ اب چند سال سے عیسائیوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے امید ہے کہ پھر اس کے وارثوں کے قبضہ میں آجاوے گی

میں محفوظ کے سوا چند اور تبرکات ہیں جن کو اہل اسلام متبرک سمجھتے ہیں چنانچہ ایک اور بڑا پتھر ہے جس کی نسبت کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھے تھے سنگ مرمر کا سے ٹوٹا ہوا ہے۔

اور ایک سخت ورق ہے جس میں ایک سوراخ ہاتھ ڈالنے کے قابل ہے اس کے اندر توہم پرست اہل اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں پھر ایک سبز پتھر چوکور سنگ مربع ہے جس میں انیس سوراخ کیل کے لائق بنے ہوئے ہیں۔ اس کی یہ خاصیت بتلاتے ہیں کہ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد اس میں سے ایک کیل غائب ہو جاتی ہے چنانچہ اس میں سے سات ہی وہ غائب ہو گئی ہیں اور سات تین باقی ہیں کہتے ہیں ان کے غائب ہو جانے کے بعد دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا اہل اسلام اس سبز پتھر کے نیچے سے زیارت کرتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس مقام پر حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا مزار ہے۔ مسجد مذکور کا گنبد زمین سے تیس فٹ اونچا ہے اور اس کا قطر چونسٹھ فٹ اس کی چھت کے چیتروں سے بنی ہے عمدہ بنے تمام پر سنہری گلکاری ہو رہی ہے۔ انتہی ملخصاً۔

یہ عمارت حضرت عمر کے عہد کی نہیں ہے بلکہ اس کے بعد خلیفہ عبدالملک نے اس کو از سر نو تعمیر کیا پھر اور تعمیرات ہوتی رہیں۔ حال کی عمارت سلاطین عثمانیہ سلطان سلیمان کی ہے۔

حال میں مسجد صخرہ میں سنگ مرمر کا فرش بنا دیا گیا ہے اور صخرہ کے نیچے ایک تہ خانہ بھی ہے جو مسجد سے ایک کھڑکی میں سے گیارہ سیڑھیاں نیچے اترتے ہیں نیچے جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی عبادت کے نشان معلوم ہوتے ہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک اس مسجد کی زیارت اور وہاں جا کر نماز پڑھنا نہایت ثواب اور قبولیت کا مقام ہے اس لیے ہزاروں زائر جاتے ہیں۔ شہر میں حضرت سلطان غازی کی طرف سے اور تمام ملک کے سلطان زائر کے لیے ایک عمدہ مسافر خانہ بنا ہوا ہے جس کو وہاں تکیہ کہتے ہیں۔ وہاں کھانا پینا سب مفت ہے کی صورت سلطان کی طرف سے ملتا ہے۔

فصل سوم

ہیکل سلیمانی کی کیا صورت و ہیئت تھی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے بنی اسرائیل کو لے کر دشت میں ورود الٰہی کے بموجب لیے جاتے تھے اور وہ خیمے ساتھ لیے پھرتے تھے راستہ میں بنی اسرائیل کی لڑائیاں اور سرکشیوں کی وجہ سے چالیس برس کا عرصہ گزر گیا۔ چنانچہ قادس اور شمال حصہ عرب کے دشت میں اسی سبب شہر بشہر یہ خیمے پھرتے رہے یہاں تک کہ پھر جلد آدمیوں کے سوا اور ہارون علیہ السلام اور تمام آدمیوں اہل اسرائیل جو مصر سے نکلے تھے راستہ میں مر کھپ گئے پھر ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے جانشین یوشع بن نون نے ملک فلسطین فتح کیا اور بنی اسرائیل کنعان کے وارث ہوئے۔

ان میں یوشع سے لے کر ساؤل تک عدالت کا سلسلہ رہا تھے پھر ان کے بعد سلطنت اور بادشاہت قائم ہوئی ساؤل کے بعد سب سے اول بادشاہ بنی اسرائیل کے حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ یہ بموجب قول مورخین کے حضرت یوشع سے پانسو چند برس بعد تخت نشین ہوئے تھے ان کا پہلا اہم کام یہ تھا کہ انہوں نے یبوسی لوگوں کو جو کنعان کی اولاد اور شہر یروشلم میں رہتے تھے مغلوب کیا۔ داؤد علیہ السلام نے یبوسیوں کا قلعہ کو شہر یروشلم کو از سر نو بنایا اور اس کا نام داؤد کا شہر رکھا اور دار السلطنت قرار دیا۔

انہیں بادشاہوں کے واسطے پھرنے کے زمانے میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیمہ عبادت بنانے کا حکم دیا تھا اور اس کی سب ترکیب مثال کی بتا دی گئی

اور اس کے ایسے ایسے دروازے ہوں اور اس کی ایسی قنات ہو اور اس کے اندر صندوق شہادت رکھنے کا ایسا کمرہ ہو اور قربانی کرنے کا فلاں مقام ہو اور اس کے عود سوز اور دیگر آلات سنہری اور روپہلی اتنے اور ایسے ہوں اور اس کے کاہن یا امام فلاں اور ان کا ایسا لباس ہو اور خیمہ کے موافق اور اس کے اٹھانے والا اسرائیل کا فلاں فرقہ اور فلاں لوگ ہوں جس کی مفصل کیفیت توریت میں موجود ہے جس کو ہم نے بخوف تطویل ترک کرنا مناسب جانا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ جس مقام سے کوچ کرکے جس مقام پر جاتے تھے وہ خیمہ مع ساز و سامان ساتھ جاتا تھا اور ایک جگہ سے اکھیڑ کر دوسری جگہ نصب کیا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت داؤد علیہ السلام تک بنی اسرائیل کے لیے یہی کپڑے کی مسجد یا ہیکل رہی۔ پھر جب یہ خیمہ یا مسکن بمقام سیلا استادہ تھا تو وہیں حضرت سموئیل علیہ السلام کی ماں نے دعا مانگی تھی کہ جس سے سموئیل پیدا ہوئے عیلی کاہن کے عہد میں۔ اسی زمانہ میں صندوق شہادت جس کو تابوت سکینہ کہتے ہیں بنی اسرائیل کے ہاتھ سے ایک لڑائی میں فلسطینیوں کے ہاتھ آگیا تھا۔ پھر ساؤل کے عہد میں وہ خیمہ شہر نوب میں قائم ہوا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ ہوئے تو انہوں نے اس وعدہ کے موجب جو خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے کیا تھا اس جگہ پر استادہ کیا کہ جو زمین خدا نے ہیکل کے لیے پسند کر رکھی تھی جس کا کتاب استثناء کے ۱۲ باب ۱۳ ورس اور دیگر مقامات میں اشارہ ہے یعنی شہر یروشلم میں کوہ صیہون پر جس جگہ کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیت ایل رکھا تھا اور ایک پتھر بھی گاڑ دیا تھا۔ اب خدا تعالیٰ کا منشا ہوا کہ میری عبادت گاہ پختہ بنے مگر حضرت داؤد علیہ السلام کو دشمنوں کے قتال و جدال سے اس کی تعمیر کی فرصت نہ ملی گو سامان مہیا کیا تھا۔ اس لیے مرتے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت کی اور وہ سب ساز و سامان بھی حوالہ کیا اور ہیکل کا نقشہ بھی دیا کہ جس کے مطابق سلیمانؑ نے ہیکل بنائی اور اس خیمہ کی عبادت گاہ کو پتھر اور لکڑی اور سونے چاندی کا بنا دیا۔ اس کی پوری کیفیت اول کتاب السلاطین میں نہایت تشریح کے ساتھ مذکور ہے مگر ہم بھی ناظرین کے لیے یوسفس مؤرخ کی کتاب سے کسی قدر نقل کرتے ہیں وہو ہذا: تواریخ یوسفس حصہ ہشتم باب سوم

(۱) سلیمان نے اپنی تخت نشینی سے چار برس بعد ماہ ہیکل کا بنانا شروع کیا اور خروج موسیٰ از مصر سے پانسو بانوے برس بعد اور ابراہیم کے میسوپوٹیمیا سے نکل کے ملک کنعان میں آباد ہونے سے ایک ہزار بیس برس بعد اور طوفان نوح سے ایک ہزار چار سو چالیس برس بعد اور آدم کی پیدائش سے کہ سب کا باپ اور سب سے پہلا آدمی تھا ہیکل کے زمانہ تک تین ہزار ایک سو دو برس گزرے تھے اور شہر صور کے آباد ہونے سے دو سو چالیس برس بعد اور حیرام بادشاہ صور کے تخت نشین ہونے سے گیارہ برس بعد ہیکل کی تعمیر شروع ہوئی۔

(۲) سلیمان نے بڑے بڑے پتھر اور نہایت مضبوط ہیکل کی نیو کے واسطے درست کرنے اور بڑی گہری زمین کھدوا کے ہیکل کی بنیاد رکھی تاکہ مدتوں قائم رہے۔ یہ عمارت سنگ مرمر سے تیار ہوئی تھی۔ ہیکل ساٹھ ہاتھ عرض اور ساٹھ ہاتھ طول اور ساٹھ ہاتھ بلند تھی اور اس کے اوپر

لہ میسوپوٹیمیا ملک عراق کا یونانی میں نام ہے ۱۲ منہ
ے کتاب اول سلاطین کے ۶ باب میں ہے وہ گھر جو سلیمان نے خداوند کے لیے بنایا طول اس کا ساٹھ ہاتھ اور عرض بیس ہاتھ اور بلندی اس کی تیس ہاتھ تھی۔ ۱۲ کتاب ۲ تواریخ کے ۳ باب ۳ ورس میں [illegible]

ایک اور مکان بطور دالان کے بنا تھا اور اسی طرح ہیکل کی
بلندی ایک سو بیس ہاتھ تھی اور اس کا رُخ پورب کی طرف
تھا اور ہیکل کے سامنے ایک برآمدہ بیس ہاتھ چوڑا اور دس
ہاتھ لمبا اور ایک سو بیس ہاتھ اونچا بنایا اور ہیکل کے چاروں
طرف تین چھوٹے چھوٹے کمرے درجہ بدرجہ بنائے اور ہر ایک
کمرہ پانچ ہاتھ لمبا اور اسی قدر چوڑا تھا اور بیس ہاتھ اونچا اور یہ
کمرے اس دیوار سے ملحق بنائے گئے اور ان کی بلندی ہیکل کی
نصف بلندی تک پہنچی اور تمام ہیکل کی چھت سرو کے
صاف شہتیروں اور تختوں سے پاٹی گئی اور سونے کی چادروں
سے چھت اور دیواروں کو منڈھ دیا گیا جس سے تمام ہیکل
روشن ہو گئی اور ہیکل کی تعمیر ایسی حکمت اور درستی سے کی
گئی تھی کہ کسی جگہ جوڑ نہ معلوم ہوتا تھا اور بالاخانہ پر جانے کے
لیے ایک سیڑھی ہیکل کے متصل بنایا گیا جس سے بالاخانے کی کوٹھڑیوں
میں کوٹھڑیاں ملتی تھیں۔

(۲) اور بادشاہ نے ہیکل کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اس
کے اندر بیس ہاتھ طول و عرض میں ایک حصہ بنایا اس کو
پاک ترین مقام قرار دیا اور دوسرا حصہ چالیس ہاتھ عرض میں اور
چالیس ہاتھ طول میں تھا اسے مقدس کمرہ قرار دیا اور اس میں
سرو کی لکڑی کے دروازے لگائے اور سونے کی چادر والے
اسے منڈھ دیا اور اس پر قسم قسم کی تصویریں بنائیں اور
ان کے آگے نیلے ارغوانی و قرمزی رنگ کے اور ایک
کتان کے پردے بنائے اور ان کو لٹکا دیا۔ پھر عجیب
و غریب نقش و نگار بنائے جیسا کہ تمام درجہ کے لیے
دو کروبی (فرشتہ) خالص سونے کے بنائے گئے جو پانچ ہاتھ
اونچے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے بازو پانچ ہاتھ سے
پھیلے ہوئے تھے اور ایک کروبی کا بازو ایک دیوار سے
لگا تھا اور دوسرے کروبی کا دوسرا بازو شمالی دیوار سے
لگا تھا اور بیچ میں صندوق رکھا اور ہیکل کے دروازے
میں زیتون کی لکڑی کے کواڑ لگائے اور ان پر سونے کی چادریں
جڑ دیں اور ہیکل کو اندر اور باہر سے سونے کی چادروں
سے منڈھ دیا تھا اور باہر کے دروازوں پر تانبے کے دروازوں
کی مانند ہوتے تھے مگر [illegible]۔

(۳) سلیمانؑ نے ایک کاریگر حیرام نامی ملک صور
سے بلایا اس کے والدین اسرائیلی تھے یہ شخص ہر کام میں
ہوشیار تھا خاص کر سونے اور چاندی اور پیتل کا کام نہایت عمدہ
کرتا تھا اس نے ہیکل کا کام سلیمان کی مرضی کے موافق
بنایا تھا اور دو ستون بنائے اٹھارہ ہاتھ بلند اور ان کا محیط بارہ
ہاتھ تھا اور ان کے سر پر پانچ ہاتھ اونچے سونے کے تاج
کی صورت بنائی اور ایک جالی کا کام اور پھر سونے کے
پھول بنائے تھے اور ان دو ستونوں کو ہیکل کے برآمدہ میں کھڑا کیا ان ستونوں
میں سے ایک ستون کے داہنی طرف رکھا گیا اس کا نام یاکین
تھا۔

(۴) سلیمانؑ نے ایک ڈھالا ہوا حوض بنایا نصف گول
کی مانند ہیکل کا ڈھلا ہوا تھا اس کا قطر دس ہاتھ تھا اس کا
دَل چار انگشت اور اس کے نیچے بیل کا ایک ستون تھا
گردن کا قطر بیس فٹ تھا اور چاروں طرف بارہ بیل
ڈھلے ہوئے تھے تین تین ہر طرف ان کی پشت پر حوض تھا
اس کو دھو کر کھڑے تھے

ف [illegible] (۱ سموئیل ۱۶)

[illegible] (حیرام) [illegible] ہاتھ اور ساٹھ ہاتھ لمبا [illegible] بیس ہاتھ [illegible]
کے موافق بیس ہاتھ اور اونچائی ایک سو بیس ہاتھ۔ ان مکانوں کو عیسائی اموالی لکھتے ہیں پھر ان کے اختلاف کی تطبیق بھی انہی
کی سمجھ میں آتی ہوگی۔ یہ تفسیر کے [illegible] کتابوں میں [illegible] کہ یہ کتابیں [illegible]
[illegible]۔

(۶) اور حوض کے لیے دس پیتل کے ستون بنائے ان کی لمبائی پانچ ہاتھ چوڑائی چار ہاتھ اور بلندی تین ہاتھ تھی. اور ان کے چاروں کونوں میں بھی چھوٹے ستون اور دو ستونوں کے درمیان ایک بیل تھا اور دو کے درمیان ایک بیل اور دو کے درمیان ایک شیر ببر اور دو کے درمیان عقاب اور چھوٹے ستونوں میں بھی چھوٹے قد کے جانور بنائے تھے اور ان دس ستونوں کے واسطے دس حوض بنائے تھے جن میں سے پانچ حوض ہیکل کے دائیں طرف اور پانچ بائیں طرف اور بڑا حوض سامنے تھا. اس میں کاہن لوگ اپنے ہاتھ پاؤں دھو کے (یعنی وضو کر کے) قربان گاہ میں جاتے تھے اور حوضوں میں ان جانوروں کو دھوتے تھے کہ جن کو قربانی میں گذرانتے تھے.

(۷) ایک اور قربان گاہ پیتل کی بنائی سوختنی قربانی کے لیے کہ جس کا عرض بیس ہاتھ کا اور طول بیس ہاتھ کا اور دس ہاتھ بلند تھی اور اس کے تصرف کے لیے دیگ اور چمچے اور دست پناہ وغیرہ یہ سب چیزیں نہایت عمدہ پیتل سے بنائی تھیں اور اس نے دس ہزار میز دوسرے کاموں کے واسطے بنائیں کہ جن پر تشتیاں اور پیالیاں رکھی جاتی تھیں اور دس ہزار شمعدان جن میں سے ایک بڑا شمعدان رات دن ہیکل میں روشن رہتا تھا جنوب میں رکھا گیا اور وہ سونے کی میز کہ جس پر خدا کے نام کی روٹیاں رکھی جاتی تھیں شمال کی جانب اور سونے کی قربان گاہ ان کے درمیان رکھی اور باقی برتن اس مکان میں رکھے جو بیس ہاتھ لمبا تھا الخ. اور ہیکل کے چاروں طرف تین ہاتھ بلند ایک دیوار بنائی تاکہ جو کوئی اس میں جانے نہ پاوے کیونکہ وہ مکان متبرک تھا وہاں خاص پاک شدہ لوگ جاتے تھے.

اور اس دیوار کے باہر ایک چار چوک زمین کو بلند کر کے اس پر ایک دوسری ہیکل چھوٹی بہ نسبت اس بڑی کے تعمیر کرائی اور اس کے اندر بڑے بڑے کمرے بنائے چار دروازے لگائے اور اس چھوٹی ہیکل کے سامنے دو ایک اور رہنے کے مکانات کی قطار بنائی اور اس میں چاندی کا ملمع کیا.

یہ ہیکل مع ساز و سامان سات برس میں بن کر تیار ہوئی اس کی تعمیر میں صور کے بادشاہ حیرام نے لکڑیوں کی بہت مدد کی اور خود سلیمان ؑ نے اس کام کے لیے تیس ہزار آدمی مقرر کیے تھے کہ جو کوہ لبنان پر لکڑیاں چیرتے اور تراشتے اور یہاں بھیجتے تھے ان کے علاوہ وہ غیر لوگ بھی تھے کہ جن کو داؤد نے مقرر کیا تھا ستر ہزار آدمی بار برداری کا کام اور اسی ہزار سنگ تراشی کا کام کرتے تھے اور تین ہزار ان سب کے محافظ تھے اور بادشاہ کا حکم تھا کہ سنگ تراش ہیکل کی نیو کے واسطے بڑے بڑے پتھر تراشیں اور ان کو وہیں درست کر کے شہر میں لاویں

سلیمان ؑ کی دعا

جب یہ ہیکل اور اس کا سب ساز و سامان تیار ہو چکا تو حضرت سلیمان نے تمام بنی اسرائیل کو دور دراز سے جمع کیا اور ان کی دعوت کی اور بڑی دھوم دھام سے

عـــہ یوسفس مؤرخ یہودی کتاب کے حصہ ہشتم باب ۲ میں لکھتا ہے کہ سلیمان کے پاس ایسے بھی منتر تھے کہ جن سے دیو دفع ہو جاتے تھے پھر جن کے ایک منتر کا اثر اپنے مشاہدہ میں آنا بھی لکھتا ہے. یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ جن اور دیو ان کے مسخر تھے. اس بات کا استعجاب ان کو ہے کہ جو دیو اور جن کو صرف اپنے مشاہدہ میں نہ آنے سے انکار کرتے ہیں جس لیے تمام غیر واقعات کی غلط تاویلیں گھڑتے پھرتے ہیں. اس تفسیر کے حقوق سے کام لینا ہی مجھے مناسب تھا جیسا کہ قرآن مجید سے پایا جاتا ہے ۱۲ منہ

صندوقِ شہادت اندر رکھا جب کاہن لوگ سب چیزیں
بترتیب اندر رکھ کے باہر آئے تو ایک سیاہ ابر کا ٹکڑا
کہ جس سے اندھیرا ہو گیا ہیکل کے اندر گیا جس سے لوگوں کو
اس کی مقبولیت کا یقین ہوا تب سلیمان علیہ السلام
نے سربسجود ہو کے یہ مناجات کی کہ تو آسمان و زمین
اور ماسوا کسی مکان میں سما نہیں سکتا اب اے خداوند میں
تیری منت کرتا ہوں کہ اس مقدس مکان میں جس وقت بندے
تیری عبادت کرنے آئیں اور دعا کریں تو ان سب کی بندگی
قبول کر اور ان کی دعائیں سن اور ان کی حاجات کو روا کر جو
تو اپنے تمام بندوں کی التجا کو سنتا ہے جو تجھ سے ڈرتے
ہیں تو ان کا ارادہ پورا کر تو بڑا مہربان ہے۔
اس کے بعد خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا پھر قربانی چڑھائی۔
جانوروں کی قربانی کے وقت آسمان سے
آگ نازل ہوئی جس سے سب کو مقبول ہونے کا یقین
ہوا۔ پھر تمام لوگوں کو رخصت کیا وہ سب خوشی
کے نعرے مارتے ہوئے اپنے اپنے شہروں اور گاؤں اور
گھروں کو چلے گئے۔

آج کے دن سے بھی زیادہ کوئی دن خوشی اور
اقبال کا بنی اسرائیل کے لیے نہ دیکھا ہوگا، آج آفتاب
اقبال نصف النہار پر تھا پھر زوال شروع ہوا۔

فصل چہارم

ہیکل کی بربادی

سلیمان علیہ السلام چالیس برس سلطنت کر کے چھوڑ کر
کی عمر میں جہاں فانی سے رخصت ہوئے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا رحبعام
تخت نشین ہوا۔ یہ نفس پرست اور عیش پسند بادشاہوں کا
دوست تھا تھوڑے ہی دنوں میں اقتدار سلطنت کا
کھو کے بیٹھ رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بارہ فرقوں
میں سے صرف دو فرقے بنی اسرائیل کے اس کی
حکومت میں رہ گئے اور دس کا ایک شخص یربعام نامی
بادشاہ ہو گیا۔

سیسق کا حملہ

اس کے چند روز بعد سیساق شاہ مصر دو سو رتھ
اور ساٹھ ہزار سوار اور چار لاکھ پیادہ لے کر یروشلم پہنچ
گیا اگرچہ شہر کو تو بچا لیا مگر ہیکل کو لوٹ لیا جس میں
جس قدر سونے چاندی کا اسباب بے تعداد قیمت کا تھا
سب لے گیا جس کے بعد رحبعام نے پیتل کا سامان بنایا۔
یہ پہلی مصیبت تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہیکل
اور یروشلم پر آئی۔

بار دوم

رحبعام سے یوسیاہ کے وقت تک جو تقریباً چار سو برس کا
زمانہ ہے بہت سے متعدد بادشاہ گزرے اور ان میں اور
بنی اسرائیل کی دوسری سلطنت میں جو دو ٹکڑے ہو کر دو
سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں باہم بہت جھگڑے اور قتل بھی
ہوئے جس سے بنی اسرائیل کی سلطنت میں ضعف آ گیا
تھا اور ان میں بہت بت پرست بادشاہ بھی ہوئے جن کی
بے اتفاقی سے ہیکل خراب و خستہ اور بے مرمت پڑی
رہی اور اسی عرصہ میں توریت بھی اور صندوق شہادت
کے تبرکات بھی جاتے رہے مگر یوسیاہ نے پھر ہیکل کی
مرمت کی اور اس کی مرمت میں بہت کچھ روپیہ صرف
کیا یہ بادشاہ دیندار تھا اس کے عہد میں مصر کے
بادشاہ فرعون نیکوہ نے ملک اسور پر چڑھائی کی اس کا
ایک صوبہ دمشق تھا اور بابل بھی جو بخت نصر کا باپ بھی تھا
یوسیاہ کا ملک چونکہ بیچ میں حائل تھا یہ شاہ مصر کا
سامنا ہو کر جنگ ہوئی جس میں یوسیاہ زخمی ہو کر
مر گیا اور یرمیاہ علیہ السلام کا زمانہ تھا اس کے بعد اس کا

بیٹا یہو آخز یروشلم کے تخت پر بیٹھا اس کی تخت نشینی کے تیسرے مہینے پھر وہی مصر کا بادشاہ یروشلم پر حملہ آور ہوا اور اس شہزادہ کو زنجیروں میں جکڑ کر مصر لے گیا اور یہ وہاں جاتے ہی مر گیا اور شہر یروشلم اور ہیکل پر بھی تعدی کے دست تطاول دراز کیے اور اس کی جگہ یوسیاہ کے دوسرے بیٹے الیاقیم کو تخت یروشلم پر بٹھا دیا اور اس کا نام بدل کر یہویقیم رکھا اور چار لاکھ چار ہزار تین سو گیارہ روپیہ سالانہ باج گزاری کا مقرر کیا۔ یہ شہر یروشلم پر دوسری دفعہ کی مصیبت تھی مگر اب تک سلیمانی ہیکل اور شہر کے شاہی مکانات اور شہر پناہ جوں توں قائم تھی جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا۔

باب سوم

اس واقعہ کے چند سال بعد بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ملک یہودیہ پر چڑھائی کی اور یروشلم کو فتح کر کے یہویقیم کو اپنا باج گزار بنایا اور بہت کچھ مال و دولت لوٹا اور خاندان شاہی میں سے ایک گروہ کو اپنے محل کا خواجہ سرا بنا کر لے گیا ان اسیروں میں حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام اور ان کے تین رفیق بھی تھے۔

اس کے تھوڑے دنوں بعد یہویقیم نے بد عہدی کر کے شاہ بابل کی اطاعت سے انحراف کیا شاہ بابل ان دنوں اپنی ماں کے ماتم اور دیگر علائق میں مبتلا تھا خود تو نہ آسکا لیکن اس نے یہودیہ کے آس پاس کے سرداروں کو یعنی سریانی اور موآبی اور عمونی وغیرہ کو جو دشمن تھے حملہ کرنے کا حکم دیا ان لوگوں نے چاروں طرف سے ملک پر تاخت و تاراج شروع کر دی آخر کار یہویقیم کو تاک کے دام کر دیا آخر اس کو قتل کر کے یروشلم کے پھاٹک کے باہر پھینک دیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا یکونیاہ یروشلم کے تخت پر بیٹھا اس کے تیسرے مہینے خود بخت نصر ایک جرار لشکر لے کر یروشلم پر چڑھ آیا شہر کو فتح کر کے یکونیاہ اور اس کی ماں اور دیگر بیگموں اور شہر کے امیروں اور ہر قسم کے کاریگروں لوہاروں اور سنگ تراشوں کو اور شاہی خزانہ اور ہیکل کے سب سونے کے برتنوں اور دیگر سامان کو لوٹ کر لے گیا اور یکونیاہ کے عزیزوں میں سے ایک شخص صدقیاہ کو حکومت دے گیا اور اس سے فرماں برداری کا عہد اٹھوایا بخت نصر کو واپس ہوتا تھا کہ آس پاس کے سرداروں نے اپنی دوستی اور بخت نصر کی بغاوت پر آمادہ کرنے کے لیے ایلچی بھیجنے شروع کیے اور شاہ مصر نے بہت ورغلایا آخر اپنی سلطنت کے نویں سال یہ ہے طفل شاہ زادہ شاہ مصر کا اعلانیہ ساتھ ہو گیا اور شاہ بابل سے کھلم کھلا انحراف ظاہر کر دیا۔

باب چہارم

اس کے دو برس بعد بخت نصر بڑے بھاری لشکر کے ساتھ یروشلم کی طرف متوجہ ہوا اور شاہ مصر نے بھی اپنی کمک صدقیاہ کے لیے بھیجی مگر اس خونخوار فوج کے سامنے کون ٹھیر سکتا تھا جو بنی اسرائیل کے نوکش اور فاسق اور مرتد بادشاہوں سے انتقام لینے کے لیے قہر الٰہی کا نمونہ تھی آخر فتح کر لیا۔ صدقیاہ روپوش ہو کر بھاگتا ہوا گرفتار ہوا اور شہر ربلہ میں قید کر کے بھیجا گیا وہاں اس کے بیٹے قتل کیے گئے اور اس کی آنکھیں پھوڑ کر زنجیریں پہنا کر بابل میں بھیجا گیا جہاں جا کر وہ جلد مر گیا۔

بخت نصر کے سپہ سالار نے یروشلم اور ہیکل کے سب مال و اسباب کو جمع کر کے باقی تمام شہر اور ہیکل میں آگ لگا دی اور سب کو جلا کر خاک کر دیا اور ہیکل اور شہر کو بنیادوں تک اکھاڑ کر میدان بنا دیا اور ہزارہا مرد و زن کو

ف ۱ اپنا محل بابل میں تیار کرانے کے لیے ۱۲ منہ

وسیع ہو گئے اہل بابل نے توڑ ڈالا اور ہیکل کے وہ دو پیتل کے ستون اور وہ حوض اور وہ ڈھلے ہوئے بیل اور ہیکل کے سامان اور وہ ٹیکل اور وہ مال و دولت جن کو زمانے کے منتخب کاریگروں نے کس محنت سے تیار کیا تھا سب کو بابل روانہ کیا اور بیشتر کو توڑ پھوڑ دیا توریت کا بھی ایک قلمی نسخہ تھا وہ بھی جلا دیا گیا یہود کے اقبال کا خاتمہ ہو گیا آج وہ ہیکل سلیمانی جس کا دنیا میں شہرہ تھا منہدم ہو گئی شہر کے عمدہ عمارت اور بازار برباد ہو گئے۔ [illegible] تھی۔ لیکن حضرت کے ساتھ رخصت کر کے اور بابل کے مطابق سپاہیوں کے ہاتھ میں ان کی قیدیں دیتے ہیں۔

[illegible]

یرمیاہ حضرت عزیر حضرت مسیح علیہ السلام سے بقول اکثر مورخین پانسو چھیاسی برس پیشتر گذرا ہے۔ بعض کہتے ہیں [illegible] برس پہلے ہونے کے ہیکل برباد ہوئی تھی۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام یہودیوں کو صدقیاہ بادشاہ کی ان پیچیدہ آنے والی مصیبت سے مطلع کرتے اس لیے کہ ان کی حرکت بد پرستی سے نصیحت کرتے تھے اس لیے ان کو صدقیاہ نے قید کر دیا تھا اسی طرح اس سے پیشتر بھی بنی اسرائیل کے بدبخت بادشاہوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل و قید کیا تھا۔

شاہ بابل کے افسروں نے حضرت یرمیاہ کو قید سے رہائی دے کر ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور آزادی دی کہ جہاں چاہیں رہیں۔ اب شہر بالکل ویران اجاڑ پڑا ہے اور جو چند کنگال یہودی قوم کے رہ گئے تھے جو اس قابل تھے کہ کھیتی و زراعت کے لیے رکھا تھا ان پر جدلیاہ بن اخیقام کو حاکم مقرر کر کے مصفاہ میں رہنے کا حکم دیا۔ اور یہ وہ شخص ہے جس کا قصہ قرآن مجید میں ہے قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا الخ۔ یعنی حضرت یرمیاہ جن پر وحی آتی تھی اس شہر کی بربادی دیکھ کر دل میں کڑھتے اور روتے تھے۔ انہوں نے حسرت سے یہ کہا تھا کہ یہ شہر اب کیونکر آباد ہوگا خدا نے اپنی قدرت دکھانے کے لیے ان کی روح قبض کر لی اور ان کی سواری کا گدھا بھی مر گیا اس پر سو برس کا عرصہ گذر گیا۔ اس عرصہ میں بنی اسرائیل بابل سے رہا ہو کر پھر یہاں آ گئے اور وہ ہیکل اور شہر تعمیر ہو گیا اس کے بعد خدا نے یرمیاہ کو بھی زندہ کر دیا اور ان سے پوچھا کہ تم کتنی دیر تک مرے پڑے رہے انہوں نے کہا ایک دن یا کم۔ پھر خدا نے ان کے روبرو ان کے گدھے کو بھی زندہ کر دیا اور فرمایا تم پورے سو برس تک مرے رہے اور انہیں کے سامنے ان کی سواری کے گدھے کو بھی زندہ کیا اور فرمایا ہماری قدرت کو دیکھو کہ تم نے کہا تھا یہ شہر کیونکر آباد ہوگا اور بعض لوگ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یرمیاہ سو گئے تھے اور خواب میں ان کو خدا تعالیٰ نے یہ کیفیت دکھلائی تھی۔ اسی طرح یہودی اور عیسائی مورخ بھی اس قصہ کے منکر ہیں اور لکھتے ہیں کہ یرمیاہ مصر چلے گئے تھے وہیں مر گئے۔

سلہ [illegible] بنی اسرائیل کی [illegible]
[illegible] خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ہیکل کی دوبارہ تعمیر

بابل میں ستّر برس تک یہودی رہے اس عرصہ میں اپنے دینی دستورات بلکہ اکثر اپنی اصلی زبان سے بھی ناآشنا ہو گئے تھے۔ جب شاہانِ بابل کا ایران کے بادشاہ خسرو کے ہاتھ سے خاتمہ ہوا تو مسیح سے تخمیناً پانسو برس پیشتر خسرو شاہ ایران کے حکم سے بیالیس ہزار یہودی مع ان کے سردار کا ہن اور دستاویز بابل بھی تھے پھر اپنے ملک یہودیہ کو روانہ ہوئے اور ان کو شہر اور ہیکل کی تعمیر کی بھی اجازت ملی اور ہیکل کا لوٹا ہوا اسباب بھی ملا مگر باقی یہودی بابل ہی میں رہے حضرت حزقیل اور دانیال علیہما السلام یہیں فوت ہو گئے تھے۔ بنی اسرائیل نے تو تعمیر شروع کی مگر لوگوں کی خواہش سے کمبی سیس نے روک دیا تو اور بھی تعمیر رکی رہی پھر شاہ دارا کے حکم سے تعمیر شروع ہوئی اور تو برس میں ہیکل اسی جگہ اور اسی نمونہ پر تعمیر ہوئی فرقہ سامری نے بھی شریک ہونا چاہا مگر یہود نے ان کی شرکت سے انکار کیا۔ سامری بھی یہودی تھے ان کو اسور کا بادشاہ شلمنصر مسیح سے سات سو اکیس برس پیشتر اسیر کر کے لے گیا تھا اور وہاں ان کی نسل غیر قوموں سے مخلوط ہو گئی اور عرصہ کے بعد پھر یہ دونوں قوم اپنے ملک سامریہ میں آ بسی۔ یہ لوگ بنی اسرائیل میں سے اس دوسری سلطنت کے لوگ ہیں جنہوں نے یربعام کی، جو تحقیق میں ایک دوسری سلطنت قائم کی تھی تب سامریوں نے ایک کو لاوی کے فرقہ میں سے اپنا کاہن یعنی امام بنا کر ان کے مقابلہ میں اپنے لیے کوہ جرزیم پر ایک اور ہیکل بنائی۔

اپنا کعبہ جدا بنا بیٹھے ہم

توریت میں جو عیبال پہاڑ پر معبد بنانے کا ارشاد ہے استثناء ۲۷ باب ۴ ورس۔ انہوں نے اس لفظ عیبال کو بدل کر جرزیم بنایا اور بیت المقدس کے منکر ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کو تحریف توریت کا الزام دینے لگے اور یہ جھگڑا ان میں قرنوں تک باقی رہا چنانچہ ایک بار اسکندریہ کے یہودیوں اور سامریوں میں یہ مباحثہ پیش ہوا اور شاہ مصر کے روبرو ایک سو پچاس برس مسیح سے پیشتر سامریوں نے شکست کھائی۔

سامری توریت کے پانچوں حصوں کو تو مانتے ہیں باقی عہد عتیق اور عہد جدید ہیں سے اور کسی کتاب کو الہامی نہیں جانتے۔ یہ لوگ اب بھی شام میں موجود ہیں۔

الغرض ہیکل دوبارہ پھر اسی طرح سے تعمیر ہوئی۔ تو بابل ہی سے زربابل اور یوشع بن یہوصدق جو یہود کے معتبر تھے وہ بھی اور زکریا بن عیدو علیہما السلام مذہبی دستور کے موافق پرستش کرتے جاتے تھے اور شاہِ ایران کی طرف سے تعمیر کا طریقہ اور کاریگری پتھر کی مدد ملتی تھی اور ان اصلاح کے صوبے نہایت سرگرمی سے فرامین شاہی کے موجب مدد دیتے تھے۔ عرصہ کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام بھی مع بہت سے ساز و سامان اور ایک جماعت کے آ کر شریک ہوئے اور حضرت عزیر نے اپنی یادداشت ان دونوں نبیوں کی مدد سے یہود کے لیے ایک کتاب بھی مرتب کی جس کو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت کہتے تھے اور نیز ان کے دین اور رسوم عبادت کا بھی انتظام کیا۔ دارا کے عہد میں سات برس کے اندر ہیکل بن کر تیار ہوئی اور جب بنی اسرائیل کے لوگ قربانی

لے عزیر کو بائبل کتاب عزرا کہتے ہیں جو اور زکریا بھی اس عہد کے نبی تھے یہ وہ زکریا نہیں جو حضرت یحییٰ کے باپ کہلاتے ہیں وہ باپ تھے ۱۲

کرنے کو جمع ہوئے اور بہت سے لوگ وطن کو لوٹ آئے اور
دعا پڑھ کر رونے لگے کہ ہیکل کی خوشی میں شور و ہا [illegible] سے
اور پرانے لوگ قدیم ہیکل کو یاد کر کے زار زار روتے
تھے

دارا کے بعد اس کا بیٹا اخشورش تخت نشین ہوا یہ بھی
بنی اسرائیل پر بڑا مہربان تھا اس کے مقرب حضرت نحمیا
علیہ السلام تھے جو شہر سوسن[۱] دارالسلطنت ایران میں تھے
تھے ان سے چند بنی اسرائیل نے بیان کیا کہ شہر پناہ نہ ہونے
کی وجہ سے اطراف کے لوگ ہم کو ستاتے ہیں۔ حضرت نحمیا
نے بادشاہ سے اجازت لی اور روانہ ہوا اور خود بھی آئے
اور شہر پناہ بھی بنائی یہ نحمیا کا بیان ہے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ دارا وہ نہیں جس کو سکندر رومی نے مغلوب
کیا کیونکہ اس دارا کا کوئی بیٹا نہ تھا اس کے بعد بیت المقدس
اور اس کے باشندے شاہان ایران کے مطیع ہو گئے ان کی
مستقل حکومت نہ تھی۔ سکندر رومی کے عہد تک سکندر
نے یونان سے نکل کر ملک کے مشرقی ملکوں پر حملہ کرنا شروع کیا
آخر دارا شاہ فارس کو شکست دے کر ملک فارس اپنے
قبضہ میں کر لیا اس کے بعد ہندوستان پر حملہ آور ہوا
یہ واقعہ حضرت مسیح سے تین سو تیس برس پہلے گزرا ہے
پھر شہر بابل میں آ کر عین شباب میں مر گیا۔
اس کے بعد بیت المقدس کے یہودیوں نے اپنی حکومت قائم
کر لی اس ہیکل اور بیت المقدس کو بڑی اہمیت تھی
اور یہ یہود اب تک اپنے اقبال کے دور میں [illegible]

بھی تھے کہ جس کی وجہ سے بڑی اہمیت [illegible] تھے ہوئے
مگر اس کے بعد پھر یہ کم ہوئی اور [illegible] کی طرف متوجہ ہونے لگے
یہ جب [illegible] ان [illegible] اس [illegible] تھا اس کے [illegible]
[illegible] ہوئے

سکندر کے بعد اس کا تمام ملک اس کے سرداروں میں[۲]
تقسیم ہو گیا [illegible] نے [illegible] ملک [illegible]
[illegible] نے بھی [illegible] اور [illegible] نے [illegible] کو اور
[illegible] نے ملک مصر پر قبضہ کر لیا [illegible]
[illegible] نے ملک [illegible] اور بیت المقدس پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور
یہودیوں کو اہل بیت المقدس [illegible] کی [illegible] بیت کو [illegible]
[illegible] اس لیے بہت سے یہود اس کی قوم [illegible]
سے ملک مصر میں چلے گئے اور وہاں اسکندریہ میں
سکونت پذیر ہوئے۔ پھر مصری بادشاہ کو یہودی کتابوں
کے جمع کرنے اور عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ کرانے کا شوق
ہوا [illegible] یہودیوں کے سردار کاہن کے نام ایک خط
لکھا اور چند تحفے اور بہت سا روپیہ دے کر بھیجا کہ آپ
[illegible] چند کتب [illegible] میرے پاس بھیج دیجیے تاکہ وہ مجھے
ترجمہ کرا دوں۔ [illegible] نے [illegible] کے ساتھ
جواب لکھا اور [illegible] یہودی عالم [illegible] ترجمہ کرنے کو
بھیجے جنہوں نے شریعت کا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کیا اس
ترجمہ کو [illegible] کہتے ہیں جس کے معنی ستر کے ہیں
اس کے عہد میں یہودیوں نے بڑی عزت پائی تھی۔
اسی طرح ایشیا کے بادشاہوں نے بھی یہود کی

۱؎ حبش کو [illegible] شوش [illegible] کہتے ہیں۔ شہر [illegible] دارالسلطنت [illegible]
۲؎ سکندر کی سلطنت عظیم اس کے چار [illegible] سرداروں میں یوں تقسیم ہوئی [illegible] ایران [illegible] اور [illegible]
[illegible] ۔ [illegible] اور ان کے [illegible] ۔ [illegible] شام [illegible] کو [illegible] کے [illegible]
[illegible] اور [illegible] نے مصر اور اس کے اطراف پر قبضہ کیا۔ [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] ۔ [illegible]

نہایت عزت و حرمت کی تھی۔ چنانچہ سلوکس نے ایشیا کوچک اور شام شہروں میں قلعے بنا کے یہودیوں کو ان کا سردار بنایا تھا اور اپنے دارالسلطنت انطاکیہ میں بھی ان کو بہت کچھ دخل دیا تھا۔

واضح ہو

کہ سکندر کے بعد جب ملک کے ٹکڑے ہو گئے تو ایک شخص انیٹو کس نے حضرت مسیح سے تین سو برس پیشتر یعنی سکندر کی وفات کے تئیس برس بعد شہر شاکیہ (انطاکیہ) آباد کر کے اس کو اپنا دارالسلطنت ٹھیرایا۔ یہ یونانی سلطنت کہلاتی تھی اور اس خاندان کے بادشاہ انیٹوکس کہلاتے تھے ان کی اور مصر کے بادشاہوں بطلیمی خاندان کی ہمیشہ لڑائیاں ہوا کرتی تھیں یہودی بے چارے ان دونوں پتھروں میں پسا کرتے تھے۔ آخر انیٹوکس چہارم کا تسلط یروشلم پر ہو گیا اس نے کہانت کا عہدہ تیرہ لاکھ میں جیسون یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر اس سے واپس لے کر اس کے بھائی منلاؤس کے ہاتھ چوبیس لاکھ چھتیس ہزار پر فروخت کر ڈالا انیٹوکس کی خبر وفات سن کر جیسون اپنے بھائی پر حملہ آور ہوا اور اس کو قتل کر دیا حالانکہ یہ بادشاہ ہنوز زندہ تھا طیش میں آکر حضرت مسیح سے ایک سو ستر برس پہلے

یروشلم پر پانچواں حادثہ

یروشلم پر چڑھ آیا چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور چالیس ہزار کو قید کر کے لے گیا اور ہیکل کا اسباب جو چار کروڑ اٹھتر لاکھ ساٹھ ہزار کی مالیت کا تھا لوٹ کر لے گیا اور ہیکل کی نہایت بے حرمتی کی اور ایک ظالم کو یروشلم کا حاکم مقرر کر گیا۔

پھر مسیح سے ۱۶۷ برس پیشتر شاہ انطاکیہ نے مصر پر حملہ کیا جیسون یہودا اس حملہ میں شاہ مصر کے طرفدار ہو گئے اور شاہ انطاکیہ شکست کھا کر واپس آیا تب اس نے اپنے سپہ سالار کو حکم کیا کہ یروشلم کو برباد کر دے چنانچہ اس نے آکر قتل عام کیا اور شہر میں آگ دے دی اور شہر پناہ اور دیگر عمدہ مکانات کو گرا دیا (مگر ہیکل بچ رہی) پھر انیٹوکس کو انطاکیہ پہنچ کر یہ خبط پیدا ہوا کہ سب لوگوں کو یونانیوں کے مذہب بت پرستی پر چلائے چنانچہ اس نے اپنے نائب ایتھنیوس کو یہودیوں پر حاکم مقرر کر کے بھیجا اور حکم دیا کہ جو مذہب بت پرستی نہ مانے تو اس کو قتل کر ڈالنا۔ حاکم نے یروشلم پہنچ کر چند بدچلن یہودیوں کو اپنا شریک کر کے لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کیا اور تمام کتب یہود کو تلاش کر کے جلا دیا اور ہیکل میں جوپٹر کی مورت قائم کی اور جس نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اس کو قتل کیا۔

اسمونی خاندان

کا ایک بوڑھا کاہن متتیاس اپنے پانچ بیٹوں یوحنا، شمعون، یہودا، الیعاذر، یوناتان کو لے کر اپنا وطن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ملک یہودیہ کو ذکر شاہ مصر کے ہاتھ سے چھڑا لیا تھا قبل مسیح سے ۲۰۰ برس لگے پھر بطلیموس نے ملک یہودیہ کو لے لیا اور ۲۵ برس پیشتر تک مصر والوں کے قبضہ میں رہا۔ یہ زمانہ یہود کے لیے بڑے امن کا تھا اسی عہد میں یہود نے پرانی کتابوں کو اور دیگر رسالوں کو جمع کیا یہ توریت موجودہ وہ صحف انبیاء اسی عہد کی تالیف ہیں۔ اسی عہد میں سپٹواجنٹ ترجمہ جس ہوا ہے

(حاشیہ صفحہ ہذا) ف شاہان مصر کے عہد حکومت میں سردار کاہن یروشلم میں حاکم کے طور پر یہاں کا انتظام کرتے تھے انٹیوکس سنہ ... کا دارالسلطنت انطاکیہ تھا ۲۱۹ سے لے کر ۲۰۹ تک انٹیوکس چہارم اور اس کے بعد جانشینوں کی لڑائی کا یہی حال رہا (بقیہ صفحہ آئندہ)

بچانے کے لیے یروشلم سے بھاگ کر اپنے وطن اور شہر مودین
میں آرہا۔ یہاں بھی اس کے تعاقب میں انتیوکس کے لوگ
آئے اس نے پانچوں بیٹوں اور بہت سے دینداروں کو
جمع کر کے جہاد کیا جس میں شاہی لوگ شکست کھا کر بھاگے
پھر اس نے بتوں کو توڑا اور بت پرستوں کو قتل کیا مسیح سے
ایک سو چھیاسٹھ برس پیشتر۔

اس کے بعد اس کا بیٹا یہودا جس کا لقب مقابیس تھا
اس کا قائم مقام ہوا۔ یہ وہی مقابیس ہے جس کی دو کتابیں
مقابیس اول و مقابیس دوم عبرانی زبان میں ہیں اور یونانی
اور سریانی و رومن کیتھولک عیسائی اب تک ان کو آسمانی
کتابوں کے مجموعہ میں شمار کرتے ہیں۔ مقابیس نے یروشلم کو لیا
اور ہیکل کی مرمت کی اور ہیکل کو بتوں سے پاک صاف
کیا۔ انتیوکس نے انتقام کا قصد کیا مگر وہ تھوڑے دنوں
کے بعد بیمار ہو کر مر گیا۔ پھر مسیح سے ایک سو ساٹھ برس
پیشتر مقابیس ایک لڑائی میں شہید ہو گئے۔

اس کے بعد ان کا بھائی یوناتان قائم کیا گیا اس نے
بھی اپنے بھائی شمعون کی مدد سے وطن یہود کا انتظام بخوبی
عمدگی سے کیا لیکن وہ بھی شام کے بادشاہ کے ہاتھ سے
شہر عکہ میں مارا گیا اس کے بعد اس کا بھائی شمعون
مسیح سے ایک سو چالیس برس پہلے اس کا قائم مقام
ہوا اور اس نے بھی یہودیوں کو غیر قوموں کی حکومت سے
آزاد کرنے میں بڑی کوشش کی لیکن یہ بھی اپنے داماد کے
ہاتھ سے یریحو شہر کے قلعہ میں جب کہ وہ کسی مہم سے واپس
آرہا تھا دغا سے مارا گیا۔

اس کے بعد شمعون کا بیٹا یوحنا حاکم اور سردار کاہن
ہوا اس نے چند یہودیہ کے صوبوں پر اپنا قبضہ کر لیا اور
سامریوں کا ہیکل گرزیم پر تھا برباد کر دیا اور بہت سے بت پرستوں کو
انطاکیہ کے مذہب سے پھیر لیا اور ادومیوں سے بھی از سر نو
عہد و پیمان مستحکم کیا اس کی وفات ہونے کے بعد اس کا بیٹا ارسطو
بولس اس کی گدی پر بیٹھا اس نے رفتہ رفتہ زمانہ کی طرف پھر
یہودیہ پر بادشاہت قائم کی۔ اسیری بابل کے بعد یہ
اول شخص ہے کہ جو یہودیہ کا بادشاہ کہلایا۔ اس نے جلیل کا
ایک بڑا حصہ فتح کیا تھا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا اسکندر جنیس تخت نشین ہوا
ستائیس برس حکومت کر کے مسیح سے اٹھتر برس پیشتر
انتقال کر گیا۔ ان دنوں میں دو یہودی بھائیوں میں عہدہ
کہانت کے باعث جھگڑا پیدا ہوا اور ہر ایک نے اپنی
مرضی پومپی بادشاہ روم کے پاس بھیجی جو اس پاس کے ملکوں کو
فتح کر چکا تھا۔

یہ بادشاہ یروشلم پر چڑھ آیا اور تین مہینے کے محاصرہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہود کو جو ایک طویل مدت تک [illegible] انتیوکس بادشاہ شام کے [illegible] سے
[illegible] شہر کی ہیکل کی مرمت کی [illegible] اس کے [illegible]
[illegible] انتیوکس چہارم نے [illegible] یروشلم [illegible] ہیکل کی بے حرمتی کی
اور ہیکل کو [illegible] ۱۲ منہ

ف اسی دنوں میں [illegible] ہیکل کی بے حرمتی [illegible] حضرت عزیر کی [illegible]
[illegible] یونانی سلطنت [illegible]
[illegible] یروشلم [illegible] کے ساتھی [illegible]
[illegible] ایک سو ساٹھ برس پہلے ۱۲ منہ

یروشلم کو فتح کر لیا اس لڑائی میں بارہ ہزار یہودی مارے گئے۔ اور اپنی طرف سے ایک گورنر سردار کاہن مقرر کر گیا اس وقت سے ملک یہودیہ روم کے بادشاہوں کی حکومت میں آگیا جن دنوں میں کہ رومی سردار ان ملکوں کی فتوحات میں مصروف تھے ایک شخص ادومی انتی پیٹر نے رومیوں کو بڑی مدد دی تھی جس کے صلہ میں جولیس قیصر روم نے انتی پیٹر کو ملک یہودیہ اور اس کے پاس کے ملکوں کا حاکم مقرر کر دیا جس کے تحت میں یہود کا کاہن یعنی امام یروشلم کا حاکم بھی تھا۔

مسیح سے چالیس برس پیشتر انتی پیٹر مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ہیرودیس شوریا اور جلیل کا حاکم مقرر ہوا لیکن ان دنوں میں یہود کا کاہن اور حاکم ہرکانس بیٹھا تھا اس نے ہیرودیس مذکور کی یہاں تک مخالفت کی کہ اس کو شہر روم میں بھاگ جانے کے سوا چارہ نہ ہوا۔ شاہ روم نے اس کی ذاتی ضمانت کے لحاظ سے پھر اس کو یہودیوں کا حاکم بنا کر بھیجا اس پر بھی اس کو کاہن مذکور سے تین برس تک لڑنا پڑا آخر یروشلم کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا اور مریمنی یہودن سے شادی کر کے یہود کا بادشاہ ہو گیا اس کی حکومت چونتیس برس تک رہی۔ اس کے اخیر عہد میں حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے (اتنا یہ ہے کہ اس کے بعد)۔

ہیکل کی سہ بارہ تعمیر

اس نے یہود کے خوش کرنے کے واسطے ہیکل کو رفتہ رفتہ از سر نو تعمیر کرانا شروع کیا اس طرح پر کہ جب تھوڑے سے ٹکڑے کو بنا چکتے تھے تب دوسرے ٹکڑے کو توڑتے تھے اس طرح پر تمام عمارت نئے سرے سے بہت خوبصورت اور خوشنما بن کر مسیح سے آٹھ برس آگے عبادت کے لیے تیار ہو گئی مگر اس کی تکمیل چھیالیس برس تک ہوتی رہی مسیح کی تیس برس کی عمر تک۔ اٹھارہ ہزار آدمی نو برس تک اس میں کام کرتے رہے۔ اور جب کہ موریہ پہاڑ کی چوٹی اس کی وسعت کے لیے کافی نہ ہوئی تو پہاڑی کے چاروں طرف بڑا سنگین پشتہ باندھا گیا۔ یہ پشتہ بلند تھا خصوصاً کون کی طرف جیسے سو فٹ کی بلندی تھی۔ احاطہ کے باہر والی دیوار اسی پشتہ پر تھی جس کی بلندی دو فٹ تھی اور تیس میل کا گھیر تھا اس کے اندر چاروں طرف دیوار کے پاس بہت خوشنما برآمدے بنے تھے ان برآمدوں میں لوگ ٹہلتے اور انہیں میں صراف اور کبوتر فروش بیٹھتے تھے جو ہیکل کی نذر و نیاز والوں کے لیے چیزیں فروخت کرتے تھے اور اسی جگہ ایک مکان تھا کہ جہاں بیٹھ کر یہودی معلم جو ربی کہلاتے تھے مسائل تعلیم کیا کرتے تھے اسی جگہ ربیوں کو مسیح نے لاجواب کیا تھا (لوقا ۲) اب حالے عیسائی بھی یہاں جمع ہوا کرتے تھے (اعمال ۳ باب ۱۱)۔

اس احاطہ کی دیواروں میں نو پھاٹک تھے اور ان میں داخل ہونے کے لیے بڑے بڑے زینے پشتہ پر بنے ہوئے تھے یہ سب پھاٹک بڑے خوشنما تھے خصوصاً پورب کی طرف کا پھاٹک جو زیتون کی پہاڑی کے سامنے تھا یہ پھاٹک عمدہ پیتل کا تھا اس کی بلندی سینتیس ہاتھ تھی اور اس کے پاس کے برآمدہ کو سلیمان کا برآمدہ کہتے تھے۔ یہ بڑا احاطہ عام لوگوں کے لیے تھا اس کے اندر ایک اور احاطہ تھا کہ جہاں صرف یہودی عورتیں جا سکتی تھیں وہ بھی اس وقت جب کہ قربانیاں لاتی تھیں اس کے آگے اسرائیلیوں کا احاطہ تھا اور اس کے آگے لاویوں کا جہاں قربانگاہ اور پیتل کا حوض خاص ہیکل کے سامنے رکھا تھا خاص ہیکل بہت بلند اور نہایت خوشنما تھی اس کے سامنے ایک برآمدہ ڈیڑھ سو فٹ بلند اور اتنا ہی چوڑا تھا۔ ہیکل کے اندر دو دالان یا کمرے تھے ایک جو قدوس کہلاتا تھا ساٹھ فٹ لمبا اور اتنا ہی اونچا اور تیس فٹ چوڑا تھا اس میں نذر کی روٹیاں رکھنے کی میز اور بخور جلانے کی قربانگاہ اور پیکنے کے

تھیں ان دونوں ہوتے تھے اس کے آگے دوسرا کمرہ قدس الاقداس کہلاتا تھا بیس ہاتھ چوڑا اور اتنا ہی لمبا اور اتنا ہی اونچا کمرہ تھا پہلی ہیکل کے وقت اسی کمرہ میں عہد کا صندوق رہتا تھا جس میں شریعت کی دو لوحیں اور من کا مرتبان اور ہارون کا عصا تھا اس میں بجز سردار کاہن کے اور کوئی نہیں جا سکتا تھا وہ بھی سال بھر میں ایک بار۔ ان دونوں کمروں کے درمیان کتان کا ایک پردہ پڑا رہتا تھا خاص ہیکل کے چاروں طرف سہ منزلہ بہت سے کمرے کاہنوں کے رہنے کے لیے بنے تھے۔ اور احاطہ میں بہت سی اسی قسم کی عمارات تھیں۔ یہ سب عمارات سلیمانی عمارت سے خالی تھیں۔ (تفسیر یہودی سے ملخص)۔

یہ ہیکل کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں تھی وہ بھی اسی کے گرد تھی۔ حضرت مریم نے زکریا علیہ السلام کے گھر اسی ہیکل میں پرورش پائی تھی۔ اسی ہیکل میں حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواری عبادت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔

ہیرودس اعظم جب مر گیا اس کے ظلم و ستم سے بنی اسرائیل سخت تنگ آ چکے تھے اس کے بعد اس کا بیٹا ہیرودس انتپاس اپنے باپ کا جانشین ہوا اسی کے خوف سے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ مصر کی طرف بھاگ گئے تھے اور اسی کے عہد میں اسی کے حکم سے حضرت یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک کاٹ کر اس کی بیٹی کے کہنے سے تھال میں رکھ کر اس کے سامنے لایا گیا تھا۔

ہیرودس اول کے تین بیٹے تھے۔ اس لیے اس کے بعد اس کے ملک کے بھی تین حصے ہوگئے۔ ملک یہودیہ اور ادومیہ اور سامریہ ارکلاؤس کو ملا۔ اور جلیل اور [illegible] تھیں فلپس کو گئے اور [illegible] انتپاس کو

اور سب کو ہیرودس ہی کہتے تھے۔ یہ ارکلاؤس اپنے باپ کی طرح بڑا ظالم اور سنگدل تھا اسی لیے اس کی حکومت کے تھوڑی مدت بعد اس کو قیصر روم نے جو تمام ملک کا مالک تھا، گال (فرانس) میں جلاوطن کر دیا اور وہ وہیں جا کر مر گیا۔

انہیں دنوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور ہوا اور جب لوگوں نے وعظ و پند و معجزات دیکھے تو رجوع کیے کیونکہ یہود اپنی کتابوں کی پیشین گوئی سے منتظر تھے کہ آل داؤد علیہ السلام سے ایک رسول پیدا ہونے والا ہے جو الوہیت پا کر بادشاہت سے [illegible] حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے دشمن جانی ہوگئے۔ آخر حضرت مسیح کو گرفتار کرکے پلاطوس کے پاس لے گئے جو قیصر روم کی طرف سے حاکم تھا اس کے پاس یہ الزام بغاوت لگا کے سولی دینے لے گئے تھے اس نے ان کی خاطر سے ان کو سولی دینا چاہا لیکن حضرت مسیح کو خدا نے اٹھا لیا اور ایک صورت میں اور کو جو یہودا تھا سولی دیا گیا۔ حضرت مسیح کے بعد حواریوں پر بھی بڑا ظلم و ستم ہوتا رہا۔ نہ صرف یہودیوں کی طرف سے بلکہ شاہان روم کی طرف سے بھی۔

حضرت مسیح نے اثنائے وعظ میں بارہا یہود کو ایک آسمانی بلا سے ڈرایا تھا کہ عنقریب یروشلم پر آفت آنے والی ہے اور ہیکل اور شہر برباد ہونے والا ہے مگر وہ اس کو کب باور کرتے تھے! چنانچہ حضرت مسیح کے بعد جب کہ ملک یہودیہ میں خاندان ہیرودیس کی بادشاہی کے بعد قیصر کی طرف سے ایک مستقل گورنر اس ملک میں قائم ہوا اور یروشلم میں رومی لشکر رہنے لگا تو یہود ادھر تو رومیوں کی سخت حکومت سے بے دل تھے اور ادھر کچھ ان کے دلوں میں اپنی قوم کے بادشاہ ہونے اور ان کے اقبال کے افسانے سن کر جوش اٹھا کہ کسی طرح رومیوں کی حکومت سے آزادی حاصل ہو۔ ایسا کہ اگر وہ اور

اعمال بد کا نتیجہ کب ملتا ہے یہ خود سری آخر ان کی ہلاکت کا باعث ہوگئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود نے ملک میں بغاوت شروع کی اور آخر کار یروشلم کو بھی محاصرہ کر کے فتح کر ڈالا اور بہت سے رومی ان کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور یروشلم میں یہود کا پھر عمل دخل ہوگیا لیکن عیسائی اس فساد میں شریک نہ تھے بلکہ اسی لیے وہ وہاں سے مسیح کی خبر کے بموجب (لوقا ۲۱ باب ۲۱) باہر بھاگ گئے تھے سپہ سالار سیسٹیس رومی ہزار ایک لشکر لے کر یروشلم پر چڑھ آیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بہت دنوں تک باہم لڑائیاں ہوتی رہیں رومی سردار نے بارہا اطاعت کے پیغام بھی بھیجے مگر یہود نے نہ مانا

اور پھر جب وہ قیصر ہوگیا تو اس کی جگہ شہر کا محاصرہ اس کے بیٹے طیطس نے اپنے ذمہ لیا۔

یروشلم اور ہیکل کا چھٹا حادثہ

شہر کو سخت محاصرہ کیا اور طیطس مؤرخ کو کئی بار یہود کے پاس بھیجا کہ بغاوت سے باز آؤ اور شہر میرے حوالہ کر دو تاکہ تم امن میں رہو مگر یہود کو اپنی شہر پناہ پر گھمنڈ اور نافرمانی کے بدلے میں خدا تعالیٰ کی مدد پر بڑا بھروسہ تھا۔ نہ مانا اور حتی المقدور دل توڑ کر مقابلہ کیا آخر غلہ نہ ہونے کی وجہ سے مردار خوری کی نوبت پہنچی اور آپس میں بھی فساد پڑ گیا۔ رومی لشکر شہر میں گھس پڑا اور جو سامنے آیا اس کو قتل کیا۔ مرد و عورت چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہ تھی اور شہر میں آگ لگا دی۔ رومی سپہ سالار نے بہت چاہا کہ ہیکل نہ جلنے پاوے مگر اس لڑائی میں کون سنتا تھا خصوصاً جب کہ بہت ہزار یہودی اس میں پناہ گزین تھے آخر وہاں بھی آگ کے شعلے اٹھنے لگے اور ہر طرف سے آگ بھڑک گئی تھی اور ہر جانب شہر میں خون کی دھاریں بہنے لگیں شہر کی بنیادیں تک اکھاڑ دی گئیں اور ہیکل کی بھی اینٹ سے اینٹ بج گئی شہر اور ہیکل پامال جلا دیا گیا اور تبرکات مقدسہ بھی ساتھ ہی جل گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کو طیطس شہر روما میں لے گیا تھا۔ (مفتاح الکتاب صفحہ ۱۰۲) اس حادثہ میں تخمیناً گیارہ لاکھ بنی اسرائیل قتل ہوئے اور لاکھ کے قریب غلام بنائے گئے۔ (اس میں کسی قدر مبالغہ ہے)۔

اس حادثہ سے پہلے چند آثار عجیبہ بھی ظہور میں آتے تھے۔ (۱) ایک ستارہ تلوار کی صورت شہر کے اوپر نمودار ہوا (۲) ایک دُمدار ستارہ تمام سال دکھائی دیتا رہا۔ (۳) عید فسح کی شب میں قربان گاہ کے پاس آدھے گھنٹے تک

ف یہود کی شان و شوکت رخصت ہونے کے بعد ان میں مذہب اور قومیت کا خون بھی باقی نہ رہا تھا اپنی بیٹیوں کی طمع مال سے اجنبی لوگوں سے شادی کر دیتے تھے جن سے مذہباً سخت ممانعت تھی یعنی نامختون اور بت پرست لوگوں سے۔ اور ان پر فاتح قوموں کا یہاں تک اثر پڑ گیا تھا کہ وہ اپنے نام بھی انہیں جیسے رکھنے لگے تھے۔ عبرانی زبان کی جگہ یونانی شاہان انطاکیہ کے عہد حکومت اور یونانی شاہان انطاکیہ کے عہد میں اور رومی جس کو لاطینی بھی کہتے ہیں شاہان روم کے عہد میں رائج ہو گئی تھی اور کوئی بھی ادبی قومی نشان نہ تھی۔ یہاں تک کہ عبادات تک مذہب تک باقی نہ رہ گیا تھا جو کوئی ان کو کسی طرف لے جانا چاہتا تھا تو وہ اس پر چلنے کو تیار رہتے تھے۔ مقابیس وغیرہ حامیان قوم نے بہت کچھ کوشش کی کہ کہیں پھر اس قوم کے دن پھریں مگر ان میں تو کوئی حس ہی اور کچھ کوئی باقی نہ رہا تھا۔ وہ سب کوششیں بے اثر گئیں۔ مسلمانوں کو بھی یہود کے واقعہ کو چاہیے کہ چشم عبرت دیکھیں۔

اسی تمام یہودی بستی ہی اُجڑ گئی ویران ہو گیا (۳) ہیکل کا شرقی دروازہ جو پیتل کا تھا اور بیس آدمیوں سے بمشکل بند ہوتا تھا ایک رات آپ سے آپ کھل گیا (۴) عید فسح کے تھوڑے دنوں بعد غروب آفتاب کے بعد ہوا میں لڑائی کی فوجیں اور ہتھیار بند سپاہی بادلوں میں دوڑتے نظر آتے تھے۔ (دیکھو تفسیر [illegible] صفحہ [illegible])

یہ حادثہ طیطوس کے ہاتھ سے ۷۰ عیسوی میں ہوا یعنی حضرت مسیح کے صعود کے چالیس برس بعد۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے صرف یوحنا زندہ تھے (تاریخ کلیسا صفحہ [illegible])

اس کے بعد یہودی شرارت کم نہ ہوئی چنانچہ اس حادثہ کے پچاس برس بعد ہدریان قیصر روم نے یہود پر سخت [illegible] کیا اور [illegible] لاکھ یہودی قتل ہوئے اسی دن سے عیسائیوں نے [illegible] کو ملک کیا [illegible] شہر کو برباد کر [illegible] کے [illegible] سے [illegible] کو [illegible] کر دیا [illegible]

پھر اس قیصر نے [illegible] ہیکل کی بنیاد اور [illegible] بت بنوائے اور اس شہر کا نام بدل کر اپنے خاندان کے نام پر [illegible] رکھا۔ یہ بادشاہ ۱۳۸ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد روم میں اور بھی بادشاہ ہوئے جو اگرچہ مذہب عیسائی نہ تھے مگر یہودیوں کے سخت دشمن تھے اور ان کے [illegible]

عیسائیوں کو وہ کلام بھی [illegible] ان کا بیان [illegible]

آخر ۳۲۳ء میں قسطنطین اول قیصر روم [illegible] اور سنگ [illegible] تھا اپنے ملک کے [illegible] کے عیسائی ہوا۔ اس نے اور پھر اس کے بعد قسطنطین ثانی نے [illegible] عیسائی [illegible] اس کے بیٹے [illegible] قیصر عیسائی مذہب کے برخلاف ہو گیا اور اس نے صرف مسیح کی اس پیشین گوئی کی تکذیب کرنے کے لیے جو انجیل [illegible] باب [illegible] میں ہے [illegible] ہیکل کی تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس [illegible] جب [illegible] ہیکل کی بنیاد کھودنے لگے تو زمین سے آگ کے ایسے شعلے نکلے کہ کوئی [illegible] بار بار قصد کیا مگر ہیکل کی تعمیر پوری [illegible] پھر ۳۶۳ء میں [illegible] اس کے بعد پھر [illegible] [illegible] ہیکل کی تعمیر [illegible] کے عہد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں [illegible] آباد ہوا اور عیسائیوں سے [illegible] اپنے عہد [illegible] یہودی بھی اس میں رہنے لگے مگر ہیکل اس عرصہ تک جو تقریباً چھ سو سال کا ہوتا ہے ویسی ہی اجاڑ پڑی رہی کچھ بنیادوں کے نشان باقی تھے اور کچھ نہ تھا۔

ہیکل کی تعمیر چوتھی بار

[illegible] تک [illegible] حضرت مسیح [illegible] سات روز [illegible] حضرت مسیح نے [illegible] برس [illegible] ۔۔۔ ۷۰ عیسوی میں ۔۔۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو از سر نو تعمیر کیا جس کی تفصیل یہ ہے۔ مگر ہم جانتے ہیں مؤرخین واقدی وغیرہ نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن ہم مخالفوں کے سکوت کے لیے عیسائی مؤرخوں سے ہی نقل کرتے ہیں (دیونپورٹ)۔

فصل ۵

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہو کر ایک لشکر جمع کیا اور ۶۳۲ء میں ملک شام کے لینے کا ارادہ کیا اور یزید بن ابی سفیان کو امیر لشکر بنا کر اور بہت سی نصیحتیں کر کے روانہ کیا ہرقلیس (ہرقل) نے اپنی رعیت کو لڑائی کے لیے بھڑکایا مگر کچھ کارگر نہ ہوا۔ یزید کے پاس سے متواتر خلیفہ کے پاس فتح یابی کی خبریں آتی تھیں۔ ادھر ایک اور لشکر تسخیر بیت المقدس کے لیے تیار کیا آخر شہر بصرہ کو فتح کیا اس کے چار دن بعد قوم سراسین (اہل اسلام) دمشق کی دیواروں تلے آ پہنچے یہ شہر شام کا قدیم تخت گاہ ہے۔ اہل اسلام کو مقابلہ ہوا سراسین کی وہ فوجیں جو شام اور بیت المقدس کی فتح کے لیے پھیل گئی تھیں اجنادین کے میدان میں جمع ہو گیا (اجنادین)

یونان کے ستر ہزار عمدہ سپاہی ان کے مقابلہ کو آئے خالد نے صلح کے پیغاموں کو اس شرط پر کہ عرب اپنے وطن کو پھر جاویں منظور نہ کیا اور اپنے لشکر کو جنگ کی ترغیب دے کر مقابلہ پر آمادہ کیا۔ طرفین میں مقابلہ ہوا یونانی صحرائی تاب نہ لا کر بھاگ گئے بہت سے عیسائی مارے گئے باقی تتر بتر ہو گئے اور جو بچے تھے وہ قیصریہ و انطاکیہ اور دمشق کو بھاگ گئے اہل اسلام نے سونے چاندی کی صلیبوں اور ان کے عمدہ ہتھیاروں سے اپنے تئیں آراستہ کیا۔ اس جنگ میں پچاس ہزار عیسائی مارے گئے اور چار سو مسلمان شہید ہوئے یونانیوں کے سپاہ گری کے فن سے واقف ہونے کی وجہ سے محاصرہ نے طول کھینچا جب مسلمانوں نے دو مہینوں پر محاصرہ کیا اور غلہ اور گھاس بند کر کے ان کو تنگ کیا تو انہوں نے ایلچی ابوعبیدہؓ کے پاس بھیجے۔ چونکہ ابوعبیدہ نرم دل اور نیک نیت تھے اور ان کو (ابوسفیان) آدمیت اور خلق پر اعتماد تھا اس لیے صلح ہو گئی اور یہ قرار پایا کہ جو جہاں چاہیں چلے جاویں اور عیسائیوں کا امیر خلیفہ کو محصول دیا کرے۔

ابوبکر صدیقؓ نے دمشق فتح ہونے سے پہلے ماہ جمادی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اسلام کو اس جانب امر ہونے پر کافی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عیسائی مذہب کی قوم نہیں بھی پسند یہ جماعت نہیں کرتی بلکہ اس حد تک ہے کہ سو برس تک عیسائیوں نے جنگ جو بیت المقدس لینے کا قصد کیا تھا بجز ایک عارضی قبضہ کے ان کا قبضہ نہ ہوا برخلاف اس کے کہ آج ساڑھے بارہ سو برس سے زیادہ ہو گئے مسلمان نہ صرف بیت المقدس بلکہ اس کل ملک کے مالک ہیں کہ جس کا وعدہ خدا نے ابراہیم اور ان کی نسل کے لیے ہمیشہ کیا تھا۔ اور حضرت علیہ السلام کے بعد سے آگے روم کے قیصروں نے پھر بیت المقدس کی عمدہ عمارتیں اور مسجد اور محلات بنائے تھے جن کا محاصرہ الخلافت عمرؓ میں ابوعبیدہؓ نے کیا اور چار مہینے کے محاصرہ کے بعد حضرت عمرؓ کے آنے پر شہر مسلمانوں کے حوالہ کیا گیا ۱۲ منہ

ف یعنی اورون قیصر نے ۱۳۵ء میں شہر کی آبادی شروع کی پھر ۳۲۶ء میں کونسٹنٹین کی ماں ہیلنا نے شہر کی عمارت نو ہی قائم کر کے مرقد حضرت عیسیٰ پر ایک بہت بڑا گرجا بنوایا اور اس کے متصل قسطنطین نے بھی بہت بڑے عمدہ مکانات بنوائے تھے ۱۲

(ف ۱ ملاحظہ صفحہ ہذا) ال قیصروں کے عہد میں پھر ایران کی سلطنت بڑے زور کے ساتھ قائم ہو گئی تھی۔ ایرانیوں اور قیصروں کی باہم لڑائیاں ہوا کرتی تھیں کبھی یہ غالب کبھی وہ۔ اور قیصروں کی سلطنت عرب کے کناروں سے لے کر انگلستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ آخر میں قیصروں کی سلطنت کے دو حصے ہو گئے تھے، روم خورد جس کا پایہ تخت شہر روم تھا جو ملک اٹلی میں ہے جس کو (باقی بر صفحہ آئندہ)

سنہ ۱۳ھ میں وفات پائی اور مرنے سے پہلے وصیت کی کہ میرے بعد عمرؓ کو خلیفہ بنانا۔ عمرؓ نے اس عہدے سے انکار کیا تھا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں مگر ابوبکر صدیقؓ کے فرمانے سے قبول کیا۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے بعد خالدؓ کو معزول کرکے ان کی جگہ ابو عبیدہؓ کو سردار کیا۔ خالد بن ولید سیف اللہ نے کہا میں جانتا ہوں کہ عمرؓ کو مجھ سے محبت نہیں ہے لیکن ابو عبیدہ سردار تو ہیں میں ان کا تابع ہوں میں پہلے کی طرح جو کام مجھ سے ہو سکے گا اس میں کمی نہیں کروں گا [illegible] اب ہم ان واقعات سے فتح بیت المقدس کا مختصر بیان کرتا ہوں۔

لشکر اسلام نے شہر [illegible] یعنی دمشق اور بعلبک اور حمص یعنی [illegible] سنہ ۱۵ھ میں فتح کیا۔ [illegible] یعنی ہرقل [illegible] سے اس کے [illegible] بادشاہ قسطنطنیہ کی طرف [illegible] مسلمانوں کے مقابلہ کو جمع ہوا [illegible] لوگوں نے خلیفہ کے پاس [illegible] ان کے مقابلہ کو [illegible] خلیفہ نے [illegible] ابو عبیدہ نے [illegible] فوج کے تمام اختیارات دے دیے۔ خالد نے [illegible] تھے [illegible] اور ابو عبیدہ نے فرمایا [illegible] خلیفہ [illegible] اور دشمن [illegible] اور [illegible]

ترکوں میں سے اللہ اکبر کی آواز اس کثرت سے بلند ہوئی کہ اسلام کے دل پھر تر و تازہ ہو گئے اور اپنے سے بہت زیادہ لشکر کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ رومی سواروں کے غلبہ سے قریب تھا کہ مسلمان بھاگ اٹھیں مگر قوم حمیر کی عورتوں کی ہمت و ملامت سے جو پچھلی صف میں کھڑی تھیں پھر جب کہ ہمت آئی پھر تو رومیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا بہت سے رومی مارے گئے۔ بہت سے مر گئے جو بچ رہے وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے۔ یہ خبر خلیفہ کے پاس گئی۔ [illegible]

بیت المقدس کا محاصرہ

اس پر خلیفہ کے حکم سے بیت المقدس کا محاصرہ کیا گیا جب [illegible] مسلمانوں نے محاصرہ کیا اور کام دشوار ہوا تو ابو عبیدہ نے اپنے تمام لشکر کے ساتھ اس شہر کو گھیر لیا اور ایلیا یعنی بیت المقدس کے لوگوں کو یہ

خط لکھا

سلامتی اور خوشی ان لوگوں کو جو راہ راست پر چلتے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں ہم تم سے چاہتے ہیں کہ تم اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) [illegible]
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں [illegible]
[illegible]
[illegible]

ایمان لاؤ۔ اور جب تم ایمان لاؤ گے تو ہمیں حرام ہے کہ تمہیں یا تمہارے بال بچوں کو ہاتھ لگائیں۔ اگر تم ایمان نہیں لاتے تو خراج دو اور ہماری حمایت میں رہنا قبول کرو۔ اور جو اس کو بھی نہیں مانو گے تو ہم تمہارے مقابل ہیں۔ ایسے لوگ لاؤں گا جو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں تمہارے شراب پینے اور سور کھانے سے (یعنی جس طرح تم شراب اور سور کو عزیز رکھتے ہو وہ شہید ہونے کو اس سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں) اور ہم بغیر فتح کے یہاں سے نہیں جائیں گے۔ شدت محاصرہ میں مسلمان چاروں طرف سے شہر کو گھیرے ہوئے تھے آخر پادری صوفرونیوس نے صلح کی شرطوں کو منظور کیا اور کہا کہ یہ پاک جگہ ہے اس کو بجز خلیفہ کے سوا اور کسی کو سپرد نہیں کرنے کا۔ مسلمانوں نے خلیفہ کو لکھا کہ شہر کا دینا آپ کے آنے پر موقوف کیا۔ آخر حضرت علیؓ کے مشورہ سے خلیفہ کو جانا ہی مقرر فرمایا۔ ان کا سفر باوجودیکہ دنیا کے بڑے مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے تھا مگر سادگی اور پاکیزگی اور حقیر سمجھنے اسباب و سامان دنیا پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ قدرے بیان کرنا مناسب ہے۔

ہم اول صاحب کے بیان کے موافق لکھتے ہیں جو صاف صاف ہے۔ خلیفہ نے اول مسجد میں نماز پڑھی اور پھر زیارت کرنے مزار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؓ کو اپنی جگہ پر مقرر کیا اور چند نیتوں کے ساتھ روانہ ہوئے جو تھوڑی سی دور سے آئے تھے پھر آپ نے ایک سرخ رنگ کے اونٹ پر سوار ہوئے اور دو تھیلے ساتھ تھے ایک میں جو کے ستو دوسرے میں کھجوریں تھیں اور لکڑی کا طباق اونٹ کے پیچھے بندھا ہوا پانی کی مشک آگے لٹکی۔ جس جگہ رات کو اترتے وہاں سے صبح کی نماز پڑھ کر چلتے اور ہمراہیوں کو مخاطب کر کے خدا کی حمد و ثنا کرتے کہ اس نے ہم کو راہ راست پر چلایا اور گمراہی سے بچایا اور باہم محبت دی اور مخالفوں پر غالب کیا۔ تم اس کا شکر کرو۔ جو شکر کرتا ہے وہ خدا کی نعمتیں زیادہ پاتا ہے۔ پھر طباق ستوؤں سے بھر کر بڑی فیاضی کے ساتھ اپنے مصاحبوں کے ساتھ کھاتے۔ اسی سفر میں ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا جس نے دو بہنوں سے شادی کر رکھی تھی آپ نے ایک کو ترک کرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک شخص حریر پہنے ہوئے پیش کیا گیا اس کو عیاشی کے لباس سے منع کیا۔ اور کئی ایک باج گزاروں کو دھوپ میں بٹھایا دیکھا ان پر رحم کھا کر رہائی دی اور رحم دلی اور سہل گذاری کی ہدایت کی۔ جب شہر کے قریب پہنچے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا گیا اور ایک موٹی اون کے خیمہ میں زمین پر بیٹھ گئے۔ عیسائی قوم (نصاریٰ) نے اپنے سرداروں سے کہا ان لوگوں سے بجز ورود آسمانی مقابلہ کرنا

ﮯ بطریق کا حضرت عمرؓ کے آنے پر شہر کو سپرد کرنا بجز اس کے اور کوئی وجہ نہیں رکھتا کہ اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت کے خلیفہ عمرؓ کے اوصاف اور ان کا اس شہر کو فتح کرنا اپنی کتابوں میں دیکھا ہوگا۔ سو وہ سمجھ گیا کہ اگر یہ وہی شخص ہیں تو پھر ان سے لڑنا بے فائدہ ہے اور شہر سپرد کرنے میں امن و عافیت ہے اس لیے اس نے حضرت عمرؓ کو بلایا۔ ہمارے مورخین اس کے قائل ہیں۔ اور رومیوں کا خاص کر بطریق کا پیشتر شہر چھوڑنے سے حضرت عمرؓ کو دیکھنا اور کلام کرنا اس کا موید ہے۔ ان چاروں انجیلوں کے سوا عیسائیوں کے ہاں اور بھی بہت سی انجیلیں ہیں کہ جن کو گروہ اس وجہ سے تو نہیں بگڑنے دیتا تاہم ان کو معتبر کتب حدیث کے اور متبرک جانتے تھے۔ غالباً ان میں یہ اوصاف اس نے دیکھے ہوں گے۔ گو زمانہ حال کی کتب موجودہ سے بھی حضرت عمرؓ کا بیت المقدس کو فتح کرنا اور ان کا بڑا پیرو ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ کتاب ملاکی علیہ السلام کے باب اور ۳ سلاطین و مجلد اور کتاب حزقی ایل کا ۴۰ باب ۲۱ اور ۱۰۔ اس زمانہ کے عیسائی نصرانیوں کے زاہد پیشوا ایسے متعصب بھی نہ تھے جیسا کہ آج کل کے مشنری پروٹسٹنٹ کے پادری اور ان کے تابع ہیں۔ ان میں ایک قسم کی سادگی اور درویشی بھی تھی۔

سے فائدہ ہے ان کے حملوں سے محفوظ رہنے کو کہ حملہ جہاد تا بعد ازیں
کئی قوموں میں لڑائی ہوئی اور مسلمانوں نے ان کی ترقی کو روکنی نہ چاہی ہو سکے
دوران سب سے عظیم بادشاہ سے کہ نصیب ہوگا اور ان کی
حکومت مشرق سے مغرب تک پہنچ جاوے گی۔ ان کے
بعد شرائط صلح منظور ہوئیں اور شہر کے دروازے کھول دیئے
گئے۔ خلیفہ اور مسلمان اس صفائی سے جو گئے ہوئے شہر میں
داخل ہوئے اور عبادت کو پہنچ کر خلیفہ کے حکم سے
ایک نہایت عمدہ مسجد تعمیر کرائی گئی۔ خلیفہ اس روز مقام
کرکے وہاں سے مدینہ کو واپس گئے۔ (اقتباس از سیر الاسلام
یہ کتاب انگریزی ... سے ترجمہ ہو کر طبع ہوئی ہے)

فصل ششم

حضرت عمرؓ کی اولاد کی اولاد سو برس تک شام میں
اور ملک شام اور شہر بیت المقدس بھی اس وقت سے آج تک
مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اور اب ثابت ہے کہ
اگلی وہ تا اس ارض مقدس پر نہ تو بنی اسرائیل کی حکومت
رہی نہ کسی اور کی۔ خلفاء اربعہ کے بعد خاص ملک شام اس
شہر دمشق امیر معاویہؓ کا پایہ تخت قرار پایا اور بعد تک
بنی امیہ اسی ملک کے بادشاہ ہوتے رہے۔ ان کے
بعد حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کی اولاد میں سلطنت آئی۔
خلفاء عباسیہ ہارون رشید و مامون رشید وغیرہ نے اپنے
عہد میں بغداد بسائے اور ملک بھی ان کے قبضہ میں تھے اور ان کے
عہد میں شہر بغداد دار السلطنت تھا۔ ایران، عرب، مصر،
شام وغیرہ ملک سب ان کے ماتحت تھے۔ ... ھ
میں ملک مصر میں ایک شخص مہدی نے خلفاء عباسیہ
کے برخلاف اپنی حکومت قائم کی۔ یہ مہدی اپنے آپ کو
امام حسینؓ کی اولاد میں سے شمار کرتا تھا اور بیٹے بعد دیگرے
ان کے خاندان میں سے جو خلیفہ قائم ہوئے ان کی سلطنت
پانسو برس ... تک رہی۔ ان کا اخیر خلیفہ عاضد لدین اللہ
ابو محمد عبداللہ تھا اس دولت علویہ کا خاتمہ سلطان صلاح الدین
یوسف بن ایوب کے ہاتھ سے ہوا اور ان کے وہاں آ کر وزیر
ہوا تھا۔ سلطان نورالدین ... سلجوقی کے ساتھ تو سلطان
نورالدین بھی ملک شام کی طرف سے ... سلجوقیہ
میں سے تھا اور یہاں آیا تھا اور اپنے آپ کو خلفاء
عباسیہ کا ماتحت سمجھتا تھا۔ خلفاء عباسیہ کے عہد میں
بغداد و خراسان و ایران وغیرہ ... تھے ... خود مختار
بادشاہ ہو گئے تھے مگر ... خلفاء عباسیہ کو اپنا خلیفہ
سمجھتے تھے اور ان سے خطاب و سند حاصل کرنے
کے لیے تحائف و تحفے بھیجا کرتے تھے۔ من جملہ ان کے
ایک دولت سامانی تھی ... کے ساتھ تھی
جس کے متعلقین میں سے سبکتگین اور اس کا بیٹا سلطان محمود
بھی ہے جس نے ہندوستان کو فتح کیا۔ ترکوں کے حملے
متواتر فتوحات سے بڑھ گئے تو ان میں سے اقبال مند
لوگ بھی ظاہر ہونے لگے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص
دقاق ترکوں کا سپہ سالار تھا اس کا بیٹا سلجوق سلطان ابراہیم
شاہ ترکستان کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ ... اس کا باپ
... ترکوں سے جہاد کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد اس کے
تین بیٹے ارسلان، میکائیل، موسیٰ بھی اسی طرح جہاد کرتے
رہے۔ میکائیل شہید ہو گیا اس نے دو بیٹے طغرل بیگ اور
داؤد چغری جوان ہوئے۔ ... طغرل بیگ اور
شاہ ترکستان کے ... نہیں ہوئے اس لیے ... اس سے
بھاگ کر ... چلے آئے۔ یہاں ... دولت سلجوقیہ

ؔ اس کا نام ابو القاسم محمد بن عبداللہ ... کہ اس کے معتقد اس کو مہدی سمجھتے تھے ان کے ...
... ان کو لوگ دجال کہتے تھے ... عباسیہ ... اور ... کہتے تھے۔

خاتمہ ہو گیا اور ایک غلام بخارا کا بادشاہ ہوا اس کے مصاحبوں میں ارسلان بن سلجوق داخل ہو گیا یہاں تک کہ جب سلطان محمود نے ایک شاہی کو بھیجا تو اس کی رفاقت میں ارسلان بھی جا پہنچا ارسلان کی جماعت آذربائیجان تک پہنچی اور طغرل اس پاس کے بادشاہوں سے لڑنے بھڑنے لگا۔ اس کے ہاتھ سے مسعود بن محمود نے شکستیں پائیں اور آخر کو ملک خوارزم کے بادشاہ بن بیٹھے ۴۳۲ھ ہجری میں۔ پھر رفتہ رفتہ ان کی سلطنت زور پکڑ گئی یہاں تک کہ ملک شام اور ایشیا کوچک پر بھی ان کا تسلط ہو گیا قسطنطنیہ میں ان کا خطبہ پڑھا گیا اور انہوں نے اقارب میں سے کسی کو شام کا کسی کو دیگر صوبجات کا حاکم اور بادشاہ مقرر کر دیا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مصر میں المستنصر باللہ علوی خلیفہ ہے اور بغداد میں القائم بامر اللہ عباسی ہے ایران میں سلطنت دیالمہ بنی بویہ تھے جو خلفاء بغداد پر غالب ہو گئے تھے۔ انہیں کے عہد میں یہ خاندان تمام ہوا طغرل خلیفہ بغداد کا نائب گنا جاتا تھا۔ طغرل لاولد مر گیا۔ اس کے بعد ۴۵۵ھ ہجری میں اس کی جگہ اس کا بھتیجا الپ ارسلان ابن داؤد بن سلجوق وارث سلطنت ہوا اس نے بھی بڑی بڑی فتحیں پائیں اور اس کے وزیر نظام الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا ۴۶۵ھ ہجری میں الپ ارسلان مر گیا اور ملک شاہ اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان سنجر ہوا اور قائم کی جگہ اس کا پوتا مقتدی بامر اللہ ہوا ۴۶۷ھ ہجری میں۔ الغرض سلجوقی خاندان کے متعدد بادشاہ ہو گئے تھے جن میں باہم لڑائیاں بھی ہوا کرتی تھیں اور شام کا ملک خصوصاً بیت المقدس کبھی خلفاء مصر کے نوابوں کے قبضہ میں آ جاتا تھا کبھی خلفاء عباسیہ کے بڑے بڑے نامی مطیعوں شاہان سلجوقیہ کے قبضہ میں رہتا تھا۔ مسلمانوں کی اس باہمی خانہ جنگی اور لڑائیوں اور طوائف الملوکی نے عیسائیوں خصوصاً فرنگستان ارض یورپ کے بادشاہوں کے دلوں میں مسلمانوں سے لڑنے اور بیت المقدس کے لینے کا جو حوصلہ پیدا کر دیا۔ اس کی ابتداء یوں ہوئی۔

حَرْبُ الصّلِیْب

اوّل حملہ

سلسلہ پر پہلا حملہ بیت المقدس کے حج کو دور دراز سے یہود و یورپ کے عیسائی ہوتے ہوتے آیا کرتے تھے ان میں ایک شخص پیٹر نامی ایمنس صوبہ پکارڈی ملک فرانس کا رہنے والا بھی آیا جو کوتاہ قد حقیر صورت تھا شاید اس نے وہاں مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ تکلیف پائی ہو اس نے وہاں کے بڑے پادری سے شکایت کر کے یہ کہا کہ تم شاہان یورپ سے مدد کیوں نہیں مانگتے۔ اس نے کہا وہ عیش و غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ان سے کب ہو سکتا ہے۔ پیٹر نے کہا تو میں شاہان یورپ کو آمادہ کرتا ہوں۔ پیٹر وہاں سے چلا اور اربن ثانی اس زمانہ کے پوپ سے ملا۔ پوپ نے وعدہ کیا کہ میں مجلس علیم میں اس کی تحریک کروں گا مگر تم تمام ملک میں منادی کرتے پھرو۔ یہ حضرت مجنونانہ صورت بنا کے ایک گدھے پر سوار ہو کر اور ہاتھ میں صلیب لے کر تمام ممالک فرانس اور اٹالیہ میں منادی کرتے پھرنے لگے۔ شاہراہوں گرجا گھروں میں جہاں کہیں وعظ کرتے زوّاروں کی تکالیف بیان کرتے لوگ سن کر رو دیتے اس پر حضرت بھی الٹی چیخیں اور آہیں اور اپنے آنسو اور حضرت عیسیٰ اور مریم کی دہائی دینا اور بھی غضب کرتا تھا۔ آخر ملک فرانس میں نومبر ۱۰۹۵ء میں ایک مجلس جمع ہوئی جس میں بہت سے نامور سردار اور مشہور امیر بھی آئے آٹھ روز مجلس رہی لوگ پہلے ہی سے

محصور ہوگئے تھے اور عوام بہ امید ثواب سستے کو آگئے تھے کیونکہ ان کو یقین تھا کہ یہ مذہبی فرض ہے پس ایک مدت ایک انبوہ کثیر جمع ہوگیا جس میں راہب اور امیر زادے بھی تھے اس لشکر کو سرخ لباس اور صلیب نشان ہونے کے سبب جس کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی اور جوق جوق لوگ اس میں شامل ہوتے گئے جب یہ لوگ ایشیا میں پہنچے تو سلطان قلج ارسلان سلجوقی نے مار مار کر ان کے بھس اڑا دیئے۔ لاکھوں آدمیوں کی ہڈیوں کا ڈھیر اس جنگ کی یادگار میں لگا دیا پھر ایک دوسرا لشکر اور بھی تیار ہوا تھا جس کا سپہ سالار فرانسیسی شہزادہ گاڈ فری تھا اس لشکر نے جاکر بیت المقدس کا محاصرہ کیا آخر فتح کی … قتل عام کیا مسلمانوں کے … کرنا شروع کیا۔ صرف مسجد اقصیٰ ہی میں ستر ہزار مسلمان پناہ گزیں تھے قتل کیے گئے جو چند مسلمان دو روز امان امان پکارتے تھے … دیتی تھی۔ آخر صلیب کا نشان اس پر نصب ہوا۔ یہ واقعہ ایک ہزار نناوے عیسوی میں ہوا۔ اگرچہ تخمیناً ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے مگر بے چارے یہودی بھی اپنی عبادت گاہوں میں قتل کیے گئے۔ گاڈ فری اول ہی سال میں مر گیا مگر تخمیناً نوے برس تک نصرانی بیت المقدس پر قابض رہے اور … کے علاقوں پر بھی عیسائیوں کا قبضہ رہا۔

واضح ہو کہ ۵۶۴ ہجری میں … نور الدین بن عماد الدین زنگی … ملک شام میں حاکم تھا اور بیت المقدس کو … خلیفہ مصر کے قبضہ سے چھین لیا تھا پھر ۵۶۷ھ میں خلیفہ مصر کے … ان سے چھین لیا پھر اس جنگ تک مصریوں کے … (ابو الفدا) سلجوقیان جس نے پہلے لشکر کو شکست دی تھی قلج ارسلان سلجوقی کا بیٹا ہے جو قونیہ وغیرہ روم کا بادشاہ تھا ۵۰۰ ہجری میں اپنے چچا زاد بھائی سلطان … تتش بن الپ ارسلان کی جنگ میں مارا گیا (ابو الفدا) اس حادثہ کے وقت مستعلی باللہ عبیدی خلیفہ مصر تھا اور سلجوقیوں میں سے سلطان محمد بن ملک شاہ بڑی شان و شوکت سے اپنے بھائیوں سے … ہوا تھا

دوبارہ حملہ

اول جنگ کے تخمیناً پچاس برس بعد جب عیسائیوں نے … کے وقت … لوگوں نے ایک … مسلمانوں کے … تھا … موصل نے لیا تو ان کے دلوں میں پھر حمیت کی آگ کا شعلہ بھڑکا اور اب … جرمنی کا بادشاہ … اور فرانس کا بادشاہ … دمشق کو محاصرہ کر لیا دونوں بادشاہ … لاکھوں لشکر … کے قسطنطنیہ پہنچے … قسطنطنیہ کی … سے ان کی طاقت گھٹ گئی۔ آخر ایشیائے کوچک … نے … بہت … مسلمانوں سے … اور … شکست کھا کر واپس آ گئے۔

تیسرا حملہ

۵۸۳ ہجری میں سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب نے ان عیسائیوں کے مقابلہ کا ارادہ کیا جو تیس برس ان علاقوں پر حاکم و مسلط تھے اول … کے

لہ ابو الفدا اس کو ۴۹۲ھ کا واقعہ بتلاتے ہیں واللہ …

روز پانچویں ربیع الاول کو لڑائی ہوئی عیسائیوں نے شکست کھائی جس میں فرنگستان کا ایک بادشاہ اور ایک گرجستان کا عیسائی بادشاہ گرفتار ہوا۔ اس کے بعد شہر عکہ کا محاصرہ کیا اس کو بھی فتح کیا پھر بیروت اور قیساریہ اور صفوریہ اور بیت لحم وغیرہ شہروں کو فتح کرتا ہوا خاص بیت المقدس کی شہر پناہ کا بھی آ کر محاصرہ کر لیا سرنگیں لگا دیں اور شہر پناہ کو اکھیڑ کر پھینک دیا فرنگیوں نے امن چاہا۔ سلطان نے کہا جس طرح تم نے اس شہر کو بزور شمشیر فتح کیا تھا میں بھی اس کو اسی طرح فتح کروں گا۔ پھر فرنگیوں نے ایلچی بھیجا کہ ہم بہت ہیں تم تھوڑے، امن دو ورنہ مرنا کیا بگڑتا ہم دل توڑ کر لڑیں گے۔ سلطان نے فرمایا ایک شرط پر امن دیتا ہوں وہ یہ کہ ہر ایک مرد تم میں سے دس دس دینار (اشرفی) اور ایک عورت پانچ دینار اور بچہ دو دینار دے تو شہر سے باہر چلا جاوے ورنہ قید ہوگا۔ چنانچہ فرنگیوں نے اس شرط کو منظور کیا اور بروز جمعہ ۲۷ رجب کو بادشاہ شہر میں داخل ہوا اور سلطانی لوگوں نے عیسائیوں کو دروازوں پر جزیہ وصول کرنا شروع کیا اشرفیوں کے ڈھیر لگ گئے اور فصیل پر اسلام کا جھنڈا گاڑا گیا تھا عیسائیوں نے الصخرہ کے قبہ پر ایک صلیب سونے کی کھڑی کر رکھی تھی مسلمانوں نے نعرہ اللہ اکبر بلند کر کے اس کو جب اکھیڑ کر پھینکا تو عجب خوشی کا شور و غل تھا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہوگا اور عیسائیوں میں رونے پیٹنے کا غل تھا۔

شہر فتح کر کے سلطان نے پھر مسجد کو اسی طور سے تعمیر کرا دیا اور جانب قبلہ میں جو ایک گھر بنایا تھا اس کو گرا دیا۔ نور الدین محمود بن زنگی نے ایک منبر حلب میں اس نیت سے بنوایا تھا کہ اس کو بیت المقدس میں رکھوں گا سلطان نے اس کو منگا کر مسجد میں رکھا۔ اس بادشاہ نے عیسائیوں کا نہ صرف بیت المقدس اور ملک شام سے استیصال کیا بلکہ حوالی مصر سے بھی۔

جب یورپ میں یہ خبر پہنچی تو بڑا جوش پیدا ہوا اور انگلستان کا بادشاہ رچرڈ اول اور فرانس کا فلپ آگسٹس جرمن کا فریڈرک بڑی خونخوار فوجیں لے کر بیت المقدس پر چڑھ آئے مگر بیت المقدس میں جانا نصیب نہ ہوا صرف عکا ہی میں رہ گئے کہ جہاں ایک عیسائی بادشاہ کا صلاح الدین نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ طرفین میں بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر سب پسپا ہو کر بھاگ گئے اور تھوڑے دنوں کے بعد عکا بھی سلطان نے فتح کر لیا۔ اس جنگ میں صلاح الدین نے وہ فیاضی کی ہے کہ آج تک کوئی اپنے مقابل کے ساتھ نہ کرے گا وہ یہ کہ یورپ کے بادشاہ اور ان کے لشکری جو بیمار ہو گئے تھے ان کے لیے برف اور انار اور دیگر سامان ضروری بھیجا اور یہ کہا کہ تم درست ہو کر مجھ سے لڑو کہیں تمہارے دلوں میں ارمان باقی نہ رہ جائے۔ آخر سب شکست کھا کر پریشان ہو کر اپنے ملکوں میں واپس گئے۔ اسی سال شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر بڑے زور شور سے حملہ کیا تھا۔ صلاح الدین غازی کے مرنے کے بعد پھر عیسائی دین داروں کے دلوں میں جہاد کے ثواب نے جوش مارا۔

چوتھا حملہ

سن گیارہ سو بچانوے سے لے کر سنہ ننانوے عیسوی تک اس لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ ششم ہنری نے اپنے لشکر کے تین حصے کر کے ارض مقدس کی طرف روانہ کیے اور سب نے تین جگہ بڑا زور لگایا مگر صلاح الدین کے جانشینوں سے شکست کھا کر نہایت بدحواسی کے ساتھ پسپا ہو گئے۔

پانچواں حملہ

سنہ ۱۱۹۵ء سے لے کر سنہ ۱۲۰۰ء میں اور حملہ ہوا۔ ...

اڈونسٹ نے جہاد کے احکام بھیجے اور فوتھ پادری نے وعظ سے ترغیب دی وینس کے رئیس نے جہاز کرایہ پر دیئے مگر جب اس کی اجرت دینے لگے تو اس نے ان سے اس کے عوض میں شہر ظارا فتح کرا دیا اور چاہا پھر فتح کرا دیا اس کے بعد قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ سے الجھ پڑے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا سب زور یہیں تمام ہو گیا اور واپس چلے آئے ۱۲۱۲ء میں ملک فرانس میں اسٹیفن نامی ایک چرواہے کا لڑکا اس وعظ اور الہام اور تائید غیب کا مدعی ہو کر جا بجا پھرنے لگا۔ اس کے وعظ سے تیس ہزار لڑکے بارہ برس کے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کو آمادہ ہو گئے اور نعرے مارتے ہوئے بیت المقدس کی طرف چل پڑے جو رستہ میں کچھ ڈوب گئے اور کچھ غلام بنا کر فروخت کیے گئے اسی طرح جرمنی سے بیس ہزار لڑکوں کے دو لشکر چلے تھے جو راستے ہی میں مفقود الخبر ہو گئے۔

چھٹا حملہ

۱۲۱۷ء میں اور جو ایک پوپ ہنگری کے حکم سے فریڈرک دوم فوج لے کر نکلا اس نے سلطان ملک کامل کو راضی کر کے [illegible] کے لیے بیت المقدس کو دس برس سے دس برس تک فریڈرک کا قبضہ رہا۔ مگر پادری اس سے ناخوش ہو گئے اس لیے بے چارہ بہت جلد اٹلی واپس چلا آیا۔

ساتواں حملہ

فرانس کے بادشاہ لوئیس نہم نے کیا اس نے دمیاط کا محاصرہ کر لیا تھا مگر انجام کو ۱۲۴۸ء میں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا جو چار لاکھ سکے طلائی دے کر چھوٹا اور چار برس عاقہ میں پڑا رہا۔ اور اس کے بعد فرانس میں آ گیا۔

آٹھواں آخری حملہ

فرانس کے بادشاہ اور انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ اول نے کیا ۱۲۷۰ء میں مصر اور حبش فتح ہونے کے لیے۔ لوئیس تو حبش ہی میں مر گیا اور ایڈورڈ عاقہ آیا۔ ناصرہ کے مسلمانوں کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کیا مگر عاقہ میں زخم کھا کر پیچھے پاؤں انگلستان بھاگ آیا۔ پھر عاقہ جو عیسائیوں کا مرکز ہو گیا تھا اس کو سلطان خلیل نے ۱۲۹۱ء فتح کر کے ساٹھ ہزار عیسائیوں کو قتل کیا یا غلام بنا لیا۔

واضح ہو

کہ مسلمان اُن دنوں باہمی جنگ و جدال میں مصروف تھے جس سے عیسائیوں کو ان حملوں کی جرأت ہوئی اور گھیرا دو سو برس تک رہا۔ یا پھلے ہوتے رہے۔ وہ بھی ایک ایک نہیں بلکہ کئی بادشاہ متفق ہو کر۔ خصوصاً صلاح الدین کے بعد مشرقی جانب سے تاتاری کافروں چنگیز خانیوں کے وہ زور شور مچے کہ الامان الامان۔ ادھر مغرب کی طرف سے عیسائی بادشاہ دو آتے تھے لیے مرتے اسلامیوں کو نیست و نابود اور یہود کی طرح منتشر ہو جانا قرین قیاس تھا مگر یہ اسی دین الٰہی کا اثر ہے کہ ان زلزلوں کے بعد پھر اسلام نے کروٹ لی۔ ادھر چنگیز خان کے پوتے کے بیٹے اس کی نسل میں اسلام آیا اور ادھر سلاطین عثمانیہ کا ستارہ بلند ہوا جس نے یورپ کو نیچا دکھایا اور ان کے دانت ان حملوں کی رہی سہی کسر نکال دی (...)

[illegible]

صلاح الدین کے قبضہ کے بعد سے پھر بیت المقدس میں مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہے آج کل گو عیسائیوں کا پھر تمام نصف اقتدار ہے اور صنعت و حرفت اور عیاری اور ہوشیاری میں بھی فائق ہیں آلات حرب و ضرب میں بھی ضرب المثل ہیں اور سب کے دلوں میں بیت المقدس لینے کا ارمان بھی ہے باوجود اس کے کہ مسلمان ان سب باتوں میں ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر پھر بھی بیت المقدس اس کے حقیقی وارثوں اہل اسلام ہی کے قبضہ میں ہے یہ بھی ایک توریت کا معجزہ اور اسلام کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل ہے

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ

بے شک یہ قرآن وہ رستہ بتلا دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے

وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ

اور ایمانداروں کو جو اچھے کام کرتے ہیں خوشخبری

الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ⑨

دیتا ہے کہ البتہ ان کے لیے بڑا ہی اجر ہے۔

وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

اور یہ بھی کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ⑩ وَيَدْعُ ع ۱

ان کے لیے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور انسان

الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۚ وَكَانَ

برائی کو ایسا مانگتا ہے جیسا کہ وہ بھلائی کو مانگتا ہے اور

الْإِنْسَانُ عَجُولًا ⑪ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَ

انسان بڑا ہی جلد باز ہے اور ہم نے رات اور

النَّهَارَ آيَتَيْنِ ۖ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَ

دن کو دو نشانیاں بنایا ہے پس رات کی نشانی کو مٹا دیا اور

جَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا

دن کی نشانی نظر آنے کے لیے تاکہ تلاش کرو تم اپنے رب کے

فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ

فضل (روزی) کو ڈھونڈو اور تاکہ تمہیں برسوں کی

السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ

گنتی اور حساب معلوم رہے اور ہم نے ہر چیز

فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ⑫

کی تفصیل کر دی ہے۔

ترکیب

اللتی سے مراد الحالۃ او الطریقۃ التی ہی اقوم الحالات او الطرق یہدی کا مفعول ثانی ہے ان ان سے بیان مفعول محذوف یا اس کی تفسیر دعاءہ اسے مراد بالشر دعاءہ مثل دعاءہ بالخیر والمصدر مضاف الی الفاعل والتقدیر یطلب الشر فالباء للحال او بمعنی السبب وکل شیء منصوب بفعل محذوف کا مفعول ہے جس کی تفسیر فصلناہ کر رہا ہے اور حال کا ہے کل انسان کا۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا وآتینا موسی الکتاب کہ ہم نے موسیٰ کو توریت دی تھی اس کے بعد حکم توریت کے اور عمل نہ کرنے سے جو کچھ بنی اسرائیل پر دینی و دنیاوی مصیبتیں آئیں ان کا ذکر فرمایا کہ بطور پیشین گوئی کے ان کو مطلع کر دیا تھا کہ تم جیسا کرو گے ویسا ہی بھرو گے تباہ ہو گے مگر انہوں نے نہ مانا اب یہاں سے امت محمدیہ اور اخیر دور کی کتاب قرآن مجید کا ذکر فرماتا ہے۔ ان ہٰذا القرآن کہ اس قرآن میں دو باتیں ہیں اول یہدی کہ تمام دینی و دنیاوی ضروریات میں جو کچھ اچھا رستہ اور منزل مقصود کا سیدھا رستہ ہے وہ بھی بتلاتا ہے اس نے کوئی بات انسان کی سعادت و شقاوت کی باقی نہیں چھوڑی چنانچہ انہیں آیات میں آگے چل کر فرماتا ہے وکل شیء فصلناہ تفصیلا۔ دوم یبشر کہ یہ

[illegible]

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ

[illegible]

فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

[illegible]

كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ⑬ اقْرَأْ

[illegible]

كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ

[illegible]

عَلَيْكَ حَسِيبًا ⑭ مَّنِ اهْتَدَىٰ

[illegible]

فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ

[illegible]

فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

[illegible]

وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ

[illegible]

حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ⑮ وَإِذَا أَرَدْنَا

[illegible]

أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا

[illegible]

فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ

پھر وہ لوگ وہاں بدکاری کرنے لگتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ

پھر تو ہم ان کو غارت ہی کر ڈالتے ہیں　اور کتنی

اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ

کے بعد ہم نے کتنے ایک قرنوں کو ہلاک

نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ

کر چکے ہیں اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں

عِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۱۷﴾

کی خبرداری اور دیکھنے کو بس ہے

ترکیب

یلقاہ منشورا کتابا کی صفت جو حال ہے مفعول محذوف سے و ہو ضمیر الطائر یا مفعول ہے امرنا جواب ہے اذا کا۔ کم اس جگہ خبریہ ہے محل نصب میں اہلکنا سے من بعد میں ب زائدہ ہے جیسا کہ کفیٰ بنفسک میں اور جس طرح حسیبا تمیز ہے من نفسک کی اسی طرح خبیرا بصیرا (المقدم خبیرا) اس کے متعلق کے تقدم سے ہے۔ قال الفراء القلیلہ الرازی وقال ابی عبیدۃ فی القرون الاولیٰ ... صاحب مثل کلفک ... والیوم رجلا و لا یقال تمام ... تمام الوقف۔

تفسیر

ہر شے کی تفصیل کے بعد انسان کی آئندہ حالت کا بیان کرنا اس دعوے کی دلیل بیان کرنا ہے کیونکہ یہ ایک بڑی اہم بات ہے جو کتب سابقہ میں بیان نہ تھی۔ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ عرب میں اچھے برے کام کا نیک و بد انجام طائر یعنی پرندوں کی پرواز سے معلوم کرتے تھے اگر دائیں سے اڑا تو خیر اور بائیں سے اڑا تو شر وغیرہ وغیرہ۔ پھر جب اس کا استعمال زیادہ ہوا تو ہر خیر و شر کو طائر کہنے لگے تسمیۃ الشی باسم لازمہ اس کی نظیر سورہ یٰسین میں ہے تطیرنا بکم الی قولہ طائرکم معکم پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ ہر ایک آدمی کا عمل نیک یا بد اس کی گردن میں باندھ دیا ہے جو کچھ یہ کرتا ہے وہ اس کے ساتھ لازم ہو رہا ہے یا جو کچھ نیکی بدی سعادت نحوست اس کی تقدیر میں ہے اس کے لیے لازم ہو رہی ہے ضرور پیش آ کر رہے گی اور پھر قیامت کے دن ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشورا یعنی نیک و بد عمل جو دنیا میں اس کے گلے کا ہار تھا ایک کتاب بن کر ظاہر ہو گا جو اس کے تمام اعمال نیک و بد کا ایک روزنامچہ ہو گا۔ حکم ہو گا کہ اس کو پڑھ و دیکھ تو نے دنیا میں کیا کیا تھا! اس میں یہ بات ہو گی۔ اس کو قرآن میں اور احادیث میں بلفظ کتاب ذکر کیا ہے پھر اس کی تفصیل ہے کہ اہل خیر کو یہ کتاب داہنی طرف سے اور بدوں کو بائیں طرف سے ملے گی۔ مگر اس سے مراد دنیا کی طرح کوئی جلد کتاب سلی ہوئی بندھی ہوئی نہیں بلکہ اس کے اعمال کا صحیح اندازہ ہو ہر ایک پر واضح کیا جاوے گا اس کے پڑھنے سے یہی مراد ہے پھر جب یہ حالت ہے تو من اہتدیٰ ... لا ہر ایک کو ہدایت کی طرف توجہ کرنی چاہیے کیونکہ اس کی برائی بھلائی کا یہی وصول ہے اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاوے گا اپنی کرنی آپ ہی بھرنی اور اسی لیے حجت تمام ہونے کے لیے دنیا میں رسول بھیجے گئے کسی کو عذاب نہ ہو گا جب تک کہ رسول کی معرفت اس پر حکم نہ لگا دیا جاوے۔

وما کنا معذبین ... احکام شرعی کے لیے تو رسول انسانی لازم ہیں اور توحید و خدا پرستی کے لیے رسول عقل ہی کافی ہے۔

واذا اردنا ... سے دنیا میں جو جماعتیں رسولوں کے خلاف کرتی ہیں ان میں ان کا ذکر کرتا ہے کہ جب تقاضاء قدرت کسی قوم یا شہر کے برباد ہونے کے دن نزدیک آ جاتے ہیں تو

[illegible]

[illegible]

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا

[illegible]

مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ

[illegible]

يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ﴿١٨﴾ وَ

[illegible]

مَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَ

[illegible]

هُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

[illegible]

مَشْكُورًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَ

[illegible]

هَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ

[illegible]

عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴿٢٠﴾ انْظُرْ كَيْفَ

[illegible]

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ

[illegible]

أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ﴿٢١﴾

[illegible]

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ

[illegible]

مَذْمُومًا مَخْذُولًا ﴿٢٢﴾

[illegible]

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

[illegible]

ف [illegible]

اس کا بیان اور انجام بیان فرماتا ہے تاکہ نیک و بد میں ہونے کی تصریح ہو جائے۔ دنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں ایک وہ کہ جن کو دارِ آخرت پر یقین نہیں اور جو کچھ ہے بھی تو اس کے نزدیک دنیا ہی مقدم ہے اسی کے حاصل کرنے کو وہ اصل مقصد جانتا ہے اس کے مقابلہ میں اس کو دارِ آخرت کی ذرا بھی پروا نہیں جیسا کہ فرماتا ہے من کان یرید العاجلۃ یعنی جو عاجلہ دنیا اور اس کے فوائد ہی چاہتا ہے تو ہم بھی اس کو جلد یہیں دے ڈالتے ہیں عجلنا لہ فیہا مگر یہ نہیں کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی اس کو مل جاتا ہے بلکہ ما نشاء جس قدر ہم کو دینا منظور ہوتا ہے اور یہ بھی سب کے لیے نہیں بلکہ لمن نرید جس کو ہم چاہتے ہیں ورنہ سیکڑوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا کوئی کام دنیا کے حاصل کرنے میں اٹھا نہیں رکھا مگر پھر بھی وہی افلاس وہی تنگ دستی۔ یہ دونوں کے لیے بڑی تمنا ہے مگر اس چند روزہ عیش کے بعد ثم جعلنا لہ جہنم یصلٰہا مذموما مدحورا وہ جہنم میں جائے گا اور دنیا میں غرور اختیار کرنے پر ذلت اٹھانے کا ذلیل ہو کر۔

دوم وہ کہ جن کو منظور دارِ آخرت ہے ومن اراد الآخرۃ مگر اس میں دو شرطیں ہیں اول وہی لیاقت جیسا کہ اس کے موافق کوشش بھی کرے یہ نہیں کہ ارادہ کر کے چپ بیٹھ رہے اور کوشش اسی کے مطابق ہو کیونکہ بہت سے لوگ دار آخرت کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن عناصر اور ستاروں اور بزرگوں کی عبادت کو آخرت کا ذریعہ جانتے ہیں اور اسی طرح بعض ریاضتیں بھی کرتے ہیں کوئی رات دن گنگا میں رہتا ہے کوئی جاڑے میں ... کوئی حلال چیزیں کھانی چھوڑ کر جسم کو ہلاک کرتا ہے سو یہ کوشش اور یہ رستہ دار آخرت کا نہیں ہے

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

کوشش حضرت انبیاء علیہم السلام کے فرمودہ کے مطابق ہونا چاہیے دوم یہ کہ وہ جو مومن اس کو ایمان یعنی جو اللہ اور اس کے رسول کی دل سے تصدیق ہو کیونکہ یہ اصل اور بنیاد ہے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں وہ خدا کی جماعت میں داخل نہیں پس اولئک کان سعیہم مشکورا ان کی کوشش کا قدر ہوگی ان کو دارِ آخرت اور حیات ابدی نصیب ہوگی۔ رہی دنیا سو کلا نمد ہؤلاء وہؤلاء من عطاء ربک ہم اپنی عنایت سے ہر ایک فریق کو دنیا میں دیتے ہیں دین و تقوٰی سے دنیا فوت نہیں ہوتی اور نہ وہ دنیا ملنے سے خدا کے ہاں کوئی زیادہ عزت بھی حاصل نہیں ہوتی ع

بہ دشمن بر ہمی خوان یغما چہ دوست

انظر کیف فضلنا الخ دیکھو دنیا میں ایک کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے بہت سے احمق و جاہل مالدار اور دانا خوار اور بہت سے کفار محتاج اور اہل ایمان اہل ثروت اور کہیں بالعکس۔ باعث فضیلت آخرت کے درجات ہیں انہیں کی زیادہ رغبت کرنی چاہیے۔ وہیں کی فضیلت فضیلت حقیقی ہے۔ وللآخرۃ اکبر درجات واکبر تفضیلا چونکہ دار آخرت کے لیے اصل اصول توحید ہے اس لیے حکم دیتا ہے لا تجعل کہ خدا کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنا ورنہ ذلیل و خوار ہوگا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

اور تیرے رب نے قطعی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ

اور ماں باپ سے نیک سلوک کرنا اگر تیرے سامنے

عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا

ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا

تو تو ان کو ہوں بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا

وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ

[illegible]

لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

[illegible]

وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي

[illegible]

صَغِيرًا ﴿٢٤﴾ رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي

[illegible]

نُفُوسِكُمْ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ

[illegible]

كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ﴿٢٥﴾ وَآتِ

[illegible]

ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَ

[illegible]

ابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ﴿٢٦﴾

[illegible]

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ

[illegible]

وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ﴿٢٧﴾ وَ

[illegible]

إِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ

[illegible]

مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ

[illegible]

قَوْلًا مَّيْسُورًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ

[illegible]

مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا

[illegible]

كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾

[illegible]

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن

[illegible]

يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ

[illegible]

خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٣٠﴾

[illegible]

ع

ترکیب

[illegible]

تفسیر

[illegible]

[illegible]

پیدا رستہ ہے اور اس کی تو خوشنودی اصل ہی ہے۔ سب سے اول
والدین کی خدمت کے لیے یہ ہے کہ حضور کو سستی کا بہت سے اور اپنے جسم کے
ساتھ ادب اور سلوک سے پیش آوے اور منعم حقیقی اللہ تعالیٰ
ہے اسی نے تم کو پیدا کیا ہے اسی نے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں
اور پھر اس جہان میں بھی اسی سے امید ہے وہ کسی کے احسان
اور خدمت کا تو محتاج نہیں اس کی شکر گزاری اور لحاظ اور
حق پرورش تو یہی ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو خدائی میں
شریک نہ کرے خالص اسی کی عبادت کرے۔

سب سے اول حکم یہی دیا۔ وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا
ایاہ۔ اب لطف کلام دیکھیے کہ ربک کا لفظ فرمایا حق
تربیت جتلانے کے لیے اور امر کی جگہ قضیٰ کا لفظ فرمایا۔
یعنی حکم قطعی دے دیا اور نیز اسی حکم کو اس سے پہلی آیت میں
لا تجعل مع اللہ الٰہا آخر کے ساتھ بھی ذکر کر دیا تھا اب بیان اور
بھی تاکید فرما دی۔

خدا تعالیٰ کے بعد دنیا میں اس کے وجود کا سبب
ظاہری اور منعم اور محسن ماں باپ ہیں جو اس کو بچپن سے
جوانی تک پالتے ہیں اور کھانے پینے میں اپنے نفس سے
اس کو زیادہ عزیز رکھ کر آپ نہیں کھاتے اس کو کھلاتے ہیں
اور اس کے بچپن میں اس کی پرورش میں بلا عوض جان و مال کو
صرف کرنا اپنی راحت سمجھتے ہیں۔

اس لیے دوسرا حکم وبالوالدین احسانا ہے کہ ماں باپ
کے ساتھ احسان کیا کرو۔ احسان کا لفظ ایک جامع لفظ ہے
کہ جس میں سب کچھ آگیا مگر اس کی کسی قدر شرح بھی فرماتا ہے
(۱) اما یبلغن الخ کہ اگر تیری زندگی میں تیرے ماں باپ بڑھاپے کو
پہنچیں تو یہ زمانہ بڑی بے کسی کا ہوتا ہے اور نیز ان کے سب
اقتدار اور زور و قوت بھی جاتے رہتے ہیں اور نیز بڑھاپے میں
ان سے بچوں کی سی بہت سی باتیں بھی سرزد ہونے لگتی ہیں پس
تجھ کو ان سے تنگ ہو کر اُف کہنا نہ چاہیے نہ جھڑکنا چاہیے۔

ف والدین کے حقوق بڑے ہیں سو ہر ایک قسم کی
ایذا اور تکلیف دینا ماں باپ کو حرام کہا گیا ولا تنھرھما (۲)
وقل لھما الخ ان سے نرم اور ادب سے کلام کرو۔ (۳) واخفض
ان کے آگے جھک جیسی پرند کی دل سے فرماں برداری
اور تواضع کرو (۴) وقل رب ان کے لیے دعا خیر کرو۔

(۵) حدیث میں آیا ہے کہ جس نے ماں باپ کو ستایا وہ
دنیا میں بھی نامراد اور نامراد رہا جوانا مرگ مرتا ہے اور جس نے
عزت و توقیر و احسان کیا ہے اس کو سرسبز و خرم دیکھا ہے۔

ف ماں باپ کی ان باتوں میں فرماں برداری بھی
کرنی ہے خدائی کو دکھانا ہی ہوتی ہے کیونکہ ماں باپ سے
اللہ کا حق اور مرتبہ مقدم ہے۔ پھر یہ نہیں کہ تم یہ سب باتیں
ظاہرداری کے طور پر کرو بلکہ دل سے اور اخلاص سے کیونکہ
ربکم اعلم بما فی نفوسکم تو تمہارا رب تمہارے دلوں کی باتوں کو
خوب جانتا ہے کہ اگر تم نیک بختی اختیار کرو گے اور ایسی
حالت میں بشریت سے اگر تم سے کچھ خدمت گزاری میں
کمی فروگذاشت ہو جاوے گی اور اپنی دلی نیک بختی سے
تم اس کی طرف رجوع کرو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کے
لیے معاف کرنے والا ہے۔

ف اواب بروزن فعال اوب بمعنی رجوع سے
ہے مبالغہ کا صیغہ۔

تیسرا حکم۔ وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل
کہ اور جس قدر قرابت دار ہیں بھائی بہن ماموں چچا خالہ
پھوپھی وغیرہ ان کا حق بھی ادا کرو۔ حق اور اکثر بڑا عام لفظ
ہے جس میں ہر ایک قسم کا حق آگیا اگر محتاج ہیں تو ان کی مالی
مدد کرو اور نہیں ہیں تو ادب اخلاص ہمدردی صلہ رحمی کرو
اور انہیں پر منحصر نہ رکھ بلکہ ہر ایک مسکین یعنی محتاج کے ساتھ
نیک سلوک کر خواہ قرابت دار ہو خواہ کوئی غیر ہو۔ بلکہ
پردیسیوں مسافروں کا بھی جو بدحق ہے ان کے ساتھ بھی
نیک سلوک کر ضیافت کر اترنے کو آرام سے
جگہ دے نرم کلام کرو۔ اس تیسرے حکم میں تین حکم ہیں۔

[illegible]

ولا تقتلوا اولادكم خشية املاق

[illegible]

نحن نرزقهم وإياكم إن قتلهم

[illegible]

كان خطأ كبيرا ﴿٣١﴾ ولا تقربوا

[illegible]

الزنى إنه كان فاحشة وساء

[illegible]

سبيلا ﴿٣٢﴾ ولا تقتلوا النفس

[illegible]

التي حرم الله إلا بالحق ومن

[illegible]

قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه

[illegible]

سلطانا فلا يسرف في القتل إنه

[illegible]

كان منصورا ﴿٣٣﴾ ولا تقربوا

[illegible]

مال اليتيم إلا بالتي هي أحسن

[illegible]

حتى يبلغ أشده وأوفوا بالعهد

[illegible]

إن العهد كان مسئولا ﴿٣٤﴾ وأوفوا

[illegible]

الكيل إذا كلتم وزنوا

[illegible]

بالقسطاس المستقيم ذلك خير

[illegible]

وأحسن تأويلا ﴿٣٥﴾ ولا تقف

[illegible]

لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ

جس کا تجھے علم نہیں یقیناً کان اور آنکھ

وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ

اور دل ہر ایک سے

مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ

پوچھا جائے گا اور زمین پر اکڑ کر

مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ

نہ چلو کیونکہ تو زمین کو پھاڑ نہیں سکے گا اور

لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ

نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکے گا ان میں سے

ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ

ہر ایک بات تیرے رب کے نزدیک

مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤی

ناپسند ہے یہ باتیں اس حکمت کی ہیں جو

اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا

جس کو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور

تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰی فِیْ

اللہ کے ساتھ اور کسی کو معبود نہ ٹھہرا ورنہ تو دوزخ

جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ

میں الزام دیا ہوا دھتکارا ہوا ڈالا جائے گا کیا تمہارے

رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

رب نے بیٹوں کے لئے تمہیں مخصوص کر لیا اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا

اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾ ع

ہے یہ تو تم بہت ہی بڑی بات کہتے ہو۔

ترکیب

خشیۃ۔ الاملاق مفعول لہٗ۔ املاق فقر۔ الخطأ بکسر الخاء وسکون الطاء والھمزۃ مصدر خطئ وجاء بکسر الخاء وفتح الطاء من غیر ھمز ھو الاثم یقال خطئ خطأ کاثم اثما۔ لا تقف الماضی منہ قفا اذا تتبع ویقرء بضم القاف واسکان الفاء مثل تقم وماضیہ قاف یقوف اذا تتبع کل اولٰئک جملۃ واولٰئک اشارۃ الی السمع والبصر والفؤاد وان کان اولٰئک للاشارۃ بالوقف فی الاکثر لمن یعقل ولکن قد جاء لمن لا یعقل۔ سیئۃ بضم الہاء والھمزۃ بالاضافۃ اسمہ سیئ یعنی بعض المذکور الذی نہی عنہ مکروہ وحقہ شرہ یعنی سیئۃ کان کلام تحرو یا خبر عن خبر کل ذلک۔ نافع ابن کثیر ابو عمرو نے سیئۃ پڑھا ہے۔

تفسیر

چھٹا حکم ولا تقتلوا اولادکم اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل نہ کرو۔ عرب میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالا کرتے تھے یہ سمجھ کر کہ لڑکیاں کچھ کما نہیں سکتیں لڑکے کما سکتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ لوٹ مار میں شریک ہوتے تھے اور نیز مفلس میں اہل کفو اس لڑکی سے نکاح نہیں کرتے تھے غیر کفو میں دی جاتی تھی۔ یہ بڑی عار کی بات تھی۔ اس رسم کو کس لطف کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ اول تو انقطاع اولاد کے شفقت و املاق۔ دوم نحن نرزقہم کہ تم کیوں رزق کی فکر کرتے ہو رزق تو ہم دیتے ہیں ان کو بھی اور تم کو بھی سوم ان قتلہم

ملہ ... [illegible] ... المرء ... [illegible] ... سیئۃ ... [illegible]

فی حکم ... [illegible] ... سیئۃ ... [illegible]

سیئۃ ... [illegible]

... [illegible]

کر دینے کو قتل اولاد کہا گیا ہے۔

ساتواں حکم۔ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ کے ذیل میں [illegible]
زنا کی قباحت اور اس کی شناعت سے [illegible] عقلاء کو اتفاق
ہے۔ اس میں چند قباحتیں ہیں (۱) انساب کا خلط ملط ہونا
[illegible]
آتی ہے (۲) عورت کو شرعی یا عرفی طور پر ایک شخص
خاص سے تعلق ہے جس کو نکاح کہتے ہیں تو اس کے پاس
[illegible]
[illegible] ہوتا ہے اور یہ بات [illegible] عالم کو واضح ہو۔
(۳) عورت سے مقصود صرف شہوت رانی نہیں بلکہ
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اور یہاں [illegible] الفاظ استعمال کیے [illegible]
[illegible]
اور اس کی ان قباحتوں کی طرف ان الفاظ میں اشارہ ہوا
[illegible]

آٹھواں حکم۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ [illegible]
قتل [illegible] شریعت نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ف [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

قاعدہ شرعیہ کے موافق جنگ قائم ہو کر قال قاتلوا الذین لا
یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر۔ وقال اقتلوھم حیث وجدتموھم۔
(۵) قصاص میں۔ ائمہ مجتہدین نے احادیث و قیاس سے تارک
الصلوٰۃ، اغلام، ساحر، چار پانچ سے جا شریک کو نے والے کو
بھی قتل جائز رکھا۔ توریت میں بھی قتل انسان بہت سی صورتوں
میں جائز قرار دیا گیا ہے۔

نواں حکم۔ مال یتیم سے بچنا۔ ولا تقربوا مال الیتیم مگر
جائز طریقہ سے لینا درست ہے مزدوری یا تجارت میں۔
اجرت نگرانی میں اگر محتاج ہو۔

دسواں حکم۔ واوفوا بالعہد ہے۔ جس سے عہد کرو اس پر
قائم رہو۔ وہ عہد کہ خلاف ہیں جن کو شرع نے معتبر نہیں رکھا یعنی
معصیت پر عہد کرنا۔

گیارہواں حکم۔ واوفوا الکیل کہ ناپ تول کو پورے دیجئے
وقت کم زیادہ نہ کرو۔ معاملات میں دغابازی نہ کرو۔

بارہواں حکم۔ ولا تقف اس کے معنی میں مفسرین کے
چند اقوال ہیں۔ (۱) اس میں ان باطل خیالات کی پیروی
سے ممانعت ہے جو عوام میں غلطی سے مشہور ہو جاتے ہیں۔
(۲) محمد بن حنفیہ سے منقول ہے کہ اس کے معنی جھوٹی گواہی
کے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ

اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا

لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤١﴾

تاکہ وہ سمجھیں مگر ان کو تو اس سے نفرت ہی زیادہ ہوتی جاتی ہے

قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ

(اے نبی) کہہ دو اگر اس کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں

إِذًا لَابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾

تب تو انہوں نے عرش کے مالک تک کوئی رستہ نکال لیا ہوتا

سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا

وہ پاک ہے اور عالیشان ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں (اس کی ذات)

كَبِيرًا ﴿٤٣﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ

بہت ہی بالاتر ہے۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو

السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ وَ

کچھ ان میں ہے سب اسی کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور

إِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَ

ایسی کوئی بھی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو

لَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ

لیکن تم ان کی تسبیح کرنے کو نہیں سمجھتے

إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤٤﴾

بے شک وہ بڑا تحمل کرنے والا معاف کرنے والا ہے

ترکیب

صرفنا اسے وجہ قرار دیا من کل مثل۔ ولکن ان تکون فی
زائدۃ کما فی قولہ تعالیٰ واصلح لی فی ذریتی۔ لوکان شرط۔
اذا لابتغوا الجواب والمعنی لطلبوا الی من ھو مالک الملک
سبیلا بالمغالبۃ کما یفعل الملوک بعضھم مع بعض او لتقربوا الیہ
والطاعۃ لعلمھم بقدرتہ تعالیٰ وعجزھم کقولہ اولئک
الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ (بیضاوی)

تفسیر

ابن عباس کہتے ہیں جس کو آنکھ سے نہ دیکھے کان سے
نہ سنے دل میں یاد نہ رکھے اس کی گواہی نہ دے۔ (بغوی) بعض

ف تسبیح خدا تعالیٰ کو ہر عیب و نقص سے پاک اور منزہ ہونا بیان کرنا ... (بقیہ صفحہ آئندہ)

کہتے ہیں کہ اس میں کسی پر تہمت لگانے کی ممانعت ہے کیونکہ تہمت میں بلا تحقیق باتیں ہوا کرتی ہیں (۳) بعض کہتے ہیں کسی کی غیبت اور خرافاتی و شیطانی باتوں سے ممانعت ہے مگر سب معنی صحیح ہیں۔ مآل کار سب کا یہ ہے کہ جو بات اچھی طرح معلوم نہ ہو اس پر کوئی حکم نہ لگا دے اس میں سب اقوال آگئے۔

پھر یہاں حکم: ولا تمش فی الارض مرحا کہ تکبر نہ کرو۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلو کیونکہ تو جو اکڑتا ہے کچھ زمین کو پھاڑ نہ ڈالے گا، بلند ہو کر پہاڑوں کے برابر نہ ہو سکے گا۔ ان میں سے ان حکم و چیزوں کا [illegible] فرماتا ہے اور جو اوامر ہیں ان کی نسبت فرماتا ہے ذٰلک مما اوحٰی الیک ربک من الحکمۃ یا یہ جو سب باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ ان احکام میں جو کچھ اسرار رکھے گئے ہیں جن سے انسان کی روح اور اس کے اخلاق کی صفائی اور تدبیر منزل اور انتظام عالم کی خوبی وابستہ ہے اور پھر ان کے بیان اور ترتیب میں جو کچھ لطف رکھا گیا ہے اگر اس پر کوئی مطلع ہو جاوے گا تو اس کو حکمت الٰہیہ کے جواہر اور الہام ربانی کے وہ لعل معلوم ہوں گے جو بنی اسرائیل کے احکام عشرہ سے بدرجہا بہتر ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوحوں پر کندہ کر کے عطا ہوئے تھے۔ ان احکام کی ابتدا بھی توحید سے ہوئی تھی اور اخیر میں بھی اسی بات کی تاکید کے لیے اعادہ فرمایا ولا تجعل مع اللّٰہ الٰہا آخر اور اس کے بعد اس بات سے بھی منع کیا جو عرب کے مشرکین کرتے تھے وہ یہ کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کو بار خدائی میں شریک جانتے تھے اس بات کو کس لطف کے ساتھ رد کرتا ہے افاصفٰکم ربکم بالبنین واتخذ من الملٰئکۃ اناثا کہ کیا تم کو خدا نے بیٹے دیے اور اپنے لیے بیٹیاں پسند کیں۔ بھلا کیسی خرافات ہے۔ ان سب باتوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے ولقد صرفنا فی ہذا القرآن کہ قرآن میں ہم نے ہر ایک قسم کی بات وعظ و پند احکام و دنیا و آخرت

بیان کر دیے تاکہ وہ سمجھیں اور غور کریں مگر ان ازلی بدبختوں کو تو اس سے اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر شرک کا رد اور توحید کا اثبات کرتا ہے اور اس بات کو قرآن میں بار بار اس لیے ذکر کیا گیا کہ اس عہد میں شرک و بت پرستی کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ پس فرماتا ہے قل لو کان معہ آلہۃ کہ اگر اس کے ساتھ تمہارے قول کے موافق اور بھی خدا ہوتے تو عرش والے تک یعنی مالک اصلی تک پہنچنے کے لیے کوئی رستہ نکالتے مقابلہ کرتے جیسا کہ متعدد بادشاہوں میں ہوتا ہے یا یہ معنی کہ خود ان کو اس تک رسائی کرنے کے لیے حاجت پڑتی پھر وہ تمہیں کیا دیتے۔

سبحانہ وتعالیٰ الخ میں اپنی پاکی بیان فرماتا ہے اور تسبح لہ السمٰوٰت میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی ہر چیز اس کی تسبیح یعنی پاکی اور کبریائی بیان کرتی ہے ذی روح تو زبان سے اور جمادات زبان حال سے کہ ان کا وجود اور ان کی حالت اس کی یکتائی پر دلیل ہے مگر تم غور نہیں کرتے ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ تمہارا یہ جرم اس قابل تھا کہ دنیا میں تمہیں ہلاک کیا جاتا مگر وہ حلیم و غفور ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تھیں اس کے کمال اور اوصاف حمیدہ کو بیان کرنا؟ سبحان اللہ و بحمدہ کہنا۔ مومن اور ملائکہ تو قال اور حال سے اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں لفظاً اور دیگر اشیاء آسمانوں اور زمین کی [illegible] نباتات و حیوانات و اثر حال سے تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں ان کی بناوٹ یا [illegible] کہ [illegible] ان کا بنانے والا سب عیبوں سے پاک و منزہ [illegible] سے موصوف ہے [illegible] اس بات کو وہی سمجھتا ہے [illegible] [illegible] [illegible]

بات کو [illegible]

ف۵ صحیح بخاری میں [illegible] ایک [illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے

بَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

درمیان کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک

حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٤٥﴾ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ

پردہ چھپا ہوا ڈال دیتے ہیں اور ہم نے ان کے

قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي

دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے

آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ

کانوں میں بھی گرانی ڈال دی ہے اور جب آپ قرآن میں

رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ

اپنے رب کا تنہا ذکر کرتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر

أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿٤٦﴾ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا

نفرت سے بھاگ جاتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں جس لیے

يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ

وہ اس کو سنتے ہیں جب کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں

وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ

اور جب کہ وہ سرگوشی کرتے ہیں جب کہ ظالم کہتے ہیں

إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ﴿٤٧﴾

کہ تم تو بس ایک جادو کئے ہوئے شخص کے پیچھے ہو لیے ہو

انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ

دیکھو آپ کی کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں

فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿٤٨﴾

سو وہ گمراہ ہو گئے پھر وہ راستہ نہیں پا سکتے

وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا

اور وہ کہتے ہیں کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے

أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿٤٩﴾

تو کیا ہم سرے سے نئے پیدا ہو کر اٹھائے جائیں گے؟

قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ﴿٥٠﴾ أَوْ

کہہ دو کہ تم پتھر یا لوہا ہو جاؤ یا اور

خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ

کوئی شے جو تمہارے دلوں میں بڑی معلوم ہو

فَسَيَقُولُونَ مَن يُعِيدُنَا ۖ قُلِ الَّذِي

سو وہ کہیں گے کہ ہم کو کون دوبارہ پیدا کرے گا کہہ دو جس نے

فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ

تم کو اول بار پیدا کیا ہے پھر تو آپ کے آگے سر

إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ ۖ

ہلا ہلا کر کہیں گے کہ وہ کب ہوگا

قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَرِيبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ

کہہ دو شاید وہ وقت بھی قریب ہی ہو جس دن

يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَ

وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور

تَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٥٢﴾

سمجھو گے کہ تم بہت ہی تھوڑی مدت رہے تھے

ترکیب

مستورا ساترا حجابا ... یستمعون به ... [illegible]

اذ بدل من ... یوم ... یکون ... بحمدہ ... [illegible]

[illegible]

له [illegible]

موضح الحال۔

تفسیر

آسمانوں اور زمین کی چیزوں کی تسبیح تو تم اے مشرکین سمجھتے ہی نہ تھے تمہاری سمجھ میں تو یہ قرآن مجید بھی نہیں آتا جو خاص تمہاری زبانِ فصیح میں نازل ہوا ہے۔ واذا قرأت الخ اور یہ نہ سمجھنا قرآن کا اس لیے ہے کہ جب تم اے نبی قرآن پڑھتے ہو تو ان کی ازلی گمراہی کے پردے بیچ میں حائل ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے مضامین میں غور و تامل نہیں کر سکتے اور جو کوئی ان کو دوسرا سمجھائے تو سنتے بھی نہیں اور ان کے حواسِ باطنیہ کے ماؤف ہونے پر یہ دلیل ہے کہ جب قرآن میں توحید کا ذکر اور شرک کی برائی سنتے ہیں تو بدک کر بھاگ جاتے ہیں۔ یہ مکہ کے مشرکوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ جب انسان پر گمراہی اور بدبختی سوار ہوتی ہے تو نہ اس کا دل و دماغ درست رہتا ہے نہ عقل، کتنا ہی سمجھاؤ نہیں سمجھتا اور اسی کو پردے اور حجاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اوّل تو مکہ کے مشرک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے ہی نہ تھے اور جو کبھی مجلس میں ٹھیر گئے تو اس غرض سے کہ کچھ اس میں سے یاد کر لیں تاکہ پھر اس پر تمسخر اور ہنسی کریں اور پھر آپس میں دس دس پانچ پانچ جمع ہو کر سرگوشیاں کرتے اور یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ جو اس نبی کے تابع ہوئے ہیں احمق ہیں۔ یہ تو خود جادو کا مارا ہوا ہے کسی نے اس پر سحر کر دیا ہے اس لیے ایسی ایسی نئی نئی باتیں کرتا ہے دیوانہ ہو گیا ہے۔ نحن اعلم سے لے کر رجلا مسحورا تک میں یہی ذکر ہے اس پر خدا تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ دیکھو یہ بدنصیب تم پر کیا بے اصل عیب لگاتے ہیں۔ اور کوئی بات تو عیب کی ملتی نہیں، انظر الخ وقالوا سے ان کی دوسری بات اور بیان فرماتا ہے کہ جس پر وہ ہو گئے تھے وہ یہ کہ جب حضرت فرماتے تھے کہ مر کر پھر قیامت میں زندہ ہوں گے تو وہ کہتے کہ جب ہم مٹی میں مل جاویں گے ہڈیوں کا چورا ہو جاوے گا تو پھر کیونکر زندہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ تمہارے نزدیک جو چیز قابلِ حیات نہیں لوہا یا پتھر یا کوئی اور چیز اگر تم وہ بھی ہو جاؤ جس نے تم کو اوّل بار پیدا کیا وہ دوبارہ پھر پیدا کرنے پر قادر ہے۔ پھر جب وہ قیامت میں بارگاہِ عدالت میں طلب کرے گا تو تم زندہ ہو کر اس کے خوف کے مارے تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے جرم کا انکار و بت پرستی سے برأت ثابت کرتے ہوئے فوراً حاضر ہو جاؤ گے اور یہ سمجھو گے کہ دنیا میں یا مرنے کے بعد حشر تک قبروں میں بہت ہی کم ٹھیرے تھے۔ وہ عرصۂ دراز اس عدالتِ آسمانی کے خوف سے بہت ہی کم معلوم ہو گا اور یہ انسان کی جبلی بات ہے کہ مصیبت کے وقت راحت کا زمانہ دراز بہت ہی کم معلوم ہوا کرتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جس دنیاوی سامان و عیش پر آج فدا ہو اس کی یہ حقیقت ہے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ

اور اے رسول میرے بندوں کو کہہ دو کہ وہ بات کہا کریں جو

اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ

بہتر ہو کیونکہ شیطان آپس میں لڑوا دیتا ہے

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا

اس لیے کہ شیطان تو انسان کا کھلا

ف یعنی ان میں غور و فکر کا مادہ قدرت نے نہیں دیا اس لیے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے ہیں وہ سمجھتے اور غور نہیں کرتے اس حالت کو پردہ ڈالنے سے تعبیر کیا ہے اور اسی کو ان کے دلوں پر حجاب ڈالنے اور کانوں میں ثقل پیدا کر دینے سے ۱۲ منہ

11

مُّبِينًا ﴿٥٣﴾ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ

دشمن ہے ۔ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے

إِن يَشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِن يَشَأْ

اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو

يُعَذِّبْكُمْ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ

تمہیں عذاب دے اور آپ کو ہم نے ان کا ذمہ دار بنا کر

وَكِيلًا ﴿٥٤﴾ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَن

نہیں بھیجا اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو

فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَقَدْ

آسمانوں اور زمین میں رہتے ہیں اور البتہ

فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ

ہم نے ایک نبی کو دوسرے پر فضیلت دی

وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴿٥٥﴾ قُلِ ادْعُوا

اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی ۔ ان سے کہہ دیجئے

الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا

جنہیں اس کے سوا تم نے (معبود) گمان کر رکھا ہے ان کو پکارو سو وہ

يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا

تمہاری تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ

تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ

اس کو بدل سکیں گے ۔ جن کو یہ مشرک پکارتے ہیں وہ خود بھی

يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ

جو ان میں کی نسبت سے زیادہ مقرب ہے وہ خود اپنے رب کا قرب

أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ

ڈھونڈتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے

عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ

ڈرتے ہیں کیونکہ آپ کے رب کا عذاب ہے

مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا

ڈرنے کی چیز ہے ۔ اور ایسی کوئی بستی نہیں کہ جس کو

نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں

أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۚ كَانَ

یا اس کو کسی سخت عذاب میں مبتلا نہ کریں ۔ یہ

ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٥٨﴾

کتاب میں لکھا جا چکا ہے ۔

ترکیب

ایہم مبتدا اقرب خبرہ وہو استفہام والجملۃ فی موضع نصب بیدعون وقیل اولئک مبتدا الذین یدعون ای یدعونہم الکفار صفت یبتغون خبرہ ایہم بدل من واو یبتغون لمبنی للاول معناہ ان اولئک یبتغون الوسیلۃ وہی القربۃ الی اللہ تعالیٰ وایہم بدل ای یبتغی من ہو اقرب منہم والاعظم الوسیلۃ بحذف الاقرب او تضمن یبتغون معنی یحرصون ای یحرصون ایہم یکون اقرب الی اللہ

سلہ یبتغون ای یطلبون الیٰ ربہم الوسیلۃ ای القربۃ وقیل الوسیلۃ الدرجۃ العلیا ایہم اقرب معناہ ینظرون ایہم اقرب الی اللہ فیتوسلون بہ وقال الزجاج ایہم اقرب یبتغی الوسیلۃ الی اللہ تعالیٰ ویتقرب الیہ بالعمل الصالح ۔ (از معالم) [illegible]

سلہ یعنی کفار و مکذبین کی ہر ایک بستی کو ان کی نافرمانی سے قیامت سے پہلے دنیا ہی میں غارت کرے گا ، یا کسی سخت عذاب میں مبتلا کرے گا ۔

ف بندہ اور اس کے [illegible] رابطہ اور قوی وسیلہ ہے وہ بندے کو [illegible]

بالطاعۃ والصلاح۔

تفسیر

ثبوت معاد پر حجت قائم کر کے مسلمانوں کو تعلیم کرتا ہے کہ تم مخالفوں سے نرم اور اچھی باتیں کیا کرو کیونکہ سختی سے شیطان باہم عداوت و نفرت پیدا کر دیتا ہے وہ انسان کا دشمن ہے اور وہ اچھی بات یہ ہے کہ تمہارا رب تم سے خوب واقف ہے اگر چاہے تم پر مہربانی کرے چاہے عذاب کرے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اچھی بات سے مراد نرمی سے کلام کرنا ہے۔ پھر حضرت کو فرماتا ہے کہ آپ ان کے ذمہ دار نہیں کہ وہ ہدایت پر آ ہی جاویں۔ مکہ میں جب یہ آیات نازل ہو رہی تھیں تب یہ حال تھا کہ غریب مسلمانوں پر چاروں طرف سے حملہ تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کا گھر گھر چرچا ہو رہا تھا۔ مشرکین مکہ یہود کے بہکانے سکھانے سے یہ بھی کہا کرتے تھے کیا خدا کو ہدایت کے لیے انہیں غریب مفلس لوگوں کو پسند کر لیا ہے اور پھر ہم سے محمد میں کیا فضیلت ہے جو اس پر کتاب اتارتا ہے اور اس کو نبی کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے وربک اعلم الخ کہ ہر ایک بات کی مصلحت و حکمت خدا خوب جانتا ہے آسمان و زمین کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں تمہارے حال سے بھی واقف ہے وہ مختار ہے جس کو چاہے فضیلت دے۔ خود انبیاء میں اس نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ داؤد کو زبور عطا کی۔ داؤد اور زبور کے ذکر میں یہود کو یہ بات بھی جتلانا مقصود ہے کہ یہ وہی نبی ہے جس کی داؤد علیہ السلام نے خبر دی اور جس کو شوکت و سلطنت بھی دی جاوے گی۔ مشرکین دلائل توحید سن کر اپنے معبودوں کے فضائل بیان کیا کرتے تھے کہ وہ یوں کر سکتے ہیں اور یہ کر سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اچھا ان کو پکارو تو سہی۔ دیکھیں وہ تمہاری کون سی مصیبت میں کام آتے ہیں۔

مشرکین ہمیشہ ملائکہ یا انبیاء علیہم السلام یا صالحین کو پوجتے تھے اور انہیں کے نام کی مورتیں بنا رکھی تھیں۔ فرماتا ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو ان کا خود یہ حال ہے کہ وہ اپنے رب کے لیے وسیلہ ڈھونڈتے ہیں ایہم اقرب ان ہی سے جو زیادہ قریب ہے اس کا یہ حال ہے اوروں کا تو کیا ذکر ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار، عذاب سے ڈرتے ہیں پھر ان کو پکارنا عبث ہے مشرکین مکہ اس پر یہ کہتے تھے کہ اچھا اگر ایسا ہے تو پھر ہمارے شہر پر خدا بلا کیوں نہیں بھیجتا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ان من قریۃ الخ اس شہر کی کیا خصوصیت ہے ہر ایک بستی قیامت سے پہلے ہلاک ہو جاوے گی اپنے اپنے موقع پر نیک موت سے یا برے عذاب سے۔ یا یہ معنی کہ جن بستیوں کا قیامت سے پہلے ہلاک ہونا لکھا ہے وہ کتاب یعنی لوح محفوظ میں درج ہے اپنے وقت پر ہو گا گناہ کرنے سے ہم جلدی نہیں کرتے واللہ اعلم۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّاۤ

اور ہم کو ان معجزات کے بھیجنے سے اسی بات نے منع کر رکھا ہے کہ پہلے

اَنۡ كَذَّبَ بِهَا الۡاَوَّلُوۡنَ‌ؕ وَاٰتَيۡنَا ثَمُوۡدَ

لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا تھا (چنانچہ) ثمود کو ہم نے

النَّاقَةَ مُبۡصِرَةً فَظَلَمُوۡا بِهَا‌ ؕ وَمَا

اونٹنی کا کھلا ہوا معجزہ دیا تھا پھر بھی انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم

نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذۡ

نشانیاں تو ہم بھیجتے ہی ہیں تو صرف خوف دلانے کو۔ اور یاد کرو جب کہ

قُلۡنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ‌ؕ

ہم نے تم سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے رب نے سب کو قابو میں کر رکھا ہے

وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡيَا الَّتِىۡۤ اَرَيۡنٰكَ اِلَّا

اور وہ خواب جو ہم نے تم کو دکھایا اور

فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الۡمَلۡعُوۡنَةَ

وہ پیڑ خبیثہ کہ جس کا قرآن میں ذکر ہے الغرض سب لوگوں کے لیے

فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ

قرآن میں بھی بنا دیا اور ہم تو ان کو ڈراتے ہیں سو اس سے ان کی

اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝۶۰ ع

اور بھی سرکشی زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔

ترکیب

ان کذب فی موضع رفع فاعل منعنا وفیہ حذف تقدیرہ الا اہلاک المکذبین وھم ما نرید اہلاک قریش فلذا لم نرسل بالآیات المسئولۃ بہا۔

تفسیر

مشرکوں کو جواب سے عاجز آ کر یہ بھی کہا کرتے تھے اگر آپ نبی ہیں تو کوہ صفا کو سونے کا بنا دیں اور مکہ کے پہاڑوں کو ہٹا دیں تاکہ کھیتی کیا کریں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی وما منعنا الخ کہ ہم یہ بھی کر سکتے ہیں مگر یوں نہیں کرتے کہ پہلی امتوں میں بھی لوگوں نے انبیاء سے سوال کر کے معجزات طلب کیے تھے اور پہلے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر ہماری خواہش کے مطابق معجزہ آوے گا تو ہم ایمان لاویں گے مگر پھر بھی ایمان نہ لائے اور عادت الٰہی جاری ہے کہ جو بحث کر کے معجزات طلب کرتے ہیں اور پھر بھی ایمان نہیں لاتے تو ہلاک ہوتے ہیں چنانچہ قوم ثمود نے صالح علیہ السلام سے اونٹنی کا سوال کیا ان کے کہنے کے موافق اونٹنی پیدا ہوئی آخر ایمان نہ لائے بلکہ اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تب ہلاک ہوئے۔ اس قسم کے معجزات خطرناک ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے وما نرسل بالآیات الا تخویفا[۱] اور ہم کو اہل مکہ کا ہلاک کرنا مقصود نہیں اس لیے ان کی یہ خواہشیں پوری نہیں کی جاتیں۔ اس تفسیر کو سلف سے خلف تک جمہور مفسرین متفق ہیں۔ پھر جو کوئی پادری اس آیت سے یہ ثابت کرے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا جیسا کہ پادری فنڈر نے کتاب میزان الحق میں لکھا ہے اور پھر اس کی تقلید نیچری مفسر نے کی ہے بڑی غلطی ہے۔ الآیات سے بواسطہ الف لام وہی آیات یعنی معجزات مقصود ہیں کہ جن کا مشرکوں سوال کرتے تھے نہ کہ کل۔ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے۔ اور ابن عباس کا بھی یہی قول ہے جب مشرکین مکہ کی خواہش کے موافق معجزات کے بھیجنے سے صاف جواب ہو گیا تو ان کو اور بھی دلیری ہوئی اور کہنے لگے کہ آپ نبی نہیں اور ڈرانے بھی لگے اور ظلم و ستم کر کے چاہتے تھے کہ آپ وعظ نہ بیان فرمایا کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی یا یوں کہو اس آیت میں آپ کی تسلی کر دی گئی۔ واذ قلنا لک اور یاد کرو جب کہ ہم تم سے کہہ چکے ہیں کہ تمہارے رب کے قابو میں سب لوگ ہیں۔ تو پھر تمہیں کسی کا کیا خوف ہے آپ بے خوف ہو کر کلام الٰہی بیان کیا کریں۔ اس کے بعد وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر اور بھی مسخرہ کرتے تھے کہ ہمارے کہنے سے معجزہ کو دکھایا نہیں گیا آسمانوں پر چلے گئے شب ہی شب بیت المقدس پہنچ گئے۔ جنت و دوزخ دیکھ آئے اور نیز قرآن پر بھی ہنسا کرتے تھے کہ عجب کلام ہے جس میں دوزخیوں کے لیے آگ میں درخت اور زقوم کا درخت کھانا مذکور ہے (اس درخت کو تلخ و بدمزہ ہونے کی وجہ سے شجرہ ملعونہ کہتے تھے اور قدیم عرب ایسی بری چیزوں کو ایسے ہی الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے) اس کے جواب میں فرماتا ہے وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الخ کہ ہم نے اس رؤیا کو اور اس شجرہ ملعونہ کو بھی ان کے لیے فتنہ یعنی آزمائش کی چیز

[۱] وما نرسل بالآیات المقترحۃ الا تخویفا من نزول العذاب بہم ما یعقبہا من العذاب المستاصل (ابو السعود)۔

کر دیا۔ کم عقل بد اعتقاد اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ رؤیا اور شجرۂ ملعونہ سے کیا مراد ہے؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ مکہ میں تھے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں مکہ چھوڑ کر ایک نئے شہر میں سکونت پذیر ہوا ہوں وہاں سے میرے دین کو ترقی ہوئی اور عالم میں آفتاب کے نور کی طرح بہت جلد پھیل گیا چوں کہ یہ خواب مکہ میں مشہور ہو گیا تھا اس پر قریش مکہ تمسخر کرتے تھے کہ یوں ان کے حق میں فتنہ یعنی گمراہی کا باعث ہو گیا جس کو خدا نے سچا کر دیا اور شجرۂ ملعونہ سے مراد زقوم کا پیڑ ہے چوں کہ قرآن میں آ چکا تھا کہ جہنمیوں کی یہ غذا ہوگا اس پر بھی قریش کو بہت تمسخر کیا کرتے تھے کہ آگ میں پیڑ ایک خلاف قیاس بات ہے تو آپ ڈراتے ہیں۔ حالاں کہ وہ پیڑ بھی آگ کا ہوگا۔ اور ایسا بھی آگ میں ایک کیڑا رہتا ہے جس کو سمندل کہتے ہیں۔ نباتات کیا کوئی جاندار بھی آگ میں ہوتے ہیں یہ بھی ان کے لیے فتنہ ہو گیا۔ اور ملعونہ اس لیے اس کو کہتے ہیں کہ یہ عرب کی عادت ہے ہر بری چیز کو خبیث اور ملعون کہا کرتے ہیں بعض نے رؤیا سے معراج مراد لی ہے واللہ اعلم۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ

اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ قَالَ ءَأَسْجُدُ

پھر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے وہ کہنے لگا کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں

لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾ قَالَ أَرَءَيْتَكَ

کہ جس کو تو نے مٹی سے بنایا کہا دیکھو تو سہی

هٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ

یہی وہ ہے کہ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اگر

أَخَّرْتَنِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ

تو نے مجھے قیامت تک رہنے دیا تو میں بھی بجز تھوڑے سے

ذُرِّيَّتَهُٓ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ

لوگوں کے اس کی نسل کو قابو میں کر کے رہوں گا　فرمایا جا دفع ہو

فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ

پھر جو ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو ان کی اور تیری

جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُورًا ﴿٦٣﴾

سب کی جہنم پوری سزا ہے

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ

اور تو اپنی آواز سے جس کو ان میں سے ڈگا سکے تو

بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ

ڈگمگا دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے

وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ

بھی چڑھا دینا اور ان کے مال اور اولاد میں بھی

وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ

ساجھا لگا لینا اور ان سے وعدے بھی کرنا اور شیطان کے

الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ

وعدے ساری کیا ہیں مگر محض فریب　بے شک

عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ

میرے بندوں پر تو تیرا کچھ بھی قابو نہ چلے گا

وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾

اور آپ کا رب کارسازی کے لیے بس ہے

ترکیب

ہذا منصوب بارأیت الذی نعت لہ والمفعول الثانی محذوف تقدیرہ تفضیلہ۔ لاحتنکن جواب لئن۔ طینا منصوب بنزع الخافض اے من طین۔ قال الواحدی لاحتنکن اصلہ من احتناک الجراد الزرع وہو ان تستاصلہ باحنا کہا ثم استعمل فی الاستیلاء علی شیئ وقیل ماخوذ من حنک الدابۃ اذا جعل الرسن فی حنکہا والحنک ماتحت الذقن ومنہ التحنیک۔

الاستفزاز الازعاج والاستخفاف یقال افزہ واستفزہ اذا ازعجہ واجلب قال الفراء وابوعبیدۃ من الجلبۃ وقال الزجاج الاجلاب الجمع ای اجمع علیہم اسبابک وقال ابن السکیت الاجلاب الاستعانۃ ای استعن علیہم بکل ما تقدر علیہ من الامور المشتہیۃ۔

تفسیر

اب ان کی سرکشی کا سبب بیان فرماتا ہے کہ یہ شیطان کا اثر ہے جو بنی آدم پر چلا آتا ہے اور نیز اس قصہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح شیطان آدم کے مقابلہ میں مردود ہوا اب تم جو بنی آدم ہو کر شیطان کے بہکانے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتے ہو گویا اپنے جد اعلیٰ کی نسل سے نکل کر شیطانی لشکر میں داخل ہوتے ہو جو تمہارے مردود ہونے کا قوی سبب ہے۔ اس مناسبت سے اس قصہ کو یہاں ذکر کیا۔ گو اور مناسبتوں سے یہ قصہ سورۂ اعراف و بقرہ وغیرہ میں بھی مذکور ہوا ہے۔

خدا نے آدم کے لیے فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی کا حکم دیا، سب نے سجدہ کیا۔ شیطان نے سجدہ سے انکار کیا آدم کو کم تر اور اپنے آپ کو بہتر سمجھ کر اس لیے کہا ءاسجد لمن خلقت طینا اس کے بعد خدا تعالیٰ سے کہا کہ جس کی اس اولاد کو کہ اس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اپنے قابو میں کر لوں گا اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی۔ شیطان کو بنی آدم کی جبلت معلوم ہو گئی ہو گی کہ وہ گمراہی کی طرف بہت جلد دوڑیں گے جو اس نے اس ادعا سے خدا تعالیٰ کے روبرو حسد میں بھر کر یہ کہا۔

کہی، لاحتنکن اس نے یہ سمجھ کر کہا کہ ان میں کچھ نیک بھی ہوں گے جن پر میرا قابو نہ چلے گا۔ احتناک کے معنی ستیاناس کر دینا کہتے ہیں احتنک فلان ما عند فلان۔ یہ بھی معنی ہیں قابو میں لینا لگام دینا۔ وحشی ودیا تب یہ الفاظ حنک سے مشتق ہے مطلب یہ کہ ان کو لگام دے کر قابو میں کر لوں گا۔ چونکہ علم ازلی میں یہی تھا اس لیے خدا تعالیٰ نے بھی فرما دیا اذہب اچھا جا مگر تیری اور تیرے متبعین کی کافی سزا جہنم ہو گی اور اس پر اس کو اجازت دی کہ ان کو جس طرح چاہے بس میں کر لے۔

خدا تعالیٰ نے چند چیزیں فرمائیں۔ اول استفزز یقال افزہ الخوف واستفزہ ای ازعجہ واستخفہ۔ بصوتک یعنی اپنی آواز سے انہیں پھسلا لینا۔ شیطان کی آواز دلوں میں جو خیالات پیدا کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں جس قدر شہوت انگیز آوازیں گانا راگ باجا، عورتوں کے ناچ کی آواز سب شیطانی آواز ہے۔

دوم واجلب علیہم بخیلک ورجلک ان پر اپنا لشکر چڑھا لے جا سوار بھی اور پیدل بھی۔ شیطان کے سوار اور پیدل یا تو انسانی سوار اور پیدل ہیں جو معصیت میں کوشش کرتے ہیں یا خود اس کے لشکر میں سوار و پیدل ہیں یعنی جو عمل کے بے شک خوب زور لگا لینا۔

سوم وشارکہم ان کے مال و اولاد میں شریک ہو جا۔ مال کی شرکت کا ہر ہی، فضول خرچی میں خرچ کرنا، اچھی باتوں میں صرف کرنے سے روکنا، برے طور سے مال لینا، چوری سے زنا سے، غصب سے، سود سے، فریب سے۔ اسی طرح اولاد میں بھی شرکت ہوتا ہے۔

سلہ لبس میں کوڑی کا، واسند سلہ یہ اجازت تہدید ہی ہے کہ جس طرح چاہے کر کہتے ہیں کہ تجھ سے جو کچھ ہو سکے کر لے کہ لگا کر الٹے پھر کیا ہو سکتا ہے۔ یہ ایک محاورہ کی بات ہے واسند سلہ ناجائز طور سے مال [illegible] زنا سے یہ بھی شیطانی شرکت ہے۔ نیز اولاد کے برے نام رکھنا اس کے ناک کان چھیدنا اس کے سر پر غیر اللہ کے نام کی چوٹی رکھنا [illegible] وغیرہ یہ سب شرکت شیطانی ہے اسی طرح ان کو [illegible] برے نام رکھنا بھی شرکت شیطانی ہے واسند

چہارم وعدہم شیطانی وعدے، دل میں لمبی چوڑی ناجائز آرزوئیں پیدا کرنا، دنیا پر رغبت، آخرت سے نفرت دلانا کہ میاں جو کچھ مزہ ہے یہیں ہے کیسی آخرت! اس کے رد میں فرمایا کہ شیطانی وعدے دھوکے کی ٹٹیاں ہوتے ہیں ارمان دل میں ہی رہتے ہیں کہ موت آلیتی ہے۔ اس کے بعد یہ بھی خدا تعالیٰ نے شیطان سے کہہ دیا کہ ان عبادی میرے خالص بندوں پر تیرا کوئی قابو نہ ہوگا اور ان کی کارسازی کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب کافی ہوگا۔ توفیق و عنایت الٰہی ہمیشہ ان کے سر پر سایہ فگن رہے گی۔ ان کی قوت بہیمیہ کا غلبہ نہ ہونے پائے گا۔ اس میں کفار پر تعریض بھی ہے۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي
تمہارا رب وہ ہے جو　دریا میں　تمہارے لیے جہاز چلاتا
الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ
ہے　تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو　کیونکہ وہ
بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ
تم پر بڑا مہربان ہے　اور جب کہ دریا میں تم پر کوئی مصیبت
فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ
آجاتی ہے تو اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ سب کھوئے جاتے ہیں
فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَ
پھر جب کہ وہ تم کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اس سے پھر بیٹھتے ہو اور
كَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾ أَفَأَمِنتُمْ
انسان بڑا ہی ناشکر ہے　پھر کیا تم اس بات کو نڈر ہوگئے
أَن يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ
کہ وہ تم کو خشکی کی طرف لاکر　زمین میں دھنسا دے　یا
يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا
تم پر　آندھی کا پتھراؤ　بھیج دے　پھر اس وقت تم
لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ أَمْ أَمِنتُمْ أَن
کسی کو بھی اپنا ذمہ دار نہ پاؤ　کیا تم کو اس کا بھی خوف نہیں ہے کہ وہ
يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ
بار دیگر　تم کو پھر دریا میں لوٹا لائے　پھر تم پر
عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم
ہوا کا　سخت　طوفان　بھیج دے　پھر تمہاری ناشکری کے
بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا
سبب　غرق کر دے　پھر تم کو　ہم پر کوئی دعویٰ کرنے والا
بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ
بھی نہ ملے　اور البتہ بنی آدم کو ہم نے بڑی عزت دی ہے
وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم
اور خشکی اور دریا میں اس کو سوار کیا　اور اچھی
مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ
چیزیں کھانے کو دیں　اور　اپنی بہت سی مخلوقات پر
ع ۱۰ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾
ان کو　فضیلت　عطا کی۔

ترکیب

الا ایاہ استثناء منقطع وقیل متصل ان یخسف مفعول امنتم بکم حال ہے یخسف کا اصل جانب البر مفعول ہے۔ الازجاء السوق والاجراء والتسبیح بمعنی واحد الحاصب قال ابوعبیدۃ والقتیبی ہو الرمی ریحا شدیدا الحاصبۃ التی ترمی بالحصا الصغار وقال الزجاج الحاصب التراب الذی فیہ حصباء وقیل الحاصب حجارۃ من السماء تارۃ مصدر بمعنی علی تیرۃ وتارات والفہا واو قیل القاصف الریح الشدیدۃ التی تکسر بشدۃ من قصف الشیء یقصف من ضرب یضرب تبیعا نصیرا او من یتبعنا بالانکار ما نزلنا۔

تفسیر

یہاں سے پھر اول توحید شروع کرتا ہے۔ اور مشرکین کی عادات ناپسندیدہ کی برائی اور نیز یہ بات بھی بتلاتا ہے کہ خدا کے احسان یاد رکھو اور پہلے جو فرمایا تھا کہ وہ بندوں کا کارساز ہے اب اس کارسازی کا جو نہایت بے بسی کی حالت میں ظہور پذیر ہوتی ہے اظہار فرماتا ہے۔

ربکم الذی انسان کے اوپر جو کچھ اس کے احسانات ہیں وہ بے انتہا ہیں ان میں سے وہ احسانات موقع بموقع بندوں کو یاد دلا کر اپنا وحدہ لاشریک لہ ہونا ثابت کیا کرتا ہے جو ان کے نزدیک زیادہ تر قابل التفات ہوتے ہیں اس موقع پر عرب کو ان کے سفر و حضر کے احسانات یاد دلاتا ہے۔ عرب بڑے سفر کرتے تھے خشکی میں اور اب بھی یہی حال ہے۔ دریا کا سفر کشتی کے ذریعہ ہوتا ہے خواہ وہ ہوائی ہو خواہ دخانی جو اس زمانہ میں ایجاد ہوئی ہیں۔ اب حضر کی اسی پچاس ہزار من بوجھ میں ایک تنکے کے برابر یہ جہاز یا کشتی جو مسافر اور بے انتہا مال اٹھا کر آتی جاتی ہے اس کو اسی کا حکم و قدرت چلاتا ہے ربکم الذی یزجی کا یہی مضمون ہے۔

واذا مسکم الضر یہ وہ حالت اضطراب بیان فرماتا ہے جو دریا میں کشتی والوں پر آ جاتی ہے جو کہ طوفان میں مبتلا ہو جاتے ہیں سو ایسے موقع پر انسان کا فطری قاعدہ ہے پھر اسی معبود برحق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور سب فرضی معبودوں کو بھول جاتا ہے دنگا حق کی فطرت میں فتور آگیا وہ اس حالت میں بھی اس کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے مگر عرب کے مشرک ایسا نہیں کرتے تھے وہ اس وقت خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے الا ایاہ فلما نجٰکم پھر جب خشکی پر آتے تھے تو پھر جاتے تھے پھر اپنے معبودوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔

اس بات پر خدا تعالیٰ الزام دیتا ہے وکان الانسان کفورا کہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل عام لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں مصیبت کا وقت بھول جاتے ہیں جب مصیبت خدا دور کر دیتا ہے اور نعمت دیتا ہے تو بجائے شکر کے یہ ناشکری کرتے ہیں کہ فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں بجائے ... رنڈیوں کے ناچ کراتے ہیں۔ اب اس بات پر تہدید فرماتا ہے افامنتم الایۃ کیا تم کو اس بات سے پورا اطمینان ہو گیا کہ اس حالت میں خدا تم پر اور دوسری قسم کی بلا نہیں بھیج سکے گا، زمین میں غرق نہیں کر سکتا یا آسمان سے پتھر نہیں برسا سکتا؟ یا تم کو پھر دریا کا سفر آئے اور پھر تم کو اسی بلا میں پھنسا کر ہلاک کر دے۔ بنی آدم کا تو یہ حال ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ ولقد کرمنا بنی آدم کہ ہم نے ذات میں جسم میں صورت میں اوصاف میں علم میں اس کو مخلوقات پر عزت دی۔ وحملنٰہم اور دریا اور خشکی کے سفر میں سواری دی۔ دریا میں کشتی پر اور خشکی میں اونٹ گھوڑے گاڑی پر سوار ہوتے ہیں اور رزقنٰہم۔ سفر و حضر میں عمدہ چیزیں کھانے کو دیں۔ اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو بزرگی بخشی۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۚ

[illegible]

فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ

پھر جس کو اس کی کتاب داہنے ہاتھ میں دی جائے گی سو وہ لوگ

يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾

کتاب کو خوش ہو کر پڑھیں گے اور ان پر تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

[illegible]

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي
اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا تو وہ
الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٧٢﴾ وَ
آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور رستہ سے بڑا گمراہ ثابت ہوگا اور
اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ
جو کچھ ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے مشرکین آپ کو
اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ
اس سے بچلا دینے ہی لگے تھے تاکہ آپ اس کے (قرآن کے) سوا ہم پر کچھ افترا کرو
وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَآ
تبھی اور جب تو وہ آپ کو ولی دوست بنالیتے اور اگر ہم نے
اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ
آپ کو ثابت قدم نہ کیا ہوتا تو آپ کسی قدر ان کی
اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ﴿٧٤﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ
طرف جھک ہی چلے تھے جب تو ہم آپ کو
ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ
زندگی اور موت میں دوہرا مزہ بھی چکھاتے پھر
لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ وَاِنْ
آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ ملتا اور وہ تو
كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ
آپ کو زمین (مکہ) سے دھکیل دینے کو تھے
لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ
تاکہ آپ کو وہاں سے باہر کردیں پھر تو وہ بھی آپ کے بعد
خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ
بہت ہی کم ٹھیرنے پاتے تم سے پہلے
قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا
ہم نے جس قدر نبی بھیجے ہیں ان میں ہمارا یہی دستور رہا ہے
وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿٧٧﴾
اور ہمارے دستور میں آپ کچھ بھی فرق نہ پاویں گے۔

ترکیب

یوم ندعوا مفعول او نصب اذکر محذوف کا اے اذکر یوم او یوم ندعوا نصب باضمار اذکر یا ظرف ولا یظلمون۔

تفسیر

انسانوں کا باہمی فرق مراتب بیان فرما کر آخرت کا فرق مراتب جو حقیقی تفصیل سے بیان فرماتا ہے یوم ندعوا کل اناس بامامہم یعنی یاد کرو اس دن کو کہ جس دن ہر ایک شخص اپنے پیشوا کے ساتھ بلایا جاوے گا۔ امام لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ جس کی پیروی اور اقتدار کی جاتی ہے ہدایت میں خواہ گمراہی میں پس نبی امت کا امام ہے اور خلیفہ رعیت کا۔ اور قرآن مسلمانوں کا امام ہے اور نمازیوں کا امام نماز پڑھانے والا ہو اور اسی طرح انسان کا دلی منشاء جو اس کو نیک یا بد کام پر تحریک کرتا ہے وہ بھی اس کا امام ہے اور اسی طرح گمراہی کے امام ہیں۔ ہر ایک معنی کے لحاظ سے امام سے علماء نے مختلف مرادیں لی ہیں۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ نبی مراد لیتے ہیں کہ قیامت کو ہر ایک امت ان کے نبی کے نام سے پکاری جاوے گی اور اسی طرح ائمہ کفر سے بھی کہیں گے۔ یا امت محمد، یا امت موسیٰ یا امت فرعون وغیرہ ذلک۔ پس ہر ایک امت کو اس کے پیشوا کے ساتھ حاضر کیا جاوے گا۔ اہل جنت کے ساتھ جنت میں اور دوزخی کے ساتھ دوزخ میں جاویں گے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد کتاب ہے۔

حسن و ابو العالیہ اعمال مراد لیتے ہیں قتادہ نامۂ اعمال پھر نامۂ اعمال کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جن کو داہنی طرف سے ملے گا وہی اس کو خوشی سے پڑھیں گے گو بائیں طرف والے بھی پڑھیں گے مگر چونکہ وہ اعمال برے دیکھ کر حسرت و رنج میں ہوں گے خوشی سے نہ پڑھیں گے۔ یہ خوش ہو کر پڑھیں گے در حقیقت انہیں کا پڑھنا ہے۔ پھر جو آخرت میں

ع

محروم رہیں گے ان کی محرومی کا سبب بیان فرماتا ہے ومن کان جو کوئی اس دنیا میں اندھا ہو رہا اس نے حق نہ دیکھا صراط مستقیم نہ پایا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اندھا ہونے سے مراد دل کا اندھا ہونا ہے نہ کہ ظاہری آنکھوں کا سو دل کے اندھے وہاں بھی الطاف الٰہی سے اندھے رہیں گے نعمتہائے جنت اور حیات ابدی کا منہ نہ دیکھیں گے نہ اس کی خوشبو سونگھیں گے راہ گم کردہ ہوں گے۔

اس کے بعد دنیا کے دل کے اندھوں نے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بار بہکانا چاہا تھا سو اس کا بیان فرماتا ہے اول۔ وان کادوا اس کے شان نزول میں مفسروں نے مختلف روایتیں نقل کی ہیں جن سے یہ نکلتا ہے کہ کفار نے ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی امر کی جس میں کچھ برائی نہ ہو ... تھا کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کیجیے یا کچھ اور اس پر آپ نے تھوڑے سکوت کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کو بہکانا چاہتے تھے اگر آپ جھکتے تو آپ کو ہم دنیا و آخرت میں دو چند عذاب دیتے مگر ہم نے آپ کو محفوظ رکھا۔

دوم وان کادوا لیستفزونک اس کا یہ شان نزول ہے کہ مشرکین مکہ نے تنگ کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے پیشتر مکہ سے نکال دینا چاہتے تھے آپ نہ نکلے۔ فرماتا ہے اگر وہ ایسا کرتے تو آپ کے بعد ان کو بھی وہاں زیادہ رہنا نصیب نہ ہوتا۔ انبیاء علیہم السلام کا یہی دستور چلا آتا ہے کہ نبی کے نکالنے کے بعد اس قوم کو بھی وہاں امن نصیب نہیں ہوا۔

أَقِمِ الصَّلَوٰةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ

آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک

غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْءَانَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْءَانَ

نماز پڑھا کرو اور نماز فجر پڑھا کرو بیشک نماز فجر کے

الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ

پڑھنے میں مجمع ہوتا ہے اور رات کے کچھ

فَتَهَجَّدْ بِهِۦ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰٓ أَن

حصہ میں تہجد پڑھا کرو جو تمہارے لئے نفل زائد ہے امید ہے کہ آپ کا

يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴿۷۹﴾ وَقُل

رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا اور دعا کیا کرو کہ

رَّبِّ أَدْخِلْنِى مُدْخَلَ صِدْقٍ وَ

اے رب مجھے خوبی سے (مدینہ میں) داخل کر اور

أَخْرِجْنِى مُخْرَجَ صِدْقٍ وَٱجْعَل لِّى

مجھ کو خوبی سے نکال (مکہ سے) اور میرے لئے

مِن لَّدُنكَ سُلْطَٰنًا نَّصِيرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ

اپنی طرف سے غلبہ و حکومت عطا کر اور کہہ دو کہ

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَٰطِلُ إِنَّ الْبَٰطِلَ

حق آگیا اور باطل نابود ہو گیا بے شک باطل

كَانَ زَهُوقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْءَانِ مَا

نابود ہونے والا ہے اور قرآن میں ہم وہ چیزیں نازل کرتے ہیں جو

هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ

ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہیں اور ظالموں کو

الظَّٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

تو اس سے اور بھی نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

ترکیب

ف [illegible]

[illegible]

لہ [illegible]

الی غسق اللیل متعلق ہے اقم کے قرآن الفجر معطوف ہے الصلوٰۃ پر یا اس کا نصب علی الاغراء ہے لے علیک قرآن الفجر نافلۃ مصدر یعنی تہجد لے تنفل نفلا و نافلۃ بنا مصدر کا عافیۃ مقاماً منصوب ہے ظرف ہو کر۔

تفسیر

اقم الصلوٰۃ۔ الٰہیات و معاد و نبوت کے مباحث کے بعد طاعت الٰہی کا حکم دیتا ہے اور نیز شیطان کی گمراہی اور بندے کی ناشکری اور قیامت میں نامہ اعمال کے دیے جانے اور کفار کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصد بد کرنے کا اور آپ کو محفوظ رکھنے کا ذکر کرکے وہ عمل تعلیم فرماتا ہے جو شیطان کی گمراہی اور بندے کی ناشکری کی رسوائی سے اور کفار کے فریبوں سے بچاتے (یعنی نماز) اور نیز تیرہ کلفتوں کی تکمیل نماز بغیر ممکن نہیں۔ یہی وہ عمل ہے کہ جو انسان کی روح اور قوی علیہ کو روشنی دے کر بندے کو دار آخرت کا مشتاق کرتا ہے۔ تمام تفسیریں متفق ہیں کہ اس آیت میں نماز فرض مراد ہے یعنی نماز پنج گانہ۔ مگر دلوک کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن مسعودؓ اور نخعی و مقاتل اور ابن حبان و ضحاک و سدی کہتے ہیں غروب آفتاب مراد ہے۔ اور ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و جابرؓ و عطاء و مجاہد و حسن اور اکثر تابعین بلکہ جمہور اس کے معنی دن ڈھلنے کے لیتے ہیں یہ لفظ دونوں معنوں کے لیے آیا ہے اخیر معنی بہت قوی کیا اور مناسب مقام ہے۔ اس تقریر پر جیسا کہ امام زہری کہتے ہیں یہ معنی ہوں گے کہ دن ڈھلنے سے شب کی سیاہی ہونے تک نماز قائم کر۔ پس اس میں ظہر عصر مغرب عشا چار نمازیں آگئیں اور صبح کی نماز چونکہ ایک مستقل بالشان نماز تھی اس لیے اس کو قرآن الفجر سے بیان فرمایا اور چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد بھی فرض تھی (گو ابتداء اسلام میں امت پر بھی فرض کی تھی جیسا کہ سورۂ مزمل میں ہے) مگر امت پر نماز پنج گانہ سے فرضیت جاتی رہی استحباب رہ گیا جیسا کہ اخیر سورۂ مزمل سے سمجھا جاتا ہے فاقرءوا ما تیسر من القرآن اس لیے آپ کو فرمایا ومن اللیل کہ رات میں تہجد بھی پڑھو نافلۃ لک زیادہ تک یعنی یہ نماز تم پر زائد ہے یا یہ معنی کہ اس کا تم کو زائد نفع ہے۔ کس لیے کہ آپ معصوم ہیں گناہ سب بخشے گئے اب اس کا نفع ترقی درجات و مزید تقربات کا آپ کو ہے۔ برخلاف امت کے کہ وہ گناہوں سے پاک نہیں اس کے بدلے میں ان کے گناہ معاف ہوں گے۔

مجاہد و قتادہ کہتے ہیں نافلۃ کا لفظ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی نفل رہ جانے پر دلالت کرتا ہے مگر آپ ہمیشہ تہجد پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک رات کو عبادت و نماز میں کھڑے رہتے تھے کہ پائے مبارک ورم کر آتے تھے چنانچہ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ قیام شب سے آپ کے پاؤں ورم کر آتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے گناہ معاف کیے گئے ہیں پھر آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں فرمایا افلا اکون عبداً شکوراً کیا میں اس کی شکرگزاری نہ کروں شکرگزار بندہ نہ ہوں؟۔

تہجد کی کیفیت

صحیح احادیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی پوری کیفیت مذکور ہے کہ کبھی آدھی رات کے بعد اٹھ کر وضو کرکے نماز میں مصروف ہوتے۔ دو دو رکعت کی نیت باندھتے کبھی چار چار کی۔ اخیر میں وتر پڑھتے صبح صادق سے تھوڑے پہلے۔ اور کبھی دو رکعت پڑھ کر پھر لیٹ جاتے پھر اٹھ کر دو رکعت پڑھتے۔ اسی طرح رات گزار دیتے تھے۔ پھر اس کی کیفیت اور درد و سوز کا تو کچھ بیان ہی نہیں ہو سکتا کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں ہوتا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری اور دل سے عشق الٰہی کا دھواں اٹھتا تھا جس کا اثر نہ صرف گھر کے لوگوں پر پڑتا تھا بلکہ عرب و عجم پر بھی پڑا

تہجد کی نماز تمام انبیاء و صالحین کا قدیم دستور ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شب کو نماز پڑھتے یاد الٰہی کرتے تھے ان کے پاک باز حواریوں کا یہی دستور رہا ہے جس میں یہ آزادی اور بے قیدی پیدا ہو گئی پھر یورپ کے عقلاء نے اس کو اور بھی ترقی دی۔ افسوس!

مالکؒ نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ چار چار رکعتوں کی نیت باندھتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔ اور ایک روایت میں تیرہ رکعت بھی آئی ہیں چنانچہ مالکؒ نے اس کو زید بن خالد جہنی سے روایت کیا ہے۔

ف (۱) غسق اللیل رات کی سیاہی اور اندھیرا۔ قال الکسائی غسق اللیل غسوقا والغسق بالفتح الاسم جس کے معنی سیلان کے ہیں۔ کہتے ہیں غسقت العین تغسق جب کہ آنکھ پانی سے بھر جاوے۔ بہنے والے کو غاسق کہتے ہیں۔ اس لیے جہنمیوں سے جو پیپ بہے گی اس کو غساق کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ سے نافع بن الازرق نے اس کے معنی پوچھے فرمایا رات کا اندھیرا چھا جانا۔ عرب بھی کہتے ہیں جب شفق غائب ہو جائے غسق اللیل ہو گیا۔

(۲) قرآن الفجر سے مراد نماز کیونکہ کبھی جزو سے کل تعبیر ہوا کرتا ہے اس لیے نماز کو کبھی رکوع کبھی سجود کبھی تسبیح کہتے ہیں۔ نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے خصوصاً صبح کی نماز میں اس کا زیادہ تر اہتمام ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو قرآن الفجر سے تعبیر کیا۔

پھر قرآن الفجر کی نسبت فرماتا ہے ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ مشہود کے معنی حاضر کیا گیا۔ یا جس کے پاس لوگ جمع ہوں یا گواہی دیا گیا۔ ان معنی کے لحاظ سے اس کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ اور سب ٹھیک ہیں۔ ایک گروہ مفسرین کہتا ہے کہ صبح کی نماز میں ملائکہ رحمت آتے ہیں اور جمع ہوتے ہیں۔ رات کے فرشتے جو انسان کے محافظ اور اس کے اعمال کے نگران رہتے ہیں صبح کو جاتے ہیں اور دن کے آتے ہیں اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اور نمازوں کی نسبت صبح کی نماز میں صالحین زیادہ جمع ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت کاروبار دنیا بھی کم ہوتا ہے فرصت کا وقت ہوتا ہے اور نیز خواب سحری سے بیدار ہو کر خدا پرستوں کی جماعت میں شامل ہونا اور خدا سے دعا مانگنا اس کی نعمتوں کا شکر بجا لانا بڑی عبادت ہے جس کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے۔ بعض نے یہ فرمایا ہے کہ اس جماعت کے لوگوں کے لیے ملائکہ خدا کے آگے یا کوان کے حاضر و بیدار ہونے کی گواہی دیا کرتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ یہ نماز اس کے کمال قدرت کی شہادت ہے کیونکہ رات کا جانا دن کا آنا ظلمت شب دور ہونا نور کا ظہور ہونا انسان جو عالم خواب میں اس جہان سے غافل تھا اس کا بیدار ہونا گویا خواب عدم سے بیدار ہونا صبح کا انشقاق حشر کا نمونہ ہو اس لیے بالخصوص اس نماز کو جماعت سے ادا کرنا اور اس میں زیادہ قرآن پڑھنا جس کے سننے کو ملائکہ حاضر ہوتے ہیں سنت اور امر مؤکد ہے۔

(۳) تہجد شب اخیر کی نماز کو کہتے ہیں۔ فتہجد بہ اے بالقرآن کما قال قم اللیل الا قلیلا الی قولہ ورتل القرآن ترتیلا۔ ہجود لغت میں سونے کو کہتے ہیں اور ہاجد بمعنی نائم۔ چونکہ یہ نماز سو کر پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کو تہجد کہتے ہیں۔ اور مصلی باللیل کو ہاجد و متہجد کہتے ہیں۔ نماز تہجد کا وقت باتفاق جمہور علماء آدھی رات کے بعد سے لے کر صبح صادق تک ہے۔ غالباً اول شب میں انسان سو جاتا پھر بیدار ہو کر یہ نماز پڑھتا ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ ضرور اول شب میں سوئے اور جو نہ سوئے گا تو نماز تہجد نہ ہو گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص نماز تہجد کا حکم

دینے کی وجہ بیان فرماتا ہے عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کہ خدا تعالیٰ عن قریب آپ کو شافع محشر بنا کر مقامِ محمود میں کھڑا کرنے والا ہے۔ یہ وہ کرامت و عزت ہے جو بنی آدم میں بجز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نصیب نہیں اس لیے سب سے زیادہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عبادت اور شب کا سوز و گداز بھی فرض ہوا ہے

دلا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند
دعائے نیم شبی دفع صد بلا بکند

مقام محمود

ف مقام محمود یحمدہ القائم فیہ وکل من عرفہ وہو مطلق فی کل مقام یتضمن کرامۃ (بیضاوی) یعنی مقامِ محمود وہ جگہ ہے کہ جہاں کھڑا ہونے والا اور اس کو جاننے والا اس کی حمد اور تعریف کرے۔ مطلقاً مقامِ محمود ہر عزت کی جگہ کو کہتے ہیں۔ مقام کو محمود اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی حمد کی جاتی ہے۔ گو حمد اختیاری خوبیوں پر ہوتی ہے اور مقام کی خوبیاں اختیاری نہیں لیکن یا تو شرط اختیاری ہر جگہ نہیں یا حمد بمعنی مدح ہے یا یہ کہ وہ محمود فیہ ہے یعنی اس جگہ حمد کی جاتی ہے وہاں کھڑے ہونے والے کی یا کھڑا ہونے والا خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ

عرفِ شرع میں مقامِ محمود سے اس آیت میں کہ جہاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کرنے کا اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے باتفاق تمام مفسرین وہ مقام مراد ہے کہ جہاں حضرتؐ قیامت کے روز عاصیوں کے لیے شفاعت کرنے کو کھڑے ہوں گے جس روز کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک سب انبیاءؑ نفسی نفسی کہیں گے، اور کسی کو مجال نہ ہوگی کہ شفاعت کی کرسی پر بیٹھے صحیح بخاری و دیگر کتب حدیث میں جو مختلف راویوں سے مروی ہے شفاعتِ کبریٰ کے بیان میں یوں وارد ہے کہ قیامت کے روز لوگوں پر سختی ہوگی تو آدمؑ کے پاس آئیں گے مگر وہ عذر کریں گے یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے سب انبیاء اولوالعزم کے پاس آویں گے ابراہیم، موسیٰ، داؤد علیہم السلام مگر سب ہی تو عذر کریں گے اور کہیں گے کہ محمدؐ کے پاس جاؤ جن کے خدا نے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے آج بجز ان کے اور کوئی اس لائق نہیں۔ تب وہ میرے پاس آ کر مجھ سے درخواست کریں گے پھر میں خدا تعالیٰ کے پاس جا کر اس کے آگے سجدہ میں گر پڑوں گا اور بہت عرصہ تک سجدہ میں حمد و ثنا کرتا رہوں گا۔ حکم ہوگا اے محمد! سر اٹھا قل تسمع واشفع تشفع وسل تعط کہ کہہ تیرا کہا سنا جائے گا شفاعت کر کہ تیری شفاعت قبول ہوگی، مانگ دیا جائے گا تب میں اس کی ثنا و صفت کر کے شفاعت کروں گا۔ پھر ایک تعداد معین ہوگی کہ وہ جہنم سے میری شفاعت سے نکلیں گے، بار دیگر پھر آ کر اسی طرح سجدہ میں گروں گا۔ پھر اسی طرح حکم ہوگا۔ پھر ایک جماعتِ کثیر بخشی جاوے گی۔ الغرض اسی طرح تین بار کروں گا کہ پھر تو وہی جہنم میں رہ جاویں گے کہ جو مطابق قرآن کے جہنم کے لیے سرمدی کے لیے مقرر ہو چکے ہیں یعنی کافر و مشرک ہے

نماند بعصیاں کسے در گرو
کہ دارد چنیں سید پیش رو

پہلے فرمایا تھا کہ وہ تم کو مکہ سے نکالنا چاہتے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اقم الصلوٰۃ نماز پڑھا کرو ان جاہلوں کی باتوں کی طرف التفات نہ کرو اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ اب پھر اس واقعہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے فرماتا ہے یعنی جو اصلی کام ہے یعنی نماز و عبادت اس کو بجا لاؤ۔ اس سے

تاحل۔ مدینہ دین و دنیا میں اس سے عزت و بڑی اس کی ترقی ہے۔ (۱) مکہ سے نکلنا اور قریش کو اس بات کے درپے ہونا یہ ایک امر مقدر ہے جس کا پورا ہونا ضرور تھا اور مدعا اسلام کی ترقی وابستہ ہو رہی ہے اس کے لیے اے نبی یہ دعا کیا کرو۔ وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق یعنی تو نے مجھے مکہ سے سچائی سے نکال کر پھر مدینہ میں سچ داخل کر دیا ہے اور ان مشرکوں کی طرف سے پھر تکالیف برداشت نہ کرنی پڑیں اور نیز سچائی کے ساتھ نکالنے سے یہ بھی مراد ہے کہ خاص تیرے لیے ہے اور تیری ہی راہ میں ہجرت ہو کسی دنیاوی غرض یا کسی جرم پر جلاوطنی نہ ہو۔ اور مدینہ میں مجھے سچائی سے داخل کر۔ اور جب کہ اس دین کا قیام دنیا پر پھیلانا ضرور ہے اور جب کسی میں قوت نہیں رہتی اور نیز مدینہ کے متصل کسریٰ و قیصر کی حکومتیں اور دیگر سلاطین سرکش و مغرور بھی ہیں اس لیے یہ بھی دعا کرو۔ واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا کہ مجھے اپنے پاس کی قوت و شوکت بھی عطا فرما۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں جب بشارت دی اور خدا تعالیٰ نے وہ قوت و شوکت عطا کی کہ جس سے دنیا میں کوئی سلطنت قائم ہوئی اور کسریٰ و قیصر کو شاد یا کہ کوئی شخص خدا کے دین کا مقابل نہ ہوسکا۔ الاتقان میں قل صدق الخ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مجھے دنیا سے سچائی کے ساتھ نکال اور دارالخلد میں سچائی کے ساتھ داخل کر اور یہ بھی کہ حرم مکہ سے نکال کر حرم مدینہ میں داخل کر۔ وغیر ذلک من الاسرار۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور ارشاد فرماتا ہے وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کہ اب تاریکی کفر و بدکاری کا زمانہ گیا۔ نور و صداقت کا زمانہ آگیا۔ حق سے مراد اسلام ہے اور باطل سے کفر و بت پرستی و دیگر افعال جو دنیا میں مروج تھے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہونے تو کعبہ کے پاس ۳۶۰ بت نصب رکھے تھے ان میں سے جس کی طرف لکڑی سے یہ آیت پڑھ کر اشارہ کرتے تھے وہ منہ کے بل گر پڑتا تھا۔ فرماتا ہے کہ یہ باطل کا مٹنا اور حق کا آنا قرآن کے سبب ہوا ہے جس کو ہم نازل کرتے ہیں وننزل من القرآن الخ کہ جس میں ایمان داروں کے لیے امراض باطنیہ و ظاہریہ سے شفا ہے اور ان کے لیے رحمت ہے اور بے انصافوں کو اس سے اور بھی نقصان ہوتا ہے۔ جہل جوں جوں وہ انکار کرتے ہیں خسارہ بڑھتا جاتا ہے۔

وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى ٱلْإِنسَٰنِ أَعْرَضَ

اور جب ہم انسان پر کرم کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے

وَنَـَٔا بِجَانِبِهِۦ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ كَانَ

اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب اس کو مصیبت آتی ہے تو ناامید

يَـُٔوسًا ﴿٨٣﴾ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ

ہو جاتا ہے کہہ دو ہر ایک اپنے اپنے طریقہ پر

شَاكِلَتِهِۦ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ

عمل کر رہا ہے پھر آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے

أَهْدَىٰ سَبِيلًا ﴿٨٤﴾ وَيَسْـَٔلُونَكَ

کہ کون راہ راست پر ہے اور آپ سے روح کی بابت

عَنِ ٱلرُّوحِ ۖ قُلِ ٱلرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّى

پوچھتے ہیں کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے

وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٥﴾

اور تم کو علم بہت ہی تھوڑا دیا گیا ہے

وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِٱلَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ

اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ آپ کی طرف وحی کیا ہے (قرآن) اس کو

إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِۦ عَلَيْنَا

اٹھا لے جاویں پھر تو آپ کو اس کی بابت ہم پر کوئی حمایتی نہ ملے

ف روح کا ایک گروہ نے سوال کیا تھا۔ حضرت نبی کرتا ہے کہ وہ طواف کی لطیف جواب ہے جیسا کہ ...

وَكِيلًا ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ

کوئی والا بھی نہ ملے گا مگر یہ صرف آپ کے رب کی رحمت ہے

إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝

(جو ایسا نہیں کرتا) بے شک اس کی آپ پر بڑی عنایت ہے

ترکیب

نا بالف بعد الھمزۃ ای بعد عن الطاعۃ و یقرء بھمزۃ بعد الالف وفیہ وجھان احدھما ھو مقلوب نأی والثانی ھو بمعنی نھض۔ الا رحمۃ مفعول لہ والتقدیر حفظناہ علیک الا رحمۃ من ربک رحمۃ کی صفت یا حال۔

تفسیر

قرآن سے ان ظالموں کو زیادہ خسارہ ہونے کا یہ سبب نہیں کہ قرآن میں کوئی نقص ہے بلکہ یہ سبب ہے کہ اذا انعمنا علی الانسان الخ انسان کی جبلی عادت ہے کہ جب اس پر انعام الٰہی ہوتا ہے دولت و راحت ملتی ہے تو بجائے شکر گزاری و فرماں برداری کے اکڑنے لگتا ہے متکبر ہو جاتا ہے نبی اور خدا تعالیٰ کی کتاب کو نہیں مانتا اس لیے خسارہ میں پڑتا ہے اور جب مصیبت آتی ہے تو بجائے صبر کے ناامید ہو جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس پر بھی انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ ہر ایک نیک و بد کو خواہ وہ کسی طریق پر کیوں نہ ہو مہلت دیتا ہے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے قل کل یعمل الخ کہ کہدو ہر ایک ہم میں سے اور تم میں سے اپنے اپنے طریقہ پر عمل کر رہا ہے کیے جاوے لیکن ان میں سے دراصل کون نیک ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا۔ من جملہ اسباب خسران کے ایک یہ بھی تھا کہ وہ قرآن مجید پر ہمیشہ بیہودہ نکتہ چینیاں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار باہم مشورہ کیا کہ یہود اہل کتاب ہیں ان سے دریافت کر کے کوئی ایسی بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنی چاہیے کہ جس کا جواب نہ آسکے اس لیے یہود سے دریافت کیا انہوں نے کہا تین باتیں پوچھو اگر ان میں سے دو کا بھی جواب دے دیا تو جانو کہ نبی ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ تین باتیں بتلائیں۔ اول روح کی بابت سوال کرو۔ دوم اصحاب کہف کا حال پوچھو۔ سوم ذی القرنین کا حال پوچھو کہ وہ کون تھا اور کہاں کہاں گیا اور اس نے کیا کیا؟

سب سے اول ویسئلونک عن الروح الخ یہ انہوں نے روح کی بابت سوال کیا۔ فرماتا ہے کہ اے نبی آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں وہ کیا ہے۔ چوں کہ یہ بے کار سوال تھا اور نیز حقائق اشیاء بالخصوص روح کی حقیقت کا ادراک کماحقہ ان کے فہم و استعداد سے باہر تھا اس لیے جواب میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جب وہ نہیں تو سب کام بگڑ جاتا ہے اس ذی روح کے مرنے کے بعد پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا چنانچہ یورپ کے دہری اور مادی لوگ اسی کے قائل ہیں جس لیے وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان پر نہ کوئی ثواب ہے نہ عذاب ہے کیوں کہ وہ باقی تو رہی نہیں اگرچہ یہ خیال محض مغالطہ ہے جس کی غلطی کا اب یورپ کے حکماء پر بھی انکشاف ہوتا چلا ہے کیوں کہ ایک جماعت حکماء قائل ہو گئی ہے کہ مرنے کے بعد روح ایک نورانی ہیکل میں جو جسم اول سے مناسبت رکھتا ہے قائم رہتی ہے۔ ہم کو پہلی باتیں سب یاد رہتی ہیں وہ رنج و راحت بھی باقی ہے۔ حکماء یونان کا بھی یہی خیال ہے اور اکثر اہل ادیان بھی اسی کے قائل ہیں۔ جزئیات احوال روح میں البتہ بڑا اختلاف ہے ہنود کا ایک گروہ اس کو قدیم ذاتی کہتا ہے اسی طرح اس کے بقائی بابت بھی کلام ہے بعض ابدی ذاتی کہتے ہیں آریہ وغیرہ بعض تناسخ کے قائل ہیں۔ ہنود یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک بدن کو چھوڑ کر جزا و سزا بھگتنے کے لیے دوسرے جسم میں آتی ہے اور عالم عنصری کے سیر اور یہی شعور میں کمالی بھی ان کے نزدیک گویا یہی عالم تو ہے۔ اسلام نے قرآن و احادیث میں روح کے متعلق دوسرے عالم میں ثواب و عذاب کی بحث تفصیل

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

فرمایا قل الروح من امر ربی کہ روح تو ایک امر رب ہے اس
کے حکم سے بنی ہے حادث ہے قدیم ذاتی نہیں نہ خدا ہے
نہ اس کا کوئی جزو ہے بلکہ اور اشیاء کی طرح مخلوق ہے جسم پر اور مخلوق
کی طرح خدا کو اختیار و قدرت ہے۔ کم علمی سے یہ سب
باتیں بخوبی حاصل ہیں اس قدر علم کافی ہے جواب شافی ہو گیا
باقی رہا اس کی حقیقت کا ادراک کلی سو روح کو تو کیا اور بھی
ہزاروں چیزوں کا انسان کو ادراک کلی نہیں ہے خاک پانی کی
بھی حقیقت پوری معلوم نہیں کیونکر ہو وما اوتیتم من العلم الا قلیلا
کہ تم کو اے انسان یا اے سوال کرنے والو حقائق الاشیاء سے
اور ان کی بہت سے بہت کم حصہ ملا ہے۔ روح کی حقیقت میں حکما کا
بہت اختلاف چلا آتا ہے ہر ایک قوم نے دور دور تک خیال لگائے
دوڑائے ہیں اور اب تک بھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔
بھلا عرب کے جاہلوں سے بجز اس قدر جواب کے اور کیا کہا
جاتا۔ اب اس بات کے ثبوت کے لیے کہ نبی علیہ السلام
جو کچھ فرماتے ہیں وہ الہام اور وحی کے ذریعہ سے ہے ان کی
خانہ ساز اس میں کوئی بات بھی نہیں۔ فرمایا جاتا ہے ولئن
شئنا الخ کہ اگر ہم چاہتے تو قرآن مجید کو جو سرچشمہ علوم
ہے محو کر دیتے مگر ہمارا فضل ہے جو ایسا نہیں کیا لیکن
یہ ہماری طرف سے ہے جس کے اٹھا لینے پر ہم
قادر ہیں۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى
کہہ دو اگر جن و انس سب مل کر بھی کوشش کریں کہ ایسا
اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا
قرآن بنا لائیں تو ایسا
يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ ۱۰ ع ۱۰
قرآن بنا کر نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کا
لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (۸۸) وَلَقَدْ صَرَّفْنَا
مددگار ہی کیوں نہ ہو اور ہم نے اس قرآن میں

لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ
لوگوں کے لیے ہر ایک قسم کی مثال میں طرح طرح
مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا (۸۹)
بیان کر دی ہے اس پر بھی اکثر لوگ انکار کیے بغیر نہ رہے
وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا
اور کہنے لگے ہم تجھ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہمارے لیے
مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا (۹۰) اَوْ تَكُوْنَ
زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دو یا تمہارے لیے
لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ
کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو کہ پھر تم
الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا (۹۱) اَوْ تُسْقِطَ
اس میں بیچ بیچ نہریں بہا دو یا جیسا کہ تم
السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ
کہا کرتے ہو ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا نہ گرا دو یا
تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا (۹۲)
خدا اور فرشتوں کو روبرو نہ لا کھڑا کرو
اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ
یا تمہارے لیے کوئی سنہری محل نہ ہو یا
تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ
تم آسمان پر نہ چڑھ جاؤ اور ہم تو تمہارے چڑھنے کو بھی نہ مانیں گے
حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ
جب تک کہ تم ہم پر کوئی ایسی کتاب نہ اتار لاؤ کہ جس کو ہم پڑھ بھی لیں
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا
کہہ دو سبحان اللہ میں کیا ہوں مگر
بَشَرًا رَّسُوْلًا (۹۳)
ایک آدمی ہی اس کا بھیجا ہوا۔

ترکیب لا یاتون جواب قسم ہے اسے جواب قسم محذوف
دال علیہ اللام الموطئۃ للقسم لا یاتون جواب

الشرط بلا جزم لکون الشرط ماضیا۔ بیضاوی۔

تفسیر

منجملہ ان باتوں کے کہ جن سے قرآن مجید پر اعتراض کیا کرتے تھے ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ اس قرآن میں کون سی خوبی ہے؟ اگر چاہیں تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ بھی ہے کہ قرآن کی بابت فرمایا تھا کہ وہ ہماری طرف سے ہے اگر ہم چاہیں تو واپس لے جائیں پھر تمام مخلوق مل کر بھی زور لگائے تو ایسا قرآن نہ بنا سکے کما قال قل لئن اجتمعت الآ کہ تم کیا اگر تمہارے ساتھ تمہارے وہ جن بھی شریک ہوں کہ جن سے تم مدد مانگا کرتے ہو اور جن کے ذریعہ سے تمہارے کاہن غیب کی باتیں بتلا کر بڑے بڑے دعوے کیا کرتے ہیں وہ بھی شریک ہوں تو اس کا مثل بنا سکیں گے۔ بلاغت و فصاحت کے معجزہ کے علاوہ اس میں یہ روح کو زندہ کرنے والی انسان کے دل پر چوٹ مارنے والی اور سب علوم الٰہیہ کے متعلق وہ وہ باتیں ہیں کہ جن کو کوئی نہیں بنا سکتا۔ مقدمۂ تفسیر میں اس مسئلہ کی خوب شرح ہو چکی ہے۔

ابن اسحاق و ابن جریر نے سعید یا عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں یوں بھی نقل کیا ہے کہ سلام بن مشکم چند یہود کو ساتھ لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہمارا قبلہ ترک کر دیا اور یہ قرآن توریت کے برابر نہیں ایسا ہم بھی کہہ سکتے ہیں پھر آپ کا اتباع کیوں کریں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ شیبہ و عتبہ ربیعہ کے بیٹے اور ابو سفیان اور ولید بن المغیرہ و ابوجہل وغیرہ تمام کفار قریش نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر تو خدا کا سچا رسول ہے تو مکہ خشک جگہ ہے یہاں کوئی پانی کا چشمہ جاری کر دے یا کوئی ایسا ترو تازہ باغ انگوروں اور کھجوروں کا لگا دے کہ جس میں سے بڑی نہریں چلا کر ہیں جیسا کہ عراق و شام میں ہے۔ یا تو جیسا کہتا ہے کہ قیامت کو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرے گا تو اس کا کوئی ٹکڑا ہم پر ابھی گرا دے یا ہمارے سامنے اللہ اور فرشتوں کو لا کہ ہم ان کو آنکھ سے دیکھیں اور ان سے پوچھیں کہ محمد کو تم نے رسول بنا کر بھیجا ہے یا کوئی سونے چاندی کا بنا ہوا مکان موجود کر کے دکھا دے یا تو ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے کوئی لکھی ہوئی کتاب لا کہ جس کو ہم پڑھ لیں تب تو ہم تجھے مانیں گے ورنہ ہم تجھے نہیں مانتے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی و قالوا لن نؤمن لک الآ اس میں تعلیم کر دی کہ ان سے کہہ دو سبحان اللہ! یہ کیا لغو باتیں ہیں تم نے کیا مجھ کو قادر مطلق سمجھ لیا ہے؟ مجھے اس بات کا دعویٰ ہے کہ پھر تمہارے کہنے سے یہ باتیں کر دوں۔ میں تو آدمی ہوں خدا تعالیٰ کے حکم بغیر کچھ نہیں کر سکتا ہاں رسول ہوں احکام پہنچانے والا ہوں۔ قرآن کو رقیہ یعنی منتر بتلایا۔ ان پہلی باتوں کو اگر یہ سب کچھ بھی ہو جائے تو یہ تمہارے جادو منتر کا اثر سمجھا جاوے گا بلکہ آسمان سے ہمارے اوپر بھی کوئی کتاب اترے اور کہ ہم خود اس کو پڑھ لیں۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ

اور لوگوں کو ایمان لانے سے جب کہ ان کے پاس ہدایت آئی

جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ

صرف یہی بات مانع آئی کہ کہنے لگے کیا اللہ نے

اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي

آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (اے نبی) کہہ دو اگر زمین پر

الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ

فرشتے ہوتے کہ اطمینان سے چلتے پھرتے

لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

تو ہم ان پر آسمان سے فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے

۱۲

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ

اور کہہ دو میرے اور تمہارے درمیان اللہ بس ہے گواہی کے لیے

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

کیونکہ وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ

اور جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یاب ہے اور جس کو

يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ

وہ گمراہ کرے پھر ان کے لیے اس کے سوا تو کوئی حمایتی

دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي

نہ پائے گا اور ہم ان کو قیامت کے دن منہ

وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ

کے بل اندھے گونگے بہرے کر کے اٹھائیں گے

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ

ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب کبھی بجھنے لگی تو بھڑکا

سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ

دیں گے یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا

انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہا کہ کیا جب ہم

عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا پھر سے نئے سرے سے پیدا

خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾

ہو کے اٹھائے جائیں گے؟

ترکیب

الا ان قالوا جملہ فاعل منع کی اور مفعول ثانی الخ خبر کان ملائکۃ

موصوف یعنی شیئاً ذی الحال مستثنیٰ حال سب کے ۔ لہٰذا جواب لو۔

تفسیر

عرب کے مشرکوں اور کافروں کو نبوت میں ایک یہ بھی بڑا شبہ تھا کہ نبی تو ہم جیسا ہی انسان ہے رسالت اور نبوت کے لیے تو ہم سے بالاتر اشخاص ہونے چاہییں جو کھانے پینے زن و فرزند کے جملہ علائق سے پاک و صاف ہوں اور وہ فرشتے ہیں۔ خدا نے اگر اپنے پیغام پہنچانے تھے تو فرشتوں کو کیوں رسول بنا کر نہ بھیجا۔ یہی وہ ایک بات ان کے دل میں کھٹکتی تھی جس سے وہ ایمان نہیں لاتے تھے۔ اس شبہ کو جواب دیتا ہے وما منع الناس الخ کہ رسول تو اسی قوم کا شخص ہونا چاہیے کہ جس کی طرف وہ بھیجا جاتا ہے کیونکہ ان کے تمام مفاسد اور موجودہ خرابیوں کو جن کی اصلاح کے لیے یہ بھیجا گیا ہے یہی خوب جان سکتا ہے اور نیز باہم موانست غیر جنس سے ممکن نہیں اور رسول کے لیے یہ بات ضروری ہے جس پر ہدایت کا مدار ہے۔ اور نیز فرشتے بھی آتے تو انسان کی صورت میں ہی ہو کر آتے تاکہ ان سے کلام بھی کریں دکھائی دیں سو ان پر بھی شبہ ہوتا کہ جانے یہ کون ہیں؟ اس لیے فرماتا ہے لو کان فی الارض الخ کہ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے تو ان کے پاس البتہ فرشتے رسول ہو کر آتے اس کے بعد فرمایا کہ اللہ میری رسالت کی خود گواہی دے رہا ہے سو یہ کافی ہے۔ [illegible] سو جس کو وہ چاہتا ہے اس کو ہدایت ہوتی ہے اور جس کو اللہ ہی گمراہ کرے پھر اس کو کون ہدایت کر سکتا ہے؟ وہ انسان ہو گو مگر ان گمراہوں کا حشر میں یہ حال ہو گا ونحشرہم یوم القیٰمۃ الخ کہ وہ منہ کے بل چلائے جائیں گے اور اندھے گونگے بہرے ہوں گے۔

ف جابر [illegible] نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت میں تین طرح سے لوگ چلیں گے ایک پیادہ دوم سوار اور سوم منہ کے بل چلنے والے [illegible] گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ منہ کے بل کیونکر چلیں گے؟ فرمایا جس نے پاؤں کے بل چلایا ہے وہ منہ کے بل بھی چلا سکتا ہے۔

منہ کے بل چلنا محاورہ ہے سرنگوں اور ذلیل ہو کر چلنے سے ان کے دنیا میں تکبر کرنے کے بدلے میں۔ اور حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے کیوں کہ اللہ اس طرح چلانے پر بھی قادر ہے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے۔ حدیثوں سے اور آیات سے دیکھنے والا سننے والا کہنے والا ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہاں اس کے خلاف ہے پس اس کے یہ معنی ہیں کہ اندھے گونگے بہرے گے یہ معنی ہیں کہ خوشی کی چیز دیکھنے میں نہ آئیں گی نہ سننے میں نہ کہنے میں۔ یا یہ حالت ان کی ابتداء حشر کے وقت ہو پھر حساب کے وقت یہ قوتیں دی جاویں۔ فرماتا ہے یہ سزا ان کے کفر اور انکار حشر کے سبب سے ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ
کیا وہ نہیں جانتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو
وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ
بنایا ہے وہ ان جیسے اور بھی بنا سکتا ہے
وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَا رَيْبَ فِيهِ فَأَبَى
اور ان کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جس میں کوئی شک نہیں پھر بھی
الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ﴿٩٩﴾ قُلْ لَوْ أَنْتُمْ
ظالم انکار کیے بغیر نہ رہے کہہ دو اگر تم
تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا
رب کی رحمت کے خزانے تمہارے قبضے میں ہوتے تو
لَأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ ۚ وَ
خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم ان کو بند کر کے ہی رکھتے اور
كَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا ﴿١٠٠﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا
انسان بڑا تنگ دل ہے اور البتہ موسیٰ کو

مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ فَاسْأَلْ بَنِي
ہم نے نو نشانیاں کھلی ہوئی دی تھیں پھر بنی اسرائیل سے
إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ
بھی پوچھ دیکھو جب کہ موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے
فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا ﴿١٠١﴾
کہہ دیا کہ اے موسیٰ میں تو تجھے جادو کا مارا ہوا سمجھتا ہوں۔
قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنْزَلَ هَٰؤُلَاءِ
(موسیٰ نے) کہا تو تجھ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ (معجزات) آسمانوں
إِلَّا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
اور زمین کے مالک ہی نے لوگوں کے سمجھانے کو
بَصَائِرَ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ
اتارے ہیں اور میں تو اے فرعون تجھ کو ہلاک ہوا
مَثْبُورًا ﴿١٠٢﴾ فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَفِزَّهُمْ
جانتا ہوں پس اس نے چاہا کہ ان کو زمین سے
مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ
اکھیڑ دے تب تو ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں
جَمِيعًا ﴿١٠٣﴾ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي
سب کو ڈبو دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے
إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ
کہہ دیا کہ اس ملک میں تم آرام سے رہو بسو

ترکیب

انتم مرفوع ہے فعل محذوف سے جس کی تفسیر تملکون ہے اذا لامسکتم جواب لو خشیۃ منصوب ہے مفعول لہ امسکتم کا

ع ۱۱ / ۱۱

ف ترمذی نے روایت کیا ہے کہ دو یہودیوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ موسیٰ کو وہ نو نشانیاں کون سی دی تھیں آپ نے جواب شافی دیا ان کو بیان کر دیا انھوں نے ہاتھ پاؤں چوم لیے اور کہا تو بے شک نبی ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ ان نشانیوں سے مراد جو یہود نے پوچھی تھیں احکام عشرہ تھے جو توریت میں موجود ہیں جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرک نہ کرو وغیرہ۔ اور یہاں نو معجزات مراد ہیں۔

ف قتور تنگ دل بخیل تنگ حوصلہ۔ صافی

چونکہ یہ جزاؤ اشارہ ہے آیات کی طرف۔ الغیور الحالک والغفران
ان کی یہ قوم نے تفسیر و بیان حکم۔ جیسے کہ فرعون پر الطغیان و
من کان مستوفی حسرہ و الجمیع الخزیم ۔

تفسیر

ملحدین حشر تعجب سے کہتے تھے کہ جب ہڈیاں ہو کر چورا چورا ہو جاویں گے تو پھر کیوں کر دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اس شبہ کو جواب مختلف طرح سے قرآن میں دیا گیا ہے۔ یہاں اپنی قدرت کاملہ کے اثبات سے دیا ہے۔ اور مسئلہ نبوت کے بعد اس مناسبت سے مسئلہ حشر میں کلام ہوتا ہے۔ فقال اولم یروا۔ کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو بنایا ہو پھر کیا وہ قادر تم کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا اس پر بھی وہ ظالم نہیں مانتے اس کے بعد دوسری دلیل بیان فرماتا ہے جس سے حشر کا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے اور نبوت کا بھی جس میں پہلے سے کلام تھا۔ فقال لو انتم کہ اس نے کہ جو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں دیکھو ہماری کیسی فیاضی ہے کہ ان کو وجود و اور ان کے اندر کے رہنے والوں کو شب و روز بے شمار چیزیں عطا کرتے ہیں پھر مرنے کے بعد دوبارہ وجود عطا کرنا اسی طرح اپنی دینے کے لیے ہماری فیاضی سے کیا بعید ہے۔ تم اپنے حال پر قیاس کرتے ہو۔ اس تمہاری فطرت میں یہ بخل ہے کہ اگر تمہارے ہاتھ میں رحمت کے خزانے بھی ہو جاویں تو تم اس خوف سے کہ مبادا کم ہو جاویں صرف کرنے سے ہاتھ روک بند کر کے رکھو اور ہمارے یہاں کس چیز کی کمی ہے ہماری فیاضی ہمارے خزانوں میں کمی نہیں کرتی نہ کسی قسم کے خرچ کرنے سے ہماری قدرت کم ہوتی ہے جو اپنے حال پر ہم کو قیاس نہ کرو۔ مسئلہ نبوت کا ثبوت اس طور پر ہے کہ ہم فیضی ہیں انسان کی روحانی امور [illegible] کے بارے میں ہماری قدیم فیاضی ہے وضع واقعہ [illegible] آیات سے تو موسیٰ کو ہم نے نو نشانیاں یعنی معجزات عطا کیے تھے۔ ایضاً وغیرہ [illegible] سب سے

پھر موسیٰ اور فرعون کے قصہ کو بار دیگر ذکر کرنے کا موقع آیا اور اس ذکر میں یہ اشارہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نئے رسول نہیں ہیں جو تم کہتے ہو فرشتہ رسول کیوں نہ ہوا ان سے پہلے رسول موسیٰ ہو چکے ہیں اور چونکہ تم ان سے معجزات ایمان لانے کے لیے نہیں مانگتے بلکہ محض عناد و سرکشی سے۔ سو یہ ہماری عادت نہیں اور نہ ہم نے پہلے کو کیا کہ معجزے کھلے کھلے نہیں دیے تھے۔ اور جس طرح تم محمد سے مقابلہ کرتے ہو یہ بھی کچھ نئی بات نہیں موسیٰ سے فرعون اور اس کے سرداروں نے کیا کچھ نہیں کیا ہے۔ پھر دیکھو کیا انجام ہوا کہ سب غرق ہوئے اور بنی اسرائیل کو زمین شام پر بسنے کا حکم ہوا چنانچہ وہ بسے اور حاکم ہوئے اشارہ ہے کہ جس طرح اس [illegible] سے تمہیں شکست ہو سکی بلکہ نہ ہو سکا تم سے بھی نہ ہو سکے گا اور اسی طرح اس نبی کے پیرو بھی ملک کے مالک ہوں گے۔ حضرت موسیٰ کو ان کی پیشین گوئی کے مطابق جیسا کہ تورات استثنا کے اٹھارہویں باب میں ہے حضرت سے کمال مشابہت ہے اس لیے موسیٰ کا ذکر آیا اور نیز مکہ والے یہود سے پوچھ کر سوال کرتے تھے اس لیے ان باتوں کی تصدیق کے لیے فرمایا فسئل بنی اسرائیل کہ ان سے ہی پوچھ دیکھو۔ اس کے بعد اصل قصہ کو تمام کرتا ہے کہ فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر کے ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ اب آرام سے زمین پر رہو مگر [illegible]

قرب قیامت سے [illegible]

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ
پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر
لَفِيفًا ﴿١٠٤﴾ وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ
لے آویں گے اور ہم نے اس قرآن کو سچائی ہی سے اتارا اور سچائی ہی
نَزَلَ ۗ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا
سے اترا ہے اور ہم نے آپ کو بھیجا ہے تو خوشخبری

وَنَذِيرًا ﴿١٠٥﴾ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ
اور ڈر سنانے کو　اور قرآن کے پاس پاس ہم نے اس لیے کیے کہ آپ
عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ
لوگوں کو ٹھیر ٹھیر کر سنا دیں　اور اسی لیے اس کو تھوڑا
تَنزِيلًا ﴿١٠٦﴾ قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا
تھوڑا اتارا بھی گیا ہے　کہہ دو　تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ
تُؤْمِنُوا ۚ إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ
لاؤ (بیشک)　جن کو　اس سے پہلے سے　علم
مِن قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ
دیا گیا ہے　تو جب ان کو قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے　تو وہ منہ
لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿١٠٧﴾ وَيَقُولُونَ
کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں　اور　کہتے ہیں
سُبْحَانَ رَبِّنَا إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا
پاک ہے　ہمارے رب کو　بے شک　ہمارے رب کا وعدہ
لَمَفْعُولًا ﴿١٠٨﴾ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ
پورا ہو کر رہے گا　اور منہ کے بل (سجدے میں) گر کے
يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۩ ﴿١٠٩﴾
روتے جاتے ہیں　اور وہ ان کو عاجزی میں اور بڑھاتا ہے
قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ ۖ
کہہ دو　اللہ کو پکارو　خواہ　رحمٰن کو پکارو
أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ
جس نام سے پکارو　سب اسی کے عمدہ نام ہیں
وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ
اور اپنی نماز نہ تو چلا کے پڑھا کرو　اور نہ　چپکے سے ہی
بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١١٠﴾
پڑھو　بلکہ　درمیانی　طریقہ　اختیار　کر لو
وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ
کہو سب خوبیاں اللہ کو سزاوار ہیں　نہ جس نے　کوئی اولاد
وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي
بنائی　اور نہ اس کی حکومت میں اس کا کوئی شریک
الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ
ہے　اور نہ　اس لیے کہ وہ کمزور ہے　اس کا کوئی
الذُّلِّ ۖ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴿١١١﴾
مددگار ہے　اور　اس کی بڑائی　بیان کرتے　رہو

ع ١١ ١٣ ١٤

ترکیب

لفیفا حال ہے ضمیر کم سے اے جمیعا و قرآنا منصوب بفعل مقدر اے اتیناک قرآنا و قیل مضمر یفسرہ ما بعدہ وہو فرقناہ بالتخفیف عند الجمہور وقری مشددا ویبکون حال من یخرون۔

تفسیر

فاذا جاء الآ مگر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔ وعد الآخرۃ سے بعض کہتے ہیں وہ دوسرا وعدہ مراد ہے جس کا ذکر اول سورۃ میں تھا یعنی تم دو بار سرکشی کرو گے اور دو بار تم پر آفت آئے گی۔ اب یہاں بتلایا جاتا ہے کہ بربادی کے بعد تم کو پھر ہم ایک جگہ جمع کریں گے چنانچہ بابل کی اسیری کے بعد پھر بنی اسرائیل مجتمع ہوئے بعض مفسرین کہتے ہیں یہاں سے جداگانہ کلام مسئلہ حشر کی بابت

ف اہل کتاب کے باانصاف اور باعلم لوگ جن کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا کتب سابقہ سے معلوم تھا ان کا یہ حال تھا کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو خوف خدا سے روتے اور سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ یہ نجاشی حبش کے عیسائی بادشاہ کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

سے شروع ہے وہ کہتے تھے کہ جب ہڈیوں کا چورا ہو جائے گا ہم کیونکر زندہ ہوں گے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو تمہارے مختلف اجزاء کو جمع کر کے لے آئیں گے اور تم تو کیا تمہارے اگلے پچھلوں کو بھی سمیٹ کے لے آئیں گے۔

وبالحق انزلناہ و الخ یہاں سے پھر ان کے شبہات کا جواب ہے جو وہ قرآن مجید کی بابت کیا کرتے تھے۔ اس قرآن کو سچائی سے ہم نے نازل کیا ہے کسی اور نے نہیں (اس کو محمد نے آپ بنایا ہے) اور سچائی ہی سے نازل ہوا ہے نہ اس میں کوئی بات غلط اور جھوٹ ہے نہ اس کے نازل ہونے میں کوئی آمیزش وہم و شیطان ہوئی ہے پھر جو ایسی کتاب کو بھی نہ مانے تو وہ محض بدنصیب ہے اے محمد آپ ایسے بدنصیبوں ازلی اندھوں پر کیا غم کھاتے ہیں وما ارسلناک الا مبشرا و نذیرا آپ کو تو صرف ہم نے اس لیے بھیجا ہے کہ نیکوں کو ان کی حیات ابدی کا مژدہ سنا دیں اور بدوں کو ان کے انجام بد سے ڈرا دیں اور اس قرآن کو ہم نے یک بارگی اس لیے نازل نہیں کیا کہ لوگ بار نہ ہو جائے بلکہ وقرآنا فرقناہ خود ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس مصلحت سے نازل کیا ہے کہ لتقرأہ علی الناس علی مکث کہ آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر ان کی حاجات و ضروریات وغیرہ کا لحاظ کر کے سنا دیں۔ یک بارگی نازل کرنے میں یہ بات کہاں۔ عرب کے لوگ بیشتر بے پڑھے لکھے تھے ایک بارگی اتنی بڑی کتاب کی ان سے محافظت بھی نہ ہو سکتی احتمال اس میں تحریف و تبدیل ہو جاتی اور نیز ان کو یہ بیک لخت احکام کا اٹھانا مصلحت اور شریعت پر تھا سب احکام کی فوراً تعمیل کا حکم دینا ان پر شاق ہو جاتا۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام پر بھی جو کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ان کے بھی یہی معنی ہیں کہ حسب ضرورت عباد وقتاً فوقتاً الہام ہوا اس کو

جمع کر لیا وہ ایک کتاب یا صحیفہ ہو گیا یہ نہیں کہ لکھی لکھائی کوئی کتاب آسمان پر سے نہ یہ آ پڑی ہو یا فرشتہ نے لا کر دی ہو جیسا کہ مشرکین طلب کرتے تھے۔ تھوڑا تھوڑا الہام ہونے میں یہ مصلحتیں ہیں۔ اس پر یہ شبہ کرنا کہ اور مصنفوں کی طرح سوچ سوچ کر تصنیف کرتے تھے۔ محض نادانی ہے کیونکہ ایک بار لکھی ہوئی کتاب آنے میں تو اور بھی صدہا شبہات پیش آتے۔ اور نیز الہام کے معنی بھی پائے نہ جاتے کیونکہ الہام یہ حالت ہے کہ بشر بشریت کے خواص سے علیحدہ ہو کر ملکیت کے سلسلہ میں منسلک ہو جائے اور حجاب جسمانی اٹھ جانے کے بعد یا بذریعہ ملک مقرب کے جس کو ناموس اکبر کہتے ہیں یا بلا واسطہ اس نبی کے دل پر صرف مطالب کا القاء ہوں۔

ان شبہات کا جواب تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے اور شان بے نیازی بھی ظاہر فرمائی جاتی ہے قل آمنوا بہ او لا تؤمنوا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ تمہارے ایمان لانے سے اس کی شان نہیں بڑھ جانے کی اور تمہارے ایمان نہ لانے سے اس کی خوبی میں کوئی فرق نہ آئے گا تم جاہل بے عقل ہو۔ ہاں جو اہل علم ہیں جن کو پہلے سے علم دیا گیا یعنی کتاب جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور سلمان و ابوذر وغیرہم جو انبیاء سابقین کی خبروں کی وجہ سے منتظر تھے کہ کب نبی آخر الزمان آتا ہے۔ یا یہ مراد کہ جن کی روحانیت میں ازل سے علم و ادراک ودیعت رکھا گیا ہے اور وہ اس کی بے انتہا خوبیاں دیکھ کر اس پر ایمان ہی لاتے ہیں اور جب اس کو سنتے ہیں تو رنج کو حرکت دینے والے مضامین سن کر رو کر بھوئیں پر گر پڑتے ہیں اور پھر وہیں اللہ کی تسبیح کرنے لگتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے رب نے قرآن میں خصوصاً دار آخرت کی بابت وعدے کیے ہیں وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے

اور یہ کیفیت ان کی قرآن کے سننے سے اور زیادہ ہوتی ہے، ویزیدہم القرآن خشوعًا وتضرعًا۔ بہر اعتبار ان کا ہے اور جو ازلی گمراہ ہیں انہوں نے نہ مانا تو کیا، ہمیشہ ازلی بدنصیب انبیاء کی کتابوں کا انکار ہی کرتے آئے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس آیت کو سن کر سجدہ کرنا چاہیے۔ اس جگہ علماء کے نزدیک سجدہ واجب ہے۔ قرآن نازل کرنے اور نبی کے مبعوث کرنے سے مقصود اصلی اللہ کی عبادت ہے اور عبادت کا لب لباب ہے جس میں بندہ اپنے مالک کے آگے دل سے گریہ وزاری کرتا ہے کبھی زمین پر سرنیاز رکھتا ہے کبھی ہاتھ اٹھاتا ہے کبھی دل کو اس طرف لگا کر مراقبہ کرتا ہے اور زبان سے بھی کلمات حمد وثنا باری ذکر کرتا جاتا ہے اس مجموعہ کو شرع اسلام میں نماز کہتے ہیں۔ اس کے ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کا طریقہ بھی تعلیم فرماتا ہے۔

فقال قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن الخ کہ اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو خواہ اللہ کے لفظ سے دعا کرو یا رحمٰن کے، اللہ کہو یا رحمٰن کہہ کے دعا مانگو جس نام سے اس کو پکارو گے سب اس کے اچھے نام ہیں۔ اللہ کے نام میں جو اسم ذاتی ہے اس کے جلال وجبروت کی تجلی ہے محض ذات کی طرف بلا لحاظ صفات متوجہ ہونا اعلیٰ درجہ کے عرفاء کا مرتبہ ہے اور یہ مشکل ہے اور یہ مرتبہ نصیب نہ ہو تو اس کی صفات کے ساتھ اس کو پکارو۔ اور صفات میں صفت رحمت تمہارے حال کے زیادہ تر مناسب ہے اور لفظ رحمٰن سے وہ زیادہ سمجھی جاتی ہے اس لیے جس طرح لفظ اللہ عرب میں اسی کے لیے مخصوص تھا اسی طرح لفظ رحمٰن بھی بلا اضافت اسی کو اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس جملہ کی بابت ایک روایت بھی مروی ہے کہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ یا رحمٰن کہہ رہے تھے مشرکین میں سے کسی نے یہ اعتراض کیا کہ ہم کو تو دو خداؤں کی عبادت سے منع کرتے ہیں آپ دو کے نام پکار رہے ہیں اور کسی نے یہ کہا رحمٰن جو یمامہ میں کاہن ہے اس کو پکارتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ سب اللہ ہی کے نام ہیں اس کے ہر نام سے اس کو پکارو۔ یہ ممکن ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حمقاء کے جواب میں یہ آیت پڑھی ہو جس کو نازل ہونے سے تعبیر کر دیا گیا۔

خدا تعالیٰ کے باعتبار اس کی صفات کے بہت سے نام ہیں جیسا کہ ترمذی نے روایت کی ہے۔ اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق البارئ المصور الغفار القہار الوہاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث الشہید الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدئ المعید المحیی الممیت الحی القیوم الواجد الماجد الواحد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الآخر الظاہر الباطن الوالی المتعالی البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذو الجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی المانع الضار النافع النور الہادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور الستار۔ یہ ننانوے نام ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی نام قرآن واحادیث سے ثابت ہیں جیسا کہ رب العالمین المبین۔

انسان کی فطری عادت ہے کہ جس کو اس نے نہ آنکھ سے دیکھا ہو نہ ہاتھ سے چھوا ہو نہ زبان سے چکھا ہو نہ ناک سے سونگھا ہو جب کبھی خیال کرتا ہو تو اس کو انہیں چیزوں پر قیاس کرتا ہے جو اس کے دیکھنے میں آئی ہیں لیکن یہ ادراک ناقص خدا تعالیٰ اور اس کی صفات تک بھی نہیں پہنچتا۔ اسی لیے عوام اپنی خیالی صفات اس میں ثابت کر کے ان صفات سے اس کو موسوم کرنے لگتے ہیں۔

اور در حقیقت وہ صفات اس کے بے عیب اور اس کے
تقدس کے منافی ہوتے ہیں اس لیے اسماء کے ساتھ حسنیٰ کی
قید بھی آیت میں بڑھا دی گئی کہ اچھے نام۔ اور ناموں کا اچھا
ہونا اس کے اوصاف حمیدہ کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام
کے بتلانے پر موقوف ہے۔ اس لیے اہل اسلام کے علماء
متفق ہیں کہ خدا پاک کے نام توقیفی ہیں یعنی اسی قدر ناموں
سے اس کو موسوم کرنا چاہیے جو شرع سے ثابت ہیں ان کے
علاوہ اور ناموں سے پکارنا ممنوع ہے۔

ہاں اگر اس کے اسماء مبارک عرب کے سوا اور
زبانوں میں وہی نام ہیں جو اس کے ان اسماء حسنیٰ کا ترجمہ
ہیں تو شاید ان سے پکارنے کی یا ان کے اطلاق ہونے
کی اس پر بوقت ضرورت اجازت ہو جیسا کہ فارسی کا
لفظ خدا جو الله کا ترجمہ ہے علماء اسلام اس کا استعمال
کرتے آئے ہیں۔ اس کے بعد اس کو اس کے ناموں سے
کس طرح پر پکارا جائے اس کا بھی ذکر کرتا ہے۔

ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ
بين ذلك سبيلا کہ نہ نماز پکار کر پڑھو نہ آہستہ بلکہ
درمیان درمیان۔ مگر اس میں کلام ہے کہ صلوٰۃ سے کیا مراد
ہے؟ جلالین وغیرہ تفسیروں میں یوں لکھا ہے بقراءتک
فیسمعک المشرکون فیسبوک ویسبوا القرآن ومن انزلہ
کہ مراد یہ ہے کہ نماز میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے (جس کا بیشتر
حصہ دعا ہے جیسا کہ سورۂ فاتحہ) اس کو نہ پکار کر پڑھو کہ
مشرکین سن کر گالیاں دینے لگیں نہ آہستہ بلکہ درمیان
درمیان۔ اور اس تفسیر کی بخاری کی روایت بھی تائید کرتی
ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا یہ سبب ہے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مخفی رہتے تھے مگر جب
صحابہؓ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو قرآن کو بلند آواز سے
پڑھتے تھے جس کو سن کر مشرکین آں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اور قرآن اور اس کے نازل کرنے والے کو گالیاں دیا
کرتے تھے[1]۔ اور بخاری کی ایک روایت میں یہ بھی ہے
کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابن جریر
نے بھی ابن عباسؓ سے اس کو دعا کے باب میں نازل ہونا
بتلایا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں دونوں روایتوں میں منافات
نہیں کیوں کہ دعا سے وہی دعا مراد ہے جو نماز کے اندر ہے
چنانچہ ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ کی روایت میں اس کی
تصریح بھی کر دی ہے۔ الحاصل نماز میں جو قرآن پڑھا جاتا
ہے یا الله اکبر اور تسبیح وغیرہ اس کو متوسط درجہ کی آواز سے
پڑھنا چاہیے۔

بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ نہ سب نمازوں کو
مخفی آواز سے پڑھو جیسا کہ صبح و مغرب و عشاء کی نماز
کیوں کہ ان وقتوں میں مشرکین اپنے کاروبار میں مصروف
یا سونے کھانے میں مشغول رہتے ہیں نہ سب کو ظاہر کر کے
جیسا ظہر و عصر کی نماز پس بعض کو پکار کر بعض کو آہستہ
سے پڑھو۔

اس کو آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور اذکر ربک
فی نفسک سے منسوخ کہنا غلط ہے۔ اس کے بعد حمد
کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس آیت میں اپنا اوصاف ذمیمہ
سے پاک ہونا بھی جتلاتا ہے۔ بقولہ وقل الحمد لله الذی لم

[1] ترمذی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پوشیدہ رہتے تھے اور جب صحابہؓ کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرآن مجید کو پکار کر پڑھتے مشرکین سن کر قرآن کو اور اس کے نازل کرنے والے کو اور جو اس کو لے کر آیا سب کو گالیاں دیتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اے نبی قرآن کو بلند آواز سے نہ پڑھو کہ مشرکین سن کر گالیاں دیں نہ آہستہ کہ تیرے اصحاب کو بھی سنائی نہ دے اس کے درمیان درمیان پڑھو۔ اس روایت کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے ۱۲ منہ

کر ستائش اللہ کو زیبا ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے جیسا کہ مشرکین و نصاریٰ کہتے ہیں، نہ اس کا کوئی خدائی میں شریک ہے، جیسا کہ لوگوں کا انبیاء و اولیاء و ملائکہ و صالحین وغیرہم کی نسبت خیال ہے۔ نہ اس کو کسی کی مدد و اعانت کی حاجت ہے جیسا کہ مشرکین اپنے معبودوں کو اس کا کارکن سمجھتے ہیں اور اس کی بڑائی بہت بڑھ کر بیان کر۔ وہ سب بری باتوں سے پاک اور برتر ہے۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا۔ کس لطف کے ساتھ کلام تمام کیا ہے، سبحان اللہ۔

سُورَۃُ کَہْف

مکیہ ہے اس کی ایک سو دس آیات بارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ

سب خوبی اللہ کے لیے ہے کہ جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر کتاب

الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ①

نازل کی اور اس میں کچھ بھی کجی نہیں رکھی

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ

اس کو ٹھیک کیا تاکہ لوگوں کو (کفار کو) اس سخت عذاب سے جو اس کی جانب سے ہے ڈرائے

وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

اور ایمان داروں کو جو اچھے کام کرتے ہیں (اس بات کا) خوش(خبری)

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ②

دے کہ ان کے لیے اچھا بدلا ہے

مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ③ وَّيُنْذِرَ

جس میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اور ان لوگوں کو بھی خوف دلائے

الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ④ مَا

کہ جو (یہ) کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے نہ تو

لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ

اس بات کی ان کو ہی کچھ خبر ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ

بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے

اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا

نکلتی ہے وہ سراسر جھوٹ

كَذِبًا ⑤ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى

کہتے ہیں پھر کیا آپ اس افسوس میں کہ وہ اس

اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا

بات پر ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو

الْحَدِيْثِ اَسَفًا ⑥ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى

ہلاک ہی کر ڈالیں گے جو کچھ زمین پر ہے اس کو

الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ

ہم نے زمین کی زینت بنا دیا ہے تاکہ امتحان کریں کہ ان میں سے

اَحْسَنُ عَمَلًا ⑦ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا

کون اچھے کام کرتا ہے اور ہم کو جو کچھ اس پر ہے

عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ⑧

سب کو چٹیل میدان کر دیں گے۔

ترکیب

قیما صاحب الکشاف کہتے ہیں کہ یہ الکتاب سے حال نہیں ہو سکتا بلکہ یہ منصوب ہے مضمر سے والتقدیر لم یجعل لہ عوجا و جعلہ قیما۔ صاحب حل المعقد کہتے ہیں کہ یہ بدل ہے لم یجعل لہ عوجا سے کیونکہ اس کے معنی ہیں جعلہ مستقیما۔ لینذر انزل کا متعلق ہے۔

ف قال الفراء، الجرز الارض التی لا نبات فیہا یقال جرزت الارض فہی مجروزۃ و جرزہا الجراد و الشاۃ و الابل اذا اکلت ما علیہا و امراۃ جروز اذا کانت اکولا و سیف جراز اذا کان مستاصلا منہ

انذر متعدی ہوتا ہے دو مفعولوں کی طرف کقولہ انا انذرناکم عذابا قریبا مگر یہاں صرف ایک مفعول پر کفایت کی گئی وبشر معطوف ہے ینذر پر ان لہم اجرا ان لہم محلا بجر کے متعلق یا اس کا بیان۔ ماکثین مکث بمعنی قیام سے مشتق ہے، جس کے معنی ٹھیرا رہنا یہ حال ہے ضمیر لہم سے ابدا منصوب ہے ظرف ہو کر من علم من زائدۃ وعلم مرفوع علی الابتداء والفاعلیۃ لاعتماد الظرف والجملۃ حالیۃ او مستانفۃ لبیان ما هو فی مقام کلمۃ منصوب ہے تمیز ہو کر ضمیر مبہم سے جو کبرت کی فاعل ہے اس رہا مخصوص بالذم محذوف ہے اسے ہی فعلاکب لانا یجوز وال بو حزن اثر الم ہو متوا سے اسفا مفعول لہ ہے باخع کا۔ قال اللیث بخع الرجل نفسہ اذا قتلہا۔

تفسیر

اس سورۃ کو سورۂ کہف اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کا حیرت انگیز حال بیان ہے جو کہف یعنی غار میں تین سو نو برس تک سو کر جاگے تھے۔ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ازاں جملہ وہ ہے کہ جس کو بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رات کو گھر میں اس سورت کو پڑھ رہا تھا اور گھوڑا بھی وہیں بندھا ہوا تھا، گھوڑا بدکنے لگا اس نے اوپر کو سر اٹھا کر دیکھا تو ایک نور دکھائی دیا بادل کی طرح سایہ کئے ہوئے تھا۔ صبح کو اس نے یہ ذکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو پڑھا کر یہ سکینہ (نور اطمینان) ہے جو اس کے پڑھنے سے نازل ہوئی تھی۔ (اور جمعہ کے روز اس کے پڑھنے کے فضائل بھی احادیث میں بکثرت ہیں۔) سورۂ بنی اسرائیل کے اخیر میں یہ تھا قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل اس میں اس کی حمد میں تین صفات سلبیہ مذکور ہوئے تھے کہ اس کا نہ کوئی بیٹا کہ جو اولاد اور شریک اور حامی و مددگار بنانے سے پاک ہے اور اس کے خاتمہ میں یہ صفات سلبیہ لانا کمال بلاغت تھا کس لیے کہ ابتدائے سورہ میں سبحان الذی تھا اور تسبیح صفات سلبیہ سے ہی ہوا کرتی ہے تاکہ ابتدائے کلام کو خاتمہ سے مناسبت تامہ رہے۔ مگر حمد صفات ثبوتیہ خوبی اور نعمت کمو ہوا کرتی ہے تو اس جگہ سورۂ کہف کو پھر حمد کے ساتھ شروع کیا اور حمد بھی اس کی حمد وستائش ہونی چاہیے ان میں سے اس کی بڑی خوبی اور نعمت بندوں پر اس کا ایک ایسی کتاب نازل کر دینا ہے جس میں اس کے بہت صفات کمال مذکور ہیں اور بندوں کے لیے نجات ابدی کا باعث ہو جس لیے ایک جگہ قرآن کو روح کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس سے بڑھ کر بندوں پر اور کیا نعمت ہوگی۔ پھر کتاب بھی ایسی کہ جس میں کوئی کجی نہیں نہ باعتبار الفاظ کے نہ باعتبار معانی کے بلکہ سیدھی راست۔

فقال الحمد للہ کہ وہی ستائش اور تمام خوبیاں اللہ کو ہیں الذی انزل علی عبدہ الکتاب کہ جس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب یعنی قرآن نازل کیا۔ اور کتاب کے دو وصف ذکر فرمائے۔ اول لم یجعل لہ عوجا اس میں کتاب کے کمال ذاتی کی طرف اشارہ ہے۔ دوم قیما جس میں غیر کے لیے مکمل ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں کہ جس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس میں کچھ کجی اور پیچ نہیں، ہر ایک بات اس کی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور نہ صرف اس میں یہی وصف ہے بلکہ وہ کتاب قیم بھی ہے یعنی بنی آدم کی سعادت دارین کی کسوٹی اور راہ راست اور ان کے تمام مصالح اخروی و دنیوی کی متکفل۔ کیونکہ قیم اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کی مصالح کا متکفل ہو۔ قیم کے یہ دو معنی ضرور ہیں اول یہ کہ جس کا یہ قیم ہو اس کو پیش آنے والی جوکھوں سے مطلع کرے اور خوف دلاوے۔ دوم اس کے

فوائد اور ثمرات اعمال حسنہ اور تدابیر جستہ کا مژدہ بھی دے تاکہ بری باتوں سے نفرت اور ان تدابیر حسنہ اور اعمال صالحہ کی طرف کامل رغبت ہو اس لیے پہلی بات پوری کرنے کے لیے یہ فرمایا لینذر باساً شدیداً من لدنہ کہ قرآن لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے برے اعمال پر جو بلائیں اور عذاب پیش آتے ہیں خواہ دنیا میں جیسا کہ عاد و ثمود وغیرہ قوموں پر دنیاوی بلائیں آئیں خواہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں پیش آنے والی ہوں سب سے بندوں کو متنبہ کرتا ہے اور خواب گاہ دنیا کی گراں نیند سے سونے والوں کو جگاتا ہے۔

دوسری بات پوری کرنے کے لیے ویبشر المؤمنین فرمایا کہ ایمان والوں کو مژدہ دیتا ہے پھر مومنین کا وصف ذکر کرتا ہے وہ کون؟ کہ الذین یعملون الصالحات جو نیک کام کرتے ہوں' نہ صرف ایمان لانے پر بس کر بیٹھے ہوں کیوں کہ ایمان بغیر اعمال صالحہ کے سعادت اخرویہ تک نہیں پہنچاتا۔ اب ایک تو ان کا ایمان تھا دوم اعمال صالحہ ان دونوں باتوں کے لیے دو انعام کا وعدہ فرمایا جاتا ہے۔ اول ان لہم اجراً حسناً کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے گا یعنی حیات ابدی بہشت۔ دوم ماکثین فیہا ابداً کہ وہ اس اجر حسن یعنی بہشت میں ہمیشہ رہا بھی کریں گے یہ نہیں کہ وہ چند روزہ ہو۔ پھر خوف دلانا' ایک تو عام لوگوں کو عام باتوں پر ہوتا ہے جیسا کہ لینذر باساً شدیداً میں ذکر ہوا' ایک خاص امر پر خوف دلانا ہوتا ہے جیسا کہ جس گناہ میں کوئی شخص مبتلا ہو اسی کا نتیجہ بیان کیا جاوے۔ عرب کے مشرکین فرشتوں اور ارواح خیر مرتبہ کو خدا کی اولاد سمجھ کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے نذر و نیاز کرتے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے بلکہ اب تک کہتے ہیں اور بعض یہود عزیر علیہ السلام کی نسبت بھی یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ اس لیے ان تینوں فرقوں کی طرف عنان کلام کو پھیرا اور سب ہی پر سرزنش کی۔ فقال وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولداً ما لہم بہ من علم الخ اس میں یہ بھی بتلا دیا کہ اس اعتقاد باطل پر

ان کے پاس تو کیا ان کے باپ دادا کے پاس بھی کوئی یقین دلانے والی سند نہیں محض توہم فاسد ہے یہ ایک تسویہ تھی۔ دوم کبرت کلمۃً کہ یہ بری اور سخت بات منہ سے نکال رہے ہیں۔ سوم ان یقولون الا کذباً وہ جھوٹ بکتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کی اصلاح کے لیے آئے تھے تمام مخلوق کے لیے مجسم رحمت تھے باوجود اس خوف دلانے کے پھر بھی لوگوں کو اس اعتقاد باطل پر اڑے رہتے دیکھ کر ان کے نتیجہ بد کے لحاظ سے مشفقانہ طور پر بہت ہی رنج و غم کھاتے تھے جیسا کوئی شفیق باپ اپنی اولاد کی خراب کن حرکات بد پر برے نتائج کا خیال کر کے کڑھا کرتا ہے اور رنج کیا کرتا ہے یہی حال آپ کا تھا۔ اس پر وہ بے نیاز خدا جو رحیم اور رحمٰن ہونے کے ساتھ جبار و قہار و منتقم بھی ہے اپنے رسول پاک کی تسلی کرتا ہے کہ فلعلک باخع الخ کہ کیا آپ ان ناہنجاروں پر غصہ کھا کر مر جائیں گے اور اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر ڈالیں گے۔ یعنی ایسا نہ کرو تمہارا جو کام تھا تم کر چکے۔

اب ایک بات اور تھی جو ایمان داروں نیکوکاروں کو بسا اوقات خلجان میں ڈالتی ہے بلکہ بعض سست اعتقاد حق پرستی سے پہلو تہی کرنے لگتے ہیں۔ وہ یہ کہ جو قومیں نہ کتاب پر ایمان رکھتی ہیں نہ خدا پر اور اسی طرح وہ بھی جو خدا کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں اور ان کے بھروسے پر طرح طرح کی بد کاری کرتے ہیں کہ یہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں یا خواہ مخواہ ہم کو اپنے باپ سے کہہ کے بخشوا دیں گے وہ باوجود اس کے دنیا میں وہ خوب سرسبز ہیں ان کے پاس دولت حشمت ہر طرح کی کامرانی موجود ہوتی ہے بڑے مزے اڑاتے پھرتے ہیں لاکھوں روپیوں کے مالک عمدہ باغ اور کوٹھیوں اور گاؤں اور سلطنتوں کے حاکم پھر شراب کباب۔ ڈنر ناچ گانا بجانا اس پر موٹے تازے عورت وار بنے گاڑیوں پر سوار پھرتے ہیں اور ہم خدا پرستی کی بدولت اس حالت میں مبتلا ہیں۔ اس لیے جس طرح اپنے رسول پاک کی تسلی کی تھی اسی طرح ایمان داروں کی بھی

تسلی فرماتے ہیں۔ فقال انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا کہ جو کچھ یہ سامان ہم نے پیدا کیا ہے یہ دنیا کی زینت کے لیے بنایا ہے جو چند روزہ ہے اور دنیا بغیر اس کے مزین نہیں ہوتی۔ دنیا اسی کا نام ہے یہ آخرت اور ابدی زندگی کی زینت نہیں جو ہمیشہ کے لیے ہے اور یہ سب کچھ اس لیے بنایا ہے کہ لنبلوھم ایھم احسن عملا اچھے بروں کا اس میں امتحان ہو جائے اور معلوم ہو جائے۔ وانا لجاعلون اس روز کہ ابدی زندگانی کا جس سے آغاز ہوگا آغاز ہونے میں ہم اس سب سامان کو صعید جرزا کر دیں گے سب نیست و نابود ہو جائے گا نہ وہ عمارات عالیہ رہیں گی نہ وہ باغ جن کو کہ قصر منزل سمجھتے تھے نہ وہ گھوڑے نہ وہ آرائش کا باقی سامان پھر ابدی زندگی جو اصل ہے اس میں سے کوئی چیز بھی کام آنے والی نہ ہوگی۔

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ
کیا آپ غار اور کتبہ والوں کو ہماری قدرت کی
وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑨
نشانیوں میں سے عجب کی چیز سمجھتے ہیں
إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا
جب کہ چند جوان اس غار میں آ بیٹھے پھر دعا مانگنے لگے
رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ
کہ اے ہمارے رب ہم کو اپنی جناب سے رحمت نازل کر اور مہیا کر
لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ⑩ فَضَرَبْنَا
ہمارے کام کو درستی سے انجام کو دے تب ہم نے
عَلٰى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ
کئی سال تک اس غار میں ان کے کان پر تھپک دیے
عَدَدًا ⑪ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ
(یعنی سلا دیا) پھر ہم نے ان کو جگا دیا تاکہ معلوم کر لیں کہ
الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ⑫
دونوں فرقوں میں سے کس نے ان کی مدت قیام کو خوب یاد رکھا

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ
ہم آپ کو ان کا صحیح قصہ سناتے ہیں
إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَ
وہ چند جوان تھے کہ جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور
زِدْنٰهُمْ هُدًى ⑬ وَرَبَطْنَا عَلٰى
ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی تھی اور ان کے دلوں کو مستقل
قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا
کر دیا تھا جب کہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَنْ
جو کہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم
نَدْعُوَا مِنْ دُونِهِ إِلٰهًا لَقَدْ قُلْنَا
اس کے سوا اور کسی معبود کو ہرگز نہ پکاریں گے ورنہ ہم نے کہی تو
إِذًا شَطَطًا ⑭ هٰؤُلَاءِ قَوْمُنَا
بڑی بیجا بات کہی یہ ہماری قوم ہے کہ
اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اٰلِهَةً لَوْلَا
جنہوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں کیوں
يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ
معبود ہونے پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے
فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
پھر اس سے بڑھ کر بھی کون ظالم ہے جو اللہ پر
كَذِبًا ⑮ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ
جھوٹ بنا رکھے اور جب تم ان سے اور ان سے جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں علیحدہ ہو گئے
وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللّٰهَ فَأْوُا إِلَى
اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں ان سے الگ ہو گئے ہو تو غار میں
الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ
جا بیٹھو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا
وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا ⑯
اور تمہارے کام کو بھی آسان کر دے گا۔

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ
(اے مخاطب!) تو غار میں ان کو دیکھتا تو دیکھتا کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے
عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا
داہنی طرف کو (اے مخاطب!) تجھ کو ہٹا ہوا دکھائی دے گا اور جب
غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ
ڈوبتا ہے تو ان کے بائیں طرف سے کترا کر گزر جاتا ہے اور
هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ
وہ اس (غار) کے ایک کشادہ حصہ میں (سوتے) ہیں یہ اللہ کے عجائبات قدرت میں
اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ
سے ہے جس کو اللہ نے ہدایت دی وہی ہدایت یافتہ ہے
ع ۲ ۱۴ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (۱۷)
اور جس کو اس نے گمراہ کر دیا تو پھر اس کے لیے آپ کوئی بھی کارساز رہ دکھانے والا نہیں پائیں گے
وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّ
اور اے مخاطب! تو جانے گا کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ پڑے سوتے ہیں اور
نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ
ہم ہی ان کو داہنے بائیں کروٹ بدلواتے رہتے ہیں
وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ
اور ان کا کتا ہے کہ دروازہ پر بازو پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے
لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ
(اے مخاطب!) اگر تو انہیں دیکھ پاتا تو تجھے الٹے پاؤں
فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (۱۸) وَ
بھاگتے ہی بن پڑے اور تجھ میں ان کی دہشت بھر جاتی اور
كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ
یوں ہم نے ان کو (بہت مدت کے) بعد اٹھایا تا کہ باہم پوچھ گچھ کریں
قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ
انہی میں کا ایک نے پوچھا کہ (بھلا) تم کس قدر (یہاں) ٹھہرے رہے
قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ
انہوں نے کہا کہ ہم ایک دن یا کچھ کم سے رہے

ترکیب

ام منقطعہ مقدر ہے بل کے ساتھ جو ایک بات سے دوسری بات کی طرف انتقال کے لیے آتا ہے۔ جمہور کے نزدیک ہمزۂ استفہام اور دوں کے نزدیک صرف بل مقدر ہے۔ بل احسبت۔ عجبا خبر ہے کانوا کی و من آیاتنا حال ہے اس سے۔ اذ متعلق ہے اذکر محذوف سے فضربنا کا مفعول محذوف۔ عددا منصوب ہے سنین کی نعت ہو کر المعنی سنین ذات عدد ای قول الفراء اور ممکن ہے کہ مفعول مطلق ہو والمعنی تعد عددا۔ ای مرفوع ہے مبتدا ہونے کے سبب اور احصی اس کی خبر ہے اور یہ سب جملہ متعلق ہے نعلم سے۔

تفسیر

زینت دنیا جس میں منہمک ہو کر انسان عقبیٰ کو کھو بیٹھتا ہے اور خدا پرستوں کو اپنا ہم خیال نہ سمجھ کر برا جانتا بلکہ ان کو ستاتا بھی ہے اس کی نظیر اصحاب کہف کا واقعہ ہے۔ اسی مناسبت سے اصحاب کہف کے واقعہ حیرت خیز کا ذکر شروع ہوا جس کو قریش نے پوچھا تھا۔ جواب کس عمدہ موقعہ پر اور کس عمدہ پیرایہ میں دیا جاتا ہے کہ اس آرائش و ساماں چند روزہ کی محبت جس میں اغنیا کے تکبر اور غربا کے صبر کا امتحان ہوتا ہے اصحاب کہف کا واقعہ ہے۔

محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نضر بن حارث قریش میں بڑا شیطان تھا اکثر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں دیا کرتا تھا اور وہ حیرہ وغیرہ اطراف عرب میں بھی جایا کرتا تھا وہاں سے رستم و اسفندیار و دیگر ایشیائی بادشاہوں کے قصے سن کر آتا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ

کہنے لگے تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے جتنی مدت تم رہے

فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ

اب اپنے میں سے کسی ایک کو یہ روپیہ دے کر شہر کو

إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ

بھیجو اور اس کو چاہیے کہ دیکھے کہ وہ اچھا

طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ

کھانا (کونسا ہے) اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لائے

وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ﴿١٩﴾

اور چاہیے کہ نرمی سے جائے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے

ترکیب

وتری الشمس میں جملہ ان کے حال بیان کرنے کے لیے ہے۔ تزاور اصل میں تتزاور تھا، ایک ت حذف ہو گئی ہے۔ الزور بمعنی المیل۔ ذات الیمین اسے جہت الیمین۔ ذات صفت ہے موصوف کے قائم مقام واقع ہوئی ہے کیونکہ یہ ذو کا مؤنث ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے جہۃ ذات الیمین۔ فجوۃ مکان وسیع، فرجہ۔ اس کی جمع فجوات آتی ہے۔ ایقاظ جمع یقظ و یقظان۔ رقود مصدر بمعنی المفعول ہے اور جیسے جمع راقد کہا ٹھیک نہیں کیونکہ فاعل کی جمع فعول نہیں آتی۔

تفسیر

مقابلہ میں لوگوں کو رشد کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتا تھا۔ ایک بار یہ دو اور عقبہ بن ابی معیط دونوں علماء اہل کتاب کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا تم حضرت سے یہ چند باتیں پوچھو جو بطور امتحان کے ہیں۔ اگر وہ نبی ہوں گے تو انہوں نے ان واقعات کو تم سے بیان کر دیا تو جانیو کہ وہ نبی ہے ورنہ جھوٹا ہے۔ اول یہ کہ وہ

چند آدمی جو غار میں چھپے تھے کون تھے۔ دوم وہ بادشاہ کون تھا جو مشرق و مغرب کا مالک ہو گیا تھا۔ سوم روح کیا ہے۔ چنانچہ وہ آئے اور آخر قریش کے مشورہ سے حضرت سے سوال کیا۔ روح کے سوال کا جواب تو ہو چکا۔ اب اصحاب کہف کا حال بیان ہوتا ہے۔

کہف غار کو کہتے ہیں اور رقیم بمعنی المرقوم ہے المکتوب۔ پتھر یا سیسے کی وہ لوح کہ جس پر کچھ لکھا ہوا ہو۔ لوگوں نے اصحاب کہف کا مختصر سا حال ایک لوح پر کندہ کر کے اس غار کے دروازے پر لگا دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں رقیم اس پہاڑ کا نام ہے جس میں وہ غار ہے۔

إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ

کیونکہ اگر وہ تمہاری خبر پا جاویں گے تو تمہیں سنگسار کر ڈالیں گے

أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ

یا تمہیں اپنے مذہب میں لوٹا لیویں گے اور تب تو

تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا ﴿٢٠﴾ وَكَذَٰلِكَ

تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے اور یوں ہم نے ان کو

أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ

لوگوں پر ان کا حال ظاہر کر دیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ

اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ

سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں

فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ

جس وقت کہ وہ لوگ آپس میں ان کے معاملہ میں جھگڑتے تھے

ف یہ کتبہ اس غار پر کب لگایا گیا قرینہ یہی جانتا ہو کہ جب بیدار ہو کر وہ شہر میں آئے اور چرچا ہوا پھر جس غار میں جا کر غائب ہو گئے تب لوگوں نے جس غار کے منہ پر یہ کتبہ لگا دیا ہو گا کہ آئندہ نسلوں کو ان کا حال معلوم رہے۔

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ

پھر کہنے لگے کہ ان کے غار پر ایک عمارت بنا دو ان کے حال کو ان کا رب

أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا

ہی انہیں خوب جانتا ہے۔ جن کی بات غالب تھی انہوں نے کہا

عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم

کہ ہم ان پر ضرور ایک مسجد

مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ

بنائیں گے (۲۱) بعض لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا

كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ

ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا

كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ

ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے

سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُل

کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا (اے رسول) کہہ دو

رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ

کہ ان کی تعداد تو میرے رب ہی کو خوب معلوم ہے ان کا اصل حال تو بہت

إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً

ہی کم لوگ جانتے ہیں پس (اے نبی) ان کے بارے میں ان لوگوں سے جھگڑا نہ کرو مگر

ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُم أَحَدًا ﴿٢٢﴾

سرسری اور ان کا حال بھی ان میں سے کسی سے نہ دریافت کرو

ترکیب

ان یظہروا شرط ہے یرجموا اور یعیدوا جواب شرط ولن تفلحوا اذا ابدا ای ان رجعتم الی دینہم لن تسعدوا فی الدنیا ولا فی الآخرۃ۔ اعثرنا ای اطلعنا غیرہم علی احوالہم فقال عثرت علی کذا ای علمتہ۔ لیعلموا کا فاعل ضمیر راجع الناس کی طرف۔ اذ ظرف ہے اعثرنا کا۔

تفسیر

اس لیے ان لوگوں کو اصحاب الکہف والرقیم کہتے ہیں فرماتا ہے کہ اے پیغمبر کیا آپ ان کو ہماری آیات قدرت میں سے عجیب تر خیال کرتے ہیں؟ یہ کچھ زیادہ عجیب نہیں۔ اس سے بڑھ کر ہماری نشانیاں ہر روز تمہارے سامنے موجود ہیں وہ کیا؟ آسمان و زمین کا پیدا کرنا ان میں چاند و سورج کا حرکت کرنا ہواؤں کا بدلنا انسان و حیوان نباتات و جمادات کی پیدائش وغیرہ وغیرہ۔ یہ قصہ کی تمہید تھی۔

اذ اوی الفتیۃ سے ان کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ فتیۃ فتی کی جمع ہے جس کے معنی جوان کے ہیں اور جمع کی صورت میں چند جوان جیسا کہ صبی کی جمع صبیۃ آتی ہے۔ یعنی وہ چند جوان اس غار میں آ بیٹھے تو وہاں خدا سے یہ دعا کرنے لگے کہ ہم پر رحمت کر اس سختی اور تنگی کے وقت ہماری کارسازی کر۔ فضربنا علی آذانہم خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے کانوں پر پردے ڈال دیے۔ یہ عرب میں سُلانے کے لیے محاورہ ہے کیوں کہ خواب میں کانوں پر پردہ پڑا[1] ہوتا ہے جس سے وہ کسی کی بات نہیں سنتا۔ ثم بعثناہم
ع ۳ ۱۵ پھر ان کو ہم نے اٹھایا یعنی بیدار کیا۔ لنعلم ای الحزبین تاکہ ان دونوں جماعتوں میں سے کہ جوان کی مدت خواب میں اختلاف کرتے تھے ہم کو معلوم ہو کس کو ٹھیک مدت معلوم ہے۔ یا تو بیدار ہونے کے بعد خود انہیں میں اختلاف تھا کہ کوئی ان میں ایک روز اور کوئی آفتاب کو خیال کر کے ایک روز سے کم کہتا تھا۔ یا اس عہد میں لوگوں میں اختلاف تھا کوئی دو سو برس کہتا تھا کوئی تین سو۔ چنانچہ آج تک عیسائی اور اہل اسلام کے مورخوں میں اختلاف ہے جیسا کہ آپ کو آگے چل کر معلوم ہوگا اگرچہ خدا تعالیٰ کو

[1] اور جب بچوں کو سُلاتے ہیں تو اس کے کان تھپکتے ہیں اس لیے یہ محاورہ ہوگیا ہو۔ منہ

ازل میں جو چیز کا علم تھا اور بے شک امتحان کرنا اور اپنا علم حاصل ہو جانا بندوں کے لحاظ سے فرماتا ہے یا علم اجمالی کے بعد علم تفصیلی مراد ہے جو بعد وقوع حوادث ہوتا ہے اس کو علم تفصیلی کہتے ہیں۔

نحن نقص سے اجمالاً بیان کر کے پھر اس قصہ کی تفصیل فرماتا ہے جیسا کہ فصحاء و بلغاء کا قاعدہ ہے۔ انہم فتیۃ آمنوا بربہم کہ وہ چند لوگ تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے بت پرستی سے جو اس عہد میں عام وبا کی طرح پھیلی ہوئی تھی بیزار ہو گئے تھے۔ وزدنٰہم ہدًی وہ ایمان پر نہایت ثابت قدم اور ایمانداروں میں مخصوص تھے۔ وربطنا علی قلوبہم ان کے دلوں کو صبر و استقلال بھی ہم نے دیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس بادشاہ نے ان کو اپنے بتوں کے لیے سجدہ کرنے اور ان کی قربانی کرنے پر مجبور کیا تو انہوں نے حق زور سے اور صاف کہہ دیا کہ ربنا رب السمٰوٰت والارض حق تو یہ ہے کہ بت ہمارے خدا نہیں ہمارا خدا تو وہ ہے کہ جو آسمان و زمین کا خدا ہے۔ اگر ہم اس کے خلاف کہیں تو ہم نہایت غلط بات منہ سے نکالیں گے اور ہم کو کبھی فلاح نہ ہوگی اور تم جو ان بتوں کو خدا کہتے ہو ان کی خدائی پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے۔ یہ تو تمہارے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بت ہیں۔ اگر تم ان کو یا ان کی مورتوں کو خدائی کا حصہ دار یا اس کے بیٹے اور بیٹیاں یا جنود کی طرح اس کی تصویر قرار دے کر بیت عبادت کہتے ہو تو یہ سب باتیں خدا تعالیٰ پر افترا و بہتان ہیں کیونکہ نہ اس کا کوئی بیٹا بیٹی داماد ہے نہ شریک خدائی نہ اس بے چون و بے چگوں کی کوئی صورت ہے۔

جب اس تقریر سے بادشاہ ان پر خفا ہوا اور حکم دیا کہ یا تو سجدہ کرو ورنہ قتل کیے جاؤ گے روئی میں لپیٹ کر جلائے جاؤ گے جیسا کہ اس عہد میں ایمانداروں کی نسبت روم کے قیصر کرتے تھے تب انہوں نے کچھ مہلت طلب کی بادشاہ نے مہلت دی تو اپنے مقام پر آ کر آپس میں یہ مشورہ کیا کہ واذ اعتزلتموہم وما یعبدون الا اللہ فأووا الی الکہف کہ جب تم نے اس قوم اور ان کے معبودوں کو جو اللہ کے سوا ہیں ترک ہی کر دیا اور ان سے کنارہ کشی کر لی تو چلو اس غار میں جا چھپو خدا تعالیٰ وہاں تم کو مصیبت میں نہ ڈالے گا بلکہ تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور کارسازی کرے گا۔ ان کو اپنے ایمان کامل کی وجہ سے اس بات پر یقین ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ اس کی مدد نصیبی ایمانداروں پر ہمیشہ اسی طرح ہوا کرتی ہے۔ اب آئندہ قصہ کو حذف کر دیا کہ وہ غار میں جا چھپے اور وہاں ان کو ایسی نیند آئی جو کئی سو برس تک سوتے رہے۔ ادھر بادشاہ اور اس کے ارکان دولت تلاش کرنے لگے اور جب یہ معلوم ہوا کہ اس کئی میل کے تنگ و تاریک غار میں گھس گئے ہیں جس میں جانا ہر شخص کو مشکل ہے اور غرض ان کو قتل کرنا تو غار کے منہ پر ایک مستحکم دیوار چن دی کہ بس تنگ آ کر مر رہیں گے اور دفتر میں یہ حال درج کر دیا گیا۔ یہ بات اگلے بیان سے بھی پائی جاتی ہے اور فصحاء بلغاء ہمیشہ اس طرح حذف کر دینا جزو بلاغت سمجھتے ہیں۔ اب ان کے غار میں بسنے کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

وتری الشمس الٰی قولہ ولیًا مرشدا۔ کہ غار میں وہ اس موقع پر سوئے کہ طلوع کے وقت آفتاب یعنی دھوپ ان کے داہنی طرف سے ہو کر گزر جاتی تھی اور غروب کے وقت یعنی پچھلے پہر بائیں طرف رہتی تھی ان پر دھوپ نہیں آتی تھی اور وہ کھوہ میں کشادہ جگہ میں پڑے رہتے تھے اس قسم کے مکان کی تصویر یہ کہ جہاں اول دن دھوپ داہنی طرف رہے اور پچھلے دن بائیں طرف (علمائے کرام نے کئی طور بیان کی ہے۔

اول یہ کہ غار کا منہ شمال کی جانب تھا طلوع کے وقت دھوپ ان کے داہنی سے اور غروب کے وقت

بائیں سے ہو کر گزر جاتی تھی جیسا کہ شمال رویہ مکانوں میں ہوتا ہے۔ بیضاوی نے کہف کے دروازہ کو بنات النعش ستاروں کے نیچے قرار دیا ہے اور قاعدۂ ہیئت پر تقریر کی ہے جس کو سامعین کے قصور فہم کی وجہ سے ترک کرنا پڑا۔ بعض کہتے ہیں کہ خواہ کسی رخ غار کا منہ ہو اور کسی برج کے مقابل میں ہو مگر خدائے تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان کو آفتاب کی شعاع کو بچاتا تھا اس لیے اس کے بعد ذٰلک من آیات اللہ فرمایا کہ یہ خدا کے عجائبات قدرت میں سے ہے۔ پھر کج فہموں اور کوتاہ بینوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ من یہد اللہ فہو المہتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ دیگر مفسرین کہتے ہیں ان کے اس قدر باقی بچنے کو ذٰلک من آیات اللہ سے تعبیر کیا ہے اور ان کی ہدایت وایمان کے لیے من یہدی اللہ الخ آیا ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے وتحسبہم ایقاظا کہ اسے دیکھنے والے تو ان کو دیکھے تو بیدار جانے ان کے کروٹیں بدلنے اور آنکھیں کھلی رہنے سے حالانکہ وہ خواب میں تھے اور اپنی قدرت سے ہم نقلبہم ذات الیمین وذات الشمال ان کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتے رہتے تھے تاکہ ایک طور پر پڑے رہنے سے زمین ان کو نہ کھا جاوے اور اسی حالت سے ان کا کتا بازو پھیلائے غار کی دہلیز پر پڑا ہوا تھا اور ان کے اس تنگ و تاریک مکان میں بالوں اور ناخنوں کے بڑھ جانے سے ایسی مہیب شکل ہو رہی تھی کہ جو کوئی دیکھے تو ڈر کر بھاگ جائے۔ انسان کی فطرت ہے کہ مہیب شکلوں اور تنگ و تاریک مکانوں سے وحشت اور دہشت ہوتی ہے کیونکہ اس کی روح متنفر گھبراتی ہے۔ ان الفاظ میں گو خطاب کے صیغے ہیں مگر مراد انسان ہیں عموماً جیسا کہ فصحا ایک طرف خطاب کرتے ہیں اور مراد عام لیا کرتے ہیں پس یہ اعتراض کرنا کہ آں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ڈرپوک تھے جس طرح بچے اور عورتیں ایسے مکانات اور اشکال سے ڈر کر بھاگتے ہیں آپ بھی ایسے ۱۲

ہیں محض حماقت ہے۔

اس مقام پر بیضاوی وغیرہ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب امیر معاویہؓ نے روم پر چڑھائی کی اور اس شہر اور غار کے پاس پہنچے تو عبداللہ بن عباسؓ نے منع کیا کہ آپ ان آدمیوں کو بھیج کر ان کی شکل و صورت دیکھنے کے درپے نہ ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ نے خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا ہے جو آپ سے بھی بہتر ہیں لو ولیت منہم فرارا۔ مگر امیر معاویہؓ نے نہ مانا اور کچھ لوگ بھیجے جو لو کو جل کر مر گئے۔

اصحاب کہف بیدار ہوتے ہیں

جب ان لوگوں کے خواب پر جو موت سے مشابہ ہے تین سو نو برس گزر گئے اور اس عہد کے لوگ مر کھپ گئے اس کے بعد اور بھی قرن مر کھپ گئے اور اب ایک ایسا زمانہ آیا کہ جس کا بادشاہ بت پرستی چھوڑ کر عیسائی اور حواریین کے مذہب پر تھا مگر اس عہد میں مر کر زندہ ہونے پر اہم بحث تھی۔ ایک فریق منکر تھا ایک فریق قائل۔ خود بادشاہ کو تردد تھا۔ خدا تعالیٰ سے التجا کرتا تھا کہ اس امر میں اس کو کوئی نشانی و دلیل دکھا دے۔ خدا کی قدرت کو دیکھو کہ اس غار کی دیوار کو مکان بنانے کے لیے کسی نے ڈھانا شروع کیا تھا کہ بالکل ڈھا کر غار کا منہ کھول دیا۔ ادھر دیوار کا گرنا اور دروازہ کھلنا تھا کہ ادھر خدا نے ان کو بیدار کیا۔ وکذٰلک بعثناہم کہ جس طرح اپنی قدرت کاملہ سے ہم نے ان کو اس قدر عرصہ تک محفوظ رکھا اسی طرح اپنی قدرت سے اٹھا بھی دیا گویا کہ از سر نو زندگی عطا کی۔ اب جو انگڑائیاں لیتے آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے تو باہم پوچھنے لگے کم لبثتم کہ کس قدر سوئے؟ جواب دیا کہ یوما او بعض یوم ایک روز یا کچھ کم۔ کیونکہ سونے والے کو تخمینی مدت معلوم ہوا کرتی ہے۔ غار میں صبح کے وقت داخل ہوئے تھے جب بیدار ہوئے تو پچھلا پہر تھا

اس بیٹھک کر ایک دن یا کچھ کم مگر جب اپنے سر کے بال اور ناخن بڑے دیکھے تو سمجھے کہ مدتوں تک سوتے رہے ہیں اس لیے کہہ دیا ربکم اعلم بما لبثتم کہ خدا ہی کو خوب معلوم ہے کہ کس قدر سوتے رہے مگر ابھی یہ معلوم نہیں ہے کہ تین سو نو برس گزر گئے ہیں جبکہ بھوک پیاس معلوم ہوئی تو کہا اپنے میں سے کسی کو شہر کی طرف روپے دے کر بھیجو لانے تقریباً تین میل یہ شہر طرسوس کہ جس کو افسوس کہتے ہیں واقع تھا کہ جہاں سے یہ بھاگ کر آئے اور وہاں پہنچ کر اچھا دیکھے کہ وہ پاک یا عمدہ کھانا لاوے اور اس طرح چھپ کر جاوے کہ کسی کو معلوم نہ ہو ورنہ خرابی ہو جاوے گی کیونکہ ان پر قابو پا گئے تو اگر وہ قابو پا جاویں گے تو یا مار ڈالیں گے یا اپنے مذہب میں شریک کر لیں گے جس میں بت پرستی ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ دقیانوس کا دور ہے وہی زمانہ ہے وہی لوگ ہیں۔ بس ایک شخص ان میں سے چلا اور لوگوں سے بچتے ہوئے شہر کے دروازہ پر آیا تو اس کی ہیئت بدلی ہوئی پائی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہو گیا۔ اسی طرح اور ہر مکان و مدرسہ بدلا ہوا پایا تو اس کو خوف بھی پیدا ہوا پایا۔ شہر میں آ کر دیکھا کہ کچھ اور ہی صورت ہے دوکان داروں نے اس کے مذہب کو بھی عیسائی مذہب کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل۔ حیران تھا کہ ابھی اس غار کے پاس تو کوئی شہر نہ تھا مگر یہ بھی وہ شہر نہیں نہ اس کے دروازے ہیں۔ آخر ایک دکان دار کو روپیہ دیا کہ مجھ کو اس کی قیمت فلاں چیز دے دو۔ وہ روپیہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ کس عہد کا سکہ ہے۔ اس نے دوسرے کو دکھایا اس نے اور کو۔ پھر کیا تھا بازار میں بھیڑ لگ گئی۔ پوچھنے لگے کہ سچ بتاؤ تم کون ہو اور یہ روپیہ تم کو کہاں سے ملا؟ خزانہ گڑا ہوا دفینہ پایا ہے سچ بتاؤ ورنہ تم پولیس کے حوالے ہوتے ہو۔ یہ کہتے تھے کہ پولیس آن پہنچی۔ آخر بادشاہ وقت کے رو برو

پیش ہوئے۔ اس نے پوچھا کہ سچ بتاؤ تم کون ہو کہاں کے ہو اور یہ روپیہ کہاں سے لائے ہو؟ آخرالامر اس نے سب سرگزشت بیان کی کہ ہم دقیانوس کے ڈر کے مارے اس غار میں جا چھپے تھے ہمارے یہ نام ہیں۔ آج سوتے ہوئے آنکھ کھلی ہے میں کھانا خریدنے آیا تھا لوگوں نے میری ہیئت اور سکہ دیکھ کر مجھے پکڑ کر آپ تک بھیجا۔ اس بادشاہ نے تسلی دی کہ دقیانوس کے زمانے کو کئی سو برس گزر گئے اب میں بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا ہوں۔ ارکان دولت اور بادشاہ نے ان کے نام و قصہ کے مطابق پایا اور دیگر قرائن سے بھی معلوم کر لیا کہ وہی لوگ ہیں سب کو مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر یقین آیا۔ پھر بادشاہ مع ارکان دولت اس کو لے کر غار میں گئے وہاں جا کر اس نے کہا پہلے مجھے جانے دو تاکہ وہ بھڑک کر نہ گھبرائیں۔ وہ غار میں گیا پھر نہ آیا۔ بادشاہ نے بہت کوشش کی کہ اندر جاوے تلاش کرے مگر خدا و قدرت نے ہیبت ڈال دیا اور کوئی اندر نہ جا سکا بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ مع چند مصاحبوں کے اندر ان کے پاس گیا اور ان سے مل کر آیا اور پھر ان کے کہنے سے غار کا منہ بند کر دیا واللہ اعلم۔

اس قصہ کی طرف مجملاً ان جملوں میں ارشاد فرماتا ہے کذٰلک اعثرنا علیہم یعنی جس طرح اپنی قدرت کاملہ سے انہیں اٹھایا اسی طرح ان کو ان لوگوں پر ہم نے ظاہر کر دیا لیعلموا ان وعد اللّٰہ حق وان الساعۃ لا ریب فیہا تاکہ ان کو معلوم ہو جاوے کہ اللہ کا وعدہ حق اور قیامت کا آنا سچ ہے کیونکہ ان کا اس قدر عرصہ تک سو کر جاگنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی مر کر جی اٹھے سو اس بات کا انہوں نے مشاہدہ کر لیا۔ اور جو تین سو نو برس بعد ان کی روح ان کے جسم کے ساتھ متعلق کر سکتا ہے وہ تمام عالم کو ایک مدت کے بعد اسی طرح کھڑا

ف اصحاب کہف کے نام مختلف کتابوں میں مختلف لکھے ہیں مگر صحیح وہی ہیں جو حسب [illegible] سے منقول ہیں منہ

کرسکتا ہے۔

اذ یتنازعون بینہم امرہم یعنی ان کو اس وقت اٹھایا جب کہ وہ باہم اپنے دین کے امر میں جھگڑتے تھے بعض کہتے تھے حشر ابدان کے ساتھ ہوگا، بعض صرف روح کا مبعوث ہونا مانتے تھے تاکہ ان کا خلاف دور ہو جائے۔ یا یہ مراد کہ جب وہ غار میں پھر جاگ کر غائب ہوئے اور وہاں جا کر مر گئے تو بعض کہتے تھے پہلے کی طرح پھر سو گئے۔ یا مراد کہ بعض اس غار پر ایک ایسی عمارت بنانا چاہتے تھے جس میں ہر کوئی آ کر رہے اور بعض وہاں عبادت گاہ بنانا چاہتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فقالوا ابنوا علیہم بنیانا ربہم اعلم بہم الخ۔ ربہم اعلم بہم خدا کی طرف سے جملہ معترضہ ہے ان کے رد میں جو اس عہد میں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ان کے حالات پر زیادہ بحث کرتے تھے کوئی ان کی کچھ تعداد بتلاتا تھا اور کوئی کچھ جس کی تصریح خود کرتا ہے سیقولون ثلثۃ رابعہم کلبہم کہ بعض ان کو تین شخص کہتے ہیں اور چوتھا کتا بتلاتے ہیں۔ یہ یہود کا یا نجران کے نصاریٰ کا قول تھا۔ ویقولون خمسۃ سادسہم کلبہم، یہ بھی بعض نصاریٰ عرب کا قول تھا کہ وہ پانچ شخص تھے چھٹا کتا تھا۔ ان دونوں قولوں کو رد کرتا ہے۔ رجما بالغیب کہ یہ محض قیاسی اور بے تکی باتیں ہیں۔ ویقولون سبعۃ وثامنہم کلبہم کہ وہ سات شخص تھے اور آٹھواں کتا تھا یہ اہل اسلام کا قول تھا۔ حضرت نبی علیہ السلام کے بتلانے سے اس قول کی تائید فرماتا ہے قل ربی اعلم بعدتہم ما یعلمہم الا قلیل کہ ان کی تعداد تو خدا ہی جانتا ہے اور تھوڑے سے بندے اس کے بتلانے سے جانتے ہیں جو کہ اہل اسلام ہیں۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے یہ نام بتلاتے تھے یملیخا، مکسلمینا، مشلینیا بادشاہ کے داہنی طرف والوں میں سے تھے، اور مرنوش، دبرنوش، شاذنوش بائیں طرف والوں میں سے اور ساتواں ایک چرواہا تھا جو راستہ میں ان کے ساتھ ہو لیا تھا اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا اور شہر کا افسوس (بیضاوی)

جب کہ خدا تعالیٰ نے حضرت کو ان کے حال سے بخوبی مطلع کر دیا تو اب اوروں سے پوچھنے اور ان کے امر میں جھگڑا کرنے سے منع فرما دیا فلا تمار فیہم الا مراء ظاہرا کہ ان کے امر میں زیادہ جھگڑا نہ کرو صرف قرآن کے واقعہ پر کہ وہ کسی کی تجہیل و رد نہ کرو۔ ولا تستفت فیہم منہم احدا اور نہ کسی سے ان کا زیادہ حال دریافت کرو جس میں ان کی لاعلمی اور جہالت ثابت ہونے لگے کیونکہ مکارم اخلاق ہونے سے یہ بھی بعید ہے۔

واضح ہو کہ شہر افسوس یا افسس جس کو طرطوس بھی کہتے ہیں ایشیاء کوچک کا ایک شہر ہے اس میں ارتیمس دیوی کا ایک ایسا مندر تھا جو دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا۔ جس کو ایک شخص نے اپنی شہرت کے لیے اس رات میں جلا دیا کہ جس رات سکندر رومی پیدا ہوا تھا۔ پھر دوبارہ یہ مندر اسی طرح بنایا گیا۔ اس شہر سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے جس میں وہ غار ہے کہ جہاں اصحاب کہف غائب ہوئے تھے یہ غار کئی میل تک کا ہے اور اس کی کئی شاخیں ہیں ہیبت ناک ورتے ہیں۔ یہ شہر قیاصرہ روم کے عہد میں بڑی رونق پر تھا اب اس کے کھنڈرات پڑے ہیں ایک قصبہ سا ہے یہاں حضرت سلطان خلد اللہ ملکہ کی عملداری ہے۔

اس غار پر ایک خانقاہ ہے جس کی عیسائی اور مسلمان دونوں تعظیم کرتے ہیں۔ غالباً یہ وہی خانقاہ ہے جو اصحاب کہف کے برآمد ہونے کے بعد بنائی گئی تھی یا وہی عمارت نہ ہو مگر اس کی جگہ پر عمارت قائم ہے۔

ف افسیس و بعضی آبیای صغیر است و مسافت میان او و ازمیر تخمیناً سی و ہشت میل است و افسیس قریب بجانب جنوب ازمیر واقع شدہ است و او را الآن ایازلوک می گویند جغرافیہ نو دوم ص ۲۳۳ ۱۲ منہ

یہ واقعہ اصحاب کہف کا ڈیسیئس (دقیانوس) قیصر کے عہد میں ہوا ہے جو سنہ ۲۴۹ء کے بعد جب تھیوڈوسیس کی جگہ جو عیسائیوں پر بڑا مہربان تھا، ڈیسیئس بیٹھا تو یہ پہلے قیصروں سے بھی بڑھ کر عیسائیوں کے حق میں ظالم اور سفاک تھا۔ ان قیصران روم کے عہد میں جو نیرو قیصر سے لے کر قسطنطین تک ہے وہ ظلم و زیادتی ہوتی تھی کہ جس کا بیان نہیں۔ یہ روم کے بادشاہ جن کا پایۂ تخت ملک اٹلی میں شہر روم تھا اور ان کا لقب قیصر۔ بسبب بت پرست تھے۔ بتوں کی پرستش خصوصاً جو شہر کی عبادت ان کے ہاں کا فرض تھی جو عدول حکمی کرتا تھا اول اس کو فہمائش ہوتی تھی پھر کوئی قتل کیا جاتا تھا اور کوئی درندوں کے آگے ڈالا جاتا تھا، کوئی آگ میں ڈال دیا جاتا تھا، کسی کو لوہے کے گرم ستونوں سے باندھتے تھے۔ عیسائیوں کی کتب تواریخ کلیسا میں مصرحاً مذکور ہے۔

یہ واقعہ اس قیصر کے عہد میں گزرا ہے جیسا کہ ڈاکٹر ولیم میور اپنی تاریخ کلیسیا کے چھٹے باب صفحہ ۲۳۹ کے حاشیہ میں لکھتا ہے قولہ:

"لکھتے ہیں ایفسس کے رہنے والے سات جوان ڈیسیئس کے ظلم کی سختی سے شہر چھوڑ کر پاس کی ایک غار میں جا چھپے تھے اور وہاں دو سو برس تک برابر سوتے رہے اور پھر جب جاگے اور ان میں سے ایک شہر میں گیا تو وہ وہاں تمام حاکم و محکوم کو عیسائی دیکھ کر نہایت متعجب ہوا۔ یہ نقل اصحاب کہف کی قرآن میں بھی بہت سی خیالی باتوں کے ساتھ قبول کر لی گئی ہے، اس میں اس خواب کے ایام بجائے دو سو کے تین سو نو برس لکھے ہیں پس اس کو جس طرح سمجھے مبالغہ صاف ہے۔ گبن کی کتاب کے ۳۳ باب کا آخر دیکھو انتہیٰ۔"

الغرض ولیم میور صاحب اور گبن صاحب کو جو حق پوشی کے عہد کے مورخ ہیں اس قصہ کی بابت جو قرآن مجید میں مذکور ہے جو تسلیم کے چارہ نہ ہوا تو ایک مبالغہ کا اتہام لگایا کہ خواب کی مدت میں قرآن نے مبالغہ کیا ہے۔ ولیم میور صاحب اگر ان کی بیداری کا زمانہ متعین پر دلائل کرتے تو یہ اتہام بے جا نہ تھا مگر اس بے تکی باتوں کو کتاب الٰہی کے مقابلہ میں کون سنتا ہے خصوصاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے نصرانیوں سے تخمیناً بقدر ہزار برس پیشتر یہ واقعہ گزرا تھا آں حضرت کی نصرانیوں کی صحبت میں کیسے الزام لگاتے اور پھر نزول بعض کے وقت تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے لیے ایک بڑی سند ہاتھ آجاتی حالانکہ وہ شب و روز اسی قسم کی باتوں کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔

فوائد

(۱) **سوال** ان آیات سے اصحاب کہف کی بیداری اور حال ثابت ہوتی ہے اور اس کا سبب ظاہر دین عیسوی قبول کرنا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس عہد تک دین عیسوی غیر محرف تھا اور جہاں تک تاریخ کی کتابوں کو دیکھا گیا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے عیسائیوں کا وہی عقیدہ تھا جو آج کے زمانہ کے عیسائیوں کا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ آج کل جو مذہب عیسائیت پر الزام

ف: قرآن مجید نے تین سو نو برس قمری کہے جس میں تین سو برس بحساب شمسی کے باقی تین سو رہے اور یہ واقعہ ہوا دو سو انتالیس عیسوی میں اور تین سو برس سوئے تو اب بیداری ہوئی ۵۳۹ عیسوی میں ہوئی اور ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخمیناً ۵۷۰ عیسوی میں ہے۔ اس حساب سے اصحاب کہف کی بیداری تخمیناً تیس برس پیشتر حضرت کی ولادت سے ہوئی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت تخمیناً بقدر سو برس گزرا تھا ۱۲ منہ

تحریف لگایا کرتے ہیں محض تعصب ہے ۔

جواب

جس نے مذہب عیسوی کی تاریخیں دیکھی ہیں اس پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں کہ حضرات حواریوں کے زمانہ ہی میں اختلاف کی بنیاد قائم ہو گئی تھی ۔ پولوس اور شمعون اور دیگر لوگوں میں جو کچھ اختلاف پڑا وہ خود حواریوں کی تاریخ یعنی کتاب اعمال حواریین ہی سے ثابت ہے جس کو عیسائی انجیل کہتے ہیں ۔ اور پولوس کے ناموں سے بھی جو انجیل مانے جاتے ہیں اور پھر بعد میں جو کلیساؤں میں اختلاف ہوا اور مختلف فرقے اول اور دوسری صدی عیسوی میں پیدا ہوئے ان کا بیان بڑا طولانی ہے ۔ چوتھی صدی عیسوی میں جب روم کے قیصروں میں سے سب سے اول قسطنطین عیسائی ہوا ۔ اس نے انہیں اختلافات دور کرنے کے لیے اور نیز الوہیت مسیح و دیگر اصول مذہب قائم کرنے کے لیے شہر نائس میں بڑے زور شور سے ایک انجمن منعقد کی اور پھر برسوں تک انجمنیں منعقد ہوتی رہیں مگر تاہم بہت سے فریق جدا رہی ہے عیسائیوں میں الوہیت مسیح کے منکر بھی باقی ہے اور اب تک عیسائیوں میں ان مخالف فریقوں کے پیرو باقی ہیں پس جب یہ ہے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ افسوس کے عیسائیوں کا مذہب آج کل کے فرقہ پروٹسٹنٹ یا فرقہ رومن کیتھولک کا مذہب تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ملکوں میں پھیلا ہوا تھا جس میں بے شمار تحریفات ہیں اور جن کی اصلاح کے لیے نبی آخر الزمان علیہ السلام بھیجے گئے ۔ حق یہ ہے کہ اصحاب کہف حواریوں کے اصلی مذہب پر تھے تثلیث و الوہیت مسیح سے ان کے کان بھی آشنا نہ تھے ۔

ان پر پولوس کی تعلیم کا اثر نہ پڑا تھا ۔

(۲) اس بات کا کہ اصحاب کہف اُس غار میں اب تک سوتے ہیں اور قیامت تک وہیں سوتے رہیں گے ، یا یہ کہ وہ بیدار ہونے کے بعد غار میں جا کر مر گئے اور نیز یہ کہ آں حضرت علیہ السلام کے پاس ایک چادر آئی اس کے چاروں کونے خلفاء اربعہ نے پکڑے اور بیچ میں آں حضرت بیٹھے اور اُڑ کر فرشتے اصحاب کہف کے پاس لے گئے ان سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کر کے ان کو اسلام تلقین فرمایا قرآن و احادیث سے پتہ نہیں لگتا یہ مؤرخین کی رائیں اور ان کے اقوال ہیں ، واللہ اعلم ۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ

(اے نبی) اور آپ کسی کام کے لیے یہ نہ کہا کریں کہ اس کو میں کل

غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر

کروں گا (ہاں یوں کہا کرو) اگر اللہ چاہے گا تو کر دوں گا اور جب آپ

رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن

(اپنے مقصد سے) بھول جایا کریں تو اپنے رب کو یاد کیا کریں اور کہو کہ امید ہے

يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا

میرا رب مجھے اس سے بھی کوئی اور بہتر

رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ

بات بتلا دے ۔ اور وہ اپنے غار میں

ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿٢٥﴾

نو اوپر تین سو برس رہے ۔ (اس پر بھی نو بڑھائے)

قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۖ لَهُ غَيْبُ

تو کہہ دے اللہ تم سے خوب جانتا ہے کہ کس قدر رہے آسمانوں کا غیب اسی کے پاس

ف یعنی ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے کہہ لیا کرو ۱۲ منہ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ
آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا اسی کو علم ہے وہ کیا ہی دیکھنے والا
وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ
اور کیا ہی سننے والا ہے ان کے سوائے ان کا کوئی کارساز
وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٦﴾
نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے
وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ
اور تیرے رب کی کتاب سے جو کچھ تیری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھ
رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ
اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا
وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾
اور اس کے سوائے تو کوئی بھی پناہ نہ پائے گا

ترکیب

الا استثناء ہے لا تقولن سے الا بمشیۃ اللہ تعالیٰ ... استقبال ... الا ان یشاء اللہ ... ابصر بہ واسمع صیغہ تعجب ہیں بہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور محل اس کا رفع ہے بفاعلیت کے اور ب زائدہ ہے سیبویہ کے نزدیک۔

تفسیر

ولا تقولن الخ۔ مفسرین کہتے ہیں اس آیت کے نازل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب قریش نے نبی علیہ السلام سے اصحاب کہف و ذوالقرنین اور روح کا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کل بتلا دوں گا اور اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا اس لیے پندرہ دن تک بقول بعض چالیس روز تک وحی بند رہی تب یہ آیت نازل ہوئی کہ کسی کام کے کرنے کا وعدہ بغیر ان شاء اللہ کے نہ کیا کرو کیونکہ بندہ کا ایسا کہنا گویا کارخانۂ قضا و قدر میں اپنا استقلال ظاہر کرنا ہے جو عبدیت کے خلاف ہے اور ہدایت فرمائی کہ جب ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جس وقت یاد آئے کہہ لو۔ اسی پر امام شافعی نے یہ بات نکالی کہ اگر کسی کام کی قسم کھائی اور کچھ عرصہ کے بعد ان شاء اللہ کہہ لیا تو حانث نہ ہوگا مگر امام ابو حنیفہ کہتے ہیں ایسا کہنا تو معتبر ہوگا کہ متصل کہا ہو ذکر رب سے ان شاء اللہ کہنا مراد نہیں بلکہ عموماً یاد الٰہی مراد ہے یا ان شاء اللہ کہنا مراد ہے تو متصل۔ اور جب قریش کو اصحاب کہف کا حال سن کر تعجب ہوا تو فرمایا کہ وہ کچھ بھی ان کی حیرانی کی اس سے بھی زیادہ اور خبروں کی بابت اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے بتانے کا یعنی سر غیب کے اسرار بتائے۔

ولبثوا فی کہفہم الخ یہ اسی قصہ کا تتمہ ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس جملہ میں ولبثوا فی کہفہم لوگوں کے قول کو نقل کرتا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ غار میں تین سو نو برس تک سوتے رہے اس لیے بعد کو فرماتا ہے قل اللہ اعلم بما لبثوا کہ اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ وہ کس قدر ٹھہرے (اور یا دری صاحب اب تو کچھ بھی تخالف باقی نہیں رہا) مگر دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے خبر دیتا ہے اور قل اللہ اعلم بما لبثوا سے اس کی تاکید کرتا ہے کہ وہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس قدر سوتے رہے کیونکہ وہ آسمانوں اور زمین کی سب چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے وہ بڑا سمیع و بصیر ہے نہ کہ تم جو قیاس سے کہتے ہو۔

مالہم من دونہ من ولی تو وہی ان کا یعنی اصحاب کہف کا کارساز ہے جس نے ان کو اس قدر مدت تک سالم رکھا اور اپنے حکم میں کسی کو شریک نہ کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں اپنا جلال و جبروت ظاہر کرتا ہے تاکہ مخالفین اس کے خلاف کرنے سے ڈریں کہ ان کا کوئی حمایتی نہ پیدا ہوگا اس لیے اس کے بعد حضرت کو بے خوف ہو کر قرآن سنانے کا حکم دیتا ہے۔ واتل ما اوحی الیک کسی کا کچھ خوف

وخطرناک کرو کوئی اس کی بات بدل نہیں سکتا جو وہ کہتا ہے وہی حق ہے وہی ہوگا وہی ہو رہے آپ اس کی دی ہوئی کتاب کو پڑھا کرو اور لوگوں کو سنایا کرو کسی کے اختلاف کی کچھ پروا نہ کرو۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

اور انہیں لوگوں کے ساتھ جی ٹھہرائے رکھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں (اور)

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

اس کی رضامندی چاہتے رہتے ہیں آپ انہیں کے ساتھ اپنے کو

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ

ٹھہرائے رکھیے اور ان سے آنکھیں نہ پھیریے کہ

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا

آپ دنیا کی زندگی کی آرائش کا ارادہ کرنے لگیں اور اس کا

تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا

کہنا نہ مانا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

اور وہ اپنی خواہش کے تابع ہو گیا اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہو

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ

اور کہہ دو کہ حق تو تمہارے رب کی طرف سے (آ) چکا ہے پھر جو چاہے

فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ

مانے اور جو چاہے نہ مانے ہم نے بھی

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ

ستمگاروں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کی قناتیں

سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا

انہیں گھیر لیں گی اور اگر فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی

ف۱ بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ

ایسے پانی سے کی جاوے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا منہ کو جھلس ڈالے گا کیا ہی برا

ف۲ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ

پانی ہوگا اور کیا ہی بری آرام کی جگہ ہوگی بے شک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے

اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾

تو ہم بھی جس کسی نے نیک کام کیے ہیں اس کا اجر ضائع نہیں کرتے

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ

یہی لوگ ہیں کہ جن کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا

نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے

ف۳ مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ

کے کنگن پہنائے جاویں گے اور سبز

ف۴ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

لباس باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے

مُّتَّكِـــِٕيْنَ فِيْهَا عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ ۭ

وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے

ع ۴ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کیا ہی خوب آرام گاہ ہے

ترکیب

یریدون حال ہے ضمیر یدعون سے تریدُ کا فاعل ضمیر ہے جو عینیک کی طرف راجع ہے جملہ حال ہے ک سے

ف۱ المہل الحدید المذاب وقیل الرصاص المذاب وقیل دُردی الزیت ای ما بقی فی سفل الاناء قال ابو عبیدۃ وابو الخفش ہو کل ما اذیب من جواہر الارض من حدید ورصاص ونحاس ۱۲ ف۲ مرتفقا متکأ والمرتفق ما یرتفق بہ ای یتکأ علیہ ۱۲ ف۳ الساور جمع اسورۃ وہی زینۃ تلبس فی الید من زینۃ الملوک ۱۲ ف۴ السندس ما رق من الحریر والاستبرق ما غلظ منہ والاستبرق معرب استبرہ ۱۲

یا فاعل لا تقربہ ۔ اگر وہ جملہ خبر ہے اِن کی ۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں فرمایا تھا کہ جو کچھ اسباب تجمل دنیا پر ہیں وہ صرف دنیاوی زینت ہے مگر آخرت کے لیے اور وہ فانی اور سریع الزوال بھی ہیں اور دل بستگی ان سے نہ چاہیے کیونکہ وہ اسباب دارِ آخرت کے لیے حجاب ہیں پھر اس کے متعلق اصحاب کہف کا دل چسپ واقعہ بیان فرمایا تھا جو دنیا کی بے ثباتی پر دلالت کرتا تھا۔ کیونکہ وہ شخص ایسے کہ ان کے تھے جو اس سے عبرت اور تنبیہ حاصل کرتے ہیں اس کے بعد بھی ایک دل چسپ داستان ہے کہ آں حضرت علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے مگر اپنے اسباب دنیا کے غرور میں ان کو فقرا مسلمین کے ساتھ آں حضرت کے پاس بیٹھنا ناگوار معلوم ہوا جب ہی انہوں نے حضرت سے درخواست کی کہ یہ لوگ ہمارے وقت میں آپ کے پاس نہ آیا کریں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

واصبر نفسک الی حیوۃ الدنیا کہ آپ انہیں غریب مسلمین کے ساتھ رہئے جو صبح و شام اپنے اللہ کو اسی کی رضا کے لیے پکارتے ہیں۔ صبح و شام سے یا تو ہمہ وقت مراد ہے جو صبح و شام ان کی اطراف سے تعبیر کیے گئے یا صبح و شام سے نماز فجر و مغرب مراد ہے یا بیدار ہونے اور سونے کا وقت کیونکہ سو کر بیدار ہونا گویا از سرِ نو جینا اور رات کو سونا گویا مرنے کا سامان ہے سو ایسے وقتوں میں یاد اللہ لوگ ضرور متنبہ ہوتے اور اسی کی شکر گزاری اور یاد کرتے ہیں اور ان سے آنکھیں نہ پھیر کر امرا کفار کی آرائش و تجمل آپ کی نظروں میں نہ کھبے اور ان کفار کا کہنا نہ مانئے جن کے دل ہماری یاد سے غافل کر گئے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیرو ہیں اور حد سے گزر گئے ہیں اور کہہ دو امرِ حق اللہ کی طرف سے آچکا خواہ تم مانو یا نہ مانو۔ پھر آگے نہ ماننے والوں کی سزا جہنم اور آگ کی قنات اور پینے کو کھولتا پانی بیان فرمایا اور ماننے والوں کی جنات عدن اور وہاں کے محلات اور حقیقی جنت بیان فرمادی سونے کے کنگن اور لباس حریر اور تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھنا۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَجُلَيْنِ جَعَلْنَا

اور ان کو دو شخصوں کی مثل بھی سنا دو کر دیئے ہم نے

لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَ

ان میں ایک کے لیے دو باغ انگور کے اور

حَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾

گھیرا دونوں کو کھجوروں سے اور رکھی دونوں کے درمیان کھیتی بھی

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ

دونوں باغ لاتے اپنے پھل ہوتے ان میں اور کمی

تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا

نہ کرتے اس میں کچھ بھی اور جاری کی دونوں کے بیچ میں ایک نہر

نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ

بھی جاری کی اور اس شخص کے پاس بہت پھل تھے پھر اس نے کہا

لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ

اپنے ساتھی سے جب باتیں کرنے لگا کہ میں زیادہ ہوں تجھ سے مال میں

مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ

اور زیادہ آبرو والا لوگوں سے اور گیا

جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ

باغ میں ستم کرتا اپنی جان پر کہنے لگا

ف کہ میرا کنبہ تو تم سے بڑا ہے ... ایک دوست و خوش تھے ...

... یہ جملہ فی الکلام من ... ۔

مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ أَبَدًا ۝٣٥

کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی برباد ہوگا

وَّمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ

اور نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامت برپا ہوگی اور اگر

رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا

میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو اس سے بھی بہتر

مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝٣٦ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ

جگہ پاؤں گا۔ (اس وقت) اس کے رفیق نے اس سے

وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ

کلام میں تھا کہا کہ کیا تو اس کا منکر ہو گیا کہ جس نے

خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے بنایا

ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝٣٧ لٰكِنَّا۠ هُوَ

پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا لیکن میرا تو

اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ أُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ أَحَدًا ۝٣٨

اللہ ہی رب ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرنے کا

وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا

اور تو نے کس لیے اپنے باغ میں داخل ہوتے وقت یہ نہ کہا جو

شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ۚ إِنْ تَرَنِ

اللہ نے چاہا سو ہوا اور بجز اس کے کسی کو بھی قدرت نہیں اگرچہ تو مجھے

أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝٣٩ فَعَسٰى

اپنے سے مال اور اولاد میں کم دیکھتا ہے تو امید ہے کہ

رَبِّيْٓ أَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ

مجھے میرا رب تیرے باغ سے بھی بہتر باغ دے اور

يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا عہ مِّنَ السَّمَآءِ

اس باغ پر ایک آسمانی بجلی بھیجے کہ

فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝٤٠ أَوْ يُصْبِحَ

جس سے وہ چٹیل میدان ہو جائے گا یا اس کا پانی

مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝٤١

خشک ہو جاوے گا کہ جس کو تو ہرگز نہ پا سکے گا

وَأُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ

اور اس کے پھلوں پر آفت آ گئی پھر تو جو کچھ اس نے باغ میں صرف

عَلٰى مَآ أَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى

کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور یہ باغ ہے کہ سر اسر

عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ أُشْرِكْ

اُجاڑ پڑا ہے اور کہتا ہے کہ اے کاش میں اپنے رب کے

بِرَبِّيْٓ أَحَدًا ۝٤٢ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ

ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا اور اس کی اب کوئی جماعت بھی ایسی نہ ہوئی

يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ

کہ اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود ہی

مُنْتَصِرًا ۝٤٣ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ

انتقام لے سکا یہاں آ کر معلوم ہوا کہ سب اختیار اللہ ہی کا

ع الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝٤٤

کہ جو سچا ہے اسی کا انعام بہتر ہے اور وہی عمدہ بدلہ دیتا ہے۔

تفسیر

پھر دنیا کی بے ثباتی اور اس کے اسباب و تجمل پھر غرور و تکبر کے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور انکار کا نتیجہ جو کبھی دنیا ہی میں ظاہر ہوتا ہے ان دو شخصوں کی تمثیل سے بیان فرمائی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک تمثیل ہے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ در اصل ایسے دو شخص تھے جن کا یہ واقعہ ہے پھر بعض کہتے ہیں کہ یہ دو شخص بنی اسرائیل میں سے دو بھائی تھے کہ ایک نے

عہ حسبانا جمع حسبانۃ وہی الصواعق وقیل مصدر بمعنی الحساب (بیضاوی)
الحسبان بالضم العذاب والبلاء والشر والجراد والسہام الصغار والحسبانۃ واحدۃ الصاعقۃ۔ قاموس ۱۲ منہ

ایک مال اللہ کی راہ میں صرف کیا تھا۔ دوسرا دنیا دار اور مشرک اور دار آخرت کا منکر تھا۔ اس نے دو باغ اپنے تمام مال سے اپنے تیار کرائے تھے کہ ان میں نہریں بھی جاری تھیں اور بیچ میں زراعت اور اس پاس کھجور کے درخت بھی تھے اور وقت پر پھل بھی عمدہ آتے تھے اس پر اس کی اولاد اور خدمت گار نوکر چاکر بھی زیادہ تھے۔ ایک روز وہ اپنے غریب مومن بھائی کے ساتھ باغ میں گیا اور وہاں بھائی سے شیخی کی باتیں کرنے لگا اور دنیا کی ترقی پر قیاس کر کے آخرت میں بھی عیش و آسائش پانے کا استحقاق ظاہر کیا اور آخرت کا انکار بھی اس کے کلام سے ثابت ہوا۔ اس کے بھائی نے سمجھایا نصیحت کی لیکن نہ مانا۔ آخر اس پر آسمانی بلا نازل ہوئی کہ تمام باغ اجڑ گیا جس پر وہ ندامت و حسرت کرنے لگا۔ تب معلوم ہوا کہ اللہ ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور ان کو دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو

ف كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ

جیسا کہ پانی جس کو ہم نے آسمان سے برسایا پھر اس سے مل جل کر

ف بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا

زمین کی روئیدگی نکلی پھر وہ چورا چورا ہو گئی

تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

کہ اس کو ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر

شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ

چیز پر قادر ہے مال اور اولاد تو

زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ

زندگانی دنیا کی آرائش ہیں اور باقی رہنے والی

الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک بہ لحاظ ثواب بھی

وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ

اور امید کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں اور جس روز ہم پہاڑوں کو چلائیں گے

وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ

اور تو زمین کو کھلا میدان دیکھے گا اور ہم ان سب کو جمع کریں گے

فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا

پھر ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے اور سب پیش کیے

عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا

جائیں گے آپ کے رب کے سامنے صف باندھ کر البتہ تم ہمارے پاس آئے ہو

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ۫ بَلْ

جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ

زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

تم نے تو یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم تمہارے لیے کوئی وعدہ کا وقت مقرر ہی نہ کریں گے

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ

اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا پھر تو گنہگاروں کو دیکھے گا

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ

کہ اس میں جو کچھ ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہتے ہوں گے

ف یعنی جس طرح پانی برسنے سے [illegible] سبزہ ہو جاتا ہے [illegible] پھر آخر کار [illegible] یوں ہی دنیا کا حال ہے [illegible]

ف فاختلط به [illegible] بعضه ببعض [illegible]

ف هشيما يابسا متفرقا والهشيم [illegible] من النبات [illegible]

ف [illegible]

يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا

کم بخت ہائے خرابی یہ کیسی کتاب ہے جو نہ کسی

يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا

چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑی کو مگر

اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ

سب کو تو گھیر لیا ہے انہوں نے جو کچھ کیا تھا سب ہی کو تو موجود پائیں گے

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝۴۹

اور آپ کا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا

ترکیب

مثل الحیات مفعول ہے اضرب کا کماء موصوف انزلناہ الخ جملہ صفت مجموعہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اے ہو کماء بل للخروج من کلام الی آخر۔

تفسیر

یہ دوسری تمثیل ہے دنیا کی بے ثباتی کے لیے۔ صرف بارش سے دنیا کی زندگی کو تشبیہ نہیں دی بلکہ اس کی تمام کیفیت سے کہ جس طرح بارش سے زمین کے نباتات ہرے بھرے لہلہاتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو دیکھ کر انسان خوش ہوتے ہیں ان کی تصویریں ہی عمر بھی ہے چند روز کے بعد خشک ہو جاتے ہیں پھر ان کا چورا چورا ہو کر ہوا میں اڑتا پھرتا ہے اسی طرح انسان و دیگر حیوانات کا حال ہے کہ لڑکے ہیں پھر جوان بنا ہیں ٹھوکریں مارتے چلتے ہیں پھر بڈھے ہوگئے مرگئے چند روز کے بعد وہ سر پر غرور اور اس کا وہ جسم پر نور ذرہ ذرہ ہو کر خاک کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے بناتا بھی ہے مٹاتا بھی ہے پھر حشر کو بھی اٹھائے گا۔

اب اس کے بعد اس کے مال و اولاد کی کیفیت بیان فرماتا ہے جو اس کے غرور کا سرمایہ ہے کہ یہ چیزیں صرف حیات دنیا کی آرائش ہیں ان کا قیام اسی قدر ہے کہ جس قدر باغ میں پھول کی بہار۔ برخلاف اس کے جو فقراء با خدا کا سرمایہ ہے وہ کیا الباقیات الصالحات سو وہ اللہ کے نزدیک ثواب اور توقع کے لیے بہتر ہے یہی چیزیں اس کے ساتھ جاتی ہیں جو اس عالم باقی میں اس کی فرحت و زینت کا سامان ہو جاتی ہیں۔ باقیات الصالحات سے مراد نیکیاں ہیں خواہ سبحان اللہ الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کا ذکر ہو یا معرفت و استغراق ہو یا کوئی اور نیکی ہو صدقہ و خیرات دین کی خدمت وغیرہ۔ اب ان باقیات کا اثر کب نمودار ہوگا یوم نسیر الجبال کہ جس روز ہم پہاڑوں کو جن کی بقاء و حیات انسانوں کی نظروں میں مسلم ہے روئی کے گالوں کی طرح اڑا دیں گے یعنی اس عالم عنصری کو فنا کر کے عالم باقی کو کہ جس کو حشر سے تعبیر کیا جاتا ہے ظاہر کریں گے باقیات الصالحات وہاں کی زینت ہوگی۔ وتری الارض بارزة اور زمین میدان دکھائی دے گی اس کے سب نشان مٹ جائیں گے پھر اس روز اگلے پچھلے سب جمع کیے جاویں گے صف بستہ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے نامۂ اعمال دیے جاویں گے اس میں جو کچھ دنیا میں کیا تھا چھوٹا یا بڑا کام سب لکھا ہوا پاویں گے۔ گنہگار اس کو دیکھ کر ڈریں گے پچھتاویں گے مگر یہ سب کچھ انہیں کا بویا ہوا ہوگا جس کو کاٹیں گے۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا

ع ۵ / ۱۸

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے جھکو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ

پس ابلیس کے سوا سب جھکے وہ قوم جن سے تھا

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ

سو اپنے رب کے حکم سے نافرمان ہوگیا پھر کیا تم اس کو اور اس کی

وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِي وَهُمْ
اور اس کی ذریت کو مجھے چھوڑ کر رفیق بناتے ہو حالانکہ وہ تو
لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ﴿٥٠﴾
تمہارے دشمن ہیں ستمگاروں کے لیے کیا ہی برا بدلہ ہے ان کا
مَا أَشْهَدتُّهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَ
میں نے ان کو نہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور نہ
الْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنفُسِهِمْ وَمَا
ان کے اپنے بنانے میں بلایا اور
كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا ﴿٥١﴾
میں گمراہوں سے کام لینے والا نہ تھا
وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَائِيَ الَّذِينَ
اور جس دن خدا فرمائے گا کہ میرے ان شریکوں کو بلاؤ
زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا
جن کو تم سمجھتے تھے سو وہ پکاریں گے تو وہ انہیں جواب نہ دیں گے
لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾ وَ
ان کو اور ہم ان سب کے بیچ ہلاکت کر دیں گے اور
رَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا
گنہگار آگ کو دیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں
وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾
اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پاویں گے

ع ۱۹

تفسیر

یہ بھی کلام سابق کا تتمہ ہے۔ انسان کو عالم آخرت سے غافل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ اول مال و اسباب و اولاد کہ جن کے نشہ میں یہ ایسا سرشار ہوتا ہے کہ اس کو اس عالم سے جانے کی فکر نہ وہاں کے لیے زاد راہ حاصل کرنے کی مہلت۔ اس کا بے ثبات اور سریع الزوال ہونا تو بیان فرما چکا۔ دوم شیطان اور اس کی ذریت اولاد یا اس کے متبع لوگ جو مجازاً ذریت کہلاتے ہیں۔ انسان کے دل پر ان کے خطرات ایسا بڑا اثر پیدا کرتے ہیں کہ جو اس کے دل میں نہایت راسخ ہو کر اس کو بری باتوں پر ہمیشہ تحریک کرتے ہیں۔ پھر یہ دنیا اس پر ہجوم ہو جانے کے سبب اور شہوت و درشت شہوات پھیل جانے کی وجہ سے ایسی مرغوب اور نہایت خوش نما اور باعث فلاح و راحت خیال کیے جاتے ہیں جن کے ترک نے نہایت مشتاق عارفان کو خدا تعالیٰ کے فرستادوں سے رشتہ ... ہو جاتے ہیں۔ شیطان رجیم کی ذریت نفس ان کے توہمات بالطبع ہیں جو اس کے قائم مقام ہو کر کام دیتے ہیں۔ اس لیے ان آیات میں پھر شیطان کا حال بیان فرمانا پڑا کہ اس کا علاقہ بنی آدم کے ساتھ اس قدر کی وجہ سے ہے جو انسان کے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو

ف۱ یعنی اس امر کے بدلے میں شیطان کو دوست بنایا ۱۲ منہ　ف۲ یعنی جب وہ نہ آسمانوں اور زمین کے بنانے کے وقت موجود تھے نہ اپنی پیدائش کے وقت موجود تھے اور نہ اس میں شریک تھے تو اب ان کا عزل میں کیا حصہ ہے پھر کیوں ان کو شریک بنایا جاتا ہے ۱۲ منہ　ف۳ یعنی سب ایک ہلاکت میں شریک ہوں گے وہ کیا ہے؟ حبشیس جہنم۔ موبق ہلاکت موبق ظرف ہے یا مصدر یا یہ معنی کہ ان کی باہمی محبت دنیا موبق یعنی ہلاکت کا باعث ہوگی تب بینہم یعنی وصل ہے سے معنا تواصلہم فی الدنیا ہلاکًا یوم القیامۃ (بیضاوی) ۱۲ منہ

ف موبقا قیل ... من جہنم ... فصل ... اسم ... وقال ابن الاعرابی کل ما جز بین الشیئین فہو موبق نقل ... تفسیر ... وبین ... الی ... وقال الفراء ... وقال مجاہد ... والمعنی ... تواصلہم فی الدنیا ... فی الآخرۃ ... ۱۲ منہ

سجدہ نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے وہ دشمنی اور عداوت کا علاقہ ہے جس کو حضرت آدم کی اولاد نالائق اپنا دوست سمجھ کر دل سے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ لہٰذا واذ قلنا للملائکۃ سے وہی بیان شروع ہوتا ہے کہ ہمارے حکم سے فرشتوں نے تو باوجود نورانی ہونے کے حضرت آدم کو سجدہ کیا ان کی تعظیم بجالائے مگر ابلیس نے انکار کیا کیوں کہ وہ قوم جن سے تھا جس کی اصالت میں سرکشی اور تکبر ہے جیسا کہ بنی آدم میں سے اس کے پیرو ونکا شیوہ مال وجاہ حسب ونسب کا غرور ہے اس لیے اس نے افرانی کی پھر اے بنی آدم تمہیں شرم نہیں آتی جو ہمارے خلاف ہیں جو تمہارے قدیم محسن وخالق ہیں تم شیطان اور اس کی ذریت کو رفیق بناتے ہو۔ ان ظالموں نے کیا برا بدل حاصل کیا ہے خدا تعالیٰ کے بدلہ میں شیطان کو مالک وکارساز بنایا ہے۔ اطاعت کے بدلہ میں خلاف اختیار کیا ہے پھر جو تم شیطان اور اس کی ذریت کو مانتے اور ان کے بہکانے سے بتوں کو پوجتے ہو اور تم خدا تعالیٰ پر نئے نئے حکم صادر کرتے ہو کہ مجلس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں غربا نہ آویں وغیر ذلک، یہ تو کہو ان کو میری خدائی میں کیا استحقاق ہے۔ نہ میں نے آسمانوں اور زمین پیدا کرتے وقت ان کو حاضر کر کے شامل کیا تھا نہ خود ان لوگوں کے پیدا کرنے میں۔ اور میں ان سے کیوں مدد لینے لگا تھا۔ اب ان کو خدائی میں کیا حق ہے اور تم پر ان کا کون سا استحقاق ہے جو ان کو پوجتے ہو اپنے مثل کو پوجنا کتنی فرومائگی ہے۔ ما اشہدتہم الی عضدا تک یہی مراد ہے

ویوم یقول الخ سے حشر کے دن ان بتوں اور شیاطین کا کام نہ آنا بیان فرماتا ہے کہ جس امید پہ سیکڑوں جاہل انہیں مانتے ہیں ان سے کہا جاوے گا تو اب انہیں پکارو دیکھیں تمہارے کیا کام آتے ہیں۔ مشرکین حسب عادت انہیں پکاریں گے مگر کام آنا تو درکنار جواب بھی نہ دیں گے ان پر ہیبت الٰہی طاری ہوگی پھر عابد معبود سب جہنم کی طرف ہانکے جاویں گے۔ جہنم جو آگ کا ایک عمیق گڑھا ہے اس کے کنارے پر آکے دیکھیں گے کہ آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور چاہیں گے کہ کسی طرح اس سے ٹل جائیں مگر کہاں ٹل سکتے ہیں تب یقین ہو جائے گا کہ ہم اس میں گرنے والے ہیں۔ اس وقت کی کیفیت بھی بڑی جاں گداز ہوگی آخر اس میں گرائے جائیں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وجعلنا بینہم موبقا کے یہ معنی ہیں کہ ان کے معبودوں اور ان میں ایک حجاب حاجز ہو جائے گا پھر وہ دکھائی بھی نہ دیں گے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

اور البتہ ہم نے قرآن میں لوگوں کے سمجھانے کو ہر طرح

لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ

کی مثالیں بیان کر دیں مگر

الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَىْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَ

انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے اور

مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ

جب کہ لوگوں کے پاس ہدایت آچکی تو پھر ان کو

الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ

ایمان لانے اور اپنے رب سے معافی مانگنے سے اس کے سوا اور

اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ

کس چیز نے روکا کہ ان کو بھی اگلوں جیسا ماجرا پیش آئے یا

يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا

عذاب ان کے سامنے آموجود ہو اور ہم

نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ

رسولوں کو تو صرف خوش خبری دینے اور ڈرسنانے کے

وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

لیے بھیجا کرتے ہیں اور بدبختی بہت ہے کہ منکر نہیں اور کافر بیہودہ شبہات سے

بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ

جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو ڈگمگا دیں

وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس چیز سے ان کو ڈرایا گیا اس کو ہنسی بنا رکھا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس کو اس کے رب کی آیتوں سے سمجھایا جائے

فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ

پھر وہ ان سے منہ پھیر لے اور اپنے کیے کو بھول

يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً

جاوے ہم نے بھی ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں

اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَ

قرآن کے سمجھنے سے اور ان کے کانوں میں ثقل ہے اور

اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ

اور اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بھی بلائیں تو بھی وہ ہرگز

يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ

کبھی راہ پر نہ آویں گے اور آپ کا رب

الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ

بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے اگر ان کو پکڑے

بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ

ان کے کیے پر تو فوراً ہی عذاب بھیج دے

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ

بلکہ ان کے لیے ایک وعدہ مقرر ہے جس سے ورے کہیں پناہ

دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى

نہ پاویں گے اور یہ بھی وہ بستیاں

اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

کہ جن کو ہم نے ہلاک کیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا اور ٹھہرایا

لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾

ان کی ہلاکت کا بھی ہم نے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا

تفسیر

یہاں تک انسان کی بہتری کا بیشتر تہیہ نہایت پُر اثر اور عمدہ پیرایہ سے بیان فرمایا گیا اور مسئلہ معاد کی پوری تشریح کر دی گئی اور دنیا کے اسباب اور اس کی فنا کا بھی پورا نقشہ کھینچ دیا گیا مثالیں بھی پیش کی گئیں مگر کج رو کج طبع اس پر بھی نہیں مانتے۔ اس مضمون کو ولقد صرفنا کو شروع کیا تھا اور یہ بھی فرمایا کہ وکان الانسان اکثر شیء جدلا کہ انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے اس کی طبیعت میں حجت و تکرار ہے جس کی وجہ سے اتنی تفصیل سے سمجھانے پر بھی ایمان نہیں لاتے۔

وما منع الناس ان یؤمنوا۔ اب ان کو ایمان لانے سے اس بات نے روک رکھا ہے کہ یا تو جو اگلی قوموں کے ساتھ ہوا تھا جو ان کے ساتھ بھی وہی ہو۔ دنیا میں کوئی سخت ہلاکت پیش آ جائے یا عذاب آخرت ان کے سامنے آ موجود ہو تب یہ ایمان لاویں۔ یعنی اب بھی جو ایمان نہیں لاتے تو پھر اس کے بعد کیا ہوگا کہ قدیم دستور کے موافق ان پر عذاب آنے کا یا مرنے کے بعد جہنم میں جا کر ہدایت آ جائے گی۔ رسول نے پیغام پہنچا دیا اور انبیا کا یہی کام ہے ان کے دلوں سے کفر نکال کر پھینک دینا یا ان کو ایمان لانا تو ایک جبر تھا اس پر مزید یہ ہے ویجادل الذین کفروا بالباطل کہ وہ منکرین غلط اور لغو دلیلیں پیش کر کے جھگڑا مچاتے ہیں لیدحضوا بہ الحق۔ تاکہ اس سے حق کو پست کریں اسلام پر غالب آ جائیں مگر ایسا نہ ہوا اور اس پر بھی طرہ یہ ہے کہ واتخذوا آیاتی وما انذروا ہزوا۔ کہ میری نشانیوں کو جو ان میں بھی موجود ہیں تغیر حالات و شکل شخص و پیری مرگ احباب و اعزہ۔ بیماری

ف۔ [illegible]

تندرستی لاغرا۔ وتنگ دستی وغیرہ اور دنیا میں بھی بہت تغیر عالم تغیر
لیل ونہار، حوادث دہر۔ یا قرآن کی آیات کو اور جن جن چیزوں کا
ان کو ڈر سنایا گیا تھا دنیاوی ہلاکت وادبار مرنے کے بعد جہنم
سب کو ہنسی دل لگی بنا لیا ہے ان باتوں پر مسخر کرتے ہیں ٹھٹھوں
میں اڑاتے ہیں۔ اب و من اظلم کہ ان سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا
ان کی اس بدبختی کا اصلی سبب یہ ہے انا جعلنا علی قلوبھم اکنۃ
ان کے دلوں پر حق سمجھنے سے حجاب اور پردے پڑے ہوئے
ہیں اور دوسروں کا حال دیکھ کر بھی عبرت نہیں پکڑتے کس لیے
کہ کانوں میں بھی ثقل پیدا کر دیا ہے ایسی باتیں سنتے ہی نہیں۔
انسان جب حق کو نہیں مانتا اور عبرت و نصیحت نہیں پکڑتا نہیں
قبول کرتا تو اس کی اس حالت کو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے
کہ خدا نے ان کے دلوں پر پردے، کانوں میں ڈاٹیاں ڈال دی
ہیں یعنی قضا و قدر سے ان میں ہدایت پذیر ہونے کی جو قابلیت
ودیعت تھی وہ انہوں نے زائل کر دی اس لیے ان تدعھم الی
الھدٰی اے پیغمبر آپ ان کو کتنا ہی کیوں نہ ہدایت کی طرف
بلائیں یہ کبھی بھی ہدایت قبول نہ کریں گے ان کی سزا تو یہی ہے
کہ یہ بے کار نکما نفس باغ ہستی سے اکھڑ کر پھینک دیا جائے
مگر وربک الغفور ذو الرحمۃ آپ کا خدا بخشنے والا رحیم
ہے اگر وہ لوگوں کے گناہوں پر گرفت کرنے پر آتے تو
تو فوراً مزہ چکھا دے مگر ہر کام کے لیے اس نے وقت مقرر
کر رکھا ہے ان کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہے جس سے
پہلے یہ کوئی اس کا بندوبست نہ کر سکیں گے اور اس پر بھی اگر
باور نہ ہو تو ابھی ظاہری بینائی تو موجود ہے عاد و ثمود و لوط
کی الٹی اور برباد شدہ بستیوں کو دیکھ لیں وہ بھی ان کے
جرموں پر دفعۃً ہلاک نہیں ہوئے بلکہ ان کے لیے ایک
وقت مقرر تھا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ
اور جب کہ موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا کہ جب تک میں دونوں

حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ
دریاؤں کے ملنے کی جگہ تک نہ پہنچ لوں یا سالہا سال نہ چلا جاؤں اپنے
حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا
ارادہ کو کبھی نہ ٹلوں گا۔ پھر جب کہ وہ دونوں دریاؤں کے ملنے کے موقع پر پہنچے تو اپنی
حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ
ہوئی مچھلی (بھی) بھول گئے پھر مچھلی نے دریا میں سرنگ کی طرح
سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ
اپنا رستہ بنا لیا پھر جب دونوں آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا
آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا
کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو اپنے اس سفر (منزل) میں
هَٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا
بڑی تکان پہنچی اس نے کہا بھلا دیکھو جب کہ ہم
إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ
اس پتھر کے پاس ٹھیرے تھے تو مچھلی کو میں وہیں بھول آیا
وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ
اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا آپ سے ذکر کرتا
وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿۶۳﴾
اور (عجیب) کہ اس نے دریا میں اپنا رستہ عجیب طرح سے بنا لیا تھا
قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا
(موسیٰ نے) کہا یہی تو وہ جگہ ہے کہ جس کی ہم کو تلاش تھی پھر وہ دونوں اپنے
عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا
قدموں کے نشانوں پر تلاش کرتے ہوئے واپس پھرے تو (موقع پر) پہنچ کر ان کو
عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً
ہمارے بندوں میں کا ایک ایسا بندہ ملا کہ جس کو ہم نے اپنی خاص
مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾
رحمت دی تھی اور اس کو اپنے یہاں کا خاص علم سکھایا تھا۔

ف جوان سے مراد وہ خادم ہے جو خاندانی تھا یعنی یوشع بن نون تھے ۔۔۔

ف علم لدنی ۔۔۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى

ان سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ ہو رہوں اس شرط پر کہ

اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

جو کچھ ہدایت آپ کو سکھائی گئی ہے اس میں سے مجھ کو بھی سکھا دیں

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾

انہوں نے کہا تم تو ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکو گے

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ

اور جو بات تمہاری سمجھ سے باہر ہے تم اس پر

تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾

کیونکر صبر کر سکتے ہو؟

ترکیب

اذ قال ظرف ہے اذکر محذوف کا۔ لا ابرح اس کی خبر اسیر محذوف ہے لا ابرح حال و ہو السفر اور ممکن ہے کہ اصل کلام یوں ہو لا یبرح مسیری حتی ابلغ تب حتی ابلغ خبر ہو گا پس مسیر مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ قائم کر دیا۔ لا ابرح تامہ بھی ہو سکتا ہے پھر خبر کی ضرورت نہیں۔ مجمع بینہما ظرف کی طرف مجمع کو علی الاتساع مضاف کر دیا گیا۔ ان اذکرہ بدل ہے ضمیر منصوب سے جو انسانیہ میں ہے اے ما انسانی ذکرہ الا الشیطان عجبا مفعول ثانی یعنی تعجب ہے۔ مصدر ہے رشدا اس لیے کہ تم معلم میں ہو ہے۔

تفسیر

یہاں سے پھر مسئلہ نبوت میں کلام شروع ہوتا ہے۔ یہ دوسرا واقعہ ہے۔ اول اصحاب کہف کا قصہ اس میں یہ وجہ تعریض ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بعض انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیتے تھے اور بعض لوگ کہا کرتے بڑے مرتبے خیال کرتے تھے اس پر اشارہ ہے کہ دنیا میں ان سے بھی بڑھ کر باکمال تھے۔ اب یہ کیا ضرور ہے کہ جو کچھ ان کی کتاب میں نہ ہو وہ غلط ہے علم ازلی کا خاتمہ نہیں ہو گیا اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

اس قصہ کا مجمل بیان صحیح بخاری کی اس روایت کے بموجب جو ابی بن کعب سے مروی ہے یوں ہے کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں وعظ فرما رہے تھے کہ کسی نے پوچھا سب سے زیادہ عالم کون ہے۔ آپ نے فرمایا میں۔ یہ بات خدا کو ناگوار معلوم ہوئی کیوں کہ سب سے زیادہ عالم ہونا اللہ کے لیے کیوں نہ کہا۔ تب خدا تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ مجمع البحرین کے موقع پر تم کو ہمارا ایک بندہ ملے گا جو تم سے بھی زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ نے عرض کیا کہ ان تک پہنچنے کی کیا صورت ہے؟

قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا

موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر ہی پائیں گے

وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ

اور کسی بات میں بھی آپ کے خلاف نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا اچھا اگر

اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى

میرے ساتھ ہی رہنا ہے تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک

اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا

کہ میں ہی تم سے اس کا ذکر نہ کروں۔ پھر دونوں چلے

حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ

یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے اس میں سوراخ کر دیا

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ

موسیٰ نے کہا کیا کشتی کو اس لیے توڑ دیا کہ اس والوں کو ڈبو دو البتہ

جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

تم نے ایک عجیب کام کیا ہے۔ اس نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا

إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾

کہ تو ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھیر سکے گا

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ

موسیٰ نے کہا آپ بھول چوک پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے

وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿٧٣﴾

اور مجھ سے زیادہ سخت گیری نہ کیجئے

فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ

پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا تو اس کو اس نے مار ڈالا

قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ

موسیٰ نے کہا آپ نے کیوں ایک بے گناہ کو ناحق مار ڈالا

لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾

البتہ آپ نے بری بات کی

فرمایا اپنے تھیلے میں ایک تلی ہوئی مچھلی رکھ لو پھر جہاں وہ مچھلی گم ہو جاوے وہ شخص وہیں ملیں گے۔ پس موسیٰ مچھلی تھیلے میں ڈال کر یوشع بن نون کو ہمراہ لے کر چلے۔ چلتے چلتے ایک موقع پر سمندر کے کنارے پہنچے تو ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے مچھلی اس تھیلے میں سے تڑپ کر دریا میں جا گری اور جہاں تک وہ جاتی تھی پانی میں ایک سوراخ سا ہو جاتا تھا حکم الٰہی سے پانی ادھر ادھر سے ملتے نہیں پاتا تھا۔ پھر بیدار ہوئے تو یوشع کو یاد دلانا یاد نہ رہا کہ اس مقام پر مچھلی گم ہو گئی ہے۔ اس رات دن تک چلا کیے یہاں تک کہ جب اگلے روز صبح کا وقت آیا تو موسیٰ نے اپنے جوان یعنی مرید یوشع سے کھانا مانگا اس سے پہلی منزلوں میں موسیٰ نہ تھکے تھے لیکن اس منزل میں تھک گئے جو مقام مطلوب کو چھوڑ کر چلے تھے۔ مچھلی کو دیکھا تو ندارد۔ یوشع نے عذر کیا کہ کم بخت شیطان نے مجھے یاد دلانا بھلا دیا۔ یہ اس پتھر کے پاس گم ہوئی تھی۔ تب دونوں الٹے پھرے اور اس پتھر کے پاس آئے تو موسیٰ کو وہ شخص ملا جس کو علم لدنی دیا گیا تھا موسیٰ نے السلام علیکم کہا۔ انہوں نے جواب دے کر پوچھا کون ہو؟ کہا موسیٰ بنی اسرائیل، اس لیے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ علم لدنی سیکھوں۔ خضر نے فرمایا اے موسیٰ تجھ کو خدا نے جو علم دیا ہے اس کو میں نہیں جانتا اور جو علم مجھے عطا ہوا ہے اس کو تو نہیں جانتا۔ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔ موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ میں برداشت کروں گا اور کسی بات میں آپ کے خلاف نہ کروں گا۔ پھر تمام قصہ مروی ہے کہ دریا میں ان کو ایک کشتی ملی اس پر سوار ہوئے تو خضر نے ایک تختہ نکال دیا۔ موسیٰ نے کہا اول تو بغیر کرایہ سوار کیا اس پر آپ نے یہ سلوک کیا؟ خضر نے کہا اور نصیحت۔ موسیٰ نے عذر کیا کہ بھول کر سوال کیا آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ پھر کشتی سے نکل کر چلے تو ایک جوان لڑکا ملا جو لڑکوں میں کھیل رہا تھا۔ خضر نے اس کو مار ڈالا موسیٰ نے کہا اس بے گناہ کو تم نے ناحق قتل کیا یہ بری بات کی۔ خضر نے اب کی بار نہایت برہم ہو کر کہا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ اس لیے الم اقل کے بعد تاکید کے لیے لک لام و کاف زیادہ کیا۔ پھر موسیٰ نے عذر کیا اور شرط کر لی کہ اگر اب کے ہو تو بھول تو اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ آگے چلے تو ایک گاؤں میں پہنچے۔ چونکہ انہوں نے دستور کے موافق گاؤں والوں سے کھانا مانگا ضیافت چاہی مگر انہوں نے صاف جواب دے دیا۔ اسی گاؤں میں ایک دیوار تھی جو گرا ہی چاہتی تھی خضر علیہ السلام نے اس کو سیدھا کر دیا۔ اب تو حضرت موسیٰ کو تاب نہ رہی اور خود جان کر سوال کیا کیونکہ ان کے پاس رہنا مقصود ہی نہ تھا کہا کہ آپ کو ان سے اس دیوار کے سیدھا کرنے کی اجرت لے لینی چاہیے تھی انہوں نے ہمارا حق مہمانی بھی ادا نہیں کیا۔ خضر نے کہا لو اب مجھ میں اور تم میں جدائی ہے مگر میں تم کو ان تینوں باتوں کا بھید بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا۔ کشتی کی سنیے وہ بے چارے غریبوں کی کشتی تھی جو اس کے ذریعہ سے محنت مزدوری کر کے

بہت اداے حقوق کرتے تھے اور آگے ایک بادشاہ بیگار میں زبردستی کشتیاں پکڑ رہا تھا میں نے اس کو توڑ ڈالا کہ عیب دار دیکھ کر بادشاہ اس کو نہ پکڑے۔ چنانچہ اس نے نہ پکڑا اور توڑنے کو کشتی کو انہوں نے درست کر لیا۔ اب بتلائیے یہ کام اچھا تھا یا برا؟ اور وہ جو لڑکا مارا تھا وہ نہایت شریر اور سرکش تھا اس کے ماں باپ نیک تھے خوف تھا کہ اس کی محبت میں آ کر کہیں وہ بھی کفر و سرکشی میں مبتلا نہ ہو جاویں اس لئے خدا کو منظور ہوا کہ یہ مر جاوے اور اس کے بدلے ان کو اور اولاد دے جو خیرا منہ زکوٰۃ یعنی دینداری و صلاح میں اس سے بہتر ہو اور اقرب رحما جو صلہ رحمی اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی اس سے بہتر ہو۔ چنانچہ اس کے بعد ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو نہایت نیک تھی جس کے پیٹ سے ایک نبی پیدا ہوا۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ وہ جوان تھا لیکن کم عمر ہونے کی وجہ سے اس کو لڑکا کہا اور بچوں کی خوب صورت تھا اس لیے اس کو پسر کہا۔ کلبی کہتے ہیں کہ وہ جوان تھا راہزنی کر کے مال اپنے ماں باپ کے ہاں لاتا تھا ضحاک کہتے ہیں لڑکا تھا مگر فساد کیا کرتا تھا جس سے اس کے والدین کو ایذا ہوتی تھی (معالم التنزیل) کہو اس میں اور بھی کے موجب کیا برائی ہے؟

اب رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا اور ان کا باپ نیک مرد تھا جس کی برکت سے خدا کو اس کے اولاد کے ساتھ احسان کرنا منظور تھا کہ جوان ہو کر وہ اپنا خزانہ نکالیں اگر اس دیوار کو درست نہ کیا جاتا اور یہ گر پڑتی تو اور لوگ خزانہ لے لیتے اس لیے اس کو درست کر دیا کہ ان کی جوانی تک نہ گرے۔ کہیے اس میں کیا اجرت لینی مناسب تھی؟

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام خضر سے جدا ہو کر پھر بنی اسرائیل میں آ گئے لیکن معلوم ہو گیا کہ دنیا میں خدا کے بعض بندے مجھ سے بھی زیادہ عالم ہیں۔

ابحاث

(اول) یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کب گزرا ہے؟ مخالف کے اہل کتاب کہتے ہیں کہ توریت میں اس کا کہیں ذکر نہیں اس لیے وہ اس کے منکر ہیں۔ علما اسلام میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں تھے اس لیے مجمع البحرین یعنی دو سمندروں کے ملنے کے موقع میں اختلاف کیا ہے۔ قتادہ بحر فارس و بحر روم مشرقی جانب کا کہتے ہیں۔ محمد بن کعب طنجہ بتلاتے ہیں۔ ابی بن کعب افریقیہ کہتے ہیں [illegible] تحقیق یہی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر قلزم کو عبور کر کے ملک عرب کے شمالی و مشرقی کناروں میں آ رہے تھے اور بحرین کو مراد بحر قلزم کی وہ دو شاخیں ہیں جو شمال جانب میں دور تک جا کر دو شاخ ہو گئی ہیں جہاں سے وہ دو شاخ جدا ہوتی ہیں گویا وہاں دو شاخوں کا مجمع یعنی جمع ہونے کی جگہ ہے انہیں دو شاخوں کے بیچ میں کوہ سینا اور حوریب اور وہ مقامات ہیں کہ جہاں بنی اسرائیل برسوں رہے تھے۔ چنانچہ جغرافیہ قرآن صفحہ ۲۵۹ کے حاشیہ میں ہے ’’ واقعہ مجمع البحرین کہ در قرآن مجید است کہ قال اللہ عز و جل حتیٰ ابلغ مجمع البحرین تو فتنہ نے خلیج عقبہ و خلیج سویس است و اکثر مفسرین بدانستن واقعہ مجمع البحرین را نسبت بحر عمان و ہند کردہ اند از وضع حضرت موسیٰ با بنی اسرائیل عبور قلزم و وعدہ تم قدیم عقبہ ایلہ است و دیگر مے ایلہ را نہ دانستہ اند و با بحر و ہند نمودہ اند۔ ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا۔ انتہیٰ‘‘۔ توریت موجودہ میں اس قصہ کا وارد نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ قصہ واقع نہیں ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہت سی کتابیں تھیں کہ جن کو سب اہل کتاب کہتے ہیں مفقود ہو گئیں ان میں بھی اگر اس کو پاتے

تو پھر کچھ مجال گفتگو تھی۔

دوم۔ اکثر اہل اسلام اس کے قائل ہیں کہ موسیٰ سے مراد ان آیات میں حضرت موسیٰ بن عمران ہارون (علیہما السلام) کے بھائی ہیں۔ مگر کعب احبار کی بیوی کا بیٹا نوف بکلی یہ کہتا تھا کہ یہ اور موسیٰ ہیں جو میشی بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام کے بیٹے تھے لیکن خود حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تکذیب کر دی کہ وہ غلط کہتا ہے۔

تحقیقِ خضر

وہ شخص کہ جس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام علم لدنی کی تعلیم پانے گئے تھے کون تھے ؟ علماء اسلام کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر تھے کہ جن کو بعض نے ولی اور بعض نے نبی کہا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں جس جگہ وہ نماز پڑھتے تھے وہ جگہ سبز اور ہری بھری ہو جاتی تھی اس لیے ان کو خضر کہتے ہیں جس کے معنی سبز کے ہیں۔ یہ بات کسی صحیح حدیث سے دریافت نہیں ہوتی کہ خضر کس ملک میں پیدا ہوئے اور کس قوم کے تھے اور کس زمانے میں پیدا ہوئے تھے ؟۔ توریت سفر پیدائش کے چودھویں باب کے اخیر میں "ملک صدق" کا ذکر آیا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی اور وہ خدا کا کاہن تھا۔ پھر اسی ملک صدق کی نسبت عیسائیوں کی انجیل میں یعنی نامہ عبرانیوں کے ساتویں باب میں یہ لکھا ہے "کیوں کہ یہ ملک صدق سالیم کا بادشاہ تھا خدا کا کاہن تھا جس نے ابراہام کا جب کہ وہ بادشاہوں کو مار کے پھر آتا تھا استقبال کیا اور اس کے لیے برکت چاہی جس کو ابراہام نے سب چیزوں کی دہ یکی دی۔ وہ پہلے اپنے نام کے معنوں کے موافق راستی کا بادشاہ اور پھر شاہ سالیم یعنی سلامتی کا بادشاہ۔ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے (عیسیٰ) سے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے"۔

اگرچہ ملک صدق کی بابت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تھا اور جس کی نسبت ہمیشہ زندہ رہنا لکھا ہے، اہل کتاب کے مختلف قول ہیں لیکن صحیح تر یہی ہے کہ ملک صدق وہی شخص ہے کہ جس کو اہل اسلام خضر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب ان کی عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جد امجد اور اب الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی تھی۔ شاید پولوس کا یہ کہنا کہ ان کی نہ ماں تھی نہ باپ نہ اس کی عمر کی ابتدا ہے مبالغہ پر محمول ہو جو اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تشبیہ کے لیے یہ بات کہی ہو۔ واللہ اعلم عنہ اللہ۔

خضر علیہ السلام

اوّل ان کے بارے میں علماء اسلام کے دو قول ہیں۔ ایک جماعت صرف اس حدیث سے استدلال کر کے جس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار عشا کی نماز پڑھ کر یہ فرمایا تھا کہ آج کی رات جو زمین پر زندہ ہے سو برس کے اخیر تک مر چکے گا (یہ کہتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت خضر بھی بموجب حدیث مذکور مر گئے۔ مگر اکثر علماء فرماتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ جس طرح کہ حضرت الیاس۔ اور سال بھر میں دونوں ایک بار ملاقات بھی کرتے ہیں۔ حدیث مذکور میں جو سو برس کے بعد مر جانا آیا ہے وہ اکثر لوگوں کی عمر طبعی کا لحاظ کر کے فرمایا ہے عموم مراد نہیں کہ جن کی زندگی محض اس کی قدرت کاملہ کے طور پر ہو

لہ یعنی دسواں حصہ ۱۲ منہ　لہ جیشوا الامام بمحاورۃ اہل کتاب ۱۲ منہ

لہ ہر چیزوں سے دسواں حصہ ۱۲ منہ

وہ بھی اس میں شامل ہو جاتا تھا۔

دوم: خضر کی زندگی کی بابت یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ وہ سکندر ذوالقرنین کے ساتھ ظلمات میں گئے اور ذوالقرنین آب حیات کے چشمہ کا رستہ بھول گئے اور خضر نے وہاں پہنچ کر وہ پانی پی لیا جس سے ان کی زندگانی ہمیشہ تک ہو گی۔ اور نیز یہ کہ خضر دریاؤں پر رہتے ہیں اور ان کے علاوہ بہت سی بے سند باتیں بیان کر کے عوام کشتیوں میں ۱۳ ویں تاریخ کو بھی خضر کے نام کا چراغ جلاتے اور دلیہ پکا کر فاتحہ دلاتے ہیں اور ان کے نام کی دہائی دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ، نہ قرآن سے اس کا ثبوت ہے نہ پیغمبر علیہ السلام کے کسی قول سے اور ان کی پرستش کرنا اور دہائی دینا تو صریحاً ممنوع ہے۔

سوم: باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے اولوالعزم رسول تھے ان کو توریت دی گئی تھی خدا تعالیٰ سے کلام کرتے تھے پھر وہ کون سا علم ہے جو انہیں حاصل نہ تھا جس کی خضر علیہ السلام کے پاس تحصیل کرنے گئے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسانوں میں سے بعض نفوس ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے قوائے بہیمیہ بوجہ انوار و لطائف روحانی کی وجہ سے ضعیف ہو جاتے ہیں اور ان کی قوت ملکیہ اس درجہ تک غالب ہوتی ہے کہ اگر ان کو طبقہ ملائکہ میں شمار کیا جاوے تو کچھ بعید نہ ہو اور ان کی روح علوم و معارف غیبیہ کے لیے ایک آئینہ بن جاتی ہے تب ان پر جابجا سے خیر و علم غیب کے اسرار منکشف ہوتے اور اسی کو علم لدنی کہتے ہیں۔ اگرچہ سب انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں مگر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔ ہر ایک کے مراتب متفاوت ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم خلق کی طرف زیادہ توجہ تھی اس لیے اس قسم کے علوم ناقص ہوتے تھے ملائکہ کے سلسلہ میں داخل ہو جانا اس کے حق میں ان کے مقاصد کے منافی تھا۔ برخلاف حضرت خضر علیہ السلام کے کہ وہ ملکیت غالب آ جانے کی وجہ سے رجال الغیب ہو کر ملائکہ میں مل گئے تھے اس لیے نظروں سے غائب ہو جانا اور ہزاروں کوس دم بھر میں چلا جانا سمندروں پر سے پار اتر جانا ان کے نزدیک کچھ مشکل نہ تھا۔ خدا تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دکھانا تھا کہ ہمارے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ملائکہ کی طرح جو کچھ سمجھتے ہیں اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں گو بظاہر ان کے افعال کسی بشر کی وجہ سے کسی کی سمجھ میں نہ آویں۔ اسی لیے حضرت موسیٰ نے خضر سے کہا تھا کہ تم کو اور علوم ملے اور علوم دیے گئے ہیں تم میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ آخر موسیٰ نے بھی دیکھا کہ ان علوم سے مجھے کچھ فائدہ نہیں وہاں سے چلے گئے۔

چہارم: امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی خضر صفت آدمی ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں جن کو ابدال و اوتاد و اقطاب کہتے ہیں۔ مگر جاہل صوفیوں کو اس قصہ سے یہ سمجھ لینا کہ باوا شریعت اور ہے طریقت اور ہے، نماز روزہ حرام و حلال کے ہم پابند نہیں، ہم علم غیب کے حق ہیں جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں پھر اس اعتقاد سے ہر کس و ناکس سے حاجات طلب کرنا اور ان لوگوں کا شراب پینا بھنگ نوشی کرنا اور معترض کو یہ کہنا کہ باوا موسیٰ سے بھی خضر بڑھے ہوئے تھے اعتراض کیے تھے یہ علم لدنی کی باتیں ہیں جو مرشدوں ہی سے حاصل ہوتی ہیں بھنگ گھوٹنے والوں کو حاصل ہوتی ہیں وغیرہ ذلک من الخرافات محض وسوسہ شیطانی اور وہم ترو ہے۔ معاذ اللہ اقطاب ابدال اپنی شریعت کے کب مرتکب ہوتے ہیں۔ خضر علیہ السلام کی جن باتوں کو غور کرو ان میں سے کون قبیح ہے نہ تھی دیوار بنانا تو خوبی ہے، رہا کشتی کو توڑنا سو اس سے غرض یہ تھی کہ وہ غرق نہ ہوئے اور ان کی کشتی بچ گئی یہ تو ایسی بات ہے کہ جس طرح سر کے بال مونڈ دینے سے کسی کا سر مرض دفع کرنا بچ جائے، رہا اس بچہ کا قتل کرنا سو وہ بھی کچھ بات نہ تھی۔ مفسر صاحب کرم و جود قرابتی تھا۔ یوں تو حضرت موسیٰ

بھی سیکڑوں قتل کے ہر کوئی الزام لگا سکتا ہے۔

ہنود کے معارضہ کا جواب

ف ہندوؤں کی کتابوں سے جب کہ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ کرشن نے گوپیوں سے ایسا کیا۔ مہادیو جی نے اور فلاں فلاں بزرگوں نے ذرا سی بات پر اتنے لوگوں کو بے رحمی سے قتل کر ڈالا تو ہنود کے رئیس المناظرین لالہ اندرمن نے حضرت موسیٰ کا قبطی کو مکا مارنا اور خضر علیہ السلام کا کشتی کا تختہ اکھیڑنا۔ لڑکے کو قتل کرنا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر گندم کے درخت کو کھانا گنوا دیا۔ اور سیکڑوں وہ بے اصل قصے جو ہمارے خوش اعتقاد راویوں نے اہل کتاب سے لیے تھے بیان کر دیے کہ لو دیکھو تمہارے مسلم بزرگوں نے کیا ظلم کیا ہے؟ اس جواب سے ناواقف ہنود تو شاید خوش ہو گئے ہوں گے مگر منصف مزاجوں کے نزدیک یہ جواب سننے کے بھی قابل نہیں کیوں کہ کہاں حضرت خضرؑ و موسیٰؑ و آدمؑ کا یہ فعل اور کہاں ان کے بزرگوں کے وہ حیرت انگیز ماجرے جو ان کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں جس کی تشریح سوط اللہ الجبار وغیرہ کتابوں میں علماء اسلام نے خوب کی ہے۔

ف

قرآن مجید میں جو خضر علیہ السلام کے جو تین فعل بیان ہوئے ہر ایک امت کے لیے عجیب رموز ہیں۔ اول کشتی کا تختہ توڑ کر بادشاہ ظالم کے ہاتھ سے بچانا اس بات کی تعلیم ہے کہ تھوڑے سے نقصان پر ناصبر نہ ہونا چاہیے اس میں جانے کیا فوائد رکھے ہوتے ہیں اور نیز یہ کہ کسی غریب کو مفت کشتی میں سوار کرنا یا اس کے ساتھ اور کوئی سلوک کرنا آسمانی ہلاکتوں سے بچنے کا سبب ہو جاتا ہے (۲) نیک آدمی پر صدمہ آنا کسی مصلحت الٰہیہ کی دلیل ہے جیسا کہ اس بدبخت لڑکے کا مرنا جو دنیا و آخرت میں ان کے ننگ کا باعث تھا جس کے بدلہ میں نیک اولاد ملی۔ (۳) نیک آدمی کے بعد پشتوں تک خدا تعالیٰ اس کی اولاد کو نیک صلہ دیا کرتا ہے جیسا کہ دیوار کے قصہ سے ظاہر ہے۔

۱؎ پورانوں میں ہے ۱۲ منہ

تفسیر حقانی

پارہ ۱۶

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ
انہوں نے کہا کیا تم سے میں نہیں کہہ چکا ہوں کہ تم ہرگز میرے ساتھ
مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ
نہ ٹھیر سکو گے　اوسی نے کہا اگر اس کے بعد میں آپ سے
شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ
کوئی بات پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا آپ کو
بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا
میری طرف سے عذر پہنچ چکا پھر وہ آگے چلے
حَتّٰىٓ اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِۨ اسْتَطْعَمَآ
یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان سے کھانا
اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا
مانگا پھر انہوں نے ان کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کیا پھر ان کو وہاں
فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ
ایک ایسی دیوار ملی کہ جو گرا ہی چاہتی تھی تب اسی نے اس کو سیدھا کردیا
قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾
اوسی نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اجرت لے لیتے

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ
اس نے کہا اب یہ میرے اور تمہارے بیچ کی جدائی ہے
سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ
اب میں تم سے ان باتوں کا راز بھی بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر
عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ
تم صبر نہ کر سکے　وہ جو کشتی تھی سو وہ
لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ
محتاج لوگوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے پھرتے تھے
فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ
پھر میں نے اس میں عیب کر دینا چاہا کیونکہ ان
وَرَاۗءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ
تھا جو ان کے آگے ایک بادشاہ ہر ایک کشتی کو
سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ
زبردستی پکڑ رہا تھا اور رہا لڑکا سو اس کے

۱؎ وراء کے معنی آگے کے ہیں جیسا کہ تفسیر میں حضرت علیؓ و ابن عباسؓ بھی فرمایا کرتے تھے اور اس کے معنی پیچھے کے بھی ہیں دونوں ہو سکتے ہیں ۱۲ منہ

أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا
[illegible]
طُغْيَانًا وَكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا
[illegible]
رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَوٰةً وَأَقْرَبَ
[illegible]
رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ
[illegible]
لِغُلَٰمَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَ
[illegible]
كَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا
[illegible]
صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا
[illegible]
أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا
[illegible]
رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ
[illegible]
أَمْرِي ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ
[illegible]
عَلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ وَيَسْئَلُونَكَ عَنْ
[illegible]
ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ
[illegible]

مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي
[illegible]
الْأَرْضِ وَآتَيْنَٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
[illegible]
سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتَّىٰ إِذَا
[illegible]
بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ
[illegible]
فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا
[illegible]
قَوْمًا قُلْنَا يَٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا
[illegible]
أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ
[illegible]
حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ
[illegible]
نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ
[illegible]
عَذَابًا نُكْرًا ﴿٨٧﴾ وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ
[illegible]
صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ وَسَنَقُولُ
[illegible]
لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾
[illegible]

ف رحما بسکون الحاء [illegible]

ف اس جملہ کے دو معنی ہیں [illegible]

ترکیب

من لیستلونک سے متعلق ذکرا اتلوا کا مفعول۔ مکنا مفعول امرہ محذوف وجدہا جواب ہے اذا بلغ کا تغرب جملہ حال ہے ضمیر وجدہا سے یا مفعول وجد۔ حمئۃ ذات حمأت۔ الحمات الطین الاسود وقرأ ابن عامر وحمزۃ حامیۃ اے حارۃ اما تحیز کے لیے جزاء کو حمزہ کسائی حفص بالنصب والتنوین پڑھتے ہیں اور باقی بالرفع والاضافۃ۔ اول تقدیر پر فلہ الحسنٰی جزاءً جیسا کہ کہتے ہیں لک ہذا الثوب ہبۃ۔ دوسری صورت میں الحسنٰی کا موصوف الفعلۃ مقدر مانا جاوے گا یا المثوبۃ پس جزاء موصوف ہوگی المثوبۃ الحسنٰی کی والاضافۃ الموصوف الی الصفۃ کثیرۃ۔

تفسیر

ذوالقرنین کا حال اور اس کا سفر

یہ تیسرا قصہ ذوالقرنین کا ہے جو اہل کتاب کے کہنے سے قریش نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ انا مکنا سے تمہید کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے کہ ہم نے ذوالقرنین کو دنیا پر قابو دیا تھا اور ہر ایک قسم کا ساز و سامان اس کو ملا تھا جس سے وہ مشرق و مغرب تک فتوحات حاصل کرتا ہوا چلا گیا۔ (اگرچہ جب سے علم تاریخ مدون ہوا ہے تب سے ایسے ساز و سامان جو آب ہیں ریل دخانی جہاز پائے نہیں جاتے مگر تواریخ سے پہلے غیر معلوم زمانے میں جانے کیا کیا صنعتیں تھیں جو مٹ گئیں جن کے بعض آثار قدیم خرابات کے کھودنے سے برآمد ہوتے ہیں) فاتبع سببا کہ ذوالقرنین نے سفر کا ساز و سامان تیار کیا اور پہلے مغرب کی سمت کو روانہ ہوا یہاں تک کہ ان کو آفتاب سمندر کے گرم اور سیاہ پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا۔ گو وہ آفتاب آسمان پر ہے مگر غروب کے وقت پانی کے کنارہ پر کھڑے ہونے والے کو پانی میں اور پہاڑ کے سامنے والے کو پہاڑ میں غروب ہوتا ہوا معلوم ہوا کرتا ہے۔ اور جس نے حمئۃ پڑھا ہے اس کے نزدیک ذوالقرنین کے سامنے سیاہ دلدل ہوگی جس میں آفتاب کو غروب ہوتے دیکھا ہوگا۔ القصہ وہاں ایک بت پرست قوم ملی جس کی نسبت خدا نے ذوالقرنین کو بالہام یا بواسطہ نبی یہ حکم دیا کہ خواہ ان کو سزا دے خواہ ان سے کوئی نیک سلوک کر۔ ذوالقرنین نے لوگوں سے کہا وہ جو ان میں ظالم و سرکش ہیں میں انہیں سزا دوں گا۔ یعنی مار ڈالوں گا جو اس کے بعد وہ اپنے رب کے ہاں جا کر اور بھی سخت عذاب پاویں گے۔ یا یہ مراد کہ سزا دوں گا کوئی سزا ہو پھر مرنے کے بعد وہ وہاں اور بھی سزا پاویں گے۔ اور جو ان میں ایمان دار اور نیک ہو جاویں گے ان کو اچھا بدلہ اور انعام و اکرام دوں گا اور اپنی حکومت و ریاست کے امر میں بھی ان سے نرمی برتوں گا چنانچہ ذوالقرنین نے ایسا ہی کیا۔

پھر وہاں سے بلاد مشرقیہ کی طرف توجہ کی اور مشرق میں ایسی قوم تک پہنچے کہ جن کے پاس آفتاب کی تپش سے بچنے کے لیے کوئی خیمہ یا مکان نہ تھا زمین اور پہاڑوں کی کھوہ میں رہتے تھے۔ فرماتا ہے کذلک الخ یعنی ہم علام الغیوب ہیں۔ ذوالقرنین کا پورا حال کہ کس قدر سپاہ تھی اور اس کے ساتھ کون کون تھے جو ہم کو معلوم ہے اور کوئی کیا جان سکتا ہے اور الحق یوں ہی ہے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ

بار دیگر اس نے تیاری کی	یہاں تک کہ جب آفتاب نکلنے کی جگہ یعنی

مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ

مشرق میں (پہنچا) تو اس نے آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع کرتے ہوئے پایا کہ

لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾

جن کے لیے ہم نے آفتاب سے بچاؤ کے لیے کوئی اوٹ نہ بنائی تھی

كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

بات یوں ہی ہے اور اس کے حال کی پوری پوری خبر ہمارے ہی پاس ہے

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ

اس نے پھر تیاری کی یہاں تک کہ وہ جب پہاڑوں کے

السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ

درمیان میں پہنچا تو ان کے پار ایک ایسی قوم ملی

لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا

جو بات نہ سمجھ سکتی تھی انہوں نے عرض کیا

يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ

کہ اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج نے تو ملک میں

مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ

فساد ڈال رکھا ہے پھر اگر آپ کہیں تو

لَكَ خَرْجًا عَلٰٓي اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ

ہم آپ کو ایک محصول اس قرار پر دیں کہ آپ ہم میں اور ان میں

سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ

دیوار بنا دیں کہا جو کچھ مجھ کو میرے رب نے قدرت دے رکھی ہے

خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ

وہ بہتر ہے سو تم میری محنت سے مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان

وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ

ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا مجھ کو لوہے کے تختے لا دو اور

الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

یہاں تک کہ جب پہاڑوں کے دونوں کناروں کو برابر کر دیا

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا

تو کہا دھونکو یہاں تک کہ جب اس کو دھونکتے دھونکتے

جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ

آگ کر دیا تو کہا اب میرے پاس لاؤ کہ اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دوں

قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ

اس پر ڈال دیا پھر نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکے

وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ

اور نہ اس میں نقب لگا سکے کہا

هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ

کہ یہ میرے رب کی عنایت ہے پھر جب میرے

وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّاۗءَ ۚ وَكَانَ

رب کا وعدہ آئے گا تو اس کو ڈھا کر برابر کر دے گا اور میرے

وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

رب کا وعدہ برحق ہے ۔

ترکیب

السدین ای الجبلین المبنی بینہما سدہ وہما جبلان منیفان فی آخر الشمال فی منقطع ارض الترک من ورائہما یاجوج وماجوج وبین بمنا مفعول بہ وہو من الظروف المتصرفۃ ۔ خرجا جعلا نخرجہ من اموالنا ۔ ردما حاجزا حصینا وہو اکبر من السد من قولہم ثوب مردوم اذا کان رقاع فوق رقاع الصدفین الصدف کل شیء مرتفع من حائط ونحوہ ای جانبی الجبلین فما اسطاعوا بحذف التاء ۔ قطرا من نحاس مذاب ای الخ ۔ والخ ۔

تفسیر

ثم اتبع سببا ۔ یہ تیسرا سفر ہے اس کی کوئی سمت بیان نہیں کی ۔ غالباً شمالی سمت کو جانا ہے کیونکہ آبادی زمین کی اسی حصہ میں بیشتر ہے ۔ شمالی ممالک فتح کرتے کرتے

دو پہاڑوں کی گھاٹی میں پہنچے اور اس کے متصل ایسی قوم ملی جو بات نہ سمجھ سکتی تھی، ترجمان کے ذریعہ سے انہوں نے ذوالقرنین سے قوم یاجوج وماجوج کی سرکشی اور فساد کا حال بیان کیا اور اس گھاٹی کے بند کرنے کی درخواست کی کہ جس سے گھس کر یہ دونوں قومیں ان کے ملک میں قتل و غارت کرتی تھیں اور اس پر انہوں نے کچھ روپیہ یا پیداوار دینے کا بھی وعدہ کیا۔ ذوالقرنین نے کہا خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے تم صرف جسمانی مدد دو کر لوہے کے تختے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ لائے پس جب پہاڑوں کی چوٹیوں تک وہ تختے کو لوہے اور پتھروں سے چن دیا تو گرم کر کے یعنی پگھلا کر اس پر کسی حکمت سے تانبہ یا سیسہ ڈال دیا جس سے وہ دیوار ایک ذات ہو گئی سب جوڑ مستحکم ہو گئے کہ نہ تو اس کی بلندی کی وجہ سے یاجوج وماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے۔ ذوالقرنین نے کہا یہ تم پر رحمت الٰہی ہے اس کے گرنے کا ایک وقت مقرر خدا نے کر رکھا ہے جب وہ وقت آوے گا تو گر جاوے گی۔ یہ اس لیے کہا کہ شکر گزاری کرتے رہیں ڈرتے رہیں۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ

اور اس روز ہم نے ان کو ایسا کر چھوڑا کہ ایک دوسرے پر

فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ

دھکا پیل کرتا تھا اور صور پھونکا جائے گا پھر ہم ان سب کو

جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ

جمع کریں گے اور ہم اس روز کافروں کے سامنے جہنم کو

لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِينَ كَانَتْ

لا دیں گے ان کے کہ جن کی

أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَ

آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور

ع ۱۱

كَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾

وہ کچھ سن بھی نہ سکتے تھے۔

ترکیب

بعضهم مفعول اول ترکنا بمعنی جعلنا یموج جملہ مفعول ثانی وترکنا جملہ مستانفہ ہے یومئذ یموج سے متعلق ہے۔ کانوا معطوف ہے کانت اعینهم پر، حیز صلہ میں داخل ہے معطوف اور معطوف علیہ کا مجموعہ ہے صلہ الذین کا یہ موصول اپنے صلہ سے مل کر الکفرین کی صفت یا نعت ہے۔

تفسیر

یہ تتمہ ہے ذوالقرنین کے قصہ کا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس روز یعنی وقت موعود پر جب کہ دیوار ٹوٹے گی اور قوم یاجوج ماجوج اس میں سے ادھر کے ملکوں میں آوے گی تو یہ اژدحام ہوگا کہ دھکم دھکا ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ٹڈی دل کی طرح اُڑتے چلے آویں گے آخر زمین میں فساد کریں گے قتل کریں گے کھیتوں کو اجاڑیں گے۔ چوں کہ دیوار کا ٹوٹنا یاجوج ماجوج کا باہر آکر فساد کرنا بلحاظ زمانہ ذوالقرنین کے ہزاروں سیکڑوں برس کے بعد ہوگا اور یہ زمانہ اس زمانہ کے خیال سے یقیناً قیامت کے قریب ہے اس لیے اس مناسبت سے حشر کا مسئلہ شروع ہوا ونفخ فی الصور۔ صور پھونکا جاویگا دنیا نیست و نابود ہو جاوے گی پھر دوسری بار صور پھونکے گا جس سے ہر شخص زندہ ہوگا وعرضنا جہنم الخ اس روز کافروں کے سامنے جہنم کو لا کھڑا کریں گے تاکہ وہ اس میں ڈالے جاویں۔ وہ کافر کون لوگ ہیں؟ آپ ہی بتاتا ہے الذین الخ وہ کہ جن کی آنکھوں پر دنیا میں پردے پڑے ہوئے تھے کہ خدا کی نشانیوں اور

اور آیات قدرت کو دیکھ کر اس کو یاد نہیں کرتے تھے اور جب خود یہ بات حاصل نہ تھی تو ان کے وعظ و نصیحت کو بھی نہیں سنتے تھے۔ وترکنا بعضھم کے جو معنی ہم نے بیان کیے ہیں انھیں معنی کی تائید سورۂ انبیاء کی اس آیت سے ہوتی ہے حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج کو کھول دیں گے تو وہ ہر بلندی سے دوڑتے چلے آویں گے پھر واقترب الوعد الحق سے حشر کا برپا ہونا بیان فرمایا ہے جیسا کہ یہاں ونفخ سے فرمایا مگر بعض مفسرین یومئذ مراد وہ دن لیتے ہیں کہ جس روز دیوار قائم ہوئی تھی اور ترکنا ماضی کے صیغہ کو اپنے اصلی معنوں پر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کے یہ معنی ہوئے کہ جس دن دیوار قائم ہوگئی تو یاجوج ماجوج وہیں ایک دوسرے پر بار بار آنے کے لیے گرتے پڑتے اور اژدحام کرتے رہ گئے کہ ایک دوسرے پر دیوار کی طرف آنے کے لیے گرا پڑتا تھا جیسا کہ اژدحام میں ہوتا ہے واللہ اعلم۔ ویسئلونک عن ذی القرنین الخ [1] جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ قریش نے یہود کے کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں بطور امتحان کے پوچھی تھیں من جملہ ان کے ایک یہ بات بھی ہے۔ اس بات کو محدثین نے صحیح سند سے ثابت کر دیا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ بھی اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اس میں کچھ بھی شبہ نہ کرنا چاہیے کہ ذی القرنین کا قصہ یہود میں متعارف تھا اب خواہ وہ ان کے ہاں توریت میں ہو یا گمرا میں جو ان کی کتاب مقدس کی شرح یا تفسیر ہے یا ان کی ان روایات میں جو زبانی پیچھے بعد والوں سے ان کے ہاں متوارث چلی آتی تھیں جیسا ہو باشد۔ مگر وہ ذی القرنین کے قصہ سے واقفیت رکھتے تھے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس قصہ کو ہر ایک نہیں بتلا سکتا۔ اور اسی غرض سے بطور امتحان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ قرآن مجید نے صرف یہی بتلایا کہ وہ ایک ایسا بادشاہ تھا کہ جس کو ہم نے زمین پر زور آور کیا تھا اس کو ہر ایک طرح کے اسباب عطا کیے تھے پھر اس نے مغرب کے رخ سفر کیا اور وہاں تک پہنچا کہ جہاں اس کو آفتاب سیاہ اور گدلے چشمہ میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوا پھر وہاں سے لوٹ کر مشرق کی طرف رجوع کیا اور آخر ایک ایسی قوم پر پہنچا کہ جن پر آفتاب بغیر کسی حجاب کے طلوع کرتا تھا پھر وہاں سے اس نے ایک اور سفر کیا (جو غالباً سمت شمال میں تھا اور قرائن سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے) اور ایک ایسی قوم تک پہنچے کہ جو ان کی زبان نہ سمجھ سکتے تھے (بغیر ترجمان کے)۔ ان لوگوں نے ذوالقرنین سے کسی خاص خراج دینے پر یہ درخواست کی کہ یاجوج ماجوج مفسد لوگ ہیں ہمارے ملک پر شورش کرتے ہیں آپ ان کا رستہ بند کر دیجیے۔ ذی القرنین نے خراج لینے سے انکار کیا۔ اور لوہے کے تختے ان سے مانگے کہ جن سے دو پہاڑوں کے

[1] چنانچہ ابن جریر نے بسند ابن اسحاق عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں قریش نے نضر بن حارث و عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ میں احبار یہود کے پاس بھیجا کہ ان سے پوچھ کر بطور امتحان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں چنانچہ انھوں نے یہ تین سوال تعلیم کیے اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ان میں سے دو کا اس نے جواب دے گا تو جانیو کہ برحق ہے اوّل اصحاب کہف کا حال پوچھو۔ پھر اس بادشاہ کا جو مشرق و مغرب تک فتح کرتا چلا گیا تھا، یعنی ذوالقرنین کا پھر روح سے سوال کرو الخ

درمیان کوئی درہ تھا اس کو بند کر دیا اور دیوار چن کر اس کو گرم کیا اور پگھلا ہوا تانبا یا سیسہ اس پر ڈال کر ایسا مستحکم کر دیا کہ جس پر نہ وہ چڑھ سکتے تھے نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے۔

نہ قرآن مجید میں اس بات کا ذکر ہے کہ ذی القرنین کس ملک کا بادشاہ تھا اور کس عہد میں تھا؟ اور نہ یہ بات بتلائی کہ اس کو ذی القرنین کیوں کہتے تھے۔ نہ اس بات کا ذکر ہے کہ ذی القرنین مشرق و مغرب میں انتہی تک پہنچ گئے تھے نہ یہ بات بتلائی گئی ہے کہ وہ قوم کہ جس نے سد یعنی دیوار بنانے کی درخواست کی تھی کون قوم تھی اور کہاں تھی؟ نہ یہ بتلایا کہ یاجوج ماجوج کون قوم تھی اور کہاں رہتی تھی اور اب بھی ہے کہ نہیں اور ہے تو کہاں ہے اور وہ کیسی قوم ہے ان کے قد کیسے ہیں اور مردم خور ہیں یا نہیں؟ اور نہ دیوار کا موقع بتلایا کہ وہ کس جگہ بنی تھی اور اب بھی ہے کہ نہیں؟ یہ سب باتیں سوال سے زائد تھیں اس لیے ان سے اعراض کر کے اصل قصہ بتلایا جو ان کی غرض سے تعلق رکھتا تھا اور انبیاء علیہم السلام اور وحی کا مقصد اصلی بھی یہی تھا تفصیل وار قصے کہانی بیان کرنا مؤرخوں کا کام ہے۔ اب ان باتوں میں علماء اسلام نے غور کرنا شروع کیا، اور جہاں تک ہو سکا ان کا پتہ لگایا اور ان باتوں کے دریافت کرنے میں انہوں نے کہیں قرآن مجید کے اشاروں سے کہیں روایات سلف سے کہیں مورخین اہل کتاب و اہل اسلام و دیگر تواریخ سے اور موجودہ زمانہ کے اہل تحقیق اور اہل جغرافیہ سے مدد لی اور یہی وجہ ہے کہ ان باتوں کے ٹھیک ٹھیک دریافت کرنے میں ان سے باہم اختلافات بھی ظہور میں آئے اور کچھ عجب نہیں کہ ان سے کسی موقع میں اصلی بات رہ گئی ہو اور بعض نے اس کو ٹھیک سمجھا ہو۔ اور ایسی باتوں میں کہ جہاں نہ کوئی نص قطعی رہنمائی کرتی ہو نہ کوئی اس وقت کی صحیح تاریخ ملتی ہو اختلاف ہونا ایک معمولی بات ہے نہ ان امور بحوثہ کا ان کی تحقیق کے موافق ہر ہر بات میں صحیح مان لینا فرض و واجب ہے نہ ان پر کوئی وجہ انکار ہے۔

سب سے پہلی بات کہ ذوالقرنین کون تھا اور کہاں کا تھا اور کب تھا؟

اس کا ثبوت اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ یہ دیوار کس نے بنائی؟ پس جو اس کا بنانے والا ہے وہی شخص ذوالقرنین ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ اب ہم کو اس سد کی تلاش کرنی پڑی کہ کہاں ہے؟ ہمارے سامنے حال کے بھی متعدد جغرافیے اور کرۂ زمین کے صحیح نقشے دھرے ہیں جو سرکاری مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں ان میں کسی جگہ یاجوج ماجوج قوم کا ذکر تک نہیں اور یہ ممکن ہے کیونکہ حال کے جغرافیوں میں قوموں اور ملکوں کے وہی نام ذکر کیے جاتے ہیں جو آج کل متعارف ہیں اور ایسا بہت واقع ہوا ہے کہ زمانے کے گزرنے سے ملکوں اور شہروں اور قوموں کے اور ہی نام ہو گئے پہلے نام بدل گئے۔ ہو سکتا ہے کہ یاجوج ماجوج کو آج کل کسی اور نام سے تعبیر کرتے ہوں اس لیے یاجوج ماجوج کا نام نہ ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں نہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کوئی قوم نہیں یا پہلے تھی اب بالکل نیست نابود ہو گئی اسی طرح اس سد کا بھی ذکر نہیں اور یہ بھی قرین قیاس ہے کس لیے کہ جغرافیوں او نقشوں میں شہروں اور پہاڑوں اور بڑے بڑے نشانوں کو ذکر کیا کرتے ہیں اور سد دیوار جیسا کہ اہل اسلام کے مورخ کہتے ہیں صرف تھوڑی سی زمین کی ایک مرتفع اور مستحکم دیوار دو پہاڑوں کے درمیان ہے اس سے بھی بڑی بڑی صد ہا چیزیں مذکور نہیں تو تعجب۔

اب ہم کو مسلمانوں کے قدیم جغرافیے دیکھنے چاہییں کہ جنہوں نے بطلیموس کے جغرافیہ کو لے کر اس کے ساتھ اپنے سفرنامہ اور اپنے دیکھے ہوئے مقامات کو بھی نہایت تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے اور گویا حال کے جغرافیوں کی انہیں پر تقسیم اقالیم و حدود و ممالک وغیرہ امور میں بنیاد ہے اور یہ بھی درست ہے کہ آج کل سامان سفر جیسے

مہیا ہیں اور جس آسان طریقہ سے ہر ایک ملک کی خبر دریافت ہو سکتی ہے پہلے یہ بات نہ تھی اور اسی لیے حال میں اس فن میں بہت کچھ چھان بین کی گئی مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دوسری تیسری صدی میں جب کہ مسلمانوں کی فتوحات مشرق و مغرب تک پھیل گئی تھیں اور وہ باوجود صعوبت سفر کے اندلس اور جبل الطارق سے لے کر چین کے کناروں تک ایسے امور کی تحقیقات کے لیے سفر کیا کرتے تھے اور پھر ہر ایک سیاح نہایت صحت و احتیاط کے ساتھ ان مقامات و بلاد و ممالک کے احوال قلم بند کیا کرتا تھا چنانچہ اس قسم کے بہت سے جغرافیے اب تک موجود ہیں جن میں سے اکثر کو اہل فرنگستان نے طبع بھی کیا ہے ان کیا سے میرے پاس اس وقت یہ کتابیں موجود ہیں جن سے ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کا اور ان کے شہروں اور مشہور مقاموں کا بڑی تشریح کے ساتھ حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (۱) کتاب المسالک والممالک تالیف ابی القاسم ابن حوقل مطبوعہ لیڈن مطبع بریل ۱۸۷۳ء (۲) الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ تالیف ابو ریحان محمد ابن احمد بیرونی خوارزمی مطبوعہ جرمن ۱۸۷۸ء بیرون سندھ میں کوئی قریہ یا شہر تھا شاید اب بھی ہو۔ یہ شخص بڑا حکیم و منجم سلطان محمود غزنوی کے عہد میں تھا (۳) نزہۃ المشتاق فی ذکر الامصار و الاقطار و البلدان و الجزر و المدائن و الآفاق اس کا مصنف علوی اور یسی چھٹی صدی ہجری میں تھا۔ یہ جغرافیہ یونانی اور اس کے جغرافیوں سے تلخیص کر کے جزیرہ صقلیہ کے عیسائی بادشاہ کے لیے تصنیف کیا تھا۔ (۴) مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع تالیف یاقوت حموی مطبوعہ فرانس (۵) کتاب البلدان تالیف ابی بکر احمد بن محمد الہمدانی المعروف بابن الفقیہ مطبوعہ لیڈن مطبع بریل ۱۳۰۲ ہجری (۶) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم تالیف شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر البناء الشامی المقدسی المعروف بالبشاری مطبوعہ لیڈن مطبع بریل ۱۸۷۷ء اس کا مصنف شہاب الدین غوری سے بھی پہلے تھا۔ (۷) المسالک والممالک تالیف ابی اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی الاصطخری المعروف بالکرخی مطبوعہ مطبع بریل واقع شہر لیڈن ۱۸۷۰ء (۸) تقویم البلدان تالیف السلطان عماد الدین اسماعیل بن الملک الافضل یعنی ابو الفداء مطبوعہ پیرس ۱۸۴۰ء (۹) مقدمہ ابن خلدون۔ یہ شخص جو آٹھویں صدی میں گزرا ہے بڑا حکیم تھا۔ اس نے اپنے جغرافیہ میں حکیم بطلیموس کے جغرافیہ سے لیا ہے جو حضرت مسیحؑ سے تھوڑے دنوں بعد گزرا ہے اور نیز رجار و ابن مسعودی و ابن حوقل و قدسی و ابن اسحاق منجم و نزہۃ المشتاق سے بھی لیا ہے اور اقالیم کا اس صحت و خوبی کے ساتھ حال بیان کیا ہے جو آج کل کے جغرافیوں سے سر مو تفاوت نہیں رکھتا صرف ناموں کا فرق ہے۔ اس نے اپنے مقدمہ میں تین جگہ اس دیوار کا ذکر کیا ہے۔ صفحہ ۸۸ میں کہتا ہے:۔

اوّل دیوار

وفی الجزء التاسع من ھذا الاقلیم السابع فی الجانب الغربی منہ بلاد خفشاخ وھم قفجق یجوزھا جبل قوقیا حین ینعطف من شمالہ عند البحر المحیط ویذھب فی وسطہ الی الجنوب بانحراف الی الشرق فیخرج فی الجزء التاسع من الاقلیم السادس ویمر معترضا فیہ وفی وسطہ سد یاجوج وماجوج وقد ذکرناہ وفی الناحیۃ الشرقیۃ من ھذا الجزء ارض یاجوج وراء جبل قوقیا علی البحر قلیلۃ العرض مستطیلۃ احاطت بہ من شرقہ وشمالہ۔ اھ

کہ اس اقلیم کے نویں حصہ میں ایک گوشہ میں خفشاخ کے بلاد ہیں کہ جن کو خفچاق کہتے ہیں کہ جن میں سے قوقیا پہاڑ گزرتا ہے جب کہ وہ بحر محیط کے پاس سے ہو کر شمال کی طرف مڑتا ہے تھوڑے مشرق کو مائل ہو کر تب وہ پہاڑ اقلیم سادس کے نویں حصہ تک نکل جاتا ہے اور یہیں سے وہ مڑ کر نکلتا ہے اور اسی جگہ اس کے وسط میں یاجوج ماجوج والی دیوار ہے کہ جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس حصہ کے شرقی کنارہ میں یاجوج کا ملک ہے جبل قوقیا کے پرے سمندر کے رخ مستطیل ٹکڑا ہے۔ قوقیا غالباً کوہ الطائی کو کہتے ہیں اور اسی کے موڑ میں ایک جگہ وہ دیوار ہے۔ اور کوہ الطائی کے پرلی طرف منچوریا اور منگولیا مغلوں کی قومیں ہیں جن کو یاجوج سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ لوگ سخت خونخوار درندے اور وحشی اور سفاک کافر تھے جن کا پیشہ شکار ہے۔ پہلے زمانے میں یہ لوگ ادھر تو چین کے ملک پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے جن کے روکنے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً ۲۲۵ برس پیشتر فغفور چین نے دیوار بنائی تھی جس کی لمبائی کا اندازہ بارہ سو میل سے لے کر پندرہ سو میل تک کیا گیا ہے یہ مستحکم دیوار کہ جس کی پوری کیفیت "تاریخ چین" سے معلوم ہوتی ہے اب تک موجود ہے جو عجائب روزگار میں شمار کی جاتی ہے ادھر یہ سفاک قوم اس پہاڑ کے درہ میں سے گزر کر ترکستان پر تاخت و تاراج کرنے آیا کرتی تھی۔ اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں اس قسم کی دیواریں کتنی جگہ ہیں

(۱) ملک چین کے شمالی حصہ میں ایک دیوار ہے جس کو دیوار چین کہتے ہیں جس کو بقول مورخین "چی وانگٹی" فغفور چین نے بنایا تھا۔

دیوار دوم

(۲) دوسری وہ دیوار جو جبل الطائی کے کسی درہ کو بند کیے ہوئے ہے جس کا ابن خلدون نے بھی ذکر کیا اور اسی کو اکثر مورخین اسلام سد یاجوج کہتے ہیں جس کی تحقیق خلفائے عباسیہ کے عہد میں کی گئی تھی۔ چنانچہ ابوریحان بیرونی اپنی کتاب آثار باقیہ مطبوعہ جرمن ۱۸۷۸ء کے صفحہ ۴۱ میں لکھتے ہیں:-

فاما الردم المبنی بین السدین فان ظاهر القصة فی القرآن لا ینص علی موضعه من الارض وقد نطقت الکتب المشتملة علی ذکر البلاد و المدن کجغرافیا وکتب المسالک و الممالک علی ان هذه الامة اعنی یاجوج و ماجوج هم صنف من الاتراک المشرقیة الساکنة فی مبادی الاقالیم الخامس والسادس ومع هذا حکی محمد بن جریر الطبری فی کتاب التاریخ ان صاحب أذربیجان ایام فتحها وجه انسانا الیه من ناحیة الخزر فشاهده و وصفه بناء باسق ساما اسود وراء خندق وثیق منیع۔ وحکی عبد الله بن خرداذبة عن الترجمان بباب الخلیفة ان المعتصم رأی فی المنام ان هذا الردم قد فتح فوجه بخمسین نفرا الیه لیعاینوه فسلکوا من طریق باب الابواب واللان والخزر حتی بلغوا الیه وشاهدوه معمولا من لبن حدید مشدد بالنحاس المذاب وعلیه باب مقفل وحفظه من اهل البلدان القریبة منها وانهم رجعوا فاخرجهم الدلیل الی البقاع المحاذیة لسمرقند انتهی۔

کہ اس دیوار کا قرآن نے کوئی موقع و محل نہیں بتلایا کہ کس جگہ ہے۔ ہاں کتب تواریخ و جغرافیہ میں تو ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں میں سے ایک قوم کا نام ہے جو اقلیم خامس و سادس کے مشرق میں رہتے ہیں۔ اور

محمد ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بھی لکھا ہے کہ واثق باللہ نے جب اس ملک کو فتح کیا تو کسی کو اس دیوار کے دیکھنے کو بھیجا جو یاجوج ماجوج کی راہ سے دیکھنے گیا اور دیکھ کر آیا۔ اور ابن خرداذبہ نے نقل کیا ہے کہ خلیفہ معتصم نے خواب میں اس دیوار کو ٹوٹا ہوا دیکھا تب اس کی تحقیق کے لیے پچاس آدمیوں کو روانہ کیا باب الابواب اور لان اور خزر کی راہ سے گئے اور اس کو دیکھ کر آئے اور بیان کیا کہ ایک دیوار مستحکم ہے جو لوہے کے تختوں یا اینٹوں سے بنائی گئی ہے نہایت بلند و مستحکم اور اس میں دروازہ بھی ہے جس پر قفل لگا ہوا ہے پھر جو اس جماعت کو راہبر نے وہاں سے نکالا تو سمرقند کے محاذی آنکلے۔ اور کتاب احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم میں اسی بات کو بڑی تفصیل سے نقل کیا ہے مگر معتصم کی جگہ واثق باللہ عباسی خلیفہ کا معاملہ بتایا ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ واثق نے اس جماعت کا افسر محمد بن موسیٰ خوارزمی منجم کو بنایا تھا اور سامان سفر بہت کچھ دیا تھا اور بادشاہوں کے نام خطے بھی لکھ دیئے تھے پھر یہ جماعت طرخان کے ملک سے ہو کر اس مقام پر پہنچی کہ جہاں یہ دیوار ہے۔ آگے انہوں نے سب تفصیل بیان کی: خلاصہ سو گز کا دو پہاڑوں میں ایک درہ ہے جس کو دو پائے قائم کر کے جن کا عرض پندرہ پندرہ گز ہے جو لوہے کی اینٹوں سے بنے ہیں اور پھر پگھلے ہوئے تانبے سے ان کی درزیں ڈالی گئی ہیں ایک مستحکم دروازہ بنا کر بڑے مستحکم آہنی کواڑوں سے بند کر دیا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۶۲ میں شہر صغانیان کی مسافت یوں بیان کرتا ہے کہ یہاں سے شومان تک دو دن کا رستہ ہے پھر آمیان تک ایک روز کا پھر واشجرد تک ایک روز کا اور وہاں سے ایلاق ایک روز کا اور وہاں سے دربند ایک روز

اور یہاں سے چاچ تک ایک روز کا رستہ تھی۔ غالبا دربند ایک دوسری عمارت ہے جو آذربیجان کی طرف موجود ہے۔ کتاب المسالک والممالک تالیف ابی القاسم بن حوقل کے صفحہ ۴۰۹ میں ترمذ اور بخارا کی مسافت یوں بیان کی ہے کہ ترمذ سے قرا تگین ایک مرحلہ اور وہاں سے میان کال ایک مرحلہ اور وہاں سے فیروزا ایک مرحلہ اور وہاں سے نسف ایک مرحلہ اور وہاں سے سونج ایک مرحلہ اور وہاں سے ونغی ایک مرحلہ اور وہاں سے کندک ایک مرحلہ اور وہاں سے باب الحدید ایک مرحلہ۔ اس کے علاوہ تاریخ تیموری میں تیمور بادشاہ کا اس باب الحدید تک ایک جنگ میں پہنچنا مذکور ہے اور اس کے بعد اور سیاحوں نے بھی اس پہاڑ میں اس دربند کا معاینہ کیا ہے اور بیانات نقشہ سے بھی مترشح ظاہر ہے کہ جبل الطائی منگولیا اور منچوریا میں حائل ہے اور اس کا انہیں حدود میں ایک موڑ معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی پہاڑ کے بیچ میں ایک درہ کشادہ تھا جس کو ذی القرنین نے بند کر دیا جو اب تک موجود ہے اور ٹھیک ٹھیک یہی وہ سد ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے پھر اسی کتاب کا مصنف صفحہ ۳۰۹ میں شہر سمرقند کی بابت لکھتا ہے وزعم بعض اهلها ان تبعا بنی مدینتها وان ذا القرنین اتم بعض بنائها ورأیت علی بابها الکبیر صحیفة من حدید وعلیها کتابة زعم اهلها انها بالحمیریة وانهم یتوارثون علم ذلک انتهی کہ لوگوں کا خیال ہے کہ تبع نے شہر سمرقند کو آباد کیا اور اس کی بعض عمارات کو ذی القرنین نے تمام کیا اور میں نے اس کے بڑے دروازے پر لوہے کی تختی دیکھی کہ جس پر کچھ لکھا ہوا ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ حمیری خط میں ہے جو شاہان حمیریہ و والیان یمن کا خط تھا؛

اور یہ بات وہ اپنے باپ دادا سے سنتے چلے آتے ہیں اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی کہ ذی القرنین حمیری بادشاہ تھا اور اس نے اس نواح میں عمل داری بھی کی ہے اور اپنے ملک کی حفاظت کے لیے جبل الطی کا یہ درہ بھی بند کیا تھا کہ جس کو سد ذی القرنین کہتے ہیں۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کس لیے کہ شاہان یمن مصر پر بھی عمل داری کر چکے ہیں جو کلو بانوں کی عملداری کے نام سے مشہور ہے اور ان کے آثار قدیمہ جیسا کہ قصر غمدان وغیرہ یمن میں یادگار تھے اور اب بھی ہیں جو ان کی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں پھر کیا تعجب ہے کہ مشرق و شمال میں بھی ان کی فتوحات ہوئی ہوں۔

دیوار سوم

تیسری دیوار ایک نہایت مستحکم بنا ہے جو غیر قوموں کے لیے بنائی گئی تھی۔ مراصد الاطلاع کے صفحہ ۱۱ میں ہے:

وباب الابواب فھو دربند "دربند شیروان و باب الابواب مدینۃ علی البحر بحر طبرستان وھو بحر الخزر الخ وسمیت باب الابواب لانہا افواہ شعاب فی جبل القبق فیہا حصون کثیرۃ ولہا حائط بناہ انوشیروان بالصخر و الرصاص وعلاہا ثلثمائۃ ذراع وجعل علیہ ابوابا من حدید لان الخزر کانت تغیر فی سلطان فارس حتی تبلغ ھمذان والموصل فبناہ لیمنعہم الخ وجر منہ الی انتہی باب الابواب دربند بحر خزر پر ایک شہر ہے اور اس کو باب الابواب اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں جبل قبق کی بہت سی گھاٹیاں ہیں جہاں بہت سے قلعے ہیں اور وہاں ایک دیوار ہے جو پتھر اور سیسے سے بنائی گئی ہے جس کی بلندی تین سو گز ہے اور جس میں لوہے کے دروازے ہیں اور اس کو ۱۵

انوشیروان نے اس لیے بنایا تھا کہ قوم خزر اس کے ملک میں آ کر ہمذان اور موصل تک غارت گری کرتی تھی ان کے روکنے کے لیے اس کو بنایا تھا۔

کتاب البلدان کا مصنف ابن الفقیہ اس دیوار کا کئی جگہ ذکر کرتا ہے ایک جگہ کہتا ہے (صفحہ ۲۸۹) وبنی الحائط بینہ وبین الخزر بالصخر والرصاص و عرضہ ثلثمائۃ ذراع حتی الحقہ برؤس الجبال ثم قادہ فی البحر وجعل علیہ ابواب حدید۔ پھر صفحہ ۲۹۱ میں کہتا ہے الباب والابواب حائط بناہ انوشیروان وان طرفا منہ فی البحر الخ وتسعۃ فراسخ الی موضع اشب وجبل عر لا یتہیا سلوک وھو مبنی بالحجارۃ المنقورۃ المربعۃ لا یقل الحجر الواحد منہا خمسون رجلا وقد بقیت ھذہ الحجارۃ وانفذ بعضہا الی بعض بالمسامیر وجعل فی ھذہ السبعۃ الفراسخ سبعۃ مسالک الخ وعلق علی کل مسلک باب وعرض السور فی اعلاہ ما یسیر علیہ عشرون فارسا لا یتزاحمون انتہی کہ خزر کے روکنے کے لیے پتھر اور سیسے کی انوشیروان نے ایک دیوار بنائی کہ جس کا عرض تین سو گز ہے جس کو پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچا دیا اور اس کا ایک سرا دریا میں ملا دیا۔ اس کی لمبائی سات فرسخ ہے ہر ایک فرسخ پر ایک آہنی دروازہ لگا دیا ہے اور یہ دیوار گھڑے ہوئے مربع پتھروں سے بنی ہوئی ہے کہ سوراخ کر کے ایک پتھر کو دوسرے سے میخ سے ملحق کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک ایک پتھر ایسا بڑا ہے کہ پچاس آدمی بھی اس کو اٹھا نہیں سکتے اور او پر جا کر اس کی اتنی چوڑان ہے کہ جس پر بلا مزاحمت بیس سوار چلے جاویں۔ اور ایک جگہ یہاں کے قلعوں کو قباد اکبر کی تعمیر بتایا ہے۔ یہ دیوار بھی اب تک قائم ہے۔

اور بیضاوی وغیرہ بعض علمائے اسلام نے اسی کو وہ دیوار بتلایا ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔

دیوار چہارم

(۴) ایک دیوار تبت کے شمالی پہاڑوں میں بمقام ہرات بنائی گئی ہے اس کی نسبت نزہۃ المشتاق میں یہ لکھا ہے والراست اقصی خراسان من ذلک الوجہ وھی مدینۃ بین جبلین کان ھنا مدخل للترک الی الغارۃ فاغلق الفضل بن یحیی بن خالد بن برمک ھناک بابا۔ کہ یہ شہر راست جو دو پہاڑوں کے درمیان میں ہے اس سمت سے خراسان کا اخیر ہے اور یہاں ایک رستہ تھا جہاں سے ترک دھاوا کیا کرتے تھے اس کو فضل بن یحیی برمکی نے دروازہ لگا کر بند کر دیا۔ یہ دیوار بالاتفاق وہ دیوار نہیں کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے کیونکہ یہ نزول قرآن کے بعد بنائی گئی ہے۔

دیوار پنجم

(۵) بحر شامی یا بحر روم کا مشرقی کنارہ جو شام سے ملا ہوا ہے اس میں چند جزائر ہیں ایشیائے کوچک سے ملتے ہوئے جن میں سے ایک جزیرہ رودس ہے اور ایک جزیرہ بلونس ہے کہ جس کو ہزار میل کے دونوں طرف سے دریا گھیرے ہوئے ہے اس کا خشکی کی طرف ایک رستہ ہے چھ میل کے فاصلہ کا سو اس کو کسی قیصر روم نے دیوار بنا کر بند کر دیا ہے چنانچہ نزہۃ المشتاق میں لکھا ہے الجزء الرابع من الاقلیم الرابع تضمن قطعۃ من البحر الشامی فیہا السواحل وجزائر من جزائر الرمانیۃ و جزیرۃ بلونس جزیرۃ یحیط بہا البحر الف میل و لہا منفذ الی البر الاعظم ضیق مقدارہ ستۃ امیال وقد کان احد القیاصرۃ من الروم بنی علیہ سورا

طول ھذہ المسافۃ وھی ستۃ امیال۔ انتہی۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ دیوار اب بھی قائم ہے کہ نہیں مگر یہ بھی بالاتفاق وہ دیوار نہیں کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ اور نہ وہ دیوار مراد ہو سکتی ہے کہ جس کو بعض علماء نے ملک اندلس کے پہاڑوں میں بتلایا ہے۔ اب صرف اول و دوم و سوم دیوار میں کلام ہے۔ اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۲ جولائی سنہ ۱۸۸۹ء میں ہمارے کسی ہم وطن معاصر نے ایک مضمون طبع کیا ہے جس کی سرخی یا عنوان "ازالۃ الغین عن قصۃ ذی القرنین" ہے۔ اس میں امام فخر رازی کی بابت کچھ شکایت کی ہے اول تو ذی القرنین کی وجہ تسمیہ میں جو امام صاحب نے لوگوں کے چند اقوال نقل کیے تھے حالانکہ نہ ان کی صحت کا ذمہ لیا تھا نہ ان کو اپنا قول بتلایا تھا مگر معترض معاصر نے امام صاحب جیسے جلیل القدر شخص پر اعتراض جما کر شہرت حاصل کرنے کی غرض سے سب کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے تمسخر اڑایا ہے۔ اس کے بعد امام صاحب نے ذی القرنین کے بارے میں جو لوگوں کے قول نقل کیے ہیں کہ کسی نے سکندر بن فیلقوس مراد لیا ہے اور کسی نے کوئی حمیری بادشاہ بتلایا ہے وہاں بھی آپ سکندر رومی کو ذی القرنین قرار دینا امام صاحب ہی کا عقیدہ سمجھ گئے اور ابو ریحان بیرونی کا جو امام صاحب نے قول نقل کیا تھا کہ وہ حمیری بادشاہ مراد لیتے ہیں وہاں اس کی بھی تقلید کا دعویٰ تو جب ہو کہ کوئی دلیل لاتے نہ برہان۔ پھر عموماً مفسرین پر عتاب فرمایا ہے اور ان کو غلطی پر ہونے کا الزام دے کر از خود سند کہتے ہے ذی القرنین کی تعیین کرنی شروع کی ہے۔ پھر جب آپ نے ادھر ادھر دیکھا اور آپ کو بجز دیوار چین کے اور کسی دیوار کا پتہ نہ لگا تو اسی کو وہ دیوار قرار دیا کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور جب تاریخ چین کو دیکھا تو اس دیوار کا بانی شی وانگٹی فغفور کو پایا اس لیے اسی کو ذی القرنین قرار دیا

اور قرنین سے اس کے دو زمانے مراد لیے ایک اسباب و سامان جمع کرنے کا دوسرا فتوحات کا اور اس کا مغربی سفر بڑھا اور طلایا تک پہنچا اور غربی سمت میں خلیج بنگالہ میں آفتاب کو چشمۂ سیاہ میں ڈوبتے پانا قرار دیا اور ایمان لانا جو قرآن میں مذکور ہے اگر ذی القرنین نے کہا تھا جو ایمان لاوے گا اور اچھے کام کرے گا اس کو اچھا بدلہ ملے گا اس کے معنی فرماں برداری کرنا بتلایا اور مشرقی سفر گاہ چین کا مشرقی کنارہ مانا یہ تو سب کچھ کیا مگر بین الصدفین کی کچھ توجیہ نہ بن سکی گو ساوی کی توجیہ کر دی کہ سیدھا پن مراد ہے نہ کہ دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک بلند ہونا کس لیے کہ قرآن مجید کی عبارت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان تھی جو بیشتر پہاڑوں کی گھاٹیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے اور یہ دیوار چین تو تخمیناً پندرہ سو میل تک ہے اور پہاڑوں میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور میدانوں میں اور دریاؤں پر برابر بنتی چلی گئی ہے اور وہ دیوار تو صرف دو پہاڑوں کے درمیان بنی تھی جیسا کہ معلوم ہوا۔ کاش ہمارا معاصر یوں کہتا کہ ذی القرنین نے سب سے اول دو پہاڑوں کے درمیان اس دیوار کو کھینچ کر ایک در بند کر دیا تھا پھر فغفور چین نے ادھر ادھر سے دیوار کو اور بڑھا کر پندرہ سو میل لمبا کر دیا تھا تب تو ایک وجہ معقول ہو سکتی تھی۔ اور یہ بھی سہی مگر اس پر بھی ایک تاریخی خدشہ باقی رہتا وہ یہ کہ اگلے زمانے میں بسبب دشوارگزاری رستوں کے آس پاس کے ملکوں کا تو حال معلوم ہوتا رہتا تھا دور دراز کے ملک جیسا کہ اہل عرب و اہل شام سے چین ہے کہ ہمیشہ چیز خفا اور پردۂ لاعلمی میں رہتا تھا پھر یہود کو بھی دا ویخی فغفور کا قصہ کس سبب سے معلوم ہوا۔ اور جب کہ وہ باخدا اور موحد نہ تھا تو ذی القرنین یا اس کے ہم معنی لفظوں سے اس کا تذکرہ ان کی زبانوں پر جاری ہونے کی کیا وجہ؟ اس کے علاوہ قرآن مجید کے متعدد لفظوں سے ذی القرنین کا باخدا ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس کا یہ کہنا کہ جو ایمان لائے گا اور نیک کام کرے گا اس کو اچھا بدلہ ملے گا۔ اب عام ہے کہ یہ شخص نبی ہو یا اس کا پیرو مرد باخدا جو اس کی شہرت کا قرنوں تک باعث ہوا۔

دوسری دیوار کی نسبت جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ یہی وہ دیوار ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے چنانچہ تفسیر کبیر اور دیگر تفاسیر میں موجود ہے اور اس کا بانی کوئی فغفور چین نہیں۔ اہل تاریخ سب متفق ہیں کہ یہ دیوار کسی حمیری بادشاہ نے بنائی تھی پس ثابت ہوا کہ ذی القرنین حمیری بادشاہ تھا نہ سکندر رومی جیسا کہ بعض اہل علم کا خیال ہے۔ اس کے سوا ایک اور بھی وجہ ہے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذی القرنین عرب کا رہنے والا تھا وہ یہ کہ ذی القرنین عربی لفظ ہے اور ذو کے ساتھ زمانہ قدیم میں اکثر یمن کے بادشاہ ملقب ہوا کرتے تھے جیسا کہ ذی نواس، ذو النون، ذو رعین، ذو یزن، ذو جدن۔ اسی طرح ذو القرنین بھی ہے۔ ابو ریحان بیرونی اس کا نام ابو کرب بن عمیر بن افریقس حمیری بتلاتے ہیں اور اپنی سند میں اسعد حمانی کے یہ اشعار لاتے ہیں ؎

[illegible]

قد کان ذو القرنین جدی مسلما
ملکا علا فی الارض غیر معبد

[illegible]

بلغ المشارق والمغارب یبتغی
اسباب امر من حکیم مرشد

[illegible]

ابو الفداء اپنی تاریخ کی چوتھی فصل میں ابن سعید مغربی کو نقل کرتے ہیں کہ اول قحطان بن عابر ملک یمن میں آ کر بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا یشجب کہ جس کو سبا کہتے ہیں اسی نے شہر سبا بنایا اور مارب کی

زمین میں ملک کو شاداب کرنے کے لیے جگہ جگہ بند بندھوایا اس کے بعد اس کا بیٹا حمیر بادشاہ ہوا اس نے ثمود کو یمن سے نکال دیا اس کے بعد اس کا بیٹا واثل بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا السکسک پھر اس کا بیٹا یعفر۔ پھر حمیر کے خاندان میں سے ذو ریاش عامر بادشاہ ہو گیا مگر یعفر کے بیٹے نعمان نے پھر غلبہ پایا اور اس کے بعد اس کا بیٹا اشبح بادشاہ ہوا اور اس خاندان کی سلطنت اس پر تمام ہو گئی اور شداد بن عاد بن الملطاط بن سبا بادشاہ ہوا جو بڑا جبار بادشاہ تھا اس کے بعد اس کا بھائی لقمان ابن عاد اور اس کے بعد دوسرا بھائی ذو سدد بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا حارث الرائش بادشاہ ہوا یہی تبع اول ہے اس کے بعد اس کا بیٹا صعب بادشاہ ہوا یہی ذوالقرنین ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اس کے بعد اس کا بیٹا ذو المنار ابرہہ بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا افریقس اس کے بعد اس کا بھائی ذو الاذعار۔ اس کے بعد اس کا بھائی شرحبیل اس کے بعد اس کا بیٹا الہدہاد بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کی بیٹی بلقیس بادشاہ ہوئی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی تھی۔ (ختم ملخصاً)۔

قرن عربی زبان میں سینگ کو بھی کہتے ہیں اور زمانہ کو بھی جس کا تثنیہ قرنین ہے ذوالقرنین کے معنی ذو سینگ یا دو زمانہ والا۔ قرآن مجید میں اور احادیث میں اس بادشاہ کو ذوالقرنین کہنے کی کوئی وجہ بیان نہیں ہوئی۔ البتہ علماء نے لفظوں کے معنی پر خیال کر کے متعدد وجہ بیان فرمائی ہیں اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ سب صحیح ہوں یا سب غلط۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اس کے تاج پر دو قرن طرف کلغیاں لگی رہتی تھیں۔ عام بادشاہوں کے تاج پر ایک ہوتی ہے ان کے دو تھیں اس لیے اسی لقب سے شہرت پا گئے جو ان کی شخصیت اور فتوحات کثیرہ پر دلالت کرتا ہے۔ یا یہ کہو کہ اس کو دو زمانے پیش آئے تھے ایک فتوحات کا دوسرا ان پر قابض و مسلط ہو کر حکمرانی کرنے کا۔ یہ بات بھی ہر بادشاہ کو نصیب نہیں ہوتی۔ سکندر بن فیلقوس نے فتوحات کے بعد کچھ زمانہ نہیں پایا۔ ہندوستان سے مراجعت کے وقت ۳۲ برس کی عمر میں بابل میں مر گیا۔

قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قریش نے تعلیماً ازخود خواہ یہود کے کہنے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذی القرنین کا حال بطور امتحان کے دریافت کیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے ویسئلونک عن ذی القرنین اس کے جواب میں فرماتا ہے قل ساتلوا علیکم منہ ذکرا کہ ہم اس کا تم سے کچھ حال بیان کرتے ہیں۔ پھر اس کا حال بیان کرتا ہے انا مکنا لہ فی الارض واتینہ من کل شیء سببا کہ اس کو ہر ایک قسم کے اسباب اور قوت دی تھی فاتبع سببا حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندھا قوما کہ اس نے سامان و ساز سفر درست کر کے سفر کیا اور طے کرتا ہوا وہاں تک پہنچا کہ جہاں آفتاب غروب کرتا ہے سو اس کو ایک سیاہ و بدبودار چشمہ میں ڈوبتے ہوئے پایا اور وہاں ایک قوم بھی اس کو ملی۔

مغرب الشمس کے یہ معنی نہیں کہ زمین پر کوئی آفتاب غروب ہونے کی جگہ ہے اور وہاں کوئی سیاہ دلدل یا گرم چشمہ ہے کہ جہاں آفتاب غروب ہو جاتا ہے۔ کس لیے کہ آفتاب چوتھے آسمان پر ہے اور زمین گول ہے ہر وقت زمین کے ہر حصے کے لحاظ سے اس کا طلوع غروب ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں اب دن ہے ان کے مقابل میں رات ہے کہیں اب نصف النہار ہے تو دوسری جگہ غروب کا وقت معلوم ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس اور جو کسی نے یہ معنی سمجھے ہوں تو یہ اس کی غلطی ہے کہ کلام اللہ کی

بلکہ یہ کلام محاورہ اور عرف عام کے دستور پر صادر ہوا ہے دیکھو ہمارے محاورہ میں نہایت دور دراز کے مشرقی اور مغربی ملکوں کے لحاظ سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں بادشاہ کی وہاں تک سلطنت ہے کہ جہاں سے آفتاب طلوع کرتا ہے اور جہاں غروب ہوتا ہے یعنی مشرق میں دور دراز تک کہ جہاں ان کے افق کا دائرہ سطح ارض کو مس کرتا ہے اور اسی طرح مغرب میں بہت دور دراز تک۔ یہ معنی ہیں مغرب الشمس اور مطلع الشمس کے۔ اور امام رازی وغیرہ محققین نے یہ مراد لیا ہے اپنی تفاسیر میں۔ پھر ذوالقرنین جب مغرب کے رخ بہت دور تک پہنچا کہ جہاں بحر سمندر کے اور کوئی آبادی نہ تھی تو آفتاب ان کو اس میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوا اور سب کو یوں ہی معلوم ہوا کرتا ہے جنہوں نے جہاز پر سفر کیا ہے یا جن کے مغرب میں سمندر ہے وہ ہر روز اس بات کا معائنہ کرتے ہیں۔

مغربی سفر

قرآن مجید نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ وہ مغرب میں کہاں تک پہنچے تھے اور وہاں ان کو کون قوم ملی تھی ؟ اب اس کی تعیین و تحقیق جو کچھ ہوگی تاریخ سے ہوگی۔ عرب کے تمام غربی کنارہ کو بلکہ تمام جنوب اور قدرے شمال کو بحر عرب اور قلزم احاطہ کیے ہوئے ہے اگر یہ مراد نہ لیا جاوے کیوں کہ یہ ان سے کچھ بہت دور نہیں ہے تو قلزم کو عبور کر کے ملک مصر اور بربر کو طے کرتے ہوئے بحر اعظم تک پہنچنا مراد لیا جاوے گا اور وہیں وہ قوم ملی تھی جس کی بابت خدا تعالیٰ نے بذریعہ الہام یا نبی کی معرفت ذوالقرنین سے یہ فرمایا قلنا یاذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا کہ تجھ کو ان کے بارے میں اختیار ہے خواہ سلوک کر خواہ ان کو سزا دے۔ جس کے جواب میں ذوالقرنین نے عرض کیا قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الٰی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا واما من اٰمن و عمل صالحا فلہ جزاء الحسنٰی وسنقول لہ من امرنا یسرا کہ ظالموں کو ہم سزا دیں گے اور وہ اپنے رب کے ہاں جا کر بھی سزا پاویں گے اور ایماندار نیک بختوں کو خدا کے ہاں بھی اچھا بدلہ ملے گا اور ہم بھی اس کو آسان بات کہیں گے یعنی اس پر رعایت و مروت کریں گے ثم اتبع سببا پھر ساز و سامان مہیا کیا یہ ان کا

دوسرا سفر مشرقی ہے جس پر خدا تعالیٰ ثم اتبع سببا کا اطلاق کرتا ہے حتّٰی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علٰی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا کہ مشرق میں وہاں تک پہنچے کہ جہاں سے آفتاب طلوع کرتا ہے اور وہاں اس کو ایک ایسی قوم ملی کہ جن پر آفتاب کے لیے کوئی آڑ نہ تھی۔ مطلع الشمس کے وہی معنی ہیں جو مغرب الشمس کے تحت میں ہم بیان کرتے ہیں۔ یہاں بھی قرآن مجید میں کچھ بیان نہیں کہ مشرق میں کس ملک تک ذوالقرنین پہنچا تھا ؟ غالباً چین کا اخیر ہوگا کہ جہاں سمندر کے سوا اور کوئی چیز آفتاب کے لیے حائل نہیں یا ہندستان کا اخیر مراد ہوگا بھر چین تک کہ آفتاب سمندر سے طلوع کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور کوئی پہاڑ یا ملک درمیان میں حائل نہیں۔ اس کے بعد اس بیان کی صداقت قائم کرنے کے لیے فرماتا ہے کذٰلک وقد احطنا بما لدیہ خبرا کہ اس کا حال ہم کو خوب معلوم ہے اور صحیح بیان یوں ہی ہے ثم اتبع سببا پھر ساز و سامانِ سفر مہیا کیا

یہ تیسرا سفر ہے اس کی کوئی سمت بیان نہیں کی،

غالباً یہ شمالی ملک کا سفر ہے کس لیے کہ آبادی کا اکثر حصہ اسی طرف سے جنوب میں بحر یا بعض جزائر میں حتیٰ اذا بلغ بین السدین وجد من دونهما قوماً لا یکادون یفقہون قولا کوچ کرتے ہوئے دو پہاڑوں کے درہ تک پہنچا اور ان کے پرلی طرف ایک ایسی قوم ملی کہ جو بات نہ سمجھ سکتے تھے ان کی زبان بالکل غیر تھی۔ یہ تاتار اور چینی تاتار کا پہاڑ ہے اسی کو جبل الطائی کہتے ہیں یہ پہاڑ تاتار اور چینی تاتار کے درمیان سے گزر گیا ہے اور منگولیا اور منچوریا کے درمیان حد فاصل ہے پھر اس کی ایک شاخ مغرب کے رخ سیکڑوں کوس تک تاتار کو جنوبی و شمالی حصہ میں تقسیم کرتی ہوئی چلی گئی ہے اور ایک شاخ مشرق و شمال کو ہوتی ہوئی سائبیریا کو چیرتی ہوئی بحر الشمال تک جاتی ہے۔ چینی تاتار کے لوگ اس پہاڑ کے اس درہ میں گزر کر کہ جن کو ذوالقرنین نے بند کیا تھا تاتاریوں کے ملک پر سرقت و تاراج کیا کرتے تھے انہوں نے ذوالقرنین سے کہا ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض فہل نجعل لک خرجاً علی ان تجعل بیننا و بینہم سدا کہ چینی تاتار کے لوگ یاجوج و ماجوج زمین میں بڑا فساد کیا کرتے ہیں آپ اگر ہمارے اور ان کے درمیان دیوار بنا دیں تو ہم آپ کے لیے اس پر خراج مقرر کر دیں۔ قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینہم ردما اتونی زبر الحدید۔ ذوالقرنین نے کہا خدا کا دیا میرے پاس سب کچھ ہے تم صرف مجھے مزدور اور لوہے کے ٹکڑے لاؤ کہ تمہارے اور ان کے درمیان دیوار بنا دوں۔ اب اس سے معلوم ہے کہ لوہے کے ٹکڑے ڈالے وہ دیوار اینٹوں کی تھی یا پتھروں سے لوہے کی ان میں میخیں لگائی تھیں بہرطور وہ دیوار تھی کہ دونوں پہاڑوں کے سرے تک ملے تھے تو پھر اس کو آگ سے گرم کر کے اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا۔ یا یوں کہو اس درزوں میں

پلا کر سب کو ایک ذات کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حتیٰ اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتیٰ اذا جعلہ ناراً قال اتونی افرغ علیہ قطراً۔ یہ درہ اس مضبوطی سے بند ہوا فما اسطاعوا ان یظہروہ وما استطاعوا لہ نقباً کہ نہ بلندی کی وجہ سے اس پر چڑھ سکتے تھے نہ اس میں لوہے اور تانبے کے لگانے سے نقب لگا سکتے تھے۔ جب یہ دیوار تیار ہو گئی تو ذوالقرنین نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے یہ کہا قال ہذا رحمۃ من ربی کہ یہ تم پر ایک انعام الٰہی ہے اس نعمت پر تم کو خدا تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے یہ نعمت عرصہ دراز تک باقی رہے گی مگر فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقاً جب میرے رب کا وعدہ یعنی اس کے گرنے کا وقت آئے گا تو یہ دیوار ٹوٹ جائے گی میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین نبی یا کوئی با خدا آدمی تھے جن کو بطور الہام کے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ایک وقت معین پر یہ دیوار ٹوٹے گی اس کا ذوالقرنین سے وعدہ خدا نے کر دیا تھا اس وعدہ کا کوئی وقت خاص یہاں بیان نہیں ہوا کہ کب یہ دیوار ٹوٹے گی؟ علمائے اسلام احادیث سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ دیوار قریب قیامت کے ٹوٹ جائے گی اور یہ تاتار اور چینی تاتار کی قومیں کہ جن کو یاجوج و ماجوج کہا ہے شام وغیرہ ملکوں پر حملہ آور ہوں گے اور ان ملکوں میں سخت فساد برپا کریں گے پھر خدا تعالیٰ کی ایک بلاء آسمانی سے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ احادیث صحیحہ میں یہ مضمون موجود ہے۔ اور نیز کتاب حزقیل علیہ السلام کی ۳۸۔ ۳۹ فصل میں لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج شمال کی طرف سے بے شمار تعداد کے ساتھ حملہ آور ہوں گے دمشق کے ملک پر اور لوگوں کو مغلوب و مقتول کر کے یہ کہیں گے کہ زمین

والوں کو تو ہم نے ہلاک کر دیا اب آسمان والوں کو بھی زیر کرنا چاہیے اس لیے آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اور وہ تیر ان کے گمان کو صحیح کرنے کے لیے خون آلود ہو کر گریں گے آخر خدا کی بھیجی ہوئی بلا سے یہ سب ہلاک ہوں گے کہ ان کی لاشوں سے زمین بھر جاوے گی اور لوگ سات برس تک ان کے تیر و کمان کا ایندھن جلاویں گے یہ پیشین گوئی اب تک ظاہر نہیں ہوئی بلاشک قرب قیامت میں ظاہر ہوگی۔ گو خلیفہ واثق باللہ کے خواب کے موافق جو اس نے دیکھا تھا کہ دیوار ٹوٹ گئی ان تاتاریوں نے بسر کردگی چنگیز خان و ہلاکو خان شام اور ایران وغیرہ ملکوں پر حملہ کیا اور لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کیا اور ملک میں زلزلہ ڈال دیا کسی کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اس واقعہ کو خروج یاجوج ماجوج کا واقعہ کہا ہے مگر در اصل یہ اور واقعہ تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشین گوئی کے مطابق ہوا اور خروج یاجوج ماجوج کا ایک اور واقعہ ہے جو ہوگا۔

اب ہم یاجوج ماجوج پر بحث کرتے ہیں کہ وہ کون قوم ہے اور کیسی ہے؟ باتفاق محققین یہ دونوں عجمی نام ہیں دو قوموں کے کہ جو یافث بن نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے فقیل انہما من الترک وقیل یاجوج من الترک وماجوج من الجیل والدیلم کہ بعض کہتے ہیں کہ یاجوج ماجوج دونوں ترکوں کے قبیلے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یاجوج ترکوں میں سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے۔ بیضاوی اور ابو السعود وغیرہ مفسرین ان کو یافث کی نسل سے کہتے ہیں۔ مطلب ایک ہی ہے۔ کتاب المسالک والممالک میں چین کا حال بیان کر کے لکھتا ہے یکون یاجوج وماجوج ما ورائہ وھو الی البحر المحیط کہ چین سے متصل بحر اعظم کے کنارے کنارے یاجوج ماجوج قوم ہے۔ جبل الطائے کے پرلی طرف منچوریا منگولیا کوریا چین سے ملے ہوئے ہیں دریا کی حد تک وہ ان سب کو یاجوج ماجوج بتلاتا ہے انہیں کے روکنے کے لیے فغفور چین نے اپنے ملک کی حفاظت کے لیے دیوار چین بنائی تھی اور انہیں کے لیے ذوالقرنین نے اس درہ کو بند کر دیا تھا۔ اور ایک جگہ لکھتا ہے واما یاجوج فھو فی ناحیۃ الشمال اذا قطعت ما بین الکیماکیۃ الخ اور اسی کے مطابق اور قدیم جغرافیہ والوں نے بھی بیان کیا ہے جس سے منچوریا اور منگولیا کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دیو بھوت نہیں ہمارے جیسے آدمی ہیں ہاں کسی زمانہ میں وحشی درندے سفاک جاہل کافر ضرور تھے اور کچھ اب بھی ہیں جغرافیہ جام جم جو انگریزی کتابوں کا ترجمہ ہے مرزا فرہاد نے ایسا ہی لکھا ہے۔ اس تقدیر پر منگول و منجو اور چینی تاتار کے باشندے ہیں

لہ ترمذی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا قوما نعالہم الشعر ولا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا قوما کان وجوہہم المجان المطرقۃ۔ اور پھر ترمذی کہتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح۔ یعنی قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اے مسلمانوں ایک ایسی قوم سے نہ لڑو گے کہ جن کی بالوں کی جوتیاں ہوں گی۔ اور ایسی قوم سے نہ لڑو گے کہ جن کے چہرے ڈھالوں کے جیسے چوڑے چپٹے ہوں گے۔ یعنی قیامت سے پیشتر تم کو ایسی قوموں سے لڑنے کا اتفاق ضرور ہوگا۔ اور اس قوم سے مراد اتراک اور تاتاری لوگ ہیں۔ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ وہی یاجوج ماجوج ہیں جو چنگیز خان اور اس کے بیٹے کے عہد میں خروج کر آئے تھے واللہ اعلم عفی عنہ ۱۲ منہ

انہیں کو اگلے زمانے میں یاجوج ماجوج کہتے تھے۔ اور یاجوج ماجوج کے لفظ کو منگول و من چیو اخذ کر لیا یا اس کے برعکس ہوا۔ اور صدیوں کے بعد الفاظ میں اس قسم کے تغیرات ہو جاتے ہیں کہ جس کا اصل پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ انگریزی میں یعقوب کا جیکب اور اسکندر کا الگزنڈر اور یوسف کا جوزف بن گیا۔ اور اسی طرح یونانی الفاظ کا عربی میں آکر ایسا ہی حال ہوا اور زبانوں کے الفاظ کو قیاس کر لینا چاہیے جب یہ مان لیا گیا کہ یہ یاجوج ماجوج عربی نہیں بلکہ عجمی لفظ ہیں اب نہیں کہہ سکتے کہ کس ملک کے لفظ اور عربی میں آکر ان میں کیا تغیر کیا اور پہلے یہ اپنی اصلی زبان میں کیا تھے اور اب وہاں یہ کس طرح جاری ہیں۔

توریت کتاب پیدائش کے دسویں باب میں یوں آیا ہے (۲) یافث کے بیٹے یہ ہیں جمر اور ماجوج اور مادی اور یاوان اور توبل اور مسک اور تیراس۔ اس ماجوج کی بابت ہمارا معزز معاصر لکھتا ہے کہ یہ منگوگ سے معرب ہوا جس کو عبرانی میں ماغوغ کہتے تھے اور آگے چل کر یہ ثابت کیا ہے کہ گوگ میگاگ جس کا یاجوج ماجوج بنایا ہے ایک ہی قوم پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسا ہو مگر اس کی دلیل بیان نہیں کی اس میں کوئی شک نہیں کہ یاجوج ماجوج ابتدا میں کسی شخص کے نام تھے پھر ان کی اولاد پر بھی مستعمل ہونے لگے کتاب حزقیل کے ۳۸ باب میں یوں آیا ہے۔" اور خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا اے آدم زاد! تو جوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر۔"

یہاں جوج کو ماجوج کی سرزمین کا رہنے والا اور روش اور مسک اور توبال قوموں کا سردار کہا۔ بنا بریں ماجوج اس ملک اور اس قوم کو کہا جو ماجوج بن یافث کی اولاد سے ہیں اور جو انہیں بلاد شمالیہ میں رہتے تھے جن کو آج کل تاتار اور چینی تاتار و ترکستان کہتے ہیں اور انہیں کی نسل کے لوگوں سے یہ ملک آباد ہیں اور جوج یعنی یاجوج ان میں سے کسی خاص فرقے کا نام تھا جو روش و توبال اور مسک قوموں کا ان دنوں میں حاکم ہوگا۔

یہاں سے بعض صاحبوں کا یہ خیال کر لینا کہ جوج سے انگریز اور ماجوج سے روسی لوگ مراد ہیں محض غلط ہے نہ اس کی کوئی سند ہے نہ اس کا کوئی عاقل قائل ہے۔

سوال۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج ہر روز اس دیوار کو توڑا اور ڈھایا کرتے ہیں جب شام ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کل ڈھائیں گے ذرا سی رہ گئی۔ مگر ان کے ان شاء اللہ نہ کہنے سے پھر صبح کو خدا تعالیٰ اس دیوار کو ویسا ہی کر دیتا ہے۔ پھر جب اس کا وقت آئے گا تو ان شاء اللہ کہیں گے پھر اس کو توڑ کر باہر نکل آئیں گے اور لوگ ان سے بھاگ جاویں گے الخ اس حدیث کو ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج وقت معہود سے پہلے ان ملکوں میں نہیں آسکتے اور جس قوم کو تم نے یاجوج ماجوج بتلایا وہ ان ملکوں میں بارہا حملہ کر کے آئے ہیں اور اب بھی وہاں کے لوگ آتے ہیں اور ان کے قریب چین کی عملداری ہے اور روس کی سلطنت بھی ہے۔

جواب۔ قرآن مجید سے صرف اسی درہ کا بند کرنا ثابت ہوتا ہے جس کو ذوالقرنین نے بند کیا تھا نہ یہ کہ ان کے چاروں طرف کے رستے بند کر دیے تھے۔ پھر یہ ممکن ہے کہ اور دور دراز کے رستوں سے اس قوم کے لوگ ان ملکوں میں آتے جاتے ہوں گے مگر اس حد میں بجز اس رستے کے

اور کوئی آسمان بستہ ان کے ہاتھ میں نہ ہوگا۔ خصوصاً ان لوگوں پر حملہ آوری کے لیے کہ جن کے کہنے سے ذوالقرنین نے دیوار چُنی تھی اور جو لوگ یاجوج ماجوج چنگیز خانیوں کو کہتے ہیں ان کے نزدیک دیوار ٹوٹنے کا وقت کئی سو برس آگے آچکا اور بہ نسبت اگلے زمانے کے وہ بھی قیامت کے قریب ہے۔ قربِ قیامت سے مراد نفخ صور سے متصل زمانہ نہیں اور ان کا اس دیوار پر نہ چڑھنا نہ نقب لگانا اس زمانہ تک تھا نہ ہمیشہ کے لیے یہ ہزاروں برس کا واقعہ ہے صدیوں تک وہ دیوار ان کے خروج کو مانع رہی اب کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہی مانع رہے۔ قرآن میں کوئی بھی لفظ ایسا نہیں جو اس مطلب پر دلالت کرتا ہو۔ احادیث خبر آحاد ہیں جن کے ثبوت میں بھی یقین کامل نہیں اہل کتاب کی کتابیں قابل احتجاج نہیں۔ ہاں یہود میں یاجوج ماجوج اور دیوار کی بابت عجائب افسانے مشہور تھے جن کو بعض خوش اعتقاد مسلمانوں نے بھی روایت کر دیا۔ چنانچہ معالم التنزیل میں وہب وغیرہ کے چند اقوال یاجوج ماجوج کی نسبت منقول ہیں کہ وہ ایک کان بچھا کر ایک اوڑھ کر سوتے ہیں اور ان میں سے کسی کا قد سو گز سے زیادہ ہے اور ان کے درندوں کی طرح چنگل اور کچلیاں ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب وہی روایات ہیں جو اہل کتاب سے لے کر قرآن مجید سے چسپاں کی گئی ہیں۔

تیسری دیوار جو باب الابواب کے پاس ہے جس کا ہم بیان کر آئے ہیں بعض مفسرین نے اسی کو وہ دیوار ذی القرنین قرار دیا ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے جیسا کہ بیضاوی نے لکھا ہے وقیل باذربیجان الخ کہ بعض نے اس کو آذربیجان اور آرمینیہ کے پہاڑوں میں بتلایا ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اس دیوار کا بنانے والا ایران کا کوئی بڑا جلیل القدر بادشاہ ہے پھر کوئی اس کا نام انوشیروان بتلاتا ہے کوئی قباد کہتا ہے اگر انوشیروان ہے تو یہ اخیر انوشیروان نہیں بلکہ پہلے بادشاہوں میں سے کوئی ہوگا کیخسرو کیقباد کہ جس کی سلطنت بھی مشرق و مغرب میں بہت دور تک پہنچی تھی اور اس نے بڑی بڑی مستحکم عمارتیں بھی بنائی تھیں جیسا کہ "تاریخ شاہان ایران" سے ظاہر ہے اس قول کے مطابق تو یہی بادشاہ "ذوالقرنین" قرار پاتا ہے اور اس کی سند بھی کتاب دانیال علیہ السلام کے آٹھویں باب سے ملتی ہے۔

اس کتاب کے ۸ باب میں لکھا ہے بیلشفر بادشاہ (بخت نصر کے بیٹے) کی سلطنت کے تیسرے سال میں مجھے ہاں مجھ دانی ایل کو ایک رویا نظر آئی بعد اس کے جو شروع میں مجھے نظر آئی تھی اور میں نے عالم رؤیا میں دیکھا اور جس وقت میں نے دیکھا ایسا معلوم ہوا کہ میں سوسن[1] کے قصر میں تھا جو صوبہ عیلام میں ہے پھر میں نے رویت کے عالم میں دیکھا کہ میں اولائی ندی کے کنارے پر ہوں تب میں نے اپنی آنکھیں اٹھا کے نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ ندی کے

[1] یہ شہر شوستر کا قدیم نام ہے۔ یہ شہر اگلے زمانوں میں شاہان کیانیہ کا پایہ تخت رہ چکا ہے۔ جو دارا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے عہد میں تھا اور جس کے ہاں حضرت دانیال مامور ہو کر گئے تھے اور جس نے بابل شہر سے بخت نصر بادشاہ کلدانی کی سلطنت کا خاتمہ کیا تھا، اسی شہر میں تھا۔ حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کی قید میں بابل پہنچے تھے پھر بخت نصر اور اس کے بیٹے کے دربار میں آپ کو بڑی عزت دی گئی تھی۔ انہیں کے روبرو بابل کی سلطنت کا خاتمہ ہو کر شاہان ایران کا غلبہ ہوا، انہیں کو دو سینگ کا مینڈھا آپ خواب میں دیکھتے ہیں ۱۲ منہ

گئے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ تھے اور دونوں سینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ پچھم اتر دکھن طرف سینگ مارتا تھا۔ یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ ہو سکا وہ جو چاہتا تھا سو کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بہت بڑا ہو گیا اور میں اس سوچ میں تھا کہ دیکھا ایک بکرا پچھم کی طرف سے آ کے تمام روئے زمین پر چھا گیا پھر اکڑ زمین کو بھی نہ چھوتا اور اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے بیچوں بیچ ایک عجیب طرح کا سینگ تھا اور وہ اس دو سینگ والے مینڈھے پر بڑے زور سے دوڑ پڑا اور اس کو مارا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور اس کو زمین پر پٹک مارا اور کھڑا رہا اور کوئی اس کو نہ چھڑا سکا پھر وہ بکرا نہایت بڑا ہوا اور جب بڑا زور ہوا تو اس کا سینگ ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ اور چار سینگ نکلے۔ جب میں دانیال یہ خواب دیکھ کر تو اس کی تعبیر کی فکر میں تھا پھر میں نے اپنے سامنے کوئی شخص کھڑا دیکھا اور آواز آئی کہ اے جبرئیل اس کو رویا کے معنی سمجھا دے۔ اس نے میرے پاس آ کے کہا اے آدم زاد! سمجھ کیونکہ یہ رویت آخری زمانہ میں انجام ہوگی۔ وہ مینڈھا کہ جس کے دو سینگ تھے وہ مادی اور فارس کے بادشاہ ہیں اور وہ بکرا یونان کا بادشاہ اور اس کے چار سینگ سو یہ چار سلطنتیں ہیں جو اس قوم کے درمیان برپا ہوں گی انتہی ملخصاً۔ اس بنا پر ذوالقرنین فارس کے بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ ہے قباد وغیرہ جو دو سینگ والے سے یہود میں مشہور تھا جس کا ترجمہ عربی میں ذوالقرنین ہوا اور وہ بکرا ایک سینگ والا سکندر فیلقوس یونانی بادشاہ ہے جس نے اس دو سینگ والے مینڈھے یعنی ایران کے اس بادشاہ کو جو اس کے عہد میں تھا "دارا" جو انہیں بادشاہوں کے ذیل میں باعتبار حشمت و وسعت و غلبہ کے دو سینگ والا مینڈھا تھا ہلاک کیا اور اس کی سلطنت چھین لی اور پھر سکندر کے بعد اس کے چار سرداروں میں اس کا ملک تقسیم ہوا اور یہ چاروں ایک ایک حصہ ملک کے بادشاہ ہو گئے۔ دانیال علیہ السلام کے کئی سو برس بعد یہ واقعہ ہوا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کا یہ خواب کتاب دانیال میں یہود کے ہاں ایک معما سا چلا آتا تھا جس کے معنی یا تعبیر وہی جانتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے قریش کو بطور امتحان کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کے حال سے سوال کرنے کو کہا کہ وہ ذوالقرنین کو کوئی بادشاہ بتلاتے ہیں یا کوئی جانور دو سینگ والا؟ کیونکہ بظاہر لفظوں میں بڑا ابہام ہے مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بموجب وحی متلو اس کا ان آیات میں پورا حال بیان کر دیا اور اس کی دیوار بنانے اور قوم خونریز کے روکنے کا ذکر بھی کیا جو یاجوج ماجوج کی قوم میں سے تھے اور شاہ فارس کے ملک میں بھی شورش برپا کرتے تھے اس خواب دانیال کے مطابق بھی سکندر رومی ذوالقرنین نہیں ہو سکتا۔ عوام میں جو سکندر ذوالقرنین مشہور ہو گیا ہے اس غلطی کا باعث بعض مورخوں کی لاعلمی اور پھر سکندر نامہ میں مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی ہے۔

بعض لوگوں نے ایرانی بادشاہوں میں سے ذوالقرنین فریدون کو قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر ابوالسعود و تاریخ ابوالفدا میں مذکور ہے مگر جمہور محققین کا اسی پر اتفاق ہے کہ ذوالقرنین تبع حمیری ہے اور وہ دیوار جو اس نے بنائی وہی ہے جو جبل الطائی میں واقع ہے نہ دربند اور یاجوج ماجوج وہی تاتاری اور منگول تاتار کے لوگ ہیں کہ جن کے بزرگوں کے روکنے کے لیے ذوالقرنین نے دیوار بنائی تھی اور یہی قومیں اخیر زمانے میں نکل کر ہر طرف شورش کرتی پائی گئی ہیں۔ واللہ اعلم۔

یہ ہے ذوالقرنین کے قصہ کی تحقیق کہ جس میں ہی [illegible]

باطل اور داستان گوئی کو کچھ بھی دخل نہیں اور جس پر حال کے جغرافیہ اور تاریخوں کے بموجب کوئی غبار نہیں پڑتا نہ کوئی شبہ باقی رہتا ہے اور جو محققین کے اقوال سے لی گئی، محض اپنی رائے سے تاریخی واقعات میں زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملائے گئے ہیں جیسا کہ ہمارے بعض معاصرین کی عادت ہے۔ بایں ہمہ اگر ہماری اس تحقیق میں کوئی غلطی ہو تو مجھے اس پر کچھ بھی اصرار نہیں۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا
پھر کیا کافر کچھ سمجھے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر
عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّا
میرے بندوں ہی کو کارساز بنا لیں گے ہم نے بھی
أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾
کافروں کے اترنے کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے
قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ
اے نبی کہو تو کہ تم کو میں بتاؤں کہ کون لوگ اعمال کے لحاظ سے خسارہ
أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ
میں پڑے ہوئے ہیں وہ جن کی دنیاوی کوششیں سب گئی
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ
گزری ہوئی ہیں اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں
أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولَٰئِكَ
کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں یہ وہی
الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَ
لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا اور اس کے ملنے کا
لِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ
انکار کیا ان کی کمائی بھی اکارت ہوگئی سو ہم قیامت

لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ
کے دن ان کے اعمال کا کچھ بھی وزن قائم نہ کریں گے یعنی جہنم
جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَ
ان کی سزا اس لیے ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں
اتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾
اور میرے رسولوں کو ٹھٹھے میں اڑایا
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
البتہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے
كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ
ان کے لیے جنت فردوس
نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ
ٹھیرنے کی جگہ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے وہاں سے
عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ
نہ ہٹیں گے۔ اے نبی کہو کہ اگر میرے رب کی
مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ
باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے
الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي
رب کی باتیں تمام ہونے سے پہلے سمندر تمام ہو جائے
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ
اگرچہ اس کی مدد کو ہم ایسا ہی اور بھی دریا لاویں (اے نبی) کہہ دو
إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ
کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں ہاں مجھ پر میری طرف
إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَنْ
یہ وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پھر جو کوئی
كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ
اپنے رب کے ملنے کی توقع رکھے تو اس کو چاہیے

عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

کر اچھے کام کیے جائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو

رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ۱۲ ع ۲

بھی شریک نہ کرے ۔

تفسیر

ذوالقرنین کے قصہ کے خاتمے پر فرمایا تھا کہ کافروں پر جہنم وہ ہیں کہ جن کی آنکھوں پر اور کانوں پر غفلت کے پردے پڑے ہیں نہ خدا تعالیٰ کو اس کی آیات قدرت دیکھ کر یاد کرتے ہیں نہ حق بات سنتے ہیں ۔ اب یہاں سے ان پردوں کا اثر بیان فرماتا ہے افحسب الذین کفروا کیا ان کافروں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مجھے چھوڑ کر میری مخلوق کو کارساز حاجت روا بنانا ان کے لیے بس کرتا ہے حالانکہ یہ بڑی نادانی ہے اول تو یوں کہ مالک کے مقابلہ میں اس کے بندے اور مخلوق جنہیں حاجت روا سمجھتے ہیں ان کے کام آویں گے وہ کیا کام آسکتے ہیں جب کہ وہ خود ہی ہمارے محتاج اور دست نگر ہیں ۔ دوم بڑا کام آنا اس جہان کے لیے ہوتا ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے سو انا اعتدنا جہنم للکفرین نزلا ہم نے وہاں ان کے لیے بجائے نجات کے جہنم تیار کر رکھا ہے یہ ان کی وہاں مہمانی اور ضیافت ہے ۔ دنیا میں جو کچھ ان معبودوں کی عبادت میں کوششیں کی تھیں مال صرف کیے تھے اس طریقہ باطل کو غالب کرنے کے لیے اہل حق سے لڑے تھے ، حق کے مٹانے میں مال و جان صرف کی تھی اور اس کو دنیا و آخرت کی فلاح سمجھے ہوئے تھے اور در اصل یہ زیان کاری اور خسارہ دارین تھا اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میں تم کو بتلاؤں کہ کون زیان کار اور خسارے میں ہیں ؟ پھر آپ ہی بتلایا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا الخ کہ جن کی سب کوششیں بے کار گئیں اس پر یہ غضب کہ وہ اس کو نیکوکاری سمجھے ہوئے تھے یہ جہل مرکب مرض لادوا جس کا نتیجہ موت روحانی یعنی دارین کی خسارت ہے انسان اگر زیان کو جانے تب بھی امید ہے کہ کبھی راہ راست پر آجائے گا اس کے برعکس کوشش دنیا میں کارگر اور درست ہوئی ان کا حال بھی بیان فرماتا ہے بقولہ ان الذین آمنوا الخ کہ ان کو دار آخرت میں جنات الفردوس رہنے کو ملیں گی جہاں وہ سدا رہا کریں گے ۔

قل لو کان البحر الخ پہلے سے یہ بات بیان فرماتا ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے اس میں جو انسان کی سعادت و نحوست اس قدر مشرح بیان ہے کہ جس کو کوئی سمندروں کی سیاہی بنا کر بھی لکھے تو سمندر خشک ہو جاویں اور تمام نہ ہوں ۔ بعض مفسرین کلمات رب سے عام مراد لیتے ہیں ان کے غرائب اور عجائب قدرت جو ہر ہر مخلوق میں بے شمار ہیں ہر ایک مخلوق اس کی عجائب قدرت کا بے انتہا دفتر ہے اس عالم حسی کی مخلوق پھر عالم ملکوت اور پھر دار آخرت کی کیفیات پھر عالم لاہوت اور شیون باری تعالیٰ جن کے لکھنے کو ہزار سمندر بھی کافی نہیں کس لیے کہ وہ متناہی اور یہ غیر متناہی ہیں ۔

ابحاث

(۱) عبادی سے مراد بعض کہتے ہیں حضرت عیسیٰ بعض کہتے ہیں ملائکہ بعض کہتے ہیں شیاطین بعض کہتے ہیں اصنام ان کو بھی باعتبار ان اشخاص کے کہ جن کی یہ فرضی صورتیں بنائی گئی ہیں عباد کہا جاتا ہے جیسا کہ ایک جگہ قرآن میں آیا ہے عباد امثالکم ۔ فقیر کہتا ہے عموم مراد ہے اس میں سب آگئے ۔

(۲) نزل زجاج کہتے ہیں ماویٰ اور منزل کو نزل کہتے ہیں۔ اور جو کچھ مہمان کے لیے کہ جس کو عربی میں ضیف و نزیل کہتے ہیں تیار کیا جاتا ہے یعنی مہمانی اس کو بھی نزل کہتے ہیں۔

(۳) بالاخسرین اعمالاً سے بعض کہتے ہیں رہبان کی طرف اشارہ ہے۔ مجاہد کہتے ہیں اہل کتاب کی طرف، مگر یہاں بھی عموم مراد لینا چاہیے یعنی ہر ایک قوم اور ہر ایک شخص جو پیغمبر علیہ السلام کے برخلاف طریقہ کو نجات کا سبب جان کر اس میں کوشش کرتا ہے جیسا کہ ہندو گنگا اشنان اور گائے بیل کی پرستش اور بتوں کے آگے خودکشی و دیگر بے فائدہ مجاہدات کرتے ہیں اور اسی طرح دیگر مذاہب کو سمجھنا چاہیے بلکہ اہل اسلام میں بھی جو لوگ کتاب و سنت کے برخلاف خانہ ساز باتوں کو دین اور نجات کا باعث سمجھ کر ان میں سعی کرتے ہیں مال و جان صرف کرتے ہیں بدعات میں ہزار ہا روپیہ اٹھاتے ہیں جیسا کہ محرم کی تعزیہ داری اور بے جا تعمیرات اور دیگر دستورات ان کو بھی الذین ضل سعیہم میں علیٰ قدر مراتب شمار کرنا چاہیے نفع کی امید میں کام کیا وہاں الٹا نقصان عام ہوا۔ سے

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست

الٰہی ہماری چشم باطن کو بینا کر تاکہ ہم کو ہر چیز اس کی اصلی حالت پر نظر آوے برے کو اچھا اور اچھے کو برا نہ سمجھیں اس جہل مرکب کے ورطہ میں نہ پڑیں آمین۔

(۴) ولقائہ سے مراد خدا تعالیٰ کے سامنے ہونا۔ اس سے ملنا جو مرنے کے بعد یا قیامت میں ضرور ہوگا۔ خواہ مجرمانہ حالت میں جیسا کہ قیدی اور مجرم بادشاہ کے سامنے حاضر کیے جاتے ہیں یا اکرام و اعزاز کی صورت میں بہرطور اس سے ایک روز ملنا ضرور ہے جو اس کا منکر ہے خسارہ میں پڑا ہے۔

(۵) فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزناً یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ حقارت و ذلت میں ان کے اعمال ہوں گے تولنے میں ان کا کچھ بھی وزن نہیں یعنی عزت نہیں کہ قیامت میں جو ترازو سے اعمال قائم ہونا دوسری آیت میں آیا ہے تو اس سے یہ مراد کہ ترازو اہل ایمان کے لیے قائم ہوگی ان کو اعمال حسنہ و سیئہ کی مقدار معلوم کرانے کے لیے نہ کفار کے لیے پس دونوں آیتوں میں تعارض نہیں جس طرح کافروں کے لیے جہنم مہمانی میں ملنا بیان ہوا تھا اسی طرح ان کے مقابلہ میں جو کوئی ایمان لاوے اور اچھے کام کرے اس کی مہمانی میں جنات الفردوس کا ملنا بیان فرمایا ہے۔

قتادہ کہتے ہیں فردوس وسط جنت اور ان میں سے اعلیٰ کو کہتے ہیں۔ فردوس کے معنی رومی زبان میں باغ کے ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں حبشی زبان میں۔ ضحاک کہتے ہیں گھن کے درختوں کو فردوس کہتے ہیں۔ اصل اس لفظ کی خواہ رومی ہو خواہ حبشی مگر یہ بوقت نزول قرآن عرب العرباء کی زبان میں مستعمل تھا۔ جنت الفردوس کی تشریح احادیث میں بہت کچھ آئی ہے کہ یہ تمام جنتوں میں اعلیٰ ہے وغیرہ۔ اور کفار کو ان کے اعمال بد سے دائما جہنم میں محبوس رکھنا اور ایمان داروں نکوکاروں کو ہمیشہ جنت الفردوس میں رکھنا اس کی ایک شان اور صفت ہے من جملہ ان صفات کے کہ جن کو سمندر کی سیاہی بنا کر جو کوئی لکھنا چاہے تو سمندر تمام ہو جائے اور وہ سب نہ لکھی جائیں۔

(۶) چونکہ اس سورہ میں اصحاب کہف اور ذی القرنین اور موسیٰ اور خضر کا حال بیان ہوا ہے جس سے ان کی بزرگی اور خرق عادات معجزات ظاہر ہوتے ہیں

اور دنیا میں بزرگوں اور عباد اللہ کو جو لوگوں نے خدائی میں
شریک کیا ہے تو بیشتر ان کے خارق عادات کاموں
کی وجہ سے تو اس لیے آپ کی امت کو تنبیہ کرنے کے لیے
سورۃ کا خاتمہ اس پر کیا قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہ
کہہ دو میں بھی تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں خدا نہیں
نہ خدائی کا شریک ہوں مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ
تمہارا معبود ایک ہی ہے کوئی دوسرا معبود نہیں۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ تو پھر جو کوئی اپنے
رب سے ملنے کی توقع رکھتا ہو کر اپنے رب کے پاس
جا کر حیات جاودانی پاؤں تو اس کو یہ دو کام کرنے چاہئیں
(۱) نیک کام کیے جائے اور نیک وہی کام ہیں جن کو
نبی علیہ السلام نے نیک بتایا ہے اس میں مالی بدنی اور
اخلاقی سب نیکیاں آگئیں (۲) لَا يُشْرِكْ اپنے رب
کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے حسنات کے یہی
دو اصول ہیں توحید جس کو ایمان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے
اور اعمال صالحہ تمام صحف انبیاء کا یہی خلاصہ ہے جس پر
سورۃ کو تمام کیا ہے۔

فائدہ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ میں صرف شرک
ہی کی نفی نہیں بلکہ ریاکاری کی بھی ہے اس لئے کہ ریاکار
جب غیر کے دکھانے یا سنانے کو عبادت کرتا ہے تو
گویا اس نے اس کی یا اس کے لیے عبادت کی اس کو بھی
خدا کے ساتھ شریک کیا اس کو شرع میں شرک خفی کہتے
ہیں واللہ اعلم۔

سورۂ مریم

مکیہ ہے اس میں اٹھانوے آیات اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
كٓهٰيٰعٓصٓ ① ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ
یہ ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا
عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ② اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ
جو اس کے بندے زکریا پر ہوئی جب کہ اس نے اپنے رب کو خفیہ
نِدَآءً خَفِيًّا ③ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ
آواز سے پکارا کہا اے میرے رب میری ہڈیاں
وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ
کمزور ہو گئیں اور سر میں بڑھاپا
شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④
چمکنے لگا اور تجھ سے مانگنے میں کبھی محروم نہیں رہا
وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ
اور میں اپنے بعد اپنے اقارب سے ڈرتا ہوں اور میری
امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ
بیوی بانجھ ہے پس تو اپنی طرف سے مجھے ایک وارث
وَلِيًّا ⑤ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ
عطا کر جو میرا وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا

ف: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا اصل مقصد الوہیت و معبودیت کے احتمال کو رفع کرنا ہے یعنی پیغمبر علیہ السلام میں الوہیت کا کوئی بھی حصہ نہیں اس سے کمالات نبوت کی نفی مراد نہیں پھر اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انسانوں جیسا معمولی انسان خیال کرنا سخت نادانی ہے ۱۲ منہ

لے یعنی میرا کوئی جانشین فرزند عطا کر کہ میرے بعد انتظام مذہب قوم کا اسے ہو کیونکہ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد میرے اقارب جو اس مسند امامت پر بیٹھیں گے قوم مذہب کو برباد کر دیں گے اس لیے کہ حضرت زکریا کو ان کے تیور اچھے نہ دکھائی دیتے تھے ۱۲ منہ

يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾
بھی اور اس کو اے رب پسندیدہ بنا
يٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ٱسْمُهُ
(ہم نے کہا اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشی سناتے ہیں جس کا نام
يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا [1] ﴿٧﴾
یحییٰ ہوگا اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی بھی نہیں پیدا کیا۔
قَالَ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي غُلٰمٌ وَّكَانَتِ
زکریا نے کہا اے رب میرے لیے کہاں سے لڑکا پیدا ہوگا حالانکہ میری
امْرَأَتِي عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ
بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے میں آکر اینٹھ گیا
عِتِيًّا [2] ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ [3] قَالَ رَبُّكَ
ہوں کہا یوں ہی ہوگا تمہارے رب نے فرمایا
هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ
کہ یہ میرے نزدیک سہل سی بات ہے اور ہم نے اس سے پہلے تمہیں بھی پیدا
قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ
کیا ہے اور تم کچھ بھی نہ تھے زکریا نے کہا اے رب
اجْعَلْ لِّيْ آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا
میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دیجیے فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم

تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ
لوگوں سے تین رات دن تک کلام نہ کر سکو گے بھلے چنگے
سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهِ مِنَ
ہو کر پس زکریا حجرہ سے نکل کر اپنی قوم
الْمِحْرَابِ فَأَوْحٰى إِلَيْهِمْ أَنْ
کے پاس آئے اور ان کو اشارہ سے کہا کہ صبح و
سَبِّحُوا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا [4] ﴿١١﴾
شام خدا کی تسبیح کیا کرو (زبان سے بول نہ سکے)

ترکیب

ذکر مرفوع بانہ خبر مبتدء محذوف ای ہذا ثم الخبر مضاف الی رحمت وہی الی ربک عبدہ منصوب بانہ مفعول رحمۃ وقیل مفعول لذکر اذ نادی ظرف زمان لرحمۃ ای رحمۃ ایاہ وقت ان ناداہ قال رب الخ الجملۃ مفسرۃ لقولہ نادی والوہن الضعف یقال وہن یہن وہنا من باب وعد یعد و لا یتعدی فی لغۃ اشتعل الراس الاشتعال انتشار شعاع النار فشبہ بہ انتشار بیاض شعر الراس بجامع البیاض ثم اخرجہ مخرج الاستعارۃ بالکنایۃ بان حذف المشبہ بہ واداۃ التشبیہ شقیا ای خائبا من الاجابۃ خفت بصیغۃ المتکلم وقری بکسر

[1] بنی اسرائیل میں اس نام کا اس سے پہلے کوئی نہیں گزرا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں سمی بمعنی مثل ہے یعنی اس صفت کا کوئی نہیں گو زکریا ان سے پہلے حضرت موسیٰ وغیرہ بنی اسرائیل میں بڑے بڑے بلند مرتبہ رسول ہو گزرے ہیں مگر ان میں ایک وصف خاص تھا "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" یعنی بڑا لائق فرزند عطا کریں گے ۱۲ منہ

[2] بڑھاپے میں انسان کی وہ حالت نہیں رہتی جو جوانی میں ہوتی ہے قد بھی کبڑا ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں بھی سکڑ جاتے ہیں ۱۲ منہ

[3] بعض مفسرین کہتے ہیں زکریا کا قول ہے جو بشارت فرزند سن کر تعجب سے بولے کہ کیا ایسا ہوگا؟ ۱۲ منہ

[4] ان کی زبان بند ہوگئی تھی اشارہ سے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا تم خود حسب دستور صبح و شام اپنی نماز پڑھ لو۔ یہ دو نمازیں بنی اسرائیل میں زیادہ مؤکد تھیں اور ان کی نماز تسبیح و تقدیس تھی ۱۲ منہ

[5] عتیا مشتق ہے عتو سے معناہ از حد در گزشتن و بہ پیری رسیدن ۱۲ منہ

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ

اے یحییٰ پکڑ لے تو اس کتاب کو مضبوطی سے اور ہم نے اس کو دیا

الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ 12 وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ

حکم لڑکپن ہی میں اور اس کو خاص دی اپنی طرف سے شفقت اور پاکیزگی

زَكٰوةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ 13 وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَيْهِ

عنایت کی تھی اور وہ پرہیزگار تھے اور اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والے

وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ 14 وَسَلٰمٌ

تھے اور وہ سرکش نافرمان نہ تھے اور اس پر

عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَ

سلام ہو جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ مریں گے اور

يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝ 15 وَاذْكُرْ فِي

جس دن کہ زندہ ہو کر اٹھیں گے اور کتاب میں مریم کا

الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ

ذکر کرو جب کہ وہ اپنے لوگوں سے کنارہ

اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ 16 فَاتَّخَذَتْ

کر کے شرقی مکان میں جا بیٹھی پس لوگوں کی طرف

مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا

سے ایک پردہ ڈال لیا پھر اس کے پاس ہم نے اپنے

رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ 17

فرشتہ کو بھیجا تب وہ اس کے روبرو پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا

قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ

مریم نے کہا میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں

اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ 18 قَالَ اِنَّمَآ اَنَا

اگر تو پرہیزگار ہے اس نے کہا میں تو

اشتار. وقال علی الفواحی ای تحول ما تزا المراد بالموالی بنی العم الموسطے ...
الاقارب ... یرثنی ویرث بالرفع فی المتضعین علی انہما
صفتان ... وقری بالجزم علی انہما جواب الدعاء جسیّا اصلہ
... المفعول قال اکثر المفسرین ... اہل ... قال
ابن عباس و مجاہد و ... مثلہم ... اولاد ... من
... معناہ ...

تفسیر

اس سورہ میں بھی چند بزرگوں کے تذکرے ہیں جن
سے خداتعالیٰ کی رحمت و قدرت کا کامل اظہار ہوتا ہے۔
اور مقصود ان تذکروں سے یہ ہے کہ خدا پرستوں پر
ہمیشہ دنیا و آخرت میں اس کی مہربانی اور عنایت ہوا
کرتی ہے وہ اپنے مخلصین کی ہر موقع میں دستگیری کیا
کرتا ہے اسی پر توکل لازم ہے۔

پہلا ذکر حضرت زکریا پیغمبر علیہ السلام کا ہے۔ یہ
حضرت ... کے ... بنی اسرائیل میں ہیکل یعنی
بیت المقدس کے ایک کاہن یعنی امام تھے ... اور
کاہنوں کے ... یہ وہ زمانہ ہے کہ یہود کی سلطنت قائم
نہ رہی تھی شاہان روم ان پر حکومت کرتے تھے اور
ان کا ایک نائب یا گورنر رہتا ... ان کو ہیرودیس
کہا کرتے تھے۔ یہ ان کا شاہی نام تھا۔ اور ... یہود
میں سے نہیں بلکہ غیر تھا۔ بیت المقدس کئی بار ... کے
بعد حال میں ... تعمیر ہوا تھا ...
کمرے اور ... تھے اور وہ ... مکانات بھی تھے۔
حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی
بیوی الیسبات جو حضرت مریم کی خالہ تھیں بانجھ تھیں۔
زکریا کو اولاد نہ ہونے سے ... کا فکر تھا کہ
ان سے ... انجام ... نہ ہو سکے گا۔

ف تورات ... یعنی اس کی ولادت اور موت اور بار دگر زندگی ہر حالت مبارک ...

رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا

تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں　کہ تم کو　پاکیزہ　لڑکا

زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ

دوں　(مریم نے) کہا میرے کہاں سے لڑکا ہوگا

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾

حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ

کہا یوں ہی ہوگا　تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر

هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ

آسان ہے اور اس طرح یوں پیدا کیا تاکہ ہم لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی

رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

اور لوگوں کیلئے اپنی مہربانی بنائیں اور یہ بات ٹھیر چکی تھی

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا

پس مریم کو اس کا حمل ہوگیا اور　وہ حمل کو لے کر کسی دور

قَصِيًّا ﴿۲۲﴾

گوشہ میں رہنے لگی ۔

ترکیب

وحنانا معطوف علی الحکم مشتق من الحنان مخففا الرحمۃ والرقۃ ومشددا من صفات اللہ عزوجل وزکوۃ معطوف علی ماقبلہ والزکوۃ التطہیر والتزکیۃ والتعمیۃ لے جعلناہ مطہرۃ وقیل زکیناہ بحسن الثناء علیہ کتزکیۃ الشہود و قیل صدقۃ تصدقنا بہا علی ابویہ سلم علیہ ۔ قال ابن جریر معناہ امان علیہ من اللہ وقال ابن عطیۃ التحیۃ المتعارفۃ مکانا شرقیا لے من جانب المشرق والنصب علی الظرفیۃ او مفعول بہ علی ان معنی انتبذت اتت مکانا ومن اجل ذلک اتخذت النصاری المشرق قبلۃ والبغی ہی الزانیۃ التی تبغی الرجال قال المبرد اصلہ بغوی علی فعول وقال ابن جنی فعیل ولما کان البغاء غالبا فی النساء دون الرجال اجری مجری حائض وحامل لنجعلہ متعلق بمحذوف اے خلقنا ورحمۃ معطوفۃ علی آیۃ وکان اسمہ محذوف لے خلقہ امرا مقضیا خبر کان ۔

تفسیر

آخر ایک روز عین نماز میں دل بھر آیا ۔ اللہ سے مناجات و دعا کی (ندا خفیا) کہ اے رب میں کبھی تجھ سے سوال کر کے محروم نہیں رہا ہوں میں تجھ سے اب التجا کرتا ہوں کہ مجھے ایک پسندیدہ فرزند عطا کر کہ امامت میں میرا وارث ہو اور اسرائیل کی نسل کا بھی وارث ہو نبوت اور بزرگی اور برکت میں یعنی جو اسرائیل سے وعدہ کی گئی تھی کہ تیری نسل میں برکت دوں گا ۔ فرشتہ نے خدا کی طرف سے زکریا کو مژدہ دیا کہ تیری دعا قبول ہوئی تجھ کو ایک فرزند نیک ملے گا ۔ جس کا نام یحییٰ (یوحنا) ہوگا اور اس سے پہلے اس نام کا کوئی نہیں ہوا ہے ۔ زکریا کو مژدہ سن کر اپنی پیرانہ سالی اور بیوی کے بانجھ ہونے کا خیال کر کے تعجب ہوا فرشتہ نے کہا کیا تعجب ہے خدا نے انسان کو معدوم سے موجود

عہ یعنی مریم کو بغیر باپ کے بچہ دینے میں اظہار قدرت کاملہ اور لوگوں پر رحمت مقصود تھی ۔ رحمت اس لیے کہ ماں ہی کا اثر مولود میں ظاہر ہو اور عورت کی ذات میں قدرت نے نرمی اور شفقت رکھی ہے ۔ حضرت موسیٰ کے جلال کے بعد جن کے عہد میں بنی اسرائیل پر سخت سخت احکام فرض ہوئے ایک ایسا ہی رحم دل اور نرم نبی مبعوث کرنا عین حکمت تھا تاکہ بنی اسرائیل کو ان سخت احکام سے سبک دوش کرے ۱۲ منہ

کر دیا بغیر اسباب کے پیدا کر سکتا ہے اور اسباب بھی
پیدا کر سکتا ہے۔ پھر جب زکریا کا اطمینان ہو گیا تو فرشتہ
سے اس کی علامت پوچھی فرشتہ نے کہا جب وقت
آئے گا تو خود بخود تین رات دن تک تیری زبان بند ہو
جاوے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زکریا کچھ بات نہ کر سکتے
تھے۔ اور اس وقت کے روز لوگ حسب دستور منتظر تھے
کہ زکریا محراب یعنی خاص اپنی عبادت گاہ سے باہر آکر
نماز پڑھاویں۔ ان کے دستور کے موافق۔ پس باہر نکل کر
لوگوں سے اشارہ سے کہا کہ تم بطور خود صبح و شام خدا
کی حمد و ثنا کرو۔ اس علامت کے چند روز بعد یحییٰ علیہ
السلام پیدا ہوئے۔ یہ لڑکپن ہی میں وعظ و تلقین کیا
کرتے تھے اور بچوں کی طرح کھیل کود میں کبھی مصروف
نہیں ہوئے۔ توراۃ پر عمل کرنے کا ان کو حکم ہوا تھا۔
اس بات کو خذ الکتٰب بقوۃ سے تعبیر کیا یعنی مضبوطی
سے کتاب یعنی توریت کو پکڑ کر اس پر عمل کرو۔ ممکن ہے
کہ ان کو کوئی خاص صحیفہ عطا ہوا ہو جو مصائب میں گم ہو گیا۔
اور آپ کو لڑکپن ہی میں حکم یعنی حکمت اور فہم دیا گیا اور
حنان یعنی نرم دلی اور محبت اور دل دردمند اور زکوٰۃ
یعنی طہارت ظاہری و باطنی عطا کی گئی تھی۔

فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ
پھر درد زہ کے مارے کھجور کے پیڑ کی طرف آئی

قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَ
کہنے لگی اے کاش میں کبھی کی اس سے پہلے مر چکتی اور

كُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادَاهَا
بھولی بسری ہو جاتی پھر اس کے پائیں سے

مِن تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ
(فرشتے نے) آواز دی کہ غم نہ کر تمہارے رب نے تمہارے

رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّي إِلَيْكِ
نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے اور اپنی طرف

بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا
کھجور کے پیڑ کو جھکاؤ تم پر تازہ کھجوریں

جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي
گریں گی سو تم کھاؤ اور پیو اور آنکھ

عَيْنًا ۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا
ٹھنڈی کرو پھر جو تم کسی آدمی کو دیکھو

فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا
تو کہیو کہ میں نے رحمٰن کے لیے روزہ مانا ہے

فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَأَتَتْ
اب آج کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔ پھر وہ عیسیٰ کو

بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ
گود میں لئے اپنی قوم کے پاس آئی وہ کہنے لگے اے مریم البتہ تو لائی ایک

ف۱ فاجاءها یقال جاء واجاء [illegible] بمعنی واحد [illegible] الالجاء والمخاض مصدر [illegible] جذع النخلۃ [illegible] قرأ [illegible]
[illegible] والضمیر [illegible] لمریم [illegible] السری النہر الصغیر والجدول [illegible]
[illegible] جواب امر [illegible]
ف۲ یعنی [illegible] اور کھانے کو اس [illegible] غیب سے پیدا کر دیا۔
ف اس عہد میں روزہ میں بات نہ کرتے تھے۔

جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يَا أُخْتَ هَارُونَ

تجھ یہ چیز لائی ہے　اے ہارون کی بہن

مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ

نہ تو تیرا باپ ہی بُرا آدمی تھا　اور نہ تو تیری

أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾

ماں ہی بدکار تھی ۔

یہ حضرت یحییٰ کے چند اوصاف حمیدہ بیان فرمائے تاکہ وعدۂ الٰہی کہ اس سے پہلے کوئی اس کا ہم نام یا مثل نہیں پیدا ہوا صادق آئے اور وہ اوصاف یہ ہیں جو ان کو لڑکپن ہی میں دیے گئے تھے۔ باحکمت تھے، نہایت مہربان رقیق القلب تھے، ظاہر و باطن میں پاک اور بابرکت تھے، نہایت پرہیزگار خداترس تھے، ماں باپ کے فرماں بردار تھے، جبار و سرکش نہ تھے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے خداتعالیٰ حضرت یحییٰ کی نسبت فرماتا ہے وسلٰم علیہ کہ ہمارا سلام یا سلامتی اور رحمت ہو ان پر پیدا ہونے اور مرنے اور مرکے جینے کے دن یعنی سخت اوقات میں۔ یہ ایک محاورہ ہے جیسا ہماری زبان میں کہتے ہیں مرحبا ہے اس کے پیدا ہونے کو یا مبارک ہے اس کا پیدا ہونا۔ ان حضرت یحییٰ کو اس وقت کے ہیرودس نے ایک عورت کے کہنے سے ناحق قتل کیا، ان کا سر قلم ہو کر طشت میں لگا کر بادشاہ مذکور کے سامنے لایا گیا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وعظ و نصیحت کرتے پھرتے تھے۔

دوسرا تذکرہ حضرت مریم کا ہے۔ اس قصہ کی ابتداء یہاں نہیں بیان کی بلکہ ان آیات میں ہے اذ قالت امرأۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص عمران نامی تھا۔ یہ عمران موسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ اور شخص تھے۔ اس کی بیوی حنہ بڑی نیک بیوی تھی جو حضرت زکریا علیہ السلام کی سالی تھی اس نے خداتعالیٰ سے نذر مانی تھی کہ الٰہی یہ جو مجھے حمل رہا ہے اس سے لڑکا پیدا ہوگا تو میں تیری نذر کروں گی۔ یہود میں ایسی نذروں کا قدیم دستور تھا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے ذرا پیشتر صموئیل علیہ السلام کو بھی ان کی ماں نے خدا کے لیے نذر مانا تھا اور اسی لیے عبادت خانہ میں چڑھا گئی تھیں۔ لیکن عمران کی بیوی نے لڑکی جنی یعنی مریم جس پر ان کو افسوس ہوا کہ لڑکا ہوتا تو بیت المقدس کی خدمت کرتا کیونکہ جن کو خدا کے لیے نذر مانا کرتے تھے ان کو بیت المقدس میں لاکر چھوڑ جاتے تھے وہیں ان کی پرورش ہوتی تھی اور وہ عمر بھر وہیں خدمت کیا کرتے تھے۔ لڑکی کیا کرے گی۔ لیکن حضرت مریم کو بھی ان کی ماں بیت المقدس میں چھوڑ گئیں۔ ان کے خالو زکریا علیہ السلام جو بیت المقدس کے امام تھے ان کی پرورش کے لیے مقرر ہوئے۔ زکریا علیہ السلام نے مریم کے لیے بیت المقدس کے مکانات میں سے ایک جدا مکان تجویز کر دیا اور وہیں ان کے پاس کھانا پانی پہنچایا کرتے تھے۔

سلہ ہارون سے حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بھائی مراد نہیں کیونکہ مریم میں اور ان میں سیکڑوں برس کا فاصلہ ہے یہ ان کی بہن نہیں ہو سکتیں بلکہ ان کے نام پر کوئی دوسرا ہارون تھا جو مریم کا رشتہ کا بھائی تھا جس کی نیک بختی بنی اسرائیل میں مشہور تھی یعنی تم ایسے شریف اور نیک خاندان کی ہو کر یہ کیا کر بیٹھیں۔ اور اگر ہارون سے وہی حضرت ہارون مراد ہوں تو اخت کے معنی بہن کے نہیں بلکہ ابن اخت اخ عرب میں نسبت کے لیے بھی مستعمل ہوتے ہیں ابن اللیل چاند کو، ابن السبیل مسافر کو، اخ العرب عربی کو کہتے ہیں یعنی ہارون والی۔ چونکہ عہدۂ امامت حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں چلا آتا تھا اور حضرت مریم بھی اس مقدس و معزز خاندان میں سے تھیں اس لیے ان کو اخت ہارون کہہ کر اس مولود سعید پر ملامت کی۔ ۱۲ حقانی

چنانچہ ایک بار جو یہ ان کے پاس گئے تو ان کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تعجب سے پوچھا کہ یہ کہاں سے ہیں تو مریم نے کہا اللہ نے بھیجے ہیں اس سے زکریا کو اولاد کی امید ہوئی اور خدا تعالیٰ سے لڑکے کا سوال کیا تب یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جن کا قصہ گزرا۔

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ

تب مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا وہ کہنے لگے ہم گود کے بچے سے

مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝٢٩ قَالَ إِنِّي

کیونکر بات چیت کر سکتے ہیں بچہ بول اٹھا کہ میں

عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي

اللہ کا بندہ ہوں مجھ کو اللہ نے کتاب دی ہے اور مجھ کو

نَبِيًّا ۝٣٠ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ

نبی بنایا اور مجھے بابرکت کیا جہاں کہیں بھی میں ہوں

وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ

اور مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی جب تک میں

حَيًّا ۝٣١ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي

زندہ رہوں اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا اور مجھے سرکش

جَبَّارًا شَقِيًّا ۝٣٢ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ

بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر خدا کی رحمت ہے جس دن کہ

وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ

میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں گا اور جس دن کہ دوبارہ زندہ کر کے

حَيًّا ۝٣٣ ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ

اٹھایا جاؤں گا یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا ایسی سچی

الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝٣٤ مَا

بات کہ جس میں وہ جھگڑتے ہیں اللہ کی

كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهُ

یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بناوے

إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ

جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو صرف اس کو کن کہتا ہے

فَيَكُونُ ۝٣٥ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

سو وہ ہو جاتا ہے اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے

فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝٣٦

سو اسی کی عبادت کیا کرو یہ سیدھا رستہ ہے

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ

پھر لوگ آپس میں جھگڑنے لگے

ف حضرت مریم کا خود کلام نہ کرنا گود کے بچے کی طرف اشارہ کرنا یہ خود ایک عجیب بات تھی جس سے ان کی برأت کا اظہار مقصود تھا کس لئے کہ وہ تو ابھی بچے ہیں یہ کمال درجہ کی بات ہے کہ وہ کلام کرے اور کلام بھی ایسا پر معنی چنانچہ آپ نے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں خدا نہیں اور کوئی نہ کہے۔ اس احتمال کو خدا نے ان پر منکشف کر دیا تھا کہ میرے معتقد میرے بعد بہت سے لوگ مجھے ابن اللہ یا خدا کہیں گے اس میں فتنہ تھا۔ پھر اس پر تعریض بھی ہے کہ وہ تو اپنے کو خدا کا بندہ کہتے تھے تم ان کو ابن اللہ اور خدا کہتے ہو یہ کیا تماشا ہے۔ دوم یہ کہ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا گو اس وقت نہ کتاب انجیل ملی تھی نہ نبوت مگر یقینی ہونے والی چیز کو ہوئی سمجھنا اپنے وثوق کا اظہار ہے چنانچہ انہیں انجیل بھی ملی اور نبی بھی ہوئے۔ سوم یہ کہ لوگ اسے عیب اور گناہ جانتے اور میری ماں کو تہمت کرتے ہو برعکس اس کے مجھے خدا نے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں ہوں۔ جہاں رہوں گا میری برکت رہے گی بھی۔ چہارم یہ کہ بشریت سے باہر نہیں ہوں بلکہ مجھ پر بھی خدا کے احکام فرض ہیں اور ماں کی اطاعت بھی۔ (باقی برحاشیہ صفحہ آئندہ)

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ

پس منکروں کے لیے بڑے دن کی عہ

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۳۷

پیشی سے خرابی ہے۔

آخر جب مریم جوان ہو گئیں تو ایک بار ان کو خوبصورت آدمی کی شکل میں خدا کا فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) نظر آیا۔ مریم گھبرا گئیں اور کہا میں تجھ سے اس کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا ترس ہے۔ فرشتہ نے کہا میں انسان نہیں خدا کا فرستادہ ہوں اس لیے آیا ہوں کہ تجھ کو پاک فرزند دوں۔ مریم نے کہا یہ کیوں کر ہوگا میرا اب تک کسی سے نکاح نہیں ہوا اور نہ کیا حرام کار ہوں۔ فرشتہ نے کہا خدا یوں ہی اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کر سکتا ہے تب فرشتہ نے ان کے کرتے کے گریبان میں دم کر دیا یعنی پھونک دیا اس کے بعد سے ان کو حمل معلوم ہونے لگا۔ مریم لوگوں سے گوشہ اور کنارہ کے مکان میں جا رہیں (غالباً یوسف کے ساتھ وہاں سے بیت الحم میں آ رہی ہوں گی جو وہاں سے کئی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا جو آج کل شہر ہے یا اپنی خالہ کے گھر آ رہی ہوں گی اور ان کی خالہ کو بھی حمل تھا چھ مہینے کا جس سے یحییٰ پیدا ہوئے) پس جب خاص جننے کا وقت آیا اور درد لگے تو ایک افتادہ مکان میں آ گئیں جہاں ایک کھجور کا خشک درخت تھا اور پانی نہ تھا اور ولادت کے وقت ان چیزوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے ادھر تنہائی اُدھر درد ہر قسم کی بے سروسامانی کھانا نہ پانی ایسی حالت میں انسان کا مقتضائے طبعی ہے کہ گھبرا گئیں اور کہنے لگیں کہ کاش میں اس دن سے پیشتر مر چکتی اور نیست و نابود ہو گئی ہوتی کہ لوگ نام و نشان بھی بھول جاتے۔ ایسے سخت وقتوں میں خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دست گیری کیا کرتا ہے پس ان کے پائین سے فرشتے نے آواز دی کہ کچھ غم نہ کرو دیکھو تمہارے پاؤں کی طرف خدا نے چشمہ جاری کر دیا جس کا پانی ور کار ہو لو اور اس کھجور کے درخت کو ہلاؤ تر و تازہ کھجوریں اس میں سے جھڑیں گی اور جو کوئی شخص تمہیں کچھ کہے تو اشارہ سے کہہ دینا کہ میں کلام نہیں کر سکتی روزہ نذر مانا ہے۔

پس پاک ہونے کے بعد ختنہ کے لیے شریعت موسوی کے موافق مریم عیسیٰ کو بیت المقدس میں لائیں فاتت بہ قومہا تحملہ یہاں ان پر لوگوں کا ہنگامہ ہوا اور طعن و تشنیع شروع ہوئی کہ تیرے ماں باپ تو ایسے نہ تھے تو یہ حرام کار کہاں سے پیدا ہوئی؟ سچ بتا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ مریم نے حضرت مسیح کی طرف اشارہ کیا کہ خود اسی سے دریافت کرو لوگوں نے کہا کہ ہم بچے سے کیوں کر بات چیت کر سکتے ہیں اتنے میں حضرت مسیح علیہ السلام گود میں سے آپ بول اٹھے کہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعمیل کرنے والا ہوں اس لیے اپنی ماں کا تابعدار ہوں سرکش اور نافرمان نہیں جیسا کہ حرامی بچے ہوتے ہیں اور میری ہر حالت پر خدا کی امان ہے پیدا ہونے مرنے اور زندہ ہونے میں اور مجھے خدا نے نماز اور خیرات کا موکد حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ رہوں ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) عہ ایک گروہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگا دونوں کی بڑے دن میں یعنی قیامت میں خرابی ہے ۱۲

لہ من تحتہا کے معنی بعض نے یہ بیان کیے ہیں کہ مسیح نے ان کے نیچے سے آواز دی تھی۔ مگر صحیح مطلب آیت کا یہ ہے کہ مریم جو بوقت ولادت لیٹی ہوئی تھیں ان کے پاؤں کی طرف سے کہ جس کو تحت یا نیچے کی جانب کہتے ہیں جس طرح سر کی طرف کو بالا یا اوپر کی جانب کہتے ہیں فرشتہ نے آواز دی ۱۲ منہ سے اگر روزہ میں یہ نذر مانی ہو کہ کسی سے کلام نہ کروں گا اس عہد میں اس نذر کا پورا کرنا ضروری تھا اس لیے مریم نے یہ نذر کیا اور غرض یہ تھی کہ لوگوں کو آپ جواب دینا نہ پڑے خود لڑکا ہی جواب دے تاکہ اس کا اعجاز و کرامت معلوم ہو ۱۲ منہ

اللہ کا بندہ ہوں سب سے پہلے یہ بولے۔ یوں کہا کہ ان کے بغیر باپ کے پیدا ہونے اور عجائب معجزات دکھانے سے لوگ ان کو کہیں خدا کا بیٹا نہ سمجھ لیں جیسا کہ نصاریٰ سمجھ بیٹھے۔ مجھ کو کتاب دی ہے یعنی انجیل گو اس وقت تک نہ ملی تھی بلکہ تیس برس کی عمر میں جب کہ نبی ہوئے اور اسی طرح نبوت بھی جب ہی ملی اور صلوٰۃ و زکوٰۃ کی وصیت بھی اسی وقت میں ہو سکتی ہے لیکن یہ سب باتیں ہونے والی تھیں اور عالم غیب میں قرار پا چکی تھیں گو ظہور اس وقت تک نہ ہوا تھا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم کرا دیا گیا تھا اس لیے ان سب باتوں کو بلفظ ماضی اس طفولیت کے وقت میں بیان فرمایا تھا۔ شیر خوارگی کی حالت میں اپنی ماں کی برأت کے لیے مسیح نے ایک ہی بار کلام کیا تھا پھر نہیں کیا بلکہ پھر اسی وقت بولے جب اور لڑکے بولا کرتے ہیں۔ جب لوگوں نے یہ کلام سنا تو حیرت میں رہ گئے اور اس لیے مریم پر زنا کی سزا جو قتل تھی قائم نہ کی اور نہ سزا کے دینے کی کوئی وجہ تھی مگر اس بات کو یہود نے مخفی کر دیا تاکہ لوگ ان کے معتقد نہ ہو جائیں اور حضرت مریم علیہا السلام پاک پر اس بہتان دھر دیا۔

تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم کا چچا زاد بھائی ایک شخص یوسف نامی تھا جو حضرت مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کو یہود اور ہیرودس کے خوف سے مصر لے گیا تھا اور اس کے مرنے تک وہ وہیں رہے۔ پھر ہیرودس کے مرنے کے بعد آ کر ناصرہ گاؤں میں رہے اسی لیے ان کے متبعین کو نصاریٰ کہتے ہیں اور پھر وعظ و پند میں مصروف ہوئے اور معجزات دکھانے شروع کیے لوگ جوق جوق ان کی طرف متوجہ ہونے لگے آخر یہود کو حسد ہوا اس عہد کے حاکم کو بدگمان کر کے ان کو گرفتار کرا دیا کہ یہ قیصر سے باغی ہے قید کر کے سولی دینے لے چلے مگر خدا نے ان کو زندہ و سالم اوپر اٹھا لیا اور ان کی شکل میں ایک کو انہیں میں سے کر دیا جس کو سولی دی گئی۔ ان کے بعد حضرت مریم کا انتقال ہوا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے روبرو ہی ہیرودس کے ہاتھ سے شہید ہو چکے تھے۔

حضرت عیسیٰ اور مریم کے قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے ذلک عیسی ابن مریم الخ کہ اصل حقیقت عیسیٰ بن مریم کی یہ ہے سچا واقعہ جس میں وہ جھگڑتے ہیں یہ ہے نہ وہ جو کہ یہود کہتے تھے کہ معاذ اللہ وہ زنا سے پیدا ہوئے تھے اور مکار اور فریبی تھے اور نہ وہ جو کہ عیسائی کہتے تھے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے خدا ان کی شکل میں ظاہر ہوا تھا یہود کا قول تو ازحد بدیہی البطلان تھا اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی اس لیے عیسائیوں کے قول کو باطل کرتا ہے ما کان للہ ان یتخذ من ولد سبحنہ کہ خدا کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنا رکھے وہ اس سے پاک ہے اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون بیٹا ان کے لیے ہوتا ہے جن کو احتیاج ہے اور اس کے حکم میں تو ہر چیز ہے کن کہنے سے ہو جاتی ہے اسی طرح بغیر سبب ظاہری یعنی باپ کے بغیر عیسیٰ کو پیدا کر دیا خود عیسیٰ نے کہہ دیا تھا انی عبد اللہ الخ و ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم کہ اللہ میرا اور تمہارا دونوں کا پالنے والا ہے اسی کی عبادت کرو۔ یہی صاف سیدھا رستہ ہے نہ یہ کہ مجھے خدا یا اس کا بیٹا سمجھو۔

ابحاث

(۱) زکریا علیہ السلام کا قصہ انجیل لوقا میں موجود ہے۔ ہاں قرآن مجید میں تین روز تک اور انجیل لوقا میں ایک مدت تک گونگا رہنا ذکر ہے۔ اور مریم کے قصہ میں اس قدر تفاوت ہے کہ مریم کا ان کی قوم کی طرف سے خدا کی نذر میں چڑھایا جانا

لہ تخمیناً بارہ برس کی عمر میں مسیح مصر سے واپس آئے ۱۲ منہ

اور زکریا کی نگرانی میں پرورش پانا اور اسی طرح تولد مسیح علیہ السلام کے وقت خرمے کے درخت کا ترو تازہ ہونا اور چشمہ جاری ہونا اور پھر شیر خوارگی میں مسیح کا کلام کرنا ان کی اناجیل اربعہ میں موجود نہیں قرآن میں ہے البتہ ان کی اور اناجیل میں ہے جیسے کہ انجیل طفولیت وغیرہ اور اسی طرح رضاعت کے زمانہ میں یحییٰ کا کلام کرنا انجیل میں ہے قرآن مجید میں نہیں سو یہ کچھ اختلاف ایسا نہیں کہ جس سے ایک کو غلط ایک کو صحیح کہنے کی نوبت پہنچے۔ خود چاروں انجیلوں میں اس قسم کی کمی زیادتیاں ہیں ایک میں ہے کہ مجوسی ستارہ کے اشارہ سے مسیح کے پاس آئے دوسری میں نہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اور جو اختلاف ہے بھی تو اس میں قرآن مجید کا ہی عقلاً و نقلاً اعتبار ہونا چاہیے نہ ان کی کتب محرفہ کا۔

(۳) تمام اہل اسلام اور تمام عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے محض قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے تھے برخلاف یہود کے کہ وہ ان کو انسان کے نطفہ سے بطور عادت پیدا ہونا کہتے گیا اور معاذ اللہ ناجائز تولد قرار دیتے ہیں مگر آج کل برائے نام مسلمان ایک گروہ جو اس زمانہ میں علوم حسیہ کی ترقی اور علوم روحانیہ کے مفقود ہو جانے اور حسن باطنی اور نور قلبی کے مٹ جانے سے پیدا ہوا ہے وہ فرقہ قدم بہ قدم حکماء یورپ کے چلتا اور قرآن و احادیث کو ان کے خیالات کے مطابق کرتا ہے غلط تاویلات کے ذریعہ سے وہ بھی یہود کی طرح بطور عادت انسان کے نطفہ سے پیدا ہونا کہتا ہے کیونکہ خوارق عادات امور ان کے نزدیک محال ہیں اس بات کے امکان پر دلائل لانے کی یہاں گنجائش نہیں مقدمہ تفسیر میں بیان ہو چکے۔

اب ہم قرآن مجید کے وہ الفاظ بتاتے ہیں جو اسی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ اول ان آیات میں فتمثل لہا بشرا سویا سے یہ کہ قال کذالک قال ربک ھو علی ھین تک صاف صاف کہہ رہا ہے کہ مریم کو فرشتہ کے کہنے سے کہ تجھ کو فرزند دینے آیا ہوں تعجب آیا اس لیے کہ نہ وہ حرام کار تھیں نہ کسی سے نکاح ہوا تھا اس پر فرشتہ کا یہ کہنا کہ تیرا رب یوں ہی کر سکتا ہے اور یہ اس پر کچھ مشکل بات نہیں تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ کا تولد بغیر باپ کے ہوا ہے۔ دوم ولنجعلہ آیۃ للناس بھی اسی کی تصریح کرتا ہے کس لیے کہ تولد مسیح اگر معمولی طور سے ہوتا پھر خواہ اس میں لوگوں کے لیے کتنے ہی برکات کیوں نہ ہوتے جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تولد میں اس پر آیۃ کا اطلاق نہیں ہوتا کس لیے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بجز آیات قرآنیہ کے اور چیزوں پر لفظ آیۃ کا اطلاق ہوا ہے تو انہیں پر ہوا ہے کہ جہاں کوئی بات اس کی قدرت کی بابت عادت و اسباب ظاہری کے بغیر پائی گئی ہو جیسا کہ اصحاب کہف پر اور صالح علیہ السلام کی ناقہ پر وغیرہا۔

سوم ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیۃ میں اس امر کی صاف تصریح ہے کیونکہ آدم کے ساتھ مسیح علیہ السلام کو تشبیہ دینا بجز اس بات میں نہیں کہ جس طرح وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی طرح یہ بھی تو پھر اور کون سی خصوصیت آدم کے ساتھ تشبیہ کو ہے؟ اور نیز اس آیت کا نزول انہیں کے دفع خیال کے لیے ہے جو مسیح کو بغیر باپ کے پیدا ہونے سے خدا کا بیٹا سمجھتے تھے۔

اس کے علاوہ اسی قصہ میں اور بھی کتنی ایک باتیں خارق عادت مذکور ہیں جیسا کہ کھجور خشک سے تر خرموں کا پیدا ہونا، پانی کا چشمہ نمودار ہونا، مسیح کا گود میں کلام کرنا جس کی بابت یہود نے کہا تھا کہ ہم گود کے بچے سے کیونکر بات کر سکتے ہیں۔ اور فرشتہ کا مجسم ہو کر مریم کو نظر آنا پھر وہ ان بھی سب تاویل باطل کریں گے۔ اسی طرح عیسائیوں کی اناجیل اربعہ میں بھی اس امر کی صاف تصریح ہے حالانکہ اول صاحب اپنی کتاب تبیین الکلام میں اناجیل مذکورہ کو غیر محرف

اور کلام الٰہی مان چکے ہیں۔ انجیل متی کے اول باب میں ۱۸ ورس سے ۲۰ تک تو کمال اس کی تصریح ہے جس کا ایک جملہ یہ ہے کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔ پھر انجیل لوقا کے اول باب میں ۲۶ ورس سے کئی جملوں تک قرآن مجید کے موافق مریم کو فرشتہ سے حمل ہونا اور مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مذکور ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ اول صاحب کس سند سے انکار کرتے ہیں اور آسمان و زمین کے قلابے ملاتے ہیں۔

(۳) یا اخت ھرون۔ اخت کے معنے حقیقی بہن کے ہیں لیکن یہاں یہ مراد نہیں بلکہ کلام عرب میں اخ اور اخت اور ابن اخت سے مواقع میں بعض نسبت کے لیے آتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں یا اخا العرب، یا اخا ہمدان لمن ہو واحد منہم۔ یعنی اے عرب والے اے قبیلہ ہمدان والے۔ نہ یہ کہ اے عرب اور ہمدان کے بھائی۔ اسی طرح مسافر کے لیے ابن السبیل اور چور کے لیے ابن اللیل آتا ہے وغیرہ۔ چونکہ حضرت مریم ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں اس لیے ان کو شرمندہ کرنے کے لیے ان کے جد اعلیٰ ہارون کی طرف منسوب کر کے کلام کیا کہ اے ایسے بزرگ کی اولاد! تجھے ایسا کرنا تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ مریم کے حقیقی بھائی کا نام ہارون تھا جو بڑے نیک مرد تھے۔ ایک پادری نے اخت کے حقیقی معنی سمجھ کر پھر ہارون اور مریم کی فاصلہ دراز خیال کر کے اعتراض جڑ دیا کہ قرآن میں غلطی ہے۔ فہم سلیم اسی کو کہتے ہیں۔

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا

جس روز کہ وہ ہمارے پاس حاضر ہوں گے اس دن کیا ہی سنتے دیکھتے ہوں گے

لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ

لیکن ظالم آج تو کھلی گمراہی میں

مُّبِينٍ ۞ وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ

پڑے ہوئے ہیں اور ان کو حسرت کے دن سے ڈراؤ

إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ

جب کہ اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور

لَا يُؤْمِنُونَ ۞ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ

ایمان نہیں لاتے ہم ہی زمین کے وارث

الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ۞

ہوں گے اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آئیں گے

ترکیب

اسمع بہم و ابصر۔ صیغے دونوں تعجب کے ہیں۔ لفظ امر کے صیغے ہیں یعنی ما اسمعہم و ما ابصرہم۔ بہم محل رفع میں ہے کقولک احسن بزید ای احسن زید فقلوں میں امر اور معنی خبر ہے ای احسن زید ولکن ان یقال اذا امر فعل احسن بزید والباء زائدة۔ یوم ظرف والعامل خبر اسمع و ابصر۔ اذ قضی یوم الحسرۃ سے بدل یا حسرت کا ظرف۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا فاختلف الاحزاب کہ عیسیٰ کے بارے میں قومیں مختلف ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہود کچھ کہتے ہیں نصاریٰ کچھ اور پھر باہم نصاریٰ کے فرقوں میں بہت کچھ اختلاف ہے اور تھا جن کی نسبت فرماتا ہے فویل للذین کفروا من مشہد یوم عظیم کہ منکروں کو شہادت کی حضوری اور اس کی شدت سے خرابی ہے۔ روز قیامت کا دن ہے۔ یعنی اس دن کا سامنا ہونا ہے اور اس دن کی بڑی مصیبت ہے ان کے اختلاف کا ثمرہ اس روز ظاہر ہو جاوے گا۔

اسمع بہم میں یوم عظیم کی کچھ کیفیت بیان ہے کہ جس روز یہ کافر ہمارے پاس آئیں گے اس روز ان کی بینائی اور شنوائی عجب ہوگی یعنی جس طرح آج اندھے اور بہرے، نہ باطن کی آنکھوں سے حق دیکھتے ہیں نہ کسی سے سنتے ہیں، اس روز یہ حال نہ ہوگا بلکہ خوب آنکھیں کھل جاویں گی، کان بھی کھل جاویں گے۔ یہی مضمون سورۂ قٓ میں بھی آیا ہے لقد کنت فی غفلۃ من ھذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ان غافلوں کو حسرت کے دن سے مطلع کر دو تاکہ خوف کریں۔ پھر یوم الحسرۃ کی کچھ اور تشریح فرماتا ہے اذ قضی الامر وھم فی غفلۃ وھم لا یؤمنون کہ یکایک ان کے لیے عذاب کا حکم دیا جائے گا اور وہ دنیا میں غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ بظاہر یوم الحسرت قیامت کا دن ہے کیوں کہ جنہوں نے دنیا میں نیکی نہ کی ہوگی وہاں ان کی حسرت کا کیا ٹھکانا ہے۔ مگر آیت کو عام رکھا جاوے تو اور بھی تخویف پیدا ہوتی ہے یعنی حسرت کا دن عام ہے قیامت کے دن کو بھی شامل ہے اور موت کے دن کو بھی کہ انسان غفلت میں پڑا ہوا ایمان و حسنات سے بے خبر ہے ادھر یکایک اس کی موت کا حکم ہو جاوے اس کا کام تمام ہو چکے اب اس کو ساتھ لے جانے کے لیے توشۂ آخرت حاصل کرنے کی مہلت کہاں۔ پس اس دن سے زیادہ بھی اس کی حسرت کا دن اور کوئی کیا ہوگا؟ یہ مضمون بھی قرآن مجید کی متعدد آیات میں آیا ہے لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصلحین اور احادیث میں بھی وارد ہے کہ انسان اپنی آرزوؤں کے پورا کرنے میں لگا ہوا ہوتا ہے کہ یکایک اجل آجاتی ہے۔ حسرت و ارمان دنیا کی جگہ دل میں آخرت کے لیے کوتاہی کرنے کی حسرتیں ساتھ

ہو جاتی ہیں۔

دنیا میں جو کچھ مال و زر زمین و باغات اس نے بڑی محنت سے حاصل کیے تھے وہ سب یہیں پڑے رہ گئے ان سب کا اللہ ہی وارث اور اخیر مالک رہے گا اور سب ایک روز خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہو جاویں گے۔ انا نحن نرث الارض ومن علیھا والینا یرجعون کا یہی مطلب ہے، واللہ اعلم۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۥ اِنَّهٗ

اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو بےشک وہ

كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ اِذْ قَالَ

وہ ایک نبی صادق تھے جب کہ اس نے

لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ

اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ آپ اس چیز کی کیوں عبادت کرتے ہیں کہ جو

وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿٤٢﴾

نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے اور نہ آپ کے کسی کام آ سکتی ہے۔

يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ

اے میرے باپ بےشک مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے

مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا

جو آپ کو حاصل نہیں ہوا سو آپ میرے کہنے پر چلیے تاکہ میں آپ کو سیدھا رستہ

سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ

دکھاؤں اے میرے باپ شیطان کی عبادت نہ کرو[1]

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾

کیوں کہ شیطان تو خدا کا نافرمان ہے

يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ

اے میرے باپ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر خدا تعالیٰ کا

[1] یعنی بت۔

عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ

عذاب خدا کی طرف سے پھر تم بھی شیطان کے ساتھی

وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ

ہو جاؤ — اس نے کہا اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں

اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ

سے پھر گیا ہے — اگر تو باز نہ آئے گا

لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ

تو میں تجھے سنگسار کروں گا اور تو مجھ سے ایک مدت کے لیے دور ہو جا۔ ابراہیم نے کہا

سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ

خیر تو میرا آپ کو سلام ہے میں آپ کے لیے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا

اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ

کیونکہ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے ف۲ — اور میں تم سب کو بھی چھوڑتا

وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا

ہوں اور ان کو بھی کہ جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو اور میں تو اپنے رب کو پکاروں گا

رَبِّيْ ڮ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَاۤءِ رَبِّيْ

امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ

شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

رہوں گا — پھر جب ابراہیم نے ان سے اور ان کے معبودوں سے کہ جن کی وہ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ

خدا کے سوا پرستش کرتے تھے کنارہ کر لیا تو ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب

يَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَ

عطا کیا — اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا — اور

وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا

اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے حصہ دیا اور ان کے لیے ہم نے ذکر خیر کو

لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

بلند کیا کہ ایک عالم ان کو عزت سے یاد کرنے لگا۔

یہ تیسرا تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ یہ اس کی اس وقت کی ثابت قدمی اور خدا پرستی کا ذکر ہے کہ جب ابتدائے شباب میں انہوں نے بت پرستی کو بطریق بیان کو اپنے باپ کو اس سے منع کیا اور آخر کار محض اللہ کے لیے اپنے پیارے باپ کو چھوڑ کر جس کی صحبت نے ابراہیم کو اس کے خدا سے معافی مانگنے پر آمادہ کیا اور اس کے لیے ابراہیم نے دعا بھی کی پھر ہجرت کے بعد خدا تعالیٰ نے اس کو اسحاق اور اسحاق کو یعقوب برگزیدہ جلیل فرزند عطا کیا یہ نتیجہ تھا اللہ کی فرماں برداری کا۔

یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں لیکن ایسا اولو العزم پوتا بھی دادا کا نام روشن کرنے والا گویا دادا کو فرزند ارجمند عطا کرنا ہے اس لیے وھبنا لہ اسحق ویعقوب فرمایا اسحٰق کے بعد اس کے بیٹے اور صدہا چیزیں خدا نے یعقوب و اسحٰق و ابراہیم کو عطا کی تھیں اور سب سے بڑھ کر لسان صدق علیا عطا کی یعنی ان کی ثنا و صفت لوگ ان کے پیچھے کرتے رہے۔ لسان صدق ثنائے حسن، ذکر جمیل، چونکہ یہ زبان سے ادا ہوتا ہے اس لیے اس کو زبان سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ جو احسان ہاتھ سے کیے جاتے ہیں ان کو ید سے تعبیر

ف۱ ملیا دہرا طویلا قال الکسائی یقال ہجرتہ ملیا من الدہر ای طویلا وقال ابن جریر وہو المروی عن ابن عباس معناہ اعتزلنی سالم العرض لا تصیبک منی معرۃ۔

ف۲ حفیا قال الکسائی یقال حفی بی حفاوۃ وحفوۃ اذا لطف بی وبالغ فی اکرامی وقیل بمعنی المستقصی فی السؤال ومنہ قولہ تعالیٰ کانک حفی عنہا۔

کرتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین خدا تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی جس کا اثر یہ ہے کہ آج تک حضرت ابراہیم تخمیناً دو ثلث سے زائد بنی آدم کے پیشوا مانے جاتے ہیں یہود عیسائی وغیرہم ان کو بڑائی سے یاد کرتے ہیں اہل اسلام پنج وقتہ نماز میں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ اپنے نبی خاتم المرسلین علیہ السلام کے ساتھ اللّٰھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انک حمید مجید کہتے ہیں۔ آل ابراہیم میں اسحاق و اسمٰعیل یعقوب علیہم السلام کی طرف اشارہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں خدا تعالیٰ عرب کے مشرکوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ تم جو باپ دادا کی تقلید کر کے بت پرستی کرتے ہو ایسا نہ چاہیے کیونکہ ابراہیم کہ جس کو تم بھی بزرگ مانتے ہو انہوں نے باپ کا کہنا نہ مانا ان کی تقلید نہ کی اور نیز یہ بھی ہے کہ اگر باپ دادا کی تقلید کرنی ہے تو ابراہیم کی اور ان کی اولاد کی کیوں نہیں کرتے؟ سلیمانی وقیل سالما۔ ابراہیم نے باپ کے لیے استغفار کا وعدہ کیا تھا اس کے بموجب استغفار کیا مگر جب معلوم ہوا کہ اللہ کی مرضی نہیں پھر اس سے بری ہو گئے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى اِنَّهٗ كَانَ

اور کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر (یاد) کرو کیونکہ وہ

مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ

خاص بندے اور نبی صاحب کتاب تھے اور ہم نے اس کو

مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ

کوہ طور کے داہنی طرف سے پکارا اور راز داری کے لیے

نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ

پاس بلایا اور اس کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو

اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي

نبی بنا کر عطا کیا اور کتاب میں اسمٰعیل کو

الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ

بھی ذکر (یاد) کرو کیونکہ وہ وعدہ

صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا

کے بڑے سچے اور نبی بنا کر بھیجے گئے

نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ

تھے اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم

وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

دیا کرتے تھے اور اپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ

اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر (یاد) کرو بے شک وہ

كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ

بڑے سچے (اور) نبی تھے اور ہم نے ان کو

مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

بلند جگہ پہنچایا یہ ہیں وہ انبیاء کہ

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ

جن پر اللہ نے انعام کیا تھا

ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ

آدم کی نسل سے کہ جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار

نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ

کیا تھا اور ابراہیم اور اسرائیل کی

اِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَ

نسل میں سے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کو ہم نے

اجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ

راہ راست دکھائی اور برگزیدہ کیا تھا جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی

الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۩ (۵۸)

جب ذکر کی جاتی تھیں تو سجدہ میں گر پڑتے تھے اور روتے جاتے تھے ۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا

پھر ان کے بعد وہ ناخلف پیدا ہوئے کہ جنہوں نے غارت کی

الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ

نماز کو اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پھر ان کو گمراہی کی

يَلْقَوْنَ غَيًّا (۵۹) اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

سزا جلد ملے گی مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

اور اچھے کام کیے سو یہ وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا (۶۰) جَنّٰتِ عَدْنِ

اور ان کا کوئی حق کم نہ کیا جائے گا اور ہمیشہ رہنے کے باغوں میں

الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ

جن کا رحمٰن نے غائبانہ اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے

اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا (۶۱) لَا يَسْمَعُوْنَ

بے شک اس کا وعدہ پیش آکر رہے گا وہ بہشت میں نہ سنیں گے

فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ

کوئی بیہودہ بات بجز سلام کے اور وہاں ان کو رزق ملے گا

فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (۶۲) تِلْكَ الْجَنَّةُ

صبح شام ملے گا یہ ہے وہ جنت

الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ

کہ جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اس کو وارث کرتے ہیں جو

تَقِيًّا (۶۳)

پرہیزگار ہو گا ۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا

(اور فرشتے کہتے ہیں) اور ہم نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم سے اسی کا ہے جو کچھ

بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ

کہ ہمارے سامنے ہے اور ہمارے پیچھے اور اس کے درمیان

ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (۶۴)

ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان

یہ چوتھا قصہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ خدا نے ان کو کوہ طور کی جانب سے پکارا یعنی انی انا اللہ کے ساتھ موسیٰ کو خطاب کر کے کلام کیا اور اس شرف کے بعد دوسرا شرف یہ بخشا کہ ان کے بھائی ہارون کو بھی ان کی مدد کے لیے نبی بنایا۔

واذکر فی الکتب اسمعیل یہ پانچواں تذکرہ حضرت اسمعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے تھے چونکہ یہ ایک مستقل رتبہ کے شخص تھے اس لیے ان کو ان کے باپ کے ذیل میں ذکر نہ کیا بلکہ جداگانہ۔ ان کا پہلا وصف یہ ہے کہ کان صادق الوعد وعدے کے بڑے سچے تھے۔ مروی ہے کہ ایک شخص سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارا یہاں انتظار کروں گا۔ اتفاقاً وہ ایک برس تک نہ آیا آپ وہیں کھڑے رہے یہ تو ان کے صادق الوعد ہونے کی ادنیٰ بات ہے۔ دوم وکان رسولا نبیا۔ یعنی صرف نبوت ہی حاصل نہ تھی بلکہ صاحب شریعت بھی تھے اور اسی لیے وکان یامر اپنے اہل وعیال کو جس میں علماء کے نزدیک ان کی امت بھی شامل ہے نماز روزہ کی تاکید کیا کرتے تھے کامل و مکمل تھے اور اسی لیے وکان عند ربہ مرضیا خدا کے نزدیک پسندیدہ بھی تھے یہاں سے قوم عرب کو اسمعیل کی اقتداء لازم ہے جو تمہارا جد امجد تھا۔ نہ اور بیہودہ باپ دادا کا۔

بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۚ

چیزوں کا بھی جو ان کے بیچ میں ہیں سو اسی کی عبادت کرو اور اسکی عبادت پر قائم رہو

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾

بھلا تمہارے علم میں اس جیسا کوئی اور بھی ہے۔

تفسیر

واذکر فی الکتٰب اور یہ چھٹا قصہ حضرت ادریس کا ہے جو نوح علیہ السلام کے پردادا تھے۔ نوح بن لمک بن متوشلح بن حنوک یا اخنوخ ان کا نام اور ادریس لقب تھا بوجہ کثرت درس صحف آسمانی کے۔ وہ صدیق نبی تھے یعنی بہت برگزیدہ اس لیے ورفعناہ مکانا علیا اس کے معنی بعض مفسرین کے نزدیک یہ ہیں کہ ان کو بلند مرتبہ کیا و رفعت منزلت مراد لیتے ہیں جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیا ہے ورفعنا لک ذکرک اور ایک گروہ کہتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو بلند مکان میں اٹھا لیا۔ اول تقدیر میں یوں کہا جاوے گا کہ خدا نے ادریس کا بلند مرتبہ کیا تیس صحیفے ان پر نازل کیے بہت سے علوم اور صنعتیں ان کے ہاتھ سے ایجاد ہوئیں۔

دوسری صورت پر بعض کہتے ہیں کہ خدا نے ان کو زندہ آسمان پر بلا لیا اور جنت میں داخل کر دیا بعض کہتے ہیں کہ صرف آسمانوں پر بلایا اور حضرت عیسیٰ اور ادریس زندہ آسمانوں پر ہیں۔ واللہ اعلم عند اللہ۔

توریت سفر پیدائش کے ۵ باب ۲۳ ورس میں یہ ہے اور حنوک کی ساری عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی ۲۴ اور حنوک خدا کے ساتھ چلتا تھا اور غائب ہو گیا۔ اس لیے کہ خدا نے اسے لے لیا۔ ان ورسوں کی شرح میں علماء اہل کتاب کے بھی ایسے اقوال ہیں کہ جیسا اوپر بیان ہوا۔ ان سب بزرگواروں کا ذکر خیر کر کے فرماتا ہے اولٰئک

الذین انعم اللہ علیہم کہ یہ انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جن پر خدا نے کرم و فضل کیا تھا آدم اور ابراہیم اور نوح کے ساتھ والے اور اسرائیل کی نسل اور وہ لوگ کہ جن کو خدا نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا ان کا یہ حال تھا کہ اللہ کی آیتیں سن کر سجدہ میں روتے ہوئے گر پڑا کرتے تھے اور خدا کے نہایت فرماں بردار نیک کردار بندے تھے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ ان کو خدا جانتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو لوگ ان کی نسبت فسق و فحش کی باتیں منسوب کرتے ہیں جیسا کہ کتب یہود و نصاریٰ میں ہے وہ بھی غلطی پر ہیں ان کا یہ مرتبہ خدا کی طاعت سے ہوا پھر ان کے بعد ناخلف پیدا ہوئے جو نماز و عبادت چھوڑ کر خواہش نفسانی کے درپے ہو گئے بجز کھانے پینے جماع کرنے کے اور کوئی بات ان میں نہ رہی انہوں نے طریق بگاڑ دیا سو وہ اپنے کیے کا برا نتیجہ دیکھیں گے اور جو توبہ کر گئے اور نیک ہو گئے وہ جنت میں رہیں گے جس کے یہ اوصاف ہیں کہ وہاں کوئی خراب بات دل شکن رنج وغیرہ ان کی یا ان کے اعزہ و احبہ کی موت یا وہاں سے نکالے جانے کی یا کسی نعمت کے زوال ہونے کی خبر یا گالی گلوچ بدکلامی غیبت بدگوئی سنائی نہ دے گی سلام سلام کی آوازیں سنائی دیں گی آپس کا تحیہ سلام یا فرشتوں کی طرف سے سلامتی کا مژدہ یعنی تعظیم و تکریم کے کلمات۔ وہ دائم بلا محنت و مشقت ہمہ وقت بالخصوص صبح و شام ان کو تیار روزی ملے گی روحانی و جسمانی۔ پھر یہ بہشت ہر ایک کا حصہ اور ورثہ نہیں بلکہ ہمارے بندوں میں سے صرف انہیں کا جو پرہیزگار ہیں وہ اصل وارث آدم کے حقیقی فرزند ہیں اور جنت آدم کو مل چکی ہے یہی اپنے جد کا ورثہ پانے کے مستحق ہیں۔

وما نتنزل الا بامر ربک یہاں سے ایک جداگانہ کلام شروع ہوتا ہے جس کے شان نزول میں بخاری نے ابن عباس

ع ۴

سے یوں روایت کیا ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے فرمایا کہ آپ میرے پاس جلدی جلدی کیوں نہیں آیا کرتے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی گویا خدا تعالیٰ نے جبرئیل کی طرف سے یہ جواب دیا کہ ہم خود نہیں آتے بلکہ تمہارے رب کے حکم سے آیا کرتے ہیں وہ مصلحت وقت سے خوب واقف ہے اس کو آگے اور پیچھے کا سب حال معلوم ہے یعنی ابتدا اور انتہا اور حال سب جانتا ہے وہ جب مصلحت جانتا ہے ہم کو بھیجتا ہے وحی کے آنے میں کوئی یہ خیال نہ کرے کہ خدا تعالیٰ آپ کو بھول گیا کیونکہ وہ بھولنے والا نہیں وہ رب ہے آسمانی اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کا اور جب وہ کل چیزوں کا رب ہے تو اس کی عبادت بھی ہر وقت لازم ہے یعنی اسے مستحق اس کی عبادت کرو اور ہمارے بعد وحی کے آنے سے ملول نہ ہو بلکہ اس کے پیغام میں تکالیف برداشت کرتے رہو کیونکہ وہ یکتا ہے اس کا کوئی ہم نام بھی نہیں بنایا دوسرا نہیں جو اس سے مقابلہ کر سکے۔ جنت عالم قدس کے بعد یہ جملہ جبرئیل کی طرف سے بیان ہوا جو عالم قدس میں رہتے اور وہاں کی خبریں لایا کرتے ہیں ایک خوب مناسبت رکھتا ہے۔

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ

اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا تو پھر زندہ کر کے

أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا

قبر سے نکالا جاؤں گا کیا وہ انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ

خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾

پہلے ہم نے اس کو پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں تھا

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ

سو تیرے رب کی قسم ہے ہم ان کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے پھر

لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾

ان کو جہنم کے گرد حاضر کریں گے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے۔

ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ

پھر ہر گروہ میں سے ہم ان کو کھینچ لائیں گے جو

أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ

خدا سے بہت اکڑتے تھے پھر

لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا

ہم کو خوب معلوم ہے کہ ان میں سے کون جہنم میں گرنے کے

صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ

قابل ہے اور تم میں سے ایسا کوئی بھی نہیں کہ جو اس پر سے ہو کر نہ گزرے

كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ

تیرے رب پر یہ لازمی ٹھہرا دیا گیا ہے پھر

نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا

پرہیزگاروں کو تو بچا لیں گے اور ظالموں کو اس میں پڑا رہنے دیں گے

جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا

دیں گے اور جب ان کو ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائی

بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ

جاتی ہیں تو کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں

آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَ

کہ دونوں فریقوں میں کس کا مکان اچھا ہے اور کس کی مجلس بہتر

أَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا

ہے حالانکہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر چکے ہیں

قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا

جو سامان اور نمود میں ان سے

سلہ یعنی ہم تم سے بلحاظ اموال و اولاد کے بہتر ہیں ہماری مجلسیں اور وہ اولاد سے بھری ہیں ... تو آخرت میں بھی ہم بہتر ہوں گے اور جیسی ...

وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ

کیسی بہتر تھے — کہہ دو جو کوئی — گمراہی میں پڑا ہوا ہے

فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰىٓ إِذَا

سو خدا بھی اس کو (دنیا میں) ڈھیل ہی دیتا جاتا ہے — یہاں تک کہ جس کو

رَاَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَ

انہیں وعدہ دیا گیا ہے جب اس کو دیکھیں گے — یا تو عذاب کو

إِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ

یا — قیامت کو — تب معلوم ہو جاوے گا کہ کون

شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيدُ

برے درجہ میں ہے اور کس کی فوج کمزور ہے — اور بڑھاتا رہتا ہے

اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ

اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا جاتا ہے — اور باقی رہنے

الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

والی نیکیاں — آپ کے رب کے نزدیک ثواب اور انجام

وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾

کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں ؎

تفسیر

ویقول الانسان یہاں سے اُن نالفظوں کے عقائد بیان فرماتا ہے کہ جن کا اوپر ذکر ہوا تھا۔ انسان سے کسی شخص خاص کی طرف اشارہ نہیں بلکہ عموماً حشر کے منکر مراد ہیں وہ تعجب سے کہتے تھے کہ کیا ہم جب مرجائیں گے تو پھر زندہ ہوں گے؟ اس بات کو محال اور خدا کی قدرت سے باہر جانتے تھے اس لیے رسول کی تکذیب کرتے تھے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ابن آدم کو یہ بات یاد نہیں کہ وہ کچھ بھی نہ تھا ہم نے اس کو موجود کر دیا پس جو نیست محض کو موجود کر دیتا ہے اس کے نزدیک دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔ اس دلیل کے بعد قسم کھا کر وعدہ مستحکم کرتا ہے کہ ہم ان کو مرنے کے بعد ضرور جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی جو انہیں گمراہ کر رہے ہیں اس کے بعد ان سب کو جہنم کے کنارے پر حاضر کریں گے اور یہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے جس طرح غم و فکر میں بیٹھتے ہیں پھر کفار کے ہر فریق میں سے متکبر و گمراہ کنندوں کو چھانٹ چھانٹ کر بہت خواری کے ساتھ جہنم میں داخل کریں گے (شیعة فعلة کفرقة وهي الطائفة التي شاعت)۔

وان منکم الا واردھا الی قولہ جثیا بعض مفسرین کہتے ہیں کہ منکم سے مراد کفار ہیں ان کو اولاً غائب کے صیغوں سے یاد کیا تھا پھر حاضر کے صیغوں سے خطاب کیا کیوں کہ اہل ایمان دوزخ میں وارد یعنی داخل نہ ہوں گے۔ لقولہ تعالیٰ اولٰئک عنھا مبعدون وقولہ لا یسمعون حسیسھا لیکن اکثر کہتے ہیں کہ مومن و کفار سب کے لیے خطاب عام ہے مگر اہل ایمان کا ورود اس میں داخل ہونا نہیں بلکہ اس کا ملاحظہ اور معائنہ کرنا اور اس کے پاس سے ہو کر گزر جانا ہے جیسا کہ جملہ ثم ننجی الذین اتقوا الخ دلالت کرتا ہے اور بہت سی روایات صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے اور یہ اس لیے کہ اہل ایمان جنت میں اس تکلیف کے مکان کو یاد کر کے زیادہ شکریہ ادا کریں اور تاکہ جنت کی لذت بھی ان کو خوب معلوم ہو کیوں کہ راحت کا مزہ تکلیف کے مقابلہ میں معلوم ہوا کرتا ہے۔ واذا تتلی الاخر کے ان دلائل کے بعد مشرکین عرب یہ کہا کرتے تھے کہ اگر

؎ یعنی وجاہت اور سامان جس پر کافروں کو ناز ہے کچھ بھی نہیں چند روزہ ہے ہاں نیک اعمال ہی تادیر باقی رہتے ہیں اور خدا کے پاس جزا اور بدلہ کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں نیکوں کو آخرت میں نیک بدلہ اور عمدہ مرتبہ اور بہتر مکان ملے گا جو سدا رہے گا ۱۲ منہ

ایسا بھی ہو تو وہاں بھی ہم ہی اچھے رہیں گے جس طرح کہ یہاں
مسلمانوں سے زیادہ ہم کو راحت و ثروت ہے وہاں بھی
ہوگی اس کے جواب میں فرماتا ہے دیکھو ہم نے ان کو دنیا
میں ان سے بھی زیادہ دولت مند قومیں تھیں جن کو پہلے
ہلاک کیا جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دولت دنیا کچھ عند
اللہ عزت کی بات نہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ دنیا میں ہمارا طریقہ مہلت یہ ہے
کہ گمراہوں کو جلدی نہیں پکڑتے بلکہ فلیمدد لہ الرحمن
(یہ صیغہ امر واسطے تحقیق کے ہے یعنی مضارع ہے) ان کو
اور ترقی دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ دنیا میں یا آخرت میں مصیبت
دیکھ لیتے ہیں یا قیامت میں۔

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ
بھلا تم نے اس کو دیکھا جو ہماری آیتوں کا منکر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ کو ضرور
مَالًا وَوَلَدًا ﴿٧٧﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ
مال اور اولاد ملے گی کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اس نے خدا
عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ
سے اقرار لے رکھا ہے ہرگز نہیں ہم لکھے جاتے ہیں جو وہ کہتا ہے
وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُ
اور اس کے لیے عذاب بڑھاتے جائیں گے اور جو کچھ کہتا ہے
مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوا
اس کے ہم ہی وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا اور مشرکوں نے سوائے
مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ
خدا کے اور معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے حامی و مددگار
عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ
ہوں ہرگز نہیں وہ عنقریب ان کی عبادت کا انکار کریں گے
وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾
اور ان کے مخالف ہو جاویں گے

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو چھوڑ رکھا
الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ
ہے کہ وہ ان کو ابھارتے رہتے ہیں پس آپ ان کے لیے عذاب کی
عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ
جلدی نہ کیجیے ہم تو ان کی مدت گن رہے ہیں جس روز
نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾
ہم پرہیزگاروں کو رحمن کے پاس مہمان بنا کے جمع کریں گے
وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾
اور گنہگاروں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے
لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ
وہ سفارش کی قدرت نہ رکھیں گے مگر وہ شخص کہ جس نے
عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ
رحمن کے پاس سے اجازت حاصل کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ رحمن
الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا
نے بیٹا بنا لیا ہے (کفار) یہ تو تم ایسی سخت بات گھڑ کر
إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ
لائے ہو کہ جس سے ابھی آسمان پھٹ
مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ
پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو
هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾
کر گر پڑیں اس بات پر کہ انہوں نے رحمن کے لیے بیٹا ثابت کیا
وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾
اور رحمن کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنا لے
إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے

إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ أَحْصَاهُمْ

مگر رحمٰن کا بندہ ہو کر جو رحمٰن کو شمار کر رکھا ہے اللہ نے ان کو شمار کر رکھا ہے

وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ

اور ان کی گنتی گن رکھی ہے اور ہر ایک ان میں سے قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

اس کے پاس تنہا آوے گا بے شک جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ

اور انہوں نے اچھے کام کیے ہیں عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت پیدا

وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ

کرے گا سو ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں اس لیے آسان کر دیا ہے تاکہ آپ

بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾

پرہیزگاروں کو خوشخبری سنا دیں اور جھگڑالو قوم کو خوف دلائیں

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ

اور ان سے پہلے کتنے ایک قرن ہلاک کر چکے ہیں بھلا

تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ

ان میں سے کوئی بھی کہیں دکھائی دیتا ہے یا کسی کی کچھ آواز بھی

رِكْزًا ﴿۹۸﴾

سنائی دیتی ہے ؟

پہلے فرمایا تھا کہ ان بزرگواروں کے بعد ناخلف پیدا ہوئے۔ اب یہاں ایک ناخلف کی کیفیت بیان فرماتا ہے جس کو افرایت سے شروع کرتا ہے جس کی بابت بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے کہ خباب بن ارت کہتے ہیں کہ میں عاص بن وائل سہمی کے پاس تقاضے کے لیے گیا اس نے کہا تو محمد کا منکر ہو جائے تو تیرا قرضہ دیدوں۔

میں نے کہا ہرگز نہ ہوگا یہاں تک کہ تو مر کر بھی جی اٹھے۔ اس نے کہا میں مر کر جب زندہ ہوں گا تو وہاں بھی میرے پاس مال و اولاد سب کچھ ہوگا وہاں تجھ کو دیدوں گا اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ جو یہ کہتا ہے کیا اس کو علم غیب ہے یا خدا سے اس نے عہد لے لیا ہے سو یہ ہرگز نہیں ہم اس کے گناہ لکھتے جاتے ہیں اور دنیا کا مال و اسباب چھوڑ کر تنہا ہمارے پاس حاضر ہوگا اور جس طرح یہاں اس کو مال پر مال دیا جاتا ہے اس کی ناشکری میں عذاب پر عذاب دیا جائے گا اور اس افزائش اولاد و مال کو بتوں اور غیر اللہ کی پرستش کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اس لیے آخرت کی بھلائی کی بھی ان سے امید رکھتے ہیں اور وہاں کی عزت کے ان سے جویاں ہیں کلّا یہ ان کا غلط خیال ہے جس طرح دنیا میں غیر خدا کوئی بھی عالم پر تصرف نہیں کر سکتا اسی طرح اس عالم میں عزت دنیا تو در کنار ان کے وہ فرضی معبود ان کی عبادت ہی کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے بلکہ ان کے مخالف بن جائیں گے یہ محض شیطانی خیالات ہیں جو ان مشرکوں کے دلوں میں شیطان ڈالتے ہیں اور ان کو بت پرستی کی طرف اکساتے رہتے ہیں اس نمک حرامی کی سزا کا ان کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اے نبی اس کی جلدی نہ کیجیے اور وہ جزا و سزا کا اصلی وقت قیامت ہے۔ اب قیامت کا اجمالی حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ پرہیزگار جوق جوق خدا کی طرف انعام و اکرام کے لیے بلائے جائیں گے اور خدا کے مجرم، اس کے سوا دوسروں کو پوجنے والے اس کی حکم عدولی کرنے والے جوق جوق جہنم کی طرف ہانکے جاویں گے اور وہاں کوئی بھی کسی کے لیے سفارش کرنے میں لب کشائی نہ کر سکے گا مگر جس کے لیے خدا کے ہاں اقرار ہو چکا ہے حضرات انبیاء

ع ۶

ف ۱ وہ محبوب خلائق ہو جائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ۔

لو لیا، وہ صحابہ ہیں لیکن وہ بھی کس کے لیے صرف انہیں کے لیے
جنہوں نے دنیا میں خدا پرستی و ایمان کے سبب اپنے خدا کے
پاس عہد مغفرت قائم کر لیا ہے۔ وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا ا
سے اور دیگر ناشنوں کا بیان فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے لیے بیٹا
ثابت کرتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ وغیرہ۔ فرماتا ہے یہ بڑی سخت
بات ہے کہ جس سے آسمان پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے
کیوں کہ یہ اس کی شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بھی بیٹا بنائے
یہ اس کے تقدس اور وجوب وجود کے سراسر خلاف ہے
کس لیے کہ آسمان و زمین کی سب مخلوق اس کے آگے غلاموں
کی طرح دست بستہ ہے پھر اس کو بیٹا بنا کر اپنا پشت و
پناہ بنانا فضول ہے۔ اس پر عتاب کرتا ہے کہ ہم نے ان
سب کو شمار کر رکھا ہے مجرم ہماری نگاہوں میں ہیں۔ وکلہم اٰتیہ
قیامت میں ہر ایک تن تنہا حاضر ہوگا اولاد و مال اور
ان کے معبود کوئی بھی ساتھ نہ ہوگا۔ اس کے بعد ایمان و
اعمال صالحہ کی خوبی بیان فرماتا ہے ان الذین اٰمنوا
کہ جنہوں نے ایمان دار و نیکوکار دنیا میں خدا سے محبت پیدا
کرے گا دنیا میں بھی ایک دوسرے سے محبت رکھتا ہے
اور آخرت میں بھی رکھے گا کس لیے کہ سب کا مقصود ایک
واحد ہے برخلاف بت پرستوں بدکاروں کے کہ ان
کے اغراض مختلف ہیں اس لیے وہاں بھی ان میں محبت
حقیقی نہ ہوگی ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔ اس
کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ خدا ان لوگوں سے محبت کرے گا
اور مشرکوں کو نظر قہر سے دیکھے گا۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں
کہ ان کی محبت مخلوق کے دل میں ڈالے گا۔

اہل مکہ کہتے تھے کہ عربی میں کیوں قرآن اترا اس کے
جواب میں فرماتا ہے اس لیے کہ ان جھگڑالوؤں کو سمجھایا
جاوے، اگر عربی زبان نہ ہوتی تو عرب کچھ بھی نہ سمجھتے۔
اس کے بعد ان کے غرور و خشم پر تازیانہ مارتا ہے کہ ہم نے
ان سے بھی بڑھ بڑھ کر قوموں کو غارت کر دیا ہے بھلا ان کا

کوئی بھی نام و نشان باقی ہے؟

سُورَةُ طٰهٰ

مکیہ ہے اس میں ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

طٰہٰ (۱) ہم نے تم پر اس لیے قرآن نازل نہیں کیا کہ

لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ③

تم زحمت اٹھاؤ مگر وہ تو نصیحت ہے اس کے لیے جو خدا سے ڈرتا ہے

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ

اور یہ اس کی طرف سے نازل ہوا ہے کہ جس نے زمین اور اونچے آسمانوں کو

الْعُلٰى ④ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ⑤

پیدا کیا رحمٰن نے جو عرش پر جلوہ گر ہے

ف استویٰ قال ثعلب والزجاج والفراء الاستواء الاقبال علی الشیء وقیل ہو کنایۃ عن العز والملک والسلطان واما الاستواء بمعنی الاستقرار فیثبت والارجح استواء الیق بہ وہو من صفاتہ تعالیٰ و کیفیتہ مجہول ۱۲ منہ

ف علی العرش استویٰ پر فرقہ آریہ وغیرہ بہت کچھ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے خدا کا جسم اور متشکل ہونا ثابت ہے جو اس کے تقدس کے خلاف ہے مگر اس گروہ نے اور ان لوگوں نے آج کل تعلیم سے یہ اعتراض کیا ہے مفسرین کے اقوال پر نظر نہیں کی۔ علماء کی ان تحقیقات کو سنا جو اس مسئلہ کی بابت ہوئی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اس لفظ پر ہمارا ایمان ہے اور استویٰ سے وہی استویٰ مراد ہے جو اس کی شان کے لائق ہے نہ وہ جو اس کے خلاف ہے۔ متاخرین کہتے ہیں کہ عرش سے مراد کوئی کرسی یا سونے چاندی کا تخت نہیں کہ خدا اس پر بیٹھا ہو وہ اس سے مقدس ہے بلکہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَ

اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور

مَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ⑥ وَإِنْ

جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ کہ تحت الثریٰ میں ہے۔ (اور اے مخاطب) اگر تو

تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ

پکار کر بات کہے (تو کیا) وہ تو مخفی اور اس سے بھی مخفی بات

أَخْفٰى ⑦ اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ

جانتا ہے وہی اللہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے

الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧

سب نام اچھے ہیں۔

ترکیب

الا تذکرۃ استثناء منقطع ہے لے لیکن انزلناہ للتذکرۃ وقیل ہو مصدر اسے لکن ذکرناہ تذکرۃ۔ تنزیلاً بدل من اللفظ بفعلہ الناصب لہ۔ العلےٰ جمع علیا تانیث اعلیٰ۔ الرحمٰن بالجر بھی پڑھا گیا ہے صفۃ لمن خلق فیکون علی العرش استوٰی خبراً محذوفاً اسے ہو۔ وکذا ان رفع علی المدح دون الابتداء۔

تفسیر

ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ مکہ میں ابتداء نزول قرآن کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں کبھی اس پاؤں پر کبھی اس پاؤں پر کھڑے ہو کر اس قدر طویل قیام کرتے تھے کہ قدم مبارک ورم کر آتے تھے جس کو دیکھ کر کفار قریش کہتے تھے کہ اس پر قرآن کیا نازل ہوا زحمت میں پڑ گیا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ قرآن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس قدر وعظ و پند فرماتے تھے کہ نفس کے سب آرام جاتے رہے تھے اس پر کفار کے جھگڑے مزید براں تھے تب کفار کہنے لگے کہ قرآن کیا اترا یہ شخص مشقت و مصیبت میں پڑ گیا۔ طٰہٰ حروف مقطعات ہیں جن کی بحث مقدمۂ تفسیر میں ہو چکی۔

فرماتا ہے کہ اے نبی! ہم نے قرآن اس لیے تمہیں نازل کیا کہ آپ مصیبت میں پڑ جاؤ بلکہ خدا ترس لوگوں کے لیے نصیحت کرنے کے لیے۔ اور یہ کسی ایسے ویسے کا نازل کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اس کا کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس نے تخت حکومت پر بیٹھ کر تمام عالم کی تدبیر کی سب کا بندوبست واقعی کر دیا الرحمٰن علی العرش

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بلکہ یہ کنایہ ہے جس سے مراد تخت حکومت ہے۔ استوٰی سے مراد اس پر اس کا متصرف ہونا تو ورنہ تسلط ہے مخلوق کو پیدا کیا آسمان و زمین سب کچھ بنایا پھر ان پر حکومت و تصرف اور ان کی تدبیر و ترتیب کی۔ عرش سے مراد ایک ایسا آسمان لیا جاوے جو سب کے اوپر ہے اور سب کو محیط ہے جس نے عالم ناسوت کا احاطہ کر لیا ہے پھر اس کے اوپر عالم ملکوت و جبروت اور لاہوت بھی ہے جہاں ملائکہ مقربین اور سب کے وراء الوراء ذات پاک ہے اس بات کو شریعت نے بطور کنایہ کے بادشاہوں کے تخت پر بیٹھنے اور حضور میں کیا ملائکہ کے کھڑے رہنے سے اور تخت کو آٹھ فرشتوں کے سر پر اٹھائے رکھنے سے تعبیر کیا ہے اور ایسے باریک اسرار استعاروں اور کنایوں اور تشبیہوں سے بیان کیے جاتے ہیں پھر اس کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کرنا معترض کے خود فہم کا قصور ہے اور اخفیٰ ہے تو اس کی تفسیر میں

(حاشیہ صفحہ ہذا) ف الثری التراب الندی فان لم یکن ندیاً فہو تراب المراد مرکز الارض فانہ تحت جمیع من کل جہۃ وقیل المراد بہ الثری الذی تحت الصخرۃ التی علیہا الثور فانہ من الاسرائیلیات لا یلتفت الیہ الجہر رفع الصوت والسر خلافہ واخفی ما اخطرہ ببالک وقیل السر ما خفی الانسان فی نفسہ الاخفی ما خفی علی ابن آدم ۱۲ منہ

استوٰی چونکہ وہ رحمٰن ہے اس کی رحمت کا مقتضیٰ یہ بھی ہوا کہ اس نے اپنے بندوں کی اصلاح آخرت اور تزکیۂ ارواح و نفوس کے لیے قرآن نازل کیا وہ اس کی تدبیر سے کیونکر ساکت رہتا کیونکر کہ ما فی السمٰوٰت زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اس کی مخلوق اسی کی ملک ہے سب پر اس کی نظر رحمت ہے ہر چیز کی حاجت روا کرتا ہے انسان کی حاجت عظمٰی روحانی و صحیفۂ آسمانی کی طرف شدید تھی۔ الثرٰی زمین کے نیچے کے طبقہ کو کہتے ہیں۔

الغرض یہ آیات جس طرح اس کی قدرت و ارادے کا ثبوت ہے اسی طرح اس کی رحمت کا بھی کہ جس کی وجہ سے قرآن نازل ہوا مگر قدرت و ارادہ علم بغیر ممکن نہیں اس لیے صفت علم کے ثبوت کے لیے فرماتا ہے وان تجہر بالقول فانہ یعلم السر واخفٰی اعضاء ہیں اگر تو خداوند کو پکارا کرے تو اس کو اس کی حاجت نہیں کیونکہ اس کو پوشیدہ بات جو بہت آہستہ کہی جاتی ہے اور وہ جو اس سے بھی مخفی ہو یعنی دل کی بات سب معلوم ہے۔

اور جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ تمام صفات الوہیت کا جامع ہے تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خدائی خاص اسی کا حصہ ہے اس لیے فرمایا اللّٰہ لا الٰہ الا ھو اور چونکہ رحمٰن کے نام سے وہ چونکتے تھے تو فرمایا کہ لہ الاسماء الحسنٰی کہ اس کے سب نام نیک اور عمدہ ہیں رحمٰن کسی اور کا نام نہیں ہو سکتا اسی کا نام ہے جو مقام رحمت پر استعمال کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ اِذْ
اور کیا تمہیں موسیٰ کی بات بھی پہنچی ہے جب کہ
رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ
آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹھہرو مجھے

اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ
آگ دکھائی دی ہے شاید میں تمہارے پاس اس میں سے کوئی شعلہ لاؤں یا
اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰ فَلَمَّآ اَتٰىهَا
یا پاؤں آگ پر راستہ بتانے والا پھر جب وہاں پہنچے
نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝۱۱ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ
تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہی تمہارا رب ہوں
فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
پس تم اپنی جوتیاں اتار دو کیونکہ تم پاک وادی میں ہو
طُوًى ۝۱۲ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا
طویٰ کی اور میں نے تم کو چن لیا ہے سو جو کچھ وحی کی جاتی ہے
يُوْحٰى ۝۱۳ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا
اس کو سنو میں ہی تو اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں
فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝۱۴
پس میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد کے لیے نماز پڑھا کرو
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى
بے شک قیامت آنے والی ہے میں اس کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ بدلہ دیا جائے
كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ۝۱۵ فَلَا يَصُدَّنَّكَ
ہر شخص کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے پھر تم کو روک نہ دے
عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ
اس سے وہ جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش پر چلتا ہے
فَتَرْدٰى ۝۱۶ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ
پھر تم تباہ ہو جاؤ اور اے موسیٰ! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے
يٰمُوْسٰى ۝۱۷ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا
کیا چیز ہے! کہا یہ میرا عصا ہے اس پر سہارا لگاتا ہوں
عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ
اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے

فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ﴿١٨﴾ قَالَ أَلْقِهَا

اس میں اور بھی فائدے ہیں فرمایا اسے موسیٰ

يَا مُوسَىٰ ﴿١٩﴾ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ

اس کو ڈال دو پھر اس کو موسیٰ نے ڈال دیا تو جب ہی وہ سانپ بن کر

تَسْعَىٰ ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ

دوڑنے لگا فرمایا اس کو پکڑ لو اور مت ڈرو

سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿٢١﴾ وَ

ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر کیے دیتے ہیں اور

اضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ

اپنا ہاتھ اپنی بغل میں رکھ لو تو بغیر اس کے کہ

بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾

اس میں کوئی عیب ہو ایک اور دوسری نشانی اور کر چمکتا ہوا نکلے گا

لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾

تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے اور بھی کچھ دکھائیں

اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾

فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے۔

ترکیب

اذ ظرف ہے حدیث کا یا مفعول ہے اذکر کا ھدًی ای ھادیا یدلنی علی الطریق۔ نودی کا مفعول مالم یسم فاعلہ محذوف ای نودی یا موسیٰ النجیان مراد طویٰ اسم علم للوادی وھو بدل منہ لذکری متعلق ہے اقم سے لتجزی لام متعلق ہے آتیۃ سے سیرتھا منصوب بنزع الخافض ای الیٰ حالتہا بیضاء حال ہے من غیر سوء متعلق ہے تخرج سے۔

تفسیر

قرآن کے نازل ہونے سے کفار سخت متعجب تھے۔ اس لیے اس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زحمت کا سبب قرار دیتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہونے کے یہود و نصاریٰ اور ان کے اتباع کفار عرب بھی قائل تھے اس لیے یہاں سے موسیٰؑ کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ دیکھو ان کو کس طرح سے الہام ہوا آگ لینے گئے تھے نبوت مل گئی یہ اس کے فضل کی بات ہے پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل نے تمام عالم کو تاریکی کے پردوں سے نکالنے کے لیے قرآن نازل کیا تو کیا تعجب ہے؟ یہ سبب ہے موسیٰ کے بیان کرنے کا باعث۔

اذ رای نارًا اس وقت کا ذکر ہے کہ جب موسیٰؑ مدین سے اپنی بیوی کو لے کر مصر کو جا رہے تھے راستہ میں رات میں بیوی کو سردی معلوم ہوئی موسیٰ کو دور سے ایک آگ کا شعلہ نظر آیا یہ آگ لینے وہاں گئے اور یہ بھی سمجھے کہ ضرور وہاں کوئی آدمی ہوگا اس سے رستہ بھی ملے گا مگر جب وہاں پہنچے تو ایک سبز درخت سے
ع ۲۳ ۱۰ شعلہ نظر آیا جس کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ دراصل وہ آگ نہ تھی نور ربانی تھی تب موسیٰ کو آواز دی گئی فرشتے نے آواز دی یا خود رحمٰن کی طرف سے ندا ہوئی جیسی ندا کہ اس کی ذات کے لائق ہو تب خدا سے کلام اور الہام شروع ہوا پھر آیات میں آخر تک اسی کا ذکر ہے جو موسیٰ اور خدائے تعالیٰ سے باہم کلام ہوا۔ جوتیاں نکالنے کو فرمایا ادب کے لحاظ سے کیوں کہ وہ مقام وادی مقدس یعنی طویٰ ہے جو کوہ طور کے پاس ہے۔ ثابت ہوا کہ مقامات مقدسہ میں جوتیاں اتار لینا گو پاک ہوں ادب کی بات ہے۔ بعض کہتے ہیں جوتیوں میں ناپاکی تھی یا گدھے کے کچے چمڑے کی تھیں اس لیے اتارنے کو فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ کو اس موقع پر خدا تعالیٰ نے یہ اصول دین تعلیم فرمائے اول اننی انا اللہ کہ میں ہی ایک اللہ ہوں

تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ یہ توحید ہے۔ اس لیے فرمایا فاعبدنی کہ میری ہی عبادت کرنا۔ یہ دوسری بات تھی۔ عبادت عام ہے ذکر ہو مراقبہ ہو دعا ہو حاجات میں پکارنا ہو روزہ اٹھنا ہو زکوٰۃ و خیرات ہو یہ احکام شریعت انہیں میں احکام عشرہ بھی آ گئے جن کی بابت کوہ طور پر تاکید ہوئی پھر ان میں سے اقم الصلوٰۃ لذکری بالخصوص موکد فرمایا۔ تیسری بات ان الساعۃ کہ قیامت ضرور قائم ہونے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں وقت اور سال مقرر نہیں کیا تاکہ خداپرستوں کو ہر وقت کھٹکا لگا رہے۔ شریعت و عبادت کے حکم کے بعد قیامت کی خبر دی اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ بیکار کام نہیں ان کے ثمرات بعد زندگانی میں جو جاودانی ہوگی ضرور ملیں گے۔

چوتھی بات فلا یصدنک اس پر قائم رہنا کسی بدکار منکر نفس کے مرید کے اثر اور روک سے اس سے باز نہ آنا یہ استقامت اور ثابت قدمی ہے جو دین کے لیے ضروری ہے اور اس لیے بھی کہ انہیں ایک جبار دنیا پرست کے پاس پیغام لے کر جانا تھا۔ اس کے بعد اس کے پاس پہنچنے کی تمہید شروع ہوتی ہے۔ فقال وما تلک بیمینک تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ خدا کو معلوم تھا مگر اس پر ایک معجزہ دینا تھا اس لیے پوچھا۔ موسیٰ نے کہا میرا عصا ہے جس سے یہ کام لیتا ہوں یہ کارآمد لیے پھرتا ہوں۔ حکم دیا کہ اس کو زمین پر ڈال دے۔ ڈالا تو سانپ بن کر پھن پھیلانے لگا۔ موسیٰ ڈر گئے۔ فرمایا مت ڈرو۔ اس کو اٹھایا تو پھر وہی عصا تھا۔ یہ ایک معجزہ عطا ہوا۔ پھر فرمایا اپنی بغل میں ہاتھ دبا کر باہر نکالو تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ یہ دو معجزے ان کی صداقت کے نشان ان کو عطا ہوئے۔ پہلے میں جبروت الٰہی کا اظہار تھا جو فرعون جیسے سرکش کے لیے ضروری بات تھی دوسرے میں روحانی انوار جمال کی طرف اشارہ تھا جو مقصود انبیاء

علیہم السلام ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور تم کو اس لیے کہ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَ

موسیٰ نے کہا کہ اے رب میرا دل کھول دے اور

يَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً

میرا کام آسان کر دے اور میری زبان سے گرہ

مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾

کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھیں

وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾

اور میرے کنبہ میں سے کسی کو وزیر بھی کر دے

هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾

میرے بھائی ہارون کو اس سے میری کمر مضبوط کر دے

وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ

اور اس کو میرے کام میں شریک کر تاکہ ہم تیری تسبیح

كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾

بہت کیا کریں اور تجھ کو بہت یاد کیا کریں

إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ

کیونکہ تو ہم کو خوب دیکھ رہا ہے فرمایا

قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَ

اے موسیٰ تیری درخواست منظور اور

لَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾

ہم تو تم پر اور بار احسان کر چکے ہیں

إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾

جبکہ تمہاری ماں کی طرف ہم نے جو کچھ الہام کرنا تھا الہام کیا تھا

أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ

یہ کہ اس کو (موسیٰ کو) صندوق میں بند کر کے دریا میں

فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ

ڈال دے پھر دریا آپ اس کو کنارہ پر ڈال دے گا کہ اس کو میرا

عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ

اور اس کا دشمن پکڑ لے گا (فرعون)۔ اور اے موسیٰ تجھ پر میں نے اپنی محبت

مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿۳۹﴾

ڈال دی تھی تاکہ جو دیکھے تجھ کو پیار کرے اور تاکہ میرے سامنے پرورش پا جائے۔

إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ

جب اے موسیٰ تمہاری بہن کہتی جا رہی تھی کہ کہو تو میں تم کو ایسی انّا بتاؤں جو

عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ

اس کو اچھی طرح پر پرورش کرے پس یوں لوٹا دیا ہم نے اے موسیٰ تم کو تمہاری ماں

كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ

کے پاس پہنچا دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کھائے اور اے موسیٰ تم نے

نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ

ایک شخص کو مار ڈالا تھا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تم کو بار بار

فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ

آزمائش میں ڈالا پھر تم برسوں مدین کے لوگوں میں

مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ﴿۴۰﴾

رہے پھر تم اے موسیٰ وقت معیّن پر پھر آئے

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ﴿۴۱﴾ اذْهَبْ

اور تم کو میں نے خاص اپنے لیے پسند کر لیا ہے تم اور تمہارا بھائی

أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي

دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی

ذِكْرِي ﴿۴۲﴾ اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

نہ کرنا تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ

إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿۴۳﴾

کیونکہ اس نے سر اٹھا رکھا ہے۔

تفسیر

جب موسیٰ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہو کر شرف نبوت پا چکے تھے تو یہ چار چیزیں طلب کیں (۱) اشرح لی صدری نبی کو عالم کی اصلاح کرنی پڑتی ہے طرح طرح کی سختیاں اٹھانی پڑتی ہیں روحانی احکام کی تعلیم اور اخلاق حمیدہ کی ترغیب دینا اور اس کے تحمل کی آنکھوں میں حقارت پیدا کر دینا ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں جب ہوتی ہیں کہ جب خدا دل کو کھول دے اس کے دل سے حجابات ظلمانیہ جو اس کی بستگی کا باعث ہیں اٹھا دیں۔ اس کو شرح صدر کہتے ہیں ویسر لی اسی کی تشریح ہے۔

(۲) واحلل یہ ظاہری اصلاح کی دعا تھی جیسا کہ اول باطن سے متعلق تھی۔ حضرت موسیٰ کی زبان پر لکنت تھی بعض کہتے ہیں پیدائشی بعض کہتے ہیں لڑکپن میں جب کہ کھیلتے ہوئے فرعون کو لکڑی ماری تھی یا اس کی داڑھی نوچی تھی تو اس نے مارنے کا قصد کیا تھا اس کی بیوی آسیہ نے سفارش کی کہ نادان بچہ ہے۔ اس نے امتحان کے لیے ایک طرف آگ اور ایک طرف یاقوت رکھ دیے۔ موسیٰ نے آگ منہ میں ڈال لی جس سے زبان پر لکنت پیدا ہو گئی۔ اور ممکن ہے کہ امراء و شاہان جبار کے سامنے اکثر ان کی زبان پر ہیبت میں آ کر گرہ لگ جایا کرتی ہے صاف صاف نہیں کہہ سکتا اس گرہ کے کھولنے کی دعا کی ہو۔

(۳) واجعل لی کہ ہارون کو میرا وزیر یعنی کارکن کر دے اشدد بہ اس کی تشریح ہے۔

(۴) واشرکہ فی امری اس کو نبی کر دے۔ ان باتوں کو خدا تعالیٰ نے منظور کر لیا اور فرمایا کہ ہم نے تجھ پر اے موسیٰ دوبارہ احسان کیا ایک بار یہ اور ایک بار وہ جس کا بیان اذ اوحینا الیٰ سے لے کر واصطنعتک لنفسی تک ہے۔

اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ

اور یا ڈر جائے۔ دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب ہم کو اندیشہ ہے کہ

يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ

وہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی کرنے لگے　فرمایا

لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾

تم ڈرو مت　میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا　اور دیکھتا ہوں

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ

پس تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں

فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ڏ وَلَا

تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دے　اور ان کو تکلیف

تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ

مت دے　ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی

رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾

لے کر آئے ہیں اور سلامتی اس کے لیے ہے جو سیدھے راستہ پر چلے

اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي

بے شک ہم کو حکم پہنچا ہے کہ عذاب اسی پر ہے جو جھٹلائے اور

مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ

منہ موڑے　بولا پھر کون ہے　دونوں کا رب اے موسیٰ

رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ

پھر تمہارا رب کون صاحب ہے ! موسیٰ نے کہا ہمارا رب وہ ہے

اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾

جس نے ہر چیز کو اس کی صورت خاص عطا کی　پھر راہ نمائی کی

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾

فرعون کہنے لگا پھر پہلے زمانے والوں کا　کیا　حال　ہے ؟

یہ احسانات موسیٰ کی ولادت اور فرعون کے گھر میں پلنے بڑھنے اور قبطی کو مار کر مدین جا کر دس برس رہنے کے متعلق ہیں جن کی تفسیر بہ تفصیل سورۂ قصص میں گزر چکی ہے۔ و القیت علیک محبۃ منی ای القیت علیک محبۃ منی قال ... فی القلوب بحیث لا یکاد یصبر عنک من رآک او احببتک یعنی تجھ کو محبوب کر دیا فرعون بھی تجھ پر شیفتہ ہو گیا تھا۔ معنی القیت سے مشتق ہو گا تو یہ معنی ہوں گے کہ میں نے تجھ سے محبت کی۔ ولتصنع علی عینی لتربی ویحسن الیک وانا مراعیک وراقبک ای ترعی بحفظی والعطف علی علۃ مقدرۃ مثل لیتعطف علیک فرعون ثم جئت علی قدر قدر کے دو معنی ایک قدرت کے کہ اے موسیٰ ہماری قدرت سے تو اس جگہ آیا یعنی ہم تجھ کو یہاں کلام کرنے کے موقع پر لائے۔

دوم مقدار جس کے معنی مدت معین کے ہیں تو آیا کہ میں نے تجھ کو اپنے لیے منتخب کر لیا ہے۔ اب تم دونوں بھائی فرعون کے پاس جاؤ اور ہماری آیات یعنی معجزات تمہاری شہادت کے لیے تمہارے ساتھ ہیں اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ ذکر الٰہی میں ایک بڑی قوت ہے جس سے ہیبت اور وقار پیدا ہوتا ہے گردن کشوں کی گردنیں سامنے جھک جاتی ہیں دل میں قوت اور کلام میں سہولت پیدا ہوتی ہے روحانیت کا غلبہ رہتا ہے جس سے بڑے بڑے کام سرانجام پاتے ہیں۔

کلام تمام کر کے فرماتا ہے اذھب انت واخوک کہ اے موسیٰ تم اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ

پس اس سے جا کر نرمی سے بات کرو شاید وہ سمجھ جائے

نشانی پر طرح طرح کی کیفیت سب آثار کی مع خواص ... تکمیل پیدائش کر کے ہر ایک کو اس کے مناسب نوازش کی رہنمائی کی

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ
(موسیٰ نے) کہا (ان کا) علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔

لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ
نہ میرا رب بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے وہ ہے کہ جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ
تمہارے لیے زمین کو فرش کر دیا اور اس میں

لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
تمہارے لیے رستے چلائے اور آسمان سے پانی

مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ
برسایا پھر اس سے ہر قسم کی مختلف نباتات

شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۗ
پیدا کیں۔ (اور اجازت دی کہ) کھاؤ اور اپنے چارپایوں کو بھی چراؤ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾
بے شک عقل مندوں کے لیے تو اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔

تفسیر

فقولا لہ قولا لینا اس سے نرمی سے بات کرنا۔ کیوں کہ عموماً نرمی نصیحت کے لیے ایسی ہے کہ جیسا جسم کے لیے لوح۔ سختی سے دل پر اثر نہیں ہوتا خصوصاً جبار اور بھی بگڑ جاتے ہیں اس لیے فرمایا کہ لعلہ یتذکر او یخشی موسیٰ نے از خود اپنے بھائی کی طرف سے بھی (کیوں کہ اس وقت ان کے بھائی ہارون مصر میں تھے) عذر کیا کہ ہمیں ان کے ظلم و سرکشی کا خوف ہے قالا ربنا الخ خدا تعالیٰ نے ان کی تسلی کی لا تخافا الخ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں فاتیٰہ پس اس کے پاس جا کر فقولا یہ کہو انا رسولا ربک الخ یہاں سے لے کر من کذب و تولی تک اسی پیغام کی تقریر ہے پھر قال فمن ربکما سے فرعون

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا بیان ہے جو انہوں نے فرعون کے دربار میں کی تھی۔ اول فرعون نے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ فرعون خود صابی تھا جو ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے اور اہل مصر کا بھی غالباً یہی مذہب تھا وہ خدا تعالیٰ کے قائل تھے۔ پھر جو وہ انا ربکم الاعلیٰ کہتا تھا اور موسیٰ سے رب کے بارے میں سوال کرتا تھا غالباً اس کی یہ وجہ تھی کہ وہ اپنی شوکت و دولت اور ان طلسمات کے زور پر جو اس عہد میں تھے رعیت پر رعب جمانے کے لیے اپنے آپ کو رب کہتا تھا۔ جیسا کہ قدیم زمانے میں بعض بادشاہوں کا دستور تھا۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو اس کی مناسب صورت پر پیدا کیا۔ انسان اور اس کے ہر عضو کو خیال کیجیے جس موقع پر آنکھوں کا لگانا مناسب تھا وہاں آنکھیں لگائیں، کانوں کی جگہ کان ہر چیز میں یہی کاریگری ملحوظ ہے اعطی کل شیء خلقہ کے یہی معنی ہیں اور اسی لیے اس کی جگہ خلق کل شیء نہ کہا پھر جسم کے اندر تو یہ صنعت کی ہی تھی لیکن ان کے مصالح دنیا و آخرت کے لیے ان کو قوتیں ظاہرہ و باطنہ بھی دیے کما قال ثم ہدی یہاں تک کہ مکھی اور مچھر بھی اپنی تدابیر سے غافل نہیں پھر یہ باتیں بجز مدبر عالم کے اور کون کر سکتا ہے؟ فرعون کو اس کا تو کچھ جواب نہ آیا مگر جاہلانہ طور پر یہ سوال کیا فما بال الخ کہ پہلے لوگ صدہا برس سے اسی مذہب پر تھے بت پرستی کیا کرتے تھے پھر ان کا کیا حال ہوا ہو گا وہ تو سب گمراہ ٹھہرتے ہیں اور قابل عذاب۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا مجمل جواب دیا کہ ان کا حال تو خدا کو معلوم ہے۔ پھر آگے اور چند اوصاف اللہ تعالیٰ کے ایسے بیان کیے کہ جن سے فرعون کو یہ معلوم

نے کہ میں تو پرستش کرنے والوں میں ہوں نہ کہ خدا جبار بادشاہ ہوں۔ ایسا خیال کچھ بعید نہیں قوم ہنود کے اجداد اپنے آپ کو اپنے پوجتے ہیں فرعون کا بھی یہی حال تھا۔

ہو جانے کو اور اصل سبب اوس کی کمی کا ہے جس نے زمین میں
رستے نکالے پانی برسا کے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا
ہم نے تم کو زمین ہی سے پیدا کیا اور پھر تم کو اسی میں لے جاویں گے اور اسی
نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝۵۵ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ
سے تم کو دوبارہ نکالیں گے اور بیشک ہم نے اوس کو
اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ۝۵۶ قَالَ
اپنی سب ہی نشانیاں دکھا دیں پھر بھی جھٹلایا اور انکار ہی کیا کہنے لگا
اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ
اے موسیٰ کیا تو ہمارے پاس اسی لیے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو
يٰمُوْسٰى ۝۵۷ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ
کے زور سے نکالے سو ہم بھی تیرے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں
فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا
پس ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر جس سے نہ ہم
نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝۵۸
خلاف کریں اور نہ تو ایک کھلے میدان میں
قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ
موسیٰ نے کہا تمہارا وقت جشن کا دن ہے اور لوگ
يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝۵۹ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ
دن چڑھے جمع کر لئے جاویں پھر فرعون نے اوٹھ کر
فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝۶۰ قَالَ لَهُمْ
جادو کا سامان جمع کیا پھر مقابلہ کو آیا موسیٰ نے
مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
ان سے کہا کہ اے کم بختو خدا پر
كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ
جھوٹ مت باندھو کہ وہ تم کو کسی عذاب سے تباہ کر دے گا اور بیشک

خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝۶۱ فَتَنَازَعُوْٓا
جس نے جھوٹ باندھا وہ خراب ہوا پھر جادوگروں کو باہم
اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝۶۲
اختلاف ہوا اور چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگے
قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ
کہنے لگے کہ یہ دونوں جادوگر ہیں تم کو تمہارے
اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا
ملک سے اپنے جادو کے زور سے نکالنا چاہتے ہیں
وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝۶۳ فَاَجْمِعُوْا
اور تمہارے طریقۂ عمدہ کو مٹانا چاہتے ہیں پس تم
كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ
جمع کرکے رسیاں لاٹھیاں صف باندھ کر آؤ اور بیشک آج وہی
الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝۶۴ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى
جیتا جو غالب رہا وہ بولے اے موسیٰ
اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ
یا تو تو ہی پہلے ڈال اور یا ہم ہی پہلے
مَنْ اَلْقٰى ۝۶۵ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا
ڈالیں موسیٰ نے کہا تم ہی ڈالو پھر تو
حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ
ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو سے موسیٰ کو

لہ انتصاب مکانا سوی بفعل دل علیہ المصدر او انہ بدل من موعدا
علی تقدیر مکان مضاف الیہ موعد
ٹ ان ہذان اسم ان ہذان لغۃ بنی کعب کے علاوہ و بعض کے نزدیک
ان ایجاب تحقیق کے معنی میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں ضمیر شان محذوف ہے اور
ہذان لساحران خبر اور بعض کہتے ہیں کہ اللام بمعنی نعم و ہذان اس کا
مبتدا و ہما جملہ خبر اور ابو عمرو نے ہذین پڑھا ہے لا الی بحثہ

مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ

دوڑتی ہوئی معلوم ہونے لگیں جس سے

فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا

موسیٰ کو دل میں ڈر سا معلوم ہونے لگا ہم نے کہا

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَ

ڈرو مت تم ہی زبر رہو گے اور

اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا

جو کچھ تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے زمین پر

صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ۱؎

ڈال دو جو کچھ جادوگروں نے سامان بنایا ہے سب کو ہڑپ کر جائیگا

وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾

جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا شعبدہ ہے اور جادوگر کو جہاں کہیں جائے فلاح نہیں ہوتی۔

باہمی گفتگو کے بعد فرعون نے جب کہ دربار میں موسیٰ کے معجزے دیکھے یہ کہہ دیا کہ جادوگر ہے جادو کے زور سے لوگوں کو یہاں سے باہر لے جانا چاہتا ہے سو ہم بھی اس کے مقابلہ میں ایسا ہی سحر لاویں گے۔ موسیٰ سے مقابلہ کی ٹھیری اور وقت مقرر کرایا موسیٰ نے کہا یوم الزینۃ جشن کا دن مصریوں کے ہاں سال بھر کے بعد ایک بڑا جشن ہوتا تھا جس طرح ہندوؤں کے میلے ہوتے ہیں بتوں کی پرستش کے لیے، یہ اس لیے کہ اس روز مجمع عام ہوگا سب لوگوں کو امر حق معلوم ہو جائیگا۔ فرعون نے جابجا بڑے بڑے جادوگروں کے پاس آدمی بھیجے اور ان کو انعام کا وعدہ دیا۔ اس عہد میں طلسم و نیرنجات کا از حد چرچا تھا جیسا کہ مصر کی تاریخ اور فراعنہ کے تعمیر کردہ مکانات سے معلوم ہوتا ہے بڑے بڑے جادوگر جمع ہوئے اور آپس میں مشورے کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا یہ مقدس شخص ہے اس کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ یہ بھی ہمارے علم کا بڑا ماہر ہے۔ موسیٰ نے مقابلہ کے وقت انہیں سمجھایا کہ بدنصیبو! ایسی باتیں نہ کرو اور اس بت پرستی کو خدا کی طرف منسوب نہ کرو کہ اس نے حکم دیا ہے کیونکہ خدا پر جھوٹی باتیں بنانے والا فلاح نہیں پاتا۔ آخرکار مجمع عام میں جادوگروں نے موسیٰ سے کہا یا تو اول آپ اپنے عصا کا کچھ کرشمہ دکھائیے (کیونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ فرعون کے دربار میں موسیٰ نے ہاتھ سے جب عصا ڈالا تو اژدہا بن گیا تھا) یا ہم ڈالیں۔ موسیٰ نے کہا تمہیں ڈالو۔ ان کے ڈالنے سے ان کی وہ رسیاں اور لکڑیاں طلسم یا کسی شعبدہ کی وجہ سے موسیٰ کو حرکت کرتی ہوئی دکھائی دینے لگیں اور موسیٰ دل میں ڈر گئے خدا تعالیٰ نے فرمایا مت ڈر۔ تو ہی تو غالب رہے گا اور اپنا عصا تو بھی ہاتھ سے ڈال دے چنانچہ ڈالتے ہی اژدہا بن گیا اور ان کے سب سانپوں کو لقمہ کر گیا۔

فرماتا ہے کہ ساحر کو کہیں حق کے مقابلہ میں کامیابی اور فلاح ہوتی ہے۔ جادوگروں نے جب یہ دیکھا کہ موسیٰ کا یہ کام جادو اور طلسم کی قوت سے بڑھ کر ہے اور ہر فن کو اس کا اہل ہی خوب جانا کرتا ہے اور اسی لیے

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا

پھر تو جادوگر سجدہ میں گر کر کہنے لگے کہ ہم ہارون و موسیٰ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تب کچھ وقت نہیں اور حفص اور اکثر نے آن مخففہ پڑھا ہے ۱۲ منہ

۱؎ کید ساحر بالرفع علی ان ما موصولۃ و بالنصب علی ان ما کافۃ ۱۲ ابو محمد

بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ
[illegible]
لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ
[illegible]
الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ
[illegible]
اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ
[illegible]
لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ
[illegible]
اَيُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝ قَالُوْا لَنْ
[illegible]
نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ
[illegible]
وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ
[illegible]
اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝
[illegible]
اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ
[illegible]
مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ
[illegible]
خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ
[illegible]
مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا
[illegible]

وَلَا يَحْيٰى ۝ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا
[illegible]
قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ
[illegible]
الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ
[illegible]
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
[illegible]
فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝
[illegible]
وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ
[illegible]
بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي
[illegible]
الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا
[illegible]
تَخْشٰى ۝ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ
[illegible]
فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝
[illegible]
وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝
[illegible]

[illegible]

اس زمانہ کے موافق حضرت موسیٰ کو اس قسم کے معجزات دیے گئے تھے) تو سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ موسیٰ اور ہارون کے رب پر ہم ایمان لائے۔ رب ہارون اس لیے کہا کہ وہ معبود حقیقی کو جھوٹے معبودوں سے امتیاز کر دیں کس لیے کہ ان کے عقائد میں بہت سے رب ٹھیرے ہوئے تھے فرعون بھی مصریوں کا رب کہلاتا تھا۔ اس بات پر فرعون سخت ناخوش ہوا کہ میری اجازت بغیر تم کیوں ایمان لائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری اور موسیٰ کی باہم سازش ہے وہ بڑا جادوگر تمہارا استاد معلوم ہوتا ہے۔ میں اول تو تمہارے ہاتھ پاؤں کٹواؤں گا بھی خلف کر دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں یا برعکس تاکہ دونوں طرف لگی ہو جاویں، شاید اس زمانہ میں مجرموں کے ہاتھ پاؤں اسی طریق سے کاٹے جاتے تھے چنانچہ چور کی سزا میں شریعت محمدیہ میں بھی مکرر چوری کرنے پر ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد میں تمہیں کھجور کے بلند درختوں سے لٹکادوں گا کہ تڑپ تڑپ کر دو ہیں جان نکلے۔ ساحروں نے کہ جن کے دل میں حلاوت ایمان اثر کر گئی تھی کہا اس کی ہم کو کچھ پروا نہیں، یہ دنیا کی سزا ہے جو تھوڑی سی دیر میں تمام ہو چکے گی مگر اس کے ڈر سے ہم اپنے پیدا کرنے والے کو اور ان دلائل قویہ یعنی معجزات موسیٰ اور اس کے دین کو نہ چھوڑیں گے ہم اللہ پر ایمان لا چکے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے گناہ معاف کرے اور اس کو بھی جو تو نے زبردستی سے ہم سے جادو کرایا ہے اللہ کا انعام بہتر ہے وہ بندہ پر بے شمار انعام کرتا ہے اور ابقیٰ بھی ہے وہ دائمی ہے بخلاف تیرے عذاب کے کہ جس کو تو ابقیٰ اور اشد کہتا ہے یہ چند روزہ قصہ ہے۔

فانہ من یات سے لے کر ذلک جزاء من تزکیٰ تک اللہ تعالیٰ ان ایمان داروں کی تائید میں فرماتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ انہیں ایمان داروں کا قول ہو اور یہ بات کچھ تعجب کی نہیں کہ ایمان لاتے ہی ان جادوگروں پر دار آخرت کا یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ جو خدا کے پاس مجرم ہو کر آوے گا اس کی سزا جہنم ہے کہ جہاں نہ موت ہے نہ لطف حیات ہے۔ اور جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ خدا کے پاس جاوے گا ان کے لیے بڑے درجے ہوں گے جنت عدن کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی کس لیے کہ ان پر عالم غیب کا نور اور اس کا ازلی فیض پر تو افگن ہو گیا تھا اور ایسی حالت میں یہ بات معلوم ہو جانی کچھ مشکل بات نہیں۔ یا موسیٰ علیہ السلام سے سنا ہو گا۔

الغرض جب یہ ہو چکا اور جادوگروں کو فرعون نے اذیت سے قتل کیا تو اس کے بعد اور بھی موسیٰ نے معجزات دکھائے۔ آخر کار اس موذی نے بنی اسرائیل کو عید کرنے کی اجازت دی اس بہانہ سے بنی اسرائیل مرد و زن مع مال و اسباب بلکہ فرعونیوں کے زیور

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ

اے بنی اسرائیل البتہ ہم نے تم کو تمہارے دشمن

عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ

سے نجات بھی دی اور تم کو کوہ طور کی داہنی جانب کے وعدہ بھی

الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ

دیا تھا (توریت کا) اور تم پر من و سلویٰ بھی

السَّلْوٰى ۝٨٠ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا

اتارا تھا اور فرمادیا کہ ہماری دی ہوئی پاک چیزوں میں سے

رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ

خوب کھاؤ (پیو) اور اس میں حکم عدولی نہ کرنا کہ تم پر میرا

عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ

غصہ اترے اور جس پر کہ میرا غصہ

غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ ﴿٨١﴾ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ

اترا تو وہ گیا گزرا ہوا اور بے شک میں بخشنے والا ہوں

لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ

کہ جو توبہ کرے اور ایمان لاوے اور اچھے کام کرے پھر ہدایت

اهْتَدَىٰ ﴿٨٢﴾ وَمَا أَعْجَلَكَ عَن

پر قائم بھی رہے اور اے موسیٰ تم کس لیے اپنی قوم سے

قَوْمِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ أُولَاءِ

جلدی کر آئے موسیٰ نے کہا وہ بھی میرے پیچھے

عَلَىٰ أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ

ہے آ رہے ہیں اور میں جلدی تیرے پاس اے رب آیا کہ

لِتَرْضَىٰ ﴿٨٤﴾ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ

آپ خوش ہوں فرمایا کہ تیرے پیچھے ہم نے تیری قوم کو آزمایش میں ڈالا

مِن بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾

اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے

ع ۴ ۱۴ فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ

پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے افسوس کرتے ہوئے

أَسِفًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ

پھر لوٹے (اور) کہا اے قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ

رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ

نہیں کیا تھا پھر کیا تم پر بہت زمانہ

الْعَهْدُ أَمْ أَرَدتُّمْ أَن يَحِلَّ عَلَيْكُمْ

گزر گیا تھا یا تم نے یہ چاہا تھا کہ تم پر تمہارے رب کا

غَضَبٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُم

غصہ اترے پھر تم نے مجھ سے (کیا ہوا)

مَّوْعِدِي ﴿٨٦﴾ قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا

وعدہ خلافی کی انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے اختیار سے تجھ سے

مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلَٰكِنَّا حُمِّلْنَا أَوْزَارًا

وعدہ خلافی نہیں کی ولیکن قوم (قبطیوں) کے زیوروں میں

مِّن زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذَٰلِكَ

سے ہم پر بوجھ لدا ہوا تھا سو ہم نے اس کو (آگ میں) ڈال دیا پھر اسی طرح

أَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَأَخْرَجَ لَهُمْ

سامری نے (بھی) ڈال دیا پھر ان کے لیے ایک بچھڑا نکال لایا

عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هَٰذَا

ایک جسم کہ اس کی آواز بھی تھی تب کہنے لگے

إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾

کہ یہی تو تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے پھر موسیٰ بھول گیا۔

أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ

کیا ان کو یہ بھی نہ سوجھا کہ وہ بچھڑا ان کی بات کا جواب

قَوْلًا وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا

نہ دے سکتا تھا اور نہ ان کے لیے نفع و نقصان کا

وَلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾

مالک تھا۔

بنی اسرائیل جب دور کے میدان میں نکلے تو ان موسیٰ کو حکم پہنچا کہ اب ان کو شب ہی شب ملک شام کی طرف لے نکل چنانچہ وہ سب چلے ادھر فرعون کو خبر لگی تو وہ بڑا لشکر لے کر پیچھے سے تعاقب کرتا ہوا آیا اور دریائے قلزم میں غرق ہو گیا۔ بنی اسرائیل آگے بڑھے تب خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ دو پہر ...

ف اور جب موسیٰ سبقت کر کے کوہ طور پر پہنچ گئے تو ہم نے فرمایا وما اعجلک کہ تم کس لیے جلدی آئے۔

مارا تو پانی کی دونوں طرف دیواریں سی کھڑی ہو گئیں حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل صاف نکل گئے ان کے پیچھے سے فرعون اور اس کا لشکر جو اسی رستہ سے آیا ان پر دریا مل گیا پانی نے ڈھانک لیا وہ سب غرق ہو گئے اور موسیٰ اور بنی اسرائیل کہ جن کی تعداد لاکھوں کی تھی قلزم کے اس پار صحیح و سلامت اتر آئے اور اس بیابان میں پڑ گئے جو عرب کے مغرب و شمال اور شام کے جنوب میں واقع ہے جس کو تیہ کہتے ہیں اور یہیں کوہ طور بھی ہے۔

اب خدا تعالیٰ اس تیہ کے وقائع سے بنی اسرائیل کو متنبہ کرتا اور اپنے احسان یاد دلاتا ہے (۱) انجینکم من عدوکم کہ اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اس کو غرق کیا تم کو صحیح و سلامت قلزم سے نکال دیا۔

(۲) وواعدنکم جانب الطور الایمن بنی اسرائیل کا ڈیرہ جب کوہ طور کے پاس پڑا تو وہاں خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ تو اس پہاڑ کی داہنی چوٹی پر جو سب میں بلند مقام ہے ہم سے آکر مل اور یہیں احکام عشرہ اور الواح ملنے کا وعدہ ہوا تھا جس کے لیے اول تیس رات پھر چالیس رات پہاڑ پر ٹھیرنے کا حکم ہوا تھا۔ یہ بھی بنی اسرائیل پر خدا کا احسان تھا کہ ان کے لیے توریت و الواح و دیگر نعماء وغیرہ عطا ہوئیں۔

(۳) ونزلنا علیکم المن والسلوٰی جب ان لق و دق بیابانوں میں کھانے کو کچھ نہ ملا تو خدا نے بنی اسرائیل پر من کو (جو ایک قسم کی شیرینی اور خوش مزہ چیز ترنجبین کی مانند تھی جس کی تودوں پر روٹیاں پکا پکا کر کھاتے تھے) اور سلویٰ کو (یعنی بٹیریں جو از خود رات کو ان کے خیموں میں آگرتی تھیں) نازل کیا اور یہ کہہ دیا کہ شوق سے کھاؤ مگر حد سے تجاوز نہ کرنا یعنی دن کا کھانا رات کے لیے اور رات کا دن کے لیے جمع نہ کرنا۔ بعض کہتے ہیں یہ مراد کہ ناشکری نہ کرنا کیوں کہ نعمت کے بعد شکر نہ کرنا حد سے تجاوز کرنا اور سرکشی کرنا ہے اگر ایسا کرو گے تو تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ مگر بنی اسرائیل نے اس پر بھی ناشکری کی اور مورد عتاب ہوئے۔ اسی منزل میں خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو پہاڑ پر بلایا اور ان کی قوم کو بھی حکم دیا کہ نہا دھو کر خدا کا جلال دیکھنے کے لیے پہاڑ کے قریب آجاویں جیسا کہ سفر خروج کے ۱۹ باب میں ہے۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ
حالانکہ ان سے ہارون پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اے قوم
اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ
اس سے تو تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور رب تو تمہارا
الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا
رحمٰن ہے میری پیروی کرو اور میرا کہا
اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ
مانو وہ بولے ہم تو اس بچھڑے (کی عبادت) پر
عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾
اسی وقت تک جمے بیٹھے رہیں گے جب تک ہمارے پاس لوٹ کر موسیٰ نہ آجائے
قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ
(موسیٰ نے آکر کہا اے ہارون! جب تم نے ان کو گمراہ ہوتے
ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ
دیکھا تھا تو کس لیے میرے پیچھے نہ چلے آئے پھر کیا تم نے میری
اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ
نافرمانی کی اس نے کہا اے میرے ماں جائے بھائی! میری داڑھی
بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّىْ خَشِيْتُ
اور سر کے بال تو نہ پکڑو میں اس بات سے ڈر گیا کہ

أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ

کہ تو کہنے لگے کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا

تَرْقُبْ قَوْلِي ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ

اور میری بات کا انتظار بھی نہ کیا پھر موسیٰ نے سامری سے کہا کہ تیرا کیا حال ہے

يَا سَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ

تجھے کیا ہوا تھا اس نے کہا مجھے وہ بات سوجھی جو اوروں کو

يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ

نہ سوجھی تھی پھر میں نے رسول کے نقش قدم کی ایک مٹھی بھر لی

أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ

پھر اس کو اس (بچھڑے) میں ڈال دیا اور میرے جی میں

سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ

ایسا ہی آیا تھا موسیٰ نے کہا جا دور ہو

فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَن تَقُولَ لَا

زندگی میں تو تیرے لیے یہی سزا ہے کہ تو کہتا پھرے کہ مجھے

مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّن تُخْلَفَهُ

کوئی نہ چھوئے اور تیرے لیے ایک اور بھی وعدہ ہے جس کو تو ٹال نہ سکے گا

وَانظُرْ إِلَىٰ إِلَٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ

اور اپنے اس معبود کو بھی دیکھ لے کہ جس کی عبادت پر تو جما بیٹھا

عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنسِفَنَّهُ فِي

ہوئے تھا کہ ہم اس کو جلا کر پھر اس کی راکھ دریا میں بکھیر

الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ إِنَّمَا إِلَٰهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي

دیں گے بس اے لوگو! تمہارا معبود تو صرف اللہ ہی ہے کہ جس کے

لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

سوا اور کوئی معبود نہیں جس کے علم میں ہر چیز ہے۔

اور موسیٰ سب سے آگے تنہا خدا کے پاس آ گئے جس پر خدا نے پوچھا کہ وما اعجلک عن قومک یا موسیٰ اور خدا تعالیٰ کے پاس کوہ طور پر موسیٰ کو چالیس دن رات بھوکا رہنا پڑا (خروج ۲۴ باب) اس عرصے میں بنی اسرائیل نے خیال کیا کہ موسیٰ کہاں گئے کسی نے کہا مر گئے کسی نے کچھ کہا۔ اس میں ایک شخص نے کہ جس کا نام سامری تھا لوگوں سے کہا کہ آؤ میں تمہیں تمہارا معبود دکھاؤں کہ جو تمہیں مصر سے نکال لایا ہے تم میرے پاس سونے کا زیور لاؤ چنانچہ وہ اس کے پاس لائے اس نے اس کو ڈھال کر ایک بچھڑا بنایا اور اس میں ایک ایسا رستہ ہوا کے آنے جانے کو رکھا کہ جس سے گائے بیل کی آواز جیسی آواز پیدا ہوتی تھی یہ دیکھ کر بنی اسرائیل جو مصر میں مصریوں کو گائے بیل پوجتے دیکھا کرتے تھے اس پر گرویدہ ہو گئے قربانیاں چڑھانے اس کی عبادت کرنے لگے حضرت ہارون علیہ السلام نے ہر چند سمجھایا مگر وہ کب مانتے تھے اس بات سے خدا تعالیٰ نے کوہ طور پر موسیٰ کو خبردار کیا کہ دیکھ تیرے پیچھے تیری قوم گمراہ ہو گئی سامری نے ان کو گمراہ کر دیا۔ یہ سن کر موسیٰ غصہ سے بھرے ہوئے ان کے پاس آ کر ان کو ملامت کرنے لگے قال یٰقوم الم یعدکم الیٰ قولہ فاخلفتم موعدی۔ لوگوں نے عذر کیا کہ ہم کو سامری نے گمراہ کیا ہے ہم قوم قبط سے زیور مانگ لائے تھے جس کو ہم

ف یہ جو کہا کہ تو کہتا پھرے کہ مجھے کوئی نہ چھوئے اس کی سزا یہ ہوئی کہ اس کو تپ چڑھ جاتی تھی جذامیوں کی طرح لوگوں سے دور رہا کرے گا کوئی بھی تیرے پاس نہ پھٹکے گا یہ بڑی سخت سزا تھی ۱۲ منہ

ف بعض روایات میں ہے کہ سامری نے کہا کہ تم پر قبطیوں کا زیور حرام ہے آؤ سب مل کر اپنا اپنا زیور آگ میں ڈال دیں۔ انہوں نے بھی ڈالا سامری نے بھی پھر اس نے اس کا بچھڑا بنا دیا ۱۲ منہ

اس کو آگ میں ڈالا کرتے ہیں اور چیزیں ڈھال کر بنانے کے لیے اسی طرح سامری نے بھی ڈھال کر بچھڑا بنا دیا جس کی آواز تھی اور کہہ دیا یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے موسیٰ اس کو بھول گیا جو کوہ طور پر خدا سے ملنے گیا ہے۔

یہ جملہ خدا کی طرف سے ہے کہ وہ عجب احمق تھے صرف آواز سے ایمان لائے اور یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ کچھ نفع دے سکتا ہے نہ ضرر پھر معبود کیوں کر ہو سکتا ہے، یا موسیٰ کی طرف سے یہ جملہ تھا۔

ولقد قال لہم ھٰرون خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ کے آنے سے پیشتر ہارون نے سمجھا دیا تھا مگر نہ مانا پھر موسیٰ ہارون پر خفا ہوئے کہ تو نے جب ان کو گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تو ان کو چھوڑ کر میرے پیچھے کیوں نہ چلا آیا۔ ہارون نے عذر کیا کہ میں اس بات سے ڈر گیا کہ تم آ کر یہ کہتے کہ بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا میرے آنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔ پھر موسیٰ سامری کی طرف متوجہ ہوئے اس نے کہا میں نے رسول کے پاؤں کی مٹی لے کر اس میں ڈال دی تھی جس سے وہ بولنے لگا۔ موسیٰ نے فرمایا دنیا میں تیری یہ سزا ہے کہ تو سب سے دور رانده ہوا رہے گا جو تیرے پاس آوے گا اس کو بھی اور تجھے بھی بخار چڑھ آوے گا تو کہا کرے گا کہ چھونا مت کوئی میرے پاس نہ آوے اور آخرت کی سزا تیرے لیے اور مقرر ہے جو ہرگز نہ ٹلے گی اور اس تیرے معبود کو توڑ کر اس کے ذرہ ذرہ دریا میں بہائے دیتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا تمہارا معبود تو اللہ ہے جس کے علم میں ہر ایک چیز ہے۔ یہ کلام الٰہی کے لفظوں کی شرح تھی۔ اب ہم چند فوائد بیان کرتے ہیں:۔

(۱) فقبضت قبضۃ من اثر الرسول عام مفسرین کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ جبرئیل خاص مجھ ہی کو دکھائی دیتے تھے اوروں کو نہیں پس میں نے اس کے گھوڑے کے پاؤں تلے کی مٹی میں سے ایک مٹھی بھر لی، پھر اس کو ڈھلے ہوئے بچھڑے میں ڈال دیا جس کی تاثیر سے وہ آواز دینے لگا۔ اس تقدیر پر کئی باتیں ماننی پڑتی ہیں۔ اوّل یہ کہ رسول سے مراد جبرئیل لیے جاویں۔ دوم اس پر بھی حذف ماننا پڑتا ہے اے من تراب اثر فرس الرسول۔ سوم اس بدمعاش سامری کی بات کو بھی سچ تسلیم کیا جاوے حالانکہ یہ تینوں باتیں نہ قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت ہوتی ہیں نہ کسی صحیح حدیث سے ہاں مفسرین کے اقوال ہیں ابو مسلم ان معنی کو نہیں مانتے اور ایک جدید توجیہ کرتے ہیں کہ رسول سے مراد موسیٰ اور اثر سے اس کا طریقہ و دستور۔ کہتے ہیں فلان یقفو اثر فلان ویقبض اثرہ اذا کان یمتثل رسمہ یعنی جو کسی کے طریقہ کا متبع ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں کہ یہ اس کے اثر پر قابض ہے۔ سامری کہتا ہے کہ اول میں رسول یعنی موسیٰ کا پیرو تھا پھر اس کو چھوڑ دیا اور بت پرستی کا یہ سامان بہم پہنچایا۔ اس توجیہ کی امام فخر الدین رازیؒ نے بھی تائید کی ہے اور اسی میں اعتراضات سے امن ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سامری نے جو قبطیوں سے اس وقت کے علوم اور صنعت سیکھے ہوئے تھا، ایسی صنعت سے بچھڑا بنایا ہو جس میں ہوا کے دخول و خروج کے ایسے رستے رکھے ہوں کہ جن سے بچھڑے کی آواز پیدا ہوتی تھی۔ باقی اس نے جھوٹا فقرہ بنا لیا۔

(۲) سفر خروج کے ۳۲ باب میں ہے کہ ہارون نے بچھڑا بنا کر پجوایا تھا اور سامری کا نام تک بھی وہاں نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ توریت وہ اصلی توریت نہیں یا نسخہ بھی صدہا تحریفات سے خالی نہیں جس کو علماء اہل کتاب کو اقرار ہے یہاں غالباً نام میں سہو ہو گیا یا سامری کا نام ہارون بھی ہو اور اس سے مراد ہارون علیہ السلام نہ ہوں، کیونکہ اخیر میں جو اسی فعل کے مرتکب سب مبتلائے بلا ہوئے تلوار سے کٹے وبا سے مرے خدا تعالیٰ اور موسیٰ کا غصہ ان پر از حد بھڑکا

[illegible]

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ آتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾

[illegible]

مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾

[illegible]

خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۖ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾

[illegible]

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۚ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾

[illegible]

يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾

[illegible]

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ إِذْ يَقُوْلُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ ع ۱۴

[illegible]

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾

[illegible]

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾

[illegible]

لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ أَمْتًا ﴿١٠٧﴾

[illegible]

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ

[illegible]

وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾

[illegible]

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾

[illegible]

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾

[illegible]

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾

[illegible]

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

[illegible]

فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

[illegible]

[illegible]

اس قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ گزشتہ لوگوں کے تذکرے ہم یوں سناتے ہیں ہم نے تجھے ذکر یعنی قرآن دیا ہے پھر جو قرآن سے منہ پھیرے گا قیامت میں اس کا یہ حال ہوگا کہ قیامت میں اپنے گناہوں کی گٹھڑی آپ اٹھاوے گا۔ اور جس روز صور پھونکے گا دوبارہ زندہ ہونے کے لیے تو یہ لوگ ایسی وحشت میں ہوں گے کہ آنکھوں کی رنگت پلٹ جائے گی نور اور سیاہی بالکل نیلی ہو جاویں گی اور دنیا میں جو سال ہا سال عیش کیے ہیں وہاں کے مصائب کے آگے اس کو دس روز سمجھیں گے اور جو ان میں زیادہ دانا ہے وہ تو ایک دن سمجھے گا۔ قیامت کے ذکر میں کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا ہوں گے ویسئلونک الخ فرمایا فقل ینسفہا ربی کہ خدا ان کو ریتا کر کے اڑا دے گا اور زمین کو صاف میدان کر دے گا پھر آگے اور قیامت کے حالات بیان کرتا ہے کہ اس روز بجز اس کے کہ جس کو شفاعت کی اجازت ملی ہوگی اور اس کی بات بھی پسندیدۂ خدا ہوگی اور کسی کی شفاعت کارگر نہ ہوگی ان فرضی معبودوں کی جن کو وہ اس امید پر پوجتے ہیں۔ اور اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے لیے رحمٰن اجازت دے گا اور اس کے حق میں بولنا پسند کرے گا اس کے لیے شفاعت کارگر ہوگی نہ ہر کسی کے لیے کس لیے کہ یعلم ما بین ایدیہم الخ اس کو ہر ایک کا اگلا پچھلا سب حال معلوم ہے اس کا علم بہت وسیع ہے جس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا کسی کا علم اس کے علم کے برابر نہیں۔ قابل شفاعت اس کو معلوم ہوگیا اور اس روز بڑے بڑے متکبروں کی اس کے آگے گردنیں جھک جائیں گی اور ظالم تباہ ہوں گے اور ایمان داروں نیکوکاروں کا ان کی دنیاوی کوشش کا پورا بدلہ ملے گا۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا
اور اسی طرح ہم نے اس کو قرآن عربی میں اتارا ہے اور اس میں طرح طرح سے
فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ
ڈرانے کی باتیں بیان کیا ہے تاکہ وہ ڈر جائیں یا
يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ
ان کے لیے کچھ نصیحت پیدا کرے۔ سو اللہ بادشاہ برحق بلند
الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ
ہے اور (اے نبی) قرآن کی وحی تمام ہونے سے پیشتر جلدی
يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ
نہ کیا کرو اور دعا کیا کرو کہ اے رب مجھے اور
عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ
زیادہ علم دے اور ہم نے پہلے آدم سے بھی عہد لیا تھا
قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ ۧ وَ
ع ۷ / ۱۱ / ۱۵
پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس کو کچھ مضبوط نہ پایا اور
اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کے آگے جھکو
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا
تو سب جھک گئے مگر ابلیس کہ اس نے انکار کیا پھر ہم نے آدم سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کس لیے کہ وہ بارگاہ عدالت ہے حاکم علیم و خبیر ہے کسی کی کوئی چالاکی اور جھوٹا دعوے کسی پر نہ چلے گا نہ اس پر کسی کا دباؤ ہوگا نہ وہ کسی سے رشوت لیتا ہے کہ اس سبب سے کسی کی حق تلفی ہو جائے نہ وہاں امیر و فقیر شریف و رذیل کا لحاظ ہوگا نہ اس کی ذات میں غضبانی جذبات ہیں نہ وہ متلون المزاج ہے۔ اس ایک تھوڑے سے جملہ میں دربار حشر کی سب کیفیت بیان فرما دی ۱۲ منہ

يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ

کہا کہ اے آدم یہ شیطان تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ

پھر نہ ہو کہ وہ تم کو جنت سے نکال دے پھر تو تکلیف میں پڑ جائے　تو اس

لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ

جنت میں نہ بھوکا رہے گا اور نہ ننگا　اور

اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

تو اس میں پیاسا بھی نہ رہے گا اور نہ دھوپ کھائے گا

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ

پھر شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا　کہا اے آدم کیا

اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

میں تجھے ایک ایسا درخت بتاؤں کہ جس کے کھانے سے تو ہمیشہ جیتا رہے اور ایسی بادشاہی جو زائل نہ ہو

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ

سو دونوں نے اس درخت سے کچھ کھا لیا تو ان پر ان کے

طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫

ستر ظاہر ہو گئے اور اپنے اوپر باغ کے پتے جوڑنے لگے

وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ

اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو بہک گیا　آخرکار

اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى ﴿۱۲۲﴾

اس کو اس کے رب نے برگزیدہ کیا پھر اس کی توبہ قبول کی اور اس کی رہنمائی کی

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ　تم میں ایک دوسرے کا

عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۬

دشمن ہے　پھر اگر کبھی تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

پس جو میری اس ہدایت پر چلے گا تو وہ گمراہ نہ ہو گا اور نہ خراب ہو گا

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ

اور جو پھرے گا میری یاد سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی

مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

تنگ ہو گی　اور اس کو قیامت میں اندھا کر کے

اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى

اٹھائیں گے　وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا

وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾

اور میں تو دیکھتا تھا۔

وکذٰلک عطف ہے کذٰلک نقص پر یعنی جس طرح ہم نے اے نبی تم سے پہلے کے سچی آمیز واقعات خبر تجھے بیان کیے اسی طرح یہ تمام قرآن نازل کیا ہے جس کے دو وصف ہیں اول وہ عربی ہے جس کو سمجھنا قوم عرب کو آسان ہے دوم صرفنا اس میں طرح طرح سے خوفناک باتیں بیان کی ہیں تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا ان کے دل میں کچھ سوچ پیدا ہو۔ کفر اور منافات کے لیے نہیں ہے اور یہ قرآن اس خوبی کے ساتھ اس نے اس لیے نازل کیا ہے کہ جو خلل و جہل وغیرہ اوصاف سے بری ہے اس میں اس کا کوئی نفع و نقصان نہیں وہ ان باتوں سے پاک ہے اور حق ہے اس کا ملک اور اس کی ذات دائم و قائم ہے اس لیے اس نے ان کی بہبودی کے لیے ایسا قرآن نازل کیا۔ چونکہ قرآن رحمت آسمانی ہے اور تدریجاً نازل ہوا تھا اور ادھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کی تبلیغ اور اس کے یاد کرنے اور اس کے مطالب واضح کرنے کا تقاضا ہوتا

بہت شوق اور ازحد ولولہ تھا اس لیے فرمایا ولا تعجل بالقرآن الخ کہ وحی تمام ہو جانے سے پہلے قرآن کے پڑھنے یا لوگوں کے پڑھانے سمجھانے میں جلدی نہ کیا کرو۔ جب ایک مضمون کی وحی جو فرشتہ لاتا ہے تمام ہو چکے تب آپ پڑھیں (اسی طرح کا مضمون اور جگہ بھی آیا لا تحرک به لسانك لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه) اور رب سے دعا کرتے رہو کہ میرا علم زیادہ کر تاکہ وقتاً فوقتاً وحی آتی ہے آپ کا علم زیادہ ہوتا رہے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خزانہ ہمارے پاس ہے اس میں سے جس قدر ہم جس کو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں بندہ علام الغیوب نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد یہ چھٹی بار[؎] حضرت آدم کا قصہ ایک آئندہ جملہ کے لیے بطور تمہید کے ذکر ہوا اور وہ جملہ مقصود بالذات یہ ہے فاما یاتینکم منی هدی اس کی شرح تمہید یہ ہے واذ قلنا للملئکة الخ کہ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اے بنی آدم ہم نے تمہارے جد امجد کے لیے فرشتوں کو سجدہ تعظیم کا حکم دیا اور تاج خلافت ان کے سر پر رکھا گیا اس وقت سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر اس ابلیس نے (جس کے کہنے پر اکثر بنی آدم چل رہے ہیں قدیمی حاسد اور دشمن کو دوست بنا رکھا ہے) انکار کر دیا پھر اس کے بعد ہم نے تمہارے جد امجد کو ایک ایسے باغ میں رہنے کو جگہ دی کہ جہاں کھانے پینے لباس کا ہم نے انتظام کر دیا تھا اور ان مشقتوں سے نجات دی ہوئی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ خبردار رہنا یہ شیطان تیرا اور تیری بیوی دونوں کا دشمن ہے اس کے کہنے میں آ کر مصیبت میں نہ پڑنا کہ یہاں سے نکالے جاؤ اور خراب و خستہ مارے مارے پھرو مگر وہ مردود وہاں بہروپ بدل کر جا ہی پہنچا اور ناصح مشفق بن کر آدم کے دل میں خطرہ ڈالا اور کہنے لگا کہ اے آدم ہم تو تم پر بڑی مہربانی ہوئی مگر تمہاری حیات اور یہاں بادشاہانہ طور پر سدا رہنے کا کوئی بھی انتظام نہیں ہوا اس تمہید کے بعد کہا لو میں تمہیں اس باغ میں ایک ایسا پیڑ بتلاتا ہوں کہ جس کے کھانے سے ہمیشہ جیتے رہو اور بے زوال سلطنت تمہیں ملے۔ اس کا نام شجرۃ الخلد ہے تمہارے خدا نے اسی لیے تم کو اس کے کھانے سے منع کیا ہے حالانکہ ہم نے آدم سے اول ہی عہد لے لیا تھا مگر آدم اس کو بھول گئے اور اس کو کھا لیا ولم نجد له عزما اور ہم نے تمہارے دادا کی کوئی استقامت اور مضبوطی نہیں پائی نہ ہمارے عہد کی حفاظت کی۔ نہ قدیمی دشمن کو خیال کیا (اس میں بنی آدم کی کمزوری طبیعت کی طرف اشارہ بلکہ تعریض ہے) پھر ان پر بھی باوجود اس مقبولیت کے نافرمانی کا لازمی نتیجہ پیش ہی آیا کپڑے تن سے اتارے گئے برہنگی ظاہر ہونے پر درختوں کے پتے بدن پر چھپانے لگے اور آدم و حوا۔ اور شیطان سب کے سب اس باغ سے نکالے گئے اور کہہ دیا گیا کہ ایک دوسرے کا دشمن رہے گا۔ لیکن آدم روئے اور توبہ کی خدا نے اس کی توبہ قبول کی اور بار دیگر سرفرازی بخشی۔ جب باغ سے نکالے گئے تھے یا جب توبہ کی تھی تو آدم سے ہم نے کہہ دیا تھا کہ دنیا میں تمہارے پاس یعنی تمہاری اولاد کے پاس ہدایت آیا کرے گی رسول اور آسمانی کتابیں پھر جو اس ہدایت پر چلے گا تو وہ اس سیدھے رستہ سے جو انسان کو دار الخلد تک پہنچاتا ہے نہ بہکے گا نہ خراب ہوگا۔ ولا یشقی یعنی شقاوت و بدبختی سے محفوظ رہے گا۔ شقاوت کی دو قسم ہیں ایک دنیاوی دوسری اُخروی۔ ہدایت الٰہی کے طفیل ان دونوں سے محفوظ رہتا ہے اور جو اس ہدایت سے منہ

؎ اول بار سورۃ بقرہ میں پھر اعراف میں پھر حجر میں پھر بنی اسرائیل پھر کہف میں پھر اس جگہ ذکر ہوا الخ۔ یہاں صرفنا فیه من الوعید کی وضاحت کے لیے آیا ہے ۱۲ حسن

پھیرے گا اس کی دو سزائیں ہوں گی ایک دنیاوی فان لہ معیشۃ ضنکا (ان ضنک اصل الضیق والشدۃ و ہو مصدر ثم وصف بہ فیقال منزل ضنک وعیش ضنک کذا فی الکبیر) کہ اس کی زندگی تنگ ہوگی۔ عام مفسرین کے نزدیک زندگی دنیا کی تنگی مراد ہے کیونکہ کافر مالدار ہو پھر بھی حریص ہوتا ہے مگر باعتبار قید حلال و حرام نہ ہونے کے وہ جنت میں ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے الدنیا سجن المؤمن و جنۃ الکافر مگر وہ کون ہے کہ جس کو تمام امور حسب دلخواہ حاصل ہو گئے ہوں اس کی پریشانی بہت سخت ہے اور مومن کی نظر دار آخرت پر ہوتی ہے اس کو کسی تکلیف میں تکلیف معلوم نہیں ہوتی۔

اور یوں بھی ہے کہ خدا کی ہدایت چھوڑنے سے دنیا میں بلائیں نازل ہوتی ہیں سیکڑوں قومیں ایسی ہیں کہ اسی سبب سے برباد ہو گئیں جیسا کہ اسی کی تائید کے لیے اگلی آیت میں فرماتا ہے افلم یہد لہم کم اھلکنا من قبلہم من القرون کہ کیا ان کو اس بات سے بھی رہنمائی نہیں ہوتی کہ ان کفار قریش سے پہلے ہم کتنی قوموں کو نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں کہ جن کے اجڑے ہوئے مکانوں پر سے آج یہ چلتے پھرتے ہیں۔ ع
عاد و ثمود و بنی اسرائیل و قیاصرہ و شام و بابل و نینوا و اہل مصر وغیرہ نے نافرمانی کی۔ نافرمانی کر کے کوئی قوم بے خیر و برکت نہیں رہتی۔ بعض کہتے ہیں قبر کی تنگی بعض کہتے ہیں آخرت کی تنگی مراد ہے۔

دوسری یہ کہ اس کو قیامت میں اندھا کر کے اٹھاویں گے وہ کہے گا میں آنکھوں والا تھا کیوں اے رب اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ جواب ملے گا تو بھی دنیا میں ہماری آیتوں سے اندھا ہو گیا تھا۔ آخرت میں اندھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ جہالت کی تاریکی میں مبتلا ہوں گے نور روحانی نصیب نہ ہوگا پس اس سے ان کے لیے ظاہری آنکھیں ہوتی

اور حیثیت سے اوپر دیکھنے میں کچھ منافات نہیں۔

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ
فرمائے گا تو نے بھی اسی طرح ہماری آیتوں کو جو تیرے پاس آئی تھیں فراموش کر دیا
وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ
اور اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا گیا اور جو کوئی حد سے
نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ
گزر جائے اور پھر اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانے تو اس کو ہم ایسا ہی بدلہ
رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ
دیا کرتے ہیں اور البتہ آخرت کا عذاب تو سخت تر اور بہت ہی
اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا
دیر پا ہے پھر کیا ان کو اس بات سے بھی رہنمائی نہ ہوئی کہ ہم نے
قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ
ان سے پہلے کتنی قرنوں کو غارت کر دیا ہے کہ جن کے مکانوں پر سے
مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
وہ چلتے پھرتے ہیں بے شک اس میں تو عقلمندوں کے لیے بڑی
لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
بڑی نشانیاں ہیں اور اگر نہ ہوتی تیرے رب کی طرف سے
سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ
ایک بات قرار پا چکی ہوتی اور وعدہ مقرر نہ ہوا ہوتا تو عذاب

ف۱ تیری طرف نظر عنایت نہ ہوگی۔ یعنی جس طرح تو نے دنیا میں آیات اللہ سے بے اعتنائی کی آج اسی طرح تجھ سے بھی بے اعتنائی کی گئی اور اس بھلانے کا یہ مطلب ہے کہ اس جہان میں تجھے بینائی نہ دی گئی کیونکہ دنیا میں بینائی دی تھی تو اس سے تو نے آیات قدرت کو نہ دیکھا تھا ۱۲ منہ

اَجَلٌ مُّسَمًّى (١٢٩) فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

لازم ہو چکا ہوتا　پھر جو کچھ وہ بکتے ہیں اس پر صبر کرو

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی

وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ

حمد و ثنا کے ساتھ تقدیس کیا کرو　اور رات کے وقتوں میں بھی تسبیح کیا کرو

فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى (١٣٠)

اور دن کے اول و آخر میں بھی تاکہ تم کو خوش کیا جاوے ۔

پہلی قوموں کی ہلاکت بیان فرما کر یہ بات فرماتا ہے کہ اگر نوشتۂ ازلی (کہ چند روز ہم ان کو دنیا میں رکھیں گے) مانع نہ آتا تو ان لوگوں پر بھی عذاب دنیا ہی میں آ چکتا اس پر بھی اے نبی جو ہدایت پر نہیں آتے اور ستاتے ہیں تو صبر کرو اور اپنے لیے دار آخرت کی تیاری کرو تاکہ تم وہاں خوش وقت رہو۔

فقال فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس الخ تسبیح سے مراد اکثر علما کے نزدیک نماز پنج گانہ ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں قبل طلوع الشمس سے مراد نماز فجر ہے اور قبل غروبہا سے ظہر و عصر و من آنائی الیل سے مغرب و عشاء اور قولہ و اطراف النہار دونوں نمازوں کے لیے جو دن کے اول و آخر ہوتی ہیں یعنی فجر و مغرب تاکید کا جملہ ہے جیسا کہ الصلوٰۃ الوسطیٰ عصر کے لیے۔ اگرچہ دن کی دو طرف ہوتی ہیں مگر ہر دن کے لحاظ سے اطراف جمع کا صیغہ آیا۔ بعض کہتے ہیں اوقات مذکورہ میں جو تقرب کے اوقات ہیں انسان کو مشاغل دنیاویہ سے غفلت ہو جاتی ہے عموماً اس کی تسبیح و تقدیس کرنا مراد ہے جو نماز کو بھی شامل ہے۔

ف فنسی ولم نجد لہ عزماً سے یہ بات ثابت

ہوتی ہے کہ آدم کا گناہ سہواً تھا وقت پر ممانعت یاد نہ رہی لیکن احتیاط نہ کی اس لیے عتاب ہوا۔

(۲) آدمی کی جبلی عادت ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کے کمالات پر نازاں ہوا کرتا ہے اور بسا اوقات اسی پر تکیہ کر لیتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں ہمیں کیا غم ہے اس لیے آدم کے قصہ میں متنبہ کر دیا کہ اس پر نازاں نہ ہونا خود تمہارے بزرگ سے نافرمانی پر کیا سلوک ہوا باوجودیکہ مسجود ملائکہ تھے اور پھر کس خواری سے نکالے گئے بجز توبہ کے ان کو چارہ نہ ہوا۔ یہ ہے وعید شدید۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ

اور اے نبی! آپ ان چیزوں کی طرف نظر بھی نہ ڈالیے جو طرح بطرح کے

اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ

سامان زندگی و دنیا کی آرائش ہم نے ان کو اس لیے دے رکھے ہیں

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ

کہ اس میں ان کی آزمائش کریں اور تمہارے رب کا عطیہ بہتر اور دیر تک

اَبْقٰى (١٣١) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ

رہنے والا ہے　اور اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دیا کرو۔ اور

اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ

خود بھی اس پر قائم رہو　ہم تم سے کچھ روزی تو نہیں مانگتے روزی تو

لہ قبل طلوع الشمس سے مراد صبح کی نماز و قبل غروبہا سے ظہر و عصر کی و من آنائی الیل سے مغرب و عشاء و تہجد کی "و اطراف النہار" سے عصر و صبح کی نماز مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں تسبیح سے تو نماز مراد ہو سکتی ہے مگر یہاں سبحان اللہ و الحمد للہ یا سبحان اللہ و بحمدہ کہنا ان اوقات میں مراد ہے ۱۲ منہ　ہے یعنی عطیۂ آخرت ان دنیاوی سامانوں اور آرائشوں سے بہتر ہے اس لیے کہ اس کے مقابلہ میں یہ چیزیں بے حقیقت ہیں اور باقی بھی ہے کس لیے کہ یہ چند روزہ ہیں وہ دائمی ہے ۱۲ منہ

نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَ

ہم تمہیں دیتے ہیں اور عاقبت (بخیر) پرہیزگاروں کی ہے ۔ اور

قَالُوْا لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

وہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا

اَوَلَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ

کیا ان کے پاس نہیں پہنچی کتابوں کی شہادت پہلی

الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّا اَهْلَكْنٰهُمْ

پہنچی ۔ اور اگر ہم اس سے پہلے ان کو کسی

بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ

عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ضرور کہتے کہ اے رب تو نے

اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ

کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم رسوا اور ذلیل

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ

ہونے سے پہلے ہی تیری آیتوں پر چلتے ۔ کہہ دو

كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ

کہ ہر ایک منتظر ہے سو تم بھی منتظر رہو ۔ پھر تم کو معلوم ہو جائیگا

مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ

کہ کون سیدھے رستے پر چلنے والے ہیں اور کون ہدایت پانے والے

اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

کون راستہ گمراہ کرتا ہے ۔

ولا تمدن عینیک الخ) یعنی کافروں کو شیطان اور بڑا رغبت اور حسرت کے ساتھ نظر کرنا درکار آخرت کے آرائش کی چیزیں کہ جو ان کو عبادت سے دنیا کے اسباب آرائش میں کچھ بھی نظر آتا اور دولت مندوں کو دیے گئے ہیں مکان اور عمدہ لباس عمدہ عورتیں اور سواریاں اور دیگر چیزیں ان کی طرف رغبت کی نگاہ سے منع کرتا ہے کیونکہ یہ چیزیں ان کے لیے فتنہ ہیں

ان میں ان کو خدا تعالیٰ آزمائش کرتا ہے سو وہ ان میں ایسے معروف ہوتے ہیں کہ ان کو آخرت اور اس کے توشہ کا ان کے دل میں خیال بھی پیدا نہیں ہوتا جب اس جہان سے جاتے ہیں تو خالی ہاتھ جاتے ہیں اور اس تجمل کے چھوڑتے وقت ان کی روح پر صدمہ عظیم ہوتا ہے چشمش نگران است کہ گلشن با دگران است اس چند روزہ عیش کے مقابلہ میں وہ عذاب دائمی بڑا فتنہ ہے اور نیز اس دولت کی وجہ سے ظلم و ستم طرح طرح کے گناہوں میں بھی مبتلا ہوگئے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں یہ سب ہیچ تھا مگر حضرت سے خطاب کرکے اوروں کو سنایا جاتا ہے کہ اس طرف نظر پھیر کر بھی نہ دیکھنا حرص و رغبت تو دوسری چیز ہے اس لیے کہ تمہارے رب کا دیا آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ ایسے عارف تارک الدنیا کے متعلقین غالباً تنگی اور فقر اور دنیاوی سامان سے خالی رہا کرتے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ ان کے دل بھی دوسروں کے ساز و سامان دیکھ کر کچھ حسرت بھی پیدا ہوتی ہو اس لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا وامر اھلک بالصلوۃ کہ ان کو توشہ آخرت نماز کی تاکید کرو اور خود بھی اس پر جمے رہو۔ ہم آپ کو رزق دینے کا حکم نہیں دیتے کیونکہ رزق ہم دیتے ہیں اور عاقبت کی بہتری پرہیزگاری سے حاصل ہوتی ہے اس لیے پرہیزگاری میں کوشش کرو۔ وقالوا لولا یاتینا ایسی باتوں کو سن کر کفار کہتے تھے کہ ہم کو کوئی بڑا معجزہ کیوں نہیں دکھاتے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے جو کچھ قرآن یا نبوت اس حضرت کے شواہد پہلی کتابوں میں پایا کچھ کم ہیں؟ پھر فرماتا ہے ہم چاہتے تو بغیر رسول بھیجے ان کے گناہوں پر انہیں ہلاک کر دیتے مگر وہ عذر کرتے کہ رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم اس کو مانتے۔ پھر فرماتا ہے ان سے کہو ذرا انتظار کرو مرنے کے بعد تم کو آپ معلوم ہو جاوے گا کہ سیدھے رستہ پر کون ہے۔

تفسیر حقانی

پارہ ۱۷

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ

سورۃ انبیاء

مکیہ ہے اس میں ایک سو بارہ آیات اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ

لوگوں کا حساب تو قریب آلگا اور وہ ہیں کہ غفلت

غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ① مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ

میں پڑے منہ پھیرے ہوئے ہیں ان کے رب کے پاس سے

ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ

سمجھانے کے لیے کوئی نئی ایسی بات ان کے پاس نہیں آتی کہ جس کو سن کر

وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ② لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۗ وَ

ہنسی میں نہ ڈال دیتے ہوں ان کے دل کھیل میں لگے ہوئے ہیں اور

اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ

ظالم پوشیدہ سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ (محمد)

هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ

ہے کیا مگر تمہارے ہی جیسا ایک شخص تو پھر کیا تم دیدہ و دانستہ

السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③ قٰلَ رَبِّيْ

جادو کی باتیں سننے جایا کرتے ہو رسول نے کہا کہ میرا رب

يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَ

آسمان اور زمین کی سب باتیں جانتا ہے اور

هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④ بَلْ قَالُوْٓا

وہ (سب کچھ) سنتا (سب کچھ) جانتا ہے (پھر سرگوشیاں کیا چیز ہیں) بلکہ ان ظالموں نے

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ

(یہ بھی) کہا کہ یہ قرآن خیالات پریشان ہیں بلکہ اس نے جھوٹ باندھا ہے بلکہ

هُوَ شَاعِرٌ ۚ ۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ

وہ شاعر ہے پھر جس طرح کہ پہلے رسول (معجزوں کے ساتھ) بھیجے گئے

أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ﴿٥﴾ مَا آمَنَتْ قَبْلَهُم

اگلے بھی ایسے ہی بھیجے گئے تھے جیسا کوئی معجزہ لادے ان سے پہلے جن بستیوں کو ہم نے ہلاک

مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا ۖ أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾

کیا وہ بھی تو ایمان نہ لاتے تھے پھر کیا یہ ایمان لے آویں گے

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي

اور اے محمد ہم نے تم سے پہلے بھی تو آدمی ہی بھیجے تھے کہ جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے

إِلَيْهِمْ ۖ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ

تو پوچھ دیکھو اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو علم والوں سے

لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا

پوچھ دیکھو　اور ہم نے ان کے ایسے بدن بھی نہ بنائے تھے

لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ﴿٨﴾

کہ جو کھانا نہ کھاتے ہوں　اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے

ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنجَيْنَاهُمْ وَمَن

پھر ہم نے ان سے وعدہ کو سچا کر دیا　تب ان کو اور جس کو چاہا

نَّشَاءُ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ﴿٩﴾ لَقَدْ

نجات دی اور جو حد سے بڑھ گئے تھے ان کو ہلاک کر دیا　ہم نے

أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ ۖ

تمہارے پاس ایک ایسی کتاب بھیجی ہے کہ جس میں تمہارا ہی تذکرہ ہے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٠﴾ ع

پھر کیا تم کو اتنی بھی عقل نہیں۔

ترکیب

وهم مبتدا معرضون خبر في غفلة ضمير معرضون سے حال ہے اسی طرح لاعبين اور ممکن ہے کہ خبر ثانی ہو۔ لاهية قلوبهم حال ہے ضمیر يلعبون سے اور یہ دونوں حال مترادف یا متداخل ہیں۔ اور جس نے لاهية کو مرفوع پڑھا ہے تب ایک ہی حال ہے کس لیے کہ یہ خبر بعد خبر ہے هل هذا جملہ محل نصب میں ہے النجویٰ سے بدل ہو کر اے واسروا النجوى الحديث۔ قٰل بصیغۂ ماضی رسول کا قول ہوگا حمزہ و کسائی و حفص کی قرأت کے بموجب اور دیگر قرأ نے قل بصیغۂ امر پڑھا ہے۔

تفسیر

یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس میں بیشتر توحید و نبوت اور عالم آخرت کا ثبوت اور انبیاء علیہم السلام کے عبرت انگیز ذکر ہے اور ان کی نافرمان امتوں کا انجام اور انسان کا درگاہ الٰہی میں حساب دینے کے لیے حاضر ہونا بیان ہے۔ پس فرماتا ہے اقترب کہ انسان کے حساب کا وقت تو قریب آ لگا اور وہ غفلت میں پڑا ہوا خدا کے فرستادوں سے منہ موڑ رہا ہے اور جو کوئی نئی بات وعظ و نصیحت کی ان کے کانوں میں پڑتی ہے تو اس کی طرف کھیل کود میں توجہ بھی نہیں کرتے۔

حسابهم مفسرین کہتے ہیں کہ حساب سے مراد قیامت کے دن کا حساب ہے اور گو وہ ابھی صدہا ہزار سال بعد آئے گا مگر آئندہ آنے والی چیز ہر گھڑی ہی گھڑی قریب ہی ہوتی جاتی ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

ما اقرب ما هو آت

وما ابعد ما هو فات

آنے والی چیز بہت قریب ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ حساب کا وقت کچھ قیامت ہی پر موقوف نہیں بلکہ موت کے بعد بھی انسان اپنے خدا کے روبرو جاتا اور اس کو قبر میں اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے سو یہ بھی ایک قسم کا حساب ہے پس اس وقت کے قریب ہونے میں تو کسی کو بھی کلام نہیں یعنی انسان

غفلت کی نیند میں سوتا ہے کہ موت آلیتی ہے واسروا النجویٰ یہ جملہ مستانفہ ہے ان کی علامات رذیلہ کے بیان میں ان کے اعراض اور غفلت اور کھیل اور کود کے ثبوت میں النجویٰ اسم ہے التناجی سے جس کے معنی سرگوشی کرنا پھر اس کے مخفی کرنے کے یہ معنی کہ ان باتوں کو جن کا ذکر آگے جملہ میں آتا ہے نہایت مخفی طور سے باہم کہتے تھے۔ انسان جس بات کو اہم سمجھتا ہے اس کی بابت مخفی طور پر مشورہ کیا کرتا ہے اور وہ باتیں یہ ہیں (١) ھل ھٰذا الا بشر مثلکم کہ یہ رسول تو تمہارے جیسا آدمی ہے جس طرح ہم کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہیں ایسا ہی یہ بھی ہے پھر یہ رسول کیسا جو خدا کی باتیں خاص اس کے پاس آتی ہیں ہمارے پاس نہیں! ان کے خیال میں رسول بشریت کے جامہ سے باہر ہے اور ملکیت کے لباس میں ہونا چاہیے تھا جو کھانے پینے سے پاک ہو اور ہمیشہ جیتا رہے جس کے رد میں آگے ارشاد ہوتا ہے (٢) افتاتون السحر وانتم تبصرون قرآن مجید کو اس کے اعجاز کی وجہ سے مکہ کے کافر جادو کہتے تھے۔ پھر اس کی نسبت ایک دوسرے کو کہتا تھا کہ تم قرآن پر نہ چلو جان بوجھ کر کیوں جادو پر چلتے ہو؟ یہ بات ان کے دل میں نہ تھی دل میں تو حق جانتے تھے مگر لوگوں کے گمراہ کرنے کو سحر اور جادو کہتے تھے قال ربی یعلم القول یہ ان کے مخفی کہنے کے جواب میں ہے کہ رسول نے ان کا مخفی راز ان سے کہہ دیا یا رسول کو حکم دیتا ہے کہ ان سے کہہ دو تم ہزار چھپاؤ میرا رب جو آسمان و زمین کی تمام باتیں جانتا ہے اور سننے والا جاننے والا ہے اس سے تمہارا یہ مخفی مشورہ کب مخفی رہ سکتا ہے؟ القول صاحب کشاف کہتے ہیں لفظ قول عام ہے شامل ہے سر و جہر کو تاکید کے لیے یعلم السر کی جگہ یعلم القول کہا۔

بل قالوا اضغاث احلام بل افترٰىہ بل ھو شاعر کفار مکہ کو قرآن کے جادو کہنے میں بھی استقلال نہ تھا جیسا کہ بے ٹھکانہ کوئی کسی میں عیب لگایا کرتا ہے تو وہ اسی طرح مختلف باتیں بنایا کرتا ہے یعنی جادو پھر بھی ایک نادر چیز ہے یہ تو ایسا بھی نہیں بلکہ پریشان خیالات ہیں کہ جن کو از خود محمد نے بنا کر ذرا اچھی اور دل چسپ عبارت میں جمع کر لیا ہے کیونکہ وہ شاعر ہے۔

(٣) فلیاتنا بآیۃ پہلے نبیوں کی طرح کوئی بڑا بھاری معجزہ کیوں نہیں دکھاتا کوئی نشانی نہیں لاتا؟ یہ ان کے تین شبہے تھے جن کی تقلید میں آج کل کے عیسائی اور متعصب ہنود بھی یہی کہا کرتے ہیں۔ ما آمنت قبلہم من قریۃ اھلکنٰھا افھم یؤمنون۔ یہ ان کی تیسری بات کا جواب ہے جس کو وہ بار بار منہ پر لاتے اور رسول علیہ السلام کے سامنے پیش کیا کرتے تھے کہ ان سے پہلے جن قریستیوں کو ہم نے ہلاک کیا ہے انہوں نے اپنے رسول سے وعدہ کر لیا تھا کہ ہم معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئیں گے مگر جب ان کو معجزہ بھی دکھایا تب بھی ایمان نہ لائے پھر یہ جو معجزہ کی درخواست کرتے ہیں کیا ایمان لے آئیں گے؟ اس لیے ان کی خواہش کے بموجب معجزہ نہیں دکھایا جاتا کیوں کہ ایک وقت مقرر تک ان کا ہلاک کرنا ہم کو منظور نہیں۔

وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیہم، یہ ان کے پہلے شبہ کا جواب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر ہم نے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ بھی تو آدمی ہی تھے کہ جن کی طرف وحی کی گئی تھی فرشتہ نہ تھے اگر تم کو معلوم نہ ہو تو فسئلوا اھل الذکر اہل کتاب سے پوچھ دیکھو کہ جن کے تم اے اہل مکہ اکثر باتوں میں معتقد ہو اور ان سے پوچھ پوچھ کر اعتراضات کیا کرتے ہو۔ وما جعلنٰہم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خٰلدین اور ان انبیاء کو ہم نے ایسے بدن عطا نہ کیے تھے کہ جو

کھانے کے محتاج نہ ہوں اور ہمیشہ باقی رہیں بلکہ وہ کھاتے پیتے تھے آخر دنیا سے اٹھ گئے موت سے نہ بچے۔

ان وہ ہمارے رسول تھے انہوں نے اپنی نافرمان اور سرکش قوموں کی ہلاکت کے لیے جو ہم سے وعدے کیے تھے ثم صدقنہم الوعد ان کو ہم نے پورا کر دیا فانجینہم ومن نشاء واھلکنا المسرفین رسولوں اور ان کے پیرووں کو بچا لیا اور بدکاروں کو حد سے گزرنے والوں کو ہلاک کر دیا لقد انزلنا الیکم کتابا فیہ ذکرکم افلا تعقلون یہ ان کی دوسری بات کا جواب ہے کہ قرآن کو جو ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے اس میں غور کرو کہ تمہارے لیے اس میں کس قدر وعظ و نصیحت و ہدایت و سعادت ہے پھر اس کو شعر اور کیا کیا کہتے ہو افلا تعقلون کیا تم کو عقل نہیں؟

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ
اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جن کے لوگ ظالم تھے غارت کر دیا ہے اور
أَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ⑪ فَلَمَّا
ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب ان لوگوں نے
أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ⑫
ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔

لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَ
(کہا گیا) مت بھاگو اور انہی نعمتوں کی طرف لوٹ چلو جن میں تم عیش کیا کرتے تھے
مَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ ⑬ قَالُوا
اور اپنے گھروں (کی طرف) تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ وہ کہنے لگے
يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ⑭ فَمَا زَالَتْ
واویلاہ ہم ہی ظالم تھے پھر وہ ہمیشہ
تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا
یہی پکارا کیے یہاں تک کہ ہم نے ان کو کاٹ کر کھیت کر دیا ہم
خَامِدِينَ ⑮ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَ
بجھے پڑے تھے اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے اندر
الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ⑯ لَوْ أَرَدْنَا
کی چیزوں کو کھیلنے کے لیے نہیں بنایا ہے اگر ہم کھیل کی
أَنْ نَتَّخِذَ لَهْوًا لَاتَّخَذْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا إِنْ
بنانا چاہتے تو اپنے پاس کی چیزوں کو بناتے اگر
كُنَّا فَاعِلِينَ ⑰ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ
ہم کو یہی کرنا تھا۔ بلکہ ہم حق کو پھینک مارتے
عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ
ہیں پس حق باطل کا سر توڑ دیتا ہے پھر وہ باطل فوراً نیست ہو جاتا ہے

ف ۱ کہ تم پر کیا گزری اور تمہارے وہ ساز و سامان کیا ہوئے جن کی بدولت تم فخر کیا کرتے تھے کہاں گئے۔ یہ کلام ان سے بطور تمسخر کے کسی نے کیا تھا ۱۲ منہ ف ۲ یعنی کھیلنے کے لیے عالم غیب کی چیزیں فرشتے اور بہشت کی مخلوق اور روحانیات کیا کم تھے عالم غیب کی چیزوں کو اپنے پاس کی چیزیں اس لیے کہا کہ عالم محسوس کی بہ نسبت عالم ملکوت اس سے قریب ہے۔ عرب کے بعض قبائل اولاد اور بیوی کو تصور کیا کرتے تھے اس لیے کہ وہ اصل میں انسان کے کھیلنے دل خوش کرنے کی یہی چیزیں ہیں اس تقدیر پر یہ مطلب کہ اگر ہم کو کھیل ہوتا تو اپنے پاس سے لوگوں کو بیوی بیٹا بنا کر نہ کھیلتے۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض ہے جو مخلوق کو اس کی بیوی یا بیٹا کہتے ہیں ۱۲ حقانی

ف والركض الفرار والهرب واصله من ركض الرجل الدابة وضربها برجله والمعنى انهم هربوا راكضين والترف النعمة يقال اترفت النعمة وبطرت اسے وسیع علیہ فی معاشہ ۱۲ منہ

وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ⑱ وَلَهٗ

اور تم پر پھٹکار ہے تمہاری باتیں بنانے سے اور جو کچھ کہ

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ

آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا تو ہے اور جو لوگ

عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

اس کے حضور میں ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرتابی کرتے ہیں

وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ⑲ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ

اور نہ تھکتے ہیں رات دن تسبیح کیا

وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْٓا

کرتے ہیں سستی نہیں کرتے کیا انہوں نے زمین کی

اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ㉑

چیزوں میں سے ایسے معبود بنا رکھے ہیں کہ جن کو وہ خود بنا کر کھڑا کرتے ہیں

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ

اور اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ کبھی کا خراب ہو چکے ہوتے

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

جو وہ لوگ اس کی نسبت بیان کیا کرتے ہیں اللہ عرش کا مالک ان

يَصِفُوْنَ ㉒ لَا يُسْـَٔـلُ عَمَّا يَفْعَلُ

سے پاک ہے جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جاتا

وَهُمْ يُسْـَٔـلُوْنَ ㉓

بلکہ وہ خود پوچھے جاتے ہیں۔

ترکیب

وکم قصمنا صاحب کشاف کہتے ہیں قصم اس طرح سے توڑنے کو کہتے ہیں کہ ایک ایک ٹکڑا جدا ہو جاوے بخلاف فصم اور کسر کے۔ قریہ سے مراد وہاں کے ساکن بحذف مضاف۔ کم خبریہ تکثیر کے لیے محل نصب میں قصمنا کی وجہ سے من قریۃ تمیز کانت ظالمۃ محل جر میں قریہ کی صفت ہو کر بحذف مضاف۔ اذا مفاجات کے لیے ھم مبتدا یرکضون خبر اذا اس کا ظرف تلک دعوٰھم تلک موضع رفع میں اسم زالت و دعوٰھم خبر و یجوز العکس۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا ہم نے مسرفین کو ہلاک کر دیا اب پھر اس کی تشریح فرماتا ہے کہ وہ مسرفین کون تھے اور ان کی کیا عادات تھیں اور کس طرح سے ہلاک ہوئے؟ تاکہ ان مشرکین کو معلوم ہو کہ وہ ہمارے ہی جیسے کافر اور بدکار تھے اب ہم کو بھی عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔ پس فرماتا ہے وکم قصمنا کہ ہم نے بہت سے شہروں کو ہلاک و برباد یا غارت کر دیا ہے جن کے رہنے والے ظالم و بدکار تھے اور ان کی جگہ اور نئی قومیں آباد کر دیں اور نئے لوگ پیدا کر دیے۔ پھر جب ان غارت ہونے والے لوگوں کو ہمارا عذاب آتا ہوا دکھائی دیا جیسا کہ انبیاء نے ان کو خبر دی تھی (یہ تو ہے فلما احسوا باسنا کی تفسیر ہے) تو اس عذاب سے بھاگنے لگے۔ رکض ایڑ مارنا ومنہ قولہ تعالیٰ ارکض برجلک پس جب ان کو عذاب الٰہی کے آثار نمودار ہوتے دکھائی دیے تو اپنی سواریوں پر سوار ہو کر ان کو ایڑ مار کر اپنے شہر و دیار چھوڑ چھاڑ بھاگنے لگے۔ یا رکض کے ساتھ ان کا جلدی بھاگنا سرعت کی وجہ سے تعبیر کیا گیا لا ترکضوا فرشتہ یا ہاتف غیب نے یا ان کے حال موجودہ نے ان سے کہا کہ مت بھاگو اور تم کو جو کچھ خدا نے نعمتیں اور عمدہ مکانات اور باغ اور مال و زر اور محبوب زن و فرزند دے رکھے تھے، لوٹ کر وہیں جاؤ شاید تم سے سوال کیا جاوے کہ تم پر کیا گزری یعنی بھاگنا سود مند نہ ہوگا۔ اور ان کے مکانات اور نعماء کی طرف لوٹ کر جانے کا حکم دینے میں گویا ان پر

تعریض ہے کہ آج یہ سب چیزیں تم سے چھینی جاتی ہیں تم نے
ان کی شکر گزاری نہ کی تھی اب انہیں کو دیکھو دیکھ کے حسرت
کے ساتھ جان دو اور ان کو بھی اپنے روبرو برباد ہوتے
دیکھو۔ اور ان سے سوال ہونے سے یہ مراد کہ تمہارے سوال
و مکالمات کے ساتھ ہلاک ہونے سے قبل آئندہ آنے والے
لوگ سوال کریں گے کہ یہ کون لوگ تھے اور کیوں کر ہلاک
ہوئے؟ یا یہ معنی کہ جاؤ تمہارے نوکر چاکر ماتحت لوگ
تم سے پوچھ پوچھ کر کام کریں گے جیسا کہ تمہاری بھلائی کے
وقت میں کیا کرتے تھے یعنی کہاں بھاگ کر جاتے ہو وہیں
جاؤ نا ہماری وہیں پر حکومت کرو۔ پھر فرماتا ہے فما زالت
تلک دعوٰہم حتی جعلنٰہم حصیدًا خامدین کہ وہ
ہلاک ہوتے ہوتے تک یوں ہی پکارا کیے یٰویلنا انا کنا
ظٰلمین۔ کہ ہائے افسوس! ہمارا حال بے شک ہم ستمگار
تھے مگر اس وقت ان کا کہنا کیا فائدہ دیتا تھا آخر یوں ہی
پکارتے پکارتے نیست و نابود ہو گئے۔ دعوٰی مصدر بمعنی
الدعوۃ پکار، جیسا کہ اہل جنت کی شان میں آیا ہے و آخر
دعوٰہم ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

حصید کٹی ہوئی کھیتی بمعنی المحصود۔ الخمود بجھ جانا آگ کا
یعنی ان کو ہم نے ایسا کر دیا جیسے کھیتی کٹی ہوئی پڑی ہوتی ہے
اور اس طرح بجھا دیا جس طرح آگ بجھ جاتی ہے مراد یہ کہ ہلاک
و برباد کر دیا۔

ان لوگوں کی نسبت کہ جن کا ان آیات میں ذکر ہے
مفسرین کا اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حضور اور قول
یمن میں دو شہر تھے جہاں عذاب آیا تھا وہ مراد ہیں کوئی
کہتا ہے شام کے ملک میں ثمود وغیرہ قوم لوط کی بستیاں
مراد ہیں۔ غرض کہتا ہے کہ شام و یمن پر کیا موقوف ہے،
بجائے کیوں خود دیکھیے تو ہر ملک میں آپ کو ایسے بہت سے
اجاڑ شہر ملیں گے کہ جو زلزلہ یا آسمانی پتھروں یا طغیانی دریا
یا وبا یا قحط یا بیماری کے تسلط یا ادوا سے یا کسی اور آفت الٰہی
سے جو صوری آفتوں کے علاوہ ہے برباد ہوتے ہیں اور اب
ان قوموں کا نام و نشان بھی نہیں ان کی جگہ اور قومیں آباد ہیں۔
فاعتبروا یا اولی الابصار۔

وما خلقنا السماء والارض الخ مشرکین بلکہ اور
بہت سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ انسان اور دیگر چیزیں آپ
ہی پیدا ہوتی ہیں اور آپ ہی مٹ جاتی ہیں خدا کو انسان کے
نیک و بد سے کیا غرض اور رسولوں کے بھیجنے سے کیا مطلب
پھر جو کوئی قوم یا شہر برباد ہوا یا ہوتا ہے اس میں ان کے گناہ
و ثواب کو کیا دخل یہ سب اسباب ارضی و سماوی سے
ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ آسمان اور زمین اور
ان کی کائنات از خود تو پیدا ہوئی نہیں کہ جو طور کوئی اس
کی قوت و سبب نکالو گے پھر اس میں کلام ہوگا۔ انجام کار
خدا کا قائل ہونا پڑے گا۔ پھر جب اس کے ہم خالق ہیں تو
باوجود اس علم و حکمت کے ہم نے ان چیزوں کو عبث اور
بے کار تو پیدا کیا ہی نہیں بلکہ ہر ایک سے ایک غایت
مطلوب ہے پھر جن چیزوں کو قوی انجام اس غایت اور
کمال حاصل ہونے میں اختیار بھی دیا گیا ہے اور وہ اس کو
حاصل نہ کریں گے (جیسا کہ خلقت انسان سے مقصود اس
کی معرفت و عبادت و دیگر مصالح ہیں) تو نکمے ہوں گے
جیسا کہ میوے دار درخت کی کوئی شاخ جس کا ثمر مقصود ہی
ہوتا ہے تاکہ اس کی جگہ اور شاخ پیدا ہوئے (و انشانا بعدھا
قوما آخرین) اور یہ اسباب ارضی و سماوی وہ سب
بھی ہمارے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اسباب کا پیدا کرنا بربادی
اور حکمت کے لیے یا سعادت کے لیے ہمارا ہی کام ہے
اور اگر ہم کو دنیا کے پیدا کرنے سے کھیل اور تماشا ہی منظور
ہوتا تو لاتخذناہ من لدنا ہے من عندنا اپنے ہاں سے
یعنی مجردات اور نورانی چیزیں جو ہمارے اسرار ہوتے ہیں
ان سے ہی کیا کم تھیں؟ پھر انبیاء و رسل بھیجنے سے ہمارا مقصود
تو باطل کا مٹانا اور حق کا جتانا ہے۔ اس مضمون کو

کس خوبی سے ادا کیا ہے۔ باطل کو مٹی کے خام برتن سے تشبیہ
دی ہے اور حق کو سخت پتھر سے کہ جب اس کو اس برتن پر
پھینک ماریں تو فوراً ٹوٹ پھوٹ جائے اس لیے فرماتا ہے
کہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں کہ جس سے وہ باطل
پست ہو جاتا ہے۔

اور اے کفار ولکم الویل مما تصفون تم جو یہ
برے بیان کرتے ہو اس سے تمہارے لیے خرابی ہے یا یہ جملہ
انشائیہ بصورت جملہ خبریہ ہے کہ تمہاری ان باتوں پر
پھٹکار۔ من جملہ ان کے برے بیانوں کے ایک یہ بھی تھا کہ
وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور عیسائی حضرت مسیح کو
خدا کا بیٹا کہتے تھے اب اس کا ابطال فرماتا ہے ولہ من
فی السموات والارض کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی
کی ملک ہے پھر اس کو بیٹے کی کیا حاجت؟ اور جو بیٹا ہے
پھر اس نے کیا پیدا کیا ہے۔ چیزیں تو خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں
ومن عندہ اور اس کے پاس رہتے ہیں یعنی ملائکہ وہ تو
خود رات دن اس کی عبادت کرتے ہیں تھکتے نہیں نہ تکبر
کرتے ہیں پھر وہ اس کی بیٹیاں کیوں کر ہیں؟ ام اتخذوا
اٰلھۃ زمین کی چیزوں کو انہوں نے گویا خدا بنا لیا ہے۔
پھر کوئی پوچھے ھم ینشرون کیا وہ کسی کو زندہ
کر سکتے ہیں؟

لو کان فیہما اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوں تو
آپس کے جھگڑے سے نہ آسمان رہے نہ زمین پس خدا عرش
کا مالک جس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ کیا کرتا ہے ان سب
باتوں سے پاک ہے۔ اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ خود انہوں
نے زمین کی چیزوں سے پتھر پیتل تانبے سونے چاندی کے
آپ ہی بت بنا کر گھڑتے کرتے اور پھر ان کو پوجتے ہیں۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۖ هَٰذَا ذِكْرُ مَنْ
اپنی دلیل تو پیش کرو — یہ میرے ساتھ والوں کا فہمائش کرنے والا
مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ
(قرآن) سو وہ تو ہے اور مجھ سے پہلوں کے بھی فہمائش نامے تھے (یعنی توریت انجیل) بلکہ
لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ ۖ فَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٤﴾
ان میں کے اکثر سچی بات کو نہیں جانتے ہیں اسی لیے منہ پھیر رہے ہیں
وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ
اور (اے نبی) ہم نے تم سے پہلے ایسا کوئی بھی رسول نہیں بھیجا کہ جس کی
إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا
طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ بجز میرے اور کوئی معبود نہیں
فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ
سو میری ہی عبادت کیا کرو — اور وہ کہتے ہیں کہ رحمن نے فرشتوں کو
الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ
بیٹیاں بنا لیا ہے — وہ پاک ہے — بلکہ وہ تو اس کے
مُكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ
معزز بندے ہیں — کلام کرنے میں اس سے پیش قدمی نہیں کرتے
وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ
اور وہ اسی کے حکم پر کام کرتے ہیں — وہ جانتا ہے
مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ
جو کچھ کہ ان کے آگے — اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور
لَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ
وہ شفاعت بھی نہیں کرتے — مگر اسی کے لیے کہ جس سے وہ خوش ہو گیا
وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾
اور وہ اسی کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً ۖ قُلْ
کیا انہوں نے اس کے سوا اور بھی معبود بنا رکھے ہیں۔ کہہ دو

وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِنْ
اور جو کوئی ان میں سے یہ کہے کہ اسی کے سوا میں

دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ

خدا ہوں تو اسی کو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے ظالموں کو

نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

ہم اسی طرح سے سزا دیا کرتے ہیں

پھر تہدید و توبیخ کے لیے اسی سوال کو نقل فرماتا ہے۔ ام اتخذوا کیا انہوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں؟ پھر اس بات کو دو طرح سے باطل کرتا ہے (۱) قل ھاتوا برھانکم کہ اس پر کوئی سند یا دلیل پیش کرو۔ اور جب سند نہیں تو محض وہم اور خام خیال ہے۔ (۲) ھذا ذکر من معی و ذکر من قبلی کہ اچھا اگر تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل اس بات پر نہیں تو نقلی پیش کرو۔ نقلی دلیل کتاب الٰہی سے ہو تو مسلم ہے ورنہ نہیں اور کتاب الٰہی تو یہ ہے ساتھ والوں کا یعنی میری امت کا ذکر یعنی نصائح کرنے والا ہے وہ قرآن مجید ہے اور مجھ سے پہلے لوگوں کا ذکر تورات و انجیل و زبور و صحف انبیاء بھی دنیا میں پہنچے ہیں پھر کسی میں تو دکھاؤ کہ اور بھی خدا کے سوا معبود ہیں؟ سعید بن جبیرؓ و قتادہؒ و سدیؒ کہتے ہیں کہ یہ ذکر من قبلی قرآن مجید کی صفت ہے کہ اس قرآن میں میری امت کا اور مجھ سے پہلے لوگوں کا ذکر ہے اب اس سے بڑھ کر اور جامع کونسی کتاب ہوگی جو لاؤ گے؟ فرماتا ہے بل اکثرھم لا یعلمون الحق فھم معرضون کہ یہ جو اس سے اعراض کرتے ہیں اس سے کتاب الٰہی کا قصور نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اکثر ان میں سے نادان اور جاہل ہیں حق شناس نہیں ہیں اس لیے اعراض کرتے منہ موڑتے ہیں۔ اس کتاب کا اور اگلی کتابوں کا تو حال انہیں معلوم ہو گیا۔ رہے بزرگان دین جو انبیاء اور رسول ہیں انہوں نے بھی کبھی دو خدا کی عبادت نہیں بیان کی بلکہ وما ارسلنا من قبلک اے محمد تم سے پیشتر جس قدر انبیاء ہم نے بھیجے ہیں سب کی طرف یہی وحی کی تھی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کیا کرو چنانچہ تورات موجود ہے اور انجیل موجود ہے یہی بات موجود ہے پھر مسیح کا خدا ہونا اور خدا کا بیٹا ہونا اسی طرح اور چیزوں یا بزرگوں کا خدائی میں شریک ہونا ان کو کہاں سے ثابت ہو گیا؟ عرب میں قبیلہ خزاعہ کے لوگ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے ان کے قول کو بھی رد فرماتا ہے وقالوا اتخذ الرحمٰن ولداً سبحٰنہ کہ وہ مشرکین کہتے ہیں کہ خدا نے اولاد بنائی ہے وہ ایسی باتوں سے پاک ہے اور وہ فرشتے کہ جن کو وہ خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اس کے بندے ہیں معزز بندے ہیں مگر اس کے حکم کے ایسے مطیع ہیں کہ (۱) کلام بھی اس کی اجازت بغیر نہیں کرتے جب وہ کچھ فرما دیتا ہے تو بولتے جواب دیتے ہیں (۲) وہ اس کے حکم کے پابند ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کا ظاہر و باطن معلوم ہے۔ یا یہ معنی کہ خدا تعالیٰ نے جو ان کو عزت دی ہے وہ ان کی ابتداء انتہا سے خوب واقف ہے کہ وہ نافرمانی نہیں کرتے یا یہ کہ وہ اس کی قدرت و علم کے احاطہ میں ہیں پھر ان کی الوہیت کیسی؟

(۳) اور وہ سفارش بھی اسی کی کرتے ہیں کہ جس سے خدا کو راضی پاتے ہیں یعنی گنہگار کی۔

اور (۴) وہ ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو کوئی بالفرض ان میں سے خدائی کا قائل ہو بھی تو ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں ہمارے نزدیک یہ گھر ہیں پھر بیٹیاں ہونا اور رشتہ دار ہونا کیسا؟ اور ان پر کیا موقوف ہے ہم ہر ظالم کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ

اور کیا منکروں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ آسمان

[illegible]

وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا
اور زمین باہم جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے ہی ان کو جدا کر دیا اور ہر
مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا
جان دار چیز کو پانی سے بنایا تو پھر کیا اس پر بھی
يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۰ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ
ایمان نہیں لاتے اور زمین میں ہم نے ہی بوجھل پہاڑ
رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا
رکھ دیے ہیں کہ ان کو لے کر ادھر ادھر نہ جھکنے پائے اور اس میں
فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱
ہم نے کشادہ رستے بنا دیے تاکہ لوگ راہ پاویں
وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ښ وَّهُمْ
اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا اور وہ ہیں
عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۳۲ وَهُوَ الَّذِيْ
کہ ہماری آسمانی نشانیوں سے منہ پھیرے رہتے ہیں اور وہی تو ہے کہ جس نے
خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ
رات اور دن اور آفتاب اور چاند کو پیدا کیا
كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳
جو ہر ایک ایک آسمان میں تیرتا پھرتا ہے۔

ترکیب

کل شیٔ مفعول جعلنا حی اس کی صفت من الماء لابتداء الغایت ویجوز ان یکون صفۃ کل تقدم علیہ

ضمار حالاً۔

تفسیر

مشرکین کا خیال رد کر کے اب ان کے سامنے (جو بت سے معبودوں کے قائل تھے اور کبھی اس کی معزز مخلوق کو اس کا بیٹا یا بیٹیاں کہتے تھے) یہ چند دلائل بیان فرماتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ عالم میں یہ تمام صنعت کاری اسی کی ہے کسی معبود یا بیٹے نے کیا پیدا کیا ہے؟ اور چونکہ یہ دلائل ایسے بدیہی ہیں کہ جو ادنیٰ غور کرنے سے معلوم ثابت کر لیتے ہیں تو اس لیے اولم یر کہ کے خطاب کیا (۱) ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا الخ رتق بند کرنا بند ہونا فتق بالفتح جدا کرنا کھولنا۔ اس کے معنی مفسرین نے چند طور پر بیان کیے ہیں لیکن ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ اور جمہور مفسرینؒ اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ آسمانوں کا بند ہونا مینہ کا ان سے نہ برسنا اور زمین کا بند ہونا نباتات کا پیدا نہ ہونا اور کھلنا آسمان سے بارش برسنا اور زمین کا نباتات اگانا۔ کیا کافر یہ نہیں دیکھ چکے بلکہ ہر سال صیف و شتا شدید کے وقت جب کہ بارش نہیں ہوتی اور زمین سے کچھ پیدا نہیں ہوتا دیکھتے ہیں کہ آسمان اور زمین بند ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ہی اپنے ید قدرت سے کھولتا ہے۔ بارش برساتا ہے پھر اس سے ہر قسم کا سبزہ اگاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان آیات میں ابتداء آفرینش عالم کی طرف اشارہ ہے جس کو قرآن مجید میں کئی جگہ بیان فرمایا یہاں اجمالاً بیان کیا جاتا ہے کہ مادہ اثیر یعنی ایتھر سب ایک جا جمع تھا آسمانوں اور زمین کا مادہ مجتمع تھا اس میں سے میں نے آسمانوں کو جدا کر دیا زمین کو

ف (صفحہ گزشتہ) (۱) اولم یر بمعنی اولم یعلموا۔ کانتا الضمیر الی السماء۔ والارض بلحاظ الجنس لذا لم یقل کن۔ الرتق السد ضد الفتق یقال رتقت الشیٔ رتقہ فارتتق اے التأم اے کانتا مرتتقتین وقال رتقا ولم یقل رتقین لانہ مصدر ۱۲ منہ

ہوا یعنی اس میں سے کس قدرت سے آسمان بنا دیے کس قدرت سے زمین پھر زمین کی قوت سے حیوانات نباتات کو زندہ کیا۔ کل شیء سے یہی دونوں مراد ہیں نباتات میں بھی ایک قسم کی حیات ہے اگر غور کرو تو جمادات کا انعقاد بھی پانی سے ہوا ہے اور ان کی صورت نوعیہ کا قیام ان کی حیات ہے اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے۔ (۲) وجعلنا من الماء کل شیء حی صاحب کشاف کہتے ہیں کہ جعلنا یا تو ایک مفعول کی طرف متعدی قرار دیا جاوے یا دو کی طرف پہلی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے تمام حیوانات کو پانی سے پیدا کیا جیسا کہ دوسری جگہ فرماتا ہے واللہ خلق کل دابۃ من ماء یا تو نطفہ سے حیوانات پیدا ہوتے ہیں جو ایک قسم کا پانی ہے یا ان کو پانی کی طرف اشد ضرورت ہے اس لیے ان کی حیات کو پانی کی طرف منسوب کیا جیسا کہ آیا ہے خلق الانسان من عجل انسان میں جلدی ہونے کو جلدی سے پیدا ہونے کے ساتھ تعبیر کیا یہ ایک محاورۂ عرب ہے۔ دوسری صورت میں یہ معنی ہوں گے صیرنا کل شیء حی بسبب الماء کہ ہر جاندار کو پانی سے زندہ کیا ہے من الماء مفعول ثانی کل شیء موصوف حی صفت مجموعہ مفعول اول مفعول ثانی کا مقدم ہونا اہتمام شان کی وجہ سے ہوگا اور بعض روایات میں حیًّا بالنصب بھی آیا ہے تو اس کو اس صورت میں کلّ کی صفت قرار دیں گے کہ ہر کل شیء جو حی ہے اس کو پانی سے پیدا کیا یا یہ مفعول ثانی ہوگا تب یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک شیء کو پانی سے زندہ کیا۔ اس صورت میں ہر شے سے مراد حیوان یا نباتات ہوں گے قرائن سے یہ عام خاص کیا جاوے گا۔

سوال بہت سے جاندار ہیں جو پانی سے پیدا نہیں ہوتے جیسا کہ جن آگ سے پیدا ہوتے ہیں یا فرشتے اور خود حضرت آدم جن کی نسبت آیا ہے خلقہ من تراب اور وہ جانور جن کو حضرت مسیح علیہ السلام گارے کو بنا کر اس میں پھونکتے تھے کہ وہ اڑ جاتا تھا پھر سب جانداروں کا پانی سے پیدا ہونا نہ پایا گیا۔

جواب لفظ اگرچہ عام ہے مگر قرینۂ مخصص موجود ہے کس لیے کہ اللہ تعالیٰ ادھر سے وہ چیزیں بیان کرتا ہے جو ان کے دیکھنے میں آتی ہیں اور یہ چیزیں انھوں نے کب دیکھی ہیں پس یہ اس میں شامل نہیں یا بیان اکثر یہ ہے جس کو محاورۂ عرب میں کلیہ سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور عرف عام کا یہی کلیہ ہے۔

(۳) وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بہم اسے کلا ثقیلہ تمید و لا عدم التباس کی وجہ سے حذف کیا گیا۔ رواسی زمین میں گڑی ہوئی چیز جس کی جمع رواسی ہے، مراد پہاڑ۔ یعنی اگر زمین میں پہاڑوں کی وجہ سے یا خود اس کی ذات میں ثقل اور بوجھل پن پیدا کر دیا جو ثقل اتنی نہیں اگر یہ بھی ہوا یا پانی کی طرح خفیف و سبک ہوتی جنبش کرتی تب اس پر کوئی مکان نہ بنا سکتا نہ یہ بڑا انعام الٰہی ہے۔

(۴) وجعلنا فیہا فجاجا سبلا لعلہم یہتدون اور کر زمین میں تمہارے راہ پانے کے لیے کشادہ رستے رکھے اگر سخت ناہموار و دشوار گزار زمین ہوتی جیسا کہ بعض خیال کرتے ہیں تو یہ دنیا اس لطف کے ساتھ نہ بستی۔ الغرض الطرق الواسع لعلہم یہتدون میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ کاش یہ گمراہ ان کشادہ رستوں کو غنیمت سمجھیں اور راہ ہدایت پر آویں۔

(۵) وجعلنا السماء سقفا محفوظا آسمان کو چھت زمین سے فوقیت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ اب رہا اس کا محفوظ ہونا سو دو کی وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ وہ گرنے اور پھٹنے سے محفوظ ہے اور گھروں کی چھتوں کی مانند وہ نہیں۔ کقولہ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ دوم یہ کہ شیاطین سے محفوظ ہے شیاطین کو وہاں تک رسائی نہیں کما قال وحفظنٰہا

من کل شیطٰن رجیم زمین گویا فرش اور آسمان اس کی چھت ہے اور یہ ایک عمدہ گھر ہے جس کی روشنی کی قندیلیں آفتاب و ماہتاب ہیں اور اسی طرح سیارے بھی جن کا آگے ذکر فرماتا ہے۔ پھر یہ تمام مخلوق جو اس گھر میں اس کی نعمت کھا پی رہی ہے اور یہ گھر اور اس کی نعمتیں جو روز اپنے مہمانوں کو کھلاتا ہے بجز اس کے اور کس نے پیدا کی ہیں؟ پھر اس آسمان کی رفتار اور اس کے ستاروں کی گردش اور ان سے صدہا انقلابات خدا تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جو اس کے جبروت و سطوت پر دلالت کر رہی ہیں لیکن کفار ان میں غور نہیں کرتے وھم عن اٰیٰتھا معرضون۔

فی الحقیقت اگر انسان تھوڑی دیر ان عجائب قدرت میں غور کرے کہ جو اس نے آسمانوں میں رکھی ہیں تو صاف معلوم ہو جاوے کہ اس پردۂ زنگاری میں کوئی ہے جو یہ کار پردازی کر رہا ہے۔

(۶) وھو الذی خلق الیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون اس آیت میں ان چند نشانیوں کا ذکر کرتا ہے کہ جن سے وہ اعراض کرتے ہیں رات دن کا بہ تعاقب آنا علاوہ ان بے شمار فوائد کے جو انسان اور دیگر مخلوق کے لیے ہیں جیسا کہ رات میں سونا آرام کرنا دن میں روزی کی تلاش کرنا کاروبار کرنا پھلوں پھولوں کا نمودار ہونا۔ اس کی قدرت کی بھی ایک دلیل واضح ہے پھر آفتاب کے مختلف حرکات اور مختلف طور پر طلوع و غروب کرنے میں رات دن کے پیدا ہونے کے سوا ہزاروں فوائد ہیں اور یہ گویا اس دنیا کے گھر کا چراغ ہے۔ اسی طرح ماہتاب کی حرکات اور مختلف طور پر طلوع و غروب بھی ان فوائد کی تکمیل ہے اور یہی حال دیگر ستاروں کا ہے۔ یہ رات کا چراغ ہے۔ چاند اور سورج کی اس چال کو جب ناظر آسمان کی طرف غور کر کے دیکھتا ہے تو گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نیلے رنگ کے دریا میں یہ دو مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔ ان کی اس چال کو تیرنے کے ساتھ بطور تشبیہ یا استعارہ کے بیان کیا۔

ف حکماء قدیم کا ایک بڑا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ سات آسمان ہیں اور آفتاب چوتھے آسمان میں ہے۔ اور ماہتاب پہلے میں اور نیز ان کی حرکات فلک کی حرکات کے ساتھ ہیں پھر تدویر اور اس فلک کی وجہ سے کہ جس میں یہ ثبت ہے اور نیز فلک الافلاک کی وجہ سے مختلف حرکات پیدا کرتے ہیں اگر یہ حرکات مختلفہ نہ ہوتیں تو کہیں ہمیشہ جاڑا رہتا کہیں سخت گرمی کہیں رطوبت کہیں سخت یبوست نظام عالم میں خلل واقع ہو جاتا ان کے نزدیک تو معنی ظاہر ہیں اور جمہور اہل اسلام بھی ان آیات و دیگر آیات سے ایسا ہی خیال رکھتے ہیں مگر حکماء کا ایک فریق کہتا ہے کہ آفتاب اور ماہتاب کسی فلک میں جڑے ہوتے نہیں اپنے مدار پر بذات خود حرکت کرتے ہیں اور افلاک کوئی جسم دار چیز نہیں ہاں یہ جو نظر میں ایک نیلا گنبد سا نظر آتا ہے یہی عرف عام میں فلک کہا جاتا ہے خدا کی پاک کتابوں میں ایسے امور کی حقیقت سے کچھ بحث نہیں کہ وہ کیا ہے وہاں تو عرف عام کے لحاظ کو کلام ہوا کرتا ہے پس اس تقدیر پر ہر ایک کا ایک فلک میں تیرنا حرکت کرنا بجز اس توجیہ کے درست نہیں ہو سکتا کہ فلک سے مراد ہر ایک کا مدار لیا جاوے جیسا کہ ضحاک کا قول ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط

اور (اے نبی!) آپ سے پہلے بھی ہم نے کسی آدمی کے لیے ہمیشگی نہیں دی

اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ

تو پھر کیا آپ مر جاویں گے تو وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ ہر ایک

نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ

جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور (اے لوگو!) ہم تم کو

بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

بری اور بھلی (حالت) سے آزمائش کرتے ہیں اور تم ہمارے ہی پاس لوٹ کر آؤ گے۔

وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ

اور منکر لوگ جب تم کو دیکھتے ہیں تو بس تم سے ہنسی

إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ

کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہ وہی ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے

وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ

حالانکہ وہ (خود) رحمن کے ذکر سے منکر ہیں۔ آدمی

الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَأُرِيكُمْ آيَاتِي

جلد باز بنایا گیا ہے عنقریب میں تم کو اپنی نشانیاں دکھا دوں گا

فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا

سو جلدی مت کرو اور وہ (منکر) کہتے ہیں کہ

الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ لَوْ

یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو کاش

يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ

منکر اس وقت کو معلوم کر لیتے کہ جب وہ نہ اپنے منہ سے آگ کو

عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ

ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی پشت پیچھے سے

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٣٩﴾ بَلْ تَأْتِيهِم

اور نہ ان کی مدد کی جائے گی بلکہ وہ گھڑی ان پر یکایک

بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

آجائے گی پھر تو وہ ان کو حواس باختہ کر دے گی پھر نہ تو اس کو ٹال

رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ

سکیں گے اور نہ ان کو مہلت ملے گی اور البتہ

اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ

آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ تمسخر کیا گیا ہے پھر جس

بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا

عذاب کی بابت وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے وہی

بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾

ان پر آپڑا۔

ترکیب

فتنةً مفعول لہ یا موضع حال میں ہے یعنی فاتنین یا مفعول مطلق ہے نفتنکم فتنةً۔ الا ھزوًا مفعول ثانی ہے محل موضع نصب میں۔ خلق سے علی المجاز جیسا کہ خلق من ضعف۔ اور حال بھی ہو سکتا ہے لئے مجاز و جواب لو محذوف ہے حین مفعول ہے۔ بغتةً مصدر موضع حال میں۔

تفسیر

آفتاب و ماہتاب اور دیگر دار دنیا کے ارکان بیان فرما کر جن میں غور کرنے سے اس گھر کے بنانے والے کا وجود ثابت ہوتا تھا یہ بات بیان فرماتا ہے کہ کسی کو سدا اس گھر میں نہیں رہنا۔ اے محمد تم سے پہلے کوئی ہمیشہ رہنے والا نہیں بنایا نہ تم کو ہمیشگی ہے اور نہ تمہارے بعد ہمیشہ یہ رہیں گے جو تمہارے مرنے کی آرزو کرتے ہیں۔ وما جعلنا لبشر اس دنیا میں امتحان کے لیے تم آئے ہو تاکہ تم نیک عمل کر کے دار آخرت کی خوبیوں کے مستحق ہو اور ہمارے پاس ہر ایک کو ضرور آنا ہے پھر ہر ایک کو نیکی بدی کا بدلہ ملنا ہے واذا رآک الذین کفروا مگر اب ان دار آخرت سے غافلوں اور دار دنیا کے مفتونوں کا یہ حال ہے کہ بجائے اس کے کہ دار آخرت کے ادھر کی کا

منہ پیٹھ کے پیچھے ہر طرف سے جہنم کی آگ گھیرے ہوگی نہ اس کو سامنے سے دور کر سکیں گے نہ پیچھے سے ۔ حقانی

جس کی بابت وہ تمسخر کرتے تھے انہیں پر الٹ پڑا۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ

(اے نبی) ان کو پوچھو تو سہی کہ رات اور دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری کون

مِنَ الرَّحْمٰنِ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

محافظت کرتا ہے ان کو تو ڈرنا چاہیے تھا مگر وہ تو اپنے رب کے

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ

ذکر سے بھی منہ موڑتے ہیں　پھر کیا ہم سے ان کے معبود ان کو بچا سکتے

مِّنْ دُوْنِنَا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ

ہیں　وہ تو خود اپنی بھی (وقت پر) مدد نہیں کر سکتے

اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور نہ ان کا ہمارے مقابلہ میں کوئی ساتھ دے گا

بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَاۤءِ وَاٰبَاۤءَهُمْ حَتّٰى

(وہ معبود کسی کو کیا بچا سکتے ہیں) بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو یہاں

طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ

بہت فائدہ دیا تھا کہ ان پر زمانہ دراز گزر گیا (اس لیے ان کو غفلت ہو گئی) کیا نہیں دیکھتے

له یہ پیشین گوئی ہے کہ کیا کفار نہیں دیکھتے کہ ارض یعنی زمین عرب کو چاروں طرف سے کم کرتے یعنی فتح کرتے ہوئے گھٹاتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ بھی ہوا اس آیت کے نازل ہونے کے وقت گو ابھی ظہور غلبہ اسلام نہیں ہوا تھا مگر جس کا ہونا یقینی ہوتا ہے اس کو ہوا ہی کہہ کر تعبیر کرتے ہیں ۱۲

ف الکلاءۃ الحراسۃ والحفظ یقال کلاہ اللہ کلاءۃ اے حفظہ و قری یکلوکم بفتح اللام و اسکان الواو۔

یصحبون قال ابن قتیبۃ اے لا یجیرہم منا اصرا الجیر صاحب الجار و القرب تقول صحبک اللہ اے حفظک

۱۲ منہ

اتباع کرتے اس سے ہر وقت تمسخر اور ٹھٹھا کر کے کہتے ہیں کہ کیا یہی تمہارے بتوں کو برائی سے یاد کرتا ہے؟ یعنی ان کی خدائی باطل کرتا ہے ان کو بے اختیار اور عاجز کہتا ہے۔ مقاتل و سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی وہ زیادہ تر ٹھٹھا کیا کرتا تھا اس میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتا ہے کہ بتوں کے اور اپنے فرضی معبودوں کے ذکر سے تو ایسا خفا ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کے ذکر یعنی اس کے اوصاف حمیدہ وحدہ لاشریک لہ اور قادر مطلق ہونے وغیرہ کے منکر ہیں ایسا برتاؤ کرتے ہیں جس سے اس کے ان اوصاف کا انکار لازم آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حقیقی معبود کے مقابلہ میں فرضی معبودوں کی یہ قدر و منزلت! پھر دار آخرت اور حیات جاودانی کیونکر نصیب ہوگی؟

خلق الانسان من عجل　لہ خلق عجولا و ذلک علی المبالغۃ۔ یعنی دار آخرت کا بادی جو ان کو بری باتوں سے جو پیش آنے والی ہیں روکتا ہے تو اپنی جلد بازی سے کہتے ہیں کہ متٰی ھٰذا الوعد وہ وعدہ کب پورا ہوگا اور جلد ہم پر کیوں عذاب نہیں آجاتا۔ فرماتا ہے سادکیکم یعنی کہ ابھی میری آیتوں کا یعنی ان باتوں کا کہ جن کا وعدہ کیا گیا ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد ظہور ہو جاتا ہے جلدی نہ کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ جلد بازی اس لیے ہے کہ ان کو اس کا یقین نہیں اگر ان کو وہ وقت معلوم ہو جاوے کہ جب جہنم میں ہر طرف سے آگ ان کو گھیرے گی کبھی اس کی جلدی نہ کرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان آیات میں سے ایک قیامت ہے کہ جو فوراً آجاوے گی مہلت نہ لینے دے گی۔

پھر آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تسلی دیتا ہے کہ یہ تمسخر کوئی نئی بات نہیں کفار ہمیشہ انبیاء سے تمسخر کرتے چلے آئے ہیں جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ وبال و عذاب

أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا

میں گھٹاتے ہم زمین کو اس کے کناروں سے دبائے چلے آتے ہیں

أَفَهُمُ الْغٰلِبُونَ ﴿۴۴﴾ قُلْ إِنَّمَا أُنْذِرُكُمْ

پھر کیا وہی غالب رہیں گے ؟ (اے نبی) کہہ دو کہ میں تم کو صرف وحی

بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ

سے ڈراتا ہوں اور بہرے پکار کو نہیں سنا کرتے جب ان کو ڈرایا جاتا ہے

إِذَا مَا يُنْذَرُونَ ﴿۴۵﴾

جب ان کو ڈرایا جاتا ہے نہیں سمجھتے ذرا تو گا

ترکیب

من استفہامیہ مبتدا یکلؤکم اس کی خبر من الرحمن اسے متعلق یا موضع نصب میں۔ بل ہم سے ام استفہام انکاری لا یستطیعون جو مستانفہ یصحبون کہتا ہے اصحبت الرجل اذا منعتہ یہ صحبت سے ہے۔ بعض کہتے ہیں صحبت اس جگہ بمعنی نصرت و معونت ہے۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ آخرت میں ان پر ہر طرف سے عذاب محیط ہوگا آگے سے اور پیچھے سے یہ اس کو دفع نہ کر سکیں گے۔ اب فرماتا ہے آخرت تو آخرت اگر دنیا میں ان پر رات دن میں کوئی بلا نازل ہو جاوے تو یہ اس کو کب روک سکتے ہیں پس ان سے دریافت کرو کہ رات دن کے صدمہ و مصائب سے بجز رحمن کے اور کوئی ان کو محفوظ نہیں رکھ سکتا یہ بات ان سے پوچھ دیکھو خود ان کو بھی اس کا اقرار ہے۔ لفظ رحمن میں اشارہ ہے کہ یہ حفاظت محض اس کی رحمت کا مقتضی ہے ورنہ تمہارے اعمال تو ایسے نہیں۔ یہ جملہ گویا اگلے کلام کے لیے تمہید ہے کہ ان کے معبودوں میں سے ایسا کوئی ہو جو ان کو ہماری بلا سے محفوظ رکھ سکے ؟ پھر فرماتا ہے کہ وہ تو خود اپنی بھی حفاظت نہیں کر سکتے۔ وہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر جو ہمارے سوا اوروں کو معبود سمجھتے ہیں گویا عمداً ہم سے اور ہماری یاد سے منہ پھیرتے ہیں کما قال بل ہم عن ذکر ربہم معرضون۔ اب ان کی اس بے اعتنائی کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بل متعنا ہؤلاء وآباءہم ... احسان کا یہ اعراض و تمرد کچھ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے اس دار دنیا میں ان کو فرش زمین اور چھت آسمان اور شمس کی قندیلیں چاند اور سورج دیں ان کو پشت در پشت اپنے کرم و فضل سے طرح طرح کی نعمتیں عطا کی ہیں کہ جن کو یہ برتتے برتتے سمجھنے لگے کہ یہ سب ہماری ہی کوشش کا نتیجہ ہے اور ہمارے ہی سبب سے ہے اور ہمیشہ ہم یوں ہی کامیاب رہیں گے۔ الغرض ہماری نعمتیں کھا کھا کر مست و مغرور ہو گئے سو ان کا یہ خیال غلط ہے وہ ہماری ذرا قدر نہیں کرتے کہ کبھی کمال نہ رہیں گے ہم ان کو شاد نہیں گے اور اپنے پاک بازوں کو غالب کریں گے۔ افلا یرون انا ناتی الارض ننقصہا من اطرافہا سے یہی مراد ہے کہ وہ مشرکین مکہ جو عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ زمین یعنی ملک عرب کو اس کے کناروں سے ہم گھٹاتے چلے آتے ہیں کہ مکہ کے ارد گرد دور دور تک بڑے بڑے سرکش مرتے جاتے ہیں اور اسلام پھیلتا چلا آتا ہے کفر کی زمین گھٹتی چلی جاتی ہے اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ ابن عباس و مقاتل وغیرہ کہتے ہیں ننقصہا سے مراد اسلام کے لیے شہروں کا فتح ہونا۔ بعض کہتے ہیں لوگوں کے مرنے سے بستیوں کا برباد ہونا۔ اول قول قوی ہے مگر ایک شبہ ہوتا ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور جہاد ہجرت کے بعد فرض ہوا تھا پھر زمین کفر کے کم کرنے کے اس وقت میں کیا معنی ؟ سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ یہ آیات مدنیہ میں ہیں تب شبہ نہیں رہا۔

تفسیر کرتا ہے کہ اگر آیات منکیہ بھی ہوں تو کچھ شبہ نہیں۔ کس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے ہجرت سے ذرا پیشتر مدینہ اور اس کے نواح میں اسلام پھیل گیا تھا اسی طرح حبشہ میں اور دیگر قبائل عرب میں بھی۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو یہ جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں اپنے گھر سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو تمہارا منعم حقیقی ہے مگر جو لوگ بہرے ہو گئے ان کے کانوں میں حق باتوں کی رسائی نہیں وہ اس خوف آمیز پیغام کو سنتے ہی نہیں وہ دراصل بہرے ہو گئے تھے بلکہ اس قوت شنوائی کو عمداً حق بات سننے میں صرف نہیں کرتے تھے گویا انہوں نے اس قوت سے جب اس کا اصلی کام نہ لیا تو کھو ہی دیا اس لیے بطور استعارہ کے ان کو بہرا کہا گیا اور اسی طرح جس قوت خداداد کو کوئی اس کے موقع پر استعمال نہیں کرتا تو اس کو اس قوت کا کم کر دینے والا سمجھا اور اس کو اس کا فاقد القوۃ سے تعبیر کرنا عام محاورہ ہے اس لیے ان کو گونگا اندھا کہا جاتا ہے۔

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ
اور اگر ان کو آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی

رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا
لگ جائے تو کہنے لگیں گے کہ ہائے خرابی بے شک ہم ہی

ظٰلِمِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ
ظالم تھے اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو میں

لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَ
تو کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور

اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو

اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَ
اس کو بھی ہم لا موجود کریں گے اور ہم ہی حساب لینے کے لیے بس ہیں اور

لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ
البتہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والی

وَضِيَاۗءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾
اور روشنی دینے والی اور پرہیزگاروں کی نصیحت کرنے والی (کتاب) دی تھی

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ
ان پرہیزگاروں کے لیے جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں اور

هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَ
قیامت کا بھی وہ خوف کرتے ہیں اور

هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۭ
یہ (قرآن) ایک مبارک پندنامہ ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے

ع ۴
اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾
سو لوگو! کیا تم اس کے بھی منکر ہو۔

ترکیب

ولئن شرط من عذاب ربک النفحۃ کی صفت۔ و اصل النفح من الریح الیۃ والمعنی ولئن مستہم شئ قلیل من عذاب اللہ لیقولن جواب الموازین جمع میزان موصوف القسط گو مفرد ہے مگر مصدر ہے جو جمع کی صفت ہو سکتا ہے یا یہ تقدیر ذوات القسط تب بھی الموازین کی صفت ہو سکتا ہے مثقال منصوب خبر کان ہو کر ہے و ان

ف نفحہ دمیدن بوئے خوش و پاسے زدن ناقہ و بہ شمشیر زدن و دمیدن باد و دادن چیزے نفح بشیٔ اعطاہ۔ قال الاصمعی ما کان من الریاح نفح فہو برد و ما کان لفح فہو حر من الصحاح

۱۲ منہ

کان اصل وزن مثقال، ثقل بمعنی بوجھ سے مشتق ہے جس کے معنی وزن ہے۔ من خردل صفت ہے حبة یا مثقال کی۔ نحن بنا کی ترکیب گزر چکی۔

تفسیر

ہاں اگر ان کو عذاب الٰہی کی کچھ ہوا بھی چھو جائے ذرا بھی عذاب نازل ہو جائے تو یہ بہرہ پن سب جاتا رہے اور اپنے ظلم و ستم کا اقرار کرنے لگیں اور خیر یہ تو دنیا کا معاملہ ہے مگر آخرت میں تو وہ اپنے اعمال کے بدلے سے ہرگز نہ بچ ہی سکیں گے کیوں کہ خدا فرماتا ہے وہاں اعمال کی ترازو میں ہم قائم کریں گے ہر ایک کے لیے ایک ترازو ہوگی اور ترازو بھی کیسی عدل و انصاف کی کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا کہ اس کے نیک اعمال کو دبا لیا جاوے اور نا کردہ عمل اس پر لگا دیے جاویں بلکہ وان کان مثقال حبة اگر رائی کے دانہ برابر بھی کسی کا عمل ہوگا وہ بھی لیا جائے گا اور ہم خود حساب لیں گے۔ مجاہد کہتے ہیں اور ضحاک قتادہ سے بھی یہی منقول ہے کہ یہ بطور تشبیہ کے ہے نہ یہ کہ حقیقت میں ترازو عمل تولنے کو کھڑی ہوں گی بلکہ مراد یہ کہ حساب انصاف کے ساتھ لیا جائے گا کیوں کہ دنیا میں محسوسات کا صحیح اندازہ اور انصاف و عدل کا وزن ترازو و پیمانہ سے ہوتا ہے اس لیے قیامت میں اعمال کے موازنہ کو اس کے ساتھ تعبیر کیا۔ ابن جریر نے ابن عباس سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ مگر ائمہ سلف فرماتے ہیں کہ جب تک لفظ کے حقیقی معنی بن سکتے ہوں مجازی کی کیا حاجت؟ پس اگر قیامت میں اعمال تولنے کے لیے ترازو قائم ہو تو کیا بعید ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ وہ ترازو دنیا کی ترازوؤں کی طرح نہ ہوگی بلکہ اعمال تولنے کے مناسب خواہ اعمال کسی شکل میں محسوس کر کے تولا جاوے یا کوئی اور طریق ہو جو خاص اس علام الغیوب کو معلوم ہے اور یہ اس لیے کہ میدان حشر میں سب کو اعمال کا اندازہ معلوم ہو جاوے خود اپنے اوپر ظلم کی تہمت نہ کوئی لگا وے اور بہت سی صحیح احادیث سے کہ جن کو صحیحین یعنی شیخین نے بھی روایت کیا ہے اس قول سلف کی تائید ہوتی ہے۔

سوال یہ آیت اس آیت کے مخالف اور صریح نقیض ہے فلا نقیم لہم یوم القیامة وزنا۔

جواب اس آیت میں وزن نہ قائم کرنے سے مراد ان کے اعمال ہوں گے بے قدری مراد ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ قل انما انذرکم بالوحی اب اس بیان کو تمام کر کے جو دار آخرت و معاد سے متعلق تھا مسئلہ نبوت کو ثابت کرنے کے لیے چند اولوا العزم انبیاء کے تذکرے بیان فرماتا ہے تاکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہو اور مخالفوں کو اطمینان ہو کہ یہ الہام و نبوت کا سلسلہ دنیا میں ہم نے اے محمد تم سے بہت پہلے سے جاری کر رکھا ہے موسیٰ اور ہارون کو بھی ہم نے کتاب یعنی توراۃ دی تھی جو فیصلہ کرنے والی اور روشنی منور اور پرہیزگاروں کے لیے سمجھ کی چیز تھی، یعنی خدا ترسوں کے لیے۔ باوجود اس کے ان کی امت نے ان سے کیا کیا اور اسی طرح یہ قرآن بھی بھلائی کی مبارک کتاب ہے۔ پھر کیا اے لوگو تم اس کے بھی منکر ہو؟ کتاب تو موسیٰ ہی کو دی تھی مگر نبوت اور اس کی ترویج و شہرت میں ہارون علیہ السلام بھی شریک تھے اس لیے ان کو بھی شامل کر لیا جس طرح کبھی امت کو شامل کر لیا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ

اور ہم نے ابراہیم کو (اول ہی سے) اچھی سلیم عقل دی تھی

قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ

اور ہم ان کی صلاحیت سے واقف تھے۔ جب کہ

قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ

انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیں کہ جن پر تم

الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا

جمے بیٹھے ہو کیا چیز ہیں انہوں نے کہا

وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿٥٣﴾

کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی عبادت کرتے پایا ہے۔

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

ابراہیم نے کہا البتہ تم اور تمہارے باپ دادا

فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا

صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس

بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿٥٥﴾

حق بات کر آیا ہے یا تو ہنسی ٹھٹھا کرتا ہے

قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَ

ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارا رب تو آسمانوں اور

الْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ

زمین کا رب ہے کہ جس نے ان چیزوں کو بنایا ہے اور میں بھی اس کا

ذَٰلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللَّهِ

گواہ ہوں (آہستہ سے کہا) کہ قسم خدا

لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ

تمہارے پیچھے جب میں تمہارے بتوں سے

تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا

چال ہی کروں گا لوٹ کے جاؤ گے سو ابراہیم نے بجز بڑے بت کے

إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ

سو سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (اس کو اس لیے چھوڑ دیا) شاید کہ وہ

يَرْجِعُونَ ﴿٥٨﴾ قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَٰذَا

اس کی طرف رجوع کریں (جب پھر کر آئے اور یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ) ہمارے

بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٩﴾

معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے بے شک وہ بڑا ہی ظالم ہے

قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ

انہیں میں سے کہنے لگے ہم نے ایک جوان کو جو ابراہیم کہلاتا ہے ان کو ذکر (برا) کرتے

لَهُ إِبْرَاهِيمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا فَأْتُوا بِهِ

کرتے سنا ہے وہ بولے پھر تو اس کو سب کے

عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ

سامنے لاؤ تاکہ وہ بھی

يَشْهَدُونَ ﴿٦١﴾ قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ

دیکھیں (پھر مجلس میں ابراہیم سے) پوچھا کہ اے ابراہیم کیا یہ حرکت

هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ

ہمارے بتوں کے ساتھ تو نے ہی کی ہے ابراہیم نے کہا

بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ

بلکہ یہ تو ان کے اسی بڑے نے کی ہے اگر وہ بول سکتے ہوں

إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوا

تو ان سے پوچھ دیکھو پھر وہ اپنے دل میں

إِلَىٰ أَنْفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ

سوچ کر کہنے لگے کہ بے شک تم ہی ستمگار

الظَّالِمُونَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ

تم ہی ناحق پر ہو پھر انہوں نے سر نیچا

رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَٰؤُلَاءِ

کر کے کہا کہ تو خوب جانتا ہے کہ یہ

يَنْطِقُونَ ﴿٦٥﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ

بولا نہیں کرتے ابراہیم نے کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا

اس چیز کو پوجا کرتے ہو کہ جو نہ تمہیں کچھ نفع دے سکے

ف یعنی تمہارے پیچھے کچھ کروں گا ۱۲ منہ

وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا

اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ تف ہے تم پر اور نیز

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَفَلَا

ان معبودوں پر بھی جن کو تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو پھر کیا

تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾

تم کو کچھ بھی عقل نہیں

یہ دوسرا قصہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس میں حضرت کا ابتدائی عمر میں موحد ہونا اور اپنی قوم سے بت پرستی کی تحقیر کرنا اور جب وہ عید میں باہر گئے تھے بعد میں ان کے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالنا اور بڑے کو باقی رکھنا اس الزام دینے کے لیے کہ ان سے پوچھو پھر بت پرستوں کا اس بات سے ناراض ہو کر حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکنا اور رحمت الٰہی سے جو ہمیشہ اس کے پاک باز بندوں کے ساتھ رہتی ہے آگ کا سرد اور باغ ہو جانا مذکور ہے۔ اس میں عرب کے مشرکین کی طرف تعریض بھی ہے کہ تم کیسے ابراہیم کے فرزند ہو اس نے تو بت پرستی کو باطل کیا اور تم خود بت پرستی میں مشغول ہو۔ اگر باپ دادا ہی کی تقلید کرتے ہو تو اپنے جد امجد ابراہیم کی تقلید کرو۔

ولقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل۔ رشد سے مراد نبوت جس پر جملہ کنا بہ عالمین دلالت کرتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نبوت کے ساتھ اسی کو مخصوص کیا کرتا ہے کہ جس کو جان لیتا ہے کہ یہ اس عہدہ کو بامانت و حفاظت سرانجام دے گا اور انجام دینے کے قابل ہے۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد نور ہدایت اور باطنی روشنی ہے جس میں نبوت بھی آ گئی۔ من قبل سے مراد یہ کہ موسیٰ سے پیشتر۔ بعض کہتے ہیں لڑکپن کا زمانہ جب کہ حضرت ابراہیم غار یا تہ خانہ میں پوشیدہ تھے جب ہی سے آثار رشد ان میں نمایاں تھے کیوں نہ ہو ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔

تماثیل جمع تمثال آدمی یا دیگر حیوان یا کسی اور چیز کی صورت جسم خواہ پتھر کی ہو خواہ لوہے پیتل کی ہو جس کو ہندی میں مورت کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام شہر بابل یا اہواز کے باشندے تھے۔

اس عہد میں صابیوں کا مذہب مروج تھا جو ستاروں اور دیگر اجرام نورانی کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان کے نام کی مورتیں بنا کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے خاص بابل میں ان کا ایک بڑا عالی شان مندر تھا جس کی بلندی اور دیگر عمارات کا حال سن کر حیرت ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم لڑکپن سے ہونہار اور ایک موحد قوم سے پیغمبر ہونے والے علم الٰہی میں مقرر ہو چکے تھے۔ ان کو اس بت پرستی سے نفرت ہوئی باپ اور دیگر اقارب سے اس امر میں مناظرے شروع ہونے لگے پہلے ستاروں کے طلوع و غروب سے ان کی الوہیت باطل کر کے قوم کو الزام دیا پھر کہا اچھے کہ میں تمہارے معبودوں کو بھی ٹھیک کر دوں گا۔ چنانچہ جب سب لوگ شہر سے باہر اپنی عید کے میلے گئے جو ان کے معبودوں کی پرستش میں ایک سالانہ بڑا اجماعی جشن ہوا کرتا تھا ابراہیم مرض کا عذر کر کے پیچھے رہ گئے ان کے بت خانہ میں جا کر

عہ واضح ہو کہ حضرت ابراہیم کا اپنے آپ کو بیمار کہنا اور بت شکنی کو بڑے بت کی طرف منسوب کرنا یا آفتاب کو خدا رب کہنا یا مصر میں جا کر بادشاہ کے خوف سے اپنی بیوی سارہ کو بہن کہنا نسبتاً یا اپنی کے لحاظ سے جھوٹ نہیں کہا جا سکتا (باقی صفحہ آئندہ)

ان کے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہنود کے ہاں چھوٹی چھوٹی مورتیں ہوتی ہیں ان کے ہاں بھی ویسی ہوں گی) اور ایک مورت کو جو سب میں بڑی تھی رہنے دیا۔ جب وہ لوگ واپس آئے یہ حال دیکھا تو بڑے طیش میں آئے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ابراہیم کا کام ہے کیونکہ کسی نے کہا کہ آج قوم بھر میں وہی ان کی اہانت کیا کرتا ہے پھر اس کے سوا اور کون ایسا کر سکتا ہے پھر حضرت ابراہیم کو مجلس قومی کے سامنے حاضر کیا گیا اور ان سے سوال کیا کہ یہ کام کس ظالم نے کیا! فرمایا کہ یہ تمہارے معبود ہیں ان کیا ہر قسم کی قدرت ہے خود ان کو دریافت کر لو۔ الزام دینا مقصود تھا کہ یہ کیسے معبود ہیں کہ جن کو کسی نے توڑ ڈالا یہ کچھ نہ کر سکے اور نیز اب بیان بھی نہیں کر سکتے ان میں باہم لڑائی ہوئی ہوگی بڑے نے چھوٹوں کو مار ڈالا۔

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ

(وہ جل) کہنے لگے کہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو ابراہیم کو جلا دو اور اپنے

إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يَا نَارُ

معبودوں کی مدد کرو۔ (جیسا ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا) تو ہم نے (آگ کو) حکم دیا کہ اے آگ

كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿۶۹﴾

ابراہیم پر سرد اور راحت ہو جا۔

وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ

اور انہوں نے تو ابراہیم سے برا کرنا چاہا تھا پھر ہم نے خود انہیں کو

الْأَخْسَرِينَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا

زیاں کار کر دیا اور ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر

إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا

اُس سرزمین کی طرف لے آئے کہ جس میں ہم نے جہان کے لیے

لِلْعَالَمِينَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَ

برکت رکھی ہے اور ہم نے اس کو اسحاق اور زائد

يَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا

میں یعقوب عطا کیے اور ہر ایک کو ہم نے

صَالِحِينَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً

نیک بخت کیا تھا اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا کہ وہ

يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ

ہمارے حکم سے رہنمائی کیا کرتے تھے اور ہم نے ان کو اچھے کام کرنے

فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَ

اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا

إِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۖ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ﴿۷۳﴾

حکم دیا تھا اور وہ ہماری ہی بندگی کیا کرتے تھے

وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ

اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا تھا اور ہم نے ان کو

مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ

اُس بستی سے جو گندے کام کیا کرتی تھی (یعنی سدوم) سلامت نکال لے آئے

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ ﴿۷۴﴾

کیونکہ وہ لوگ بری قوم (اور) بدکار تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ باتیں از قسم تعریض و توریہ ہیں مجازاً جھوٹ کہو تو کہو۔ سو یہ بھی ایسے اولوالعزم نبی کے لیے موجب استغفار تھا۔ لوط کو اپنی رحمت میں داخل کرنا اور صالحین میں سے ہونا فرمایا۔ اب اس سے وہ قصہ جو توریت موجودہ میں ہے کہ لوط نے شراب پی کر اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کیا غلط ثابت ہو گیا ایسا نبی کہ جس کی عصمت اقرار کرتے ہے ان کے رو برو عادت ہو آپ ایسا فعل بد کر سکتا ہے ۱۲ منہ

ف یعنی ملک شام میں لے آئے جہاں باعتبار پیداوار کے بڑی برکت ہے اور ابراہیم کا اصلی وطن ملک عراق تھا۔

وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُ

اور اس کو ہم نے اپنی رحمت میں لے لیا تھا کیونکہ وہ

ع
مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٧٥﴾

نیک بختوں میں سے تھا۔

اس پر وہ لوگ لاجواب اور مخجل ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ ابراہیم
کو آگ میں جلا دینا چاہیے کہ ان وحشی قوموں میں سخت جرم کی
ایسی ہی وحشیانہ سزائیں تھیں آگ میں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے
نے آگ کو ابراہیم پر سرد اور راحت کر دیا صحیح سلامت
اس میں سے نکل آئے تب تو اور بھی لوگوں کو حیرت ہوئی
اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی ایمان لے آئے۔
ہاران حضرت ابراہیم کا حقیقی بھائی تھا لوط اس کے بیٹے
تھے۔ ہاران اپنے باپ تارح کے، جو جس کو آذر
بھی کہتے ہیں، وطن ہی میں مر گیا تھا۔ ابراہیم خدا کے
کہنے کے موافق روانہ ہوا اور لوط بھی اس کے ساتھ تھا
اور یہ ملک شام میں پہنچے کہ جس میں خدا نے پھلوں پھولوں
اور انہار و اشجار و سرسبزی کی وجہ سے دنیا کے لیے برکت
رکھی ہے۔ اس ملک میں خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو
بہت برومند کیا۔ اسحٰق بیٹا پیدا ہوا اور پھر اسحٰق سے
یعقوب بیٹا، کیونکہ انتہا بیٹے کے بیٹے کی بھی خدا نے
پوتا بھی دیا اور پھر ان کی نسل میں بہت انبیاء اور بڑے بزرگ
لوگ پیدا کیے۔ یہ نتیجہ ہے دنیا میں خدا پرستی کا۔
اور لوط کو سدوم کے پاس رہنے کا حکم ہوا وہاں
کی بستیاں سدوم و عمورہ وغیرہ کے لوگ نہایت
لوگ اغلامی تھے ان پر خدا کا قہر نازل ہوا اور لوط کو خدا نے
وہاں سے سلامت نکالا۔

سلہ توریت سفر پیدائش ۱۲

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا

اور نوح کو بھی (یاد کرو) جب اس نے اس سے پیشتر ہم کو پکارا تو ہم نے اس کی

لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ

سن لی پھر اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی مصیبت طوفان

الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ

سے نجات دی اور ہم نے اس کو اس قوم پر فتح دی

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ

کہ جس نے ہماری آیتیں جھٹلائی تھیں کیونکہ وہ

كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٧٧﴾

بہت برے لوگ تھے (اس لیے) ہم نے ان سب کو غرق کر دیا

وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي

اور داؤد اور سلیمان کو بھی (یاد کرو) جب کہ وہ دونوں ایک کھیت کا جھگڑا

الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ

فیصل کرنے لگے جب ایک کھیت میں ایک قوم کی بکریاں رات کو جا پڑیں

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنَاهَا

اور ان کا فیصلہ ہمارے سامنے تھا پھر وہ فیصلہ ہم نے

سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَ

سلیمان کو سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور

عِلْمًا ۚ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ

علم دیا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا کہ

يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٧٩﴾

تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور یہ سب کچھ ہم ہی کرنے والے تھے

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ

اور داؤد کو ہم نے تمہارے لیے زرہ بنانا بھی سکھایا

لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ ۖ فَهَلْ

تاکہ تم کو لڑائی میں محفوظ رکھیں پھر

اَنۡتُمۡ شٰكِرُوۡنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ

کیا تم شکر کرتے ہو اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان کا

عَاصِفَةً تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖۤ اِلَى الۡاَرۡضِ

حکم بردار کر دیا تھا جو اس کے حکم سے اس زمین کی طرف چلا کرتی تھی

الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا‌ ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَىۡءٍ

کہ جس میں ہم نے برکت دی ہے اور ہم ہر بات

عٰلِمِيۡنَ‏ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيۡنِ مَنۡ

جانتے تھے اور سلیمان کے لیے بھی تو ایسے جن تھے

يَّغُوۡصُوۡنَ لَهٗ وَيَعۡمَلُوۡنَ عَمَلًا

کہ جو دریا میں غوطہ لگاتے تھے اور اس کے سوا اور بھی کام

دُوۡنَ ذٰ لِكَ‌ۚ وَكُنَّا لَهُمۡ حٰفِظِيۡنَ ۙ‏ ﴿۸۲﴾

کیا کرتے تھے اور ان کی حفاظت ہم کیا کرتے تھے

ترکیب

جس طرح لوطا مفعول تھا اٰتینا محذوف کا جس کی تفسیر اٰتینا مذکور ہے اسی طرح نوحا و داود و سلیمٰن ہیں اور ممکن ہے کہ ان کو اذکر محذوف کا مفعول کہا جاوے اذ نفشت ظرف ہے یحکمٰن کا مع داؤد الخ الالف مع یسبحن اور یہ حال ہے الجبال سے والطیر معطوف ہے الجبال پر و قیل ای بمعنی مع الریح منصوب ہے سخرنا مقدر سے عاصفۃ حال ہے الریح سے تجری دوسرا حال من منصوب ہے سخرنا سے۔

تفسیر

یہ تیسرا قصہ

حضرت نوح کا ہے کہ جب ان کی قوم نے ان کو سخت تکلیف پہنچائی اور انہوں نے ہم کو کرب عظیم میں پکارا تو اس کو اور اس کے کنبے کو کشتی میں سوار کر کے اس بلائے عظیم سے نجات دی باقی تمام قوم پر قہر الٰہی ٹوٹ پڑا سب کے سب پانی میں ڈوب گئے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلی امتوں نے اپنے انبیاء کو ایسی ایسی تکلیفیں دی ہیں آخر اس کے وبال میں پکڑے گئے۔ تمہارے مخالف اس سلسلہ پر نازاں نہ ہوں۔

یہ چوتھا قصہ

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ہے۔ ان کے قصہ میں ایک تو یہ بات بتلانی مقصود ہے کہ حضرت ابراہیم کی نسل میں سے ایسے ایسے برگزیدہ اور صاحب تخت و تاج پیدا ہوئے یہ سب ان کی خدا پرستی کا پھل ہے کہ جن کے ساتھ ان کے معاصروں نے یہ بدسلوکیاں کی تھیں کہ ان کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ دوسری بات یہ کہ کفار قریش جو اپنی تھوڑی سی آسودگی پر یہ غرور اور سرکشی کرتے ہیں یہ ان کی کم حوصلگی ہے ورنہ داؤد اور سلیمان جیسوں کو دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے ان کو کیسی ثروت اور حکومت دی تھی ہوا اور پہاڑ اور پرند تک اور جن اور شیاطین تک بھی ان کے زیر حکم تھے اس پر بھی وہ ایسے خدا ترس خدا پرست با انصاف تھے کہ جس کی ادنیٰ نظیر یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام سے باوجودیکہ باپ اور بزرگ تھے ایک فیصلہ میں غلطی ہوئی جو بکریوں کے

ؔ۱ یعنی ملک شام و فلسطین ۱۲ منہ

ف عاصفۃ شدیدۃ الہبوب وخفیفۃ یقال اعصفت الریح اذا اشتدت ۱۲ منہ الغوص: غوطہ زدن در آب ۱۲ منہ

کھیت میں نقصان کر دینے کے متعلق تھا مگر سلیمان کے
کچھ کرماں گئے اور سلیمان کو دیکھ کر انہوں نے اس غلط
فیصلہ میں جو ایسے بڑے معزز باپ سے سرزد ہو گیا تھا
ان کی پیروی نہ کی۔ پھر لے اگر تم اپنے جاؤ۔ باپ دادا کی
تکبیر کے ناحق کیوں تقصیر بیٹھے ہو گیا ان سے تعلق اور سوء
نفسی تکلیف نہ تھی؟ اب پیشتر وہ بکریوں کے چرنے کا
فیصلہ ذکر فرماتا ہے پھر جو ان کو نعمتیں عطا ہوئی تعمیر
ان کو ذکر کرتا ہے فقال اذ نفشت الخ نفشت کہتے
ہیں نفش شب میں بکریوں کا چرواہے بغیر از خود چرنا۔ وہ
قصہ جیسا کہ ابن مسعود و شریح و مقاتل رحمہم اللہ نے نقل کیا
ہے یوں ہے کہ داؤد علیہ السلام کے عہد حکومت میں
ایک رات کسی چرواہے کی بے خبری میں بکریاں کسی کے
انگوری کھیت میں جا پڑیں بکریوں نے انگوری کو بھی
کھالیں خوشوں کو خراب کر دیا۔ صبح کو یہ مقدمہ حضرت
داؤد کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت نے اس کے نقصان
کا اندازہ لگایا تو اس قدر قیمت ہوئی کہ جس قدر بکریوں کی قیمت
تھی اس لیے وہ بکریاں اس کے تاوان میں کھیت والے کو
دلا دیں۔ فریقین باہر آئے تو ان سے سلیمان نے پوچھا
سن کر کہا کہ فریقین کے حق میں اس سے بہتر اور فیصلہ ہونا
چاہیے تھا۔ یہ خبر داؤد کو پہنچی انہوں نے سلیمان کو بلا کر
پوچھا۔ فرمایا بکریاں کھیت والے کو دیجیے اور چرواہے کو
کھیت کو جتنی مدت تک کہ پھر اسی طرح اس کا باغ درست ہو
وہ تیری بکریوں کا دودھ اور اون وغیرہ لے گا۔ اور تو اتنے
دنوں اس کے کھیت کو درست کرے گا پھر جب ویسا ہی
ہو جاوے تو تیری بکریاں تجھ کو واپس ملیں گی۔ اس پر فریقین
راضی ہو گئے۔ داؤد علیہ السلام نے اس کو بہت پسند کیا۔

اب داؤد پر جو انعام ہوئے تھے ان کو بتلاتا ہے۔
(۱) پہاڑ اور پرند ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے مقاتل کہتے
ہیں کہ جب داؤد علیہ السلام جنگل میں جا کر زبور پڑھتے اور
روتے تھے تو ان کے ساتھ پہاڑ اور پرند بھی تسبیح و تہلیل
کرنے لگتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہاڑوں کا ان کی آواز
تسبیح سے گونج اٹھنا اور پرندوں کا جھنڈ باندھ کر ان کے گرد و
گرد آ کے حمد و ثنا اور آہ و بکا میں شریک ہونا ان کا تسبیح
کرنا ہے اور یہ واقعہ ہوتا تھا۔ (۲) داؤد علیہ السلام کو
زرہ بنانی سکھائی۔ ان سے پیشتر کوئی زرہ بنانا نہ جانتا تھا۔
یہ بھی حروب و جدال میں بڑی کار آمد چیز ہے خدا نے یہ نعمت
بندوں کو داؤد علیہ السلام کے ذریعہ سے عطا فرمائی۔ آج
کل قسم قسم کی توپیں اور بندوقیں اور آلات آتش فشاں
انسان کے مارنے کے اسباب ہیں مگر محفوظ رکھنے کا
کوئی نہیں اس لیے فرماتا ہے لتحصنکم الخ اس پر شکر کرنا چاہیے
کما قال فھل انتم شاکرون۔
اس کے بعد ان نعمتوں کا ذکر کرتا ہے جو حضرت سلیمان

ف داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ وحی والہام پر مبنی نہ تھا بلکہ اجتہاد پر اور اجتہاد شرع میں درست اور مستحسن ہے لیکن مجتہد کا حیثیت اجتہاد خواہ وہ کوئی ہو غلطی ممکن ہے۔ یا یوں کہو دونوں کے حکم میں غلطی نہیں ہوئی مگر سلیمان کا فیصلہ بہتر ثابت معلوم ہو گیا۔ ہماری شریعت میں اگر یہ حادثہ واقع ہو تو اس کی نسبت حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہی حکم سلیمانی جاری ہونا چاہیے کیونکہ یہ آیت محکم ہے۔ مگر بہت علماء کہتے ہیں کہ اجماع سے منسوخ یا مؤول ہے۔ پھر اس میں امام شافعی فرماتے ہیں اگر یہ واقعہ دن میں ہو تو بکریوں والے کے ذمہ کچھ دینا نہیں ہے کیونکہ دن میں کھیت کی حفاظت کھیت والے کے ذمہ ہے اور اگر رات میں ہو تو تاوان دینا ہوگا۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں خواہ دن کا واقعہ ہو یا رات کا جب تک چرواہے کی بکریوں کے چھوڑنے کی کوئی تعدی یا خطا نہ ہوگی تاوان نہ لازم ہوگا کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے العجماء جرحها جبار۔ کذا منہ

علیہ السلام کو دی گئی تھیں ولسلیمٰن الریح عاصفۃ کہ سلیمان کے لیے ہوا مسخر ہوئی اس کے حکم یا مرضی کے موافق شام کے ملک کی طرف چلا کرتی تھی۔ سورۃ ص میں اسی امر کو یوں بیان فرمایا ہے فسخرنا لہ الریح تجری بامرہٖ رخاءً حیث اصاب والشیٰطین کل بناء وغواص واٰخرین مقرنین فی الاصفاد۔ سورۃ سبا میں یوں آیا ولسلیمٰن الریح غدوھا شھر وراحھا شھر کہ سلیمان کے لیے ہوا تابع کر دی تھی جس کی صبح و شام کی رفتار ایک مہینہ کا رستہ تھا۔ سورۃ ص میں ہوا کو نرم اور سورۃ انبیاء میں تند و تیز فرمایا اس وجہ سے کہ ہوا تو تیز تھی مگر سلیمان کی مرضی کے موافق نرم نرم بھی چلتی تھی کہ جس میں تکلیف نہ ہو ہموار چلتی تھی۔

ان آیات میں یہ ذکر نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کسی تخت پر مع اپنے مصاحبوں کے بیٹھتے تھے اور وہ تخت ایسا اور ایسا تھا جو ہوا پر اڑا کرتا تھا مہینے بھر کا رستہ آدھے دن میں طے کرتا تھا اور سلیمان اصطخر یا اور کسی مشرقی صوبہ سے صبح کو سوار ہوتے تھے تو دوپہر تک شام اور خاص یروشلم میں جا پہنچتے تھے۔ البتہ مفسرین اسلام اور مورخین یہود کے ہاں یہ روایات مشہور اور مسلم ہیں اور اگر ایسا ہو بھی تو عقلاً کچھ ممنوع نہیں کیوں کہ اول تو حضرت سلیمان نبی تھے ان کے معجزہ سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ دوم ہر زمانے میں ایسے ایسے عجائب غرائب صنائع اختراع ہوتے ہیں کہ جو ان صنائع کے صفحہ عالم سے محو ہو جانے کے بعد وہ افسانہ دور از عقل معلوم ہوتا ہے۔ آج کل ہوائی جہاز کی رفتار کو دیکھیے پھر کیا ممکن نہیں کہ اس عہد میں اسی قسم کی سواری ایجاد ہوئی ہو۔

جو لوگ معجزات و خرق عادات کو قصہ و کہانی جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیات میں صرف ہوا کا مسخر ہونا مذکور ہے جو سلیمان علیہ السلام کے جہازی بیڑے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حیرام شہر صور کے بادشاہ نے بیت المقدس کی تعمیر کے لیے لکڑیاں پہنچانے کے لیے بنوایا تھا جیسا کہ اول کتاب السلاطین کے ۵ باب میں مذکور ہے۔ اور تجری بامرہٖ الی الارض التی بارکنا فیھا اس پر صاف دلیل ہے کیونکہ لبنان کی طرف سے سمندر کی راہ سے وہ بیڑا یروشلم کی طرف آیا کرتا تھا۔

(۲) شیاطین یعنی جن حضرت سلیمان کے تابع تھے جو بہت سے سرکشی کی وجہ سے بیڑیوں میں قید رہتے تھے اور ان میں سے بہت کو مختلف کاموں پر لگا رکھا تھا کہ بعض سمندر میں غوطہ لگا کر موتی نکالا کرتے تھے۔ اور عمارت اور دیگر بھاری بھاری کاموں پر بھی مامور تھے جیسا کہ سورۃ سبا میں ہے ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہٖ۔ اور یہ قوم جن محض خدا تعالیٰ کی قدرت سے سلیمان علیہ السلام کے بس میں تھے جیسا کہ فرماتا ہے وکنا لھم حافظین۔

جب کہ قوم جن کا وجود انسان سے جداگانہ مقدمہ تفسیر میں ثابت ہو چکا اور یہ بھی کہ اپنے مادہ کی وجہ سے وہ انسان سے قوی ہیں تو پھر خدا کی قدرت و عنایت سے ان کا کسی بابرکت انسان کے بس میں ہو جانا اور کام کرنا کیا محال ہے؟ صدہا عجائب کار عاملان جن کے لوگوں نے دیکھے ہیں۔ مگر وہی نئی روشنی کے لوگ اس کی بھی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی عملداری نہر فرات سے لے کر فلسطیوں کی زمین تک اور مصر کی سرحد تک تھی اور دریا کے اس پار تفسح سے لے کر غزہ تک سب بادشاہوں یعنی بااختیار رئیسوں پر ان کی حکومت تھی جیسا کہ اول کتاب السلاطین کے ۴ باب میں ہے اور عمالیق قوم کو ان کی سرکشی اور تنومندی اور قوت کی وجہ سے کبھی جن کے ساتھ کبھی

شیاطین کے ساتھ تعبیر کیا جاتا تھا جیسا کہ آج کل بھی بڑے
اور سرکش آدمی کو شیطان اور بڑے قوی کو جن کہتے ہیں۔
بس اس سے یہی لوگ مراد ہیں۔

ف: یہ باتیں صاف صاف انجیل میں نہیں مگر
کچھ حرج نہیں کیونکہ کتب موجودہ میں بہت سی باتیں
نہیں۔ دیکھو اول کتاب التواریخ کے اخیر میں یہ لکھا ہے
کہ داؤد بادشاہ کے اعمال اول و آخر دیکھو وہ سب
سموئیل غیب بین کی تواریخ میں اور ناتن نبی کی تواریخ
میں اور جاد غیب بین کی تواریخ میں یعنی اس کی ساری
حکومت اور زور کا تذکرہ اور جو جو زمانے اس پر اور
اسرائیل پر اور زمین کی ساری مملکتوں پر گزر گئے۔
ان کا سب حال لکھا ہے۔ اب فرمائیے کہ وہ سب
کتابیں کہاں ہیں؟ جس طرح علام الغیوب کے علم میں
وہ سب احوال ہیں اس نے ان میں سے بعض اپنے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی الہام کیے۔

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ
اور ایوب کو (یاد کرو) جب کہ پکارا اپنے رب کو کہ مجھے سخت دکھ
الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٨٣﴾
لگ گیا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے
فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن
سو ہم نے اس کی سن لی پس جو کچھ اس کو دکھ تھا اس کو
ضُرٍّ ۖ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ
دور کر دیا اور اس کو کنبہ بھی انہیں دیا اور اتنے ہی ان کے ساتھ
رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ ﴿٨٤﴾
اپنی رحمت سے اور بھی دیے اس لیے کہ عابدوں کے لیے یادگار ہے
وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ
اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو بھی (یاد کرو)

كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ﴿٨٥﴾ وَأَدْخَلْنَاهُمْ
ہر ایک ان میں سے صابر تھا اور ہم نے ان کو اپنی
فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٦﴾
رحمت میں داخل کر دیا کیونکہ وہ نیک لوگوں میں سے تھے
وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ
اور ذی النون کو (بھی یاد کرو) جب کہ وہ خفا ہو کر چلا گیا پھر سمجھا
أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي
کہ ہم اس پر قابو نہ پاویں گے تب اندھیروں میں
الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ
پکارا کہ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو پاک ہے
إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا
البتہ میں ہی تھا ستمگاروں میں سے پھر ہم نے اس کی
لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ
سن لی اور اس کو غم سے نجات دی اور ہم ایمان داروں
نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾ وَزَكَرِيَّا
یوں ہی نجات دیا کرتے ہیں اور زکریا کو (بھی یاد کرو)
إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي
جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب مجھے اکیلا
فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾
نہ چھوڑیو اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔
فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَ
پھر ہم نے اس کی سن لی اور اس کو یحییٰ عطا کیا اور
أَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا
اس کے لیے اس کی بیوی کو درست کر دیا بے شک وہ لوگ نیک
يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا
کاموں میں دوڑا کرتے تھے اور ہم کو امید

رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾

اور ڈر سے پکارا کرتے تھے اور ہم سے ہی ڈرتے رہتے تھے

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا

اور اس عورت (مریم) کو (بھی یاد کرو) کہ جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے

مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً

اس میں اپنی روح پھونک دی تھی اور اس کو اور اس کے بیٹے کو جہان کے لیے

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ

نشانی بنایا۔ (مسلمانو!) یہ لوگ تمہارے گروہ کے ہیں

اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ

جو ایک ہی گروہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں

فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ

پس میری ہی عبادت کیا کرو اور لیکن ان کے بعد لوگوں نے آپس کا

بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾

تفرقہ ڈال دیا سب کو آنا تو ہمارے ہی پاس ہے۔

یہ پانچواں قصہ

ایوب علیہ السلام کا ہے جس میں یہ بات پاک بازوں اور خدا کے راست بازوں کو بتلائی جاتی ہے کہ دنیا دار المصائب ہے یہاں بڑے بڑے برگزیدہ آزمائے گئے ہیں ان پر طرح طرح کی مصیبتیں پڑی ہیں۔ ایوب کو دیکھو مال اسباب پر مصیبت آئی فقیر ہو گئے پھر تمام اولاد بیٹے اور بیٹیاں دفعۃً مر گئے پھر خود بھی مرض جذام میں مبتلا ہوئے لوگ گھن کھانے لگے گاؤں سے نکال دیے گئے۔ باہر ایک جھونپڑی میں رہتے تھے بیوی کہیں سے محنت مزدوری کر کے لاتیں اور ان کو کھلاتی تھیں اس پر بھی انہوں نے صبر کیا۔

اس آزمائش کی بابت کتاب ایوب میں بھی اور یہود کے

ان کی روایات میں بھی یوں بیان ہوا ہے کہ شیطان نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ ایوب کی جو تو تعریف کرتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اس کو تو نے بہت سی نعمت عطا کر رکھی ہے۔ اگر اس پر مصیبت آوے اور پھر تری شکایت نہ کرے تب جانوں کہ صابر و شاکر ہے۔ خدا تعالیٰ نے شیطان کو اختیار دیا۔ ایوبؑ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں اور مال کا یہ حال کہ سات ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچسو جوڑیاں بیلوں کی اور پانچ سو گدھیاں تھیں۔ پس ایک روز ایسا ہوا کہ سب بہن بھائی ایک مکان میں دعوت کھاتے تھے اور مواشی چراگاہ میں چرتے تھے اور بیل جوتے جاتے تھے ناگاہ سبا کے لوگ آ گئے اور گدھیوں کو چھین لے گئے اور آدمیوں کو قتل کر گئے اور اسی دن آسمان سے آگ کا شعلہ آیا اس نے بھیڑوں اور نوکر چاکروں کو ہلاک کیا اور کسدی اونٹ لے گئے اور نوکروں کو مار گئے اور ایک زور کی آندھی آئی مکان گر گیا سب بچے بیٹیاں دب کر مر گئے۔ قاصدوں نے یکے بعد دیگر آ کر ایک ہی وقت میں ایوب کو اس حادثہ کی خبر دی کسی نے اولاد کی ہلاکت کی کسی نے اونٹوں کی کسی نے بکریوں کی۔ ایوبؑ نے سن کر سجدہ کیا اور کہا میں ماں کے پیٹ سے ننگا نکلا تھا، اور ننگا ہی تو میں جاؤں گا اسی نے دیا تھا اسی نے لے لیا۔ اس کے بعد شیطان نے کہا اب بھی ایوب جو شکر و صبر کرتا ہے تندرستی کی نعمت اس کو حاصل ہے اگر یہ نہ ہو تب شکر و صبر کرے تو معلوم ہو۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ نے شیطان کو اجازت دی۔ تب شیطان نے حضرت ایوبؑ پر اثر کیا جس کی وجہ سے تمام بدن پر پھوڑے نکلے اور ٹھیکرا لے کر کھجانے لگے اور تمام بدن خراب ہو گیا پھوٹ نکلا ان مصیبتوں پر حضرت ایوبؑ نے صبر کیا لوگوں کے طعن و تشنیع کی بھی تکلیفیں اٹھائیں دوستوں کی بے مہری دیکھی تب ایک روز حضرت ایوبؑ

ع ۸

خدا تعالیٰ کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ اے میرے معبود! مجھے شدت سے درد ہو رہا ہے میرے زخمی دل کو دیکھ مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الضر۔ خدا تعالیٰ نے ایوب پر رحمت کی اس کو آگے کی نسبت دونی دولت عنایت کی واٰتینٰہ اھلہ ومثلھم معھم مقاتل و قتادہ و ابن عباس و ابن مسعود فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ایوبؑ کے مرے ہوئے کنبہ کو زندہ کر دیا اور سات بیٹے اور تین بیٹیاں جو اس کی پیدا ہوئیں جیسا کہ ظاہر آیت سے سمجھا جاتا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں اس کے یہ معنی کہ ہم نے ایوبؑ کو اس کا کنبہ دیا یعنی سات بیٹے اور تین بیٹیاں تندرست ہونے کے بعد پیدا ہوئیں اور اس کے بعد ایوبؑ ایک سو چالیس برس تک زندہ رہے اپنی چار پشت کو دیکھا (جیسا کہ کتاب ایوب کے ۴۲ باب درس ۱۵، ۱۶ میں تصریح ہے) یہ مثلھم معھم ہوا۔

پھر اس میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ حضرت ایوب کس زمانہ میں تھے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ایوبؑ رومی تھے اوص کے بیٹے عیص بن اسحٰق کی نسل سے۔ اور ان کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی پوتی تھیں جن کا نام رحمت تھا۔ چونکہ عرب بنی اسمٰعیل بیابانی تھے اور ایوب علیہ السلام کی قرابت ان سے بہت قریب تھی ان کے ہم زبان بھی تھے اس لیے ان کا عرب میں ہونا من قوم کے برخلاف نہیں کہا جا سکتا۔ اب تحقیق نہیں کہ عرب میں کس بستی میں رہتے تھے؟ ان کے ایام مصیبت کی تعداد کسی نے سات برس کسی نے کم زیادہ بیان کیے ہیں، واللہ اعلم عند اللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ اسمٰعیل و ادریس و ذی الکفل علیہم السلام کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک ان میں سے صابر تھا ان پر بھی بڑی بڑی تکلیفیں دنیا میں نازل ہوئی ہیں۔ اسمٰعیل و ادریس کا حال اور ان کے مصائب تو ناظرین کو ہماری کتاب کے متعدد مقامات سے معلوم ہو گئے ہوں گے۔ ہاں ذی الکفل کا حال مختصر لکھتے ہیں۔ کفل کہتے ہیں لغت میں کفل حصہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کپڑے کو بھی جو اونٹ کے چوتڑوں پر پڑا رہتا ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ بزرگ کون ہیں اور ان کو ذی الکفل کیوں کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں ذی الکفل سے مراد زکریا ہیں، بعض کہتے ہیں یوشع، بعض کہتے ہیں الیاس۔ قرین قریہ ہے کہ یہ الیسع کے شاگرد اور ان کے قائم مقام ہیں اور ذی الکفل ان کو اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے انتظام بنی اسرائیل کا تکفل کر لیا تھا یعنی اپنے ذمہ لے لیا تھا یا فرائض صائمین کا تکفل کیا کرتے تھے اس لیے اس لقب سے مشہور ہو گئے بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ ہے جو حضرت المسیح کے مگر سے پہلے بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا تھا جس نے بنی اسرائیل کی بت پرستی دور کی اس کا اس نے تکفل کیا تھا یہ نیک بندہ بادشاہ تھا نبی نہ تھا واللہ اعلم۔ وذا النون ا

یہ نواں قصہ

یونس علیہ السلام کا ہے۔ نون مچھلی کو کہتے ہیں کیونکہ مچھلی نے ان کو نگل لیا تھا اس لیے ان کا لقب ذالنون ہوا۔ اذ ذھب مغاضبا خفا ہو کر گئے۔ خدا سے خفا ہو کر گئے تھے

ف صاحب معالم التنزیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام رومی تھے اور تیسری پشت میں عیص بن اسحٰق علیہ السلام سے جا ملتے ہیں۔ مگر صاحب انوار التنزیل سورۂ ص میں واذکر عبدنا ایوب کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایوب اسحٰق علیہ السلام کا پوتا اور عیص کا بیٹا ہے۔ بعض نے لوط علیہ السلام کا نواسہ بتایا ہے۔

۱ [illegible]

بلکہ قوم سے۔ فظن ان لن نقدر علیہ القدر بیاں بمعنی القضاء ہے یعنی یونس کو یہ گمان تھا کہ ہم اس پر سختی نہ کریں گے یہ سمجھ کر قوم سے چلے گئے تھے ان کا مختصر حال یہ ہے کہ یہ شہر نینوا کی طرف بھیجے گئے تھے وہاں کے لوگ بت پرست اور بدکار تھے جب ان کی ہدایت کو قبول نہ کیا تو عذاب الٰہی ان پر نازل ہونے کی ان کو خبر دی گئی انہوں نے بغیر حکم الٰہی اس کا وقت بھی مقرر کر دیا۔ وہاں کے لوگوں کو عذاب کے آثار معلوم ہونے لگے۔ سر بصحرا خدا کی جناب میں توبہ و گریہ کرنے کو نکل کھڑے ہوئے ان سے وہ عذاب ٹل گیا۔ حضرت یونسؑ کو وعدہ پر عذاب نہ آنے کے سبب شرمندگی ہوئی اور وہاں سے چل نکلے۔ راستہ میں دریا تھا کشتی سے باہر دریا میں گر گئے مچھلی نے لقمہ کر لیا اُن اندھیروں میں خدا سے دعا کی فی الظلمٰت ایک مچھلی کا اندھیرا دوسرا دریا کے شور کا تیسرا رات کا۔ من الظّٰلمین جو کہا ترک اولٰے کے لیے نہ کہ درحقیقت ان سے ظلم سرزد ہوا تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔

دسواں قصہ

حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے بیٹے کے لیے دعا مانگی خدا نے یحییٰ علیہ السلام بیٹا دیا۔ والتی احصنت فرجھا:

یہ گیارہواں قصہ

حضرت مریم کا ہے وجعلنٰھا وابنھآ اٰیۃ للعٰلمین میں تصریح ہے کہ مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے جس لیے ان کو قدرت حق کی نشانی جہان کے لیے فرمایا گیا ورنہ معمولی ولادت نشانی یا معجزہ نہیں ہوسکتی تم سے وہ بیگانہ نہیں تم اور وہ ایک ہی گروہ کے لوگ ہو سب کا اصول ایک ہی ہے ان سے تمہیں کو فخر کرنا چاہیے نہ کہ ان کو جو باوجود ترک اتباع کے ان کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ۔ ان بزرگوں کے حالات بیان فرما کر مسلمانوں کو بتایا جاتا ہے ان ھٰذہٖ امتکم امۃ واحدۃ صاحب کشاف کہتے ہیں اُمّۃ بمعنی ملت۔ اور یہ اشارہ ہے ملت اسلام کی طرف یعنی ملت اسلام وہ ملت ہے جس پر تم کو قائم رہنا چاہیے جس کو ایک ملت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے یعنی اس میں کچھ اختلاف نہیں۔ مراد یہ کہ تم کو اختلافات پیدا کرنے نہ چاہییں اور میں تمہارا معبود ہوں میری عبادت کرو۔

ایک حدیث میں جس کو محدثین نے صحیح مان لیا ہے

وحاشیہ صفحہ گزشتہ؛ اذ ذھب مغاضباً سے اگر یہی مراد لیا جاوے کہ خدا سے خفا ہو کر چل دیے تھے تو یہ خفگی باہمی محبت میں بے تکلفوں کے پیار سے زیادہ مرتبہ رکھتی ہے اور فظن ان لن نقدر علیہ کے یہ معنی کہ اس خفگی میں ان کا یوں جانا گویا ان کا یہ سمجھ لینا ہے کہ ہم سے بھاگ کر چلے آتے ہیں ہم ان کو پکڑ نہ سکیں گے نہ یہ کہ درحقیقت انہوں نے ایسا گمان بھی کر لیا تھا کیونکہ وہ نبی تھے صفات خدا تعالیٰ سے واقف تھے ایسی باتیں عشق و محبت کی باہمی معاملات اور محفلوں میں ایسی چھیڑ چھاڑ کا اصل ذوق عشق سے ہو سکتا ہے۔ عقل کے قانون میں اس کی گنجائش نہیں' اس لیے حضرت ذی النون علیہ السلام پر تنبیہ بھی کی گئی مچھلی کے پیٹ میں جا پڑے۔ آخر اس حالت بے کسی میں اسی معبود حقیقی کے سوا اور کوئی فریادرس نہ دکھائی دیا۔ فریاد فریاد کرنے لگے، قصور کے معترف ہوئے دریائے رحمت جوش میں آگیا باہمی ملاپ ہو گیا مصیبت سے رہائی ہوئی۔ عاشقان خدا اس کی بے نیازی سے لرزتے رہتے ہیں ۱۲ منہ

یوں آیا ہے کہ آں حضرت علیہ السلام پیشین گوئی کے طور سے فرماتے ہیں کہ میری امت میں بہتر فرقے ہو جاویں گے بجز ایک فرقہ کے سب ہلاک ہوں گے یعنی آخرت میں اپنے عقائد فاسدہ کی سزا پاویں گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ ایک فرقہ ناجی کون سا ہے فرمایا وہ کہ جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ چنانچہ چند روز کے بعد ایسا ہی ہوا اور کچھ ضرور نہیں کہ بہتر فرقے ایک ہی زمانہ میں موجود ہوں بلکہ جب کبھی ہوں۔ بعض کہتے ہیں انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرما کر یہ بات جتلاتا ہے کہ یہ سب لوگ اصول دین میں متحد تھے یہ لوگ ہیں ایک طریقہ کے یعنی ان کا اور تمہارا طریق جدا نہیں ان پچھلوں نے تفریق کر دی اور افتراق ڈال دیا ہے۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۝۹۴ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝۹۵

پھر جو کوئی اچھے کام کرے گا اور وہ مومن بھی ہوگا تو اس کی کوشش ناقدری نہ ہونے پاوے گی اور ہم اس کے لکھنے والے ہیں اور جس بستی کو ہم نے غارت کر دیا اس کی طرف رجوع کرنا حرام تھا ف

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝۹۶

یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جاوے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے چلے آویں گے

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۹۷

اور وعدہ حق نزدیک آلگے گا تو یک بیک کافروں کی آنکھیں اوپر لگی رہ جاویں گی اور کہیں گے ہائے ہماری خرابی ہم تو اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝۹۸

(اے مشرکو) البتہ خود تم اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہو تم کو اس میں پہنچنا ہے

لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۹۹ لَهُمْ

اگر یہ (واقعی) معبود ہوتے تو اس میں کاہے کو آتے اور وہ سب اس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے جہنم میں

ف اس آیت کے معنے میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض نے لفظ لا کو زائد مانا ہے تب یہ معنے ہوں گے کہ وہ ایسے ازلی بدنصیب اور ناپاک طینت تھے کہ ان پر توبہ کرنا خدا کی طرف رجوع کرنا قضا و قدر نے حرام یعنی ممنوع کر دیا تھا اس لیے وہ لوگ ہلاک ہونے کے قابل تھے۔ باقی دنیا سے ان کا گم ہو جانا ہی بہتر تھا۔ بعض لا کو زائد نہیں مانتے تب یہ معنے ہوں گے کہ جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے اب یہ نہیں کہ وہ مر کر چھوٹ گئے بلکہ ان پر حرام ہے کہ وہ ہمارے پاس رجوع نہ ہوں بلکہ ضرور حاضر ہوں گے۔

فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ان کی چنگھاڑ ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے (اپنے غل کے غل میں)

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى

البتہ جن کے لیے ہماری طرف سے (آگے سے) بہتری تقدیر ہو چکی ہوگی

اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ

وہی اس سے دور رہیں گے وہ اس کی آہٹ بھی

حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ

نہ سنیں گے اور وہ اپنے من مانے عیشوں میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ

ہمیشہ رہا کریں گے ان کو بڑی بھاری گھبراہٹ سے بھی

الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ

پریشانی نہ ہوگی اور ان سے فرشتے آ ملیں گے (اور کہیں گے)

هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

یہی تو تمہارا وہ دن ہے کہ جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ

جس دن کہ ہم آسمانوں کو کاغذ کے تختے کی طرح لپیٹ لیں گے

كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا

جس طرح ہم نے اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے

عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

ہم پر لازم ہو چکا ہے البتہ ہم کو یہ ضرور کرنا ہے

جس کے بعد بطور معیار کے فرماتا ہے فمن یعمل من الصلحت کہ جو کوئی ایمان لاوے گا اور پھر نیک کام کرے گا خواہ کوئی ہو اس کی کوشش کا قطعاً بدلہ ہم دیں گے۔ پھر فرماتا ہے وحرام علی قریۃ حرام خبر ہے اس کا مبتدا انہم لا یرجعون ہے یا کچھ اور اول صورت میں بعض علماء نے لا کو زائد سمجھا ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ ان کا عدم رجوع حرام یعنی ممتنع ہے تب رجوع کرنا ان پر واجب یعنی ضرور ہے دار آخرت کی طرف۔

اکثر مفسرین لا کو زائد کہتے ہیں تب یہ معنی کہ ان پھر رجوع کرنا دنیا میں بار دیگر آنا حرام کردیا ہے یا یہ کہ ان کی تقدیر میں شرک و معاصی سے باز آنا حرام تھا اس لیے وہ غارت ہوئے۔ جمہور کا قول بہت ٹھیک ہے کہ ان کو بار دیگر دنیا میں آنا تدارک مافات کے لیے حرام ہے۔ پھر اس کی غایت فرماتا ہے کہ کب تک؟ حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج یاجوج وماجوج دو قومیں بند ہیں دیوار سے ان کے کھلنے تک اور اس وقت تک کہ وعدۂ قیامت قریب آلگے اور لوگوں کی آنکھیں اس سخت وقت میں خوف و دہشت سے رحمت کے انتظار میں اوپر کی طرف لگ جاویں اور کافر یہ کہنے لگیں کہ ہائے خرابی ہم بدکار تھے۔ یعنی قیامت تک وہ دنیا کی طرف رجوع نہ کریں گے۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج حرام کی غایت نہیں بلکہ مستقل کلام ہے اور حتی کسی محذوف مناسب کی غایت ہے قیام الدین وغیرہ اور یہاں سے مسئلہ معاد شروع ہوتا ہے یعنی یہ حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں لوگوں کی رہنمائی کو آئے تھے کہ دار آخرت میں عذاب سے بچیں نعیم باقیہ حاصل کریں اور یہ دنیا ایک وقت معین تک باقی ہے پھر فنا ہو جائیگی فنا کی ابتدا اور علامت خروج یاجوج وماجوج ہے اس کے بعد وعدۂ حق بہت قریب آلگے گا قیامت برپا ہو جائیگی اور اس روز گنہگاروں کی آنکھیں دہشت یا انتظار رحمت میں اوپر لگی ہوں گی اور اپنے گناہوں کا آپ اقرار کریں گے حقیقت حال کھل جائے گی۔ جنت اور بہشت اور جہنم میں پھینک دیے جائیں گے وہاں رو دیں چیخیں چلائیں گے مگر بے سود۔ نیکوں کو ہر مصیبت سے محفوظ رکھ کر نعماء

اس بند سے سرفراز کیا جاوے گا۔ یاجوج ماجوج کا مفتوح ہونا یعنی دیوار سے نکل آنا قرب قیامت میں ہوگا۔ وہ دیوار ٹوٹ جاوے گی یہ قوم ہر ٹیلے پر چڑھتے ہی ہر بلندی سے اترتے آتا ہو اور دوڑتے ہوئے آئیں گے یہ جملہ یاجوج ماجوج کے ذکر میں سمجھا گیا۔ اس قوم کا قرب قیامت میں ظاہر ہونا اس آیت اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور کتاب حزقیل کی دو فصل میں مصرحاً مذکور ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ

اور ہم لکھ چکے نصیحت کے بعد زبور میں کہ

ربع الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ

بیشک زمین کے وارث ہوا کریں گے نیک

الصَّالِحُونَ ﴿۱۰۵﴾ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا

بندے میرے ہوں گے البتہ اس میں عبادت گزار قوم کے لئے کافی

لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ

نصیحت کا پیغام ہے اور (اے نبی) آپ کو ہم نے

إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ إِنَّمَا

جہان بھر کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے کہہ دو کہ مجھ پر

يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ

تو یہی حکم بھیجا جاتا ہے کہ تمہارا معبود تو صرف خدائے واحد ہے

فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۸﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا

پھر کیا تم فرمانبردار رہتے ہو پھر اگر نہ مانیں

فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ

تو کہہ دو کہ میں نے تم کو برابر اطلاع کر دی اور مجھے

أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَا

معلوم نہیں کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے

تُوعَدُونَ ﴿۱۰۹﴾ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ

یا دور بیشک اللہ ظاہر بات کو جانتا

مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿۱۱۰﴾

ہے اور جو کچھ تم مخفی کام کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔

وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ

اور میں نہیں جانتا کہ شاید اس مہلت میں تمہاری آزمائش اور ایک

وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ رَبِّ

وقت تک دنیا کا فائدہ پہنچانا منظور ہے۔ (آخر پیغمبر نے) کہا کہ اے رب

احْكُمْ بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ

انصاف کے ساتھ فیصلہ کر اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے جو کچھ تم باتیں بناتے ہو

الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿۱۱۲﴾

اس پر [illegible] وہ [illegible] والا ہے۔

ولقد کتبنا فی الزبور سعید بن جبیر و مجاہد و کلبی و مقاتل و ابن زید کہتے ہیں زبور سے مراد وہ کتابیں جو دنیا میں انبیاء پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد لوح محفوظ کہ جہاں سے نقل ہو کر یہ کتابیں آئیں یعنی دونوں جگہ ہم نے لکھ دیا کہ زمین کے نیک بندے وارث ہوں گے۔ زمین سے مراد جنت کی زمین کہ وہاں بجز ان کے اور کوئی آدم علیہ السلام کے فرقہ میں ایک نہ ہوگا سو یہ بات کل آسمانی کتابوں میں ہے۔ اس تقدیر پر یہ آیت بیان سابق کو تحریراً تاکید ہوگی۔ قتادہ و شعبی کہتے ہیں کہ زبور سے مراد قرآن اور ذکر سے مراد توراۃ ہے۔ سو ان دونوں میں بھی یہ بات مذکور ہے۔ زبور سے مراد داؤد کی کتاب بھی ہو سکتی ہے۔

ارض میں مفسرین کے چند اقوال ہیں (۱) جنت کی زمین جیسا کہ بیان ہوا (۲) دنیا کی زمین یعنی ملک کا مالک ہم نیک بندوں کو کریں گے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے وعد اللہ الذین آمنوا الی قولہ لیستخلفنھم فی الارض الخ

اس میں اسلام کے غلبہ اور ظہور کی طرف ایماء ہے اور مخالفوں کے لیے تہدید کہ تمہارے سامنے یہ نہ مٹے گا اور بعض کہتے ہیں کہ ارض سے ارض مقدس بیت المقدس اور ملک شام مراد ہے سو اس نے اپنے وعدہ کے موافق ایسا ہی کیا کہ مسلمانوں کے قبضہ میں کر دیا اور اب تک ہے اور کسریٰ و قیصر کی سلطنت بھی ان کے قبضہ میں آئی قریش کو جو اپنی سرداری اور جماعت پر نازاں تھے ان کو یہ سنایا گیا۔ ۳۷ زبور کے ۹ اور گیارہویں درس میں بھی یہی مضمون ہے اور بہت سے مقامات عہد جدید و عہد قدیم سے بھی ثابت ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اس میں عبادت کرنے والوں خدا ترسوں کے لیے مژدہ رسانی ہے کہ خدا پرستوں پر دنیا میں بھی فضل ہوتا ہے۔ آخر کار ملکوں کے مالک بنائے جاتے ہیں اور مصائب سے بھی محفوظ رہتے ہیں آخرت میں تو پھر سب ہی کچھ ہے۔

اور اے محمد تم کو اس تمام عالم کا ہادی بنا کر اس لیے رحمت و شفقت کی نظر سے بھیجا ہے کہ میرے بندوں کو جو تاریکی میں پڑے ہیں مطلع کر دو اور من جملہ اور پیغاموں کے سب سے موکد حکم توحید کا ہے سو وہ پہنچا دو کہ انما یوحیٰ الخ پھر اگر وہ اس کو نہ مانیں تو کہہ دو تم پر بلا مقرر آنے والی ہے لیکن اس کا وقت خدا ہی کو معلوم ہے کیوں کہ وہ چھپی اور کھلی ہر ایک بات کو جانتا ہے اور جو یہ مہلت ہے سو چند روزہ ہے تمتع دنیا کے لیے۔

سورۂ حج

مدنیہ ہے اس میں اٹھتر آیات اور دس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ
لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہا کرو بے شک

زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ①
قیامت کا زلزلہ ایک بڑی بھاری چیز ہے۔

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ
جس دن تم اس کو دیکھو گے تو ہر ایک دودھ پلانے والی دودھ پیتے

عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ
ہوئے بچے کو بھول جاوے گی اور ہر ایک حمل والی اپنا

حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ
حمل ڈال دے گی اور تجھے (اے مخاطب) لوگ بے ہوش

سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ
نظر آئیں گے اور (در حقیقت) وہ مدہوش نہ ہوں گے

لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②
لیکن اللہ کا سخت عذاب ہوگا (کہ جس کے خوف سے مدہوش ہوں گے)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ
اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں (مشرکین مکہ) کہ جو اللہ کے معاملے میں نادانی سے

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ
جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے

مَّرِيْدٍ ③ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ
چلتے ہیں حالانکہ اس (شیطان کی بابت) لکھا جا چکا ہے کہ

مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ
جو اس کو یار بنائے گا تو یہ اس کو گمراہ کر کے رہے گا اور اس کو

اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ
عذاب جہنم کا رستہ دکھائے گا۔ لوگو!

إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ

اگر تم کو قیامت کے دن پھر جی اٹھنے میں شک ہے

فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن

تو اس کو خیال کرو کہ ہم نے تم کو خاک سے پھر

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ

نطفہ سے پھر خون کی پھٹکی سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے (بنایا)

مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ

کسی کو پورا کسی کو ناقص خلقت بنایا تاکہ تم پر اپنی قدرت کا اظہار کریں

وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ

اور ہم رحموں میں جس کو چاہتے ہیں ایک وقت مقرر تک ٹھہرا

مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر (پرورش کرتے ہیں) تاکہ

لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنكُم مَّن

تم اپنی جوانی کو پہنچو اور کوئی تم میں سے (پہلے ہی)

يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ

مر جاتا ہے اور کوئی تم میں سے نکمی عمر تک پہنچ

الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ

جاتا ہے کہ دانش کے بعد کچھ بھی نہ جانے

شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا

رہتا ہے اور تو زمین کو خشک پڑا ہوا دیکھتا ہے پھر جب

أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ

ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو تر و تازہ ہو جاتی ہے

وَأَنبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿۵﴾

اور ہر ایک خوشنما جوڑا اگاتی ہے

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي

یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے اور مردوں کو زندہ

الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

کرتا ہے اور وہ ہر بات پر

قَدِيرٌ ﴿۶﴾ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ

قادر ہے اور یہ بھی کہ قیامت آنے والی ہے

لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ

جس میں کچھ بھی شک نہیں اور یہ بھی کہ جو قبروں میں ہیں اللہ

مَن فِي الْقُبُورِ ﴿۷﴾

ان کو زندہ کرے گا پھر اٹھا کھڑا کرے گا۔

ترکیب

زلزلۃ مصدر ہے جو ترتیب کے فعل لازم سے ہو تو اسکے ترزلزل الساعۃ ہوگا اور محتمل ہے کہ متعدی سے ہو لیے زلزلوا الساعۃ الناس دونوں صورت میں مصدر فاعل کی طرف مضاف ہوگا۔ یوم ترونہا منصوب ہے تذہل سے یہ حال ہے ضمیر مفعول سے والناس محذوف سکارٰی حال ہے اور یہ بالضم اور بالفتح دونوں طرح سے آیا ہے اور سکریٰ بھی مثل مرضیٰ اور واحد سکران یا سکر ہے مثل زمن وزمنی۔ من یجادل میں من نکرہ موصوفہ ہے۔

تفسیر

اس سورۃ میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہما کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی ہے بجز چند آیات کے کہ وہ مکہ میں نازل ہوئی تھیں وما ارسلنا من قبلک من رسول سے لے کر عذاب یوم عقیم تک۔ جمہور کہتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئی ہے قرطبی کہتے ہیں کہ یہی صحیح بات ہے۔

اس سورت میں علوم خمسہ قرآنی مذکور ہیں۔ توحید بھی، معاد بھی، احکام بھی، پچھلے واقعات امتوں کے

عذاب ثواب دنیاوی بھی رسالت کا بھی مسئلہ اس میں ابن المبارک و شافعی و احمد و اسحٰق کے نزدیک دو جگہ سجدے ہیں۔ ابن عباسؓ و ابراہیم نخعی و سفیان ثوری و امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں ایک سجدہ ہے۔

سورۂ انبیاء کے خاتمہ میں مسئلہ معاد کا ذکر تھا۔ اس سورت میں اس سے ابتدا کی جاتی ہے تاکہ انسان کو پرہیزگاری اور خدا ترسی اور عبادت کی طرف کامل رغبت ہو اور دل میں خوف رہے اور انبیاء علیہم السلام جن کا ذکر سورۂ انبیاء میں ہوا ان کی تصدیق اور ان کی پیروی کرنے کی خواہش پیدا ہو کس لیے کہ دار آخرت کا مسئلہ اور اس عالم کے مفید و مضر کام بغیر حضرات انبیاء کے معلوم ہو نہیں سکتے اس لیے خدا تعالیٰ اس ہولناک واقعہ کی خبر کس ہیبت ناک عنوان سے بیان فرماتا ہے اور سب سے پیشتر رب سے ڈرنے اور تقویٰ کرنے کا حکم دیتا ہے فقال یا ایہا الناس اتقوا ربکم اول تو لفظ رب یہ چاہتا ہے کہ اپنے پرورش کرنے مربی سے ڈرنا اور اس کی طاعت کرنا چاہیے مگر اس کے بعد ایک سخت مصیبت آنے والی ہے اس کا ذکر کرکے اور بھی اس تقوے کے حکم کو موکد کرتا ہے گویا یہ جملہ ان زلزلۃ الساعۃ شیءٌ عظیم اس کی علت ہے کیونکہ اس سخت وقت میں انسان کو تقویٰ ہی امان دے گا۔ پھر فرماتا ہے یہ زلزلہ کس دن ہوگا اور اس روز کیا حال ہوگا۔

فرماتا ہے یوم ترونہا الخ اس روز حاملہ عورتوں کے اس کے خوف سے حمل گر جائیں گے۔ اور دودھ پلانے والیاں باوجود اس کے کہ بچہ سے بڑی محبت ہوتی ہے بچہ کو بھی اس پریشانی اور بدحواسی میں بھول جائیں گی اور اس دہشت سے لوگ متوالے کی طرح بدحواس ہوں گے اور درحقیقت نشہ نہ ہوگا عذاب الٰہی کی بدحواسی ہوگی۔ یہ زلزلہ قیامت کے روز ہوگا جس روز صور پھونکے گا۔ پہاڑ اڑتے پھریں گے زمین کپکپا دے گی ایک آپادھاپی ہوگی کہ الٰہی توبہ۔ اہل ایمان میں سے اس وقت جتنے زمین پر ایک بھی باقی نہ رہے گا پہلے ہی اٹھ جائیں گے اشرار بدکردار رہ جائیں گے جو اس دن کو دیکھیں گے۔ پھر تمام دنیا نیست و نابود ہو کر دوبارہ ایک اور عالم پیدا ہوگا نیا آسمان نئی زمین قائم ہوگی، لوگ جی اٹھیں گے حشر برپا ہوگا۔

ومن الناس من یجادل الخ مکہ کے مشرک اس بیان کو سن کر جھگڑنے لگے کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے اور جھگڑا بھی بے دلیل یہ محض شیطانی وسوسہ ہے ابن ابی حاتم نے ابی مالک سے روایت کی ہے کہ نضر بن حارث سنے اللہ کے امر یعنی قیامت کے معاملہ میں جاہلانہ گفتگو کی تھی جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے حق میں فرمایا ویتبع کل شیطان مرید کہ وہ ہر ایک شیطان زادہ درگاہ کی پیروی کرتا ہے اس میں ان کے گمراہ کنندہ لوگ بھی آگئے اور ابلیس بھی جس کے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ جو اس کو یار بنائے گا تو یہ اس کو راہ راست سے بہکا کر جہنم کی طرف لے جائے گا پھر اس کم بخت کو کیا ہوا جو بادئ برحق سے جھگڑ کر مضل کی پیروی کرتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ قیامت کے ہونے پر دو دلیلیں پیش کرتا ہے:

اوّل دلیل یا ایہا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم الیٰ قولہ تعالیٰ لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً کہ اگر تم کو قیامت کے روز مر کر جی اٹھنے میں شک ہو تو تم اس بات کو دیکھو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا کیونکہ تمہارے جدِ امجد آدم کو مٹی سے بنایا کہ جس کی تم نسل ہو۔ یا یوں سمجھو کہ تم نطفہ سے پیدا ہوتے ہو جیسا کہ اس کے بعد خود ہی فرماتا ہے ثم من نطفۃ اور نطفہ غذاؤں کے کھانے سے پیدا

ہوتا ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں پھر نطفہ کو جو پانی کا ایک
قطرہ ہے خون بنا دیتے ہیں پھر اس خون کو گوشت کا لوتھڑا
پھر اس میں کسی کے پورے ہاتھ پاؤں و دیگر اعضاء نکالتے
ہیں کسی کو ناقص رکھتے ہیں غیر مخلقۃ یا یوں کہو کہ بعض
لوتھڑے ناقص کے ناقص ہی رہ کر باہر گر جاتے ہیں۔
لنبین لکم۔ تاکہ تم کو معلوم کرائیں کہ یہ اس کاملہ مطلق
کی صنعت ہے جس نے طبیعت کو آلہ بنوا رکھا ہے ورنہ
طبیعت کے لیے کون کا امر مرجح تھا کہ ایک قطرہ یا
یکساں گوشت کا لوتھڑا سب کی ایک طبیعت پھر
اس میں سے کسی کو پیر کسی کو پنجہ بناتے کسی کو ہاتھ آنکھ
ناک اور ان میں ہر دو رگیں پٹھیاں تو نکلتے پھر
رحم میں جس کو جتنی مدت چاہتے ہیں ٹھیراتے ہیں پھر بچہ
بنا کر اس نطفہ کو باہر لاتے ہیں پھر کسی کو لڑکپن ہی میں کسی کو
جوانی میں کسی کو انتہائی عمر طبعی تک پہنچا کر رکھتے ہیں کہ وہ
علم و دانش پا کر پھر نادان بچہ سا ہو جاتا ہے۔
پس جو ان باتوں پر قادر ہے کیا وہ انسان کو دوبارہ
زندہ نہیں کر سکتا؟ بے شک کر سکتا ہے اور ضرور
کرے گا۔

دوسری دلیل

وتری الارض ھامدۃ سے یہ غرض ہے کہ زمین خشک
ہوتی ہے پھر ہم اپنی قدرت سے پانی برساتے اور ایک
پانی ایک سی زمین سے گوناگوں جڑی بوٹیاں اگاتے
ہیں اور ہماری اس قدرت کاملہ کا تماشا اکثر دیکھتے ہو
پھر کیا ہم مادۃ الحیات پر سے انسان کو نبات کی طرح
بار دیگر پیدا نہیں کر سکتے؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ
اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کے معاملہ میں حق سے منہ موڑ کر

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ
بغیر علم اور ہدایت اور بغیر کتاب

مُّنِيْرٍ ⑧ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ
روشن کے تکبر سے اس کے رستہ سے برگشتہ کرنے کے لیے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ
جھگڑا کرتے ہیں اس کو دنیا میں بھی رسوائی ہے اور

نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ
قیامت کے دن بھی ہم اس کو عذاب دوزخ کا مزہ

الْحَرِيْقِ ⑨ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ
چکھائیں گے۔ (اور کہا جائے گا) یہ تیرے ہاتھ کا بدلہ ہے جو تو نے آگے بھیجا

يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ
بھیجنے کا نتیجہ ہے اور اللہ تو ہرگز بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں

لِّلْعَبِيْدِ ⑩ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
کیا کرتا اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کی

يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰي حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ
عبادت تو کرتے ہیں مگر ایک کنارہ پر پھر اگر اس کو کچھ فائدہ

خَيْرُۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ
پہنچ گیا تو اس پر ٹھہر گیا اور اگر کچھ تکلیف پہنچ گئی

فِتْنَةُۨ انْقَلَبَ عَلٰي وَجْهِهٖ ڗ خَسِرَ
تو منہ کے بل الٹا پھر گیا اس نے

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ
دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی یہ ہے وہ صریح

؎ یعنی بغیر علم و دانش اور بغیر کسی کتاب یا مستند کے خدا کی باتوں کو جھوٹی
تکذیب کیا کرتے ہیں ۱۲ منہ

؎ قال المفسرون الحرف الشک واصلہ من حرف الشئ ای طرفہ
مثل حرف الجبل والحائط الذی القائم علیہ غیر مستقر ۱۲ منہ

ع ١٠

الْمُبِيْنُ ⑪ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا

خسارہ وہ اللہ کو چھوڑ کر اس کو پکارتا ہے جو

لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۚ ذٰلِكَ هُوَ

نہ اس کو ضرر دے سکے اور نہ فائدہ یہی تو وہ

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑫ يَدْعُوْا لَمَنْ

پرلے درجہ کی گمراہی ہے اس کو پکارتے ہیں کہ جس کا

ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۚ لَبِئْسَ

ضرر اس کے نفع سے نزدیک تر ہے ایسا آقا بھی

الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬

برا اور رفیق بھی برا۔

قیامت کے دلائل بیان کر کے پھر انہیں بے ہودہ لوگوں کی جاہلانہ حجت و مجادلہ کا ذکر فرماتا ہے قال ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتٰب منیر۔ بعض کہتے ہیں پہلی آیت ومن الناس الخ نضر بن حارث کے حق میں اور یہ ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں دونوں جگہ نضر مراد ہے محض ذم کے مبالغہ کے لیے اس کا اعادہ کیا۔ انسان کسی مقصد پر جو حجت قائم کرتا ہے یا کوئی عقیدہ دل میں جماتا ہے تو یا علم بالبدیہیات یا استدلال و نظر سے یا وحی و الہام سے۔ پھر جس کو یہ تینوں باتیں کسی بات کی طرف ہدایت نہ کریں اور وہ اس پر جھگڑے تو سخت نادان ہے بغیر علم میں بدیہیات ولا ھدی میں نظریات اور ولا کتٰب منیر میں الہام حق کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے پاس ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ پھر اس کا یہ فعل محض تکبر اور لوگوں کے گمراہ کرنے کے لیے ہے ثانی عطفہ لیضل عن سبیل اللہ ثنی العطف کبر و خیلاء سے عبارت ہے۔ اب اس کی سزا بیان فرماتا ہے اس کے کبر و غرور کے بدلہ میں لہ فی الدنیا خزی کہ خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی خوار و ذلیل کرے گا۔ چنانچہ نضر بن حارث اور ابوجہل کس ذلت کے ساتھ بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور کتوں کی طرح سے ان کی لاشیں کھنچوا کے ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں اور اسی طرح سب سرکشوں کا یہی حال ہوا ہے اور ہوگا۔ اور اس جاہلانہ مجادلہ کی سزا میں ونذیقہ یوم القیٰمۃ عذاب الحریق قیامت کے روز عذاب جہنم کا بھی مزہ چکھائیں گے اور یہ اسی کے عمل کا بدلہ ہے اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

انبیاء علیہم السلام قیامت کے حالات بیان فرما کر انسان کو دار آخرت کی بھلائی کے لیے اپنی طرف بلایا کرتے ہیں۔ پھر اس شخص کی سخت حماقت ہے کہ اس رستہ کو دنیا کے فوائد حاصل کرنے کے لیے اختیار کرے دنیا کے نفع و نقصان تو انسان کے ساتھ ہر حال میں رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرتؐ کے عہد میں بھی بعض بیوقوف اس لیے اسلام میں آئے تھے اس لیے ان کی برائی بیان فرماتا ہے فقال ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف۔ بخاری نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ میں ایسے بھی لوگ آتے اور اسلام لاتے تھے کہ اگر اس کے لڑکا پیدا ہوا اور اس کے مواشی کے بچے ہوئے تو کہتا تھا کہ یہ دین اچھا ہے اور جو ایسا نہ ہوتا تو کہتا کہ یہ دین برا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حرف کے معنی طرف یعنی شک و تردد کے ہیں دنیا میں تو اس پر قضا و قدر سے مصیبت آئی ہی تھی ادھر

ف یہ کیا حمق ہے کہ اگر اس کو دنیا کا فائدہ حاصل ہوا تو اس راہ پر قائم رہے کچھ آزمائش ہو گئی کوئی تکلیف پہنچی تو پھر گئے بتوں سے مانگنے لگے ۱۲ منہ

خدا سے بھی پھر گئے دنیا بھی گئی دین بھی گیا ذلک ھو الخسران المبین یہ بڑا ٹوٹا ہے۔ اب خدا کے در سے پھر کر اور معبودوں کی طرف رجوع ہوا ہے یہاں کیا رکھا ہے بجز نقصان کے۔ ان کی عبادت و نذر و نیاز میں مال ضائع کرنا وقت کھونا وہاں بت پرستی سر پر لینا اور بھی ضرر ہے۔ ان معبودوں کو قدرت ہی کیا ہے جو کسی کو نفع یا نقصان دے سکیں۔ ایسا ہی بدنصیب یہ مانگنے والا ہے جو ان کا رفیق بنتا ہے اور ایسے ہی وہ خود معبود باطل ہیں جن کے پاس جانے میں نفع کی جگہ ضرر ہی ضرر ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
بے شک اللہ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے
الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
اچھے کام بھی کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے
الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝١٤
بہتی نہریں جاری ہوں گی بے شک اللہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔
مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ
جس کا یہ گمان ہے کہ ہرگز مدد نہ کرے گا اللہ اس کی دنیا اور آخرت
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ
میں تو وہ کھینچے گا اس کو چاہیے کہ چھت میں
إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ
ایک رسی لٹکائے پھر اس کو کاٹ ڈالے پھر دیکھے
يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ۝١٥ وَ
کہ اس کی تدبیر اس کے غصہ کو دور بھی کرتی ہے اور
كَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَ
کیونکہ اس قرآن کو کھلی کھلی نشانیاں بنا کر نازل کیا ہے اور

أَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ۝١٦ إِنَّ
یہ کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے بے شک
الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَ
اللہ ایمان والوں اور یہودیوں اور
الصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ
صابیوں اور عیسائیوں اور مجوسیوں
وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ
اور مشرکوں میں ضرور قیامت
بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ
کے دن فیصلہ کرے گا البتہ اللہ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝١٧
کے سامنے ہر چیز حاضر ہے۔

منافقوں کی عبادت اور ان کے معبودوں کا حال بیان فرما کر اس جگہ سچے ایمان داروں کی عبادت کا حال فرماتا ہے اور ان کے معبود حقیقی کا وصف کرتا ہے کہ اللہ جو معبود حقیقی اور قادر مطلق ہے سچے ایمان دار اور نیک کام کرنے والوں کو مرنے کے بعد ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی کیونکہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے قادر مطلق ہے برخلاف ان کے معبودوں کے کہ ان کو نفع و ضرر کا کچھ بھی اقتدار نہیں۔

من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ میں ان منافقوں کی طرف روئے سخن ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی عبادت تردد اور شک سے کرتے ہیں کہ جہاں کوئی دنیا کا فائدہ معلوم ہوا تو جھک گئے، کوئی تکلیف آپڑی تو اللہ سے پھر کر باطل معبودوں کی طرف متوجہ ہو گئے کہ بھلا یہ ان معبودوں کی طرف متوجہ ہو کر تو اپنا کام بنا لیں اور دیکھیں ان کے دل کا غصہ جو خدا پر ہے کس طرح سے

نکالنے، پس وہ جیسی چاہیں تدابیر کر لیں جس قدر چاہیں زور لگا لیں حتیٰ کہ آسمان کی طرف یا اپنے گھر کی چھت میں کیونکہ السماء سے سماء البیت بھی مراد ہو سکتا ہے، کوئی رسی لٹکا کر اس سے گلا گھونٹ کر مر جاویں۔ پھر دیکھیں کہ اس تدبیر سے بھی ان کے دل کا غصہ نکلتا ہے؟ یعنی ہزار تدبیریں کریں کچھ نہ ہوگا خدا ہی نہ چاہے تو کیا ہو سکتا ہے۔ یہ معنی اس تقدیر پر ہیں کہ ینصرہ کی ضمیر مَن کی طرف رجوع کی جاوے جیسا کہ سیاق چاہتا ہے مگر ابن عباسؓ و کلبی و مقاتل و ضحاک و قتادہ و ابن زید و سدی و فراء و زجاج اس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں اس کا بول بالا کر کے اور آخرت میں اس کا درجہ بلند کر کے اس کی مدد نہ کرے گا اور اسی لیے وہ اسلام کے قبول کرنے میں تردد کرتا ہے جیسا کہ مقاتل کہتے ہیں یہ آیت غطفان اور اسد کے چند لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو کہتے تھے ہم کو خوف ہے کہ خدا محمدؐ کی مدد نہ کرے تو ہم اپنے حلیفوں سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ یا جو آں حضرتؐ سے حسد رکھتے ہیں اور حسد کے مارے یہ خیال کرتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ جیسا دل چاہے ویسی تدبیر اور داؤ کر لیں یہاں تک کہ کوئی رسی لٹکا کر اس سے گلا گھونٹ کر مر جاویں یا رسی کے ذریعہ سے آسمان پر پہنچ جائیں تب بھی کچھ نہ ہوگا خدا اپنے رسول کی دنیا و آخرت میں مدد کرے گا اور ضرور کرے گا کیونکہ

ابھی ہم کہہ چکے ہیں ان اللہ یفعل ما یرید یا کوئی ایسا سبب پیدا کریں کہ جس سے آسمان پر چڑھ جاویں اور وہاں سے ناکام ہونے پر گر کر مر جاویں لیقطع کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ سبب کے معنی رسی کے اور وسائل کے بھی ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ بعض مسلمان حضرتؐ کے فتوحات اور غلبہ میں دیر ہونے کی وجہ سے خفا اور دل تنگ ہوا کرتے تھے، اس آیت میں ان کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جو چاہیں کر لیں ان کی تدابیر سے کچھ نہ ہوگا، خدا ایک وقت پر مدد و فتح حضرت کی کرے گا۔

تمام قرآن کو آیات بینات بنا کر ہم نے یوں ہی نازل کیا ہے۔ رہی ہدایت سو وہ ہر ایک کے حصہ میں نہیں خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ گو دنیا میں اکثر چھ فریق ہیں اول اسلام جن کو الذین امنوا سے تعبیر کیا۔ دوم یہودی، سوم صابی، چہارم نصاریٰ، پنجم مجوس، ششم مشرکین۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے تئیں ہدایت پر کہتا ہے مگر در اصل ہدایت پر وہی فریق ہے کہ جس کو خدا نے ہدایت دی یعنی اہل اسلام۔ رہی ان کی یہ قیل و قال سو اس کا قیامت میں اللہ آپ فیصلہ کرے گا اس کے سامنے ہر چیز ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ آسمان والے

لہ کس لیے کہ جو لوگ قائل مختار حق سبحانہ کے قائل ہیں پھر یا تو انبیاء کے قائل نہیں جیسا کہ مشرکین۔ اور جو قائل ہیں یا سچے نبی کے پیرو ہیں یا فرضی اور مصنوعی کے، پس انبیاء کے متبع تو اہل اسلام اور یہود و نصاریٰ اور صابئین تھے جو یہود و نصاریٰ سے بھی بچے ہیں اور فرضی نبی کے متبع مجوس ہیں ۱۲ منہ

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ	مَقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ۲۱ كُلَّمَآ
اور زمین والے اور آفتاب	لوہے کے گرز ہوں گے جب گھبرا کر
وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ	اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ
اور ماہتاب اور ستارے اور پہاڑ اور درخت	وہاں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر
وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ	اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ
اور چارپائے اور بہت سے آدمی اللہ کے آگے جھکتے ہیں	اسی میں داخل کیے جائیں گے اور (کہا جائے گا) دوزخ کا
۱۸ وَكَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ وَ	الْحَرِیْقِ ۲۲
اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور	عذاب چکھو۔
مَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ	
جس کو کہ اللہ ذلیل کرے پھر اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا	
اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۱۸ هٰذٰنِ (سجدہ)	
بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے یہ دونوں	
خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ	
فریق مخالف جو اپنے رب کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں سو	
فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ	
پھر جو منکر ہیں ان کے لیے تو آگ کے کپڑے قطع	
مِّنْ نَّارٍ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ	
کیے گئے ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی	
الْحَمِیْمُ ۱۹ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ	
ڈالا جائے گا کہ جس سے جو کچھ ان کے پیٹ میں (انتڑیاں)	
بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۲۰ وَلَهُمْ	
(وغیرہ) اور ان کی کھالیں بھی گل جائیں گی اور ان کے لیے	

ترکیب

کثیر مبتدأ من الناس صفت خبرہ مطیعون محذوف۔ اور بعض کہتے ہیں من فی السمٰوٰت پر معطوف ہے تفصیل کے لیے بعض جملہ مستانفہ اور خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا اللہ ہر چیز جانتا ہے جس سے اس کا علم و ادراک کامل ثابت ہوا تھا جو یفصل بینهم یوم القیٰمة قیامت کے فیصلہ کے لیے ضروری ہے۔ اب یہاں الم تر سے قدرت و جبروت کا اثبات کرتا ہے کہ اس کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے اور جس کو وہ ذلت دیتا ہے کوئی اس کو عزت نہیں دے سکتا اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ جو لوگ

ف بخاری و مسلم وغیرہما نے ابو ذرؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت حمزہ و عبیدہ و علیؓ کے اور عتبہ اور شیبہ اور ولید بن عتبہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ بدر کے روز یہ دونوں فریق لڑنے کو میدان جنگ میں صف سے نکل کر لڑے تھے اور حاکم نے بھی حضرت علیؓ سے یوں ہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت دوستان حق اور ان کے مقابل مبارزوں کے حق میں نازل ہوئی سو یہ مراد ہے کہ اس کے عام ہیں مصداق یہی ہیں ۱۲ منہ

اس کے سوا اوروں کو پوجتے ہیں جیسا کہ مشرکین جن کا ذکر اگلی آیتوں میں آیا تھا، محض بے وقوف ہیں نہ اور کسی کو وہ علم ہے جو اللہ کو ہے نہ اس کی مانند کسی کو قدرت و سلطنت ہے اور قیامت میں فیصلہ کرنے کے لیے بھی دو وصف ضروری ہیں۔ اس لیے اپنے فیصلہ کرنے کا ثبوت کر دیا کہ ہم حاکم مطلق ہیں ہمارے آگے ہر ایک سرنگوں ہے تمہارے معبود وہاں کیا کر سکیں گے؟ اور یہاں بھی وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ الم تر سے مراد الم تعلم یعنی تو کیا نہیں جانتا مراد ہے کہ اے مخاطب تجھے خوب معلوم ہے دلائل و براہین قدرت میں نظر کرنے سے۔ چونکہ یہ بات بہت ظاہر تھی اس لیے الم تر سے تعبیر کیا۔

یسجد له سجدہ کرنے سے مراد مسخر اور سرنگوں ہونا اور یہ ظاہر ہے۔ کس لیے کہ تمام عالم ممکن ہے اور ممکن کو جس طرح اپنے حدوث سے واجب تعالیٰ کی طرف احتیاج ہے اسی طرح بقا میں بھی۔ پس ہر چیز کا ہمہ وقت اس کا محتاج رہنا اس کے آگے سجدہ کرنا ہے۔

من فی السموٰت من فی الارض میں اگرچہ جملہ علویات و سفلیات داخل ہیں لیکن ان مشرکین کے معبود کہ جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے مفصل ذیل تھے اس لیے تعمیم کے بعد تخصیص کی گئی۔ والشمس والقمر والنجوم آفتاب اور چاند اور ستارے اکثر فرقہ صابیہ اور مجوس اور ہنود کے معبود ہیں۔ ان کے مرشدوں نے انہیں اشیاء کو ہیکل نورانی سمجھ کر ان کی عبادت کو تقرب الٰہی کا ذریعہ بنایا اور بعد میں انہیں کو قاضی الحاجات سمجھنے لگے پھر ان کے نام کے بت ان کی مناسب دھات کے بنائے اور بڑے بڑے شان دار مکان بنا کر ان کی پرستش کرنے لگے یونانی بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ پھر ان سے اتر کر والجبال پہاڑوں کے پتھر پوجنے لگے ہنود اور عرب کے معبود پتھروں کے اور پہاڑوں کی دھات تانبے پیتل کے تھے والشجر والدواب یہاں تک کہ ہنود درختوں چارپایوں کو بھی پوجتے ہیں پیپل کا درخت اور گائے بیل بھی ان کے معبود ہیں۔ وکثیر من الناس بہت سے آدمیوں کو بھی پوجتے ہیں جیسے راجہ رام چندر و کرشن و بدھ و مہاویر و بشن وغیرہ، یہ سب انسان تھے جن کو ہنود پوجتے ہیں اسی طرح عرب کے مشرکوں نے لات منات اساف نائلہ وذی الخلصہ ہبل وغیرہ انسانوں کی مورتیں بنا رکھی تھیں ان کو قاضی الحاجات و دافع البلایات جانتے تھے نذر و نیاز کرتے تھے مصائب کے وقت ان کو پکارتے تھے ان کی دہائی دیتے تھے۔ فرماتا ہے یہ سب چیزیں تو اللہ کے آگے جھک رہی ہیں اسی کے آگے سر جھکاتی ہیں بلکہ خود انسان کہ جن کو یہ پوجتے ہیں بالاختیار اللہ کو سجدہ کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ باقی یہ سب اشیاء اپنی بقا میں ہر دم اسی کی طرف محتاج ہیں اور اس کے حکم تکوینی کے مسخر ہیں یہی ان کا جھکنا اور سجدہ ہے پھر ان کے مالک و خالق کو چھوڑ کر ان کو پوجنا کون سی عقلمندی ہے مگر آدمیوں میں سے ایسے بھی بدبخت اور بدعقل اور ذلیل ہیں کہ حق علیه العذاب کہ باختیار خود اس کے آگے نہیں جھکتے اس کی مخلوق کے آگے جھکتے ہیں۔ ان ذلیلوں پر عذاب الٰہی ثابت ہو چکا ہے اور ذلت نوشتہ ازلی ہے ومن یهن الله فما له من مکرم کیونکہ جس کو وہ ذلت دے اس کو کون عزت دے سکتا ہے اور اس فعل میں خدا کو کون پوچھ سکتا ہے وہ فاعل مختار ہے اپنی حکمت و مصلحت سے جو چاہے کرتا ہے۔

اب یہ دو فریق ہو گئے ایک ذلیل جو اپنی مثل مخلوق کو پوجتے ہیں۔ دوسرے عزت دار جو اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں پوجتے۔ اب دونوں فریق کا کیا حال ہے هٰذٰن خصمٰن اختصموا فی ربهم وہ یہ کہ آپس میں اپنے رب کے معاملہ میں باہم اختلاف کرتے ہیں۔ ذلیل فریق خدا میں عجز و حدوث کے اوصاف رذیلہ اپنے قیاس سے

ثابت کرتا ہے کہ وہ سب کام آپ نہیں ہوئے بلکہ اس نے
ان ان اشخاص و اشیاء کو یہ کام بانٹ دیے ہیں۔ اس
لیے ہم ان کو پوجتے اور پکارتے ہیں۔ فریق عزت دار
اسی کو خالق مطلق اور ہر کام کا کرنے والا سمجھتا ہے۔
وہی علام الغیوب ہے ہر ایک کی پکار بھی وہی سنتا
ہے اور سن کر تقاضائے حاجت بھی کرتا ہے کیونکہ علیم بھی
ہے رحیم بھی ہے بخلاف مخلوق کے۔ اس کے بعد آپ
ان دونوں فریق کا انجام کار بتلاتا ہے۔ فریق ذلیل کا
انجام ان آیات میں ہے۔ فالذین کفروا کہ ان کے
لیے جہنم کے کپڑے تیار ہیں گرم پانی اور لوہے کے گرز اور
وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اگلی آیت میں فریق عزت دار کا
انجام بیان فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
البتہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے
الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا
بھی کام کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں
الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ
بہتی ہوں گی وہاں ان کو سونے کے کنگن　اور
مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ
موتی پہنائے جائیں گے　اور وہاں ان کا لباس

فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ
ریشمی ہوگا　اور ان کو راہ دکھائی گئی اچھی بات
مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ
کی طرف ہدایت کی گئی　اور حمد والے رستے کی انہیں ہدایت
الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ
کی گئی　بے شک جو　منکر ہو گئے اور
يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ
لوگوں کو اللہ کے رستے سے اور اس مسجد الحرام سے
الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ
روکتے ہیں کہ جس کو ہم نے سب لوگوں کے لیے یکساں
سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن
وہاں کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے سب برابر ہیں اور جو
يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ
وہاں شرارت کی راہ کرنا چاہے گا تو ہم اس کو دکھ دینے والا
عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ بَوَّأْنَا
عذاب چکھاویں گے　اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے
لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ
ابراہیم کے لیے کعبہ کی جگہ ٹھیک کر دی (کہا) کہ میرے ساتھ
بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَ
کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور

ف العاکف مقیم [illegible] بستی میں رہنے والا [illegible] کہ وہیں [illegible] مقیم رہتا ہے [illegible]
[illegible] ۱۲ منہ

سلہ سواء کو یعقوب و رواۃ عاصم نے بالنصب پڑھا ہے جعل کا مفعول ثانی بنا کر۔ بعض نے مرفوع پڑھا ہے مبتدا کی خبر مقدم قرار دے کر
[illegible] یہ دونوں حال مترادف ہیں [illegible]
[illegible] منہ　ان الذین کی خبر محذوف
اس پر نذقہ دلالت کرتا ہے ۱۲ منہ

الْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ

قیام کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو اور لوگوں

فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ

میں حج کی منادی کردو تمہارے پاس لوگ پاپیادہ اور

عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ

پتلے دُبلے اونٹوں پر (سوار ہوکر) دور دراز رستوں

فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾

سے چلے آئیں گے۔

ان اللہ میں دوسرے فریق کا ذکر ہے کہ اللہ ان کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے گا کہ جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس میں جڑاؤ زیور اور موتی اور ریشمی لباس پہنیں گے۔

پھر ان اہل ایمان کے وصف میں فرماتا ہے وھدوا الی الطیب من القول کہ یہ باتیں ان کو اس وجہ سے نصیب ہوں گی کہ دنیا میں اللہ کی طرف سے ان کو اچھی بات اور عمدہ رستہ کی ہدایت کی گئی تھی۔ اچھی بات کہ جس کو قول طیب سے تعبیر کیا کلمہ پاک لا الٰہ الا اللہ یا قرآن مجید ہے اور عمدہ رستہ دین اسلام ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جنت میں جا کر اچھی باتیں کہنا ہے اس کی حمد و ثنا گویا اس میں روحانی نعمتوں کی طرف اشارہ ہے۔

ان الذین کفروا ویصدون الخ یہاں سے اس فریق نافرمان کے پھر چند اوصاف بیان فرماتا ہے بالخصوص ان کے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر تھے کہ کفر کے علاوہ لوگوں کو اللہ کے رستہ سے بھی روکتے ہیں یعنی اسلام اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے۔ مشرکین مکہ ان لوگوں پر جو اسلام لاتے تھے بڑے ظلم و ستم کرکے ان کو اسلام سے روکتے تھے اور بعض اسلام پر جھوٹے الزامات لگا کر اس کو رسوا کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ آج کل گمراہ فرقوں کے پیشوا کیا کرتے ہیں اور لوگوں کو مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ سے بھی روکتے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابی سفیان وغیرہ کے حق میں ہے کہ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عام حدیبیہ میں عمرہ سے روک دیا تھا (کبیر) اگر حدیبیہ کا واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد ہے تو یہ صاف ہے ورنہ یوں بھی وہ روکا کرتے تھے۔ باہم لڑائی جھگڑے کے خوف سے لوگ بجز ایک خاص موسم کے نہیں آسکتے تھے اور جب اسلام پھیلا تو مسلمان قبائل کو تو آنے سے روک ہی دیا تھا۔

اس کے بعد مسجد الحرام کے اوصاف بیان فرماتا ہے۔

ط واذن فی الناس حسن اور اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ یہاں سے خطاب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے پہلا کلام تمام ہو چکا یعنی اللہ تعالیٰ آں حضرتؐ سے فرماتا ہے کہ اے محمد! لوگوں میں حج کا اعلان کردو وہ تمہارے پاس حج کرنے نزدیک دور سے چلے آویں گے۔ یہ آیت فرضیت حج کے لیے ہے۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بھی جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہے اور یہ انہی کی طرف خطاب ہے کہ جب حضرت کعبہ تعمیر کر چکے تو ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم لوگوں میں حج کے لیے پکار دو تاکہ لوگ حج کو آویں۔ اس میں یہ مراد ہے کہ اے قریش مکہ تم جو ان لوگوں کو مسجد الحرام سے روکتے ہو نہ صرف خدا تعالیٰ بلکہ اپنے بزرگ ابراہیم خلیل اللہ کے بھی برخلاف کرتے ہو۔

ت حج کے لیے بحکم ابراہیم گویا ان کے پاس آنا ہے۔ یا ان کی حیات کے لحاظ سے فرمایا۔ پس ان کے پاس لوگ حج کرنے کو آنے لگے تھے ۱۲ منہ

ث یاتوک رجالا وعلی کل ضامر۔ ضامر: پتلی دبلی اونٹنی، جو اونٹنیاں سواری کی ہوتی ہیں کثرت سفر سے دبلی پتلی ہو جاتی ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ حج کو پیادے یا اونٹنیوں کے سوار ہی آویں گے۔ بلکہ عرب کی قوموں کے لحاظ سے یہ فرمایا جن کی سواری بیشتر اونٹوں ہی پر ہوتی ہے ورنہ مراد عموم ہے کہ ہر قسم کے لوگ آویں گے ۱۲ منہ

(۱) یہاں عاکف و مقیم، و حاضر اور بادی دیہاتی (البادی من البدو) وہ جو اطراف سے آئے یہ من غربت. کبھی یعنی مقیم و مسافر دونوں برابر ہیں. ابن عباسؓ فرماتے ہیں مکہ کی سکونت میں اور وہاں کے ٹھیرنے میں سب برابر ہیں جو پہلے آوے اور ٹھیر جاوے وہی مستحق ہے اور یہی قتادہ اور سعید بن جبیر کا قول ہے. ان کے نزدیک مکہ کے مکانات کا کرایہ لینا اور بیع کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ زمین کسی کی ملک نہیں ہو سکتی. اور یہی مذہب ابن عمرؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ و امام ابو حنیفہؒ و اسحاق حنظلی کا ہے. ان کی دلیل یہ آیت اور بعض احادیث ہیں. اس تقدیر پہ مسجد الحرام سے مراد مکہ ہے. اور شافعی کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ خاص حرم کسی کی ملک نہیں. یہاں ہر ایک مقیم و مسافر کو نماز پڑھنے اور عبادت کرنے میں برابر حق ہے. اور مکہ کے مکانات کی بیع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں برابر ہوتی تھی.

(۲) ومن یرد فیہ بالحاد الحاد سے مشتق ہے جس کے معنی کجی کے ہیں. اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں. بعض کہتے ہیں شرک مراد ہے. بعض کہتے ہیں حرم میں شکار کرنا. بعض کہتے ہیں کسی کو ستانا. مگر صحیح تر یہ ہے کہ عموماً ممنوعات مراد ہیں ان سب پر عذاب ہے. اس کے بعد اس مسجد کی تعمیر اور غرض کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ واذ بوانا لابراہیم کہ اس گھر کے بنانے کا ابراہیم کو ہم نے ہی حکم دیا تھا یہ جگہ خدا کی عبادت کے لیے مخصوص کر دی تھی کہ ایک عبادت خانہ بنا کر اس کے ارد گرد لوگ طواف کریں. خدا کے نام کی تسبیح کریں اور اسی طرح سے قربانیاں ہوں. اور خدا پرست اس میں گھر سے ہو کر نماز ادا کیا کریں اور رکوع کرنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے خشوع کے ساتھ سجدہ کیا کریں اور اس گھر کو پاک صاف رکھیں اور وہاں کسی قسم کی پرستش غیر اللہ کی نہ ہوا کرے. اس کے قریش مکہ پر تعریض ہے کہ تم لیے یہ نالائق ہو اور کہ تم نے اس گھر کو

خلاف مقصد کے بانی بت خانہ بنا دیا اس کو بت پرستی سے گندہ کر دیا. اور ہم نے ہی ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ پکار دے کہ خدا پرست یہاں آ کر حج کیا کریں. مراسم خدا پرستی بجا لاویں. ہم علاوہ ہم سے جو دور دراز سے خدا پرست پا پیادہ اور سوار ہو کر رستوں اور تنگ گھاٹیوں سے چلے آئیں گے. چنانچہ حضرت ابراہیم نے قبیس کی پہاڑی پر چڑھ کر پکار دیا. اسی وقت سے یہ جشن خدا پرستی قائم ہوا. جو عرب کے جاہلوں کو بت پرستی کے لیے ساتھ ہی لیا تھا. اس کے بعد حج کے فوائد اور قربانی کے طریقے ارشاد فرماتا ہے:-

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا

تاکہ اپنے فوائد کو دیکھیں اور تاکہ جو چار پائے

اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ

خدا نے ان کو دے رکھے ہیں ان پر ایام معلومہ میں

مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ

خدا کا نام یاد کیا کریں (قربانی کرنے میں ان کا نام لیا کریں)

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ

پھر ان میں سے آپ بھی کھاؤ اور محتاج فقیر کو بھی

الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَ

کھلاؤ پھر چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور

لْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا

(احرام کھول کر) اپنی نذریں پوری کریں اور قدیم گھر

بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ وَمَنْ

(کعبہ) کا طواف کریں یہ تو ہو چکا اور جو

يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ

وقعت خدا کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا سو وہ اس کے لیے اس کے

عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ

ربّ کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لیے مواشی حلال کر دیے گئے

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا

مگر وہ جو تم کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (لہٰذا) پھر بتوں کی

الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا

ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات

قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ

سے بھی دور رہا کرو خالص اللہ کے ہو کر رہو اس کے ساتھ

مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

کسی کو شریک نہ ٹھہرانے والے بنو اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے

فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ

تو گویا وہ اوپر سے گر پڑا کہ پھر اس کو پرندے اچک لے جاتے ہیں

اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ

یا اس کو ہوا اڑا کر کسی دور جگہ میں پھینک

سَحِيْقٍ ۝ ذٰلِكَ ۤ وَمَنْ يُّعَظِّمْ

دیتی ہے یہ بات یہ ہے اور جو کوئی اللہ کے شعائر

شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَي

کی حرمت مانتا ہے سو یہ دل کی پرہیزگاری

الْقُلُوْبِ ۝ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ

ہے تمہارے لیے (قربانی کے جانوروں) میں

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى

ایک وقت معین تک فوائد ہیں پھر ان کو قدیم

الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝ ع ٩

گھر تک پہنچانا چاہیے۔

فقال لیشہدوا منافع لہم۔ حج کے منافع دو قسم کے ہیں۔

ایک منافع دنیا، سو وہ بھی بے شمار ہیں۔ (اول) تمام اہل مذہب کا ایک جگہ جمع ہونا میل جول کرنا۔ (٢) ایک قوم کا دوسری سے علم و ہنر میں مستفید ہونا۔ (٣) دور دراز کے صحیح صحیح حالات کا بہم پہنچانا (٤) پھر اس سے تجارت و دیگر امور دنیاویہ میں فوائد حاصل کرنا (٥) تجارت کے منافع سے مستفید ہونا۔ (٦) قوت اجتماعیہ اور اخوت دینیہ کا استوار کرنا۔ (٧) جس بات پر تمام قوم کو اتفاق کرنا ہو وہاں اس مشترک جگہ میں اس کا بخوبی میسر آنا۔ (٨) سفر کا عادی ہونا، ریاضت و مشقت و تجربہ حاصل کرنا وغیرہ۔

دوسرے فوائد دینیہ۔ وہ بھی بہت ہیں۔ صد ہا

ف شعائر جمع شعیرۃ او شعارۃ بالکسر ومنہ شعار القوم ای علامتہم فی الحرب فشعائر اللہ اعلام دینہ ۱۲ منہ

سلہ شعائر علامات اور نشان جو امتیاز کے لیے ہر قوم اور ہر شخص کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ خدا کے شعائر اس کی وہ عبادت کے خاص دستورات جو اس نے فرماں بردار قوم کے امتیاز کے لیے مقرر کر دیے ہیں ان کی پابندی دلی پرہیزگاری ہے۔ قومی اور ملکی نشانوں کا بلا جان کو ترک کرنا ایک طرح کا فسق اور بدکاری ہے کس لیے کہ ان کے ترک کرنے سے قوم قوم نہیں رہتی شیرازہ قائم نہیں رہتا۔ بعض بے باک طبائع ان کو فضول جانتی ہیں اور کہتی ہیں کہ دل میں خدا پرستی ہونی چاہیے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ بھی دلی پرہیزگاری سے متعلق ہے اس کے منافی نہیں۔ اس جگہ شعائر سے مراد احکام حج ہیں قربانی کرنا طواف کرنا، احرام باندھنا حرم و احرام میں شکار نہ کھیلنا، سر منڈانے، عورتوں سے صحبت کرنے سے جدا رہنا اس لیے بعض علماء نے اس کو ہدی یعنی قربانی سے تعبیر کیا ہے۔

ہزاروں خدا پرستوں کو ایک جگہ جمع ہو کر دنیا میں ایک روحانی سلطنت کا نمونہ دکھانا۔ (۲) ایک پیرو مرشد کے انوار و برکات کا منعکس ہونا۔ (۳) حضرت ابراہیم یعنی اپنے محسن کی یادگار کا جلسہ۔ قصر شاہانہ کے عاشقانہ لباس و حیثیت میں اور تہلیل و تکبیر بجا لانا اور بحکم قربانی کرنا۔ (۴) تمام خلائق کو یہ دکھا دینا کہ دنیا میں بھی ایک جماعت ہے جو خاص اس کی پیرو ہے جس سے تمام جہاں میں توحید و خدا پرستی کا ایک ولولہ پیدا ہو وغیرہ۔ ان سب کی طرف اس جملہ میں اشارہ کیا ہے۔ لیشھدوا منافع لھم۔ پھر بعض فوائد کی تفصیل فرماتا ہے فقال ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومٰت کہ چند معین دنوں میں اللہ کا نام لیا کریں۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد قربانی کرنا ہے جس کا قرینہ علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام ہے کیونکہ قربانی میں اللہ کا نام لے کر ہی ذبح کیا جاتا ہے اور ذبح کے وقت تکبیر بسم اللہ واللہ اکبر کہی جاتی ہے اور یہی حکم مناسک و ایام کا ہے اور یہ بھی ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔

اکثر علماء کہتے ہیں ایام معلومٰت سے مراد عشرۂ ذی الحجہ ہے اور معدودات سے ایام التشریق اور یہ مجاہد و عطاء و قتادہ و حسن و سعید بن جبیر و ابن عباس کا قول ہے اور اسی کو شافعی اور ابو حنیفہ نے اختیار کیا ہے کیونکہ یہ ایام عرب کو زیادہ معلوم ہوا کرتے تھے اور اب بھی معلوم ہوا کرتے ہیں اس لیے کہ انہیں کے آخر میں حج کا وقت ہے اور اسی طرح قربانی بھی انہیں ایام میں سے یوم النحر کو ہوتی ہے یعنی دسویں تاریخ۔ خلاصہ یہ کہ ایام معلومات سے عشرہ ذی الحجہ کا مراد ہے اور اس کی جزاء خیر کثیر ہے۔ قربانی دسویں تاریخ کو ہوتی ہے۔ عطاء کی روایت میں ابن عباس سے یوں منقول ہے کہ ایام معدودات سے یوم النحر اور اس کے بعد کے اور تین روز مراد ہیں۔ کیونکہ یہ ایام قربانی کے لیے عرب میں معلوم و معین تھے اور یہی قول صاحبین کا ہے اور اسی کو ابو مسلم نے پسند کیا ہے۔

بھیمۃ الانعام بہیمہ چرند جانور کو کہتے ہیں خواہ بری ہو خواہ بحری۔ اس معنی پر یہ لفظ مبہم تھا پھر جب اس کے ساتھ الانعام لگا دیا تو تعیین ہو گئی یعنی اونٹ گائے بکری دنبہ بھیڑ۔ (کشاف)

فکلوا منھا بعض کہتے ہیں یہ امر وجوب کے لیے ہے کیونکہ ایام جاہلیت میں ہر قسم ہدیوں اور اپنی قربانی میں سے آپ نہیں کھاتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے رفع حرج کے لیے مسلمانوں کو قربانی میں سے کھانے کا حکم دیا۔ لیکن اکثر علماء کہتے ہیں امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت کے لیے ہے یعنی ہدی تطوع و تمتع و قران میں سے آپ بھی کچھ کھاوے اور باقی فقیروں محتاجوں کو دے دے۔ بعض کہتے ہیں نصف آپ کھائے اور نصف کو تصدق کرے۔ بعض کہتے ہیں تین حصے کرے ایک حصہ اپنے لیے ایک احباب و اقارب کے لیے ایک مساکین کے لیے مگر جو قربانیاں کہ

ف حج موت کا بھی نمونہ ہے گھر سے چھوٹنا اور مال اولاد کو چھوڑنا گویا دنیا سے گزر جانے کا نمونہ ہے پھر کعبہ کے قریب آ کر احرام باندھنا گویا کفن پہننے کا نمونہ ہے پھر احرام میں شکار وغیرہ حرام باتوں سے رکا رہنے کے بعد [illegible] رکنے کا نمونہ ہے [illegible] کا ہمراہ ہونا [illegible] اعمال [illegible] ساتھ رہے گا پھر عرفات میں کھڑا ہونا حشر میں کھڑے ہونے کا نمونہ ہے پھر قربانی کر کے احرام [illegible] کا نمونہ ہے پھر [illegible] جانا [illegible] جنت میں [illegible]
[illegible] ف [illegible]
[illegible]

نذر یا کفارات یا حج کے جنایات میں کی جاتی ہیں ان میں سو بالاتفاق نہ کھانا چاہیے سب کو تصدق کر دینا چاہیے یہ مساکین کا حق ہے۔ پہلی امتوں میں قربانیوں کو خواہ کسی قسم کی ہوں کھاتے نہ تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں آپ کھانے کی اجازت صرف اس قربانی میں ہے جو تطوعاً ہو۔

ثم لیقضوا تفثھم۔ مبرد کہتے ہیں تفث کلام عرب میں ملاپ کو کہتے ہیں جو انسان کے لگتی ہے اس میں میل کچیل ناخنوں کا بڑھنا، حجامت کا بڑھ جانا سب آ گیا۔ مراد یہ کہ حج میں قربانی کر کے احرام کھول دو حجامت بنواؤ نہاؤ دھوؤ میل کچیل دور کرو۔ لیقضوا اے لیزیلوا الازالۃ وسخھم۔

ولیوفوا نذورھم اور جو کچھ نذر اور قربانیاں تم نے نذر مانی ہیں ان کو بھی پورا کرو۔ یا یہ مراد کہ حج میں جو چیزیں واجب ہوتی ہیں کہ جن کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا جیسا کہ دم قران و تمتع وغیرہ ان کو پورا کرو۔ نذر نذورھم من اوجب جمہور العرب تقول لکل من خرج عما وجب علیہ وفی بنذرہ وان لم ینذر ھا ینذرہ من اعمال البر فی حجہم (مدارک)

ولیطوفوا بالبیت العتیق قربانی کے بعد جو دسویں تاریخ منیٰ میں ہوتی ہے احرام کھول دیتے ہیں پھر اس کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں جس کا اس جملہ میں حکم دیتا ہے۔ بالاتفاق اس طواف سے مراد طوافِ واجب ہے جس کو طواف الزیارۃ اور طواف الافاضۃ کہتے ہیں۔ کعبہ کو بیت العتیق کہا۔ عتیق قدیم اور پرانے کو کہتے ہیں۔ سو کعبہ حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا ہے اس سے پرانا اور قدیم عبادت خانہ دنیا پر اور کوئی نہیں۔ یہ احکام بیان فرما کر فرماتا ہے، ذٰلک کہ بات یہی ہے جو بیان کی۔ یہ عرب کا محاورہ ہے۔ ایک کلام تمام کر کے یہ جملہ بول دیا کرتے ہیں جس طرح ہٰذا۔

پھر فرماتا ہے کہ جو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں کی رعایت کرے گا تو یہ اس کے لیے عند اللہ بہتر ہے۔ ومن یعظم حرمات اللہ۔ حرمات اللہ وہ امور کہ جن سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے اور ان کی تعظیم ان سے بچنا ہے۔ زجاج نے کہا ہے حرمت وہ ہے کہ جس کے قائم رکھنے کا اللہ نے حکم دیا اور اس میں کمی کرنا حرام ہو۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس جگہ حرمات اللہ سے مراد مناسک حج ہیں من جملہ ان کے احرام میں شکار نہ کھیلنا اور فحش باتوں کی ممانعت ہے۔ اس لیے اس کے بعد احرام کے متعلق ذکر کرتا ہے۔

واحلت لکم الانعام الا ما یتلیٰ علیکم کہ احرام میں تمہارے لیے سب چارپائے حلال ہیں۔ ان کو ذبح کر کے گوشت کھانا مباح ہے مگر وہ جو تم سے سورۂ مائدہ میں بیان کیے گئے وہ درست نہیں منخنقہ وغیرہ اور وہاں وانتم حرم بھی فرما دیا ہے کہ جس سے یہ بات نکلی کہ ان چارپایوں میں سے جو وحشی جانور ہیں جن کا شکار کیا جاتا ہے محرم کے لیے ان کا شکار کرنا ممنوع ہے ہاں غیر محرم شکار کر کے لا دے تو درست ہے کھا لینا۔ خلاصہ یہ کہ احرام کی حالت میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان حلال جانوروں کے گوشت کی بھی ممانعت ہے بلکہ حرم جانوروں کی اور شکار کرنے کی۔

یہ لب لباب ہے تمام احادیث و اقوال کا گوشت سے کیا پرہیز ہے۔ بچنے کی تو یہ چیزیں ہیں فاجتنبوا الرجس من الاوثان کہ بتوں سے بچو جو ناپاک چیز ہے اور اجتنبوا قول الزور اور جھوٹی اور لغویات سے بچو۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں قول الزور سے مراد جھوٹی گواہی ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد مشرکین کا وہ قول ہے جو حج میں کہا کرتے تھے لا شریک لک لبیک الا شریکا ھو لک الخ پھر اخیر تک توحید کی تاکید اور شرک کی مذمت بیان فرماتا ہے اور مشرک کو

اس پر نصیب سے تشبیہ دی ہے جو آسمان سے گر کر اور
پھر پرندے اس کی بوٹی بوٹی کو نوچ لیں یا ہوا سے کہیں دور
جا پڑے مراد یہ کہ اس کا بالکل ستیاناس ہو گیا۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا

اور ہر گروہ کے لیے ہم نے قربانی مقرر کر دی تھی تاکہ جو کچھ

اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ

خدا نے ان کو چار پائے عطا کیے ہیں ان پر اللہ کا نام

الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ

یاد کیا کریں پھر تم سب کا خدا تو ایک ہی خدا ہے سو اسی کو

أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ

مانو اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو ان کو

إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ

کہ جب اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں

الصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَ

جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو اس پر صبر کرتے ہیں اور

الْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

نماز قائم کرتے اور ہمارے دیے میں سے

يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا ع ۵ ۱۲

خرچ کیا کرتے ہیں اور قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے

لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ

اللہ کی نشانیوں میں سے ٹھہرا دیے تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ

پس ان پر اللہ کا نام ذکر کرو کھڑے ہوئے (ذبح کرتے وقت)

فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا

پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں تو ان میں سے خود کھاؤ

وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ

اور قانع اور سوالی کو بھی کھلاؤ ہم نے ان کو

سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾

تمہارے لیے ایسا مسخر کر دیا تاکہ تم شکر کرو

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا

اللہ کو تو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون

وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ ۚ

البتہ تمہاری پرہیزگاری اس کے پاس پہنچتی ہے

كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا

اسی طرح سے اس کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بزرگی

اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۗ وَبَشِّرِ

بیان کرو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت کی اور (خوشخبری)

الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ

نیکو کاروں کو (خوشخبری) سنا دو بے شک اللہ حمایت کرتا ہے

عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ

ایمان داروں کی اللہ کو

لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾

کوئی دغاباز ناشکر پسند نہیں آتا۔

قربانی کے جانوروں کو عرب اپنے ساتھ کعبہ میں لایا
کرتے تھے ایسے جانور لیتے تھے اور ایسے جانوروں کو
کہ جن میں بیشتر اونٹ ہوتے تھے ہدی کہتے تھے
اب ان جانوروں کی نسبت فرماتا ہے لکم فیھا منافع

؎ یعنی ہر وقت ان کے دل خدا سے ڈرتے رہتے ہیں (جلالین) ؎ یعنی شکر کرو ۱۲ منہ
؎ صواف صف باندھے ہوئے یعنی تکبیر کہتے ہوئے ۱۲ منہ

کہ تمہارے لیے ان میں فوائد رکھے ہیں ان پر بوقت ضرورت سوار ہو لینا یا بوقت حاجت ان کا دودھ پینا درست ہے[1] کب تک الی اجل مسمی ایک وقت مقرر تک یعنی ذبح ہونے تک ثم محلھا الی البیت العتیق پھر وقت ذبح کا ان کے منتہی ہوتا ہے کعبہ تک۔ کعبہ سے مراد حرم ہے۔ یعنی پچراس کو حرم میں ذبح کرنا چاہیے کیوں کہ حرم کی زمین بھی یہی حکم رکھتی ہے (مدارک)۔

اس آیت کی تفسیر میں جب کہ فیہا کی ضمیر بہائم کی طرف رجوع کی جائے دو قول ہیں (۱) یہ کہ تمہارے لیے ان بہائم میں ان کے ہدی مقرر کرنے سے پہلے منافع اور فوائد رکھے ہیں ان سے بچے لو، دودھ پیو، ان پر سواری کرو وغیرہ۔ مگر جب کہ ان کو ہدی مقرر کر چکو اور خدا کے پاک نام پر ذبح کرنے کے لیے ان کو کعبہ روانہ کر دو تب یہ منافع حاصل نہ کرنے چاہییں۔ یہ ابن عباسؓ اور مجاہد و قتادہ و ضحاک کا قول ہے پھر اس میں بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ بوقت ضرورت ہدی پر سوار ہو لینا یا اس کا دودھ پی لینا کچھ مضائقہ نہیں۔ اور علماء احناف اسی طرف گئے ہیں اور وہی قوی ہے۔

(۲) یہ کہ ہدی بنانے کے بعد بھی تمہارے لیے یہ منافع درست ہیں اور یہ قول مالک و شافعی و احمد و اسحاق کا ہے۔ اس حدیث سے کہ جس کو ابوہریرہؓ نے روایت کیا کہ ایک شخص کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ہانکتے دیکھ کر فرمایا کہ سوار ہو لے اس نے عرض کیا کہ یہ ہدی ہے دوبارہ آپ نے فرمایا اس نے یہی جواب دیا تیسری بار آپ نے فرمایا کم بخت سوار ہو جا (رواہ مالک) مگر یہ حدیث فریق اول پر حجت نہیں ہو سکتی کس لیے کہ غالباً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاکید کے ساتھ اس کی ضرورت سمجھ کر حکم دیا ہو۔

بعض مفسرین فیہا کی ضمیر شعائر کی طرف رجوع کرتے ہیں جس سے مراد مناسک و مشاہد مکہ مراد لیتے ہیں اور ثم محلھا الی البیت یعنی احرام کھولنے کا موقع بیت اللہ ہے طواف زیارت کرنے کے بعد۔

ف اور جب ہدی روانہ کر چکے اور کسی دشمن کے خوف سے یا مرض کی وجہ سے (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک[2] خلافاً للشافعیؒ) کعبہ جانے سے رک جاوے تو ہدی کو کعبہ روانہ کر دے اور جب معلوم کر لے کہ آج ہدی کی قربانی ہو گئی ہو گی تو احرام کھول دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں فوراً احرام کھول دے ہدی بعد میں ذبح ہو جائے گی کیونکہ رخصت کا یہی مقتضیٰ ہے (ہدایہ)

قربانی پر اعتراض اور اس کے جواب

کوتاہ اندیش اعتراضات کیا کرتے تھے جیسا کہ اب بھی ہنود اور عیسائی قربانی پر اعتراض کرتے ہیں کہ

[1] لیکن دودھ کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ دینا پڑے گا۔ وان صرفہ الی حاجۃ نفسہ تصدق بمثلہ او بقیمتہ لانہ مضمون علیہ (ہدایہ) ۱۲ منہ

[2] ان کے نزدیک یہ اجازت مخصوص ہے دشمن سے رک جانے میں ۱۲ منہ

کسی جانور کے ذبح کرنے سے کیا خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے؟ ناحق جانوروں کو مارتے ہیں یہ رسم جاہلیت ہے اس کا تحقیقی جواب تو اگلی آیت میں دیا ہے کہ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم جس کی تشریح اب آگے چل کر ہم کریں گے۔ لیکن الزامی جواب پہلے عنایت فرماتا ہے فقال ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقہم من بہیمۃ الانعام فالٰہکم الٰہ واحد فلہ اسلموا کہ تم سے پیشتر بھی ہم نے ہر قوم کے لیے رسم قربانی اللہ کا نام یاد کرنے کے لیے جاری کی ہے کچھ نئی بات نہیں حضرت موسیٰ اور یعقوب و اسحاق و ابراہیم علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی قربانی کا دستور خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا۔ جیسا کہ اب تک اہل کتاب کی کتب میں پایا جاتا ہے اور اسی طرح ہنود کے ہاں بھی قربانیاں بہت قدیم سے ہیں گئودان چلا آتا ہے۔ پس تمہارا اور ان کا جدا جدا خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے جس نے ان کو حکم دیا تھا اس نے تم کو بھی دیا۔ پس اس کا کہا مانو قربانی کرو۔ اور اس پر خاص اللہ ہی کا نام لو۔ اور اسی طرح اس کی سب باتوں میں فرماں برداری کرو اور اس کی پوری فرماں برداری کرنے والے کو مخبت کہتے ہیں۔ اس لیے اس کے بعد مخبتین کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ اور خوش خبری دینے کا حکم دیتا ہے بقولہ وبشر المخبتین پھر مخبتین کے اوصاف ذکر کرتا ہے کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ پھر اس کے دو اثر ہیں۔

اول مصیبتوں پر صبر کرنا خدا کے رستے میں بیماری تنگ دستی و دیگر مصائب کی برداشت کر کے ثابت قدم رہنا یہ اول سیڑھی ہے اس لیے پہلے اسی کو ذکر کرتا ہے والصابرین علیٰ ما اصابہم

دوم جان اور مال سے اس کی خدمت میں حاضر ہونا۔ جان کی خدمت اہم ہے اس لیے پہلے اس کو ذکر کرتا ہے والمقیمی الصلوٰۃ نماز یہ کل روح کی جانی خدمت ہے۔ اس کے بعد مال اس کو اس جملہ میں ذکر کرتا ہے ومما رزقنٰہم ینفقون کہ وہ ہمارے دیے میں سے اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ من جملہ اس کے قربانی کرنا ہے۔ اس میں فی الجملہ جواب تحقیقی بھی آگیا کہ قربانی اس لیے ہے اس کے بعد پھر قربانی کا ذکر شروع کرتا ہے بقولہ والبدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر البدن جمع بدنۃ کخشب وخشبۃ امام شافعی کے نزدیک مراد وہ اونٹ ہیں کہ جو قربانی کے لیے حرم کی طرف بھیجے جاویں اور ان کے موٹے بدن ہونے کی وجہ سے ان کو بدنہ کہتے ہیں۔ اور امام مالک و ابوحنیفہ گائے بیل کو بھی بدنہ کہتے ہیں گو بکری کی بھی حج وعمرہ میں قربانی جائز ہے لیکن اس کے صغر جسم سے اس کو بدنہ نہیں کہتے (کبیر) مگر یہاں بدنہ سے اونٹ ہی مراد ہے کہ یہ جانور تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے بار کش اور عجیب الخلقۃ جانور تمہارے لیے

ف شعائر اللہ من اعلام دینہ ان کو اس لیے شعائر کہا کہ ان کے کوہان میں بوقت ہدی ہو جانے کے زخم کر دیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی ہے۔ معالم التنزیل ۱۲ منہ

کیسا مسخر کر دیا لکم فیہا خیر تمہارے لیے اس میں بہت کچھ منافع رکھے ہیں پس ایسی پیاری چیز کو کہ جس کو عرب جان کے برابر عزیز رکھتے ہیں اپنی جان قربان کرنے کے عوض اس کی قربانی کرو فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف کہ اس کو کھڑا کر کے پاؤں باندھ کر اس پر اللہ کا نام لو ذبح کی تکبیر پڑھو بسم اللہ واللہ اکبر اور اس طرح سے قربانی کرنے کو نحر کہتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے والافضل فی البدن النحر وفی البقر والغنم الذبح کہ بدنہ کے لیے نحر افضل ہے اور گائے بکری کے لیے ذبح کرنا افضل ہے لقولہ تعالیٰ فصل لربک وانحر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اگر بٹھا کر بھی ذبح کرے گا تو جائز ہوگا۔ جب نحر کر چکو اور وہ زمین پر گر پڑے یعنی جان نکل جاوے تو آپ بھی کھاؤ اور محتاجوں فقیروں کو بھی کھلاؤ۔ فاذا وجبت جنوبہا وجبت الجنوب کے معنی زمین پر گر پڑنا۔ کہتے ہیں وجبت الحائط وجبۃ اذا سقطت علی الارض۔

اطعموا القانع والمعتر قانع سے مراد وہ محتاج ہے کہ جو قناعت کرے اور لوگوں سے مانگتا نہ پھرے اور معتر وہ جو مانگتا پھرے۔ غرض یہ کہ دونوں کو دو اور خود بھی کھاؤ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

اب اس کے جواب تحقیقی کو شروع کرتا ہے اور اسی کے ضمن میں ایک رسم جاہلیت پر تعریض کرتا ہے فقال لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم کہ اللہ کے پاس ان قربانیوں کا نہ تو گوشت جاتا ہے نہ خون بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ صاحب معالم التنزیل وغیرہ نے اس آیت کی شان نزول میں یوں لکھا ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب قربانی کر کے اس کا گوشت اور خون بتوں کے آگے رکھتے اور خون ان سے مل دیتے تھے اور اسی طرح کعبہ کی دیواروں کو بھی خون لگاتے تھے۔ اس بات کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ قربانیوں کا خون اور گوشت اللہ کو مطلوب نہیں یہ اس کے پاس نہیں جاتا ہاں اس قربانی سے تمہارا تقویٰ مطلوب ہے اور وہی اس کے پاس جاتا ہے۔

اس آیت سے جواب تحقیقی یوں نکلتا ہے کہ بندہ کا کمال اور اس کی سعادت یہ ہے کہ اپنے معبود حقیقی اور خالق کی دل سے محبت کرے۔ اور طبائع بشریہ میں محبت کا اخیر مرتبہ اس پر فدا اور قربان ہو جانا ہے اور اسی لیے اظہار محبت کے مقامات پر ایسے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے کہ تیرے قربان، تجھ پر فدا۔ اور یہ بات حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے پروانہ کا شمع پر جلنا اظہر من الشمس ہے حقیقی قربانی تو فنا فی اللہ ہونا ہے جو خاصان خدا کا حصہ ہے مگر اپنی محبوب ترین چیز کا قربان کرنا بھی اس کے قائم مقام ہے اور اپنے نفس کے بعد انسان کو دو چیزیں زیادہ تر محبوب ہیں اولاد اور مال اس لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنی قربانی فنا فی اللہ کے بعد اپنے پیارے فرزند حضرت اسمٰعیل کی قربانی کا قصد مصمم کیا۔ اور حج تو سراسر افعال عاشقانہ ہیں حضرت ابراہیم کی یادگار ہے اور نفس اور اولاد کا قربان کرنا ہر ایک کا کام نہیں

ؔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انا ابن الذبیحین کہ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں، اس سے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کی طرف اشارہ ہو تو بعید نہیں ۱۲ منہ

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا
جن (مسلمانوں) سے کافر لڑتے ہیں ان کو بھی (لڑنے کی) اجازت دی گئی کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے
وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (٣٩)
اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ
وہ جو ناحق اپنے گھروں سے نکال
حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَ
دیئے گئے صرف اس لئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے اور
لَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ
بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ
ہٹواتا تو تکیے اور گرجے اور عبادت خانے
وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا
اور مسجدیں کہ جن میں اللہ کی بہت یاد کی جاتی ہے
اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ
ڈھائی جاتیں اور بے شک جو اللہ کی مدد کرے گا
مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ
تو اللہ بھی اس کی مدد کرے گا البتہ اللہ قوی زبردست ہے ان کی
عَزِيزٌ (٤٠) الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ
مدد کرے گا؛ کہ اگر ہم ان کے پاؤں ملک میں
فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ
جما دیں (حاکم کر دیں) تو نماز پڑھا کریں اور
آتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ
زکوٰۃ دیا کریں اور نیک باتوں کا حکم کیا کریں
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ
اور بری باتوں سے منع کیا کریں اور ہر بات کا انجام تو

مال میں سے حیوانات اونٹ بکری ذبح کرنے جو مرغوب چیز ہے اور انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک بھی ہیں اس لیے ان کی قربانی جاری کی گئی۔ تقویٰ خدا کے پاس پہنچنے سے یہی مراد ہے اس کے بعد فرماتا ہے کذلک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علی ما ھدٰکم کہ یہ جانور اسی لیے تمہارے بس میں کر دیے گئے کہ تم اس کی رہنمائی کے موافق بوقت نحر و ذبح اللہ کے نام کی تکبیر بیان کرو۔ پھر اس دلیل کے بعد اس کے حکم ماننے والوں کے لیے ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ دینے کا حکم دیتا ہے وبشر المحسنین۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تقرب حاصل کرنے کی ذریعہ کا احسان پایا گیا ہے۔ پہلے ذکر تھا کہ کفار مسجد الحرام سے روکتے ہیں یہاں فضائل حج قربانی اور ایمان داروں کے اوصاف ذکر کر کے ایمانداروں کی حمایت کو مژدہ دیتا ہے بقولہ ان اللہ یدافع عن الذین امنوا اور کافروں سے نفرت ظاہر کرتا ہے ان اللہ لا یحب کل خوان کفور۔ پہلے ان اللہ یدافع عن الذین امنوا میں مسلمانوں کے لیے ان کی حالت مظلومی پر مقابلہ کا اشارہ تھا مگر اس کے بعد بھی کفار قریش ظلم و ستم سے باز نہ آتے تھے ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان زخمی ہو کر اور پٹ کر آیا کرتے تھے اور شکایت کر کے مقابلہ کی اجازت چاہتے تھے مگر آپ فرماتے تھے کہ صبر کرو پھر آپ مدینہ میں گئے تو یہ آیت اذن للذین نازل ہوئی۔ یہ اجازت جہاد میں اول آیت ہے۔

سلہ یعنی اللہ تعالیٰ تقریر میں بھی اور معاملات میں بھی ایمان داروں کی حمایت کرتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انجام کار ان کو غالب کرے گا کفار روکنے کے قابل نہ رہیں گے ۱۲ منہ

الْأُمُورِ ﴿٤١﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ

اللہ ہی کے ہاتھ ہے ۔ اور (اے نبی) اگر وہ آپ کو جھٹلائیں

فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ

تو ان سے پہلے بھی نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور ابراہیم

وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ

کی قوم اور لوط کی قوم اور مدین والے (اپنے

وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿٤٣﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ

اپنے نبی کو) جھٹلا چکے ہیں

وَكُذِّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ

اور موسیٰ بھی جھٹلائے گئے تھے پھر ہم نے منکروں کو (چندے) مہلت دی

ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ

پھر ان کو پکڑ لیا (سو) دیکھا ہماری کیسی

نَكِيرِ ﴿٤٤﴾ فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ

پکڑ تھی (الغرض) کتنی بستیوں کو ہم

أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ

غارت کر چکے ہیں اور وہ نافرمان تھیں سو وہ

خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ

اپنی چھتوں سمیت ڈھئی پڑی ہیں اور کتنے (ایک)

مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿٤٥﴾ أَفَلَمْ

کنوئیں نکمے پڑے ہیں اور بہت سے مستحکم محل اجڑے پڑے ہیں پھر کیا وہ

يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ

ملک میں نہیں پھرے (چل کر دیکھتے) تو ان کے ایسے دل ہو جاتے

قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ

کہ جن سے سمجھتے یا ایسے کان ہوتے

يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى

کہ جن سے وہ سنتے پھر کچھ آنکھیں تو اندھی نہیں

الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى

ہو جایا کرتیں بلکہ اندھے تو دل ہی ہو جاتے

الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾

ہیں جو سینوں میں ہیں۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَ

اور (اے رسول) وہ آپ سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اللہ

لَن يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَإِنَّ

اللہ تو ہرگز اپنے وعدہ کا خلاف نہ کرے گا اور تمہارے

يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ

رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار

مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّن مِّن

برس کے برابر ہے اور کتنی ایک نافرمان

قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

بستیوں کو میں نے مہلت دی اور وہ نافرمان تھیں

ع ۱۰ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾

پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا اور پھر کر تو ہمارے ہی پاس آنا ہے

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت مکہ ہی میں نازل ہوئی
ہے اس میں خاص ان لوگوں کو جہاد کی اجازت ہے جو
ان کے ظلم و ستم سے ہجرت کر کے باہر جانا چاہتے تھے
اور کفار ان کو زبردستی روکتے تھے۔ اس آیت میں
مسلمانوں کو جہاد کی اجازت ہے اور سبب اجازت
بھی بیان کر دیا بانھم ظلموا کہ مسلمانوں پر ظلم کیا گیا
اس لیے ان کو اجازت ہے کہ مقابلہ کریں۔ اہل مدینہ
و ابن عامر و حفص یقاتلون کو بفتح تاء پڑھتے ہیں یعنی
ان مومنوں کو اجازت ہے کہ جن سے کفار مقاتلہ
کرتے ہیں لڑتے مارتے ہیں قتل کرتے ہیں پھر ان کو

وعدہ دیتا ہے کہ ان اللہ علی نصرہم لقدیر کہ
اُن کی مدد پر تو وہ بے شک قادر ہے یعنی ان کو غالب کرے گا چنانچہ
جب مظلوم مسلمانوں نے جہاد کی تلوار کھینچی تو سب کو
زیر کر دیا۔ اس کے بعد ان مسلمانوں کی حالت مظلومی
بیان فرماتا ہے الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق کہ
جن کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے یہ وہ مظلوم لوگ ہیں کہ جو
ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں صرف اسی
جرم پر کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے ہیں اور کسی کو شریک
نہیں کرتے۔

اس کے بعد اجازت جہاد کا سبب بیان فرماتا
ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع
کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے شریروں، سرکشوں کے شر
اور ان کی سینہ زوری کو دوسرے لوگوں یعنی خدا
پرستوں کے ہاتھ سے مٹاتا نہ رہتا تو اب تک ایک زمانہ
گزرتا کہ انبیاء کے عبادت خانے باقی رہتے نہ ان
کے تابعین کے عبادت خانے باقی رہتے نہ نماز و عبادت
جاری رہتی۔ صوامع جمع صومعۃ۔ مجاہد و ضحاک کہتے
ہیں صوامع رہبان کے عبادت خانوں کو کہتے ہیں۔
قتادہ کہتے ہیں فرقہ صابئین کی عبادت گاہوں کا نام
ہے۔ و بیع جمع بیعۃ نصاریٰ کے گرجے۔ صلوات
یہود کی نماز کی جگہ۔ مساجد جمع مسجد اہل اسلام کی
عبادت گاہ۔

ابو العالیہ کہتے ہیں کہ صوامع نصاریٰ کے اور
بیع یہود کے اور صلوات صابیوں کے اور مساجد
مسلمانوں کے عبادت خانے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب
مساجد مسلمین کے نام ہیں اوصاف مخصوصہ کے لحاظ
سے یہ حسن کا قول ہے۔

یہود و نصاریٰ کے عبادت خانوں کو خدا نے
محفوظ رکھنا یا تو اس لیے فرمایا کہ نسخ و تحریف سے
پیشتر یہ مقامات متبرک تھے بعض کہتے ہیں بعثت محمدیہ
کے بعد بھی ان کی حرمت فی الجملہ باقی ہے کس لیے کہ ان میں
بھی تو اللہ ہی کی عبادت کی جاتی ہے یہ بت خانے نہیں
ہیں جہاں بتوں کی پرستش ہوتی ہو اور حسن کے قول
کے موافق تو اس گفتگو کی ضرورت نہیں کیوں کہ مساجد
مراد ہیں۔

اس کے بعد مجاہدوں کو اپنی مدد کا پھر وعدہ دیتا ہے
ولینصرن اللہ من ینصرہ کہ جو اس
کی یعنی اس کے دین اور انبیاء کی اعانت و حمایت
کرے گا خدا ضرور اس کی بھی مدد کرے گا۔ پھر ان
ناصرین دین کے چند اوصاف ذکر کرتا ہے کہ اگر ہم
کی مدد سے وہ زمین پر غالب ہو جاویں اور سلطنت
و حکومت حاصل کر لیں تو (۱) نمازیں پڑھا کریں،
(۲) زکوٰۃ دیا کریں، (۳) نیک باتوں کا حکم دیا کریں،
(۴) بری باتوں سے لوگوں کو منع کیا کریں۔ مطلب
یہ کہ جب خدا ملک میں کسی قوم کو بنظر حمایت دین
کا بعض و مسلط کرے تو ان کو یہ باتیں عمل میں لانی
چاہییں نہ کہ عیاشی اور فسق وغیرہ میں مبتلا ہو جایا کریں
کیوں کہ ان کے غالب و مسلط کرنے سے اللہ کا یہی
مقصود ہے کہ زمین پر نیکی اور خدا پرستی اور عدل و
انصاف قائم رہے اسی لیے اس بات کو بطور پیشین
گوئی فرمایا کہ وہ ضرور ایسا کریں گے چنانچہ آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفاء اربعہ نے
دین الٰہی کی مدد کی جہاد کر کے مخالفوں کو سر نگوں
کر ڈالا اور خدا نے حسب وعدہ ان کی مدد کی کہ ان کو
ملکوں کا مالک کر دیا پس جو حسب پیشین گوئی ان میں
یہ سب خوبیاں موجود تھیں پھر ان کو ظالم و غاصب
کہنا کلام الٰہی کی تکذیب کرنا ہے۔

اور اسی لیے بعد میں فرمایا وللہ عاقبۃ الامور۔

کہ اللہ کو ہر بات کا انجام کار معلوم ہے وہ بھلا حمایت
دیتی ایسے لوگوں کو ملک پر کیوں قابض کرنے لگا جو
اقتدار پاکر فساد کریں۔ اس کے بعد آں حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ اگر یہ مشرکین اپنی
دولت و حشمت کے گھمنڈ پہ آپ کو جھٹلاتے ہیں
تو کچھ رنج کی بات نہیں ہے آپ سے پیشتر قوم
نوح اور عاد و ثمود اور قوم ابراہیم اور لوط اور مدین
کے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے موسیٰ بھی جھٹلائے
گئے ہیں مگر انجام کار ہم نے منکروں کو ہلاک کر دیا
ملک میں پھر کر دیکھو ان کے بلند محل اور بڑے عمیق
کوئیں کیسے برباد پڑے ہیں۔

اس کو سن کر منکرین عذاب کے خواستگار
ہوتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اللہ ہرگز
اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا اور عذاب کے لیے
جلدی کرنا اور اس کے انتظار کی مدت کو بہت شمار
کرنا عبث ہے ہاں عذاب کے ایام البتہ بڑے
سخت ایام ہیں وہاں کا ایک روز بوجہ سختی اور
تکلیف کے جو منکروں پر ہوگی جس کی مفصل کیفیت
اللہ جانتا ہے۔ وان یوما عند ربك تمہارے
ہزار برس کے برابر ہوگا۔ مصیبت کے ایام کی
درازی ضرب المثل ہے۔ معالم میں ہے قال مجاہد
وعکرمۃ یوما من ایام الآخرۃ میں خدا تعالیٰ ایام کی
ایسی درازی کرے گا کہ وہاں کا ایک روز یہاں کے
ہزار برس کے برابر ہوگا۔ بعض کہتے ہیں اس کے یہ
معنی ہیں کہ مہلت دینے میں ایک روز اور ہزار
برس دونوں برابر ہیں کیوں کہ وہ قادر ہے جب
چاہے مواخذہ کرلے، تاخیر سے اس کے وقوع میں
تردد نہ کرنا چاہیے یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ
اے نبی کہہ دو کہ اے لوگو! بس میں جو ہوں تو صرف تم کو
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٤٩ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صاف صاف ڈرسنانے والا ہوں پھر جو لوگ ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے تو ان کے لیے بخشش
وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝٥٠ وَالَّذِيْنَ
اور عزت کی روزی ہے اور جنہوں نے
سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۤئِكَ
ہماری آیتوں کے پست کرنے میں کوشش کی سو وہی
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝٥١ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا
دوزخی ہیں اور ہم نے اے نبی تم سے
مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ
پہلے کوئی بھی ایسا رسول نہیں بھیجا اور نہ نبی
اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ
کہ اس نے جب کوئی تمنا کی ہو اور شیطان نے اس کی تمنا میں کچھ
اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى
آمیزش نہ کی ہو اللہ شیطان کی آمیزش کو دور
الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ
کرکے اپنی آیتوں کو مستحکم کر دیا کرتا ہے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٥٢ لِّيَجْعَلَ
اور اللہ خبردار حکمت والا ہے تاکہ شیطان کی
مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ
آمیزش کو ان لوگوں کے لیے کہ جن کے دلوں میں مرض
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ
(شک) ہے اور جن کے دل سخت ہیں ان کے لیے

قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ

جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم تو پڑے ہیں

شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝۵۳ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

ضد میں پڑے ہوئے ہیں اور اس لیے بھی مقصود ہے

اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

ہے کو علم دیا گیا ہے اس کو حق اور اپنے رب کی طرف سے جان کر

فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ

اس پر ایمان لاویں پھر ان کے دل اس کے لیے جھک جاویں

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اور اللہ ایمان داروں کو سیدھے

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۴

رستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے اے محمد کہہ دو کہ تم کس لیے جلدی کرتے ہو میں تمہیں مطلع کرنے آیا ہوں کہ جو ایمان لاوے گا نیک کام کرے گا مغفرت اور دنیا و آخرت میں عزت پاوے گا اور جو مقابلہ کرے گا جہنم میں جاوے گا میں نذیر ہوں بشیر ہوں نہ خدا ہوں نہ خدا کے گھر کا مالک و مختار کہ جو چاہوں تمہاری خواہشوں کے موافق اس کو کر دکھاؤں اس لیے اس بات کی تائید کے لیے یہ کلام بطور جملہ معترضہ فرمایا وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنٰی القی الشیطٰن فی امنیتہ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم ہی کیا موقوف ہے تم سے پیشتر جس قدر رسول اور نبی بھیجے گئے ہیں گو وہ معصوم تھے مگر آخر بشر تھے تو اس بشریہ سے خالی نہ تھے جب کبھی کسی نے ان میں سے کوئی تمنا کی ہے یعنی کسی امر مہتم بالشان کی طرف توجہ تام کی ہے تو قوت متوہمہ نے جس کو شیطان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے

کچھ نہ کچھ اس میں خلط کر دیا ہے۔ چنانچہ انہیں ایام میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا کہ آپ ہجرت کر کے ایسے ملک میں گئے ہیں کہ جہاں نخلستان ہے پس قوت متوہمہ نے مکہ یا یمامہ و ہجر کی طرف خیال کر دیا حالانکہ مراد مدینہ تھا۔ اسی طرح خواب میں دیکھا کہ حلق و قصر کر کے مکہ میں داخل ہوئے ہیں وہم نے کہ دیا کہ اسی سال میں یہ واقعہ پیش آنے کا حالانکہ کئی سال بعد پیش آیا اسی طرح آیات میں جو کچھ پیشین گوئیاں ہوتی ہیں ان کی تعیین میں قوت متوہمہ دخل در معقولات کر دیتی ہے پس ایسی باتیں ضعیف الایمان اور سست اعتقاد اور ۴ ایک دل والوں کے لیے فتنہ یعنی آزمائش ہو جاتی ہیں وہ ڈگمگا جاتے ہیں شبہ کرنے لگتے ہیں اور اہل علم اور راسخ الاعتقاد اس بات کی حقیقت پر واقف ہو کر اس کو ایک بات من جانب اللہ جان کر اس پر ایمان لاتے اور دل میں خائف ہو جاتے ہیں۔

مگر خدا تعالیٰ اس آمیزش کو دور کر کے جو امر حق ہے اس کو قائم رکھتا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ اٰیٰتہ واللہ علیم حکیم آیات سے مراد وہ احکام خاصہ ہیں جو رسول اور انبیاء کو القاء ہوتے ہیں۔ اس آمیزش وہمی کو دور کر کے انہیں صاف اور محکم کر دیتا ہے یہ اصل مطلب صاف ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ

اور منکر تو ہمیشہ اس سے شک میں پڑے

مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

رہیں گے یہاں تک کہ یکایک ان پر قیامت آجاوے

اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝۵۵

یا ان کو منحوس دن کا عذاب آلیوے۔

[illegible]

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ
اس روز اللہ ہی کی حکومت ہے وہی ان میں فیصلہ بھی کرے گا

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
پھر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۵۶ وَالَّذِيْنَ
وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے اور جو

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ
منکر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں سو انہیں کو

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۵۷ وَالَّذِيْنَ
ذلت کا عذاب ہے اور جنہوں نے

هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا
اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ مارے گئے

اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ
یا خود مر گئے البتہ ان کو اللہ عمدہ روزی دے گا (آخرت میں)

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸
اور بے شک اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ
البتہ اللہ ہی ان کو ایسی جگہ میں پہنچا دے گا کہ جس سے وہ خوش ہو جاویں گے اور

اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۵۹ ذٰلِكَ ۚ
اللہ خبردار تحمل والا ہے بات یہ ہے اور

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ
جو کوئی اسی قدر بدلہ لیا کہ جس قدر اس کو تکلیف دی گئی تھی

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ
پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا البتہ

اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ
اللہ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے یہ اس لیے کہ

اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ
اللہ رات کو دن میں اور دن کو

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
رات میں داخل کیا کرتا ہے اور بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے (یعنی قادر)

بَصِيْرٌ ۝۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ
اور (واقعہ بھی) یہ ہے اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے

وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ
اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہی غلط

ع ۵ / ۱۴ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۶۲
ہے اور بے شک اللہ ہی عالی شان بزرگ ہے

بعض مفسرین کی عادت ہے کہ وہ قرآن مجید کے صاف اور سیدھے مطلب کو الجھاوے میں ڈال دیتے ہیں اور جب کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو اس کے لیے کوئی قصہ گھڑ لیتے ہیں پھر اس کو شان نزول قرار دے لیتے ہیں اور پھر لفظ حدثنا یا اخبرنا دیکھ کر خوش اعتقاد لوگ اس مہمل بات کو حدیث سمجھ لیتے ہیں چنانچہ انہیں آیات کی تفسیر میں ایک قصہ نقل کیا کرتے ہیں کہ کہ میں آں حضرتؐ نے سورۃ النجم کی اس آیت کے بعد ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ القاء شیطانی سے جو آپ کے دل میں خیال تھا بت پرستوں کے خوش کرنے کو یہ جملہ بھی پڑھ دیا تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی جس سے مشرکین خوش ہو گئے مگر جبرئیل نے آکر آپ کو متنبہ کیا اور آپ کو رنج ہوا اس لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

؎ یعنی اس مظلوم کی جس نے بدلہ لیا تھا اور پھر ظالم یا اس کے مددگاروں نے اس بدلہ لینے والے پر دوبارہ ظلم کیا تو خدا اس مظلوم کا مددگار ہے ۱۲ منہ

پھر بعض اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ شیطان نے بشکل قرأت جیسے یہ جملہ جاری کر دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں استفہام انکاری کے طور پر یہ جملہ آپ نے کہا تھا مگر جب سرے سے اس قصہ کی اصل نہیں اور امام بیہقی نے خاص اس کے رد میں ایک رسالہ لکھ دیا اور ثابت کر دیا کہ یہ قصہ زندیقوں کا بنایا ہوا ہے کسی صحیح سند اور معتبر راویوں سے اس کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا تو پھر ان توجیہات اور ان کے مقابلہ میں قرآن مجید کی آیات اور دیگر دلائل کی کیا ضرورت ہے؟ امام فخر رازی و صاحب مدارک و بیضاوی وغیرہ محققین نے اس قصہ کا ابطال بڑے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے کیا ہے مگر اسلام پر عیب لگانے کے لیے پادری لوگ ایسے لغو قصہ کو خواہ مخواہ ہی گھسیٹ لاتے ہیں حالانکہ ایسی بے اصل باتوں سے اسلام پر عیب لگانا انصاف اور خدا ترسی سے بہت ہی بعید ہے واللہ اعلم۔ اولئک لہم عذاب مہین تک اسی بیان کا تتمہ ہے۔

پھر والذین ھاجروا فی سبیل اللہ سے لے کر ان اللہ لعفو غفور تک اصل مطلب کی طرف رجوع ہے کہ خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں اور ظالموں کے ہاتھ سے مارے جانے والوں کو آخرت میں بڑے درجات اور عمدہ مقامات ہیں اور دنیا میں بھی خدا اس گروہ کی مدد کرے گا، وہ ہر بات پر قادر ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی آسمان سے پانی برساتا ہے
فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۗ إِنَّ اللَّهَ
تو اس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے بے شک خدا
لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿٦٣﴾ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ
مہربان اور باخبر ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں
وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ
اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی وہ
الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٤﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ
بے نیاز اور قابل ستائش ہے۔ اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ
سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ
نے تمہارے لیے زمین کی چیزوں کو مسخر کر دیا اور کشتی کو جو
تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ
کہ چلتی ہے دریا میں اس کے حکم سے اور روکے ہوئے ہے آسمان کو
السَّمَاءَ أَن تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا
تھام رکھا ہے کہ اس کے حکم بغیر زمین پر کہیں گر نہ پڑے
بِإِذْنِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ
نہیں پاتا۔ بے شک اللہ آدمیوں کے ساتھ عنایت کرنے
رَّحِيمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ
والا مہربان ہے اور وہی تو ہے کہ جس نے تم کو زندہ کیا
ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۗ إِنَّ
پھر وہی تم کو مارے گا پھر وہی تم کو زندہ کرے گا بے شک
الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ ﴿٦٦﴾ لِّكُلِّ أُمَّةٍ
انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ ہم نے ہر قوم کے لیے
جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ ۖ فَلَا
ایک دستور مقرر کر دیا ہے کہ جس پر وہ عمل کرتے ہیں پس ان کو چاہیے
يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ ۚ وَادْعُ إِلَىٰ
کہ آپ سے اس امر میں جھگڑا نہ کریں اور آپ اپنے رب کی طرف
رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ
لوگوں کو بلاتے رہیے بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں

وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

اور اگر آپ سے وہ جھگڑیں بھی تو کہہ دو جو کچھ تم کر رہے ہو خدا اس کو

تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ

خوب جانتا ہے — اللہ قیامت کے دن آپ فیصلہ کرے گا جس

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

چیز میں کہ تم باہم اختلاف

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ

کر رہے ہو — اے مخاطب کیا تو نہیں جانتا کہ جو کچھ

يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۗ اِنَّ

آسمان اور زمین میں ہے اللہ سب کو جانتا ہے — یہ سب

ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ ۗ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى

اس کے دفتر میں لکھا ہوا (موجود ہے) یہ اللہ پر آسان

اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ

(بات) ہے — اور وہ اللہ کے سوا اس کو پوجتے

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

ہیں کہ جس پر نہ اس نے کوئی سند اتاری

وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۗ وَمَا

اور نہ ان کے پاس ہی کوئی اس کا علم ہے — اور ان ظالموں کا

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَاِذَا تُتْلٰى

تو کوئی بھی مددگار نہ ہوگا — اور جب کہ ان کو

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِىْ

ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے چہروں پر

وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۗ

اے نبی تم کو ناخوشی معلوم ہوگی

يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ

(ایمان) کو گراں جو ان کو ہماری آیتیں سناتے ہیں قریب ہے کہ

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۗ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ

ان پر حملہ کر بیٹھیں کہہ دو کیا میں تم کو اس سے بھی

مِّنْ ذٰلِكُمْ ۗ اَلنَّارُ ۗ وَعَدَهَا اللّٰهُ

سخت تر بات بتاؤں (وہ کیا ہے؟) آگ ہے کہ جس کا خدا نے کافروں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٢﴾ ع ۹ / ۱۶

سے وعدہ کر لیا ہے — اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے

پھر اپنی قدرت اور جبروت کا اظہار عالم میں گوناگوں تصرفات سے ظاہر کرتا ہے بقولہ یولج اللیل فی النہار الی ان الانسان لکفور اور انہیں جملوں میں انسان ناقدرے اور ہٹ دھرم کو اپنی بے شمار نعمتیں بھی یاد دلاتا ہے۔ شبہ ہوتا تھا کہ جب خدا تعالیٰ ایسا رحیم و کریم منعم ہے اور اس کی رحمت اور اس کے فیض سے کوئی خالی نہیں تو پھر بندوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت پابندی شریعت و احکام کی کیوں تکلیف دیتا ہے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہو لکل امۃ جعلنا منسکا ہم ناسکوہ کہ ہم نے بندوں کی بھلائی کے لیے ہر امت کے لیے ان کے مناسب ان کے انبیاء اور اولیاء کی معرفت (جیسا کہ فرمایا ہے و لکل قوم ہاد۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر) ایک شریعت اور رستہ بنا دیا ہے اور فلاح دارین کے لیے ایک قانون دیا ہے جس کے وہ پابند تھے فلا ینازعنک فی الامر پھر ان کو تم سے اے نبی اس امر میں جھگڑا کرنا مناسب نہیں وادع الی ربک انک لعلی ہدی مستقیم آپ سب لوگوں کو ان کے رب کی طرف بلاتے رہیں کیونکہ تم سیدھے رستہ پر ہو دلائل میں نظر کر کے ہر عاقل جان سکتا ہے۔ وان جادلوک فقل اللہ اعلم بما تعملون اور اگر اس کے بعد بھی وہ تم سے جھگڑا کریں تو کہہ دو کہ اللہ تمہارے کام سے خوب واقف ہے وہ آپ سمجھ لے گا اللہ یحکم بینکم یوم

۲۲

القیامة فیما کنتم فیه تختلفون اور قیامت کے
دن آپ فیصلہ کر دے گا۔

منسک شریعت اور رستہ ہے ابن عباس کا قول ہے
جیسا کہ علامہ نے نقل کیا ہے اور یہی ٹھیک ہے جیسا کہ خود
فرماتا ہے لکل امة جعلنا منکم شرعة ومنهاجا
بعض نے ذبح و قربانی کا حکم مراد لی ہے۔

اللہ کو ہر بات معلوم ہے الم تعلم ان اللہ یعلم
ما فی السماء والارض ان ذلک فی کتاب ان
ذلک علی اللہ یسیر سے یہ مطلب ہے کہ تو خود جانتا ہے کہ
اللہ کو آسمان اور زمین کی ہر بات معلوم ہے اور یہ سب کچھ
لوح محفوظ میں ہے اور یہ بات اللہ کے نزدیک کچھ مشکل
نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔ مگر اے نبی ان لوگوں کی
عقل کو دیکھیے کہ شریعت و طریقہ انبیاء کو بگاڑ کر و
یعبدون من دون اللہ ما لم ینزل به سلطانا
ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں کہ جن کے لیے اللہ کی طرف
سے کوئی بھی سند نہیں یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ
خدا کے گھر کے مختار ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یا قیامت
میں ہمارے لیے سفارش کریں گے اس بات پر ان کے
پاس خدا کے ہاں سے کیا دلیل ہے محض خیالی بات ہے
اور اس سے بڑھ کر وما لیس لهم به علم ان
چیزوں کو پوجتے ہیں کہ جنہیں جانتے بھی نہیں علم حقیقی ان کی
بابت کا نہیں رکھتے جیسا کہ ہزاروں معبود وہمی و خیالی ہنود
کے ہیں کالی بھوانی سیتا بھیرو فلاں فلاں بھوت۔ یہی
حال عرب کی قوموں کا تھا مگر واذا تتلی علیهم آیاتنا
بینٰت تعرف فی وجوہ الذین کفروا المنکر
جب ان کو روشن کھلی کھلی آیتیں
اور دلائل سنائے جاتے ہیں تو منہ بنا لیتے ہیں اور
چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر جو سنانے والے ہیں حملہ کریں۔ واذا
تتلی علیهم آیاتنا الخ فرماتا ہے کہ کیا برا ہے جہنم

کی آگ اس سے زیادہ ناگوار ہوگی جو منکروں کے لیے مقرر
ہو چکی ہے قل افانبئکم الخ

یَا أَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا
لوگو! ایک مثل بیان کی جاتی ہے سو اس کو سنو

لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِینَ تَدْعُونَ مِن دُونِ
جن لوگوں (معبودوں) کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو

اللَّهِ لَن یَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ
وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ وہ سب اس کے لیے جمع ہو جائیں

وَإِن یَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا
اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو

یَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ
اس سے واپس بھی نہیں لے سکتے طالب اور مطلوب دونوں ناتواں

وَالْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ
ہیں انہوں نے اللہ کو جیسا کہ چاہیے تھا

قَدْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِیٌّ عَزِیزٌ ﴿٧٤﴾
بھی قدر نہ کی بے شک اللہ تو بڑا زور آور زبردست ہے

اس کے بعد ان کے معبودوں کے عجز و ناطاقتی ظاہر
کرنے کے لیے فرماتا ہے یا ایها الناس ضرب مثل
فاستمعوا له کہ ایک مثل بیان کرتے ہیں اس کو سنو!
اور وہ مثل یہ ہے ان الذین تدعون من دون اللہ
لن یخلقوا ذبابا کہ جس کو پکارنا اور اس سے مراد چاہنا
جائز ہے اس کو قدرت تو ہونی چاہیے اور وہ خالق بھی ہو
اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ سب حیوانات میں
کم مرتبہ مکھی ہے اس کو تو بنا ہی نہیں سکتے ولو اجتمعوا له
اگر وہ سب بھی جمع ہو کر بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے پھر دوسری
بات اس سے بھی کم تر ہے اور وہ یہ کہ ان یسلبهم الذباب

اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے اڑے تو اس سے چھین بھی نہیں سکتے پس جب یہ حال ہے تو ضعف الطالب و المطلوب۔

ضحاک کہتے ہیں طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد معبود۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں طالب سے مراد مکھی ہے جو بتوں کی چڑھی ہوئی چیز پر آ بیٹھتی ہے اس کو لیتی ہے اور مطلوب صنم ہے کہ جس سے مکھی طلب کرتی ہے۔ بعض کہتے ہیں بالعکس کہ طالب صنم مطلوب مکھی۔ بہر تقدیر یہ سب ضعیف و کمزور ہیں جو بت اپنے منہ سے مکھی نہ اڑا سکے بھلا اس کو پوجنا کس عقل کا کام ہے؟

ما قدروا اللہ حق قدرہ بات یہ ہے کہ لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ چاہیے تھا ان اللہ لقوی عزیز وہ قوی اور ہر بات پر قادر ہے پھر بندوں کو کیا مصیبت ہے جو اس کے سوا اوروں کے پاس جاتے ہیں کیا وہ کافی نہیں یا اور کوئی اس سے زیادہ قادر ہے؟

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا

فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی (جس کو چاہتا ہے) پیغام

وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝75

پہنچانے کے لیے منتخب کر لیتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے (اور)

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

وہی سب کا اگلا اور پچھلا حال جانتا ہے

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝76 يٰٓاَيُّهَا

اور اللہ ہی کی طرف سب باتیں رجوع کرتی ہیں ایمان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَ

والو! رکوع اور سجدہ کرو اور

اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ

اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور بھلائی کیا کرو

سجدہ عند الشافعی

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝77 وَجَاهِدُوْا

تاکہ تم فلاح پاؤ اور اللہ کی راہ

فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ

میں جیسا کرنا چاہیے جہاد بھی کرو اسی نے تو تم کو انتخاب کیا ہے

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ

اور تم پر اس نے دین میں کوئی تنگی بھی

مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ

نہیں کی ہے تمہارے باپ ابراہیم کا ہی تو دین ہے

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ

تو اسی نے تو تمہارا نام پہلے سے مسلمان

قَبْلُ وَفِيْ ھٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ

رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول

شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ

تم پر گواہ بنے اور تم لوگوں پر

عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ

گواہ بنو پس نماز قائم کیا کرو اور

اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ

زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کو مضبوط ہو کر پکڑو

هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى

وہی تو تمہارا مولا ہے پھر کیا ہی خوب مولا

۱۰ ع ۹ ۱۷ وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝78

اور کیا ہی خوب مددگار ہے۔

بتوں کی حقیقت تو معلوم ہو گئی اب سنیے وہ لوگ

کو جو خدا کے برگزیدہ ہیں ملائکہ و انبیاء جن کو اکثر بت پرست
یا مشرکین پوجتے ہیں اور معبود حقیقی کے برابر ان کے درجات
تسلیم کر کے ان سے حاجات کا سوال کرتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ
حضرت مسیح علیہ السلام کو اور ہنود اپنے بزرگوں کو اور
آج کل کے جہال مسلمان اولیاء کرام اور بزرگان دین کو
پوجتے ہیں اور عرب کے مشرکین اور صابئین ملائکہ کو پوجتے
تھے ہیں ان کی نسبت فرماتا ہے اللہ یصطفی من
الملٰئکۃ رسلا و من الناس کہ ملائکہ اور لوگوں
میں سے جو ممتاز اور رسول ہیں ان کو بھی تو اللہ ہی نے
برگزیدہ کیا ہے یعنی ان کے کمالات اپنے گھر کے نہیں
ان کی بزرگی اللہ کی عطا کی ہوئی ہے پھر اللہ کو چھوڑ کر
اللہ کے بندوں کو پوجنا کیا عقل ہے؟

دوم لفظ رسلا میں اشارہ ہے کہ ملائکہ و انسانوں
میں جس قدر محترم اور معزز ہیں وہ رسول ہیں یعنی رسل
ملائکہ و بنی آدم ان کے بھی اصطفاء اور برگزیدگی کا باعث
رسالت ہے پھر جو ہیں کے رسول ہیں اس کے بندہ اور اس سے
زیادہ کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

سوم جب رسول ہی آنحضرت اللہ کے پیغام بندوں
کے پاس لاتے تھے اور سب سے مؤکد پیغام یہی تھا کہ اللہ
کے سوا کسی کو معبود نہ جانو پھر عجب ہے کہ ان کے پیغام کو
بالائے طاق رکھ کر انہیں کو خدائی کا شریک سمجھنے لگے۔ اور
اسی کلام میں منکروں کا جواب بھی ہے وہ کہتے تھے
کہ کیا اللہ نے ہم سب میں سے محمد ہی کو رسالت کے لیے
خاص کر لیا و انزل علیہ الذکر من بیننا کہ اس
میں کسی کا کیا اجارہ ہے اللہ فرشتوں میں سے جس فرشتہ کو
چاہتا ہے اس کام کے لیے ممتاز کر لیتا ہے اور اسی طرح
انسانوں میں سے جس انسان کو چاہتا ہے اس کام کے
لیے ممتاز کر لیتا ہے ان اللہ سمیع بصیر۔ وہ ہر ایک
کام کی مصلحت سے خوب واقف ہے اور ان بزرگوں کے
پوجنے والے جو حقیقیں کر کے ان کو الوہیت میں شریک کرتے
ہیں وہ ان کی باتیں سن رہا ہے اور جو کچھ افعال عبودیت
ان بزرگوں کے بیچ کر رہے ہیں ان کو دیکھ رہا ہے یعلم
ما بین ایدیھم وما خلفھم اللہ کو اگلی پچھلی ہر بات
معلوم ہے و الی اللہ ترجع الامور اور ہر بات کی
انتہاء اسی کی طرف ہے یعنی ہر بات اسی کے قبضہ
قدرت میں ہے۔ اگلے جملے سے علم اس سے قدرت کا اثبات
مقصود ہے۔

بت پرستی اور شرک کی مذمت اور دنیا میں
رسولوں کی بعثت بیان کر کے ایمان والوں کو ان باتوں
کی تاکید کرتا ہے جو نجات اور فلاح کا ذریعہ ہیں فقال
یا ایھا الذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا کہ اے
ایمان والو! خدا تعالیٰ کو رکوع سجود کرو یعنی نماز پڑھا
کرو جس میں رکوع اور سجود ہے اور نماز کے علاوہ اور بھی
عبادت کیا کرو واعبدوا ربکم تلاوت ذکر روزہ
اور وافعلوا الخیر ہر ایک نیکی کرو احسان صلہ رحمی
خیرات صدقات مکارم اخلاق دنیا کی سب اچھی باتیں
یہ نیکیں لعلکم تفلحون تاکہ تمہیں فلاح ہو۔ ابن
المبارکؒ و احمدؒ و اسحاقؒ و امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ
اس آیت کے بعد سجدہ کرنا لازم ہے اور سفیان ثوریؒ
اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس جگہ سجدۂ تلاوت واجب
نہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ سجدۂ تلاوت واجب ہے
امام شافعیؒ سورۂ ص میں سجدہ واجب نہیں جانتے
اس کے بدلے میں اس جگہ کا سجدہ لے کر چودہ پورے کرتے
ہیں۔ ہمارے امام کے نزدیک سورۂ ص میں سجدہ ہے یہاں
نہیں۔ واللہ اعلم۔

اس کے بعد ایک اور حکم دیتا ہے وجاھدوا فی
اللہ حق جھادہ جہاد سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک
دشمنان دین سے جنگ کرنا ہے اور حق جہاد سے مراد

پورے طور پر اور نہایت سعی و کوشش سے، جس کی تفسیر بعض نے یوں کی ہے کہ خالصاً للہ اور بعض کہتے ہیں جس میں اسرار اور اللہ کی مخالفت نہ ہو، بعض کہتے ہیں جس میں کسی کی ملامت کا خوف نہ ہو۔ پھر یہ عام ہے خواہ زبان سے ہو خواہ تلوار سے۔ اور اس حکم کا سب کے اخیر میں صادر کرنا اس بات کو جتلاتا ہے کہ نماز و فعل الخیرات سب سے بڑھ کر یہ کام ہے کیونکہ جب تک شر اعداء سے امن قائم نہ ہوگا تو زمین پر خدا تعالیٰ کے بندے نہ بفراغ قلبی نماز پڑھ سکیں گے نہ کوئی اور نیک کام کر سکیں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں جاھدوا فی اللہ سے عام طور پر ہر دینی بات میں دل سے کوشش کرنا مراد ہے خواہ اعداء دین سے جنگ ہو خواہ علم دین کی ترویج خواہ اور نیکی کی باتیں۔ اس تقدیر پر یہ جملہ گویا کلام سابق کے لیے تاکید ہے۔

بعض اہل عرفان جیسا کہ عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں اس سے مراد مجاہدۂ نفس ہے کہ نفس کو ناجائز خواہشوں سے روکو اور اسی کو جہاد اکبر کہتے ہیں اور یہی حق الجہاد ہے۔

پھر فرماتا ہے ھو اجتبٰکم کہ اللہ نے تم کو اے امت محمدؐ اس خدمت کے لیے ممتاز کر لیا ہے تم کسی کے طعن و تشنیع کی پروا نہ کرو وما جعل علیکم فی الدین من حرج اور جو شریعت دی گئی ہے اس میں کوئی مشکل اور دقت نہیں رکھی گئی ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں کہ جس سے خلاصی اور جس کی معافی توبہ و استغفار یا کفارہ و قصاص سے نہ مقرر کی گئی ہو اور اسی طرح اوقات عبادت کے لحاظ سے بھی سہولت ہے اور اسی طرح اگر غسل و وضو نہ کر سکے تیمم کی اجازت ہے کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے بیٹھ کر پڑھ لے سفر میں قصر ہے۔ بیمار کو افطار کی رخصت ہے یہاں تک کہ جو چیزیں سؤر مردار وغیرہ حرام ہیں بوقت اضطرار ان کی بھی اجازت ہے۔ یہود کی طرح شریعت اور احکام سخت نہیں نہ ہنود کی طرح کچا مذہب ہے کہ غیر کے ہاتھ لگنے سے دھرم بھرشٹ ہو جائے، اپنے ہاتھ سے چوکا کرے اور ہزاروں پاک چیزیں حرام و ممنوع ان کے ہاں قرار دی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ سفر و حضر موت و حیات معاملات کا دائرہ تنگ کر دیا گیا ہے۔

ملۃ ابیکم ابراھیم یہ تمہارے باپ ابراہیم کی شریعت ہے کوئی نئی شریعت نہیں۔ اس میں عرب کی طرف خطاب ہے جو اکثر ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور تمام امت بھی مراد ہو سکتی ہے کس لیے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت ابراہیمؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہونے کی وجہ سے جو مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں سب مسلمانوں کے باپ ہیں۔ قرآن مجید میں حضرتؐ کی بیبیوں کو مسلمانوں کی مائیں کہا ہے وازواجہ امھٰتھم پس آپ باپ ہیں اور آنحضرتؐ کی شریعت کا مادہ حضرت ابراہیم کی شریعت ہے بلحاظ زمانہ اس میں کچھ ترمیم ہوئی کہ اس لیے حضرتؐ کی شریعت کو ملت ابراہیم کہتے ہیں ھو سمٰکم المسلمین من قبل کہ اسی نے تو تمہارا نام پہلے کو مسلمان یعنی فرمانبردار رکھا جیسا کہ دعا کی تھی ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ وفی ھذا اور اس کتاب میں بھی اور اس عہد میں بھی تمہارا نام مسلمان قرار پایا ہو لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس۔ تاکہ رسول قیامت میں تمہارا گواہ بنے اور تم تمام بنی آدم کے لیے گواہ بنو توحید عبادات کا قیام تمہارے سپرد کیا گیا ہو فاقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ جانی اور مالی عبادات میں سرگرم رہا کرو واعتصموا باللہ اور ہر بات میں اللہ ہی کا بھروسہ رکھو اپنے دشمنوں سے کچھ خوف نہ کرو کیونکہ ھو مولٰکم وہ تمہارا مالک اور کارساز ہے فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔

الحمد للہ سترہویں (۱۷) پارے کی تفسیر ختم ہوئی

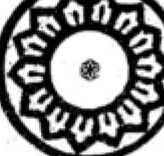

تفسیر حقانی

پارہ ۱۸

قد افلح

سورۃ مومنون

مکیہ ہے اس میں ایک سو اٹھارہ آیات اور چھے رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ
بے شک ایمان والے مراد کو پہنچے (یہ) وہ ہیں

هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ②
جو اپنی نماز میں عاجزی کیا کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③
اور وہ جو بے ہودہ باتوں سے الگ رہتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④
اور وہ جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤
اور وہ جو اپنے ستر کو محفوظ رکھتے ہیں

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ
مگر اپنی بیبیوں یا لونڈیوں پر

اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥
اس لیے کہ ان میں کوئی الزام نہیں

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
پھر جو کوئی اس کے سوائے ڈھونڈے تو وہی

هُمُ الْعٰدُوْنَ ⑦ وَالَّذِيْنَ هُمْ
حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور جو اپنی

لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧
امانتوں اور اپنے عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨
اور جو اپنی نمازوں کی محافظت کیا کرتے ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ

وہی　　وارث　　ہیں　　جو

يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪

جنت الفردوس کا ورثہ پاویں گے (اور) وہ اس میں سدا رہا کریں گے۔

ترکیب

الذین المؤمنون کی صفت یا بدل والذین ہم حفظون الآ علی ازواجہم فی موضع نصب لان المعنی صانوہا من کل فرج الا من فرج ازواجہم اور حال بھی ہوسکتا ہے لان الآ والحنین علی ازواجہم او قوامین علیہن من قولک کان فلان علی فلانۃ ہم فیہا خلدون جملہ حال مقدرہ جو فاعل یا مفعول سے۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی مکہ میں ہجرت سے پیشتر نازل ہوئی ہے۔ احمد و ترمذی و نسائی نے روایت کی ہے جس کا اخیر جملہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے بعد فرمایا کہ مجھ پر دس آیات (یعنی اس سورۃ کا اول) ایسی نازل ہوئی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔

سورۂ حج کے اخیر میں یہ تھا کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے کہ تم اور لوگوں پر دنیا و آخرت میں نیکی اور بدی کے معاملات میں شہادت ادا کرو۔ جس کام کو بااتفاق تم اچھا کہو یا جس شخص کو تم بھلا کہو وہی اچھا اور وہی بھلا ہے اور رسولؐ ایسے معاملات میں تم پر شہادت ادا کرنے والا ہے تمہاری اچھائی اور برائی رسول کی شہادت پر موقوف ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ گواہ جب تک عادل یعنی نیک اور معتبر نہ ہو تو اس کی گواہی کیا؟۔ اس لیے اس سورۃ میں اصول حسنات کی طرف اس جملہ فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللّٰہ میں اجمالاً اشارہ تھا اس سورت میں اس کی تشریح فرمائی گئی اور اصول حسنات جو موجب فلاح و صلاح دارین ہیں بتلائے گئے اور اصول حسنات بیان فرمانے سے پہلے ان پر عمل کرنے والے کو بلفظ قد جس کے معنی تحقیق اور ضرور کے ہیں فلاح کا مژدہ بھی دے دیا کہ اس کی فلاح میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ فقال قد افلح المؤمنون کہ ایمان داروں نے فلاح حاصل کرلی۔ آگے اس فلاح کی بھی شرح فرمائے گا مگر اس سے پہلے وہ اوصاف ارشاد فرماتا ہے جن پر فلاح مرتب ہے یہ سات صفت ہیں جو تمام مکارم اخلاق کے اصل الاصول ہیں اور جن میں دنیا و آخرت کے متعلق حکمت نظری و عملی تہذیب اخلاق سے لے کر تدبیر المنزل تک کوئی بات رہ نہیں گئی ہے۔

(۱) المؤمنون اس میں ایمان کا ذکر ہے جو سب نیکیوں کی جڑ ہے اس میں اجمالاً اشارہ اور اس کی صفات اور ملائکہ اور انبیاء اور ان کی کتب اور دار آخرت کی تصدیق آگئی یہ تمام حکمت نظریہ کا خلاصہ ہے۔

(۲) الذین ہم فی صلاتہم خاشعون یہاں سے حکمت عملیہ شروع ہوتی ہے اور نماز سب میں اول بات ہے۔ اس جملہ میں نہ صرف نماز پڑھنے ہی کا ذکر ہے بلکہ نماز میں عاجزی کرنے کا بھی۔ خشوع کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو دل کا فعل کہتے ہیں ڈرنا اور دل سے معانی پر لحاظ کر کے خدا تعالیٰ کو حاضر پا اپنے آپ کو اس کے آگے کھڑا سمجھ کر عجز و نیاز کرنا۔ اور بعض اس کو ہاتھ پاؤں کا عمل کہتے ہیں سکون سے کھڑا رہنا ادھر ادھر التفات نہ کرنا۔ کپڑے یا داڑھی یا اور چیز سے کھیل نہ کرنا وغیرہ کے اور اور بعض نے دونوں باتوں کو لیا ہے اور یہی قوی ہے

اور صحیح حدیثوں میں دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے کس لیے کہ جب انسان اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے سامنے سمجھے گا اور اس سے عجز و نیاز کرے گا جو روح نماز ہے تو وہ کبھی ادھر ادھر ملتفت نہ ہوگا۔ جب شاہان دنیا کے دربار میں ادھر اُدھر ملتفت ہونا سوء ادب ہے تو وہاں دربار عالی میں کیوں کر ادھر اُدھر ملتفت ہو سکتا ہے ہاں جو رسمی نماز پڑھتے ہیں اور دل سے نہ ان کو حضور ہے نہ نیاز وہ ایسی باتیں کرتے ہیں ان کی نماز ان کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

(۳) والذین ھم عن اللغو معرضون سے وہ جو بےہودہ باتوں سے کنارہ کرتے ہیں۔ لغو حرام اور مکروہ اور اس مباح فعل کو بھی کہتے ہیں کہ جس کی طرف انسان کو کوئی حاجت یا ضرورت نہ ہو افسوس کہ آج کل مسلمان اس لغو میں کیسے مبتلا ہیں دنیاوی امور میں صدہا مکانات اور بےضرورت اسباب خرید اور بناکر محتاج ہو جاتے ہیں بیاہ شادی میں اس لغو کی کچھ انتہا نہیں آتش بازی ناچ رنگ کیا کیا ہوتا ہے اور اسی طرح دینی معاملات میں لغو کا ارتکاب ہوتا ہے اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر کیا کچھ نہیں ہوتا پھر قبروں پر ناچ ہوتا ہے اور دیگر فضول باتیں ہوتی ہیں اور محرم میں تو کچھ انتہا ہی نہیں رہتی ہزارہا روپیہ لگا کر تعزیے بنتے ہیں لوگ ریچھ بندر بنتے ہیں شدے اور تلم اور ان کے ساتھ دیگر منہیات پھر کہیں حضرت امام حسینؓ کے گھوڑے کا فرضی نقل نکلتا ہے جس کو نقل صاحب کہتے ہیں۔ سرکاروں سے لاکھوں روپے عاشور خوانوں کے لیے ملتے ہیں کاش یہ روپیہ قوم کی تعلیم میں صرف ہوتا کہاں گئے ہمارے واعظ مجالس میں صرف رُلانا ہی جانتے ہیں ان باتوں کا ذکر تک بھی نہیں کرتے۔

(۴) والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون وہ جو اپنے مال اللہ کے رستہ میں ایک حصہ معین دیا کرتے ہیں اور حصۂ معین کو زکوٰۃ کہتے ہیں اس کے لیے فاعلون کا لفظ لانا نہایت فصاحت ہے۔

(۵) والذین ھم لفروجھم وہ جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے سوا اور کسی پر اپنا ستر نہیں کھولتے اس سے لواطت اور سحق اور ہاتھ سے منی نکالنے کی بھی ممانعت ثابت ہوئی اور متعہ کی ممانعت بھی سمجھی گئی کس لیے کہ متاعی عورت حصہ نہ ملنے کی وجہ سے بیوی نہیں اور نہ لونڈی ہے پھر کیوں کر مباح ہو سکتی ہے اور آیت میں بیوی اور لونڈی پر قضاء شہوت کا حصر کر دیا ہے۔

(۶) والذین ھم لامٰنٰتھم وعھدھم راعون وہ جو امانت اور عہد کی حفاظت رکھنے والے ہیں امانت میں مال اور آبرو اور بات سب کی حفاظت ضرور ہے اسی طرح عہد میں عہد الٰہی اور باہمی معاہدہ آگیا۔

(۷) والذین ھم علٰی صلوٰتھم یحافظون وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ وقت پر شرائط و مستحبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ان ساتوں باتوں کے عمل میں لانے والے کے لیے اس نے اپنے فضل سے جنت میں اعلیٰ درجہ کی اعلیٰ بہشت کا وعدہ دیا جس کو جنۃ الفردوس کہتے ہیں اور اس کا ان کو وارث یعنی مالک بھی قرار دیا اور وہاں ہمیشہ رہنے کا مژدہ بھی دیا۔ یہ ہے فلاح۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ
اور البتہ انسان کو ہم نے چھنی ہوئی مٹی سے

مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً
پیدا کیا　　پھر ہم نے اس کو ایک قرارگاہ (رحم)

فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا
میں نطفہ بنا کر رکھا　　پھر نطفہ کو

النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً
علقہ بنایا پھر علقہ کو مضغہ گوشت بنایا
فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا
پھر مضغہ گوشت میں ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں کو
الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۗ
گوشت پہنایا پھر اس کو ایک دوسری صورت میں بنا دیا
فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾
پس بابرکت ہے اللہ وہ کیا ہی عمدہ بنانے والا ہے
ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾
پھر اس کے بعد تم کو مرنا ہے
ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾
پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

منکر اس کے بعد بھی منکرین حشر و نشر یہ کہتے تھے
کہ مرکر کون زندہ ہوگا؟ اس لیے اس کے بعد اوّل حشر
نشر کو ثابت کیے فقال ولقد خلقنا الانسان من طین الخ
کہ ہم نے انسان کو قطرہ منی سے پیدا کیا اور وہ قطرہ
مٹی سے بنایا تھا کیونکہ غذا زمین ہی سے پیدا ہوتی ہے
منی سے بنتی ہے پھر اس قطرہ کو خون بنایا پھر گوشت کا
لوتھڑا بنا کر اس کے اندر ہڈیاں بنائے پٹھے اور نسے
بنائے اور اس کو انسان بنا کر ماں کے پیٹ سے باہر لایا
اور پھر وہ ایک روز مرتا ہے پھر جس نے ایسا کیا وہ کیا
دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے کہ اول نشر
انکم یوم القیمۃ تبعثون یہ دلیل کا نتیجہ ہے۔
یہاں تک وہ دلیل انفس تھی کہ انسان سب سے پہلے
اپنے ہی اندر اس کی قدرت کاملہ کے مشاہدہ سے
معلوم کر سکتا ہے پھر غور کرکے فی الفور کہہ سکتا ہے کہ وہ
قادر بالکمال ضرور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ ع

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ
اور البتہ ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے
وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ
اور ہم بنانے میں بے خبر نہ تھے اور
اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ
ہم نے ایک اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی اتارا پھر اس کو ٹھہرایا
فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ
زمین میں اور ہم اس کو لے جا بھی سکتے
لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ
ہیں پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے
جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا
لیے کھجور اور انگور کے باغ اگائے جن میں تمہارے
فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾
لیے بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے بھی ہو
وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ
اور (ہم نے) زیتون کا درخت بھی پیدا کیا جو کوہ طور سینا سے نکلتا ہے
تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾
جو کھانے والوں کے لیے روغن اور سالن لے کر اگتا ہے
وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ
اور تمہارے لیے چارپایوں میں بھی عبرت ہے
نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا
کہ ہم تم کو ان کے پیٹ کی چیز پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں
مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾
بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو
وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾
اور ان پر اور کشتیوں پر سوار بھی کیے جاتے ہو

اس کے بعد دلائلِ آفاق یعنی انسان سے باہر جو شواہد ہیں ان کو شروع کرتا ہے اور سب میں بڑے نمونے کا پہلے ذکر کرتا ہے فقال ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق یعنی ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے۔ طرائق جمع طریقہ۔ آسمانوں کو طرائق یا تو اس لیے کہا کہ یہ ملائکہ کے آنے جانے کے رستے ہیں یا سبع سیارہ کی چال کے رستے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ان کو طرائق ان کے تطارق کی وجہ سے کہا ہو جس کے معنی تہ بہ تہ یعنی اوپر تلے ہونے کے ہیں یقال طارق الرجل نعلیہ اذا اطبق نعلا علی نعل وطارق بین ثوبین اذا لبس ثوبا فوق ثوب۔ یہ خلیل اور زجاج اور فراء کا قول ہے (کبیر)۔

پھر فرماتا ہے وما کنا عن الخلق غافلین[1] کہ ہم نے ان آسمانوں کو یا دیگر مخلوق کو بے جوڑ کیف ما اتفق نہیں پیدا کیا بلکہ ہر ایک میں صد ہا حکمتیں ملحوظ ہیں ابتداء سے لے کر انتہا تک ان کے مصالح کو مد نظر رکھا ہے۔

(دوسری دلیل) وانزلنا من السماء ماء بقدر الخ کہ ہم آسمانوں سے یعنی اوپر بادلوں سے پانی اتارتے ہیں سو وہ بھی بے اندازہ نہیں کہ یوں ہی بادلوں کے دہانے کھول کر بے موقع دنیا کو غرقاب کر دیا جائے بلکہ ایک اندازۂ خاص سے، پھر اس پانی کو بے ہودہ طور پر صرف نہیں کرتے بلکہ فاسکنٰہ فی الارض اس کو زمین میں رہنے دیتے ہیں اور انا علیٰ ذھاب بہ لقادرون ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اس پانی کو لے جاویں سکھا دیں لیکن فانشانا لکم بہ جنات الخ تمہارے لیے اس سے باغ اگاتے ہیں اور طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اناج وغیرہ پیدا کرتے ہیں من جملہ ان کے کھجور اور انگور ہے جن کو تر اور خشک گرمی اور سردی میں ہر طرح سے کھاتے ہیں ان کے سوا باغوں میں لکم فیھا فواکہ کثیرۃ ومنھا تاکلون تمہارے لیے اور طرح طرح کے میوے ہیں اور نہ صرف میوے کہ جن سے پیٹ نہ بھرے غذا کا کام نہ چلے بلکہ بعض ان میں سے کھانے کا بھی کام دیتے ہیں۔ صاحب کشاف کہتے ہیں منھا تاکلون کے یہ معنی کہ یہی باغ تمہاری معاش اور روزی کا بھی ذریعہ ہیں جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں پیشہ سے کھاتا ہے۔ وشجرۃ معطوف ہے جنات پر ای انشانا لکم شجرۃ اس درخت سے مراد زیتون کا درخت ہے جو عرب کے لیے بیشتر کوہ طور میں پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے تخرج من طور سیناء صاحب کشاف کہتے ہیں طور یا تو سیناء میدان کی طرف مضاف ہے کہ جس کو سینین بھی کہتے ہیں یا طور مضاف اور سیناء مضاف الیہ دونوں سے مرکب ہو کر ایک پہاڑ کا نام ہے جیسا کہ امرء القیس و بعلبک پھر بعض اس کو غیر منصرف کہتے ہیں تعریف و عجمہ کے سبب یا تعریف و تانیث کے سبب کیونکہ یہ بقعہ ہے۔ اور فعلاء کا الف تانیث کے لیے نہیں جیسا کہ حرباء اور بعض الف کو تانیث کے لیے کہتے ہیں جیسا کہ صحراء۔ یہ پہاڑ قلزم کے اس طرف عرب کے گوشہ شمال و مغرب کے بیابان میں ہے یہیں حضرت موسیٰ کو توریت ملی تھی۔

تنبت بالدھن موضع حال میں ہے ای تنبت وفیھا الدھن کما یقال رکب الامیر بجندہ ای ومعہ الجند۔ یعنی اس درخت میں تیل ہوتا ہے وصبغ للآکلین اور سالن بھی نہ سب کے لیے بلکہ ان کے لیے جو اس میں روٹی لگا کر کھاتے ہیں۔ عرب زیتون کے تیل کو سالن کے کام میں لاتے ہیں۔

---

[1] وما کنا عن الخلق غافلین کی یہ سب دلیل ہے جس میں بعض چیزوں کے چند فوائد بیان ہوئے ہیں اور اس میں طبیعت کے خالق و فاعل ہونے کا رد ہے جس کے دہریے قائل ہیں ۱۲ منہ

الصبغ والصباغ الصبغ ما یصبغ بہ الخبز ای یغمس فیہ عطف
علی الدھن اسے ادام۔

تیسری دلیل حیوانات کے متعلق وان لکم فی
الانعام لعبرۃ کہ چارپایوں میں بھی تمہارے لیے بہت غور
کی جا ہے۔ ان کی پیدائش اور توالد و تناسل اور ان کا شعور
و ادراک تو درکنار معرفت ہی ہے مگر تم صرف ان کے ان ہی
فائدوں کو ہی دیکھو۔ (۱) نسقیکم مما فی بطونہا ان کا دودھ
پلاتے ہیں اور پیٹ کی آلائش اور خون میں سے کس حکمت
بالغہ سے جدا کیا اور خالص بنا دیا ہے۔ (۲) ولکم فیہا منافع
کثیرۃ دودھ کے سوا تمہارے لیے ان میں اور بھی
فوائد ہیں ان کی اون اور جلد کو کام میں لاتے ہیں (۳)
ومنہا تاکلون کہ بعض کو تم کھاتے بھی ہو ان کا گوشت
تمہاری عمدہ غذا ہے (۴) وعلیہا وعلی الفلک تحملون
کہ ان پر اور کشتیوں پر بھی سوار ہوتے ہو تو جو اس قدر
پھر جو قادر یہ کمال پیدا کرتا ہے کیا وہ اپنی حکمت بالغہ سے
انسان کو ایک نئی زندگی نہ دے گا اور اس کی
حیات کا سلسلہ اسی چند روزہ حیات پر تمام کر دیگا،
ہرگز نہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ
اور البتہ نوح کو ہم نے اس کی قوم کی طرف بھیجا
فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم
تو انہوں نے کہا کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے
مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٢٣﴾
سوا اور کوئی معبود نہیں تو پھر کیوں نہیں ڈرتے
فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ
سو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے (یہ) کہا
مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ
کہ یہ کیا مگر تمہارے ہی جیسا ایک آدمی تم پر

أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ
بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا
لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا
تو فرشتے ہی نہ بھیج دیتا ہم نے اپنے اگلے باپ
فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ إِنْ هُوَ
دادوں سے یہ بات کبھی سنی بھی نہیں یہ تو بس ایک
إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ
دیوانہ آدمی ہے سو تم اس کو ایک
حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي
وقت تک انتظار کرو۔ نوح نے کہا کہ اے رب! تو میری مدد کر
بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٢٦﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ
کہ مجھے جھٹلاتے ہیں پھر ہم نے اس کی طرف وحی کی
أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا
کہ ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ
فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۙ فَاسْلُكْ
پھر جب ہمارا حکم آوے اور تنور جوش میں آوے تو اس میں
فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ
ہر ایک حیوان کے (نر و مادہ کے) دو دو لے لینا اور
أَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ
اپنے گھر والوں کو بھی مگر ان میں سے جس کے لیے (ڈوبنے کا) حکم
مِنْهُمْ ۖ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ
ہو چکا ہے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات
ظَلَمُوا ۖ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا
بھی نہ کرنا کیونکہ وہ سب ڈوبنے والے ہیں پھر جب

لہ یعنی اس کی بات کا جس سے ہم کو خدا بتاتا ہے۔ منہ

اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى
تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں کشتی پر
الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي
سوار ہولیں تو کہنا حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے
نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَ
ہم کو ظالم قوم سے نجات دی اور
قُلْ رَّبِّ أَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا
دعا کرنا کہ اے رب مجھ کو (کشتی سے) برکت کے ساتھ اتاریو
وَّأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ
اور تو بہتر اتارنے والا ہے بے شک اس
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّإِنْ كُنَّا
قصہ میں بہت سی نشانیاں قدرت کی ہیں اور ہم کو تو
لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ
آزمائش منظور تھی پھر ان کے بعد ہم نے اور
قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَأَرْسَلْنَا فِيْهِمْ
دوسرا قرن پیدا کیا پھر ان میں بھی انہیں میں سے
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
ایک رسول[۱] بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو
مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ
تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں
أَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾
پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟

اب یہاں سے چند انبیاء گزشتہ کے تذکرے بیان کرتا ہے جن کے ذکر سے یہ چند باتیں ظاہر کرنی مقصود ہیں۔ (۱) یہ کہ جس طرح لے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج تمہاری قوم تم سے کج بحثیاں اور شبہات رکیکہ کرتی ہے اسی طرح پہلے لوگ انبیاء سابقین کے ساتھ کرتے آئے ہیں۔ (۲) یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان نبیوں کی معرفت بڑے بڑے معجزے دکھا کر آخر کار ان کو ہلاک و برباد کیا ہے ایسا ہی تمہارے مخالفوں کے ساتھ ہونے والا ہے۔ (۳) یہ کہ سب انبیاء خدا پرستی اور توحید کی تعلیم کرتے آئے ہیں یہ جو بت پرستی کو تقلید آباء و اجداد سے ایک امر جائز قرار دیتے ہیں محض غلط بات ہے (۴) خدا تعالیٰ ہر ایک قرن کو غارت کرکے اس کے بعد دوسرا قرن پیدا کرتا آیا ہے پھر کیا مرنے کے بعد زندہ نہیں کرسکتا؟

سب سے پہلا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جس میں بڑی بات کلام سابق کے ساتھ موجب ربط یہ ہے کہ وہاں فرمایا تھا ہم آسمان سے ایک اندازہ خاص کے ساتھ تمہارے فائدے کے لیے نازل کرتے ہیں اور جب بندے سرکشی کرتے ہیں اور انبیاء کے مقابلہ سے باز نہیں آتے تو اسی رحمت کو زحمت کر دیتے ہیں جیسا کہ قوم نوح کے لیے ہوا کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کا حکم دیا، شرک سے منع کیا ان کی قوم نے کہا (۱) یہ تم جیسا آدمی ہے اس میں فضیلت کی کیا بات ہے؟ (۲) اللہ نے اس کو کیوں بھیجا فرشتے کیوں نہ بھیج دیے؟ (۳) یہ حکم ہم نے باپ دادا سے نہیں
ع ۲ ۱۵ ۲
سنا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو (۴) اس کی یہ باتیں خلاف عقل ہیں یہ دیوانہ ہے۔ (۵) یہ کہتا ہے کہ عذاب آئے گا دیکھو آتا ہے یا نہیں؟ چونکہ یہ شبہات بے بنیاد تھے ان کا جواب ذکر نہ کیا۔

[۱] حضرت ہود یا صالح علیہ السلام ۱۲ منہ

آخر کو نوح علیہ السلام نے دعا کی الٰہی میری مدد کر۔ اس پر حکم ہوا کہ کشتی بنا کر اور اس پر اپنے خاندان کو بجز ان کے کہ جن کی تقدیر میں ازل سے ہلاکت لکھی گئی الا من سبق علیہ القول اور ایمان والوں کو اور ہر جنس کے جوڑے کو سوار کر لو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور باقی سب لوگ کہ جن میں ان کا بیٹا کنعان بھی تھا غرق ہو گئے۔ اس قصہ کی کامل تشریح پہلے ہو چکی ہے اور فار التنور کے معنی بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ قصہ کو تمام کر کے نتائج ذکر کر دیا اس کی طرف اشارہ کرتا ہے ان فی ذلک لآیات کہ اس میں بڑی نشانیاں قدرت کی ہیں۔ پھر فرماتا ہے ان کے بعد ہم نے اور قرن پیدا کیا اور اس میں بھی ایک اور رسول بھیجا یہ دوسرا قصہ ہے۔ اس رسول سے مراد حضرت ہود یا صالح علیہما السلام ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کو توحید و خدا پرستی کا حکم دیا تھا اور مر کر زندہ ہونے کا بھی وعدہ کیا تھا۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ
اور ان کی قوم کے سردار جو آخرت کے

كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَ
منکر تھے اور اس کے آنے کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے

أَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَٰذَا
ان کو زندگانی دنیا میں آسودگی بھی دے رکھی تھی کہنے لگے

إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ
کہ یہ رسول بھی تو تم جیسا ایک آدمی ہے کھاتا ہے جو تم کھاتے

مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿٣٣﴾
ہو اور پیتا ہے جو تم پیا کرتے ہو

وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ
اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی

إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ﴿٣٤﴾ أَيَعِدُكُمْ
تو بیشک تم خسارہ میں پڑ گئے کیا تم کو وعدہ دیتا ہے کہ

أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَ
کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں

عِظَامًا أَنَّكُمْ مُخْرَجُونَ ﴿٣٥﴾ هَيْهَاتَ
ہو جاؤ گے تو تم (پھر دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جاؤ گے بعید ہے بعید ہے

هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾ إِنْ
وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے بجز اس کے اور ہماری

هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَ
تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے مرتے اور

نَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾
جیتے ہیں اور ہم کو تو مر کر زندہ ہونا نہیں

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى
بس یہ ایک ایسا شخص ہے کہ جس نے اللہ پر

اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾
جھوٹ بنایا ہے اور ہم تو اس کا یقین نہیں

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٣٩﴾
رسول نے دعا کی کہ الٰہی جس بات میں مجھے جھٹلایا ہے تو میری مدد فرما

قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿٤٠﴾
فرمایا تھوڑی دیر کے بعد یہ خود پشیمان ہوں گے

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ
پھر تو وعدہ حق کے موافق ان کو ایک ہیبت ناک آواز نے آ پکڑا

فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً ۚ فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ
پھر ہم نے ان کو کوڑا کرکٹ کر دیا بس ظالم لوگوں پر خدا

الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ
کی پھٹکار ہو پھر ان کے بعد ہم نے

بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ

اور قرن پیدا کیے کوئی قوم نہ

مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اپنے وقت آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا

پھر لگاتار ہم اپنے رسول بھیجتے رہے جب کوئی

جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا

رسول اپنی قوم کے پاس آیا وہ اس کو جھٹلاتے رہی پھر ہم بھی

بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ

ایک قوم کو دوسری کے پیچھے ہلاک کرتے گئے اور ان کے افسانے بنا دیے

فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

پس پھٹکار رہے اس قوم پر جو ایمان نہیں لاتی۔

جس پر ان کی قوم کے سردار جو آخرت کے منکر اور کافر تھے اور اللہ نے ان کو دنیا میں ثروت و دولت بھی دی تھی (کیوں کہ ایسی باتیں بھی دنیادار دولت مند مغرور میں آ کر کیا کرتے ہیں) وہی بے ہودہ شبہات کرنے لگے کہ یہ رسول ہمارے جیسا ہے جس طرح ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی اسی طرح اور وہی چیزیں کھاتا پیتا ہے۔ پھر ایسے شخص کے حکم پر چلنا جو ہم جیسا انسان ہے خرابی میں پڑنا ہے) ان مکاروں نے رسول کو یہ سمجھا تھا کہ وہ نوعِ انسانیت سے علیحدہ کوئی اور اسی طرح کا ہونا چاہیے) اور یہ جو کہتا ہے کہ مر کر اور بوسیدہ ہو کر لوگ زندہ ہوں گے تو یہ بہت بعید بات ہے صرف دنیا ہی کی موت اور زندگی ہے یہ جھوٹا آدمی ہے اس کی بات پر ہم کو یقین نہیں آتا۔ جب نبی نے دعا کی کہ میری مدد کر۔ حکم ہوا کہ ابھی یہ اپنے کیے پر نادم ہوں گے چنانچہ ان پر عذابِ الٰہی نازل ہوا کہ ایک ہیبت ناک آواز آئی جس سے وہ مر کر رہ گئے اس کی تشریح بھی چوتھی جلد میں ہو چکی۔ ان کے بعد یکے بعد دیگرے زمانے اور قرن پیدا کیے (قرن زمانہ مگر مراد اہل زمانہ ہیں) تیسرا واقعہ یعنی اور بھی قومیں ہوئی ہیں اور ان میں بھی لگاتار ہم رسول بھیجتے گئے مگر ہر ایک قوم کے ہلاک کا ایک وقت مقرر ہے اس سے آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا۔ رسول کی تکذیب سے فوراً ہلاک نہیں ہوتے۔ اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ آپ کے منکروں کی بربادی کا بھی وقت مقرر ہے ان کی تعجیل اس وقت تم کو اٹھانی پڑیں گی ان کے کہنے اور جلدی مچانے سے فوراً ہلاک کر دینا ہمارا دستور نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ان قرن والوں کے پاس ان کا رسول آیا یہ بھی تکذیب سے پیش آئے سو ہم نے بھی یکے بعد دیگرے ہر ایک قرن کو ہلاک کیا فاتبعنا بعضهم بعضا کے یہ معنی اور یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلی امت کی طرح دوسری امت کا بھی تکذیب میں وہی دستور رہا وہ ظالموں ہی کی چال چلے

سلہ تترا اے متواترین واحدا بعد واحد من الوتر والتاء بدل من الواو کما فی تولج والالف للتانیث باعتبار ان الرسل جماعة وقرء بالتنوین علی انه مصدر بمعنی الفاعل وقع حالا۔ ابو السعود۔ قرأ ابن کثیر تترى منونة والباقون بغیر تنوین وهو اختیار اکثر اهل اللغة لانها فعلى من المواترة وهی المتابعة وفعلى لا ینون کالدعوی۔ کبیر منه۔ تترا التاء بدل من الواو لانه من المواترة وهی المتابعة ومن ذلک قولهم جاءوا علی وتیرة واحدة اے طریقة واحدة وهو نصب علی الحال اے متتابعین وفی الاصل انه مصدر وقیل هو صفة لمصدر محذوف اے ارسالا متواترا والظاهر الاول کما لا یخفی ازهری او بدل من التنوین ۱۱ الحقانی۔

لیکن اول معنی ظاہر ہیں ان کو یہاں تک ہلاک کیا کہ ان کا
کوئی نشان بھی باقی نہ رہا صرف ان کے قصے اور تذکرے
باقی رہ گئے جیسا کہ احادیث سوال پر چٹکارہ ہے۔
اس میں اجمالاً بہت سے انبیاء کا تذکرہ ہے۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ
پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو
بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿۴۵﴾ إِلَىٰ
اپنی نشانیاں اور کھلی سند کے ساتھ فرعون اور
فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا
اس کے سرداروں کی طرف بھیجا پس انہوں نے تکبر کیا
وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوا
اور وہ ایک تھی ہی سرکش قوم پھر انہوں نے کہا
أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا
کیا ہم ایسے دو شخصوں پر ایمان لے آویں کہ جن کی قوم
لَنَا عَابِدُونَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا
ہماری غلامی کر رہی ہو تو ان کو جھٹلا ہی دیا پھر تو وہ
مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا
بھی ہلاک ہی ہو کر رہے اور البتہ ہم نے
مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۴۹﴾
موسیٰ کو کتاب دی تھی تاکہ لوگ اس سے ہدایت پا دیں
وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَ
اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو (قدرت کا) نشان بنا دیا اور
آوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿۵۰﴾
ان کو ایک بلند زمین پر لے جا کر ٹھہرایا جو ٹھیرنے کے قابل اور جس میں پانی جاری تھا

ترکیب

ھارون بدل ہے اخاہ سے مشفنا اس کو
مفرد لائے تثنیہ نہ لائے حالانکہ یہ تثنیہ و جمع بھی آتا ہے
یا تو یہ مصدر ہے جس میں تثنیہ و جمع برابر ہیں یا بشر ہیں
ہیں مماثلت ہے ترکیب میں و قومہما جملہ حال ہے
آیۃ مفعول ثانی ہے جعلنا کا معین یا تو فعیل ہے
معن الماء بمعنی اسال الماء سے اسم مفعول ہے اصل میں معیون یا عین سے
ابصرتہ سے ہے اسے یہ جار مجرور تراہ العیون اصل
معیون۔

تفسیر

یہ چوتھا قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام
کا ہے کہ ہم نے ان کو معجزات اور سلطان مبین کے
ساتھ فرعون مصر اور اس کی قوم کے پاس بھیجا تھا لیکن وہ
سرکش لوگ تھے کہنے لگے جیسے تم آدمی ہو ویسے ہی
ہم ہیں اور پھر تمہاری قوم ہماری خدمت کرتی ہے یعنی
ذلیل قوم کے ہو پھر تم کو کیوں مانیں، انکار کیا ہلاک
ہو گئے۔

سلطان مبین سے مراد یا تو وہی آیات و معجزے
ہیں جیسا کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اور سلطان مبین
ان میں سے کوئی خاص معجزہ ہے جیسا کہ عصا اور خاص کا
عام پر عطف جائز ہے جیسا کہ ملائکہ کے بعد جبرئیل و
میکائیل کا ذکر آیا ہے اور ممکن ہے کہ آیات سے مراد
نفس معجزات ہوں اور سلطان مبین ان کی کیفیت
جو ان کے صدق پر دلالت کرنے سے یا ایک ہیبت
و وقار جو ان کو عطا ہوا تھا ان کے ہلاک کے بعد جب کہ

ف مکان مرتفع ۱۲ جلالین۔ ذات قرار، ای مستویۃ یستقر علیہا ساکنوہا ۱۲ منہ

کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر شام کو روانہ ہوئے اور بحر قلزم کو عبور کر کے اس میدان میں آئے جس کو تیہ کہتے ہیں تو یہاں ان کو بنی اسرائیل کی ہدایت اور نظام کے لیے ایک کتاب خدا تعالیٰ نے دی جو باتفاق جمہور اہل اسلام توریت تھی۔ پس وہ کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنام توریت تصنیف کی گئی اصلی توریت نہیں۔[له] ولقد آتینا موسی الکتب (ای التوراۃ) جلالین۔ لعلھم یھتدون کے یہی معنی ہیں۔

وجعلنا ابن مریم الخ یہ پانچواں قصہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ہے ان کے تمام قصہ کو چھوڑ کر صرف اس جگہ یہی بات بتلائی گئی کہ ہم نے ان دونوں کو آیت یعنی اپنی ان کی ایک نشانی بنایا تھا۔ باتفاق جمہور مفسرین حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کا اللہ کی نشانی ہونا اس لحاظ سے تھا کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے حمل رہا اور اس سے پیشتر عبادت خانہ میں ان کے پاس غیب سے بے موسم کے میوے آتے تھے اور حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اور معجزات دکھانے کی وجہ سے نشانی تھے چونکہ دونوں کا نشانی ہونا ایک عجیب و غریب بات تھی اس لیے دونوں کو بلفظ واحد آیۃ ذکر فرمایا آیتین نہ کہا۔ اس آیت سے حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بخوبی ثابت ہو گیا پھر جو تاویل یا انکار کرتے ہیں حق کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلتے ہیں اس نشانی سے چاہیے تھا کہ بنی اسرائیل فائدہ اٹھاتے ایمان لاتے راہ راست پر آتے۔ اس کے برعکس ان کی جان کے دشمن ہو گئے اس لیے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو بحالت صغر سنی مریم کے چچازاد بھائی یوسف نجار ہیرودیس حاکم کے خوف سے مصر کی طرف لے کر چلے گئے تھے[سه] اور سال با سال وہیں رہے یہاں دریائے نیل کا پانی جاری ہے اور یہ جگہ مرتفع ہے۔ لیکن ابوہریرہؓ نے مقام رملہ بتایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ

(اور ہم نے کہہ دیا تھا کہ) اے رسولو! پاک چیزیں کھایا کرو

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور اچھے کام کرتے رہو جو کچھ تم نیک کام کرتے ہو میں ان کو

عَلِيْمٌ ۝۵۱ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ

واقف ہوں اور البتہ یہ تمہارا گروہ ایک ہی

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲

(خدائی) گروہ ہے[عه] اور میں ہی تم سب کا رب ہوں پس مجھ سے ڈرا کرو

عه سب حضرت انبیاء علیہم السلام بلحاظ اصول دین اور خدا پرستی کے ایک ہی گروہ ہیں سب کا ایک ہی خدا ہے واحد ہے ۱۲ منہ

له چنانچہ توریت سفر استثنا کے اکتیسویں باب کے چوبیس ورس میں لکھا ہے "اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وے تمام ہوئیں تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خدا کے عہد کے صندوق اٹھاتے تھے فرمایا کہ اس شریعت کی کتاب کو لے کے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کی ایک بغل میں رکھو" الخ یہی وہ توراۃ تھی جو حضرت موسیٰ کو ملی تھی آخرکار یہ کتاب موسیٰ کے بعد سلیمان کے عہد تک کے زمانے میں بنی اسرائیل پر مصائب آنے کی وجہ سے تلف ہو گئی۔ چنانچہ جب سلیمان علیہ السلام نے یہ صندوق کھولا تو اس میں صرف پتھر کی دو لوح برآمد ہوئیں کتاب نہ ملی جیسا کہ کتاب اول سلاطین کے آٹھ باب ۹ ورس میں ہے۔ سه انجیل متی کے دوسرے باب تیرہ ورس میں اس کا قصہ ہے۔

سه رملہ مصر کے ملک میں ایک خاص جگہ ہے ۱۲ منہ

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ
پھر لوگوں نے اپنے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا
كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝٥٣
جو دین جس کے پاس ہے ہر ایک اسی پر خوش ہے
فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝٥٤
(سو تم) ایک وقت تک ان کو بے خبری میں پڑا رہنے دو
اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ
کیا وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ان کو مال اور اولاد میں ترقی
وَّبَنِيْنَ ۝٥٥ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ
دے رہے ہیں (تو گویا) ہم ان کو فائدہ پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں
بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝٥٦ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ
(ہرگز نہیں) بلکہ وہ سمجھتے نہیں بے شک وہ جو
مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝٥٧
اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝٥٨
اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر یقین لاتے ہیں
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝٥٩
اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے
وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ
اور وہ جو کچھ دیتے ہیں تو دیتے ہیں اور ان کے دل کو
وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝٦٠
اس بات کا خوف لگا رہتا ہے کہ ان کو اپنے رب کی طرف جانا ہے
اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ
(سو) یہی وہ لوگ ہیں کہ جو بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں
وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝٦١
اور وہی آگے بھی رہتے ہیں۔

ترکیب

انّ کو قرأ کوفہ نے بکسر الہمزہ پڑھا ہے تب یہ جملہ مستانفہ ہے ہٰذہ اس کا اسم امتکم خبر اور امۃ واحدۃ منصوب ہے حال لازمہ ہونے کی وجہ سے خبر انّ سے دیگر قراء نے انّ بالفتح پڑھا ہے یا تو لام مقدر ان پر جو اتقون سے متعلق ہوگا اسے فاتقون لان ہٰذہ اور موضع ان کا نصب ہے یا جر یا یہ معطوف ہے انی پر زبرا جمع ہے زبور کی جیسے کتب مفرد ہے بمعنی جماعت و جنس زبرا و زبرا قطعا استعیرت من زبر الفضۃ والحدید الکبار وقرئ بفتح الباء وہو جمع زبرۃ وہی القطعۃ والفرقۃ والنصب علی الوجہ الاول علی الحال من امرہم وعلی الوجہ الثانی علی الحال من الفاعل انما ما یلیق النحوی و خبر انّ نسارع۔

تفسیر

رسولوں کا ذکر فرما کر ان کفار کے اس شبہ کے جواب میں کہ ان رسولوں میں ہم سے کیا فوقیت ہے جو ہم کھاتے پیتے ہیں وہی یہ بھی کھاتے پیتے ہیں یا بعض ملائکہ یا ان کے مانند کیوں نہیں؟ فرماتا ہے کہ ہم نے رسولوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ طیب یعنی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ تمہارے ہی لیے یہ نعمتیں ہم نے پیدا کی ہیں ہاں حرام اور گندی چیزیں نہ کھاؤ۔ چیزوں کا مزہ پاک اور حلال چیزوں کے ترک کر دینے پر نہیں ہے جیسا کہ بعض سمجھے ہوئے ہیں اور ان نعمتوں کے شکر میں واعملوا صالحا نیک کام کیا کرو میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اے رسولو! تم سب کا ایک ہی طریقہ ہے توحید و عبادت اسی طرح تمہاری سب امتیں بھی ہیں، ہم الگ الگ مذہب کے رنگ نہیں۔ اصول شریعت میں سب ایک ہیں اور تم سب کا رب میں ہی ایک ہوں پس مجھ سے ہی

ڈر کر بری باتوں سے پرہیز کیا کرو۔ لیکن انبیاء کے بعد ان کے پیرؤوں نے باہم افراط و تفریط کر کے جدا جدا فرقے بنا لیے پھر ہر فریق اپنے تراشیدہ خیالات پر خوش ہے۔ یہود اپنے ہی آپ کو راہ راست پر جانتے ہیں نصاریٰ اپنے تئیں، مشرکین و مجوس اپنے مذہب کو موجب نجات خیال کر رہے ہیں۔ حضرتؐ کو فرماتا ہے فذرھم لا ان سے بحث و تکرار نہ کرو ان کو اپنی غفلتوں کے دریا میں ڈوبا رہنے دو ایک وقت تک۔ بعض علماء کہتے ہیں اس وقت سے مراد وہ وقت ہے کہ جب اسلام اپنی پوری شوکت دنیا میں ظاہر کرے گا پھر تہدید کے چابک سے ان کو بیدار و ہوشیار کر دیا جاوے گا۔ بعض کہتے ہیں موت یا عذاب الٰہی کے وقت تک کہ پھر ان کو آپ معلوم ہو جاوے گا۔ وہ دنیا کی ثروت و دولت، کثرت اولاد و مال کو اپنے مذہب کے برحق ہونے کی دلیل جانتے تھے بلکہ اب بھی کہا کرتے ہیں ہم نے فلاں دیوی دیوتا کی نذر بھینٹ کی تو اس نے ہم کو مال و اولاد دیا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے ایحسبون انما نمدھم الخ کہ کیا وہ اس افزائش مال و اولاد کو ہماری مہربانی سمجھتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ لا یشعرون ان کو شعور نہیں، چارپائے ہیں کیوں کہ دنیا فانی کی آسائش کچھ چیز نہیں حیوانات کو بھی نصیب ہے ہاں جن پر ہماری مہربانی ہے اور ان کے لیے ہم بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو شرک نہیں کرتے اور وہ جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ شاید قبول نہ ہو۔ یہی لوگ نیکی میں دوڑتے اور سبقت کرنے والے ہیں۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ

اور ہم کسی پر بوجھ بھی نہیں ڈالتے مگر اس قدر کہ وہ اٹھا سکے اور

لَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ

ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو سچ سچ کہہ دے گی اور ان پر

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ

کچھ بھی ظلم نہ ہوگا بلکہ ان کے دل اس سے

غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ

بے ہوشی میں پڑے ہوئے ہیں اور اس کے سوا ان کے

مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور بھی کام ہیں کہ جن کو وہ کیا کرتے ہیں

حَتّٰىٓ اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ

یہاں تک کہ جب ان کے مال داروں کو ہم آفت میں مبتلا کریں گے

اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ

تو وہ فوراً چلا اٹھیں گے۔ (کہا جائے گا) آج نہ چلاؤ

اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ

تمہاری ہمارے ہاں سے کچھ بھی مدد نہ ہوگی البتہ

كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ

تم کو ہماری آیتیں سنائی جایا کرتی تھیں تو تم

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾

الٹے پاؤں بھاگا کرتے تھے

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

غرور میں آکر اس کو (قصہ کہانی سمجھ کر) چھوڑ کر بیہودہ بکا کرتے تھے

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ

کیا انہوں نے ارشاد الٰہی میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی

مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

انوکھی بات آئی تھی کہ جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہ آئی تھی

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ

کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تھا جو اس سے

مُنْكِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ

منکر ہو گئے۔ کیا یوں کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے

بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

(ان میں کوئی بات نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس سچی بات لایا ہے اور ان میں اکثر سچی بات کو

كَارِهُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ

(الٹا) حق سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اگر حق ان کی خواہش کے تابع ہوتا

لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ

تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کچھ خراب

فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ

ہو جاتا۔ بلکہ ہم نے تو ان کو نصیحت ان کے پاس بھیجی سو وہ

عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿٧١﴾ أَمْ

اپنی نصیحت کی بات سے منہ موڑتے رہتے۔ (اے نبی) کیا تم

تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ

ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو؟ پھر اجرت تو تمہارے رب کی بہت بہتر

وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّكَ

اور وہی سب سے اچھا روزی دینے والا ہے۔ اور البتہ آپ تو

لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٧٣﴾ ع

ان کو سیدھے رستہ کی طرف بلا رہے ہیں۔

اہل ایمان کے چند اوصاف حمیدہ ذکر کر کے فرمایا اولئک یہی لوگ نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں۔ سب تم لوگوں کو رغبت دلاتا ہے کہ لا نکلف نفسا الا وسعہا کہ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے یعنی احکام شریعت پر عمل نہیں کرتے آسان اور سہل حکم دیا کرتے ہیں پھر سے کیوں نہ کوشش کرو؟ تم کیوں ان نیکیوں میں پیچھے رہے جاتے ہو اور یہ خیال کرو کہ ان نیکیوں میں سعی کرنا بے فائدہ ہے؟ ان کو آخرت میں کون یاد رکھے گا؟ غلط خیال ہے کس لیے

کہ ولدینا کتب ینطق بالحق وھم لا یظلمون ہمارے پاس ایک کتاب ہے اس میں یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے ہر فرد بشر کے اعمال کو ان کو متعین لکھا کرتے ہیں یہ کتاب ہر ایک بات ٹھیک ٹھیک بیان کرتی رہے گی اور کسی کا کوئی عمل رہ نہ جائے گا ان پر ظلم نہ ہوگا۔ اس کتاب کا آگے ذکر آتا ہے و نخرج له یوم القیمة کتبا یلقه منشورا۔ مگر اس سے دنیا کی کتابوں کی مانند کاغذ اور سیاہی سے لکھی ہوئی کتاب مراد نہیں بلکہ اور قسم کی کتاب ہے جس کی حقیقت الٰہی و اسرار علم۔

یہ باتیں سن کر بھی کفار نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ بل قلوبھم فی غمرة من ھذا بلکہ ان کے دل اس بات سے غفلت میں ہیں اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ ولھم اعمال من دون ذلک اس کے سوا ان کے اور اعمال بھی ہیں جن کو وہ عمل میں لا رہے ہیں پھر یہ ستمگار اپنے اعمال بد میں یہاں تک گرفتار ہیں حتی اذا اخذنا مترفیھم بالعذاب اذا ھم یجئرون کہ جب ہم ان کے دولت مندوں کو جو دولت کے نشہ میں مغرور ہیں عذاب میں مبتلا کریں گے تو یجئرون واویلا و چیخنے لگیں گے اس عذاب سے مراد موت کے وقت کا عذاب ہے۔ یہ عذاب سب کفار کے لیے ہے مگر دولت مندوں کی تخصیص ان کے غرور و تکبر کی وجہ سے ہوئی۔ فرمایا اس وقت کہیں گے اب کیوں واویلا و چیخ پکار کرتے ہو آج تم کو ہماری مدد نہ پہنچے گی کیونکہ تم وہ لوگ تھے کہ تمہارے سامنے میری آیتیں پڑھی جایا کرتی تھیں تم تکبر کی راہ سے ان کو پیچھے پھیر کر قصہ کہانیوں میں مشغول ہو جاتے تھے۔ سمیر رات کو قصہ گوئی کرنا عرب کی عادت تھی کہ رات کو لوگ مجتمع ہو کر قصہ خوانی کیا کرتے تھے۔ تھجرون ہجر یا فحش بمعنی بکواس۔ ہجر بالفتح ہذیان و بالضم فحش۔ کعبہ کے ارد گرد بیٹھ کر قریش رات کو قصہ خوانی کیا کرتے تھے اور آں حضرت اور قرآن کی

بھی حقارت بھی کیا کرتے تھے۔

اب فرماتا ہے کہ ان باتوں کا عمل میں لانا یا تو اس لیے تھا کہ قرآن مجید میں کوئی خوبی نہ تھی جو اس سے بچا سکتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے افلم یدبروا القول کہ انہوں نے کیا قرآن اور نبی کے ارشاد میں غور نہ کیا تھا یعنی کرنا چاہیے تھا۔ وہ نبی کے آنے کو اور ان کے نصائح کو ایک اوپری بات جانتے تھے سو یہ بھی غلط کیوں کہ ام جاءهم کیا ان کے پاس رسول کوئی نئی بات لائے جو ان کے باپ دادا کے پاس پہلے انبیاء نہ لائے تھے؟ تیسری بات یہ کہ کیا وہ رسول سے واقف نہ تھے بلکہ خوب واقف تھے کہ قبل نبوت آپ کو سچا دیانت دار خدا ترس جانتے تھے پھر بعد نبوت جھوٹ بولنے سے کیا غرض تھی؟ ام لم یعرفوا رسولهم چوتھی بات یہ کہ باوجود اس خدا ترسی اور راست بازی کے سیکڑوں تکلیفیں اٹھا کر دنیاوی فوائد پر لات مار کر قوم کو آنے والی مصیبتوں سے پر حذر کرنا توحید و راست بازی پھیلانا کسی دیوانہ آدمی کا کام نہیں۔ پھر کیا انہوں نے رسول کو دیوانہ سمجھا تھا ام یقولون به جنة یہ کچھ نہیں تو یقین کر لینا چاہیے کہ جاءهم بالحق رسول ان کے پاس دین حق لے کر آچکا تھا لیکن اکثرهم للحق کارهون ان میں سے اکثر کو حق سے کراہت و نفرت ہے۔ اپنی کج طبعی اور تیرہ باطنی سے چاہتے ہیں کہ ان کی خواہش کے موافق دنیا میں رسول احکام جاری کیا کریں ولو اتبع الحق اهواءهم اگر ایسا ہو تو آسمان اور زمین اور ان کے رہنے والے خراب ہو جاویں۔ ریل کا انجن اگر کسی نادان کے سپرد کیا جاوے تو گاڑیاں الٹ جاویں پس ہم ان کو ان کے سمجھنے اور درست ہونے کی چیزیں ان کو دیتے ہیں پھر وہ اس سے اعراض کر رہے ہیں۔

پھر ان کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس وعظ و نصیحت سے رسول کچھ ان سے مزدوری مانگتا ہے؟ کچھ نہیں بلکہ وہ اجر آخرت کا طالب ہے اور اللہ بہتر اجر دینے والا ہے اور اے محمد تم ان کو سیدھے رستہ کی طرف بلا رہے ہو۔ وان الذین لا یؤمنون بالآخرة عن الصراط لناکبون اور آخرت پر یقین نہ لانے والے سیدھے رستے سے پھرے جا رہے ہیں افسوس۔

اذا اخذنا مترفيهم بالعذاب میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ ایک یہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے قریش کو پر سات برس کا ایسا سخت قحط پڑا کہ جس میں وہ چلا اٹھے گئے اور مردار تک کھانے کی نوبت آگئی' دہائی دینے لگے جس کے جواب میں ان پر عتاب ہوتا ہے کہ اب دہائی دیتے ہو ہمارے رسول پر کیوں ایمان نہ لائے آخر کارھون تک عتاب ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ آنے والے عذاب کی خبر ہے جو بوقت مرگ یا آخرت میں پیش آئے گا اور کفار اس وقت چلائیں گے دہائی دیں گے تب ان کے جواب میں یہ عتاب ہو گا۔ قوی تر یہی ہے کہ آنے والی مصیبت کی خبر دی جاتی ہے وہ قحط شدید اور واقعہ بدر تھا جس میں قریش چیخ اٹھے تھے اور ان کے حال پر یہ جواب با عتاب ناطق تھا اور آئندہ مرنے کے بعد اور پھر قیامت میں بھی عذاب شدید پیش آئے گا جہاں ان کی فریاد اور دہاڑنے پر بھی جواب عتاب دیا جائے گا اس لیے فرماتا ہے اور جو ہم اس مصیبت سے کہ جس میں ان کو مبتلا کیا کرتے ہیں نجات بھی دیں تو پھر اپنی اسی سرکشی میں اڑ جاویں گے۔ عذاب دفع ہونے کے بعد سرکشی کرنا تو ان کے نزدیک معمولی بات ہے۔

وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

اور بے شک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُونَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ

وہ راہ (راستہ) سے ہٹے ہوئے ہیں اور اگر

رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ

ہم ان پر رحم کریں اور ان کی تکلیف کو بھی دور

ضُرٍّ لَّلَجُّوا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٥﴾

کر دیں تو بھی وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہیں بھٹکتے رہیں گے

وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا

اور البتہ ہم نے ان کو عذاب میں مبتلا بھی کیا پھر بھی

اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ﴿٧٦﴾

وہ اپنے رب کی طرف نہ جھکے اور نہ عاجزی کرنے والے تھے۔

حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا

یہاں تک کہ (حالت یہ ہوئی) کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا

عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ

دروازہ کھول دیا تو فوراً اس میں

مُبْلِسُونَ ﴿٧٧﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ

ناامید ہو گئے اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے

لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ

کان اور آنکھیں اور دل بنائے

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٧٨﴾ وَهُوَ الَّذِي

(مگر) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو اور وہی تو ہے جس نے

ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ

تم کو زمین میں پھیلایا اور قیامت کے دن تم سب اسی کی

تُحْشَرُونَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَ

طرف جمع ہو کر جاؤ گے اور وہی تو ہے جو زندہ کرتا اور

يُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَ

مارتا ہے اور دن رات کا بدلنا اسی کا کام

النَّهَارِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٨٠﴾ بَلْ

ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے بلکہ انہوں نے

قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿٨١﴾

بھی ایسی ہی بات کہہ دی جیسی کہ پہلوں نے کہی تھی

قَالُوا أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَ

انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں

عِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ

ہو جائیں گے تو کیا پھر بھی زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ اس کا تو ہم سے

وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَٰذَا مِنْ قَبْلُ

اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی وعدہ ہوتا چلا آیا ہے

إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨٣﴾

یہ کچھ بھی نہیں مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

ولقد اخذنٰھم بالعذاب ۔ ہم نے ان کو پہلے ایک عذاب میں گرفتار کیا تو اس وقت بھی ما استکانوا لربھم اپنے رب کی طرف نہ جھکے۔ استکان، مستفعل من الکون اسے افتعل من کون الحال۔ بعض نے اس کو افتعل من السکون کہا ہے۔ اور نہ گڑگڑائے تھے۔ حتی اذا فتحنا علیھم یہاں تک کہ اس مصیبت کا دروازہ کھولا تو جھٹ رب کی رحمت سے ناامید ہو گئے۔ حالانکہ وہ منعم حقیقی ہے کہ جس نے تم کو کان اور آنکھیں اور دل عطا کیے پھر اس سے ناامیدی کیسی؟

ل: الکرب الغم ۔ المبلس الیائس من الخیر، المتحیر [illegible]
یکون [illegible] الطلب جؤار الجأر التضرع فی الدعاء [illegible]
الجؤار رفع الصوت [illegible] [illegible] الاسم [illegible]
[illegible] من [illegible] البیان [illegible] الاساطیر جمع اسطورۃ
کالاحادیث جمع احدوثۃ [illegible] [illegible] [illegible]
سطرہ الاولون [illegible] التی سطروہا فی الکتب [illegible]

بات ہے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس نے سننے کو کان، دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو دل عطا کیے پھر خود دلائل الٰہی میں کیوں غور نہیں کرتے تاکہ ان کو خود معلوم ہو جائے کہ رسول جو کچھ فرماتا ہے سراسر ہمارے فائدے کے لیے اور برحق بات کہتا ہے۔ اس کے بعد اور بھی اپنی نعمتیں اور اپنی قدرت کی کامل نشانیاں ذکر فرماتا ہے کہ جن سے صاف معلوم ہو جاوے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے وھو الذی ذراکم فی الارض یہ نعمت ہے والیہ تحشرون میں وعدہ ہے کہ جس نے تم کو زمین پر پھیلا دیا ہے وہی تم کو قیامت میں سمیٹ بھی لے گا اور وھو یحیی و یمیت میں نعمت بھی ہے اور قدرت کاملہ کی دلیل بھی ہے۔ اسی طرح اختلاف اللیل والنہار بھی نعمت اور اس کی قدرت کی دلیل ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے افلا تعقلون کہ تم پھر بھی نہیں سمجھتے بلکہ وہی بیہودہ بات کہے چلے جاتے جو پہلے کہتے تھے، کہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر ریزہ ریزہ ہو کر کیونکر دوبارہ زندہ ہوں گے۔ یہ صرف ایک جھوٹا وعدہ ہے جو ہم سے اور ہم سے پہلوں سے انبیاء کرتے آئے ہیں اور یہ صرف اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ

کہہ دو ان کو یہ تو پوچھو کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

تم جانتے ہو (تو بتاؤ) وہ جلد کہیں گے اللہ کا

لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ

ہے کہہ دو کہ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے ان سے پوچھو کہ

مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ

کہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

عظیم کا رب کون ہے وہ جلد کہیں گے (کہ یہ سب)

لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ

اللہ کا ہے کہہ دو پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ پوچھو (تو سہی)

مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ

کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے

وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ

اور وہ کون ہے جو سب کو پناہ دیتا ہے اور اس پر کوئی قابو نہیں رکھتا اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

تم جانتے ہو (تو بتاؤ)۔ وہ جلد کہہ دیں گے (یہ سب کچھ)

لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ

اللہ کا ہے۔ ان سے کہہ دو پھر تم کیسے دیوانے ہوئے ہو بلکہ ہم نے

اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

ان کے پاس سچی بات پہنچا دی اور بےشک وہ جھوٹے ہیں

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ

نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے

مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ

ساتھ کوئی معبود ہے۔ (کیونکہ) ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی بنائی ہوئی چیز کو

اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى

الگ لے کر چلتا (اسی پر قابض ہوتا) اور ایک دوسرے پر

ف یعنی یہ سب باتیں جانتے ہیں پھر عقل پر پتھر پڑے ہیں کہ اس کے سوا اوروں کو بھی حاجت روا جان کر اس کو پکارتے ہیں ۱۲ منہ

ف ہو یجیر الایقال اجرت فلانا اذا استغاث بک فحمیتہ و اجرت علیہ اذا حمیت عنہ والمعنی یغیث و لا یغاث علیہ ملکوت بمعنی الملک والتاء للمبالغۃ کما فی الرحموت و الرہبوت ۱۲ منہ

بَعْضٍ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٩١﴾

غالب آتا۔ جو باتیں (یہ لوگ) بتاتے ہیں اللہ ان سے پاک ہے۔

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى

وہ غائب اور حاضر سب کا جاننے والا ہے وہ ان کے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٩٢﴾ ع

شریک بنانے سے بری ہے

ترکیب

للہ قراءۃ جمہور لیا لام سے ہے اور یہ لمن الارض کا جواب ہے اور اخیر دونوں سوالوں کے جواب میں اللہ واقع ہے اور للہ بھی۔ جیسا کہ ابو عمرو بن العلاء کی روایت ہے اور لام معنی کی رعایت سے یعنی قل من رب السمٰوٰت کا اور من بیدہ ملکوت میں ہے جو اللہ کے لیے بمعنی ملک الخ جواب ہے شرط محذوف کا۔ تقدیرہ لو کان معہ الٰہ۔

تفسیر

مسئلہ حشر اور رسالت کو تمام کر کے پھر مسئلہ توحید شروع ہوتا ہے اور مشرکوں کے مسلمات سے ان پر الزام قائم کیا جاتا ہے فقال قل لمن الارض ومن فیہا کہ ان سے پوچھو کہ زمین اور اس کے رہنے والے کس کے ہیں وہ یہی کہیں گے کہ اللہ کے ہیں کہ وہ اللہ کے تابع تھے تب کہو کہ تم پھر کیوں نہیں سمجھتے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں یہ سب ہیں اور وہ ان کا خالق ہے تو اور معبودوں کا کیا استحقاق عبادت ہے مگر وہ بھی مخلوق اور مملوک ہیں۔ پھر فرماتا ہے قل من رب السمٰوٰت کہ ان سے یہ بھی پوچھو کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا کون مالک ہے۔ اس کے جواب میں بھی وہ یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تب ان سے کہہ دو کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے اس کے سوا اور کون ہے کہ جس کو اس کے ساتھ حاجت روا سمجھ کر پوجتے ہو تم کو ڈرنا چاہیے۔ ان جملوں میں اثبات حشر بھی ہے کیونکہ وہ جو ان سب کا مالک ہے وہ مر کر زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ مسائل قرآنیہ کو باہم ایسا ارتباط ہے کہ ایک مسئلہ کے دلائل سے دوسرا بھی ثابت ہو جاتا ہے یہ کمال اعجاز ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ آسمان و زمین سے بھی تعبیر کر کے یہ سوال کرو کہ ہر ایک چیز پر کس کا قبضہ ہے اور وہ کون ہے کہ جس کو چاہتا ہے پناہ دے سکتا ہے اور اس کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر تم کو یہ بات معلوم ہے تو بتلاؤ (یقال اجرت فلان علی فلان اذا اغثتہ منہ ومنعتہ) اس کے جواب میں بھی وہ اللہ ہی کہیں گے۔ پھر کہو کہ تم پر کس نے کیا سحر کر دیا، کیا افسوں پڑھ کر تم کو احمق بنا دیا ہے کہ اس بات کو جان کر بھی اللہ کے سوا اس کی مخلوق کو پوجتے ہو۔ جو دیدہ و دانستہ احمق بن جاتے تو محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ کسی نے اس کو منتر پڑھ کر دیوانہ بنا دیا، تو یہ مطلب کہ در اصل اس پر کسی نے سحر کر دیا ہے۔

عرب کے مشرک ہندوؤں کا سا عقیدہ رکھتے تھے جس طرح ہندو یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ایشور (خدا) جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کے برخلاف نہیں کر سکتا مگر اس پر سیکڑوں معبود بھی بنا رکھے ہیں کہیں دیوی کی پوجا ہے کوئی ہنومان کو مانتا ہے کوئی مہادیو کا لنگ پوجتا ہے کوئی کرشن کی مورت پر جل چڑھاتا ہے۔ اور پھر ہر ملک میں ہر ایک قوم کا جدا ہی معبود ہے۔ آگ پانی شجر حجر آفتاب ستارے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی کہ جس کو نہ پوجتے ہوں۔ یہی حاجت روا جان کر ان کو پکارنا، ان کی نذر نیاز کرنا ان کی پرستش ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں بھی ایشور کی مایا ہے یہ بھی بڑی قدرت رکھتے ہیں۔ یہی حال عرب کے مشرکوں کا تھا۔ انہیں

ہندوستان کے جاہل مسلمانوں پر بھی ہندوؤں کی صحبت کا اثر
آگیا یہ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ اس کے قریب قریب
برتاؤ کرنے لگے یہ اس کو توسل کہتے ہیں اور غیر قومیں جو اپنے
بزرگوں سے ایسے ہی معاملات کریں تو اس کو شرک
قرار دیتے ہیں اصل ایک ہی ہے۔

پھر فرماتا ہے بل اتینٰهم بالحق لٰکن ہم نے
ان کو حق دین دے دیا ہر بات بھی کھول دی پھر یہ جھوٹے
منصوبے باندھتے ہیں۔ مشرکین عرب میں سے بعض
فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہتے تھے۔ عرب میں
عیسائی بھی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے تھے ان کے رد
میں فرماتا ہے ما اتخذ اللّٰہ من ولد لٰکن اللہ نے
کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی خدائی
میں شریک ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خالق اپنی مخلوق پر قبضہ
کرتا اور ایک کا دوسرے کے خلاف ہو کر لا محالہ ایک
دوسرے پر غالب ہوتا اور اس جھگڑے میں انتظام عالم
بگڑ جاتا۔ اللہ پاک ہے ان کی ان باتوں سے وہ چھپی
اور کھلی ہر بات جانتا ہے اور کسی کو یہ بات حاصل
نہیں۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾
(اے نبی) دعا کیا کرو کہ اے رب جیسا عذاب کہ ان مشرکوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اگر تو مجھ کو دکھا دے
رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾
سو اے میرے رب مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کرنا
وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ
اور البتہ جس عذاب کا ان سے وعدہ کر رہے ہیں ہم قادر ہیں کہ وہ آپ کو

لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ
روبرو آجاسکیں۔ (اے نبی) آپ برائی کا نیکی سے
اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا
جواب دیا کریں ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ کہ وہ
يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ
(آپ کی نسبت) بیان کیا کرتے ہیں۔ اور کہا کرو کہ اے رب میں
بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾
شیطانی خطرات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔
وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾
اور تجھ سے اے رب پناہ مانگتا ہوں اس سے بھی کہ شیطان میرے پاس آئیں اور مجھے گھیر لیں
حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
(وہ تو اسی حال میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں کسی کی موت آموجود ہوتی ہے
قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ
کہنے لگے گا کہ اے رب مجھے (دنیا میں) پھر بھیج دے کہ جو کچھ میں چھوڑ
اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ
آیا ہوں اس میں کوئی نیک کام کروں ہرگز نہیں
اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَ
یہ تو ایک بات ہے کہ جس کو وہ صرف زبان سے کہہ رہا ہے اور
مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ
ان کے آگے تو قیامت تک ایک پردہ پڑا ہوا ہے کہ جس دن
يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ
دنیا میں نہیں آسکتے پھر جب صور پھونکا جاوے گا

۱؎ یعنی اگر دنیا میں ان کفار پر عذاب موعود آجائے تو خدایا مجھے ان میں شامل نہ کر لینا کیونکہ قہر کی آگ میں سوکھے گیلے ساتھ جلتے ہیں۔ ہر چند وہ ایسا نہیں کرتا مگر شان کبریائی سے ڈرنا مقتضائے عبودیت ہے اس لیے دعا کرتے رہنا چاہیے ۱۲ منہ

۲؎ یعنی اگر آپ سے برائی کریں سخت کلامی یا کچھ اور کریں تو آپ بمقتضائے مکارم اخلاق اس کے جواب میں اچھی بات کہیے اور احسان کیجیے ناصح کا یہ فعل زیادہ مؤثر ہوتا ہے شیطان وعظ و پند کے مواقع میں وسوسہ ڈال کر عجز کا دیا کرتا ہے۔۔۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ

تو اس روز باہم قرابت کا پاس نہ ہوگا اور

لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔

ترکیب

ما یوعدون، ما موصول ہے ترینی کا مفعول اصل میں ان ما تھا، ما تاکید اور شرطیہ کے لیے آیا ہے فلا تجعلنی اس کا جواب لفظ رب اہتمام شان کے لیے مقدم ہوا علیٰ متعلق ہے لقادرون سے بالتی ہی احسن متعلق ادفع کے لیے اور السیئۃ مفعول ہے ادفع کا ارجعون اصل میں رب ارجعنی تھا اور جمع کا لفظ تاکید تکرار کے لیے آیا گویا یوں کہا ارجعنی ارجعنی بعض کہتے ہیں رب کی تعظیم کے لیے صیغہ جمع کا لایا۔ اور بعض کہتے ہیں ملائکہ سے کہہ رہا ہے ارجعونی کہ تم مجھے دنیا میں پھر جانے دو۔ ھمزات جمع ہمزۃ وھو الدفع والتحریک الشدید والمراد وسواس۔

تفسیر

کفار کی سرکشی پر جو عذاب آنے کے وعدے ہوتے تھے تو مومن کو جتا کرتے تھے اور بے ہودہ باتیں بکتے تھے اور سخت کلامی اور ایذا سے پیش آتے تھے اس لیے ان آیات میں اللہ تعالیٰ آں حضرت کو اپنے وعدہ کے ایفا کا یہ حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (۱) قل رب اما ترینی الخ کہ اے رب اگر تو دنیا میں مجھے ان کا وہ عذاب دکھا دے کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو اس عذاب میں مجھے شامل نہ کرنا۔ کیونکہ جب بدکاروں کی شرارت سے دنیا پر قہر الٰہی آتا ہے تو اس عام بلا میں نیک بھی گھن کی طرح پس جاتے ہیں جیسا کہ قحط اور وبا یا دشمن کا غلبہ۔ پھر فرماتا ہے وانا علیٰ ان نریک الخ کہ منکر ہماری اس بات کو غلط کہیں نہیں! اس عذاب کو ہم تمہیں دکھا بھی سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ عذاب آپ کو دکھا دیا ایسا سخت قحط کئی سال کا پڑا کہ جس میں کتوں اور مردار کے کھانے کی نوبت آئی اور سب جلا اٹھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بجز و زاری دعا کے خواستگار ہوئے حضرت کی دعا سے وہ بلا دفع ہوئی۔

حجت میں مغلوب ہوکر وہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت کلامی کرنے لگتے تھے اور ایذا بھی طرح طرح سے دیتے تھے۔ اس لیے آں حضرت کو بالخصوص اور تبعاً حضرت کے پیروؤں کو بھی جو ہدایت و ارشاد کی گدی پر بیٹھیں یہ حکم دیتا ہے (۲) ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ کہ تم ان کی اس بدکلامی کے عوض بدکلامی نہ کرو، ان کی ایذا کے مقابلہ میں ایذا نہ دو بلکہ برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرو، بدکلامی کے جواب میں نرم بات کہو ان کی تکلیفیں اٹھا کر دعا کرو۔ حدیث میں آیا ہے صل من قطعک واعط من منعک کہ جو تجھ سے توڑے تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس سے پناہ مانگنا چاہیے واف ثم دنیا کا انجام غفلت بیان فرماتا ہے کہ وہ مرنے تک اسی بے ہودگی میں پڑے رہتے ہیں جب موت آتی ہے اور دوسرے جہان کا راز کھلتا ہے تو بار دیگر دنیا میں آنے کی درخواست کرتا ہے کہ اب آکر نیک کام کروں گا بھلا یہ کب ہو سکتا ہے۔ یہ دعا اس کے منہ کی ان ہونی بات ہے پڑا بکتا ہے مرنے کے بعد اس دنیا میں آنے کے بیچ قدرتی ایک پردہ پڑا ہوا ہے پھر اس پردہ کو اٹھا کے کوئی ادھر نہیں آسکتا۔ قیامت تک یہی حال رہتا ہے پھر قیامت میں جب صور پھونکا جائے گا تو نفسی نفسی ہوگی یہ رشتہ داری کام نہ آئے گی کوئی کسی کو نہ پوچھے گا یہ عام حکم ہے حضرات انبیاء و صلحاء اس سے مستثنیٰ ہیں۔ منہ

اس سے بھی محبت کا رشتہ جوڑ اور جو تجھے نہ دے تو اس کو بھی دے۔ کفار کی سخت تکلیفیں اٹھا کر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی دعا کرتے تھے کہ اللّٰھم اھد قومی انھم لا یعلمون کہ الٰہی میری قوم کو ہدایت دے کیوں کہ نادان ہیں۔ کہاں ہیں وہ معترض جو اسلام کی اس معاشرت پر خون خواری سفاکی بے رحمی کا الزام لگاتے ہیں۔ اسلام نے وہ رحم دلی عفو حلم صلہ رحمی کی تعلیم کی ہے کہ ایسی کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ جمہور محققین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت آیت سیف سے منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ وہ اور محل پر ہے یہ اور محل پر۔

پھر فرماتا ہے (۳) وقل رب اعوذ بک کہ شیطان وسوسہ ڈالا کرتا ہے مبادا وسوسہ شیطانی سے انسان ان بدکرداروں کے ساتھ تو تو میں میں کرنے پر آمادہ ہو جاوے اس لیے چاہیے کہ اللہ سے پناہ مانگے کہ اس کے وسوسے اس دل میں آویں نہ شیاطین پاس آویں جس طرح کسی پر جن بھوت چڑھ کر اس کی بولی بولنے لگتا ہے اسی طرح شیطان جو بدی کا بھوت اور جن ہے آدمی پر بھی مسلط ہو کر برے خیالات دل میں ڈال دیتا ہے لہٰذا پناہ مانگنا ضروری بات ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ تم شیاطین کے پاس آنے سے پناہ مانگا کرو کیوں کہ شیاطین کفار کے پاس موت تک موجود رہتے ہیں پھر جب موت آتی ہے اور اس عالم کا پردہ ان سے اٹھ جاتا ہے اور ملائکہ عذاب اور برے اعمال کی سزائیں سامنے دکھائی دیتی ہیں تو کہنے لگتے ہیں رب ارجعون اے رب مجھے پھر دنیا میں بھیج کر جاکے اچھے کام کروں۔ اس وقت اس خواب غفلت سے بیدار اور مے لذات و شہوات سے ہوشیار ہوگا اور حسرتوں کا اردگرد ہجوم ہوگا بار بار یہ التجا کرے گا وہاں سے جواب ہوگا کلا ہرگز نہیں یہ ایک

بے فائدہ بات ہے جس کو وہ عبث منہ سے نکال رہا ہے ان کے درمیان موت کا حجاب یا پردہ پڑا ہے قیامت تک دنیا میں واپس نہ آئیں گے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
پھر جن کا پلہ[1] بھاری ہوا تو وہی

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ
فلاح پائیں گے اور جن کا پلہ

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
ہلکا ہوگا تو یہی وہ لوگ ہوں گے کہ جنہوں نے خود اپنے

اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
آپ کو برباد کیا تھا وہ سدا جہنم میں رہیں گے۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا
ان کے منہ کو آگ کی لپٹیں جھلستی ہوں گی اور وہاں ان کے

كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ
منہ بگڑے ہوں گے۔ (کہا جائیگا) کیا تم کو ہماری آیتیں

تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا
نہیں سنائی جایا کرتی تھیں پھر تم تو ان کو

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ
جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری

عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا
شامت سوار تھی اور ہم گمراہی میں

[1] نیک اعمال کا پلہ بھاری مراد یہ ہے کہ جس کے نیک اعمال بدعملوں سے زیادہ ہوئے تو ان کو نجات ہے ورنہ جہنم ۱۲ منہ

ضَالِّينَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ
گمراہ رہے ۔ اے ہمارے رب ہم کو یہاں سے نکال دے اگر

عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَئُوا
پھر کریں تو ہم بےشک ظالم ہیں ۔ فرمائے گا دھتکارے ہوئے

فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾ إِنَّهُ كَانَ
پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات بھی نہ کرو ۔ کیونکہ میرے بندوں

فَرِيقٌ مِنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا
میں سے ایک فریق ایسا بھی تھا جو دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے رب

آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ
ہم ایمان لائے ہیں تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو

خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ
بہت بڑا رحم کرنے والا ہے ۔ پس تم نے ان کا

سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنْسَوْكُمْ ذِكْرِي وَ
مسخرہ بنا لیا یہاں تک کہ ان کے مشغلہ نے تم کو میری یاد بھی بھلا دی اور

كُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿١١٠﴾ إِنِّي
تم ان سے ہنسی کیا کرتے رہتے ۔ میں نے آج

جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا
ان کے صبر کا بدلہ انہیں دیا

أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿١١١﴾
کہ وہ ہی مراد کو پہنچ گئے ۔

تفسیر

یہاں سے تناسخ کا صریح ابطال ہوگیا اور یہی مسلک تمام انبیاء کا ہے۔ پھر قیامت کی کیفیت کا ذکر فرماتا ہے فاذا نفخ فی الصور کہ جس روز صور پھونکا جاوے گا تو اس روز نہ انسان کا نسب کام دے گا جیسا کہ دنیا میں رشتہ کا لحاظ ہوتا ہے کہ یہ فلاں شخص ہے فلاں کی اولاد کو فلاں قوم اور قبیلے کا ہے اونچی ذات کا شریف خاندانی ہے یا کم قوم پاجی ہے اور نہ کوئی ان باتوں سے پوچھا جاوے گا۔ وہاں تو انسان کے اعمال اور ایمان سے کام پڑے گا فمن ثقلت موازینہ پھر جس کی نیکیوں کا پلہ بدی کے پلہ سے بھاری ہوگا وہ مراد پاوے گا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا جہنم میں جاوے گا۔

پھر آگے جہنم کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔ (موازین) میں چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ عدل و انصاف سے استعارہ ہے (۲) اس سے مراد اعمال حسنہ ہیں پھر جس کے اعمال کی قدر و منزلت ہوئی یعنی پسندیدۂ الٰہی ہوئے وہ کامیاب ہے ورنہ خرابی میں پڑے گا۔ اس تجنیس کے ہیں موازین جمع موزون اور یہ اعمال صالحہ کے موزونات ہیں جیسا کہ آیا ہے فلا نقیم لہم یوم القیٰمۃ وزنا اسی قبیل سے (۳) بلکہ درحقیقت اعمال کے تولنے کے لیے ترازو قائم ہوگی کہ جس کے دو پلے ہوں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے مگر اس سے بھی مراد دنیا کی ترازو نہیں جس پر سوا جسم کا تولنا خیال کیا جاوے بلکہ اعمال تولنے کے مناسب جس کی حقیقت وہی خوب جانتا ہے وہاں کے موزونوں کو آتش جہنم جھلس دے گی جلاتی گی اور وہاں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہوں گے کالحون کے معنی دونوں ہونٹوں کا پھیل کر دانتوں سے جدا ہوجانا ایک نیچے لٹک پڑے دوسرا اوپر چڑھ جاوے پھر ان کے رونے چلانے پر فرشتے کہیں گے الم تکن آیاتی تتلی علیکم کہ دنیا میں کیا تم کو اللہ کی آیتیں نہ سنائی جایا کرتی تھیں؟ کہ جن کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے ہماری بدبختی تھی اور ہم گمراہ تھے اب ہم کو اس آگ سے نکال دو اور دنیا میں بھیج دو پھر اگر ایسا کریں تو ہم ظالم ہیں۔ وہاں کا جواب ملے گا کہ یہیں پڑے کے پڑے رہو اور بات نہ کرو

خسأ کتے کو حقارت سے دھتکارنے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ کتے کی طرح بھونکتے رہو۔ یہ ذلت کا کلمہ ہے کیونکہ دنیا میں میرے بندوں میں سے ایک فریق یعنی ایمان والے دعا کیا کرتے تھے ربنا آمنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین تم ان سے ہنسی تمسخر کیا کرتے تھے آج اس کا بدلہ تم کو دیا گیا تم یہاں روؤ دانت پیسو، وہ ایمان والے کامیاب ہیں جنت میں ہیں تم پر ہنستے ہیں۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ
(جہنم میں ان سے فرشتے) پوچھے گا کہ تم زمین پر گنتی کے کتنے

سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ
برس رہے؟ وہ کہیں گے ایک دن یا اس سے بھی

يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ
کم ہم نے آپ کی گنتی والوں (فرشتوں) سے پوچھ لیجئے فرشتے کہیں گا دنیا میں

لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ
در اصل بہت ہی کم رہے ہو کاش یہ بات تم نے دنیا میں

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ
جانی ہوتی پھر کیا تم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم نے تم کو یونہی

عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾
پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم کو ہمارے پاس پھر کر نہیں آنا ہے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ
پس اللہ جو بادشاہ برحق ہے (ایسے کار بیہودہ کرنے سے) برتر ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عزت کے تخت کا

الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ
مالک ہے اور جس نے اللہ کے سوا اور

اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا
معبود کو پکارا کہ جس کے لیے اس پر کوئی بھی سند نہیں تو اس کا

حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
حساب اس کے رب کے پاس ہے بے شک کافروں کو

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ
فلاح نہ ہوگی اور اللہ سے بھی دعا کرو کہ اے ہمارے رب معاف کر

وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع
اور رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے

ترکیب

قٰل یقرء علی لفظ الماضی عند اہل الکوفۃ وبلفظ الامر عند اہل الحرمین والبصرۃ والشام۔ کم ظرف لبثتم کا ای کم سنۃ لبثتم فی الدنیا وفی قبورکم عدد بدل ہے کم سے اور سنین اس سے عدد سنین تمیز بھی ہو سکتا ہے۔ عادین بالتشدید من العدد شمار کرنے والے۔ وبالتخفیف علی معنی العادین ای المتقدمین کقولک ہذہ بئر عادیۃ ای سل من تقدمنا لو کا جواب محذوف ای لما اجبتم بہذہ المدۃ۔ عبثا مصدر فی موضع الحال او مفعول لہ وانکم معطوف ہے انما پر انہ بالکسر علی الاستیناف۔

تفسیر

منکرین قیامت سے بطور توبیخ کے وہاں یہ بھی سوال ہوگا کم لبثتم فی الارض کہ اگر جو تم کہتے تھے مرکر جینا نہیں اور زندگی ہے تو دنیا ہی کی زندگی ہے اور وہاں کی زندگی اور اس کی لذات مال وجاہ پر تم مٹے ہوئے تھے۔ اور اب یہاں اپنے گمان کے برخلاف مرکر زندہ ہونا اور ابدی عذاب میں مبتلا ہونا بھی دیکھ لیا، اب بتلاؤ کہ تم دنیا میں کس قدر ٹھہرے تھے۔ وہاں کے عذاب ابدی کے

مقابلہ میں اور نیز اسی وجہ سے بھی کہ گزری ہوئی عمر بوقت مصیبت بہت ہی کم معلوم ہوا کرتی ہے یوں کہیں گے یوما او بعض یوم۔ ایک روز یا اس سے بھی کم دنیا میں رہے تھے فسئل العادین چاہے آپ گنتی کرنے والوں فرشتوں سے دریافت کیجیے فرشتے کہیں گے کہ ایک دن یا نصف دن کہنا تو غلط ہے مگر یہ صحیح ہے کہ تم دنیا میں بہت کم رہے لو انکم کنتم تعلمون۔ بشرطیکہ تم بھی اس کو جانو کر دار آخرت اور حیات جاودانی کے مقابلہ میں یہاں کی زندگی خواہ سو برس کی کیوں نہ ہو بہت ہی کم ہے۔

فسئل العادین کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ قدیمی لوگوں سے پوچھ دیکھو۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ جو پہلے زمانوں میں بڑی عمروں کے لوگ گزرے ہیں وہ بھی حیات دنیا کو اسی قدر قلیل سمجھتے ہیں۔ یہ حیات دنیا کی حقیقت ہے کہ جس کے لیے انسان ایسی تدبیریں کرتا پھرتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ کم لبثتم میں سوال مرنے کے بعد قبر میں رہنے کی مدت سے ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں اس کو بھی بہت ہی قلیل تصور کریں گے۔ یہ بھی ممکن ہے۔

افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا یہاں سے ایک تہدید آمیز کلام شروع فرماتا ہے اور اس میں قیامت قائم ہونے پر دلائل بھی ذکر فرماتا ہے کہ اگر قیامت قائم نہ ہو تو نیک و بد کو ان کی سزا و جزا نہ ملے پھر نیکی مطلوب ہو اور نہ بدی سے نفرت ہو جس سے لازم آوے انسان عبث پیدا کیا گیا ہے اس پر کوئی مطالبہ الٰہی نہیں۔ اس لیے فرماتا ہے کہ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم پھر ہمارے پاس نہ آؤ گے فتعالی اللہ۔ اللہ اس بات سے پاک ہے کہ وہ عبث پیدا کرے اس سے یہ بھی نہ سمجھو کہ وہ ہمارا حاجت مند ہو کیونکہ الملک الحق وہ بادشاہ بے نیاز ہے اس کی بادشاہی ثابت اور قائم ہے کبھی زوال نہ ہوگی لا الٰہ الا ھو وہ اکیلا ہے اور وہ بادشاہ عرش یعنی تخت کریم ذی عزت کا مالک ہے۔ عرش سے مراد بعض کے نزدیک ساتوں آسمان ہیں بعض کے نزدیک حقیقۃً عرش۔ لا الٰہ کے بعد یہ فرماتا ہے کہ من یدع جس نے اور معبود کو پکارا بغیر دلیل (اور دلیل تو ہے نہیں) تو اس کا حساب خاص ہم لیں گے۔ ابدی عذاب کی سزا دیں گے۔ کافروں کو فلاح نہ ہوگی۔

سورت کی ابتدا قد افلح المؤمنون سے اور خاتمہ انہ لا یفلح الکٰفرون سے کرنا عجب لطف کلام میں پیدا کرتا ہے۔

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا و ثنا کی تعلیم کر کے کلام کو کس خوبی سے تمام کرتا ہے قل رب اغفر وارحم وانت خیر الرٰحمین۔

سورۂ نور

مدنیہ ہے اس میں چونسٹھ آیات اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَ

یہ ایک سورت ہے کہ جس کو ہم نے نازل کیا اور اس کے احکام ہم نے ہی فرض کیے

اَنْزَلْنَا فِیْهَآ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ

اور ہم نے اسی میں کھلی کھلی آیتیں نازل کی ہیں تاکہ

تَذَكَّرُونَ ① اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي

تم سمجھو　　عورت زنا کرے　　اور مرد زنا کرے

فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ

تو　ان　میں　سے　ہر ایک　کو　سو سو کوڑے

جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

مارو　　اور　تم　کو　اللہ کے حکم میں ان پر ترس بھی

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

ترس نہ کرنا چاہیے　　اگر　تم　اللہ اور قیامت

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ

کے دن پر　یقین　رکھتے　ہو　اور　چاہیے　کہ

عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

ان کے عذاب کو　مسلمانوں کی　ایک　جماعت　دیکھے

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫

زانی (اکثر) زنا کرنے والا تو بجز بدکار عورت یا مشرک عورت کے نکاح نہیں کرتا

وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ

اور بدکار عورت سے (اکثر) زانی　　یا　مشرک　ہی　نکاح　کیا

مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③

کرتے ہیں　　اور مومنوں پر　تو (یہ کام) حرام کر دیا گیا ہے۔

ترکیب

سورۃ مبتدأ محذوف کی خبر اے ہذہ انزلنٰہا سورۃ کی صفت فاجلدوا الزانیۃ والزانی کی خبر مائۃ منصوب ہے مفعول مطلق کی صفت ہو کر وکذا ثمانین۔

تفسیر

ابن مردویہ نے بروایت ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ نقل کیا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔ سورۂ مومنون کے خاتمہ میں اس دعا کرنے کا حکم دیا تھا کہ اے رب ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر کیونکہ تو بڑا رحم والا ہے۔ رحمت الٰہی اس کی مخلوق بالخصوص انسان پر ہمہ وقت سایہ افگن ہے مگر اس رحمت سے محروم کرنے والی یا یوں کہو اس نور کا حجاب دو ہی چیزیں ہیں اول خالق سے سرکشی اس سے غفلت، دوسرے معبودوں کی طرف التفات۔ اس کا تدارک تو سورۂ مومنون میں بخوبی کر دیا۔ فلاح کے کام ارشاد فرما دیے۔

دوم حقوق العباد میں ظلم اور کسی کو ناحق ایذا دینا منجملہ ان کے زنا ہے اور اسی طرح کسی پارسا پر زنا کی تہمت لگانا بھی بمنزلہ زنا ہے۔ آبرو ریزی اور فتنہ و فساد تمدن اور معاشرت کے اصول کے خلاف اور بڑا ہی ظلم اور مردم آزاری ہے اس لیے اس سورت میں اس کا تدارک کرنا بھی ضروری تھا اور نصاب تعلیم میں تصور متصور ہوتا اس لیے اس سورت میں زنا اور تہمت اور زنا کے اسباب عورتوں کی بے حجابی عورتوں کا اپنے محاسن کو دکھانا اور کسی کے گھر میں بے اجازت چلا جانا یا اپنے ہی گھر میں بے دھڑک ننگے کھلوں میں چلا آنا سب کو کس عمدہ پیرایہ سے حرام و ممنوع فرمایا ہے۔ اور انسانی تہذیب و معاشرت کا دستور العمل بنا دیا گیا ہے۔ اس لیے سب سے اول اس سورت کے فضائل اور اس کے احکام کا وجوب اجمالاً ارشاد فرمایا ہے۔

فقال سورۃ انزلنٰہا کہ یہ سورت ہم نے نازل کی ہے پیغمبر علیہ السلام نے اپنی طرف سے نہیں گھڑی ہے ہم نے فرضنٰہا اس کے احکام فرض و واجب کیے ہیں نہ کسی غیر نے وانزلنا فیہا اٰیٰت بیّنٰت اور ہم نے ہی اس سورت میں آیات بیّنات نازل کیے ہیں یعنی احکام مفیدہ جن کے

مقید ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں۔ اس لیے وہ آیات مشروعہ یعنی اس کی نشانیاں ہیں۔ بشر اور وہ بھی ان پڑھ اور اس ملک کا جس میں تہذیب و شائستگی مفقود ہو، پھر نہ اس کی معین کوئی قانونی کتاب ہو، ایسے احکام بیان کرے نبوت کی دلیل ہے اور دلیل بھی کیسی روشن۔ اور آیات بینات کیوں نازل کیں لعلکم تذکرون تاکہ تم کچھ عقل پکڑو۔ اس تمہید کے بعد احکام شروع ہوتے ہیں۔

(۱) الزانیۃ جو کوئی مرد یا عورت جو کوئی زنا کرے اس کو سو درے مارو لوگوں کے سامنے تاکہ لوگوں کو عبرت و نصیحت ہو اور اس حکم کی تعمیل میں کسی پر رحم نہ کھاؤ، شریف و وضیع، اپنے و بیگانے کا کچھ لحاظ نہ کرو، اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ سخت تاکید و تہدید ہے یعنی اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہارے ایمان میں کلام ہے۔ پھر اس کام کے کرنے والوں کی توہین کی جاتی ہے کہ الزانی لا ینکح کہ یہ بدنصیب اور ناپاک گروہ پاک مردوں اور عورتوں سے نکاح کرنے کے قابل ہی نہیں۔ اکثر اپنی ہی جنس کو ڈھونڈھ لیا کرتے ہیں۔ انہیں سے ان کو رغبت ہوا کرتی ہے لیکن ایمان داروں پر یہ حرام ہے۔

زنا کی تعریف بعض علماء نے یہ کی ہے کہ پیشاب گاہ کو اس مقام مخصوص میں داخل کرنا (فرج میں) جو طبعاً مرغوب اور قطعاً حرام ہو۔ غالباً یہ تعریف عرف عام کے دستور اور شرعی قیود کو ملحوظ رکھ کر کی ہے۔ پیشاب گاہ داخل کرنے کی قید سے یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر کوئی کسی کی فرج میں انگلی یا لکڑی داخل کرے گا اس پر زنا کا اطلاق نہ ہوگا نہ اس کے احکام جاری ہوں گے۔ یہ اور بات ہے کہ یہ فعل بھی حرام و ممنوع ہے اور اس کے لیے تعزیر ہے۔ اسی طرح ایسے مقام مخصوص میں داخل کرنے کی قید سے جو طبعاً مرغوب ہو، بعض کے نزدیک وہ یعنی پاخانہ کی جگہ میں داخل کرنے سے خواہ مرد کے خواہ عورت کے زنا کا اطلاق نہ ہوگا نہ اس پر احکام زنا جاری ہوں گے۔ البتہ یہ فعل بھی حرام ہے اور اس کی تعزیر ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ کیونکہ یہ مقام طبعاً مرغوب نہیں۔ طبائع سلیمہ کا ذکر ہے نہ کہ خبیثہ کا۔ مگر امام شافعیؒ اس کو بھی زنا کہتے ہیں کیونکہ لذت اور قضاء شہوت دونوں جگہ برابر ہے اور اسی طرح چار پایوں سے کرنے کو بھی زنا نہ کہیں گے گو اس حرام فعل پر اس کو سزا دی جاوے گی اور اسی طرح حرام قطعی کی قید سے یہ بات پیدا ہوئی کہ جو فرج اس کے لیے حلال ہے جیسا کہ اس کی بیوی اور شرعی لونڈی اس کے ساتھ کرنے سے زنا کا اطلاق نہ ہوگا گو حالات حیض و نفاس ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ حالات حیض و نفاس میں بیوی کے ساتھ بھی یہ فعل کرنا شرعاً حرام ہے اور اسی طرح جہاں حرام قطعی نہیں بلکہ شبہ اور اختلاف کی صورت ہو جیسے کہ وطی بالشبہ یا نکاح فاسد وغیرہ۔ اسی طرح عورت کا عورت سے رگڑنا یا ہاتھ سے مرد کا منی نکالنا بھی زنا نہیں گو شرعاً ممنوع اور برا کام ہے۔ یہ بہت سے مسائل ہیں کہ جن کی تفصیل اور فقہ کی کتابوں میں ہیں۔ زنا کی برائی تمام عقلاء کے نزدیک اور عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور اہل ادیان بھی اس کو برا جانتے ہیں۔ ہماری شریعت میں بھی کثرت سے اس کی برائیاں آتی ہیں۔ ایک جگہ قرآن شریف میں آیا ہے لا تقربوا الزنا کہ زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بری نگاہ سے دیکھنا بھی زنا ہے یعنی ویسا ہی گناہ ہے۔ اسی طرح ہاتھ سے چھونا اور شہوت انگیز باتیں کرنا بلکہ دل میں اس کا قصد مصمم کرنا بھی گناہ ہے۔ اس فعل بد کی شامت سے دنیا میں بھی انسان پر سیکڑوں بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ دشمن کا غلبہ، رزق کی تنگی، عزت و ہیبت کی بربادی، عمر میں بے برکتی، ملک و دولت کی بربادی اور سیکڑوں بیماریوں کا آنا۔

بالغ مسلم نے نکاح صحیح کر کے ایک بار بھی مباشرت کا حصہ حاصل
کر لیا ہو جس کو عرف عام میں بیاہا ہوا کہتے ہیں اس کو سنگسار کرنا
چاہیے یہ سزا (سنگساری) بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت
ہے اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہو چکا ہے اس لیے اس حکم کے
خلاف کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا و لا تاخذکم بہما رافۃ الخ
کہ تم کو یہاں ترس نہ کھانا چاہیے اگر تم کو اللہ اور قیامت پر
ایمان ہے۔

(۲) یہ سزا مسلمانوں کی ایک جماعت کے سامنے ہونی
چاہیے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور یہ خراب بات جہاں سے
گم ہو۔

الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ و الزانیۃ لا
ینکحھا الا زان او مشرک خبر بمعنی نہیں ہے کس لیے کہ زانیہ کو
بسا اوقات نیک مرد سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے یہ تفسیر بھی
ہے زانی ہے۔ اگر ان الفاظ کو خبر قبول کیا جائے کا جو الفاظ
تو یہ ایک عام اور غالب دستور کا ذکر ہے کہ بدکار کو بدکار یا
مشرک عورت سے رغبت ہوا کرتی ہے اور اسی طرح ایسی عورتوں
کو ایسے مردوں سے رغبت ہوتی ہے اور یہی لازم نکاح یا ہونی
کرتے ہیں اور ایمانداروں کے لیے یہ رغبت بحیثیت مذکورہ
حرام ہے۔ یہ تفسیر سعید بن جبیر و ابن عباس و عکرمہ کے
نزدیک ہیں۔
بالخصوص ان کے حق میں ہے کہ جن کے حق میں یہ آیت نازل
ہوئی چنانچہ نسائی و احمد نے روایت کی ہے کہ ایک عورت
جس کا نام ام مہزول تھا بدکار تھی ایک صحابی نے اس سے
نکاح کرنا چاہا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو
ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی اس لیے بعض ائمہ کے
نزدیک زناکار عورت سے نکاح درست نہیں نہ پارسا
عورت کا بدکار مرد سے نکاح درست ہو سکتا ہے مگر صحیح توجیہ
وہی ہے جو پہلے بیان ہوئی کہ زناکاروں کو ایسی ہی بدکار عورتوں
سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے ورنہ بقصد تعفف زناکار عورت
سے نکاح کر لینا شرعاً جائز ہے اور ایسا عہد صحابہ میں ہوا ہے
کہ کسی نے کسی عورت سے زنا کیا پھر اس کے ساتھ نکاح ہوا
اس نکاح کو جائز سمجھا گیا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ فاحشہ
عورتوں سے نکاح کرنا اچھا نہیں واللہ اعلم۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ
اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر (زنا کی) پھر
لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ
نہ لائیں چار گواہ تو ان کو
ثَمٰنِينَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ
اسی کوڑے مارو اور ان کی کبھی
شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
گواہی قبول نہ کرو اور وہی ہیں لوگ
الْفٰسِقُونَ ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِينَ تَابُوا
بدکار ہیں مگر وہ جو اس کے
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوا ۚ فَاِنَّ
بعد توبہ کریں اور درست ہو جائیں تو بے شک
اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۵﴾ وَالَّذِينَ
اللہ غفور رحیم ہے اور جو اپنی
يَرْمُونَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ
بیبیوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے بجز
شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ
اپنے اور کوئی گواہ نہیں تو ان کی یہی شہادت

؎ چنانچہ بخاری و مسلم نے ماعز کو سنگسار کرنا ... [illegible]
[illegible]

أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَٰدَٰتٍ بِاللَّهِ ۙ

ہے کہ ہر ایک چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے

إِنَّهُۥ لَمِنَ الصَّٰدِقِينَ ﴿٦﴾ وَالْخَٰمِسَةُ

کہ بےشک وہ (یعنی میں) سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے

أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ

کہ اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کی لعنت ہو اگر ہیں

الْكَٰذِبِينَ ﴿٧﴾ وَيَدْرَؤُا۟ عَنْهَا

جھوٹا ہوں۔ اور اس کے بعد (عورت کی سزا کو بھی یہ

الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَٰدَٰتٍۭ

بات دور کرے گی کہ وہ بھی چار بار اللہ کو گواہ کر کے

بِاللَّهِ ۙ إِنَّهُۥ لَمِنَ الْكَٰذِبِينَ ﴿٨﴾

یہ کہے کہ بےشک وہ (مرد) سراسر جھوٹا ہے

وَالْخَٰمِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَآ

اور پانچویں بار کہے کہ بےشک اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کا غضب ہو

إِن كَانَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ ﴿٩﴾ وَلَوْ

اگر وہ سچا ہو اور اگر

لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ

تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی

وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾

اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے (تو کیا کچھ نہ ہو جاتا)

ترکیب

والذین یرمون مبتدا فاجلدوھم بالتاویل اس کی خبر و اولئک الجملۃ مستانفۃ ۔ الا الذین ایک جماعت کے نزدیک پہلے جملوں سے استثناء ہے اور ایک جماعت کے نزدیک صرف الفاسقون سے اور موضع اس کا

نصب ہے علی الاصل ۔ الا انفسھم نعت شھداء کی ہے یا اس سے بدل ۔ فشھادۃ احدھم مصدر مضاف فاعل کی طرف مبتدا والخبر فالواجب شہادۃ احدھم ۔ اربع منصوب ہے مصدر ہونے کی وجہ سے ای ان یشھد احدھم اربع الخ باللہ بصریوں کے نزدیک شہادات سے اور کوفیوں کے نزدیک شہادت سے متعلق ہے۔

تفسیر

یہ دوسرا حکم تہمت زنا کی بابت ہے۔ جب کہ زنا کی قباحت اور اس کی سزا مقرر ہوئی تو کسی کو اس کے ساتھ متہم کرنے کی بھی ممانعت اور اس کی سزا مقرر ہونی چاہیے تھی۔ والذین یرمون المحصنت رمی پھینکنا۔ یہ استعارہ ہے تہمت زنا سے کیوں کہ تہمت لگانے والا گویا پتھر پھینک رہا ہے اور اسی کو قذف کہتے ہیں۔ اس آیت کا صاف حکم یہ ہے کہ جو کوئی کسی پارسا عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور پھر اپنے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کرے تو اس کو اسی دُرّے مارو اور کبھی اس کی گواہی نہ قبول کرو وہ فاسق ہے مگر جب توبہ کرے اور نیک ہو جاوے تو خیر کیوں کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

یہاں چند باتیں قابل غور ہیں (۱) محصنات سے کیا

ع ۱ ۱۰ مراد ہے؟ احصان پاک دامنی کو کہتے ہیں خواہ یہ عورت بیاہی ہو خواہ کنواری۔ اگر پاک دامن ہے تو محصنہ ہے۔ اسی طرح آیت کا عموم چاہتا ہے خواہ کافرہ ہو خواہ مومنہ، خواہ آزاد ہو خواہ لونڈی، غریب ہو یا امیر شریف القوم ہو یا نہ ہو۔ مگر فقہاء نے احادیث یا دیگر مقامات میں غور و فکر کر کے احصان میں چند شرطیں لگائی ہیں۔ اسلام عقل بلوغ حریت عفت۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کافرہ عورت کو تہمت لگانے سے یہ سزا نہ ہوگی بلکہ تعزیر۔ مگر امام زہری و سعید بن المسیب و ابن ابی لیلیٰ کافرہ کو بھی شامل

کرتے ہیں اس پر تہمت لگانے والے کو بھی یہی سزا دیا فرماتے ہیں۔ اور اسی طرح دیوانی یا نابالغ یا لونڈی یا زناکار عورت کو (خواہ بالفعل وہ زنا سے تائب ہو گئی ہو) تہمت لگانے پر صرف تعزیر کا حکم دیتے ہیں نہ یہ حد۔ گو یہ آیت پارسا عورتوں پر تہمت لگانے میں صراحتاً مذکور ہے مگر تمام امت محمدیہ اس بات پر متفق ہے کہ یہی سزا پارسا مرد پر تہمت لگانے میں بھی ہے۔

(۲) والذین یرمون سے کون مراد ہیں؟ آیت کا عموم چاہتا ہے کہ کوئی کیوں نہ ہو خواہ عورت ہو خواہ مرد ہو غلام ہو خواہ آزاد ہو، خواہ کافر ہو خواہ مسلمان ہو جو تہمت لگائے اس کو یہی سزا دی جاوے۔ مگر یہاں بھی علماء نے لڑکے یا دیوانے کو بحکم حدیث رفع القلم عن ثلاث الخ مستثنیٰ کیا ہے کہ ان پر حد نہ قائم ہو گی۔ ہاں اگر حاکم مناسب جانے تو کچھ گوشمالی کر دے۔

(۳) جن پر کہ جرم تہمت قائم ہو پھر کیا سب کو یہی سزا ہونی چاہیے؟ آیت کا عموم یہی چاہتا ہے مگر امام شافعی و ابو حنیفہ و مالک و ابو یوسف و محمد و زفر وغیرہم غلام یا لونڈی پر نصف سزا یعنی چالیس درے دینے کا حکم دیتے ہیں اس آیت سے فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعلیهن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب کیونکہ اس آیت میں لونڈیوں کی سزا زنا نصف قرار دی ہے جس میں غلام بھی شامل ہیں۔ پھر جب زنا کی نصف سزا ہے تو تہمت کی بھی نصف ہونی چاہیے۔

امام جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور ان کے بعد سب کو میں نے غلام لونڈی کو اس جرم میں یہی سزا دیتے دیکھا ہے۔ امام اوزاعیؒ پوری سزا کا حکم لگاتے ہیں اور عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی منقول ہے اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے پوری سزا دی تھی۔ مسئلہ اختلافیہ ہے۔

(۴) الا الذین تابوا کس سے استثناء ہے؟ شعبی کہتے ہیں کہ یہ استثناء سب پہلے جملوں کی طرف رجوع کرتا ہے فاجلدوھم اور لا تقبلوا لهم شهادة و اولئک ھم یعنی توبہ کرنے کے بعد نہ اس کو اسی درے ماریں نہ اس کی گواہی رد کریں نہ وہ فاسق ہے۔ ابن عباسؓ و عمرؓ و سعید بن جبیر و مجاہد و عطاء و امام مالکؒ و شافعیؒ کہتے ہیں صرف پچھلے دونوں جملوں سے استثناء ہے یعنی توبہ کرنے کے بعد اس کی گواہی قبول ہے اور فاسق نہیں توبہ کرنے کے بعد اس کی شہادت قبول ہو گی خواہ اس پر حد قائم ہوئی ہو یا نہیں۔ نخعی و شریح و امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں صرف اولئک ھم الفسقون سے استثناء ہے یعنی توبہ کرنے کے بعد وہ فاسق نہیں رہتا۔ ہاں اس پر حد بھی قائم ہو گی اور ابداً اس کی گواہی بھی مقبول نہ ہو گی جیسا کہ چوری یا دیگر جرائم میں توبہ کرنے سے عنداللہ اس کا فسق تو دفع ہو جاتا ہے لیکن سزا دنیا نہیں اٹھتی اور گواہی قبول نہ کرنا بھی سزا دنیا ہے اور یہی بات قرین قیاس بھی ہے۔ باقی ہر ایک کے دلائل ان کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ جس کو شوق ہو وہاں دیکھ لے واللہ اعلم۔

ف زنا کے ثبوت میں چار گواہوں کا ہونا محض بنظر پردہ پوشی شرط کیا گیا ہے ورنہ دو گواہوں سے قتل ثابت ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ہونا عین حکمت ہو کیونکہ ہر فعل کے ثبوت میں دو شخصوں کی گواہی ہوتی ہے اور یہ فعل دو کا ہے اس لیے دو گواہ عورت کے لیے دو مرد کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہوئی۔

لعان کا بیان

والذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم ...

بیوی کی بابت تہمت لگانے کا ہے کہ جو کوئی اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور اس کو چار گواہ نہ ملیں اگرچہ قیاس یہی چاہتا تھا کہ ایسی صورت میں اس پر بھی اسّی درے مارنے چاہییں مگر عادۃً غیر عورت پر تو تہمت عداوت یا رسوائی کے لیے ایک معمولی بات ہے لیکن اپنی بیوی پر تہمت لگانے میں اس کی بھی بے عزتی ہے اس لیے بغیر سبب قوی اور اپنے معائنہ کے کوئی سلیم الفطرت اپنی بیوی پر ایسا الزام نہیں لگا سکتا اور ایسے موقعوں پر چار گواہوں کا بہم پہنچانا بڑی مشکل بات ہے اس لیے اس بارے میں دونوں کی رعایت رکھ کر یہ حکم جداگانہ دیا گیا)۔ تو خاوند چار بار اللہ کی قسم کھا کر حاکم کے روبرو یہ کہے کہ میں سچا ہوں۔ یہ چار قسمیں بمنزلہ چار گواہوں کے ہیں، اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ پس اس قسم کے بعد مرد پر بالزام تہمت اسّی درے نہ مارے جاویں گے۔ اب یہی بیوی اگر اس نے زنا کا اقرار کر لیا تو وہ سنگسار کی جاوے گی۔ اور اگر وہ اس حد سے بری ہونا چاہے تو اس کو بھی چار بار اللہ کا نام لے کر یہ قسم کھانی پڑے گی کہ باللہ یا بخدا یا اللہ کی قسم وہ یعنی شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو جو وہ سچا ہو۔ اس کو شرع میں "لعان" کہتے ہیں۔ لعان کے بعد دونوں میں نکاح باقی نہ رہے گا اور پھر کبھی اس مرد کا اس عورت سے نکاح درست نہ ہوگا اور جو اس حمل سے بچہ پیدا ہوگا وہ اس مرد کا نہ کہلائے گا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ طلاق نامہ تصور ہوگا۔ اور امام شافعیؒ اس کو فسخ نکاح کہتے ہیں۔ مالکؒ و شافعیؒ وغیرہما کہتے ہیں اس لعان میں حر عبد مسلمان ذمّی سب شریک ہیں۔ زہری اوزاعی ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ خاص مسلمان حر غیر محدود میں جاری ہو سکتا ہے۔ یعنی جو اہل الشہادت ہو اور عورت کے قاذف پر حد

قائم ہو سکتی ہو۔

بخاری و مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ عویمر نے عاصم بن عدی سے کہا تھا کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی کو پاوے تو کیا کرے مار ڈالے؟ عاصم نے حضرتؐ سے پوچھا، آپؐ نے یہ سوال مکروہ جانا۔ تب عویمر نے کہا خیر میں خود جا کر حضرتؐ سے پوچھوں گا۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں ائمہ کا اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں عویمر کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی بعض کہتے ہیں ہلال بن امیہ کے حق میں۔ بعض کہتے ہیں اول تو ہلال کا معاملہ پیش آیا پھر جبھی عویمر کا بھی دونوں اس میں شریک ہو گئے۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ
جو لوگ طوفان[له] بنا کر لائے ہیں وہ تمہارے ہی میں کا

مِنْكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ ۖ بَلْ هُوَ
تو ایک گروہ ہے اس کو اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ

خَيْرٌ لَكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا
تمہارے حق میں بہتر ہے ان میں سے ہر ایک کے لیے

اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ
بقدر عمل گناہ ہے اور ان میں سے جس نے

[له] حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جب کہ وہ اپنا گلوبند تلاش کرتی ہوئی ایک سفر میں پیچھے رہ گئیں اور قافلہ کے اخیر میں صفوان تھے ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے لائے۔ اس بات کے چند لوگوں نے جو بظاہر مسلمان تھے طوفان باندھ لیا اور زنا کی تہمت لگا کر اس کا عام چرچا کر دیا۔ اس قصہ کی طرف جا بجا اس سورت میں اشارہ ہے ۱۲ منہ

كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾

اس کا بڑا حصہ اس کے لیے تو بڑا عذاب ہے

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ

کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا گمان کیا ایمان والے مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا

اور ایمان دار عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان اور کہہ دیا

هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ

کہ یہ تو صریح بہتان ہے وہ کیوں لے آئے اس

عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ

بہتان پر چار گواہ نہ لائے پھر جب وہ

يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ

گواہ نہ لائے تو اللہ کے نزدیک

هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

وہی جھوٹے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ

اور اس کی دنیا اور آخرت میں رحمت

الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ

نہ ہوتی تو جس کا تم نے چرچا کیا تب

فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ

اس میں تم پر کوئی بڑی آفت پڑ گئی ہوتی جب کہ

تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ

تم اپنی زبانوں سے اس کو نقل کرتے تھے اور

ترکیب

عصبۃ منکم خبر ان منکم اس کی صفت کبرہ بالکسر عظمہ و بالضم، من تولی مبتدا جملہ خبر والا اول ۔

اذ تلقونہ کا عامل مسکم ... کے متعلق ۔

تفسیر

ایک واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو ایک عبرت کا واقعہ ہے۔ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ ایک جھوٹی بہتان کا جس کا ان آیات میں ذکر ہے حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین پر باندھا گیا تھا۔ جس کی تفصیل میں امام بخاری و مسلم وغیرہما محدثین نے یوں روایت کیا ہے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر جاتے تو جس بیوی کا نام قرعہ میں نکلتا تھا اس کو ساتھ لے جاتے تھے چنانچہ ایک بار ایک جہاد میں میرا قرعہ میں نام نکلا تو مجھے ساتھ لے گئے۔ چونکہ حجاب نازل ہو چکا تھا اونٹ پر ہودہ میں ہی میں چلتی تھی جب اس سفر سے واپس آئے شب کو مدینہ کے قریب قیام ہوا رات سے کوچ پکارا گیا۔ میں اس وقت قضائے حاجت کو گئی، لوٹ کر آئی تو گلے کا ہار نہ پایا اس کو ڈھونڈنے گئی تھی میں لوگوں نے میرا ہودہ اسی طرح سے اونٹ پر کس دیا اور میرا ہلکا پن کا خیال نہ کیا کیوں کہ اس زمانے میں تنگی کی وجہ سے کھانا کم میسر آتا تھا عورتیں دبلی پتلی تھیں وہ سمجھے کہ میں ہودہ میں ہوں۔ قافلہ چل دیا، میں لوٹ کر آئی تو کسی کو نہ پایا، یہ سمجھ کر کہ آخر میری تلاش کرتے ہوئے لوگ یہیں آئیں گے اسی جگہ بیٹھ گئی اسی میں نیند آ گئی صفوان بن معطل لشکر کے پیچھے اس لیے چھوڑے گئے تھے کہ گری پڑی چیز یا چھوٹے بھٹکے آدمی کا خیال رکھے۔ جب وہ میرے قریب آیا اور صبح ہو گئی تھی تو اس نے مجھے پہچان کر انا للہ کہا، اس کی آواز سنتے ہی میں بیدار ہو گئی۔ اس نے اونٹ بٹھا کر الیٹ کر مجھے اپنے اونٹ پر چڑھا لیا اور نہ میں نے اس سے بات کی اور نہ اس نے مجھ سے دریافت

قریب تک مجھے فرودگاہ لشکر میں لے آیا۔ عبداللہ بن ابی
منافق نے جو بظاہر مسلمان تھا یہ طوفان اٹھایا اور مجھ پر
تہمت لگائی اور حسان بن ثابت اور مسطح و حمنہ بنت
جحش اس کی ہاں میں ہاں ملانے والے اور اس بات کو
مشہور کرنے والے ہو گئے۔

جب یہ خبر مسطح کی والدہ کے ذریعہ سے مجھے پہنچی تو میری
آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے یہاں تک برا حال تھا
اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس التفات سابق سے
پیش نہ آتے تھے۔ آخر کار میری براءت میں یہ آیات
نازل ہوئیں اور مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ تھا کہ وہ ضرور
میرے معاملہ میں کچھ نازل فرما کر مجھے سچا کرے گا۔

ضحاک کہتے ہیں اس کا بیڑہ حسان و مسطح نے اٹھایا
تھا اس لیے ان پر اور ایک قریشی عورت پر حد ماری
گئی یعنی حمنہ پر۔ جمہور کے نزدیک بیڑہ اٹھانے والا
عبداللہ بن ابی منافق تھا جس کے لیے عذاب عظیم جہنم میں
ہوا۔ حسان کا ایک بار حضرت عائشہ کے روبرو
ذکر آیا، فرمایا جنتی ہے۔ کسی نے کہا اس نے بیڑہ اٹھایا تھا،
فرمایا اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں یہ
کہا ہے

فان ابی و والدہ و عرضی
لعرض محمد منکم وقاء

بس دنیا میں سزا پا کر اچھا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس بہتان کو اپنے حق میں بہتر
سمجھو کس لیے کہ اس کے سبب سے قرآن مجید میں
حضرت عائشہ صدیقہ کی براءت ابد تک و دامن
قیامت تک کو ثابت ہو گئی۔ آئندہ لوگوں کو بزرگوں
کی بیبیوں کی نسبت ایسی باتیں کرنے سے عبرت ہو گئی
بعض لوگ اس واقعہ کو سن کر خاموشی اختیار کرتے تھے
بعض اس پر ایمان لاتے تھے۔ بعض صریح رد کرتے تھے
ان میں صریح رد کرنے والوں کی مدح ہے۔ باقی سکوت
کرنے والوں پر اور اس بات کو مشہور کرنے والوں پر ناراضی
ظاہر فرمائی۔

بِأَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَ
اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے تھے جس کا تم کو علم بھی نہ تھا اور

تَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ
اس کو تم نے ہلکی بات سمجھ لیا تھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک

عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم
بڑی بات ہے اور جب تم نے اس کو سنا تھا تو کہہ دیا ہوتا

مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا
کہ ہمیں تو اس کا منہ سے نکالنا بھی لائق نہیں

سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾
سبحان اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے

يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا
اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا

إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ
اگر تم ایمان رکھتے ہو اور تمہارے لیے اللہ

لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾
آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ خبردار حکمت والا ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ
جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بدکاری کا چرچا ایمان والوں

فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
میں پھیلے تو ان کو دنیا میں بھی

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
اور آخرت میں بھی عذاب الیم ہے اور اللہ جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ

اور تم نہیں جانتے　اور اگر نہ ہوتا

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ

اللہ کا فضل　اور اس کی رحمت تم پر اور یہ کہ اللہ

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

نرمی کرنے والا مہربان ہے (تو دیکھتے کیا ہوتا)

الربع ع ۱۰ ۸

ترکیب

لولا بمعنی ھلّا۔ اذ سمعتموہ ما یکون لنا بمعنی ما ینبغی لنا۔ سبحٰنک یہاں تعجب۔ ان تعودوا لمثلہ ابدًا کراہۃ ان تعودوا، اور مفعول لہ اور ممکن ہے کہ مفعول بہ ہو یعظکم کا بمعنی ینہٰکم۔ لھم عذاب الیم خبر ان الذین۔ ان تشیع مفعول یحبون۔ فی الدنیا متعلق ہے عذاب الیم سے۔ ورحمتہ معطوف ہے فضل اللہ پر۔ پھر وان اللہ اس پر معطوف۔ جواب لولا محذوف ہے لعاجلکم بالعقوبۃ۔

تفسیر

ان جملہ واقعوں کے ایک یہ جملہ بطور زجر کے ہے و تقولون الخ جس بات کا تم کو علم نہیں اس کو اپنا جان کر مونہوں سے نکالنے لگے یہاں تک کہ کوئی گھر اور کوئی مجلس نہ تھی کہ جہاں یہ چرچا نہ پھیلا ہو۔ فرماتا ہے یہ بڑی بھاری بات ہے ولولا اذ سمعتموہ الخ بلکہ تمہیں یہ مناسب تھا کہ جب اس کو سنا تھا وہیں کہہ دیتے کہ ہم کو یہ بات منہ پر لانی زیبا نہیں۔ سبحٰنک یہ بہتان عظیم ہے۔

سبحانک عرب میں تعجب اور استبعاد دونوں موقع پر بولا جاتا ہے مگر ہمارے محاورہ میں استبعاد کے موقع پر معاذ اللہ وغیرہ کلمات بولے جاتے ہیں۔ سنتے ہی بہتان عظیم کہہ دینا اس لیے ضرور تھا کہ یہ قصہ پیغمبر علیہ السلام سے تعلق رکھتا تھا۔ عقل سے بھی آدمی کو کام لینا چاہیے تھا اور اس کے برگزیدہ لوگوں کی شان میں اور نیز ان کی عصمت ازواج کے حق میں جو کوئی احمق کچھ بکے تو یہ نہیں کہ سنتے ہی اس پر ایمان لے آئے اور جا بجا ذکر کرتا پھرے جیسا کہ بعض سادہ لوحوں کی عادت ہوتی ہے۔ اول تو ایسے لوگوں پر نیک گمان رکھنا لازم ہے۔ دوم اس بات کے جھوٹے ہونے کی صورت میں بزرگوں کو ایذا پہنچنے پر خدا تعالیٰ کس قدر ناراض ہوگا۔ سوم اگر سچ بھی ہو تو کسی کی پردہ دری کرنے سے پردہ پوشی کرنی بہرحال بہتر ہے۔ چہارم ایسی باتوں کے پھیلانے سے بجز اس کے کہ ایمان داروں میں فحش کا چرچا ہو اور کوئی نتیجہ نہیں۔ اس لیے فرماتا ہے یعظکم اللہ کہ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے آئندہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے ادب اور اخلاق حمیدہ اور تہذیب سکھاتا ہے وہ علیم ہے ایسی باتوں میں جو کچھ خرابیاں پیش آتی ہیں باہمی نفاق و رنجش وغیرہ وہ ان کو خوب جانتا ہے اور وہ حکیم ہے انہیں حکمتوں کو ملحوظ رکھ کر تم کو ایسی مکروہ باتوں سے منع کرتا ہے۔

مگر بعض بے ہودہ لوگوں کی جبلت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ ایسی گندہ اور ناپاک باتیں مشہور کیا کرتے ہیں۔ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ ان کے لئے جو ایسی ہی باتوں میں شوق رکھتے ہیں اور ہر روز یہ ذکر کیا کرتا ہے کہ فلاں نے یوں کیا اور فلاں کی جورو نے ایسا کیا اور وہ ایسی اور ایسی سو لھم عذاب الیم ان پر دنیا میں بھی خدا کی طرف سے عذاب دردناک نازل ہوتا ہے کہ حد قذف ماری جاتی ہے مردود الشہادۃ اور لوگوں کی نظروں میں خفیف غیر قابل الاعتبار ہو جاتے ہیں اور نیز طرح طرح کے مصائب میں بھی مبتلا ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی عذاب الیم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ فرماتا ہے

صرف اس کا فضل اور رحمت تھی جس کے سبب دنیا
میں ان لوگوں پر سخت قہر الٰہی نہیں اترا ورنہ بات تو
بڑی تھی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ
اے ایمان والو! شیطان کے قدم بہ قدم
ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ
نہ چلو اور جو کوئی شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے
فَإِنَّهُۥ يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ۚ ف
تو وہ تو اس کو بے حیائی کی اور بری باتیں ہی بتا دیتا ہے
وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ
اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی
مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ
تو تم میں سے کوئی بھی کبھی نہ سدھرتا لیکن
ٱللَّهَ يُزَكِّى مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ
اللہ جس کو چاہتا ہے سنوار دیتا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا
عَلِيمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَأْتَلِ أُو۟لُوا۟ ٱلْفَضْلِ
خبردار ہے اور تم میں سے بزرگی اور مقدور والوں کو ف
مِنكُمْ وَٱلسَّعَةِ أَن يُؤْتُوٓا۟ أُو۟لِى
اس بات پر قسم نہ کھانا چاہیے کہ قرابت داروں
ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينَ وَٱلْمُهَٰجِرِينَ
اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے
فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا۟ وَلْيَصْفَحُوٓا۟ ۗ
والوں کو نہ دیا کریں گے ان کو معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے

أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَكُمْ ۗ وَ
کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے اور
ٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ
اللہ بھی بڑا بخشنے والا مہربان ہے جو لوگ
يَرْمُونَ ٱلْمُحْصَنَٰتِ ٱلْغَٰفِلَٰتِ
پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر
ٱلْمُؤْمِنَٰتِ لُعِنُوا۟ فِى ٱلدُّنْيَا وَ
تہمت لگاتے ہیں ان پر پھٹکار ہے دنیا اور
ٱلْءَاخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾
آخرت میں اور ان کو بڑا عذاب ہے
يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَ
جس دن کہ ان پر ان کی زبانیں اور
أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾
ان کے ہاتھ اور پاؤں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اس پر گواہی دیں گے
يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ ٱللَّهُ دِينَهُمُ ٱلْحَقَّ
اس روز اللہ ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا
وَيَعْلَمُونَ أَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ
اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی برحق ظاہر
ٱلْمُبِينُ ﴿٢٥﴾ ٱلْخَبِيثَٰتُ لِلْخَبِيثِينَ
کر دینے والا ہے ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں
وَٱلْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَٰتِ ۖ وَٱلطَّيِّبَٰتُ
اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں
لِلطَّيِّبِينَ وَٱلطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَٰتِ ۚ
پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہوتے ہیں۔

ف۱ یہاں سے حضرت ابوبکرؓ اور عائشہؓ دونوں کی فضیلت ثابت ہوئی۔
ف۲ حضرت عائشہؓ پر بدگمانی کرنے والوں کو ڈرایا ہے۔

ع

أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ

جو کچھ یہ بکتے پھرتے ہیں یہ لوگ اس سے پاک ہیں

لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٢٦﴾

ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

ترکیب

ولا یاتل یفتعل من الالیۃ فقال آتلی آلی کانتھی یتنھی اذا حلف ومنہ قولہ تعالیٰ للذین یؤلون من نسائھم وقیل ہو من الوت فی کذا اذا قصرت ومنہ قولہ تعالیٰ لا یالونکم خبالا والاول اولیٰ ان یؤتوا ای علیٰ ان لا یؤتوا الجملہ بیان حلف یعفر حال ظرف یعنی مستقر ای جوابھم میں ہے۔

تفسیر

یا ایھا الذین آمنوا یہاں پھر صاف صاف مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی باتیں نہ کریں۔ یہ باتیں شیطانی وسواس ہیں۔ فرماتا ہے اس کی پیروی نہ کرو کیوں کہ وہ بے حیائی اور بری باتیں سکھایا کرتا ہے۔ شیطان خون کی طرح انسان کی رگوں میں دوڑتا اور جا کر دل میں گھر کر لیتا ہے۔ پھر بھلا اس موذی کے زہر سے کوئی بچ سکتا ہے؟ مگر فضل الٰہی اور اس کی رحمت ہی ہے کہ جو اس سے پناہ میں رکھ کر راہ راست کی طرف لاتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ولولا فضل اللہ الخ کہ اس کے فضل نے تم کو ستھرا کر دیا۔ ولا یاتل جس طرح بہتان باندھنے والوں پر عتاب ہوا اسی طرح توبہ کرنے کے بعد ان لوگوں سے ترک سلوک کرنے سے ممانعت فرمائی۔ طبرانی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ مسطح کے ساتھ بھانجا ہونے کی وجہ سے سلوک کیا کرتے تھے۔ اس واقعہ میں قسم کھا بیٹھے تھے کہ آئندہ میں اس کو کچھ نہ دیا کروں گا اس لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ اہل وسعت و کرم کو قسم نہ کھانا چاہیے کہ وہ اپنے دستِ کرم کو سمیٹ لیں بلکہ ان کو معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے۔ یہ سن کر ابوبکرؓ نے کہا بخدا! میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کرے اس کے بعد پھر اسی طرح سے دینے لگے مسطح ابوبکرؓ کے اہل قرابت بھی تھے اور نیز مسکین تھے اور مہاجر بھی تھے اس لیے کرم والے کے لیے اولی القربیٰ والمسٰکین والمہاجرین عموم کے صیغوں سے تعبیر کیا۔ اس آیت میں حضرت ابوبکرؓ کو اہل کرم میں شمار کیا اور مدح کے ساتھ یاد فرمایا۔

ان الذین یرمون اس کے بعد پھر تہمت لگانے والوں پر تشدید کر کے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاک دامنی مدلل کر کے اس بحث کو تمام کرتا ہے۔ فرماتا ہے جو کوئی پاک دامن بے خبر ایماندار عورتوں کو تہمت لگاتا ہے اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور قیامت کے روز جب کہ اس کے اعمال پر اس کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے وہ اپنے اعمال کا پورا بدلہ پائے گا۔

بے خبر یعنی اس برے کام کا کرنا تو درکنار اس بے چاری کو اس کی خبر بھی نہیں وہ اس کو جانتی بھی نہیں یہ پاک دامنی کے لیے کامل مدح ہے۔

الخبیثٰت الخ یہاں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اور بھی پاک دامنی ثابت کرتا ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے پاس رہتی ہیں اور پاک بازوں کے لیے پاک باز عورتیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون پاک باز ہوگا؟ پس ان کی بیویاں بھی پاک باز ہیں۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت تطہیر عائشہؓ کے لیے نص قاطع ہے۔ خصوصاً لفظ اولٰئک مبرّؤن مما یقولون اس کی تاکید کر رہا ہے اس لیے جو شخص پیغمبر علیہ السلام کی بیوی خصوصاً حضرت عائشہؓ کی جناب میں اس کے بعد بھی بدگمانی کرے وہ کافر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں

غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا

نہ جایا کرو جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر

عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ

سلام نہ کر لیا کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا

سمجھو پھر اگر وہاں کسی کو

فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى

نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک کہ

يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا

تم کو اجازت نہ دی جائے اور اگر تم کو کہا جاوے کہ لوٹ جاؤ

فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

تو لوٹ آیا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

جانتا ہے جو کچھ تم کیا کرتے ہو تم پر کچھ گناہ

جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ

نہیں اگر بغیر اجازت کسی ایسے گھر میں جاؤ کہ جہاں

مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ

کوئی نہیں رہتا اس میں تمہارا اسباب ہو

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو۔

ترکیب

غیر بیوتکم۔ استئناس، یہ بمعنی ہے تستاذنوا۔ تستأنسوا تستأذنوا من الاستئناس بمعنی الاستعلام۔ آنس الشیء ابصرہ وعلمہ و احس بہ (قاموس)۔ کیونکہ مستاذن اس بات کا علم چاہتا ہے کہ اس کو اجازت ملتی ہے کہ نہیں۔ او من الاستئناس الذی ہو خلاف الاستیحاش۔ فانہ مستوحش من انہ لا یؤذن لہ فاذا اذن لہ استانس۔ (بیضاوی)۔

تفسیر

جب کہ خدا تعالیٰ نے زنا کو بند کیا اور تہمت اور بدگمانی کی بھی سخت ممانعت فرمائی تو جو چیزیں بدگمانی اور زنا کے اسباب ہیں ان کو بھی روکتا ہے۔ منجملہ ان اسباب کے کسی کے گھر میں بغیر اذن و اطلاع کے چلا جانا بھی ہے کیونکہ نہ معلوم گھر میں عورت ننگی ہے یا سوتی ہے پھر وہاں اس سے خلوت اور ہم کلامی کا ہونا اور بھی محل تہمت ہے خصوصاً اس گھر والے کے لیے بڑے رنج کا باعث ہے اس لیے اس بارے میں بھی ادب سکھانے کے لیے یہ فرمایا یایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا الخ (یہ چوتھا حکم ہے) کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت اور سلام کے نہ جایا کرو۔ پہلے دروازے پر جا کر السلام علیکم کہہ کر کہے کہ میں آؤں؟ احادیث سے ثابت ہے کہ تین بار اجازت لے۔ جب تیسری بار بھی آنے کی اجازت نہ ملے یا کچھ جواب نہ دے تو پھر نہیں کہ وہیں جم جاوے بلکہ الٹا چلا آوے جیسا کہ عبداللہ بن قیس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ اور یہ حکم عام ہے خواہ اس گھر میں زنانہ ہو یا صرف

مردانہ بیٹھکوں کہ نہ معلوم کہ وہ کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے
اور اسی طرح جس گھر میں اس کی محرم عورتیں ہوں وہاں بھی اطلاع
کر کے آنا چاہیے کیوں کہ محرم عورت کو بھی ننگی کھلی دیکھنا درست
نہیں۔ مگر جس گھر میں خاص اس کی بیوی اور لونڈی رہتی ہوں
گو جن کی برہنگی اس پر ظاہر ہے وہاں بھی بہتر ہے کہ اطلاع
کر کے آوے کیوں کہ عورتوں کو بعض اوقات نہانے دھونے
میں خاوند کے روبرو برہنگی بری معلوم ہوتی ہے اور اس کے لیے
بھی باعث نفرت ہونے کا ہے۔

فرماتا ہے یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے کیوں کہ اس
میں سیکڑوں آفات سے نجات ہے اس لیے فرمایا کہ
تم سمجھو۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اس گھر میں تم کو کوئی نہ ملے یعنی
آواز نہ آوے جس سے معلوم ہو کہ کوئی نہیں تب بھی
اندر نہ جاؤ۔ اور جو اندر سے آواز آوے کہ پھر جاؤ تو بھی
پھر آؤ۔ کیوں کہ وہاں سے بے خبر رہنا بھی بعض اوقات
کسی ضرورت کے سبب ناگوار گزرتا ہے اس لیے فرمایا
ہے یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اس کی مصلحت اللہ
جانتا ہے اور تمہارے حالات بھی اس کو معلوم ہیں۔
احادیث صحیحہ میں گھر میں جھانکنے کی بھی سخت ممانعت
آئی ہے۔

لیس علیکم جناح ان تدخلوا یہ اسی حکم کا تتمہ
ہے فرماتا ہے کہ جن گھروں میں کوئی بستا نہ ہو صرف
اسباب رکھنے کے مکان ہوں وہاں بغیر اطلاع جانے
میں کچھ مضائقہ نہیں۔ بیوتاً غیر مسکونۃ کی تفسیر میں
علماء کے چند اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں مسافر خانے۔ بعض
کہتے ہیں خرید و فروخت کے مکانات۔ بعض کہتے ہیں
حمامات۔ بعض کہتے ہیں غیر آباد مکانات۔ مگر آیت میں
حکم عام ہے سب کو شامل ہے۔ لیکن جو مکانات
اسباب کے ہوں اور وہاں کسی کا ملکیتی مال ہو وہاں بغیر
اجازت کے جانے کے یہ معنی نہیں کہ پھر کوئی چرا لیا کرے

کہ اس میں چوری اور بے گانہ ملک میں تصرف کا خطرہ ہے
بلکہ جن کو وہاں جانے کی اجازت ہے یا جو مجاز ہیں ان کو
وہاں دستک دینے اور اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں
کیونکہ وہاں احتمال نہیں کہ کوئی ننگا کھلا ہوگا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
ایمانداروں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ
اور اپنی شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں یہ ان کے حق میں ستھرا ہے

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ
بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کیا کرتے ہیں اور

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ
ایماندار عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں

اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ
نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی بھی حفاظت رکھیں اور

لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
اپنی آرائش کو بھی نہ دکھایا کریں مگر وہ جو خواہ مخواہ ظاہر ہو جاتی ہے

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ
اور اپنے سینوں پر اپنے دوپٹے ڈالے رکھا کریں

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ
اور اپنی آرائش ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے شوہروں پر

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ
یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا

اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ
اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں پر یا

اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ
اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا

أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ

بھائیوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے مملوک (لونڈی)

أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي

غلاموں پر یا ان خدمت گار مردوں پر کہ جن کو عورتوں

الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ

کی حاجت نہیں رہی ہو یا ان لڑکوں پر

الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ

جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے

النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ

واقف نہیں اور اپنے پاؤں ٹھوکر کر نہ چلیں

لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۚ وَ

کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور

تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ

اے مسلمانو! تم سب کے سب خدا سے توبہ کرتے رہا کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ترکیب

من ابصارهم من هنا للتبعيض لانه لا يلزم غض البصر بالكلية وقيل زائدة وقيل لبيان الجنس. غير اولى الاربة اى الحاجة بالجر على الصفة او البدل۔

تفسیر

من جملہ اسباب زنا کے مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا بھی ہے بلکہ نظر زنا کا بڑا سبب ہے۔ کسی نے کہا ہے ع

برق نگاہ یار میرا کام کر گئی

اس لیے ایمان داروں کو ادب سکھاتا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم الخ یہ پانچواں حکم ہے کہ اے نبی! ایمان داروں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ کو نیچی رکھیں جس کا دیکھنا انہیں حلال نہیں اس کو نہ دیکھیں اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا اجنبی عورت کا بضرورت منہ اور ہاتھ دیکھنا تو درست ہے اور باقی چیزوں پر نظر کرنا حرام ہے اور بغیر ضرورت اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا بھی درست نہیں۔ خصوصاً جب کہ محل فتنہ ہو اور جو ایک نظر پڑ جائے تو بار دگر نہ دیکھے۔ اور اجنبیہ اگر کسی کی لونڈی ہے تو بعض کہتے ہیں ناف سے گھٹنے تک پر نظر نہ کرے باقی کا مضائقہ نہیں۔ بعض کہتے ہیں سر وغیرہ جو عضو کام میں کھلے رہتے ہیں ان کا دیکھنا ممنوع نہیں، باقی ممنوع ہے۔ اور عورت اگر محرم ہے خواہ نسب سے، خواہ رضاع سے خواہ بیوی کے رشتے سے تو اس کی ناف سے لے کر گھٹنے تک نظر ممنوع ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف وہی اعضاء دیکھنے درست ہیں جو کام میں کھل جاتے ہیں ہاتھ بازو وغیرہ۔ اور مرد کی بابت بھی یہ حکم ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک نہ دیکھے۔ اسی طرح عورت کو دوسری عورت کا ناف سے گھٹنے تک دیکھنا منع ہے۔

عرفاء کہتے ہیں جس طرح نظر کو محارم کے دیکھنے سے

ف الاربة الفطنة من الارب كالمشية من المشى وقيل الارب الحاجة والعقل ومنه الاريب والمراد بها الحاجة الى النساء ۱۲ منہ

ف پاؤں کو زمین پر اس طرح سے نہ مارنا چاہیے جس سے پازیب وغیرہ زیور کی آواز سنائی دے اور اسی طرح اپنی آواز بھی بلند نہ کرے ۱۲ منہ

بند کرے۔ اسی طرح دل کو غیر اللہ کے دیکھنے سے روکے۔

پھر فرماتا ہے ویحفظوا فروجھم کہ اپنے ستر کو محفوظ رکھیں یعنی حرام کاری نہ کریں یہ تمہارے لیے دین و دنیا میں بہتر ہے۔ ان اللہ خبیر بما یصنعون میں تنبیہ ہے کہ اللہ کو غافل نہ سمجھو وہ تمہارے ہر کام سے واقف ہے۔

وقل للمؤمنٰت اسی طرح ایمان دار عورتوں کو بھی نظر بند رکھنے اور حرام سے محفوظ رہنے کا حکم دیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی رہنما حکم دیا کہ اپنی زینت کو بجز ان اشخاص مذکورۂ ذیل کے اور کسی کو نہ دکھائیں اور اوڑھنی اوڑھے رہیں جس سے سر اور سینہ اور کان اور گردن نہ دکھائی دے۔

جو کہا اپنی زینت نہ دکھائیں مگر وہ جو ظاہر ہے۔ زینت کہتے ہیں خوبصورتی کو قدرتی ہو یا بناوٹی۔ لباس فاخرہ یا زیور یا مہندی کاجل وغیرہ ان میں سے صرف ظاہر زینت کے ظاہر کرنے کی اجازت دی۔ ظاہر زینت بناوٹی میں سے تو انگوٹھی کپڑا جس کے ظاہر کرنے کی ضرورت پڑے اور خلقی میں سے ہاتھ منہ جو بضرورت ظاہر کرنا پڑے۔ بعض علما کہتے ہیں زینت سے مراد وہ اعضا ہیں جن پر زیور پہنا جاتا ہے۔

ان اشخاص میں سے شوہر، عورت کا باپ دادا نانا، شوہر کے باپ دادا، عورتوں کے بیٹے پوتے نواسے، خاوند کی دوسری بیوی سے بیٹے پوتے نواسے، عورت کے بھائی حقیقی علاتی، اخیافی، رضاعی، عورت کے بھتیجے، بھائیوں کی اولاد، عورت کے بھانجے بہن کی اولاد، گھر کی عورتیں، عورت کے علاوہ لونڈی غلام، گھر کے وہ خادم جن کو

عورتوں کی طرف رغبت نہ ہو بوڑھے اور خواجہ سرا نابالغ لڑکے۔ ان لوگوں کے سامنے اگر عورت اپنی زینت ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں یعنی زینت ظاہرہ کے سوا اور زینت کیوں کہ بضرورت اس کا تو ہر ایک پر ظاہر کرنا درست تھا۔ وہ زینت ظاہرہ جس کی بضرورت اظہار کی ہر ایک کے لیے رخصت تھی باتفاق علما چہرہ اور دونوں ہاتھ یا بالائی کپڑے مراد ہیں۔ اور اس جگہ جس زینت کے ظاہر کرنے کی ان مذکورہ اشخاص کے سامنے اجازت ہے وہ بازو دل گلے کانوں سر کے زیور کی ہے اور ان اعضا کا کھولنا بھی ان کے سامنے جائز ہے۔ ونسائھن اپنی عورتیں۔ کیوں کہ کافر عورتیں بمنزلہ اجانب کے ہیں بعض کہتے ہیں کافرہ عورتوں کے سامنے ان چیزوں کا کھولنا درست ہے۔

ما ملکت ایمانھن میں غلام لونڈی سب آگئے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں صرف لونڈیاں مراد ہیں کیوں کہ غلام اجنبی ہے اس میں مادہ شہوت بھی موجود ہے آزاد ہو کر اس سے نکاح بھی کر سکتا ہے۔

او التابعین غیر اولی الاربۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں عورت کی بالکل خواہش نہیں۔ بعض کہتے ہیں وہ بے وقوف عنین مراد ہیں جو کھانے میں ساتھ ہو لیتے ہیں ان کا صرف یہی مقصود ہوتا ہے۔ مخنث اور ہیجڑے مراد نہیں۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ
اور جو تم میں مجرد ہوں ان کے نکاح کر دو اور جو تمہارے غلام
مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ
اور لونڈیاں نیک ہوں ان کے بھی اگر

لے کیونکہ ان میں سے شوہر کو دکھانا مقصود ہی ہے اور باقی اور لوگ گھر میں شب و روز رہا کرتے ہیں ہر وقت ان سے اخفا میں حرج تھا اور نیز ان سے برے کام کی توقع بھی عادتاً نہیں ہے کیوں کہ محرم ہیں یا ان کو یہ مادہ ہی نہیں ۱۲ منہ

يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

وہ فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ

اور خدا گنجائش والا خبردار ہے اور جن لوگوں کو نکاح کا

الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتّٰى

مقدور نہیں ان کو چاہیے کہ پارسائی سے رہیں یہاں تک

يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَالَّذِينَ

کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے اور جو تمہارے

يَبْتَغُونَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

غلام لونڈیوں میں سے مکاتبت[1] چاہیں

فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا

تو ان کو لکھ دو بشرطیکہ ان میں بہتری معلوم ہو

وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِي آتٰكُمْ

اور ان کو اللہ کے اس مال میں سے بھی دیا کرو جو اس نے تم کو دے رکھا ہے

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ[2] عَلَى الْبِغَاءِ

اور اپنی لونڈیوں کو حرام کاری کے لیے مجبور نہ کیا کرو

إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ

اگر وہ پاک دامنی چاہتی ہوں (کیا) اس لیے (مجبور کرتے ہو) کہ دنیا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ

کے فوائد حاصل کرو اور جو کوئی ان کو اس کام پر مجبور کرے گا

فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ

تو ان کی مجبوری کے بعد اللہ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا

غفور رحیم ہے اور البتہ ہم نے تمہاری طرف

إِلَيْكُمْ آيٰتٍ مُبَيِّنٰتٍ وَمَثَلًا مِنَ

آیتیں بھیج دی ہیں جو روشن ہیں اور حال ان کا جو تم سے

الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ

پہلوں کے حالات ہیں اور

ع ۵ مَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ﴿۳۴﴾

جو پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہیں۔

ترکیب

الایامی جمع ایم وہو العزب ذکرا کان او انثی بکرا کان او ثیبا و ایامی منصوب بانکحوا۔ والصالحین معطوف ہے الایامی پر مفعول انکحوا کا۔ والذین یبتغون مبتدأ فکاتبوہم خبر۔ ان علمتم جملہ شرطیہ الجواب محذوف فکاتبوہم والجزاء۔

تفسیر

جب کہ ہر طرح سے زنا اور اس کے دواعی کی ممانعت کی تو نکاح کرنے کی بھی رغبت دلائی کس لیے کہ مجرد رہنے میں بڑا خطرہ ہے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو سنت کہہ کر تاکید فرمائی۔ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (متفق علیہ) اور فرمایا کہ میرے بعد مردوں کے لیے سخت فتنہ عورتوں سے زیادہ کوئی نہیں

۱؎ جو غلام یا لونڈی یہ چاہیں کہ اگر ہم اس قدر روپیہ ادا کر دیں تو ہم کو آزادی لکھ دو تو لکھ دیا کرو بشرطیکہ تم کو ان میں بہتری معلوم ہو۔ اس عقد کو شریعت میں مکاتبت کہتے ہیں ۱۲ منہ

۲؎ عرب میں غلام کو فتی اور لونڈی کو فتاۃ کہتے تھے جس کی جمع فتیات ہے ۱۲ منہ

(متفق علیہ) اس لیے جن قوموں میں تجرد رہنا بہتر ہے ان کے ہاں حرام کاری کا بھی کچھ حساب نہیں۔

فرماتا ہے وانکحوا الایامی منکم (یہ ساتواں حکم ہے) کہ اپنے میں سے ایامی جو تم میں مجرد ہیں خواہ عورتیں ہوں خواہ مرد خواہ بیوہ خواہ ناکتخدا ان کے نکاح کر دو۔ لفظ ایامی سب کو شامل ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے وہ شخص کہ جس کے دین اور خلق سے تم خوش ہو پیغام کرے تو اس سے نکاح کر دو ورنہ زمین میں بڑا فتنہ اور فساد سخت ہوگا (رواہ النسائی وابن ماجہ) علماء کے نزدیک یہ امر ندب و استحباب کے لیے ہے۔ بعض کہتے ہیں وجوب کے لیے۔ فیصل یہ ہے کہ جہاں زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو اور نکاح کرنے پر قادر بھی ہو تو نکاح کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔

پھر فرماتا ہے والصالحین من عبادکم وامائکم کہ اپنے غلام لونڈیوں میں سے بھی جن کو نیک دیکھو ان کے بھی نکاح کر دو۔ کیوں کہ نیک ہی نکاح اور خدمت مولیٰ کو ملحوظ رکھ سکتے ہیں۔ یا صالحین سے مراد وہ کہ جن کو نکاح کی صلاحیت ہو۔ لفظ انکحوا سے علمائے شافعیہ نے یہ بات نکالی ہے کہ نکاح بغیر ولی کے درست نہیں۔ و فیہ ما فیہ۔

فرماتا ہے نکاح کرنے میں فقر و فاقہ سے نہ ڈرو۔ اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ بلاشک جو نیک نیتی سے نکاح کرتے ہیں خدا ان کو فراخی دیتا ہے۔ اور جن کو نکاح کا مقدور نہ ہو تو ان کو پاک دامنی اختیار کرنی چاہیے یہ نہیں کہ اس ضرورت سے مرتکب فواحش ہو جائیں۔

والذین یبتغون الکتاب چوں کہ فراخ دستی اور نفس غنی ہونے کا ذکر تھا اس لیے جو غلام خدا کے فضل پر توکل کر کے اپنے مولیٰ سے کتابت چاہیں ان کے لیے بھی حکم دیا کہ اگر ان میں خیر دیکھو کہ یہ مال کتابت ادا کر سکیں گے اور اس کا روپیہ بھی اچھا ہے تو ان کو لکھ دو یعنی مکاتب بنا دو۔ (یہ آٹھواں حکم ہے) اس کو بھی گونہ پارسائی سے تعلق ہے۔ کس لیے کہ جب غلام مولیٰ کی طرف سے خرید و فروخت کا مجاز ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ میں روپیہ پیسہ رہتا ہے جس سے حرام کاری کا اندیشہ ہے۔ اس سے کوئی رقم یعنی مقرر کر کے آزادی لکھ دو کہ اپنا نکاح کرے گھر آباد کرے۔ اسلام سے پہلے بھی یہ دستور رائج رہا اور جاہلیت میں بھی تھا کہ جو کوئی غلام اپنے آقا سے یہ معاملہ کر لیا کرتا تھا کہ میں آپ کو اس قدر روپیہ دے دوں تو آزاد ہو جاؤں۔ آقا اس کو منظور کر لیتا تھا اور لکھ دیتا تھا۔ اس معاملہ کو مکاتبت کہتے تھے۔ وہ غلام آزادانہ خرید و فروخت کر کے وہ مقدار ادا کر دیتا تھا۔ کتب فقہ میں اس مسئلہ کی پوری تشریح ہے۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ اس مال کتابت کے ادا کرنے میں مدد کرو خدا کے دیے ہوئے مال میں سے ان کو بھی بعد زکوٰۃ و خیرات یا اس مال میں سے کچھ حصہ چھوڑ دو۔

ولا تکرہوا (یہ نواں حکم ہے) عرب میں دستور تھا کہ اپنی چھوکریوں سے زنا کرا کے کما لیتے تھے۔ چنانچہ مدینہ میں عبداللہ بن ابی منافق بھی ایسا ہی کیا کرتا تھا۔ اسلام نے اس کی بھی ممانعت کر دی۔ ان اردن تحصنا میں ان شرطیہ نہیں اتفاقی واقع ہوا جس کا مفہوم مخالف نہیں۔

(ف) ان آیات میں توبہ کرنے اور مکاتبوں کو دینے کا بھی حکم ہے مگر چونکہ ان کا تعلق حقوق العباد سے کم تھا اس لیے ان کا عدد ہم نے شمار میں نہیں لیا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کی مثال

نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ

ایسی ہے کہ جیسے کسی طاق میں چراغ ہو

الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ
(اور) چراغ شیشہ (کی قندیل) میں (ہے اور) شیشہ
كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ
گویا کہ چمکتا ہوا تارا ہے روشن کیا گیا ہو
مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ
روغن زیتون سے جو بابرکت درخت ہے نہ شرقی ہو
وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ
اور نہ غربی ہو کہ جس کا تیل خود بخود روشن ہونے کو ہو
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ
اور گو اس کو ابھی آگ نہ لگی ہو نور بالائے نور
يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَ
اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور
يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ
اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے
وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۳۵﴾
اور اللہ ہر شے سے واقف ہے۔

ترکیب

اللہ مبتدأ نور السموٰت والارض خبر۔ مثل نورہ (مبتدأ) کمشکوٰۃ موصوف فیہا مصباح صفت سب محذوف سے متعلق ہو کر خبر ہوئی تمام جملہ بیان ہوا نور السموٰت کا المصباح مبتدأ فی زجاجۃ خبر قس علی ہذا۔ و ما بعدہ منسوب الی الاحد وجملہ کمرتی من الدرہ یوقد صفت ہے مصباح کی۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ اللہ نے تمہارے لیے آیات بینات نازل کیں تم کو جہل کی اندھیریوں سے نکال کر علم کی روشنی میں لایا۔ اب یہاں اپنے اوصاف نورانی اور نور ہدایت کی تمثیل بیان فرماتا ہے کہ وہ اللہ جس نے تم کو جہل کی ظلمات سے نکالا آسمانوں اور زمین کا نور ہے پھر اپنے نور کی اس شمع سے تشبیہ دیتا ہے جو شیشہ کی قندیل میں ہو پھر فرماتا ہے اللہ اپنے اس نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

بحث اول

اللہ نور السموٰت والارض نور عرف میں روشنی کو کہتے ہیں۔ وہ ایک عرض قائم بالغیر ہے جو اجسام کو عارض ہوتا ہے جیسا کہ آفتاب و ستارے اور آگ اس معنی سے اس لفظ کا اطلاق اللہ پر حقیقۃً جائز نہیں کس لیے کہ نور بمعنی مذکور ایک عرض ہے وہ حادث اور قابل تقسیم اور قائم بالغیر ہونے کی وجہ سے اللہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے فرقہ مانویہ کا بھی قول رد ہو گیا جو نور اعظم کو اللہ کہتے ہیں۔ اس لیے علماء اسلام اس جگہ تاویل کرتے ہیں کہ نور بمعنی منور ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو آفتاب و مہتاب و کواکب اور انبیاء و صلحاء و ملائکہ سے منور کر دیا اور یہ قول ابی بن کعب و حسن و ابو العالیہ کا ہے۔ بعض کہتے ہیں بمعنی مدبر السماوات والارض ہے جیسا کہ باخبر رئیس کو کہتے ہیں کہ وہ شہر کا نور ہے یعنی مدبر جیسا کہ جریر شاعر کہتا ہے ع وانت لنا نور وغیث و عصمۃ۔ یہ زجاج اور اصم کا قول ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں نور بمعنی ہادی ہے کیونکہ نور سبب ہدایت ہے کہ وہ آسمان اور زمین والوں کا ہادی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نور کا اطلاق اس پر مبالغۃً ہو جیسا کہ عادل کو عدل کہہ دیا کرتے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "مشکوٰۃ الانوار" رکھا ہے

اس میں امام صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس پر اس لفظ کا اطلاق حقیقۃً ہے نہ مجازاً۔ بہت سے مقدمات بیان فرما کر یہ کہا ہے کہ ادراکِ عقلی ادراکِ بصری سے اشرف ہے اور دونوں کا مقتضیٰ ظہور ہے اور جو اس نور میں سے ظہور میں اشرف ہو اس لیے ادراکِ عقلی ادراکِ بصری سے بدرجہا اولیٰ نور ہے۔ پھر انوارِ عقلیہ کی دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو سلامت الاحوال کے وقت واجبۃ الحصول ہیں یعنی تعقلات فطریہ۔ دوسرے مکتسبہ اور قسم ثانی میں کبھی غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس کے واسطے ہادی و مرشد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس امر میں کلامِ الٰہی اور کلامِ انبیاء سے زیادہ اور کوئی ہادی و مرشد نہیں اس لیے یہ بھی نور ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن اور نبی کو بھی نور کہا گیا ہے اور اسی طرح ملائکہ بھی نور ہیں۔ پھر ملائکہ بھی درجہ میں متفاوت ہیں۔ یہاں تک کہ سب سے بڑھ کر نورِ عقلِ اعظم و روحِ اعظم جو سب ارواح سے اعلیٰ ہے معدنِ نور ہے۔ پھر یہ سب انوار حسیہ ہوں خواہ سفلیہ جیسا کہ آگ کا نور یا علویہ جیسا کہ آفتاب و ماہتاب و کواکب کے انوار۔ یا انوارِ عقلیہ سفلیہ ہوں جیسا کہ ارواحِ انبیاء و اولیاء۔ یا علویہ ہوں جیسا کہ ملائکہ یہ سب کے سب فی حد ذاتہا ممکن ہیں اور ممکن فی حد ذاتہ معدوم ہے ان کو وجود غیر کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور وجود نور اور عدم ظلمت ہے۔ پس کل ممکنات اپنی ذات میں ظلمت ہیں نور فی حد ذاتہ وہی ہے جس کا وجود ذاتی ہے ممکنات کو وجود اور ان کی صفات اور ان کے سب معارف اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ اب ظاہر ہو گیا کہ نورِ مطلق وہ اللہ سبحانہٗ ہی ہے اور غیر پر جو اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے تو مجازاً کیونکہ اس کے سوا جو کچھ ہے من حیث ہو ہو ظلمت محض ہے۔ کس لیے کہ وہ من حیث ہو عدم محض ہے بلکہ یہ انوار بھی من حیث ہی ہی ظلمت ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہی نورِ حقیقی ہے اور جس قدر انوار ہیں اسی کے نور کے پر تو سے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بحث دوم

نور کو السموٰت والارض کی طرف کیوں مضاف کیا؟ اس لیے کہ سب آسمان اور زمین انوار مجردہ اور مادیہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ انوار مادیہ جیسا کہ چاند اور سورج اور ستاروں کی روشنی یہ سب آسمانوں میں ہیں اور زمین پر بھی یہی انوار منعکس ہوتے ہیں کہ جس سے الوان مختلفہ دکھائی دیتے ہیں اور انوار مجردہ سے عالم بالا[1] پُر ہے اور وہ انوار مجردہ ملائکہ ہیں۔ عالم سفلی میں بھی انوار عقلیہ بہت سے ہیں اور وہ قوی نباتیہ اور حیوانیہ اور انسانیہ ہیں اور نور انسانی سے جس کے سبب یہ خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا گیا عالم سفلی کا نظام ہو رہا ہے جیسا کہ نور فلکی سے عالم علوی کا نظام قائم ہے اور یہ جملہ انوار باہمدیگر مرتبط و مسلسل ہیں اور سب کا انتہیٰ نور الانوار کی طرف ہے اور وہ اللہ سبحانہٗ ہے اس لیے اللہ کو نور السموٰت والارض کہا ہے۔

بحث سوم

مثل نورہٖ کمشکوٰۃ[2] خدا نے اپنے نور کو ایسے چراغ کو تشبیہ دی جو شیشہ میں ہو اور شیشہ کسی طاق میں ہو اور

[1] عالم بالا آسمانوں سے بھی اوپر ہے وہ عالم حسیات نہیں بلکہ عالم مجردات ہے ۱۲ منہ

[2] بعض کبار لکھتے ہیں کہ مشکوٰۃ سے مراد ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک اور زجاجہ قلب اور اس میں مصباح جو ہے وہ نور ہے جو وہ شجرۂ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے یعنی شجرۂ مبارکہ سے کہ جو نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ سب کے لیے (باقی بر صفحہ آئندہ)

چراغ زیتون کے تیل سے روشن کیا گیا ہو اور وہ ایسا صاف ہو کہ جو آگ دکھاتے ہی جل اٹھے اور زیتون بھی ایسا ہو کہ نہ شرقی ہو کہ صبح ہی کے وقت اس پر آفتاب کی شعاع پڑتی ہو اور پھر نہ پڑتی اور نہ غربی ہو کہ شام کے وقت ہی اس پر دھوپ پڑتی ہو کیونکہ ایسا درخت کچا ہوتا ہے اس کا تیل بھی عمدہ نہیں۔ بخلاف اس کے کہ جو نہ شرقی ہو نہ غربی بلکہ میدان میں یا پہاڑ کی بلندی پر ہو وہ خوب تناور اور پختہ ہوتا ہے اس کا تیل بھی عمدہ ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی وہ تو مجموعی ہیئت مجموعی اور جس کو تشبیہ دی گئی وہ اللہ کا نور ہے۔ مگر کلام اس میں ہے کہ اللہ کے نور سے کیا مراد ہے؟ جمہور محققین کے نزدیک ہدایت مراد ہے۔ یعنی کہ اللہ کی ہدایت ظہور میں ایسی ہے کہ جیسے کوئی چراغ ہو جس کی یہ صفت ہو کہ جس کی ہر صفت روشنی چراغ کو ترقی دیتی ہے۔

سوال۔ آفتاب کے ساتھ کیوں تشبیہ نہ دی؟

جواب۔ مقصود اس روشنی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے جو اندھیرے میں چمکنے سے ظاہر ہو۔ البتہ ہدایت کی ایک ایسی روشنی ہے جو شبہات کی اندھیریوں میں سے ظاہر ہوتی ہے سو یہ بات چراغ کے ساتھ تشبیہ دینے سے حاصل ہوتی ہے کہ جس کے ہر طرف اندھیری محیط ہوتی ہے۔ برخلاف آفتاب کے کہ وہ جب جلوہ گر ہوتا ہے تو تمام عالم اس کے نور سے بھر جاتا ہے ظلمت باقی نہیں رہتی۔

بعض کہتے ہیں کہ نور سے مراد قرآن ہے جیسا کہ فرمایا ہے قد جاءکم من اللہ نور۔ یہ حسن و سفیان بن عیینہ و زید بن اسلم کا قول ہے۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی صفت میں سراجاً منیراً آیا ہے۔ یہ عطاء کا قول ہے۔

بعض کہتے ہیں اس نور سے مراد وہ نور ہے کہ جو مومن کے دل میں ایمان و معرفت کا نور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نور اور کفر کو ظلمت سے تعبیر کیا ہے یہ ابیؓ و ابن عباسؓ کا قول ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں انسان کے قوی مدرکہ پانچ ہیں۔ قوت حسیہ جو حواس خمسہ کو شامل ہے۔ قوت خیالیہ۔ قوت عقلیہ جو حقائق کلیہ کا ادراک کرتی ہے۔ قوت فکریہ جو معارف عقلیہ میں ترکیب دے کر نامعلوم بات کو دریافت کرتی ہے۔ قوت قدسیہ جو انبیاء و اولیاء کو حاصل ہے جس سے اسرار غیب و لوائح ملکوت ظاہر ہوتے ہیں۔ جس کی نسبت اللہ فرماتا ہے ولکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا۔ یہ پانچوں نور ہیں ہر ایک کو ان پانچوں میں سے ایک ایک کے ساتھ تشبیہ ہے۔ روح حساس کو مشکوٰۃ سے الخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس کا فیضان ایسا ہی بے پرواہ ہے۔ [illegible] آپ مونہوں سے کچھ کہتا نہ تھا [illegible] مگر وہ نور نبوت خود بخود چمکا دیتا ہے۔ لوگ آپ کو دیکھتے ہی کہہ دیتے تھے کہ آپ نبی برحق ہیں جیسا کہ زیتون کے تیل صافی میں شعلہ اٹھنے کا مادہ تیار ہے۔ نور پر نور ہے۔ ایک نور ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی (استثنا باب ۱۸) کے مطابق پشت در پشت چلا آتا تھا۔ دوسرا خود حضرت کا نور محمدی جو تمام انوار حسیہ و عقلیہ کا منبع اور مظہر اول اور منبع ہے۔ ۱۲ ابو محمد عبدالحق۔

عہ مشکوٰۃ: سراج وغیرہ ۱۲ منہ

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ
ان گھروں میں کہ جن کی تعظیم ہونے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا
فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ
نام لیا جاتا ہے ان میں صبح اور شام اس کی تسبیح و تقدیس
وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ
کی جاتی ہے ایسے لوگ تسبیح کرتے ہیں کہ جن کو نہ تجارت
تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ
اور بیع ذکر الٰہی سے روکتا ہے اور
اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ
نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے۔
يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ
وہ اس دن کو ڈرتے رہتے ہیں کہ جس میں دل اور آنکھیں
وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ
الٹ جاویں گی تاکہ اللہ ان کو ان کے عمل کا
مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَ
[illegible]
اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾
اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

ترکیب

فی بیوت یا تو صفت ہے زجاجۃ کی المصباح فی زجاجۃ فی بیوت یا یوقد سے متعلق ہے اور یا تو فی المساجد یسبح سے متعلق ہے وہو الاقرب۔ رجال یسبح کا فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ۔ لا تلہیہم رجال کی صفت۔ یخافون صفت ثانیہ۔ لیجزیہم یسبح سے متعلق۔

تفسیر

فی بیوت کو جمہور مفسرین نے کلام سابق کا تتمہ قرار دے کر تشبیہ میں شامل کیا ہے یعنی وہ چراغ جو آئینہ میں ہو اور صاف تیل سے روشن کیا ہو کسی گندہ اور ناپاک مکان میں نہ ہو کہ جس کی روشنی صاف باطنوں کی آنکھوں میں بے قدر معلوم ہوتی ہو بلکہ ان مکانوں میں ہو کہ جن کے بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا یعنی مساجد، خانہ کعبہ، مسجد نبوی، بیت المقدس، مسجد قبا، یا عام مساجد اور ان کے بلند کرنے سے مراد یا حقیقۃً بلند کرنا ہے یا تعظیم کرنا۔ ان مقامات خصوصاً بیت المقدس کی قندیلوں کی روشنی جو زیتون کے عمدہ تیل سے روشن ہوتی تھیں ضرب المثل تھی۔ پھر ان گھروں کی صفت میں فرماتا ہے کہ ان میں ایسے لوگ صبح و شام خدا کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں اور اس کا نام لیا کرتے ہیں۔ یہ عام ہے خواہ نماز فرائض و نوافل کے ذریعہ سے ہو خواہ بغیر اس کے صرف ذکر و تسبیح ہو۔ کہ جن کو ذکر الٰہی اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت روک سکتی ہے نہ بیع کرنا۔ تجارت عام ہے خرید اور فروخت دونوں کو شامل ہے مگر فروخت میں نقد حاصل کیا جاتا ہے اس میں اور بھی دلکشی ہے جو انسان کو ذکر الٰہی سے روک دیتا ہے اس لیے اس کو جداگانہ بھی بیان کیا کہ ان کو فروخت بھی نہیں روک سکتی۔ اور باوجود اس قدر یاد الٰہی میں مشغول ہونے اور زکوٰۃ و خیرات دینے کے وہ لوگ اپنی عبادت پر نازاں نہیں بلکہ قیامت کے دن سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس دن دل اور آنکھوں کا عجب حال ہوگا دل صدمات کے مارے تہ و بالا ہوگا اور آنکھیں اوپر کو کھلی اور رہے ہوئے ہوں گی کہ کیا حکم ہوتا ہے؟ یہ سب باتیں ان کی اس بات کا سبب ہیں کہ اللہ ان کے عمدہ اعمال کا عمدہ بدلہ دے گا اور نہ صرف بدلہ بلکہ اعمال کے سوا اپنے فضل سے اور بہشت بھی عطا کرے گا کیونکہ وہ بے نیاز بے پروا ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں فی بیوت یسبح سے متعلق ہے اور
یہ ایک سوال کا جواب ہے جس کا یہ جملہ مقصود ہے کہ وہ
نور کہ جس کو تشبیہ دی گئی ہے کہاں اور کس جگہ پایا جاتا ہے؟
پھر آپ ہی بتلاتا ہے کہ ایسے گھروں میں پایا جاتا ہے کہ جن کے
بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور جن میں اس کی یاد کی جاتی ہے
اور وہاں ایسے پاک باز لوگ اس کی تسبیح و تقدیس کیا
کرتے ہیں کہ جن کو کوئی شغل دنیاوی ان کے کار سے نہیں
روکتا دست بکار و دل بیار ان کا شیوہ خاص اور انہیں کے
دلوں اور سینوں میں نور الٰہی کا وہ چراغ روشن ہے کہ جس
سے ان کو اللہ نے اس راہ راست اور صراط مستقیم کی طرف
ہدایت کی ہے۔ واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

رجال کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مساجد
میں حاضر ہونا مردوں کے لیے ہے جمعہ اور جماعت انہیں پر
ہے نہ عورتوں پر۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ در اصل رجال
یعنی مرد ایسے ہی لوگ ہیں باقی یوں تو دنیا مردار کے طالب کتے
ہیں، اور مولیٰ کے طالب مرد ہیں۔ بڑی مردانگی یہی ہے نہ
کہ کھانا، سونا، جماع کرنا، کسی کو مار ڈالنا۔ نفس کا مار ڈالنا اور
نفسانی خواہشوں کو اس چراغ ہدایت سے جلا دینا بڑی مردانگی
ہے۔ اس کلام پاک کی شرح کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ
اور جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں کہ جیسے جنگل میں
بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى
چمکتی ہوئی ریت جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ
اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ
جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اللہ ہی کو اپنے پاس پایا
عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ
پھر اس کو پورا حساب چکا دیا اور اللہ جلد

الْحِسَابِ ۝۳۹ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ
حساب لینے والا ہے۔ یا جیسے اندھیرا گہرے دریا میں
لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
گہرے کہ جس کو ایک موج ڈھانکے اور اس پر دوسری
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ
موج ہے اور اس پر بادل نے ڈھانک رکھا ہو اندھیرے ہی
بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ
ایک کے اوپر ایک (انسان) جب اپنا ہاتھ نکالے
لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ
تو اس کو بھی دیکھ نہ سکے اور جس کو اللہ ہی نے نور
لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝۴۰ ع
نہ دیا ہو تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔

ترکیب

بقیعة موضع جر میں سراب کی صفت یحسبہ
بھی سراب کی صفت ثانیہ۔ جمع قاع اسے فی تلاوة الیاء
فی قیعة بدل من الواو لسکونها وانکسار ما قبلها انہم قالوا القاع
الاربع او کظلمات معطوف ہے سراب پر تقدیرہ او کاعمال
ذی ظلمات فیقدر ذی لیعود الضمیر من قولہ اذا اخرج یدہ الیہ
ویمکن ان یقال لا حذف فیہ والمعنی انہ شبہ اعمال الکفار
بالظلمة فی حیلولتها بین القلب وبین ما یہتدی الیہ۔ فی بحر
صفت ظلمات۔ لجی نسبة الی اللج اسے ذی لجة۔
یغشاہ صفت اخری۔ من فوقہ صفة لموج والموج
الثانی مرفوع بالظرف لانہ قد اعتمد ویجوز ان یکون
مبتدأ والظرف خبرہ۔ من فوقہ سحاب نعت لموج
الثانی۔ ظلمات بالرفع خبر مبتدأ محذوف اسے ہذہ
ظلمات۔

تفسیر

ان نور اور نورانی لوگوں کے بعد ظلمت اور ظلمانی لوگوں کا حال بھی تشبیہ میں بیان فرمایا جاتا ہے۔ فقال والذین کفروا الخ کہ کافروں کے اعمال جن کو وہ نیک اور وسیلۂ آخرت سمجھ کر کرتے ہیں سراب کی مانند ہیں جس کو جنگل میں دوپہر کے وقت پیاسا دور سے پانی سمجھ کر بڑی بے قراری سے اس کے پاس آتا ہے اور وہاں جا کر کچھ بھی نہیں پاتا۔ یہی حال ان کا ہے کہ بوقت مرگ جن اعمال پر ان کو سہارا تھا ان کو کچھ بھی نہ پاویں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کو وہاں معاملہ پڑے گا۔ سو وہ ان کا حساب پورا کر دے گا۔

ازہری کہتے ہیں سراب وہ ہے جو ٹھیک دوپہر کے دور سے پانی سا موجیں مارتا ہوا دکھائی دیا کرتا ہے یعنی پانی چلتا ہوا دکھائی دیا کرتا ہے یقال سرب الماء یسرب سروبا اذا جری فہو سارب۔ قولہ تعالیٰ ووجد اللہ عندہ فوفاہ حسابہ ای الذی یوعد بہ الکافر عند ذلک۔ یہ ان کے بقیہ احوال کا بیان ہے جو اس کے بعد ان پر عارض ہوگا بطور تکملہ کے۔ تاکہ یہ نہ سمجھا جاوے کہ ان کے حال کا اسی پر حصر ہے بلکہ اس کے بعد اور بھی برا حال ہوگا۔ بس یہ لم یجدہ شیئا پر معطوف نہیں (ابو السعود)۔

او کظلمت یہ دوسری مثال ہے کفار کے حال کی۔ پہلی مثال میں یہ بتلایا گیا کہ ان کے اعمال اگر اچھے بھی ہیں تو فقدان شرط صحت نہ ہونے کی وجہ سے سراب کی مانند ہیں۔ آخرت میں ان سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ اور اگر برے ہیں تو وہ ظلمات ہیں۔ یا یوں کہو کہ پہلی مثال میں ان کے اعمال کا بیان تھا کہ وہ کچھ بھی فائدہ مند نہیں اور دوسری مثال میں ان کے عقائد کا بیان ہے کہ وہ ظلمات سے مشابہ ہیں جیسا کہ فرمایا یخرجہم من الظلمت الی النور۔ اے من الکفر الی الایمان۔ اگلا جملہ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دریا لجی (منسوب الی اللجۃ التی ہی معظم الماء الغزیر البعید القعر) یعنی بڑے گہرے اور بہت عمیق کے قعر میں اندھیرا ہوتا ہے۔ پھر جب اس پر امواج کا تلاطم ہوتا ہے تو اور بھی اندھیرا زیادہ ہو جاتا ہے اور جب کہ امواج پر بادل اور گھٹا محیط ہوتی ہے تو انتہا درجہ کی اندھیری ہو جاتی ہے تو ایسی حالت میں اپنا ہاتھ بھی نہیں دکھائی دیتا حالانکہ پاس کی چیزوں میں سے جو دکھائی دیا کرتی ہیں عادۃً ہاتھ ہی بہت قریب سمجھا جایا کرتا ہے۔ اسی طرح کافر تین اندھیروں میں مبتلا ہیں اول اعتقاد بد کی ظلمت جو بحر عمیق کے مشابہ ہے اور عقائد کا محل دل ہے جس کو مختلف موجیں مارنے میں اور خطرات و شہوات کے تلاطم میں بڑی مناسبت اور کامل تشبیہ ہے۔ دوم قول بد کی ظلمت جو ان کی زبان سے نکل کر دریا کی طرح موجیں مارتی ہے۔ سوم عمل بد کی ظلمت جو بادل کی طرح محیط ہے۔ یا اس کے قلب اور سمع و بصر کی اندھیریاں مراد ہیں۔ یا اپنے کفر پر جو اس کو اصرار ہے اس کی ظلمات متراکمہ کو دریا اور امواج اور سحاب کی ظلمات متراکمہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس وہ کافر ان اندھیروں میں مبتلا ہے اب اگر اس کو اللہ ان اندھیروں سے نہ نکالے اور نور نہ دکھلائے تو کون نکال سکتا ہے اور نور بخش سکتا ہے اس لیے فرمایا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ

اور پرند جو پر پھیلائے اڑتے ہیں وہ سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ

ہر ایک نے اپنی اپنی نماز اور تسبیح معلوم کر رکھی ہے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ وَلِلَّهِ

اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں اور آسمانوں

مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى

اور زمین کی بادشاہت بھی اللہ ہی کی ہے اور اللہ ہی کی طرف

اللَّهِ الْمَصِيرُ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ

لوٹ کر جانا بھی ہے کیا اے مخاطب تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ

يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ

ہی بادل کو چلاتا ہے پھر اس کے ٹکڑے جوڑتا ہے پھر

يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ

اس کو تہ بہ تہ کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ مینہ ہے

يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ

بیچ میں سے برستا ہے اور وہی آسمانی پہاڑوں سے بھی

مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ

جو ان میں ہیں اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر

بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ

چاہتا ہے گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا

يَشَاءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ

ہے اس کی بجلی کی چمک ہے کہ آنکھوں کو لے ہی

بِالْأَبْصَارِ ۝ يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ

لے گی اس سے بے چارہ دیکھے۔ وہی اللہ ہی رات اور دن کو

وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً

بدلتا رہتا ہے بے شک اس میں آنکھوں والوں کیلئے

لِأُولِي الْأَبْصَارِ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَ

ایک بڑی عبرت ہے اور اللہ ہی نے تمام

كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ فَمِنْهُمْ مَنْ

زمین پر چلنے والے جانداروں کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر بعض تو ان میں وہ ہیں

يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي

جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ہیں کہ چلتے دو پاؤں

عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي

سے چلتے ہیں اور بعض ہیں کہ چار پاؤں

عَلَىٰ أَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ إِنَّ

سے چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک

اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ وَ

البتہ ہم نے کھلی کھلی آیتیں نازل کر دی ہیں اور اللہ

اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ

اللہ ہی جس کو چاہتا ہے سیدھے رستہ کی طرف

مُسْتَقِيمٍ ۝

ہدایت کرتا ہے۔

ترکیب

الطیر معطوف علی من جملۃ او صافات حال من الطیر لانہ بالصفات مختص۔ علم کی ضمیر راجع ہے کل کی طرف وہو الاقوی لان القراءۃ برفع کل علی الابتداء یزجی سحابا برقہ۔ بینہ انما جاز دخول بین علی المفرد لان المعنی بین اجزاء السحاب۔ من کاما مفعول یخرج من خلالہ لانہ ما جمع خلل کجبال فی جبل۔ من السماء من لابتداء الثانیۃ من جبال کا من زائدہ ہو

ملہ یعنی جس سے خدا کی قدرت اور کمال واضح ہوتا ہے ۱۲ منہ

اور ممکن ہے کہ پہلے من سے جبال ہو یعنی اولاد و ابحار و التقدیر و ینزل من جبال السماء ۔ ثم من جبال فی السماء ۔ من بعد بیان الجبال والمفعول محذوف لئے ینزل جمتوا: من جبال فیہا من برد بردا۔

تفسیر

انما قلوب المومنین و ظلمات قلوب الکافرین کے بعد وہ چند دلائل توحید بیان کرتا ہے جن میں تفکر کرنے سے حق سبحانہ اور اس کی توحید کا نور تجلی ہو کر نور پر نور کی کیفیت حاصل ہو جاوے۔

فقال الم تر ان اللہ یسبح لہ ۔ یہ اول دلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان ہی پر کیا موقوف ہے۔ جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے ملائکہ اور روحانیات اور جو کچھ کہ زمین پر ہے انسان اور حیوان شجر اور حجر بلکہ جو ان کے درمیان ہے پرندے جو ہوا میں پر کھولے معلق اڑتے پھرتے ہیں سب اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں۔ الم تر سے مراد الم تعلم ہے کیونکہ ان چیزوں کی تسبیح آنکھوں سے نہیں دیکھتی اہل دل کی آنکھوں سے دکھلائی دیتی ہے یعنی عقل سے معلوم ہو سکتی ہے۔

تسبیح کرنے سے متکلمین کے نزدیک ان چیزوں کا اس پر دلالت کرنا مراد ہے کہ ان کا خالق صفات نقصان سے منزہ اور بری اور صفات کمال اور نعوت جلال سے موصوف ہے یعنی تسبیح بدلالۃ الحال ہے نہ بالمقال بعض کہتے ہیں بعض چیزیں زبان سے بھی تسبیح کرتی ہیں جیسا کہ انسان ملائکہ جن وغیرہ اور بعض بدلالۃ الحال۔ بعض کہتے ہیں ہر چیز اپنی ایک خاص زبان سے جو اس کو عطا کی گئی ہے اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ جمادات اپنی زبان حال میں تسبیح کرتے ہیں۔ کبھی جمادات کی تسبیح بعض روشن ضمیروں کو بھی سنائی دے جاتی ہے۔ چنانچہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کنکریوں کی تسبیح سنائی دی۔ اور نیز عبداللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وہو یوکل (رواہ البخاری) کہ ہم کھاتے میں کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ اور نباتات اپنی زبان نباتی سے تسبیح کرتے ہیں۔ چنانچہ مسجد نبوی میں کھجور کا تنہ جو مسجد کا ستون تھا جس پر آپ سہارا لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے حضرت کے فراق میں رویا اور اس کا رونا سب کو سنائی دیا (رواہ البخاری) رہے حیوانات پرندے وغیرہ سو ان کے عجائب اعمال اس بات کی صریح دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ایک قسم کی گویائی اور ادراک عطا کیا ہے اور وہ اللہ کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں اور اللہ نے ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح فطری طور پر تعلیم فرمائی ہے کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ اور اسی لیے بعد میں فرمایا واللہ علیم بما یفعلون۔

اس کے بعد مبدأ و معاد کا مسئلہ ظاہر کرتا ہے وللہ ملک السموات والارض کہ ہر چیز کا وجود اسی کی طرف سے ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے اسی لیے اس کو تسبیح و تقدیس کا استحقاق ہے والی اللہ المصیر اور پھر اسی کے پاس جانا بھی ہے اس لیے اس کی تسبیح و تقدیس ضرور ہے آخر اسی سے کام پڑے گا۔ حاصل یہ کہ یہ سب عالم مقدمہ صغریٰ بدیہی الثبوت ہے اس لیے اس کو الم تر سے تعبیر کیا۔ اور ہر چیز مسخر اور منقاد ہے وہ خدا نہیں۔ ثابت ہوا کہ عالم میں سے کوئی چیز بھی قابل پرستش نہیں۔ پھر جو ان کو پوجتے ہیں وہ ظلمات متراکمہ میں جو ان کے تخیلات باطلہ میں گرفتار ہیں۔

الم تر ان اللہ یزجی سحابا ۔ یہ دوسری دلیل ہے کہ اللہ بادل پیدا کرتا ہے پھر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جمع کر کے ان کو گھنگھور گھٹا بناتا ہے اور ان بادلوں میں سے کس لطف کے ساتھ مینہ برساتا ہے یہ نہیں ہونے دیتا

مشک کا دہانہ کھلنے سے جس طرح بے تحاشا پانی لگ پڑتا ہے اس طرح گرتے۔ یہ بھی حکیم و قدیر کی عجب قدرت ہے۔ پھر اس پر اور حکمت دیکھو وینزل من السماء من جبال فیھا من برد کہ انہیں بادلوں میں سے جو پہاڑ کی مانند ہیں جس طرح مینہ برساتا ہے اسی طرح جس کو چاہو اولے بھی برسا دیتا ہے جن کو پتھر کہنا بمناسبت من جبال نہایت مناسب ہے۔ اس پر اور بھی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ قابل غور ہے یکاد سنا برقہ یذھب بالابصار کہ اسی سرد اور تر ابر سے کہ جس سے اولے اور مینہ برستا ہے بجلی بھی ظاہر کرتا ہے جو سخت آتش بلکہ آتش کی روح ہے پھر وہ اس طرح سے کوندتی ہے کہ دیکھنے والوں کی آنکھ بند کر لیتے ہیں آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لاتیں۔ پھر عاقل بصیر ان سب چیزوں سے اس قادر حکیم کا جلوہ دیکھ سکتا ہے کہ جس سے عقل کی آنکھیں نہیں چندھیاتیں بلکہ اور بھی اس نور عقل سے روشن ہو جاتی ہیں۔ کلام میں بلاغت بھی کس درجہ کی ہے کہ مینہ کا سارا سماں باندھ دیا۔

یقلب اللہ اللیل والنھار۔ یہ تیسری دلیل ہے کہ اللہ ہی رات دن کو بدلتا ہے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لاتا ہے اور پھر ہر ایک کو چھوٹا بڑا بھی کرتا۔ گو یہ آفتاب یا زمین کی حرکت سے ہو مگر ان کی حرکت بھی تو اسی کے ید قدرت میں ہے۔ تمام اسباب کا سلسلہ انجام کار اسی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار کہ ان میں انہیں کے لیے عبرت ہے جو چشم بصیرت رکھتے ہیں وہی ان دلائل سے بانی عالم کا وجود باکمال سمجھ سکتے ہیں اور اس کی صفات کاملہ سمجھنے کے بعد یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا میں جب تنگیاں آتی ہیں اس کے اذن سے آتی ہیں وہی مینہ برسا کر دنیا کو آباد کرتا ہے اور سب کے اسباب وہی مہیا کر دیتا ہے۔ اور نیز یہ کہ رحمت ناشکری کے وقت زحمت ہو جاتی ہے کہ بادلوں میں سے پانی بھی برساتا ہے مگر وہیں بجلی اور اولے بربادی کے بھی سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ اور نیز دولت کے بعد افلاس اور زوال کے بعد اقبال۔ صحت کے بعد تندرستی یہ سب باتیں رات دن کی الٹ پھیر کی طرح وہی الٹ پلٹتا ہے۔ مگر عقل ہے تو پھر غیر کی پرستش کبھی نہ کرے۔

واللہ خلق کل دابۃ من ماء الآیہ یہ چوتھی دلیل ہے کہ اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا پھر کسی کو پیٹ کے بل کسی کو دو پاؤں پر کسی کو چار پاؤں پر چلایا یہ اختلاف اور یہ پیدائش بھی اسی صانع حکیم کا فعل ہے نہ طبیعت کا نہ مادہ کا نہ کسی اور کا۔

سوال۔ بہت سے جاندار پانی سے نہیں پیدا ہوئے۔ جن آگ سے ملائکہ نور سے، آدم خاک سے اور اور نیز ہوا و رطوبت سے بھی حیوانات کو پیدا ہوتے دیکھا ہے۔

جواب۔ من ماء میں کل دابۃ کا ہے نہ خلق کا۔ یعنی جو جانور پانی سے بنتے ہیں ان کو اللہ نے ایسا بنایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل جمیع مخلوقات کی پانی ہے پھر اس پانی سے اور عناصر پیدا ہوئے جیسا کہ جلد ثانی میں ہم نے بیان کیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دابۃ سے مراد زمین پر چلنے والے جانور ہیں جن کی پیدائش پانی سے ہے پس جن اور ملائکہ ان میں داخل نہیں۔ من ماء کو نکرہ لا کر یہ بتا دیا کہ ہر نوع دابۃ کو اس پانی سے پیدا کیا جس کے ساتھ وہ مخصوص ہے۔ بعض جانور پیٹ کے بل چلتے ہیں سانپ وغیرہ۔ بعض دو پاؤں سے انسان وغیرہ۔ بعض چار سے گائے بھینس گھوڑا وغیرہ اور بھی عجائب مخلوقات ہیں پانی کے چار سے زیادہ پاؤں ہیں کنکھجورا وغیرہ تو ان سب کی طرف یخلق اللہ ما یشاء۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر میں اشارہ کر دیا۔

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَ
اور (منافق) کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور
أَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن
فرمانبردار ہوئے پھر اس کے بعد بھی ان میں سے ایک فریق
بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾
پھر جاتا ہے اور وہ ہرگز ایمان والے نہیں ہیں
وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ
اور جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس لیے بلائے جاتے ہیں کہ
بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾
ان میں فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک فریق منہ موڑ لیتا ہے
وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ
اور اگر ان کے لیے حق پہنچتا ہو تو رسول کے پاس گردن
مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ
جھکائے چلے آتے ہیں کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے
أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ
یا شک میں پڑے ہیں یا اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول
عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ
ان کی حق تلفی کر دے گا (سو) ایسا نہیں بلکہ یہی لوگ
الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ
خود ہی ظالم ہیں ایمانداروں کی بات تو
الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَ
یہی تھی کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف
رَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا
اس لیے بلایا جاتا کہ ان میں فیصلہ کر دیا جاوے تو کہتے کہ ہم نے
سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
(حکم) سن لیا اور مان لیا اور وہی لوگ

الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَ
فلاح پانے والے بھی ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول
رَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ
کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی کو چھوڑتا ہے
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ وَ
سو ایسے ہی کامیاب ہوتے ہیں اور
أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ
وہ اللہ کی بڑی بڑی قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ اگر آپ
أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُل لَّا تُقْسِمُوا ۖ
ان کو حکم دیں تو ضرور نکل پڑیں کہہ دو کہ قسمیں تو نہ کھاؤ
طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ
دستور کے موافق حکم برداری چاہیے بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ
بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
اس کو خوب جانتا ہے کہہ دو کہ اللہ اور اس کے
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا
رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو پھر اگر تم نے روگردانی کی تو
عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ
رسول کے ذمہ وہ ہے جو اس پر رکھا گیا اور تم پر وہ ہے جو تمہارے ذمے لگایا گیا ہے
وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى
اور اگر اس کی فرمانبرداری کرو گے تو راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو
الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾
اس کے سوا کچھ نہیں کہ کھول کر پہنچا دے

ع

تفسیر

ان دلائل کے بعد جو انسان کے دل میں نور ایمانی اور سرور و سرور کی پیدا کرتے ہیں چند گمراہ لوگوں کا تذکرہ کرتا ہے

جو ظلمات میں مبتلا ہیں اور ان ظلمات کے سبب قرآن کی باتوں میں بھی رسول کریم کے اتباع کرنے سے دل چرا جاتے اور حیلہ بہانہ بنا تے ہیں۔ یہ چند منافق جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے انہیں کی طرف ان آیات میں روئے سخن ہے کہ یہ لوگ منہ سے تو ایمان و فرماں برداری کا اقرار کرتے ہیں اور موقع پڑا کر منہ موڑ جاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ مومن نہیں اور جب کسی باہمی فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تو انکار کر جاتے ہیں اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہو گا تو رسول کے پاس دوڑے چلے آتے ہیں پھر کیا ان کے دلوں میں مرض نفاق ہے یا شک میں پڑے ہوئے ہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟ بلکہ وہی ظالم ہیں جو ایسی بدگمانی رسول اور اللہ کی طرف جائز رکھتے ہیں۔ اخلاص والوں کی یہ شان نہیں بلکہ ان کی یہ شان ہے کہ جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاوے جس میں کوئی حکم دیا جاوے تو سمعنا و اطعنا کے سوا اور کچھ نہ کہیں یعنی یہی کہیں کہ ہم حکم بجا لائیں۔ اس سرزنش کے بعد وہ منافق قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اگر آپ ہمیں وطن سے نکل جانے کا بھی حکم دیں گے تو ہم تعمیل کریں گے یعنی ہم دل سے مطیع ہیں۔ فرمایا کہ جھوٹی قسمیں کیوں کھاتے ہو۔ وطن سے نکلنے کا کوئی حکم نہیں ہے بلکہ دستور کے موافق اطاعت کا اللہ اور رسول حکم دیتا ہے اسی پر قائم رہو اور اس پر بھی قائم نہ رہو گے تو رسول پر کچھ نہیں وہ پہنچا چکا اس کا بار تمہیں پر ہے۔

اب اس میں مختلف روایات ہیں کہ ان آیات میں کون منافق مراد ہیں اور کس خاص معاملہ کی طرف اشارہ ہے؟ مقاتل کہتے ہیں بشر منافق مراد ہے اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا جس میں وہ حق پر نہ تھا اس لیے کہتا تھا کہ اس کا فیصلہ کعب بن اشرف سردار یہود کرے گا یہودی جانتا تھا وہ دغاباز ہے اس لیے وہ کہتا تھا کہ آنحضرت کی طرف چلو۔

ضحاک کہتے ہیں مغیرہ بن وائل منافق اور حضرت علی بن ابی طالبؓ میں ایک زمین کی بابت نزاع تھی علیؓ نے کہا آنحضرتؐ سے فیصلہ کرا لو اس نے انکار کیا۔ واللہ اعلم۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ

اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي

سے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کو ضرور ملک کی خلافت

الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ

عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا

مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ

کی تھی اور جس دین کو ان کے لیے

دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ

اس نے پسند کیا ہے اس کو ضرور مستحکم کر دے گا اور

لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ

البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ

وہ میری عبادت کیا کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں گے اور

مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

جو کوئی اس کے بعد بھی ناشکری کرے سو وہی

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

فاسق ہیں اور نماز پڑھا کرو

وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ

تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ نہ تو ہرگز خیال ہی نہ کرنا

الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ

کہ منکر تھکا دیں (اپنی تدابیر سے) ہم کو ہرا دیں گے

ع ۱۴ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

اور ان کا ٹھکانا تو آگ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

ترکیب

لیستخلفنھم جواب قسم مضمر است و وعدھم و قسم لیستخلفنھم یعبدوننی حال من الذین او استیناف۔ لا یشرکون حال من الواو فی یعبدوننی تعبیر شکر کی۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں وہی فلاح پائیں گے وہی کامیاب ہوں گے آخرت کی کامیابی تو متعدد مقامات پر بیان ہو چکی تھی۔ اب یہاں دنیاوی کامیابی بیان فرماتا ہے بقولہ وعد اللہ الخ اور اس وعدہ کے بعد پھر ان مسلمانوں کو کہ جن کے لیے خلافت و امامت اور زمین پر حکومت و شوکت کا وعدہ کیا ہے و اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ کا حکم دیتا ہے کہ زمین پر اقتدار پا کر اور سلطنت و شوکت حاصل کر کے بنی اسرائیل کی طرح خدا اور اس کے رسول سے برگشتہ نہ ہو جانا بلکہ نماز روزہ اور تمام امور میں اس کے احکام کی پابندی کر کے اس کی طرف واطیعوا الرسول میں اجمالاً اشارہ ہے تاکہ تم پر رحم کیا جاوے ورنہ قہر الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے شوکت و سلطنت چھین لی جاوے گی اور جو دنیا میں اقتدار پا کر خدا سے سرتابی کرتے ہیں اور تکبر میں آ کر دین کی پروا نہیں کرتے ان کو یہ دکھا کہ وہ خدا کے قبضے سے نہیں بچتے دنیا میں بھی وہ رسوا ہوں گے اور آخرت میں بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور نیز اس فقرہ لا تحسبن الخ میں مسلمانوں کو تسلی دیتا اور اپنے وعدۂ خلافت کا وثوق ظاہر کرتا ہے کہ اے مسلمانو! آج جو تم ستائے و دبے ہوئے ہو اور تمہارے مقابلہ میں روم و ایران وغیرہ بڑی بڑی سلطنتیں ہیں یہ سب ہاتھ میں ہیں، ان کو ہم مغلوب و مقہور کرنے پر قادر ہیں۔

حاکم نے بسند صحیح نیز طبرانی نے ابی بن کعب سے اس آیت کے شان نزول میں یوں روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو تمام عرب دشمن ہو گیا مسلمان ہر وقت خوف کی حالت میں ہتھیار بند رہا کرتے تھے، اور آرزو کیا کرتے تھے کہ کبھی ایسے بھی دن آئیں گے کہ ہم بھی امن سے رات کو سویا کریں گے کہ بجز خوف خدا اور کسی کا خوف نہ ہوگا ایسی حالت میں ان کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ خصوصاً جنگ احزاب میں تو مسلمانوں پر از حد تکلیف اور سخت خوف طاری تھا۔ ابو العالیہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے بھی ایسا ہی کچھ نقل کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس وقت کے مسلمانوں سے جو نیک تھے بطور "پیشین گوئی" یہ وعدہ کرتا ہے کہ ہم ان کو زمین پر اس طرح سے خلیفہ کریں گے یعنی سلطنت و حکومت دیں گے کہ جس طرح تم سے پہلوں کو دی تھی حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام وغیرہ کو، اور ان کے حق پسند دین پر ان کو قادر کر دیں گے کہ آزادی سے وہ اپنے مذہب کی پابندی کریں گے کسی کی روک ٹوک نہ ہوگی ہر طرح سے اس مذہب کے پھیلانے پر قادر ہوں گے اور خوف جو ان کو دشمنوں کا رہتا ہے اس کو دور کر کے اس کے بدلے میں امن دیں گے کسی سے نہ ڈریں گے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ
اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تمہارے وہ
الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ
لڑکے جو تم میں بلوغ کو نہیں پہنچے تم سے ان
لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ
تینوں وقتوں میں اجازت لے کر آیا جایا کریں ا
مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ
صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت
تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ
جب کہ تم اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو
مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۟ ثَلٰثُ
اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تینوں وقت
عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ
تمہارے پردے کے ہیں ان اوقات کے بعد نہ تم پر کچھ گناہ
لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ
ہے نہ ان پر کہ تم آپس میں
عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ
ایک دوسرے کے پاس آ جایا کرتے اسی طرح اللہ اپنے
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ
احکام اس طرح کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ
خبردار حکمت والا ہے اور جب تمہارے لڑکے
مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا
بلوغ کو پہنچ جاویں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیے جیسا کہ

لہ ویہی معلوم علی مواضع من قبل تا تبیان

دین کو قوی کر دے گا۔

یعبدوننی میری عبادت کیا کریں گے اور میرا کسی کو شریک نہ کریں گے یعنی بت پرستی کی جگہ عبادت توحید ہو جائے گی اور نیک ہوں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا وہ فاسق ہے اس پر حمایت الٰہی کا ہاتھ نہ رہے گا۔ صدق اللہ العلی العظیم۔

اس نے یہ وعدہ پورا کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ احزاب کے بعد غلبہ دیا اور پھر آپ کے بعد حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں شام، روم و ایران وغیرہ سرسبز سلطنتیں بھی ان کے ہاتھ میں دیں اور نہایت امن کے ساتھ ان کے زمانوں میں دین اسلام کی اشاعت و ترقی ہوئی۔ اس آیت سے خلفاء اربعہ کی خلافت کا برحق ہونا صاف صاف ثابت ہوتا ہے۔ خوارج کا قول باطل ہے جو حضرت عثمان و علی کو کافر بتاتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ کا قول بھی غلط ہے جو خلفاء ثلثہ کو غاصب سمجھتے ہیں کیونکہ فتوحات اسلام تو انہیں حضرات کے عہد میں ظہور میں آئیں اور حضرت علی ان کے عقیدے کے موافق تقیہ کرتے تھے ان کو امن حاصل نہ ہوا وہ اس آیت کے مصداق ہو نہیں سکتے اور اسی طرح باقی ائمہ اطہار کو تو سرے سے حکومت ہی نہیں ملی اور وہ بھی خوف سے تقیہ کرتے رہے ان کے مہدی تو آج تک خوف کے مارے کسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔ افسوس بعد میں مسلمانوں نے فسق و فجور اختیار کیا وہ شوکت و قوت بھی ان کی جاتی رہی اور اب بھی باز نہیں آتے مسلمانوں کی ترقی اور قومی شوکت کا اصلی سبب ہے جس سے آج کل کے بعض مدعیان بے بہرہ ہو کر اور اسباب ترقی تلاش کر رہے ہیں۔ اللّٰھم ارحم المسلمین واھدھم صراط مستقیم۔

اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ
ان سے پہلے (بڑے ہو گئے) اجازت لے کر آتے ہیں

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ۗ
اللہ اس طرح کھول کر تمہارے لیے احکام بیان کرتا ہے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٩﴾ وَالْقَوَاعِدُ
اور اللہ علیم حکیم ہے اور وہ بڑی

مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا
بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ
ان پر بھی کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑوں میں سے

ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ
کپڑے[1] اتار دیا کریں بشرطیکہ زینت کی جگہ نہ کھول دیا کریں

وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۗ وَاللَّهُ
اور اگر اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہت بہتر ہے اور اللہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٦٠﴾
(سب کچھ) سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

ترکیب

ثلث مرات فی الاصل مصدر وقد استعملت ظرفا فلذا نصبها علی الظرفیۃ والحال کما استاذن کم و القواعد جمع قاعد من النکاح لان القعود مختص بہن۔

تفسیر

من جملہ اطاعت اللہ اور اس کے رسول کے ایک استیذان و اجازت کا مسئلہ بھی ہے۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو ادب سکھاتا ہے جو تدبیر المنزل کے متعلق ایک بڑا اہم مسئلہ تھا جس سے کتب حکمت تمام کتب الہامیہ خالی نہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری لڑکے کو حضرت عمرؓ کے بلانے بھیجا، وہ دوپہر کا وقت تھا عمرؓ سوتے تھے گھر میں گھس گیا اور عمرؓ کو بیدار کیا۔ عمرؓ کا کپڑا کچھ کھل گیا تھا، دل میں خیال آیا کہ ان کے آنے جانے کی بابت بھی کاش خدا تعالیٰ کوئی حکم نازل کرے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آتے ہی حضرتؐ نے یہ آیت سنائی۔ گویا اس آیت کے سنانے کے لیے بلایا ہو۔

مقاتل کہتے ہیں اسماء بنت مرثد کا ایک بڑا لڑکا تھا وہ گھر میں ایک بار بے وقت آیا جو ان کو ناگوار معلوم ہوا اس نے آں حضرتؐ سے ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی (معالم)۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مرد اور اجانب جو ان یا بالغوں کو تو اجازت لے کر آنے کا پہلے حکم ہو چکا تھا بقولہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلها الخ۔ اب رہے تھے لڑکے بالے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے جن سے عادۃً پردہ نہیں کیا جاتا وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانے اور اسی طرح اپنے غلام اور لونڈی سے بھی آنے جانے میں پردہ نہیں ہوتا کہ آخر یہ خادم ہیں ہر وقت آقا کے پاس آتے جاتے ہیں۔ اس بابت میں کوئی حکم نہیں آیا تھا لیکن مسلمانوں کو بے وقت آنا

[1] یعنی بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کے قابل نہ رہی ہوں اپنے گھروں میں اپنے اوپر کے کپڑے اتار کر بیٹھا کریں۔ بشرطیکہ زینت یعنی وہ اعضا، جو عورتوں کی زینت ہیں سینہ اور بانہیں نہ کھول دیا کریں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ۱۲ منہ۔

ان کا بھی ناگوار معلوم ہوتا تھا اور ہونا بھی چاہیے۔ بھلا کس کا دل چاہتا ہے کہ سونے کے وقت جب کہ کپڑے اتار دیے ہوں کوئی ہوشیار لڑکا گھر میں آ جائے خواہ وہ اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہو یا اپنا غلام ہو بے محابا چلا آئے؟ اس لیے ان کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے غلام اور نابالغ لڑکے تین وقتوں میں تم سے اجازت لے کر آیا کریں۔ صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب کہ کپڑے اتار رکھے جاتے ہیں (گرم ملکوں میں عام عادت ہے) اور نماز عشاء کے بعد۔ ان اوقات کے سوا اور وقتوں میں بے اجازت اور بے اطلاع آنے جانے کی کچھ ممانعت نہیں۔ اور وہ لڑکے جب بالغ ہو جاویں تب ان کو ہر وقت اسی طرح سے اذن لے کر آنا چاہیے کہ جس طرح ان کے بڑے اور بالغ لوگ اذن لے کر آیا کرتے ہیں۔ کما استاذن الذین من قبلھم سے یہی مراد ہے نہ کہ پہلی امتوں کے لوگ۔ ان خاص وقتوں کے علاوہ جب کہ بے اذن بے اطلاع آنے کی غلاموں اور لڑکوں کو اجازت دی گئی تو اس کے ساتھ گھر میں عورتوں کو کس حال میں رہنا چاہیے؟ اس کی بھی تشریح کر دی۔ یہ نہیں کہ جوان عورت گھر میں ننگ دھڑنگ رہا کرے یا ستر نیچا ڈھانکنے کے لیے کوئی کپڑا باندھ کر یا لنگی پہن کر پھرا کرے جیسا کہ بعض قوموں میں دستور ہے۔ بلکہ گھر میں بھی ستر چادر وغیرہ کے کپڑے پہنے رہے۔ والقواعد من النساء (الخ) ہاں بڑی بوڑھی عورتوں کو اوڑھنا چادر اتار دینا کچھ مضائقہ نہیں اس طرح پر کہ چھپانے کے اعضاء نہ کھلیں اور اگر یہ بھی گھر میں سر کی اوڑھنی وغیرہ نہ اتاریں تو بہتر ہے۔ خوب اسرار کو اللہ جانتا ہے۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ
نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر

حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓی
اور نہ بیمار پر اور نہ خود

اَنْفُسِکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِکُمْ
تم پر اس بات میں کہ تم اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ

اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّھٰتِکُمْ
یا اپنے باپ کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے

اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِکُمْ
یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں کو

اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِکُمْ
یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے

اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِکُمْ
یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے

اَوْ مَا مَلَکْتُمْ مَّفَاتِحَہٗٓ اَوْ صَدِیْقِکُمْ
یا ان گھروں سے کہ جن کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے گھروں کو

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا
تم پر کچھ گناہ نہیں کہ مل کر

جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا
کھاؤ یا الگ الگ پھر جب گھروں میں داخل ہوا کرو

فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّۃً مِّنْ
تو اپنے لوگوں پر سلام کر لیا کرو جو مبارک اور

عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً ۚ کَذٰلِکَ
عمدہ دعا اللہ کی طرف سے ہے اسی طرح

یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ
اللہ تمہارے لیے اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع
سمجھو

ترکیب

تحیۃ مصدر من معنے سلّموا لان السلام وتحیۃ بمعنی۔ من عند اللہ ظرف مستقر صفۃ التحیۃ۔

تفسیر

اجازت اور گھروں میں جانے کا ذکر آیا تھا اس لیے اس کے بعد باہم موافقت اور مشابہت کے مسئلہ کو بھی طے فرما دیا بقولہ لیس علی الاعمٰی حرج [illegible] عبدالرزاق نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں میں یہ دستور تھا کہ کسی اندھے یا لنگڑے یا بیمار کو کھانا کھلانے کے لیے اپنے باپ وغیرہ اقارب مذکورہ فی الآیت کے گھر لے جا کر کھانا کھلایا کرتے تھے مگر وہ لوگ اپنے تقویٰ و دیانت سے اس میں تردد کرتے تھے کہ ہم کو بیگانہ گھروں میں لے جا کر کھانا کھلاتے ہیں یہ آیت نازل ہوئی کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی درست ہے۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ لوگ اندھے اور بیمار اور لنگڑے کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں تامل کرتے تھے اور نیز ان گھروں سے کھانے میں تامل تھا۔ پھر اس کی چند وجوہ بیان کی ہیں۔ اندھے کے ساتھ اس لیے کہ اس کو کھانے میں امتیاز نہیں رہتا۔ اور لنگڑے کے ساتھ اس لیے کہ مجلس طعام میں اس کی نشست سے حرج انداز تنگی کی جاتی تھی۔ اور بیمار سے تو تنفر طبعی ہوا ہی کرتا ہے سو ان سب کی خدائے تعالیٰ نے رخصت دی۔ صاف معنی یہ ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ الخ تو تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے لوگوں کو یہ بات پیدا ہوئی کہ اپنے ہی گھروں سے کھانا کھانا درست جانتے تھے رشتہ داروں دوستوں کے گھر سے کھانا ان کا ناحق مال کھانا سمجھتے تھے اور اسی احتیاط سے اندھے کے ساتھ اور بیمار اور لنگڑے کے ساتھ مشترک کر کے نہ کھاتے تھے کہ اندھے کو اچھا لقمہ نہ سوجھا اور یہ کم کھا جاوے اور بیمار اپنا پورا حصہ نہ کھا سکے گا اور لنگڑے کے آنے میں دیر ہونا معمولی بات ہے مبادا اس سے پیشتر کھا لیا جاوے اور نیز وہ اچھی طرح بیٹھ بھی نہیں سکتا کہ پورا حصہ برابر کھاوے اور نیز چند آدمی باہم مل کر اسی خیال سے نہ کھاتے تھے کہ مبادا حصہ سے زیادہ کھا لیا جاوے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ حرج و دقّت کی بات ہے شرع نے تم کو تنگ نہیں کیا ہے اس لیے اندھے اور بیمار اور لنگڑے کو اور خود تم کو اجازت ہے کہ حسب دستور تم اپنے گھروں سے اور اپنے رشتہ داروں کے گھروں سے اور اپنے دوستوں کے گھروں سے اور نیز اس کے گھر سے کہ جس نے تم کو اپنی کنجیاں دے کر مختار کر دیا ہے باہم مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔ کس لیے کہ عرب میں عادت اور دستور ہے کہ وہ اپنے عزیزوں دوستوں کے کھانے سے خوش ہوا کرتے ہیں سو یہ اجازت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جہاں دستور نہ ہو یا یہ معلوم ہو کہ ہمارے کھانے سے یہ ناخوش ہوگا تو ہرگز جائز نہیں کہ اس کی اجازت بغیر اس کے گھر سے کھاوے ان تاکلوا من بیوتکم اپنے گھروں سے کھانے کی جو اجازت دی حالانکہ اجازت کی کوئی بھی ضرورت نہیں تو اس لیے کہ اپنے گھروں سے مراد اپنی بیبیوں کے گھر ہیں یا اپنی اولاد کے گھر۔ اور اسی لیے بیبیوں اور اولاد کے گھروں کا ذکر آیت میں نہیں آیا۔ فاذا دخلتم بیوتا الخ پھر جب تم ان گھروں میں کھانا کھانے جاؤ تو اول سلام کہہ لیا کرو گویا یہ اجازت کا طلب ہے۔ علیٰ انفسکم سے مراد اپنے لوگ ہیں کیونکہ احباب رشتہ دار عزیز ایک جان کے ہیں اور جو وہاں کوئی نہ ہو تو خود اپنے اوپر سلام کہو السلام علینا من قبل ربنا کیونکہ فرشتے جواب دیتے ہیں اور یہ سلام کہنا جس میں سلامتی کی

طرف اشارہ ہے امر الٰہی پر اشارہ اس کا امام ہے اور مذہب اسلام سے بھی تعبیر ہوتا ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے مبارک تھا اور سلام ہے نہ کہ بندگی و کورنش وغیرہ۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا
مومن تو وہی ہیں کہ جو اللہ اور اس کے

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ
رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب وہ رسول کے ساتھ

عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ
کسی ایسے کام میں ہوتے ہیں کہ جس میں جمع ہونے کی ضرورت ہے تو نہیں جاتے جب تک

يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ
کہ اجازت نہ لے لیں بے شک جو لوگ تم سے اجازت لیتے ہیں

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وہی تو اصل میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ
رکھتے ہیں سو جب وہ اپنے کسی کام کے لیے اجازت

شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ
مانگیں تو ان میں سے جس کو آپ چاہیں اجازت بھی دے دیا کریں

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا بھی کریں بے شک اللہ بخشنے والا

رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ
مہربان ہے (مسلمانو!) رسول کے بلانے کو

بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ
آپس میں ایک دوسرے کے بلانے جیسا نہ سمجھو

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ
اللہ ان کو بھی جانتا ہے کہ جو تم میں سے چپکے

مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ
سے کھسک جاتے ہیں پس جو لوگ رسول کے حکم

يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ
کی مخالفت کیا کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت

فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾
آ جائے یا ان پر کوئی عذاب دردناک نازل ہو جائے

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ
دیکھو اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے

قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ
البتہ اللہ خوب جانتا ہے جس حال پر کہ تم ہو اور جس روز کہ

يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا
وہ لوگ اس کی طرف پھیرے جائیں گے تو وہ ان کو بتلا دے گا کہ جو کچھ

عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾ ع ۹
کرتے تھے اور اللہ کو ہر ایک چیز معلوم ہے

ترکیب

دعاء الرسول المصدر مضاف الی المفعول ای دعاکم الرسول۔ لواذا مصدر فی موضع الحال ویجوز ان یکون منصوبا بیتسللون۔

تفسیر

یہاں سے رسول کی اطاعت کے بارے میں مرشد کے منافقوں کی مذمت کا بیان ہے جو وہ اس سے پہلو تہی کرتے تھے اس مناسبت کے لیے سورت کا اتمام اسی قسم کے آداب پر کیا ان کے دل میں کیفیت نورانی کا پیدا کر دینا ہے اور ان سب امور کے مصالح اور حکمتوں کی طرف واللہ بکل شیء علیم میں اشارہ کر دیا۔ اور علم جو کہ

نور ہے اس لیے کلام کو اس کے ساتھ ختم کیا۔

ابن اسحاق اور بیہقی نے دلائل میں عروہ و محمد بن کعب قرظی وغیرہما سے روایت کی ہے کہ غزوۂ احزاب کے ایام میں ابو سفیان قریش کو لے کر چڑھ آیا اور دومۃ الجندل کنوئیں کے پاس آ اترا۔ اُدھر قبیلۂ غطفان نے آ کر اُحد پہاڑ کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر پا کر مدینہ کے ارد گرد خندق کھودنے کا حکم دیا، خود بہ نفس نفیس اور مسلمان بھی اس میں شریک ہوئے۔ مگر منافقوں نے پہلوتہی کی ذرا سی بات کا بہانہ کر کے بغیر اجازت و اذن رسول کریمؐ کے چلے جایا کرتے تھے اور جو کسی مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو آپ سے اجازت لے کر جاتا اور کام سے فارغ ہو کر پھر شریک ہو جاتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کی مدح میں آیت نازل فرمائی انما المؤمنون الذین الخ اور ضمناً اس میں منافقوں کی مذمت ہے کہ وہ جو اس کا خلاف کرتے ہیں حقیقی مومن نہیں ہیں۔ ان اللہ غفور رحیم میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا کہ ان کو ضروری کام میں اذن لے کر جانا گو جائز ہے مگر تب بھی معافی مانگنا چاہیے۔

امر جامع یعنی وہ کام جو اجتماع کو واجب کرے امر کو جامع علی سبیل المجاز کہا گیا۔ پھر اس امر جامع کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ ایسا کام جس میں مسلمانوں کا مجمع ضروری سمجھا جاوے جیسا کہ مخالفین سے لڑائی۔ یا کوئی تعمیر و عمل کے متعلق ایسا کام کہ جس میں عام منفعت ہو یا کوئی مشورہ، اس میں جمعہ اور عیدین بھی شامل ہیں۔ جب امر جامع میں سردار کی اطاعت کا حکم دیا اور مخالفت سے منع کیا تو سردار کے متعلق آداب کا بیان کرنا بھی مناسب ہوا کیونکہ سردار کی عظمت بغیر کسی امر جامع کا انتظام نہ ہوگا فقال لا تجعلوا دعاء الرسول الخ یہ گیارہواں حکم ہے۔ اس آیت کے معنی میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ رسول جو تم کو پکارے بلائے تو ان کے بلانے کو آپس کے ایک دوسرے کے بلانے کی طرح سرسری نہ سمجھا کرو بلکہ فی الفور حاضر ہوا کرو اور تعمیل حکم کیا کرو۔

دوم یہ کہ رسول کی دعا کو آپس کی دعاؤں کی طرح نہ سمجھا کرو۔ رسول جس کام کے حق میں دعا دیں تو وہ دعا مستجاب ہے اور جس کو بد دعا دیں تو وہ بھی مقبول ہے۔ برخلاف عام لوگوں کی دعاؤں و بد دعاؤں کے۔

سوم وہ معنی ہیں جن کو ابو نعیم نے ابن عباسؓ سے بطریق ضحاک نقل کیا ہے کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد، یا ابا القاسم نام لے کر پکارا کرتے تھے کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو اس کا نام لے کر پکارا کرتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس طرح نہ پکارو بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کے پکارو اور اسی طرح اور بزرگان دین کے ساتھ بھی ادب ملحوظ رکھنا لازم ہے۔

قد یعلم اللہ الخ یہاں تعلیم ادب و مومنوں کی مدح کے بعد منافقوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ آنکھ بچا کر نکل جانے والے ہم سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ دنیا میں ان پر کوئی بلا نہ آ پڑے۔ بیماری، تنگدستی، دشمن سے مقہور ہونا، مرگ ناگہانی، زلزلہ وغیرہ اور آخرت میں دردناک عذاب میں نہ مبتلا ہو جاویں اللہ کو تمہارا سب حال معلوم ہے۔ ما انتم علیہ اس کے قبضۂ قدرت میں آسمان و زمین ہے عذاب بھیجنے پر بھی قادر ہے۔ اب تم زبان سے جو چاہو لاف زنی کر لو مگر جس روز مر کر اس کے پاس جاؤ گے وہ تم کو تمہارے سب کرتوت بتلا دے گا واللہ بکل شیء علیم۔

سورۂ فرقان

مکیہ ہے اس میں ستتر آیات اور
چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى
اس کی بڑی برکت ہے کہ جس نے اتارا ہے فیصلہ کی کتاب

عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ①
نازل کیا بندہ تاکہ ہو تمام جہان کو ڈر سنانے والا

وَالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
وہ ذات کہ جس کو ہے آسمانوں اور زمین کی

الْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ
بادشاہت ہے اور نہیں بنایا کسی کو بیٹا اور نہیں ہے کوئی

لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ
اس کی حکومت میں اس کا شریک اور اسی نے ہر چیز کو پیدا

شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ② وَاتَّخَذُوْا
کیا پھر اس کا اندازہ ٹھیک ٹھیک کیا اور لوگوں نے اس کے

مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا
سوا اور معبود مقرر کر لئے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ
اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اور وہ خود اپنی ذات کے لئے

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّ
ضرر کا اختیار رکھتے ہیں نہ نفع کا اور

لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً
نہ موت کا اور نہ زندگی کا

وَّلَا نُشُوْرًا ③
اور نہ مر کر زندہ ہونے کا

ترکیب

لیکون کا اسم ضمیر جو عبد کی طرف راجع ہے یا فرقان کی طرف یا اللہ کی طرف پھر للعلمین لیکون کا ... نذیرا سے متعلق ہے الذی یا تو اول الذی سے بدل ہے یا خبر ہے مبتدا محذوف کی ولم یتخذ کا عطف سابق پر معطوف واتخذوا جملہ مستانفہ ہے۔

تفسیر

یہ سورت مکہ میں ہجرت سے پہلے اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ مشرکین مکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم کرتے تھے اور وہ حضرت کی رسالت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے اور بت پرستی کے دریا میں غرق تھے اور خدا تعالیٰ کو بھی اس کی صفات پر غلط خیال کرتے تھے اور اوہام باطلہ کے موافق سمجھا کرتا تھا اس سورت میں ان سب باتوں کا جواب ہے۔

سورۂ نور کے اخیر میں یہ فرمایا تھا قد یعلم ما انتم علیہ کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم کس حال میں ہو جس دن تم دنیا سے لوٹ کر اس کے پاس آؤ گے تو وہ تمہیں جتلا دے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ اس کلام میں اول تو آپ کے انہی اعمال فاسدہ کی طرف تنبیہ تھی جن میں وہ شب و روز غرق تھے اور ظلمات میں مبتلا تھے۔ اس کا ذکر تو اس سورت کے آخر میں بیان فرمایا اور نیز سورۂ نور میں حکمت عملیہ کے متعلق بہت کچھ بیان ہو چکا تھا مگر ان کاموں میں سے ہر ایک ... کی

تھی۔ دوئم اس جہاں میں مر کر خدا کے پاس جانے اور نیک و بد کی جزاء و سزا پانے کا اشارہ تھا مگر یہ دو باتیں عرب کے مشرکوں کے بالکل خلاف تھیں پھر جو ان باتوں کو رد کرنے والی چیز تھی تو وہ نبوت تھی کہ دنیا میں ایک شخص دعویٰ کرکے یہ کہے کہ میں خدا کی طرف سے تمہیں ان باتوں سے منع کرنے کو آیا ہوں۔ یہ اور بھی ان کے نزدیک حیرت انگیز بات تھی۔ اس لیے ان تینوں مسائل کا جو اصول مذہب ہیں اس سورت کے اول میں ثابت کرنا ضروری ہوا سب سے اول مسئلہ نبوت شروع کیا کس لیے کہ اسی پر زیادہ توحید و معاد کے مسئلہ کی بنیاد ہے۔

مشرکوں کے مسئلہ نبوت میں یہ شبہات تھے۔ اول شبہ ان کا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو کیا غرض ہے جو اس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی؟ دوم اگر نازل ہی کرنا تھا تو اپنے کسی اس بابرکت شخص پر نازل کرنا تھا جس کو اس نے اپنی سلطنت کے اختیارات دے رکھے ہیں جیسا کہ ہمارے معبود لات منات یا ملائکہ وغیرہ۔ سوم پھر اس قرآن سے کیا فائدہ ہے؟ پس ان سب باتوں کا جواب ان آیات میں کس لطف و خوبی کے ساتھ دیا جاتا ہے فقال تبارک الذی الخ یہ اول شبہ کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا برکت والا ہے (قال الزجاج تبارک تفاعل من البرکۃ والبرکۃ کثرۃ الخیر و زیادۃ) بندوں کو خیر اور بھلائی پہنچانا اسی کا کام ہے پس اس نے بندوں کو بھلائی پہنچانے اور سعادت دارین تک لے جانے کے لیے اپنے ایک بندے پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب بھیجی کتاب فرقان یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی نازل کی، اس میں ضرورت نزول قرآن کی طرف بھی اجمالی اشارہ کیا گیا کہ لوگوں کے عقائد اور اعمال سلیمہ اور غیر سلیمہ میں توہمات باطلہ سے امتیاز نہیں رہا تھا یہی کتاب ہے جو ان میں فرق کرتی ہے۔

لیکون للعالمین نذیرا میں تیسرے شبہ کا تفصیلاً جواب ہے کہ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ عالمین یعنی سب جہان کے لوگوں کو متنبہ کر دے کہ تمہارے ان عقائد اور ان افعال پر دنیا و آخرت میں یہ سب مصائب پیش آنے والے ہیں اللہ سے ڈر کر رہو۔ اس عہد میں عرب ہند روم شام سب ملکوں میں کفر و شرک و فسق کا دور دورہ تھا، اس لیے سب کا نذیر آں حضرتؐ کو قرار دیا گیا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ آں حضرتؐ کل عالم کے نبی ہیں انسان کے علاوہ جنوں کے بھی۔

الذی لہ ملک السموٰت الخ میں دوسرے شبہ کا جواب اور ان کے عقائد باطلہ کا رد ہے کہ اس کے قبضہ میں آسمان و زمین ہیں، اس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ اس کی سلطنت میں کسی کا کچھ حصہ ہے بلکہ ہر ایک شے اسی کے ایک خاص اندازہ سے پیدا ہوئی ہے سب مخلوق کو اس سے رشتۂ عبودیت کے سوا اور کوئی رشتہ نہیں پھر کیا وجہ کہ وہ اپنے ایک بندہ پر اپنا کلام نازل نہ کرے اس میں ضمناً مسئلہ توحید کی طرف بھی اشارہ ہے۔

واتخذوا الخ یہاں سے مسئلہ توحید شروع ہوتا ہے کہ لوگوں نے غلط توہمات سے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں کہ جو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور خدا کے لیے یہ بات ضرور ہے کہ وہ پیدا کرتا ہو اس کو کسی نے پیدا نہ کیا ہو۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ خاص اپنے نفع نقصان کا بھی تو انہیں اختیار نہیں اور نہ کسی کو مار سکتے ہیں نہ جلا سکتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِنْ هَٰذَآ إِلَّآ
اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ قرآن کچھ نہیں مگر
إِفْكٌ ٱفْتَرَىٰهُ وَأَعَانَهُۥ عَلَيْهِ قَوْمٌ
جھوٹ جس کو خود گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی مدد

اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ④
کی ہے، پس وہ لوگ تو بڑے ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے
وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا
اور کہنے لگے کہ (یہ قرآن) اگلوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے لکھوا رکھا ہے
فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ⑤
سو وہ اس کو صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔
قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی
آپ کہہ دیجئے کہ اس کو تو اس نے اتارا ہے جو چھپی باتیں جانتا ہے آسمانوں اور
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
زمین کی مخفی باتیں جانتا ہے بے شک وہ بخشنے والا
غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ⑥ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا
مہربان ہے اور (کافر) کہتے ہیں اس رسول کو
الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ
کیا ہوا جو کھانا کھاتا اور بازاروں
فِی الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ
میں پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں
مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا ⑦ اَوْ
بھیج دیا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی ڈرانے والا ہوتا یا
یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ
اس کے پاس کوئی خزانہ آ پڑتا یا اس کے لیے کوئی
جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ
باغ ہوتا کہ جس میں سے وہ کھایا کرتا اور ظالموں نے یہ بھی کہا کہ
اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ⑧
تم تو بس ایسے شخص کے پیچھے ہو لیے ہو کہ جس پر جادو کیا گیا ہے۔
اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ
اے نبی دیکھو تو تمہارے لیے کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں
فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ⑨
پس وہ تو ایسے گمراہ ہو گئے کہ رستہ بھی نہیں پا سکتے۔
تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ
وہ بڑی ہی بابرکت ذات ہے جو اگر چاہے تو کر دیوے آپ کے لیے
خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ
اس سے بھی بہتر ایسے باغ پیدا کر دے کہ جن میں نہریں
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَیَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ⑩
بہتی ہوں اور آپ کے لیے محل بھی تیار کر دے۔

ترکیب

افتراہ کا فاعل ضمیر جو عبدہ کی طرف راجع ہ ضمیر قرآن کی طرف راجع اعانہ کی ہ عبد کی طرف علیہ کی ضمیر الذی کی طرف قوم آخرون اعانہ کا فاعل ظلماً و زوراً مفعول جاؤ، وکان یا مصدر موضع حال میں ان شاء سے شرط جعل جواب ہو اور جو گویا ماضیاً یجوز ان یکون فی محل الرفع والجزم لا عطف علیہ یجوز ان یکون مرفوعاً او مجزوماً کما قرء الجمہور۔

تفسیر

ان آیات میں ان کے اور چند شبہات کا جواب ہے جو رسالت کی بابت تھے کہ محمدؐ نے قرآن کو از خود بنا لیا ہے اور دیگر لوگ (جن سے ان کا اشارہ اہل کتاب کی طرف تھا) اس کے اس کام میں مددگار بن گئے ہیں وہی لوگ انبیاء سابقین کے حالات اور ان کی سرگزشتوں کے احکام اس کو بتاتے ہیں یہ اپنی فصیح عبارت میں جمع کر لیتے ہیں۔ آج کل بھی متعصب لوگ یہی کہا کرتے ہیں اس شبہ کو وقال الذین کفروا سے شروع کیا الذین کفروا میں اشارہ کر دیا کہ ایسی بے ہودہ باتیں کافر ہی بنایا کرتے ہیں

یہ بات دنیا کی نسبت بھی ان سے بڑھ کر بڑی شبہات نہ ہوتے تھے۔ چونکہ بیشتر بعض مجبوری کا ایک برا فرق نہ جسمی ہو اس لیے ان کے جواب میں یہی کہہ دینا کافی تھا کہ نعوذ باللہ ظلم و زور اور یہ بڑی بے انصافی ہے مگر کیا بات ہے کہ ان کی کتاب ہے جو آپ کو تعلیم کرتی ہے اور آپ قبل نبوت عرب میں صداقت و امانت کی سے موصوف تھے۔ دنیا کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہ بولا بھلا خدا کے معاملہ میں جھوٹ بول کر دنیا کو دشمن بنا لیتے۔

وقالوا اساطیر الاولین ﴿۳﴾ یہ ایک دوسرا شبہ ہے جو فی الحقیقت پہلے شبہ کا تتمہ ہے کہ یہ قرآن پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ موسیٰ، فرعون، عاد و ثمود وغیرہ لوگوں کے تذکرے ان کی حالت ان کو لکھا دیا ہے جو قرآن مجید میں جیسے نبوت کے بیے بیان ہوتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا ہے قل انزلہ الذی ﴿۶﴾ کہ اس کو اس نے نازل کیا ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کے اسرار اور غیبی باتوں سے واقف ہے۔

یعنی جب کہ محمد ﷺ نہ پڑھے لکھے ہیں نہ کسی کے پاس بیٹھ کر کبھی علم کے حلقوں میں بیٹھ سکتے ہیں پھر پچھلے لوگوں کے حالات صحیح طور پر کیونکر اس کتاب میں الہام ہیں جو ایسی کیفیت سے نہیں بیان ہو سکتے کہاں سے معلوم ہو گئے اور تم کو معلوم نہ ہو سکے۔ نہیں کہ اسی عالم الغیب نے حضرت کو بتلائے ہیں۔ وہ غفور رحیم ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ غفور رحیم ہے ورنہ اس انکار کا مزہ دنیا ہی میں معلوم کرا دیتا۔

﴿۷﴾ شبہ یہ تھا کہ رسول فرشتہ ہوا چاہیے کیونکہ انسان تو دنیا کے کاروبار کے لیے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ مرفہ الحال ہو کہ بیٹا ساتھ بھیجا جاتا نہ کھاتے پیتے کم از کم اس کے پاس کوئی آسمانی خزانہ ہونا چاہیے او یلقی الیہ کنز کہ جس کی وجہ سے فکر کھانے کا

اور اس کے لیے کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا اور غفلت کیا کرتا۔ یہ تو بھی کوئی معیاری نہیں ہو سکتا کہ بعض اس کو کہا گیا ہے یہ بات ولا مال بعضہ الی سے مال نہیں ملتا۔ ولولا انزل الیہ ملک ﴿۷﴾ اس شبہ کی تمہید میں ایک تیسرا شبہ تھا کہ اس کی تصدیق کے لیے کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی ڈرانے والا ہوتا اور لوگوں کو یقین آ جاتا۔

وقال الظالمون ﴿۸﴾ یہ ان کا ایک وہمی شبہ تھا کہ جب اس کے پاس خزانہ نہیں ہے، باغ نہیں، تو دیوانہ ہے اس پر کسی نے سحر کر دیا ہے۔ اس جادو کا اثر ہے جو دیوانوں کی طرح باتیں کرتا ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا جو یہ مثالیں ہیں کہ کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ یعنی آپ کو کبھی جادوگر کبھی مجنون بتلاتے ہیں، بہکے ہوئے پھرتے ہیں کچھ خیال نہیں کرتے۔

تبارک الذی ان شاء ﴿۱۰﴾ وہ بڑی برکت والا ہے۔ اگر چاہے تو آپ کو اسی دنیا میں تمام اسباب دیدے اس سے بھی بہتر باغ اور مکانات کہ جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں اور آپ کے لیے محل بھی رہنے کے لیے تیار کر دے مگر دنیا چند روزہ ہے۔

بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا

بلکہ یہ تو قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور ہم نے بھی قیامت

لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ﴿۱۱﴾

کے جھٹلانے والوں کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ

جب وہ ان منکروں کو دور سے دیکھے گی تو (غضبناک ہو رہی ہو گی)

سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿۱۲﴾

یہ اس کے جوش و خروش کی آواز سنیں گے

وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا

اور جب یہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں (ہاتھ پاؤں) جکڑ کر

مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿۱۳﴾

ڈالے جائیں گے تو وہاں موت کو پکاریں گے۔

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّ

[illegible]

ادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ⑭ قُلْ أَذٰلِكَ

[illegible]

خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ

[illegible]

الْمُتَّقُونَ ۚ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَّ

[illegible]

مَصِيرًا ⑮ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ

[illegible]

خٰلِدِينَ ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا

[illegible]

مَسْئُولًا ⑯ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ

[illegible]

مَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ

[illegible]

ءَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰؤُلَاءِ

[illegible]

أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ⑰ قَالُوا

[illegible]

سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ

[illegible]

نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَ

[illegible]

لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتّٰى

[illegible]

نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ⑱

[illegible]

فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ ۙ فَمَا

[illegible]

تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ

[illegible]

وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا

[illegible]

كَبِيرًا ⑲ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ

[illegible]

مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ

[illegible]

الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ ۗ

[illegible]

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۗ

[illegible]

أَتَصْبِرُونَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ⑳ ع ۲ ۱۱ ۱۴

[illegible]

[illegible]

مصنف میں ابن ابی شیبہ نے اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے نقل کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا اگر آپ کی خوشی ہو تو آپ کے ہاتھ میں زمین بھر کے خزانوں کی کنجیاں دی جاویں اور اس سے آخرت میں آپ کا کچھ بھی نقصان نہ ہو اور مرضی ہو تو یہ سب کچھ آخرت میں دیا جائے۔ آپ نے فرمایا آخرت ہی میں چاہتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بہت جگہ اسی قسم کا مضمون احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ چوں کہ آپ کی نظر آخرت پر تھی اور ہونی بھی چاہیے اور کفار آخرت کے منکر تھے۔ ان کے نزدیک جو کچھ انعام و افضال ہوں یہیں ہوں تو ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بل کذبوا بالساعۃ کہ وہ آخرت کے منکر ہیں پھر واعتدنا لمن کذب بالساعۃ سعیرا سے کر مقرنین ثبورا کثیرا تک مسئلہ معاد اور وہاں کی سزا و جزا کا بیان ہے اور ان کے معبودوں کا ان بت پرستوں سے الگ ہونا بھی ظاہر کرتا ہے کہ جن کو وہاں کا ذریعہ سمجھ کر ان کی عبادت کیا کرتے ہیں۔

وما ارسلنا قبلک من المرسلین یہاں سے ان کے شبہ کا جواب شافی دیتا ہے کہ لے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پیشتر جس قدر دنیا میں رسول گئے ابراہیمؑ و اسحاقؑ و موسیٰؑ و عیسیٰ علیہم السلام کسی کے پاس بھی نہ خزانہ تھا نہ ایک باغ نہ ان کی تصدیق کے لیے ان کے ہمراہ فرشتہ رہتا تھا۔ وہ دنیا میں کھانا بھی کھاتے تھے، بازاروں میں خرید و فروخت کے لیے بھی جاتے تھے یعنی بشر اور غریب لوگ تھے۔ یہ دنیا کے تجملات اور امارت سو یہ ایک فتنہ ہے یعنی آزمائش کر دیکھیں کہ امیر دولت مند شکر کرتا ہے یا کفران نعمت اور غریب مفلس دنیا کے مصائب پر برداشت کرتا ہے کہ نہیں۔ لہٰذا کسی کو کچھ دیا کسی کو کچھ عطا کیا۔ اس لیے مسلمانوں سے فرماتا ہے اتصبرون کیا صبر کرتے ہو؟ یعنی صبر کرنا چاہیے اور تمہارا رب دیکھ رہا ہے اور آخرت میں جزا دے گا۔

تفسیر حقانی

پارہ ۱۹

وَقَالَ الَّذِينَ

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا
اور ان لوگوں نے جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہہ دیا (یہ) کہ
لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ
ہمارے پاس فرشتے کیوں نہ بھیجے گئے
أَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۗ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا
یا اپنے رب کو دیکھ لیتے (تب یقین آتا) البتہ انہوں نے تو اپنے آپ کو
فِيٓ أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيرًا ﴿٢١﴾
بہت بڑا سمجھ لیا اور بہت ہی بڑی سرکشی کی ہے
يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى
جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے تو اس دن مجرموں
يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ
کے لیے کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے
حِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ إِلٰى
دور دور اور جو کچھ عمل انہوں

مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً
نے کیے ہوں گے ہم اس کی طرف توجہ کریں گے تو اس کو خاک دھول
مَّنْثُورًا ﴿٢٣﴾ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ
اڑا دیں گے جنت والوں کا بھی اس روز
خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّأَحْسَنُ مَقِيلًا ﴿٢٤﴾
ٹھکانا بہتر ہوگا اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی
وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمٰمِ وَنُزِّلَ
اور جس روز کہ بادلوں سے آسمان کھل جاویں گے اور جوق
الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ
جوق فرشتے اترنے لگیں گے تو اس دن

ف یہ قیامت برپا ہونے کے بعد حشر کے دربار عدالت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اس کے بعد کی آیتیں بھی کہہ رہی ہیں تو اس وقت آسمان نہ پھٹے گو کہ اس سے پہلے پھٹ چکے ہوں اور نیا آسمان نئی زمین قائم ہوگی لیکن پھٹنا اس پہلے حادثہ کے (باقی برصفحہ آئندہ)

يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۚ وَكَانَ
حقیقی سلطنت رحمٰن ہی کی ہوگی اور وہ دن
يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَ
کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا اور
يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ
اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا
يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ
اور کہے گا اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ
سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ
راہ چلا ہوتا ہائے میری خرابی کاش میں نے فلاں کو
فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ
دوست نہ بنایا ہوتا اس نے تو نصیحت کے
الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۗ وَكَانَ
آنے کے بعد مجھے بہکا دیا اور شیطان
الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾
تو انسان کو رسوا کر کے چھوڑ دینے والا ہی ہے
وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي
اور رسول کہے گا اے میرے رب میری قوم نے
اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾
تو اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا۔

(۱) یہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے ... آسمان پھٹ جاویں گے اور بادل محیط ہوں گے۔ یوم متعلق السماء بالغمام ... عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

ترکیب

یومئذ اس کا ظرف مستقر ہے مثل الذین کا مستقرا قدیر تحریر الحق الملک کی صفت یوم کا نصب اذکر محذوف سے ہے۔

تفسیر

منکروں کا یہ ایک اور بھی شبہ تھا جس کو وقال الذین لا یرجون لقاءنا سے شروع کیا ہے کہ جن کو ہم سے ملنے کی امید نہیں یہ نہیں سمجھتے کہ مر کر اللہ کے سامنے جانا ہے۔ وہ کہتے ہیں کیونکر یقین کریں وحی کا دعویٰ کرتے ہیں ایمان دار۔ ان کی کیا مجال، کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہ آئے محمد کے پاس کیوں آتے ہیں؟ یا ایسا ہوتا کہ ہم خدا کو دیکھ لیتے پھر اس سے آپ پوچھ لیتے کہ یہ تیرا بھیجا ہوا ہی ہے کہ نہیں؟

اس کے جواب میں فرماتا ہے لقد استکبروا فی انفسہم الخ کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس لائق سمجھ لیا ہے کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا دنیا میں خدا تعالیٰ کو دیکھیں۔ یعنی یہ بڑے تکبر اور سرکشی کی بات ہے۔ ملائکہ مخصوص لوگوں کے پاس آتے ہیں کہ جن کی روحانیت ان کے قریب قریب پہنچی ہوتی ہے سو وہ انبیاء ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ اللطیف الخبیر کو دنیا میں ہر ایک کب دیکھ سکتا ہے۔ خفاش کو تاب ہے کہ آفتاب کو دیکھے؟ ہاں قیامت میں سب لوگ ملائکہ کو دیکھیں گے پھر اس روز کہ وہ ملائکہ کو دیکھیں گے ان کے لیے کوئی خوشی نہ ہوگی، عذاب کے فرشتے سامنے آویں گے جن کو دیکھ کر ڈر جائیں گے۔ وقدمنا الی ما عملوا من عمل سے اخیر تک اس مناسبت کے سبب قیامت کا حال اور ان منکروں کا وبال و نکال کا بیان شروع کر دیا ہے کہ ملائکہ کے دیکھنے کی

خواہش کرتے ہیں اور وہ بھی تکبر کی رو سے کہ رسول کو تو ہم
نہیں مانتے ہمارے پاس خود فرشتے آنے چاہییں۔

وقدمنا الی ما عملوا الخ یعنی وہ جو دنیا میں بے
ارادہ ثواب یہ کفار کچھ عمل بھی کرتے ہیں ایمان و اعتقاد
صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اس دن ھباء منثورا یعنی
نیست و نابود ہو جاویں گے کچھ کام نہ آویں گے اہل
ایمان و اہل نیکوکار اس روز اچھے مقام میں ہوں گے۔

اس کے بعد اس دن کے چند اور حالات بیان کر
بیان فرماتا ہے (۱) یوم تشقق السماء بالغمام
ایک جگہ اور آیا ہے هل ینظرون الا ان یاتیهم
الله فی ظلل من الغمام ابر سفید۔ اس ابر سے کیا مراد
ہے؟ غالباً ملائکہ اور دیگر روحانیات کے انوار اول جو
بصورت ابر سفید دکھائی دیں گے۔ آسمان کھل کر اس
ابر سے قیامت کو ملائکہ نمودار ہوں گے۔ (۲) الملک
اس روز حقیقی بادشاہت اللہ کی ہوگی۔ گو آج بھی
اسی کی حقیقی بادشاہت ہے مگر دنیا میں مجازی بادشاہ
بھی ہیں اس روز کسی کی نہ ہوگی اس لیے ظہور کامل اسی
روز ہوگا۔

(۳) یوم یعض الظالم قرینہ عبارت تعمیم پر
دلالت کرتا ہے یعنی ہر ظالم اس روز ہاتھ دانتوں سے
کاٹنے کو افسوس کرے گا کہ اے کاش میں فلاں شخص کو
دوست نہ بناتا۔ اس سے مراد اس کی وہ شخص ہوگا جس نے
اس کو دنیا میں ہدایت ملنے کے بعد ہدایت سے دوستی
کے پیرایہ میں باز رکھا تھا اور ایسا بہت ہوتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
اور ہم یوں ہی ہر رسول کو ہر ایک نبی کا دشمن
مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا
بنا دیتے رہتے ہیں اور تمہارا رب رہنمائی کرنے کو
وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور مدد کرنے کو کافی ہے۔ اور کافروں نے کہا کہ
لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً
اس پر یکبارگی قرآن کیوں نہ نازل کیا گیا
كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ
یوں ہی نازل کیا ہے تاکہ اس سے تمہارے دل کو تسکین دیں اور اسے ہم نے
تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا
ٹھہر ٹھہر کر پڑھا اور (اے رسول) یہ لوگ آپ کے پاس
جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾
کوئی بھی بات لاتے ہیں ہم آپ کو اس کا ٹھیک جواب اور بہت عمدہ بیان بتا دیں گے
الَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ
یہ لوگ ہیں جو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالے
اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ
جائیں گے یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا بہت ہی برا مقام
اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾ ع
اور وہ بہت ہی زیادہ گمراہ ہیں۔

ترکیب

جملة واحدة حال من القرآن لے تحقیقا۔ كذلك
اے انزل كذلك فالكاف فی موضع نصب علی الحال۔
لنثبت اللام متعلق بالفعل المحذوف۔

تفسیر

لیکن بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان عام الفاظ میں کسی
شخص خاص کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ ہو سکتا ہے۔

ل یعنی رسول پر حوصلہ

پھر اس شخص ظالم سے مراد وہ کہتے ہیں عقبہ بن ابی معیط ہے کہ جب وہ سفر سے آتا تھا تو دعوت دیا کرتا تھا چنانچہ ایک بار اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا آپ نے اس کے کفر کی وجہ سے انکار کیا۔ اس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا تب آپ تشریف لے گئے۔ اس کی خبر ابی بن خلف کو بھی ہوئی وہ اس کا بڑا دوست تھا اس نے اس کو بڑی ملامت کر کے اسلام سے برگشتہ کرا دیا۔ اور حضرتؐ کی گستاخی پر آمادہ کیا (اس قصہ کو معالم التنزیل وجلالین وغیرہ کتابوں میں نقل کیا ہے اور ابن جریر نے بھی ابن عباسؓ سے ایسا ہی نقل کیا ہے) اس تقدیر پر ظالم سے مراد عقبہ اور فلاں سے مراد ابی بن خلف کافر ہے۔

وقال الرسول الخ جب کفار نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح سے ستایا تو آپ نے بددعا تو نہ کی کیوں کہ رحمۃ للعالمین تھے مگر خدا تعالیٰ سے شکایت کی جس کو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نقل کرتا ہے۔

ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں یہاں قال بمعنی یقول ہے۔ یعنی قیامت میں آں حضرتؐ ان لوگوں کی یوں شکایت کریں گے جیسا کہ آیا ہے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا۔ مہجورا بمعنی متروک اور ہجر بمعنی ہذیان بھی ہو سکتا ہے کہ اس قرآن کی بابت انہوں نے بے ہودہ اور لغو باتیں بنائیں کبھی وہ اس کو سحر کہتے تھے کبھی از خود بنایا ہوا کبھی اگلے لوگوں کی کہانیاں۔ و کذلک جعلنا الخ اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرتؐ کو آپ کی شکایت پر تسلی دیتا ہے اور صبر اور برداشت پر آمادہ کرتا ہے کہ یہ کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ سے ہر ایک نبی کے کافر سخت دشمن ہوتے آئے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں اللہ آپ کی مدد کرنے کے لیے اور آپ کی قوم کو ہدایت کرنے کو کافی ہے۔ وکفی بربک ھادیا و نصیرا۔

وقال الذین کفروا الخ یہ ان کا قرآن مجید پر ایک اور شبہ تھا کہ یہ تھوڑا تھوڑا اور وقتاً فوقتاً کیوں نازل ہوتا ہے ایک ہی بار مجتمع ہو کر کیوں نہ نازل ہوا؟ پس معلوم ہوا کہ محمدؐ از خود سوچ سوچ کر تصنیف کرتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے کذلک لنثبت بہ فؤادک ورتلناہ ترتیلا کہ اس کے اس طرح نازل کرنے میں چند حکمتیں ہیں جن کی طرف اجمالاً اس جملہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر صحابہؓ لکھے پڑھے نہ تھے۔ اگر یک بارگی اتنی بڑی کتاب نازل ہوتی تو حفظ نہ رہتی اس لکھے پر اعتماد رہتا۔ سو اگلی کتابوں کی طرح سے اس میں بھی تبدیل و تحریف ہوتی یا کسی حادثہ میں معدوم ہو جاتی۔ پھر جب تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تو دلوں میں جمتا گیا اور حافظہ پر ثابت ہوتا گیا۔ لنثبت بہ فؤادک کے یہی معنی ہیں اس لیے اس میں ایک نقطہ کا بھی فرق نہ آیا۔

(۲) دوم یہ کہ تمام احکام جو یک بارگی نازل ہوتے قوم کو ان پر تثبیت و قائم رہنا شاق ہو جاتا۔

(۳) وقتاً فوقتاً نئے نئے حوادث پیش آتے تھے اور جاہل قوم کی تربیت و تعلیم میں ایسی باتیں پیش آیا ہی کرتی ہیں پس ہر حادثہ میں جبرئیل کا کلام الٰہی لے کر آنا آپ کے لیے تقویت قلبی کا باعث تھا۔

(۴) یک بارگی قرآن نازل ہوتا تو کفار مقابلہ میں کہہ سکتے تھے کہ اتنی بڑی کتاب ہم کیوں کر لا سکتے ہیں لیکن جب تھوڑا تھوڑا نازل ہوا اور کسی ٹکڑے کو بھی جواب نہ بن سکا تو حضرتؐ کا دل قوی ہو گیا ان کا عذر جاتا رہا۔

(۵) حالت الہامی ایک عجیب حالت ہے،

تقویت نازل ہونے میں اخیر عمر تک حضرت کو حاصل رہی جو قلبی تقویت کا باعث ہوا۔

ولا یاتونک بمثل الخ سب اعتراضات کے جواب کے بعد خاتمہ کے طور پر فرماتا ہے کہ آپ کے پاس وہ جو کوئی مثل لاتے ہیں یعنی اعتراض کرتے ہیں تو ہم اس کے جواب میں آپ کو حق بات مع اچھی تفسیر دیتے ہیں۔

الذین یحشرون الخ فرماتا ہے ایسے لوگ اوندھے منہ ہانکے جہنم میں ڈالے جاویں گے یہ لوگ بڑے شریر و گمراہ ہیں۔ یہ ان کے اوندھے اعتراضات کا نتیجہ ہے جس کی سزا جہنم میں اوندھا گرانا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ
اور البتہ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی اور

جَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۝
ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو بھی وزیر بنا کر بھیجا تھا

فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
سو ہم نے کہہ دیا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ کہ جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۝
ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے پھر ہم نے ان کو غارت کر کے تباہ کر دیا

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ
اور قوم نوح کو بھی (غرق کیا) جب کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا

اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ
غرق کر دیا ہم نے اور ان کو لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا

وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝
اور ہم نے ظالموں کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ
اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کو بھی ہلاک کیا اور

قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا
بہت سی قوموں کو جو ان کے درمیان تھے اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے

لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝
نصیحت کو سمجھایا تھا اور آخر ہر ایک کو ہم نے ہلاک کر دیا

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَي الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ
اور (کفار مکہ) اس بستی پر بھی گزرے ہیں جس پر برسایا گیا تھا

مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ
برا مینہ پھر کیا انہوں نے اس کو دیکھا نہ ہوگا

بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝ وَ
بلکہ وہ (دوبارہ) زندہ ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے اور

اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا
(اے نبی) جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے تمسخر ہی

هُزُوًا ۭ اَھٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ
کرتے ہیں کہ کیا یہی ہے کہ جس کو اللہ نے رسول

رَسُوْلًا ۝ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ
بنا کر بھیجا ہے اس نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے قریب

اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ
تھا کہ بہکا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے نہ رہتے

وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ
اور ان کو جب کہ عذاب دیکھیں گے تو آپ معلوم ہو جائے گا

الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝
کہ کون راہ راست سے دور تھا۔

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ
(اے نبی) بھلا آپ نے اس کو بھی دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہو

اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝
پھر کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ
کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے
أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ
یا سمجھتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں مگر جیسے چارپائے
بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿۴۴﴾
بلکہ وہ راہ سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔

ترکیب

ھارون بدل من اخاہ، وزیرا مفعول ثان لجعلنا وقوم منصوب بمضمر یدل علیہ دمرنا ومفعول اذکر محذوف۔ علی ہذا القیاس عادًا وثمودًا الخ

تفسیر

جب کہ توحید و نفی انداد و اثبات نبوت میں کلام ہو چکا اور منکرین کے شبہات رد کر دیے گئے، اور قیامت کا حال اور منکرین کا وبال بھی بیان ہو چکا تو بطور انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ان کے دشمنوں پر آخر کیا کیا بلائیں نازل ہوئیں کیونکہ آپ کی تسلی کے لیے پہلے فرمایا تھا وکذلک جعلنا لکل نبی عدوًا اور قرآن کا یہی طریقہ ہے کہ ایسے موقعوں پر قصص انبیاء بیان ہوتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ ان کے تذکرے بار بار آتے ہیں۔ فقال ولقد آتینا موسیٰ الخ سب سے پہلے موسیٰ کا ذکر کیا کیونکہ ان کی نبوت اور کتاب اہل کتاب میں بہت مشہور تھی کہ دیکھو موسیٰ کے ساتھ فرعون نے کیا کیا اور ان کو کس قدر معجزات دیے گئے اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام ان کے وزیر بھی تھے۔ آخر فرعونی نہ مانے ہلاک ہوئے، بعد ان کے پیشتر قوم نوح کو دیکھو کہ انہوں نے نہ صرف نوح کی تکذیب کی تھی بلکہ تمام رسولوں کے منکر تھے آخر غرق ہوئے۔ پھر قوم عاد و ثمود کو دیکھو کہ حضرت ہود و صالح کے انکار اور مقابلہ سے ان پر کیا بلا آئی؟ پھر اصحاب الرس کو ذکر کرو۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں رس کنوئیں کو کہتے ہیں۔ رس کے معنی لغت میں دفن کے ہیں یقال رس المیت اذا دفن (الکبیر)۔

بعض کہتے ہیں ایک ملک کا نام ہے۔ اصحاب الرس اس ملک یا وادی کے رہنے والے۔ یا کنوئیں والے اس لیے کہ کنوئیں ہی ان کے یہاں اس حد میں اس نام کے ساتھ منسوب ہونے کا سبب ہو گیا۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ کس نبی کی امت تھی؟ اکثر یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک بت پرست قوم تھی جن کے بہت سے کنوئیں تھے ان سے زراعت کرتے اور مواشی کو پانی پلایا کرتے تھے ان کی ہدایت کو حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے انہوں نے ان سے بہت سرکشی کی اور ایذائیں دیں آخر قہر آسمانی سے ہلاک ہوئے۔ اس تقدیر پر یہ جگہ عرب کے شمال مغرب میں شام سے ملحق ہے اور دیگر روایات بھی ہیں والعلم عند اللہ۔ ان کے درمیان بہت سے قرن یعنی زمانے گزرے ہیں جن میں انبیاء آئے اور لوگوں نے انکار کیا بلا میں مبتلا ہوئے۔

پھر فرماتا ہے ولقد اتوا کہ یہ قریش مکہ جس کا قافلہ سفر شام میں گزرتا ہے کہ جس پر پتھر برسے تھے، یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں جن پر پتھر برسائے گئے تھے جو الٹی پڑی ہیں جن کو سفر شام میں آتے جاتے یہ لوگ دیکھتے ہیں اور عبرت نہیں پکڑتے۔ جب کفار ان باتوں سے عاجز آ جاتے تو قرآن اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر کا تمسخر کرتے تھے کہ کیا اسی کو خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے یعنی کسی سردار دولت مند کو بنانا تھا اس نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے روک ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے نہ رہتے۔ فرماتا ہے ان کو عذاب الٰہی کے وقت معلوم ہو جاوے گا

کہ وہ گمراہ تھے یا راہ پر۔

پھر فرماتا ہے ان کم بختوں نے اپنی خواہشوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے جو خواہش کہتی ہے اسی پر چلتے ہیں پھر ان کے آپ ذمہ دار نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سنتے سمجھتے ہیں؟ گو ظاہر میں یہ ہے مگر حس باطن نہیں یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ وہ مکلف نہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ

(اے مخاطب) کیا تو نے اپنے رب (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ کیونکر سایہ کو بڑھاتا ہے ؎

وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا

اور اگر چاہتا تو اس کو ٹھیرا رکھتا پھر ہم نے کر دیا

الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ

آفتاب کو رہبر بنا دیا پھر

قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿۴۶﴾ وَ

ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹے لیے اور

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا

اسی نے تو تمہارے لیے رات کو لباس

وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ

اور نیند کو راحت بنایا اور دن کو چلنے پھرنے

نُشُورًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ

کے لیے (بنایا) اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت

الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ

(بارش) سے پیشتر خوشخبری لانے والی ہوائیں چلایا کرتا ہے

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿۴۸﴾

اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا

لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا

تاکہ اس سے مردہ شہر (خشک شہر) کو زندہ کریں اور اس کو اپنی پیدا

خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿۴۹﴾

کی ہوئی بہت سی چارپایوں اور بہت سے آدمیوں کو پلائیں

وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا

اور ہم نے اس کو ان میں بانٹ دیا تاکہ سمجھیں

فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿۵۰﴾

پس بہت سے آدمی تو ناشکری کیے بغیر نہ رہے

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ

اور اگر ہم چاہتے تو ہر گاؤں میں ایک ڈر سنانے والا

نَذِيرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَ

بھیج دیتے پس (اے نبی) کافروں کا کہا نہ مان اور

جَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿۵۲﴾

(قرآن سے) ان کا مقابلہ بڑے زور سے کرتے رہو۔

ترکیب

اناسی اصلہ اناسین جمع انسان کسرحان وسراحین فابدلت النون یاء و ادغمت و قیل جمع انسی علی القیاس۔ صرفناہ الضمیر [illegible]

؎ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ ظل سے مراد سایۂ الٰہی ہو وہ کسی قوم اور کسی شخص کے لیے خدا نے کیا دراز کیا ہے؟ مگر بنا اس کو ہے جس کو ٹھیرا نہیں رکھتا ورنہ پھر ڈھلنے لگتا ہے اور آفتاب اقبال و عنایت اس کی دلیل ہوتا ہے۔ انسان کی عمر بھی ایک سایہ ہے اس کو درازی تک کس طرح سے ڈھلتی ہے اور بے خبر غافل ہے ۱۲ منہ

تفسیر

اس کے عجائبات ذکر کر کے اور اس کی روزی کا تقرر اور قیامت کے حالات میں بیان فرما کر اب یہ چند دلائل توحید اور کمال قدرت بیان فرماتا ہے فقال الم تر الی ربک کیف مد الظل الخ یہ (۱) دلیل ہے کہ اپنے خدا کی قدرت دیکھو کہ اس نے اس عالم حسی میں نورانی اجسام پیدا کیے چاند سورج تارے آگ وغیرہ جن کی روشنی دوسری اشیاء مظلمہ پر پڑ کر ان کو بھی روشن کر دیتی ہے یہ ایک بات ہوئی جس میں قدرت کا کامل نمونہ ہے کس لیے کہ اگر صانع عالم کوئی قادر مختار نہیں اور بالطبع یا مادہ ہی سب کچھ کرتا ہے تو پھر یہ ترجیح بلا مرجح کیسی کہ بعض اجسام منور اور منور بھی ایسے کہ جن کے نور کا انعکاس دوسرے اجسام پر پڑتا ہے اور یہ ان کا ظل ہے اور بعض غیر منور۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کفار مکہ یا دیگر منکرین نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کلام کرتے ہیں کہ ان میں کیا خصوصیت تھی پھر ان کو نبی بنا دیا گیا اور پھر باغ یا دولت ثروت یا ان کو ساتھ رہنے کی ظاہری خصوصیت بھی نہیں دکھائی گئی۔ ان کا یہ اعتراض بے جا ہے جب اجسام میں اس نے ایسی ایسی خصوصیات ممیزہ پیدا کر دی ہیں تو نفوس بشریہ میں نورانی و ظلمانی خصوصیات پیدا کرنے سے اس کو کون مانع ہے اور کون پوچھنے والا ہے۔ پھر اس ظل کو بھی ایک حالت پر نہیں رہنے دیا کما قال ولو شاء لجعلہ ساکنا بلکہ اول تو ظل اس کو پھیلاتا دراز کرتا ہے یہ دوسری بات ہوئی۔ ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا اگرچہ اور چیزوں کے بھی سائے اور ظل ہیں کیونکہ اس عالم میں اور بھی نورانی تیرات جلوہ گر ہیں مگر آفتاب سب سے قوی ہیں، سایہ کے بڑھنے گھٹنے کا نمونہ آفتاب ہے اس کے قبل میں یہ بات سب سے نمایاں ہے یہ تیسری بات ہوئی یہ بھی اس کی قدرت کمال کا پورا نمونہ اور بڑی علامت ہے۔

ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا پھر انبساط کے بعد جہاں تک اس کا بسط مقدر کر رکھا تھا اس ظل کو ہم تھوڑا تھوڑا کر کے نیست و نابود کر دیتے ہیں یا اس کو اس کی حد مقرر تک جو انتہا کی حد ہے پہنچا دیتے ہیں جس طرح ہر شے کے وجود کا انبساط اس کی طرف سے ہے اسی طرح انتہا اور زوال کو بھی وہی مرجع ہے اس بات کے بتلانے کے لیے قبضناہ الینا فرمایا یہ چوتھی بات بھی بڑی نشانی اس کے کمال و قدرت کی ہے جو عالم کے حدوث اور زوال پر دال ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تمام اشیاء کے وجود اور ان کے حقائق یہ سب اس کے وجود حقیقی کے ظل یعنی پرتو ہیں پھر ان کا دراز کرنا عالم عدم سے فضاء وجود خارجی میں لاتا ہے سو یہ اسی کا فعل ہے اگر وہ چاہتا تو ٹھیرا دیتا فضاء وجود خارجی میں نہ آنے دیتا یا آنے کے بعد ترقی اور کمال تک نہ پہنچنے دیتا اس بات پر ہم نے آفتاب عقل کو دلیل بنا دیا ہے جو دلیل کرتی ہے کہ یہ اس کے اظلال ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ ہر ایک کو فنا کرتے ہیں اور وہ دراصل معدوم محض نہیں ہوتے بلکہ سایہ کی طرح سمٹ کر ہمارے پاس آتے ہیں جس طرح کہ سایہ سمٹ کر جس کا سایہ ہوتا ہے اس کے پاس آ جاتا ہے۔ لیکن اس مشاہدہ ذات میں دو مرتبے ہیں عارفین مقام مشاہدہ نور عقل سے چل کر مشاہدہ صفت کی طرف آتے ہیں پھر وہاں سے مشاہدہ نور ذات کرتے ہیں۔ یہ ایک مرتبہ ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اول ہی مرتبہ میں مشاہدہ نور ذات کا حاصل ہو پھر اس کے بعد صفات کا پھر ظل کا مشاہدہ اس بات کے نظم کے لیے کیا جاوے سو یہ مرتبہ خاص خاتم النبیین کا ہے اس لیے حضرت کو الم تر الی ربک سے خطاب

میں مشاہدۂ ذات کی طرف پھر کیف مد الظل سے
مشاہدۂ افعال کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ وھو الذی جعل
لکم الیل (۲) خدا نے تمہاری راحت کے لیے رات اور
کام کاج کے لیے دن بنایا۔ والسبات الراحۃ و منہ یوم
السبت اے یوم الراحۃ لفراغہ من الاشتغال صاحب
کشاف کہتے ہیں السبات الموت والمسبوت میت۔
رات آتی ہے تو گویا قیامت آگئی سب سو جاتے ہیں گویا
مر جاتے ہیں کوچہ و بازاروں میں سناٹا ہوتا ہے پھر صبح
ہوتی ہے تو گویا حشر کا دن برپا ہو جاتا ہے بستروں سے
کیا اٹھتے ہیں گویا قبروں سے اٹھتے ہیں اسی لیے جعل
النھار نشورا فرمایا۔

(۳) وھو الذی ارسل الریاح بشرا بین یدی
رحمتہ سے مراد بارش یعنی خدا وہ قادر و مدبر ہے کہ
بارش آنے سے پہلے ایک اور ہی ہوا چلاتا ہے جو بارش
کی خوشخبری دیا کرتی ہے وہ بادلوں کے اٹھنے کا سبب
ہوتی ہے پھر بادلوں سے پاک اور ستھرا پانی برساتے
ہیں جس سے خشک زمین کو کہ مثل مردہ کے ہوتی ہے
تازگی سے حیات بخشتے ہیں اور اس پانی کو چارپائے
اور انسان پیتے ہیں یہ بھی ہمارا ہی فعل ہے ورنہ بادل
از خود تو یہ نہیں کر سکتے اور کوئی کر نہیں سکتا۔ ولقد
صرفناہ بینھم پھر اس پانی کو ہم تقسیم کرتے ہیں
ایک کے حصہ میں نہیں، تاکہ سمجھیں مگر اکثر لوگ
ناشکری کیے بغیر نہیں رہتے۔

ولو شئنا الآیۃ یعنی جس طرح ہم نے باران رحمت کو
عام کر دیا ہر جگہ برساتے ہیں اسی طرح نبوت کو بھی جو
بارش روحانی ہے عام کر سکتے تھے ہمارے لیے کچھ
بات نہ تھی ہر گاؤں میں رسول بھیج دیتے جیسا کہ
منکرین نبوت اس کی استدعا کرتے ہیں مگر حکمت
الٰہی کے خلاف تھا۔ انتظام عالم میں خلل آجاتا۔ پس

اے نبی ان کے کہنے پر التفات نہ کرو وجاھدھم بہ
جھادا کبیرا جہاں تک ہو سکے ان کے سمجھانے میں
کوشش کرو۔

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا
اور وہی تو ہے کہ جس نے دو دریاؤں کو باہم ملا دیا یہ ایک تو (میٹھا)
عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ
شیریں خوشگوار ہے اور یہ ایک کھاری
أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَ
کڑوا اور ان دونوں میں ایک پردہ اور مستحکم آڑ بنا دی
حِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي
جو باہم ملنے نہیں دیتی اور اسی نے انسان کو
خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا
پانی (منی) سے پیدا کیا پھر اس کے لیے رشتہ
وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾
نسب اور دامادی کا بنا دیا اور آپ کا رب تو ہر چیز پر قادر ہے
وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا
اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان معبودوں کو پوجتے ہیں کہ جو
لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَ
ان کو نہ کچھ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ضرر اور
كَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾
کافر تو اپنے رب کے مقابلہ میں کفر کی مدد کیے ہوئے ہی
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾
اور (اے نبی) ہم نے آپ کو تو صرف خوشخبری اور ڈر سنانے کے لیے بھیجا ہے
قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ
(اے نبی) کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی اجرت تو نہیں مانگتا

إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ

مگر ہاں کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف کو رستہ

سَبِيلًا ۝٥٧ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ

اختیار کیجیے اور ایسے ہی (اے نبی) تم اپنے اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھو

الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ

کہ جس کو کبھی موت نہیں اور اسی کی ستائش کے ساتھ تسبیح کرتے رہو

وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ۝٥٨

اور اس کو اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر رہنا بس کافی ہے (۵۸)

الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ

وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ

ان میں ہے سب کو چھے دن میں پیدا کیا پھر

اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَٰنُ

تخت (حکومت) پر قائم ہوا وہ رحمن ہے

فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا ۝٥٩ وَإِذَا قِيلَ

پس اس کی شان کسی خبردار سے پوچھیے اور جب ان (مشرکوں) کو

لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا

کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کیا ہے

الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا

رحمن کیا تو جس کو کہے گا اس کو ہم سجدہ کریں گے

وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۩ ۝٦٠ ع

اور یہ کلام تو ان کو اور بھی بدکا دیتا ہے۔

ترکیب

بینہما ظرف جعل علی ربہ متعلق ظہیرا و ظہیرا خبر کان۔ الا من شاء استثناء من غیر جنس الرحمن مبتدأ فسئل بہ خبر۔

تفسیر

وھو الذی مرج البحرین الخ یہ (۳) دلیل ہے کہ اس نے دو قسم کے دریا رواں کیے۔ یا یوں کہو دو دو کو باہم ملایا ایک ان میں سے نہایت شیریں خوشگوار اور دوسرا کھاری اور تلخ اور باہم ملتے نہیں پاتے ان میں قدرتی حد فاصل رکھی ہوئی ہے۔ زمین کے دریا رواں جب سمندر میں گرتے ہیں اور یہ دریا شیریں ہوتے ہیں تو دور تک دونوں کی دو دھاریں نظر آتی ہیں باہم اختلاط بدرا متیاز معلوم ہوتا ہے ان میں سمندر کی دھار کھاری اور زمین کے دریائے رواں کی دھار شیریں ہوتی ہے۔ سمندر میں پڑنے سے دونوں سمندر ہو گئے۔ اور سمندر کو عرب میں بحر کہتے ہیں۔ اصل المرج الارسال والخلط ومنہ قولہ تعالیٰ فھم فی امر مریج۔ ان دونوں دریا سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ انسان مجمع البحرین ہے اس کے دو دریا آملے ہیں ایک تو اپنے نفس کا دریا جو در حقیقت نہایت شیریں اور خوش گوار ہے اور دوسرا قوائے حیوانیہ کا دریا جو تلخ ہے ان دونوں کے درمیان حد فاصل عقل کامل ہے۔

۱؎ بعض کہتے ہیں کفار نہیں جانتے تھے کہ رحمن اللہ کا نام ہے۔ مگر یہ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ لفظ عربی ہے بلکہ تکبر سے انکار کرتے تھے اور اس کے لیے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے تھے کیونکہ بت پرستی کی عادت تھی۔ سنت اس مقام پر سجدہ واجب ہے۔

۲؎ ضحاک کہتے ہیں اس موقع پر آں حضرت اور خلفائے اربعہ و عثمان بن مظعون و عمرو بن عبسہ نے جو سجدہ کیا تو مشرکین مسجد کے کنارے جا کر ہنسنے لگے پس زادہم نفورا سے مراد ہے اگ ... ۱۲ منہ

(۱۱) وھو الذی خلق من الماء بشرا کہ اس خدا نے ایک پانی سے یعنی منی سے بشر پیدا کر دیا۔ وہی مرد کی ایک منی ہے کہ اسی سے مرد پیدا کرتا ہے اور اسی سے عورتیں اور رب قادر ہے۔ نسبا ای ذو نسب والمراد الذکور ینسب الیھم فیقال فلان بن فلان و فلانۃ بنت فلان وصھرا ای اناثا یصاھر بھن۔ یا یوں کہو انسان کو بنا کر اس کی قرابت و مودت کے دو طریقے رکھے ایک نسب دوسرا صہر یعنی دامادی۔ فجعلہ نسبا وصہرا

ویعبدون من دون اللہ الخ دلائل توحید کے بعد کفار کے اس طریقہ کی مذمت کرتا ہے جو بت پرستی کے لیے ان پر جاری تھا کہ ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں کہ جو ان کو نہ کچھ نفع دے سکتی ہیں نہ ضرر اور کافر جس سے مراد اکثر کے نزدیک ابوجہل ہے، اپنے رب سے پیٹھ پھیرے ہوئے ہے جو اس کی بغاوت کرتا ہے۔ ابو مسلم کہتے ہیں ظہیرا اس جگہ ان کے اس قول سے ماخوذ ہے ظہر فلان بحاجتی اذا نبذھا وراء ظہرہ۔ ومن قولہ تعالیٰ واتخذتموہ وراءکم ظہریا یعنی اس کے معنی پیٹھ پیچھے ڈالنے اور پیٹھ پھیر لینے کے ہیں۔ مگر یہ ظہیر بمعنی معاون بھی ہو سکتا ہے جس کے یہ معنی ہوں گے کہ کافر اپنے اس رب کا جس کو وہ خدا کے سوا پوجتا ہے مددگار ہے خود اس کو گھڑ کر ہاتھ سے یا خیالات سے بناتا ہے ایسا خدا بھی کوئی خدا ہے جس کا مددگار اس کا عابد ہو۔

پھر فرماتا ہے وما ارسلنک الا مبشرا ونذیرا کہ ہدایت پر نہ آویں تو آپ کا کچھ بھی نقصان نہیں کیونکہ آپ کا کام خوش خبری اور خوف دلانا ہے سو آپ کر چکے۔

پھر فرماتا ہے کہ ان منکروں سے کہہ دو کہ میں تم سے اس بات میں کچھ معاوضہ نہیں چاہتا ہوں کہ تم کو راہ راست نصیب ہو یعنی بے غرض خیر خواہ ہوں

پھر ایسے شخص سے بہتری کی امید رکھنا کس عقل کا مقتضیٰ ہے؟ اس لیے آپ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ خدا کے حی و لا یموت پر توکل کیجئے اور اس کی ثنا و صفت کیا کیجئے وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے واقف ہے آپ سمجھ لے گا وہ کہ جس نے چھ روز میں آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو بنایا پھر تخت حکومت پر قائم ہوا یعنی مخلوقات کو پیدا کر کے ان پر حکمرانی شروع کی اور وہ کون ہے؟ رحمٰن۔ خبیرا یعنی بڑے خبردار سے پوچھو، یا یوں کہو رحمٰن خبردار ہے اس سے پوچھو ان جملوں میں خدا تعالیٰ کی صفات اس طرح پر ثابت کیے کہ جس سے فرشتوں کے جنوں کی خدائی بھی باطل ہو گئی کہ وہ نہ حی ہیں نہ موت سے بری ہیں نہ وہ بندوں کے گناہوں سے واقف ہیں نہ انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے۔

اور چھ روز سے یہ بھی بتلا دیا کہ آپ جلدی نہ کیجئے خدا نے باوجود قدرت کے چھ روز میں مخلوق پیدا کی آپ کا دین بھی بتدریج جاری ہوگا۔ واذا قیل لھم یعنی آپ سے کیا برگشتہ ہیں وہ رحمٰن سے بھی برگشتہ ہیں جو [illegible] نہیں ہوتے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا

بڑی ذات برکت والی ہے جس نے آسمان میں برج بنائے

وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾

اور اس میں چراغ (آفتاب) اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اور وہی تو ہے کہ جس نے رات اور دن بنائے جو ایک دوسرے کے

خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ

پیچھے آتا جاتا ہے اس کے لیے جو نصیحت پکڑنا چاہے سمجھے؟

اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ

یا شکر کرنے کا ارادہ کرے اور رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں

الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا

تو وہ ہیں جو نرمی سے چلتے ہیں زمین پر

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا

اور جب ان سے جاہل لوگ الجھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں

سَلَامًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ

سلام اور وہ جو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں

سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ

رات گزارتے ہیں اور وہ جو دعا کرتے رہتے ہیں

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ

کہ اے ہمارے رب ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھیو

إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا

کہ اس کا عذاب بڑی سخت چٹ ہے وہ تو

سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَ

بہت ہی برا ٹھکانا اور بہت برا مقام ہے اور

الَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَ

وہ جو جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور

لَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ ان کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں

آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ

پکارتے اور ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جس کو اللہ نے حرام

اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ

کر رکھا ہے مگر حق سے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو

يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضَاعَفْ

ایسا کرے گا وہ سخت گناہ میں پڑے گا اس کے لیے

لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ

قیامت کے دن دوچند عذاب ہوگا اور اس میں ہمیشہ

مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَ

ذلیل رہے گا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور

عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ

اچھے کام بھی کرے تو اللہ ان کی برائیوں کو

اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ

نیکیوں سے بدل دیا کرتا ہے اور اللہ

غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَ

بخشنے والا مہربان ہے اور جس نے توبہ کی اور

عَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ

نیک کام بھی کرنے لگا تو وہ اصل میں اللہ کی طرف رجوع

مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ

کرتا ہے اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں

الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا

دیتے اور جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو

كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا

بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں اور وہ کہ جب ان کو ان کے رب کی

بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا

آیات سے سمجھایا جاتا ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے

وَعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ

(بلکہ غور سے سنتے ہیں) اور وہ جو دعا کیا کرتے ہیں کہ

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا

اے ہمارے رب ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے

قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ

آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا

إِمَامًا ﴿۷۴﴾ أُولَٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ

بنا دے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کو ان کے صبر کے بدلے جنت کے بالاخانے

بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَ

ملیں گے اور ان کو وہاں دعا و سلام کے ساتھ استقبال

سَلَامًا ﴿۷۵﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ

کیا جائے گا۔ وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے (جنت) کیا ہی اچھی جگہ

مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا

ٹھہرنے کی جگہ اور خوب ہی مقام ہے۔ (اے نبی) کہہ دو میرا رب

بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۖ فَقَدْ

تمہاری پروا نہیں اگر تم اس کو نہ پکارو۔ البتہ تم

كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

جھٹلا چکے پھر (دیکھو) ابھی سزا ہوتی ہے۔

تفسیر

تبارک الذی الخ یہ جواب ہے ان کے اس قول کا وما الرحمٰن کہ کیا ہے رحمٰن؟ وہ بابرکت ہے کہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں سراج یعنی آفتاب بنایا ہے جو تمام دنیا کا چراغ ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اندھیر ہوجاتا اور رات کے لیے بھی اس نے چاند چمکتا بنایا ہے۔ مطلب یہ کہ رحمٰن وہ ہے کہ جس نے دنیا کا گھر بنایا اور اس گھر میں آفتاب و ماہتاب کی قندیلیں روشن کیں اور اس گھر میں تمہارے لیے ہر ایک قسم کا سامان معیشت بہم پہنچایا پھر کہتے ہو کہ رحمٰن کون ہے اور اس کے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے ہو؟ اور اس پر بس نہ کیا بلکہ اس نے رات دن بنائے جو ایک کے بعد دوسرا آتا ہے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات۔ یا یوں کہو ایک دوسرے کے مخالف ہے بھی مجاہد و قتادہ و کسائی کا قول ہے: یقال لکل شیئین اختلفا ھما خلفان فقیل لہ خلفۃ ای مختلفین ھذا اسود و ھذا ابیض و ھذا طویل و ھذا قصیر۔ اگر ہمیشہ رات یا دن ہوتا تو نظام عالم نہ رہتا۔ فرماتا ہے یہ فکر کرنے والوں اور سمجھنے والوں کے لیے ہے جعل فی السماء بروجا آسمان میں تاروں کے اجتماع سے مختلف صورتیں پیدا ہوگئیں کہیں شیر کی کہیں ترازو کی کہیں بیل کی کہیں مچھلی کی وغیرہ۔ اور آسمان کو حکماء نے بارہ حصوں میں خیالی طور پر اس طرح سے تقسیم کیا ہے کہ جس طرح خربوزہ کی قاشیں اور ہر ایک حصہ کا نام برج رکھا ہے۔ اور جس برج میں صورِ مذکورہ میں سے جو کسی کی صورت آگئی ہے اس کو اسی کے نام سے نامزد کر دیا ہے۔ جس میں شیر کی صورت ہے اس کو برج اسد کہتے ہیں جس میں مچھلی کی اس کو برج حوت علیٰ ھذا القیاس۔ اور یہ بات عرب میں ہمیشہ سے مسلّم چلی آتی تھی۔ ع ۶

وعباد الرحمٰن الخ یہاں سے ان پر تعریض کرتا ہے کہ تم رحمٰن کو کیا جانتے ہو تم تو شیطان کے بندے بنے ہوئے ہو دیکھو رحمٰن کے بندے یہ لوگ ہیں جن میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ یہاں سے پھر احکام اور قربت عملیہ کی تکمیل کا سلسلہ اس خوبی اور مناسبت سے شروع کرتا ہے۔

عباد الرحمٰن کے چند اوصاف حمیدہ ذکر کرتا ہے جس سے عام مسلمانوں کو بھی ان اوصاف کے حاصل کرنے کی ترغیب دلانی مقصود ہے کہ خالی باتیں بنانے سے رحمٰن کا بندہ خالص نہیں بنتا جب تک کہ ان باتوں کو اپنے میں پیدا نہ کرے۔ اور یوں تو رحمٰن کے سبھی بندے ہیں مگر مراد خالص اور اچھے اور مقبول بندے ہیں۔

(۱) صفت اول الذین یمشون الخ کہ جو زمین پر

اکڑتے اور اتراتے ہوئے نہیں چلتے بلکہ تواضع اور فروتنی سے۔

(۲) واذا خاطبھم الجاھلون جب جاہلوں سے ہم کلامی کا اتفاق پڑتا ہے تو سلام کہتے ہیں یعنی تسلیم اختیار کرتے ہیں۔ یا یہ کہ سلامتی اور سکوت طلب کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں معاف کیجیے ان سے الجھتے جھگڑتے نہیں کس لیے کہ سفہاء کی باتوں سے درگزر کرنا عقلاً وشرعاً بہتر ہے اور اسی میں سلامتی اور حفظ آبرو بھی ہے۔ یا یہ کہ سلام تودیع کہتے ہیں یعنی سلام کرکے رخصت اور الگ ہو جاتے ہیں۔ سب سے مطلب یہ ہے کہ جہل وفساد کے مقابلہ میں حلم اختیار کرتے ہیں۔

(۳) چونکہ یہ تو ان کا دن کا اور باہمی تمدن کا برتاؤ تھا، اب خدا سے معاملہ اور شب کی کیفیت یہ ہے یبیتون لربھم الخ کہ تمام رات یا اس کا بڑا حصہ خدا کی یاد میں صرف کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں جس میں سجدہ اور قیام بھی ہے۔ حسن کہتے ہیں اللہ کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور نیاز کے ساتھ اس کے آگے سر رکھ دیتے ہیں آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔ یہ نماز تہجد کی طرف اشارہ ہے جو اسلام کا شیوہ خاص ہے۔

(۴) والذین یقولون ربنا اصرف الخ یعنی اس عبادت پر ان کو غرور نہیں بلکہ عذاب جہنم سے ڈرتے اور یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے عذاب جہنم کو دور رکھیو کیونکہ وہ دردناک عذاب ہے اور جہنم بری جگہ ہے۔

(۵) والذین اذا انفقوا الخ کہ خرچ کرنے میں میانہ روی کرتے ہیں نہ اسراف ہے نہ اقتار[1]۔ کھانے

[1] اقتار وقتور تنگ دلی کرنا ہے ۱۲ منہ

پہنے لباس مکان سب میں میانہ روی مستحسن ہے۔ بعض کہتے ہیں گناہ کے کام میں صرف کرنا اسراف ہے اور حق اللہ میں دست کشی کرنا اقتار یعنی تنگ دلی ہے۔

(۶) والذین لا یدعون الخ کہ وہ ہر حال میں شرک سے بچتے ہیں خدا کا کسی کو شریک نہیں سمجھتے اور کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کرتے۔ جن مواقع میں قتل کی رخصت ہے جیسا کہ خون کے بدلے میں خونی کا خون کرنا یا میدان جنگ میں دشمن کا قتل کرنا وہاں تو وہ ہاتھ نہیں روکتے۔ باقی دیگر مواضع میں جن کا خدا نے حکم نہیں دیا اور جان کا مارنا حرام کیا ہے وہاں سے ہاتھ روکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ آپس کی خانہ جنگیوں میں یا رہزنی اور چوری وغیرہ امور میں مار ڈالتے ہوں۔ رحم اور عدل دونوں کی رعایت رکھتے ہیں اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے ومن یفعل ذلک یلق اثاما کہ جو ایسے کام کرے گا وہ اس کا برا بدلہ بھی پاوے گا۔ ان الاثام والاثم واحد والمراد بہنا جزاء الاثام۔ یضعف له العذاب یوم القیامۃ ان کو قیامت میں دوچند عذاب دیا جاوے گا ایک شرک کا دوسرا ان گناہوں کا ویخلد فیہ مہانا اور اس عذاب میں ہمیشہ خوار و ذلیل ہو کر رہے گا۔

بخاری ومسلم نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا گناہ بڑھ کر ہے؟ فرمایا کہ تو کسی کو اللہ کا شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ میں نے کہا پھر کون سا ہے؟ فرمایا پھر یہ کہ تو اپنے لڑکے کو اس خوف سے مار ڈالے کہ تجھے اس کو اپنے ساتھ کھلانا پڑے گا (عرب میں ایسا بھی ہوتا تھا)، پھر عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔ اس کی تصدیق میں خدائے تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا

أحسن الآیۃ یعنی یہ آیات حدیث کی تائید کرتی ہیں، اور مواقع تائید میں آیات کا پیش کرنا متقدمین میں نزول سے تعبیر ہوتا ہے۔

بخاری وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے بعد مشرکین نے کہا ہم نے تو اور معبودوں کو بھی پوجا اور ناحق قتل بھی کیا اور حرام کاری بھی کی ہے پس ہمارے لیے مغفرت کا کیا طریق؟ تب یہ آیت نازل ہوئی الا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً کہ جس نے توبہ کی اور ایمان لا کر عمل صالح کیے فاولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات اللہ ان کے گناہ سابقہ کو مٹا کر یہ نیک کام ان کے نامۂ اعمال میں لکھ دے گا اور ممکن ہے کہ اپنے فضل سے ان کی حقیقت بدل دے ؎

پھر کہ در سایۂ حمایت اوست
گنہش طاعت ست دشمن دوست

(۷) والذین لا یشہدون الزور، زور کے معنی ہیں جھوٹی گواہی یعنی جھوٹی گواہی کے پاس بھی نہیں جاتے اور مواضع کذب بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ہر ناروا مجلس بھی مراد ہو سکتی ہے جو خلاف شرع شریف ہو۔ جیسا کہ ناچ رنگ کی مجلسیں اور کھیل اور تماشوں کے مجامع۔ اسی طرح کفار و مشرکین و مبتدعین کے میلے اور تہوار۔ ان سب سے اجتناب کرنا عباد الرحمٰن کی شان ہے۔ واذا مروا باللغو مروا کراما اور جو کہیں ایسے بیہودہ مواقع کے پاس سے گزرنے کا اتفاق بھی ہو تو اعراض کر کے گزر جاتے ہیں۔ [illegible] آنکھ بند کر کے گزرنا ان کی طرف متوجہ نہ ہونا بزرگانہ گزرنا ہے۔

(۸) والذین اذا ذکروا الخ کہ جب ان کو آیات الٰہی سنائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے جیسا کہ منافقین دکھانے کے لیے ایسا کرتے ہیں بلکہ بصیرت اور سمجھنے اور سننے کی حالت میں ان پر گر پڑتے ہیں ان سے اعراض نہیں کرتے۔

(۹) والذین یقولون الخ کہ اپنی اولاد اور ازواج کے لیے بھی دعا کیا کرتے ہیں کہ ان کو صلاح و فلاح دارین میں ایسا کر کہ ان سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور اپنے خاندان اور کنبے کے ہم بزرگ رہبر بن جاویں۔ یہ بڑی نعمت ہے کہ انسان کے زن و فرزند اس کے موافق رسول اور دین پر چلیں۔ یا یہ معنی کہ مر کر بھی ہم سے ملیں اور ہماری آنکھیں وہاں آخرت میں ان سے ٹھنڈی ہوں۔

اب عباد الرحمٰن کی جزا فرماتا ہے اولئک یجزون الغرفۃ الخ کہ یہ لوگ جنت میں بلند محلوں کی کھڑکیوں میں بیٹھیں گے اور ہمیشہ اس میں رہا کریں گے۔

قل ما یعبؤا بکم ربی الخ وہ جو رحمٰن کے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے ہیں ان سے خطاب کیا جاتا ہے کہ کہہ دو میرے رب کو بھی تمہاری کچھ پروا نہیں جو تم اس کو نہیں پکارتے تم تو جھٹلا چکے عن قریب تم پر عذاب آتا ہے۔

سُورۂ شعراء

مکیہ ہے اس کی دو سو ستائیس ۲۲۷
آیات اور گیارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ

یہ آیتیں ہیں روشن

الْمُبِیْنِ ۝۲ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ

کتاب کی ہیں شاید (اے نبی) آپ اپنی جان کو گھلا دیں

اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝۳ اِنْ نَّشَاْ

اس غم میں کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اگر ہم چاہیں تو

نُنَزِّلْ عَلَیْہِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً

آسمان سے ان پر ایک ایسی نشانی نازل کر دیں کہ

فَظَلَّتْ اَعْنَاقُہُمْ لَہَا خٰضِعِیْنَ ۝۴

اس کے آگے ان کی گردنیں جھک پڑیں

وَمَا یَاْتِیْہِمْ مِّنْ ذِکْرٍ مِّنَ

اور ان کے پاس رحمن کی طرف سے کوئی

الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا کَانُوْا عَنْہُ

نئی بات نصیحت کی ایسی نہیں آتی کہ وہ اس سے

مُعْرِضِیْنَ ۝۵ فَقَدْ کَذَّبُوْا

منہ نہ موڑ لیتے ہوں سو یہ تو جھٹلا چکے

فَسَیَاْتِیْہِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا کَانُوْا بِہٖ

اب ان کو اس کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی کہ جس پر

یَسْتَہْزِءُوْنَ ۝۶ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی

وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے بھلا کیا انہوں نے زمین کو

الْاَرْضِ کَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْہَا مِنْ کُلِّ

نہیں دیکھا کہ اس میں کس قدر ہم نے ہر قسم کی

زَوْجٍ کَرِیْمٍ ۝۷ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً

عمدہ چیزیں اگائی ہیں البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے

وَمَا کَانَ اَکْثَرُہُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۸

اور ان میں سے بہت تو مانتے ہی نہیں

وَاِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝۹

اور بے شک آپ کا رب زبردست (اور) رحم کرنے والا ہے

ترکیب

ان لا یکونوا مفعول لہ ای لئلا۔ خاضعین و القیاس خاضعات انما جاء بجمع المذکر لان المراد اصحاب الاعناق ولیس المراد الرقاب کما ذکرنا فی موضع نصب بایتنا من ذکر حال من القرآن من الرحمن صفۃ ذکر محدث صفۃ اخری ۔

تفسیر

یہ سورت بھی مکہ میں اسی وقت نازل ہوئی ہے جب کہ کافروں کا حضرت ﷺ اور مسلمانوں پر ہر طرف سے سخت ہجوم تھا اور اسلام کی روز افزا ترقیاں ان کو عجیب و غریب معلوم ہوتی تھیں۔ حضرت ﷺ کی نبوت پر وہ طرح طرح سے لغو شبہات وارد کیا کرتے تھے اور جب جواب سے عاجز آجاتے تھے تو اپنی خواہش کے موافق ہر شخص عجیب و غریب معجزے کا طالب ہوتا تھا کوئی کہتا تھا اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹا دو تو جانوں، کوئی کہتا تھا کہ اس خشک اور پہاڑی جگہ میں نہر جاری کر دو تو جانوں، علیٰ ہذا القیاس حضرت ﷺ کے دل میں قوم کی خراب حالت کی اصلاح کا جوش تھا، اور دشمنی حد سے بڑھی ہوئی تھی ان کے نہ ماننے اور کج بحثیاں کرنے سے نہایت رنج ہوتا تھا۔ اس سورت میں آپ کو تسلی دی گئی کہ اگر یہ ایمان نہ لائیں گے تو کیا آپ غم کے مارے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے۔ اور پھر اس کے بعد چند انبیاء اولوالعزم اور ان کی سرکش امتوں کا

تو ذکر کر کے یہ جتلایا کہ پہلے لوگ بھی اپنے انبیاء کے ساتھ ایسا ہی کرتے آئے ہیں اور چونکہ عرب میں شاعری کا بڑا زور شور تھا اور عاجز ہو کر قرآن کو شعر کہہ دیا کرتے تھے اس لیے اخیر سورت میں شعراء کی حقیقت بھی بیان کر دی کہ وہ وادی بوادی اشعار میں ہیچ کیا کرتے ہیں ہر وادی کی سخن میں حیران و پریشان پھرا کرتے ہیں برخلاف قرآن مجید کے کہ جس میں سراسر راستی اور مکارم اخلاق اور توحید وغیرہ کے مضامین عالیہ ہیں۔ اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ شعراء ہوا۔ اور نیز ان کو رسالت و نبوت کا اس میں ایک بڑا لطف دکھا کر ان پر کو اتمام ہو۔ سورۂ فرقان کے اخیر میں یہ جملہ تھا کہ تم جھٹلا چکے اب جلد کہیں سزا ملتی ہے۔ پھر چونکہ ان کی تکذیب کے مقابلہ میں بہت سے موانع و شبہات پیش کی گئی تھیں کہ ان میں غور کرنے کے بعد حق کی تکذیب کی گنجائش نہیں رہتی مگر اس کے بعد کمال اثبات نبوت بیان کرنا اور ساتھ ہی گزشتہ انبیاء اور ان کی نافرمان اور سرکش قوموں کے واقعات بیان کرنا نہایت اور اپنے محبوب رسول کے دل کی تسلی اور دفع ملال مقصود تھا جو آپ کو اس بدنصیب قوم کی بے نصیبی اور آنے والی مصیبت سے تھا اس لیے سورۂ فرقان کے بعد اس سورت کا نام مناسب ہوا۔ طسم۔ الم کی تفسیر میں حروف مقطعات کی بابت ہم بہت کچھ کہہ آئے ہیں۔ یہاں طا سے مراد طرب اور سین سے سرور دائمی اور میم سے محمد ہے۔ یعنی محمد کو طرب و سرور ابدی مبارک ہو۔ یہ ہم چند رموز ہے واللہ اعلم۔

تلک آیات الکتب المبین یہ آیتیں جو اے نبی تم کو سنائی جاتی ہیں روشن اور کھلی ہوئی کتاب یعنی قرآن کی ہیں جن میں عقل سلیم کو کچھ بھی تردد نہیں ان بد کو ازلی اور بدنصیب اشقی ہیں ان کو اس کا طرح طرح کے شکوک پیدا ہوتے ہیں یہ مضمون الہامی ان کے دل میں نہیں اترتا۔

اس لیے وہ ایمان نہیں لاتے۔ پھر جب وہ ایسے کور باطن ہیں تو اے نبی آپ کو ان کے ایمان نہ لانے سے کچھ رنج نہ کرنا چاہیے۔ پھر آپ کیوں جی میں کڑھتے ہیں لعلک باخع نفسک الخ۔

اب رہا ان کا یہ عذر کہ ہمارے سوال کے مطابق حضرت کیوں کوئی نشانی نہیں دکھاتے سو یہ بھی غلط ہے ان کو اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا ورنہ ہم قادر ہیں ان نشاء ننزل علیہم من السماء اٰیۃ کہ اگر آسمان سے ان پر کوئی ایسی نشانی آ دے جس کے آگے ان کی گردنیں جھک جاویں۔ مگر ان کا تو یہ حال ہے کہ وما یاتیہم من ذکر من الرحمٰن کہ جب کوئی نئی بات نصیحت کی ان کے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے تو اس سے انکار ہی کرتے ہیں۔ فقد کذبوا الخ یہ جھٹلا چکے نہ مانتے ہیں نہ مانیں گے اب عنقریب اس کی حقیقت ان کو معلوم ہو جاوے گی۔ اور نشانی دیکھتے ہیں تو ہر وقت دیکھ سکتے ہیں زمین کی جڑی بوٹیوں کو دیکھیں کہ کس صانع نے کس حکمت سے پیدا کی ہیں۔ اس جڑی بوٹیوں کے اگانے میں چند نمونۂ قدرت ہیں اول یہ کہ جس طرح ہر سال جڑی بوٹیاں برسات میں پیدا ہو جاتی ہیں اور موسم خزاں میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا دوسرے سال پھر وہی اسی طور سے برآمد ہوتی ہیں۔ اس میں حشر اور قیامت اور انسانی بقا کا پورا نمونہ ہے۔ دوم جب عالم ہستی میں اس کا ایک بار نہیں بلکہ بار بار یہ فضل ہے کہ وہ آسمانی پانی سے حیوانات بالخصوص انسان کے لیے کیا کیا مفید چیزیں پیدا کرتا ہے تو پھر وہ رحیم و کریم اس کی دوسری حیات کے لیے ابر رحمت یعنی نبوت کے فیض سے کیوں محروم کرتا مگر اکثر جاہل ان باتوں پر ایمان نہیں لانے والے۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ

اور جب کہ آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تم جاؤ قوم

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ

[illegible]

اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ

[illegible]

اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَيَضِيْقُ

[illegible]

صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ

[illegible]

اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ

[illegible]

فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ

[illegible]

كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ

[illegible]

مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ

[illegible]

فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

[illegible]

اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾

[illegible]

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ

[illegible]

فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ

[illegible]

فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ

[illegible]

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا

[illegible]

وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ

[illegible]

مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ

[illegible]

حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾

[illegible]

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ

[illegible]

بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَ

[illegible]

مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ

[illegible]

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ

[illegible]

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ

[illegible]

حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ

[illegible]

رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾

[illegible]

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ

[illegible]

إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ۝ قَالَ رَبُّ

ہے　ضرور دیوانہ ہے　موسیٰ نے کہا مشرق و

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا

مغرب کا　اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے

إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ قَالَ لَئِنِ

اگر تم　عقل رکھتے ہو　فرعون نے کہا اگر

اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ

تو نے میرے سوا اور کسی کو معبود قرار دیا　تو تجھے

مِنَ الْمَسْجُونِينَ ۝ قَالَ أَوَلَوْ

قید ہی کر کے ڈال دوں گا　موسیٰ نے کہا　اور جو میں

جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُبِينٍ ۝ قَالَ فَأْتِ

کھلی ہوئی بات لاؤں (تو بھی؟)　فرعون نے کہا

بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝

اگر تو سچا ہے تو اس کو پیش کر

فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

پس موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا　تو وہ فوراً ایک صریح اژدہا

مُبِينٌ ۝ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ

بن گیا　اور اپنا　ہاتھ نکالا تو فوراً وہ

بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ۝

دیکھنے والوں کو چمکتا ہوا دکھائی دینے لگا۔

تفسیر

واذ نادیٰ ربک موسیٰ ۔ اب یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے قصص عبرت انگیز شروع ہوتے ہیں۔ (۱) یہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے جس میں ان کو فرعون کے پاس جانا اور خدا کا پیغام پہنچانا اور طرح طرح کے معجزات دکھانا اور اس کا نہ ماننا اور انجام کار دریائے قلزم میں مع لشکر غرق ہونا ذکر ہوتا ہے۔

ولا ینطلق لسانی فرعون کے گھر جب موسیٰ تھے اور اس کے فرزندوں کی طرح پرورش پاتے تھے ایک بار فرعون کی داڑھی پکڑ لی جس پر خفا ہو کر اس نے قتل کا حکم دیا۔ اس کی بیوی نے سفارش کی کہ نادان بچہ ہے اس کے نزدیک آگ اور جواہرات برابر ہیں دونوں لا کر سامنے رکھے گئے تو آگ منہ میں ڈال لی تھی جب سے لکنت زبان پر تھی۔ بعض کہتے ہیں یوں ہی قدرتی طور پر لکنت تھی بعض کہتے ہیں اس قول سے لکنت ثابت کرنا بے فائدہ ہے کس لیے کہ مراد یہ ہے کہ میں گویا نہیں ہوں علاوہ میں غصہ زیادہ تھا عذر کر دیا کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے میرا سینہ تنگ ہوگا زبان نہ چلے گی۔

ولھم علیّ ذنب ۔ یہ گناہ قبطی کو گھونسہ مار کر مار ڈالنا ہے۔ الم نربک فینا کیا تو ہم میں لڑکپن سے ایک مدت تک نہیں پلا؟ وفعلت فعلتک اور تو نے وہ کام کیا جو کیا یعنی قبطی کو جو ہماری قوم کا تھا مار ڈالا۔ یہ فرعون نے بطور طعن کے کہا تھا۔ موسیٰ نے اقرار کر لیا کہ بے شک ایسا کام نادانستگی سے سرزد ہو گیا وانا من الضالین کے یہ معنی ہیں کہ مجھے طریقہ فہمائش اس وقت نہ معلوم تھا نہ یہ کہ میں دراصل گمراہ بت پرست تھا۔ موسیٰ نے فرعون سے کہا تھا انا رسول رب العالمین کہ ہم دونوں بھائی رب العالمین کے رسول ہیں۔ مصر کے لوگ اور فرعون بھی بت پرست تھے ستاروں اور دیگر علویات کے بت بنا کر پوجا کرتے تھے اور نیز وہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو رب یعنی لوگوں کو پرورش کرنے والا سمجھتا تھا جیسا کہ ہندو راجہ کو ان داتا یعنی رزق دہندہ کہا کرتے ہیں۔ اس لفظ سے چونکا جیسا کہ مشرکین رحمٰن کے لفظ سے چونک گئے تھے۔ اس لیے پوچھا ما رب العالمین

کہ کیا ہے رب العالمین؟ موسیٰ نے کہا آسمانوں اور زمین
اور ان کے اندر جو کچھ ہے سب کا رب۔ فرعون نے تعجب
سے اور استہزاء سے کہا سنتے ہو یہ کیا کہتا ہے یعنی ایک شخص
ایسا ہو سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کا رب ہو؟ وہ اللہ
تعالیٰ کا منکر تھا۔ موسیٰ نے کہا بلکہ تمہارے اگلے باپ دادا کا
بھی رب۔ اس پر اس کو تاب نہ رہی کہہ دیا یہ دیوانہ ہے
اس پر موسیٰ نے اور ترقی کی کہ مشرق اور مغرب کے لوگوں کا
رب، تمہارے باپ دادا کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر
تمہیں عقل سے کچھ بھی علاقہ ہو میں دیوانہ نہیں ہوں تم احمق ہو۔
اس پر فرعون نے کہہ دیا کہ اگر تو نے کسی اور کو رب بنایا
تو مقرر تجھے قید خانہ میں ڈال دوں گا۔ فرعون کا قید خانہ یعنی
معاذ اللہ ہولناک قید خانہ تھا کسی گڑھے میں قیدیوں کو ڈال دیا
کرتے تھے اور اوپر سے منہ بند کر دیتے تھے جب تک مر نہ
جاتا ان کے عہد میں دستور تھا۔ موسیٰ نے کہا اگرچہ میں تجھے
کوئی نشانی اپنی صداقت کی دکھاؤں تب بھی تو مجھے
قید میں ڈالے گا؟ اس نے کہا وہ نشانی دکھا۔ موسیٰ نے
ہاتھ کو بغل میں سے نکالا تو آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نکلا
پھر عصا یعنی اپنے ہاتھ کی لکڑی کو ڈالا تو اس کے روبرو
بڑا سانپ بن کر پھرنے لگا۔ فرعون اور درباری ڈر کے
مارے بھاگ اٹھے اس کی تعلّی کی تھی تو وہیں نکل گئی۔
موسیٰ نے اس کو پکڑ لیا پھر وہی لکڑی ہو گئی۔

قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ
فرعون نے اپنے سرداروں سے جو اس کے گرد تھے کہا کہ یہ شخص ہے بڑا ماہر
عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ
جادوگر جو تم کو اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے
أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿٣٥﴾
نکال دینا چاہتا ہے پھر تم کیا رائے دیتے ہو؟

قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي
وہ بولے اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں
الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿٣٦﴾ يَأْتُوكَ
ہرکارے بھیجئے کہ آپ کے پاس لے آئیں
بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ ﴿٣٧﴾ فَجُمِعَ
ہر ایک ماہر جادوگر کو حاضر کریں پس سب
السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿٣٨﴾
جادوگر ایک دن مقرر پر جمع کیے گئے
وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَمِعُونَ ﴿٣٩﴾
اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم بھی اکٹھے ہوتے ہو؟
لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمُ
شاید کہ ہم جادوگروں کے تابع ہو جائیں اگر وہی
الْغَالِبِينَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ
غالب رہے پھر جب جادوگر آئے
قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ
تو فرعون سے کہا بھلا ہم کو کچھ انعام بھی ہے اگر
كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ
ہم غالب آ جاویں اس نے کہا ہاں
وَإِنَّكُمْ إِذًا لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٢﴾
بے شک جب تو تم مقربوں میں داخل ہو جاؤ گے
قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ
ان سے موسیٰ نے کہا ڈالو جو کچھ
مُلْقُونَ ﴿٤٣﴾ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ
تم ڈالتے ہو پھر انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں
وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿٤٤﴾
اور کہنے لگے فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب رہیں گے

فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ
پھر موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا پھر تو وہ فوراً ان کے طلسم کو نگلنے لگا
تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿٤٥﴾ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ
رچے تھے) نقل کرنے لگا پھر جادوگر ہو گئے
سَاجِدِينَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾
سجدہ میں گر پڑے کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لائے
رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿٤٨﴾ قَالَ
موسیٰ اور ہارون کے رب پر فرعون نے کہا
آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ
کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی ایمان لے آئے
إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ
بے شک یہ تمہارا استاد ہے کہ جس نے تم کو جادو
السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ
سکھایا ہے سو تم کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے
لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم
کرتا ہوں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں
مِّنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٩﴾
کٹوائے ڈالتا ہوں اور تم سب کو سولی پر چڑھائے دیتا ہوں
قَالُوا لَا ضَيْرَ ۖ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا
وہ بولے کچھ مضائقہ نہیں ہم کو تو اپنے رب کے پاس
مُنقَلِبُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّا نَطْمَعُ أَن
لوٹ کر جانا ہے ہم کو امید ہے کہ
يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَايَانَا أَن كُنَّا
ہمارا رب ہمارے گناہوں کو معاف کرے گا اس سبب سے کہ ہم
أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥١﴾
سب سے پہلے ایمان لائے۔

تفسیر

بد نصیب یہ معجزہ دیکھ کر ایمان تو نہ لایا یہ کہہ دیا کہ یہ بڑا جادوگر ہے اس کے زور سے تمہارا ملک لینا چاہتا ہے۔ فرعونوں کے عہد میں جادو اور طلسم کا بڑا زور تھا چنانچہ اُس عہد کے یادگار مسلمانوں کے ابتداء عہد تک موجود تھے جن کو اہل اسلام کے مورخین نے نقل کیا ہے دیکھو تاریخ مصر درباریوں نے صلاح دی کہ آپ بھی اپنے ملک میں کے نامور جادوگر ایک روز معین پر جمع کر کے اس کو عاجز کر دیجئے عید یعنی فرعونوں کا میلہ ہوتا تھا جس میں سب لوگ شریک ہوتے تھے وہ روز قرار پایا تاکہ سب لوگ موسیٰ کا عجز ملاحظہ کریں چنانچہ اس روز وہ سب جادوگر اور طلسم گر آئے اور ایک میدان میں فرعون اور اس کے امراء اور عام لوگ جمع ہوئے وہاں موسیٰ و ہارون بھی تشریف لائے مقابلہ کی ٹھیری۔ موسیٰ نے کہا ڈالو کیا ڈالتے ہو یعنی پہلے تم کچھ دکھاؤ انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں زمین پر ڈالیں۔ لوگوں کو سانپ بن کر پھرتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ پھر موسیٰ نے عصا ڈالا وہ اژدہا بن گیا سب کو کھا گیا۔ فرعون کے جادوگروں کو معلوم ہو گیا کہ یہ کام سحر کی طاقت سے باہر ہے یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے فوراً ایمان لے آئے اور وہیں سجدہ میں گر پڑے۔ فرعون بڑا خفا ہوا اور کہا میرے حکم سے پیشتر تم کیوں ایمان لائے یہ موسیٰ تمہارا استاد معلوم ہوتا ہے تمہارے باہم سازش پائی جاتی ہے تم کو اب سزا دیتا ہوں کہ ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں کٹوا کر دار پر چڑھاتا ہوں انہوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں دنیا کی تکلیف چند ساعت کی ہے گزر جاوے گی آخر ہم اپنے خدا کے پاس جاتے ہیں ہم کو امید ہے کہ وہ ہمیں بخش دے گا کس لیے کہ سب سے پہلے ہم موسیٰ پر اور اس کے رب پر ایمان لاتے چنانچہ

فرعون نے ایسا ہی کیا۔

رب العالمین کے بعد رب موسیٰ وهارون اس لیے کہا کہ فرعون بھی اپنے آپ کو رب سمجھتا تھا۔

لعلنا نتبع السحرة اس وقت تک فرعونی جادوگروں کو بھی مذہبی امور میں تقلیداً اتباع نہ جانتے تھے اگر وہ غالب آگئے تو ہمیشہ ان کے کہنے پر چلا کریں گے۔ سحرۃ سے موسیٰ اور ہارون مراد نہیں ہو سکتے۔ اول تو سحرہ جمع ساحر ہے جس سے مراد بہت سے ہیں۔ دوم لفظ لعل جو آرزو کو [illegible] ان کی حالت کے خلاف ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ
اور موسیٰ کو ہم نے حکم بھیجا کہ میرے بندوں کو راتوں رات

بِعِبَادِي إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿۵۲﴾
لے کر نکل جاؤ کیونکہ تمہارا تعاقب کیا جاوے گا اس پر

فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ
تب پھر فرعون نے بھی شہروں میں ہرکارے

حَاشِرِينَ ﴿۵۳﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ
دوڑا دیے کہ یہ ایک تھوڑی سی

قَلِيلُونَ ﴿۵۴﴾ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ ﴿۵۵﴾
جماعت ہے اور یہ ہمارے بڑے دشمن ہیں

وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَاذِرُونَ ﴿۵۶﴾ فَأَخْرَجْنَاهُم
اور ہم سب ان سے خطرہ رکھتے ہیں پس ہم نے

مِّن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۵۷﴾ وَكُنُوزٍ
فرعونیوں کو باغوں اور چشموں اور خزانوں اور

وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿۵۸﴾ كَذَٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا
عمدہ مقام سے نکال باہر کر دیا یوں کیا اور ان چیزوں کا

بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۵۹﴾ فَأَتْبَعُوهُم
بنی اسرائیل کو وارث کر دیا پھر فرعونیوں نے ان کو

مُّشْرِقِينَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ
دن نکلتے ہی آلیا پھر جب دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں

قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ﴿۶۱﴾
تو موسیٰ کے لوگ کہنے لگے ہم تو پکڑے گئے

قَالَ كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿۶۲﴾
موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھ کو ابھی راہ بتلائے دیتا ہے

فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب
پھر ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو

بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ
دریا پر مار (موسیٰ نے عصا مارا) سو دریا پھٹ گیا اور

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ﴿۶۳﴾
(اس کا) ہر ایک ٹکڑا ایسا ہو گیا جیسا کہ اونچا ٹیلا

وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ ﴿۶۴﴾ وَ
اور اس مقام پر ہم دوسروں (فرعونیوں) کو لے آئے اور [illegible]

ف ان چیزوں کا یعنی باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عمدہ مکانوں کا جو شام میں تھے ان کو بنی اسرائیل کو مالک کر دیا۔ ان چیزوں کے مالک کر دینے سے یہ مراد نہیں کہ انہیں فرعونیوں کے باغوں کا مالک بنا دیا کس لیے کہ بنی اسرائیل کے بعد بھی فرعونیوں کی سلطنت تک مصر پر قائم رہی ہے کوئی بنی اسرائیل مصر کا بادشاہ نہیں ہوا خصوصاً وہ اسرائیلی جو موسیٰ کے ساتھ تھے وہ تو وادی تیہ ہی میں [illegible] پھر [illegible] اور کیا یا واقعات گزشتہ جس نے [illegible] فرعون [illegible] کو قرآن پر [illegible] واقعات کے خلاف ہونے کا الزام لگایا ہے اس کی غلط فہمی ہے اور [illegible] اس طرف گیا ہے [illegible] ۱۲ حقانی

أَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ﴿٦٥﴾

ہم نے موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو بچا لیا

ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ فِي

اور ان دوسروں کو غرق کر دیا۔ البتہ اس

ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

میں ایک بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر تو مانتے

مُؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

ہی نہ تھے اور البتہ آپ کا رب تو

الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾

زبردست[1] رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر

واوحینا الی موسیٰ باقی تمام قصہ کو حذف کر کے جو موسیٰ کی سرگزشت مصر سے تعلق رکھتا تھا صرف بنی اسرائیل کے مصر سے جانے کا تذکرہ شروع فرمایا کیونکہ نشانی قدرت کاملہ اور ان کے کفر و انکار کا نتیجہ ظاہر کرنا مقصود و مقام تھا۔

موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے بندوں کو یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات لے نکل۔ چنانچہ موسیٰ بنی اسرائیل کو مع زن و فرزند کسی عید کے بہانہ سے باجازت فرعون لے نکلے اور اسرائیلیوں نے فرعونیوں سے عید کے بہانہ سے زیورات بھی مستعار لیے تھے۔ جب یہ سب نکل گئے تو فرعون کو خبر لگی کہ وہ نکل کر ملک شام میں جاتے ہیں فرعون نے جابجا ہرکارے بھیج دیئے کہ لوگ جمع ہو کر آویں اور کچھ خوف نہ کریں کیونکہ ان ھٰؤلاء لشرذمۃ قلیلون یہ تھوڑے لوگ ہیں اور انہوں نے ہم کو ناخوش کیا ہے۔ ایک تو ہماری حکومت سے نکلے جاتے ہیں دوسرے ہمارے زیورات لے گئے محض بہ نظر احتیاط قوم کو کہلا بھیجا ہے کہ مدد کو آؤ وانا لجمیع حٰذرون کہ ہم کو ان سے خطرہ ہے۔

پس فرعون اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ ان کے تعاقب میں نکلے اور صبح دن نکلتے ہوئے اسرائیلیوں کو دریائے قلزم کے قریب آلیا۔ بنی اسرائیل ان کو دیکھ کر ڈر گئے۔ موسیٰ نے تسلی دی کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ دریا پر اپنا عصا مار۔ اس کے مارنے سے دریا پھٹ گیا اور پانی کی باڑ پہاڑ کی طرح دونوں طرف کھڑی ہو گئی۔ بنی اسرائیل خشک زمین پر سے سلامت نکل گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے اسی راستہ سے جب وہ یہاں آئے تو دریا باہم مل گیا وہ سب ڈوب کر مر گئے۔ یہ ایک اللہ کی طرف کی بڑی نشانی ہے لیکن وہ اکثر نہیں مانتے۔

کذٰلک واورثنٰھا بنی اسرائیل اس مقام پر اکثر لوگوں کو دھوکہ ہو گیا ہے کہ اورثنٰھا بنی اسرائیل کی ضمیر فرعونیوں کے خاص جنات وعیون و کنوز و مقام کریم کی طرف پھرا دیتے ہیں اور اس کی تفسیر میں کہہ دیا ہو کہ فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد ان کے باغوں اور عمدہ مقامات کے

ع

---

[1] زبردست ایسا کہ فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ رحیم ایسا کہ بے چارے بنی اسرائیل کو بچا لیا۔ یا یہ کہ زبردست ہے۔ سزا دینے پر آئے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ مگر رحیم بھی ہے کہ فی الفور سزا نہیں دیتا درگزر کر جاتا ہے۔ حقانی

بنی اسرائیل پھر وارث کر آخر مالک ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہوئی کس لیے کہ تمام اہل تاریخ اس پر متفق ہیں کہ دریائے قلزم کو عبور کر کے بنی اسرائیل چالیس برس تک تیہ میں بھٹکتے پھرے مصر میں واپس نہ آئے اور نیز اس فرعون کے بعد دوسرا فرعون تخت مصر پر بیٹھا ہے۔ ان کی سلطنت کا خاتمہ بابل کے بادشاہ کے ہاتھ سے بخت نصر کے بعد ہوا۔ صحیح توجیہ جیسا کہ بیضاوی فرماتے ہیں یہ ہے اور مثل ذلک المقام الذی کان لهم علی انه صفة مقام۔ اس تقدیر پر معنی صاف ہو گئے کہ ایسے مقامات کا ہم نے بنی اسرائیل کو وارث یعنی مالک کر دیا۔ یعنی ملک شام اور فلسطین میں ان کو بھی ہم نے دیئے تھے عمدہ مقامات اور باغ اور چشمے اور خزانے عطا کیے جیسا کہ فرعونیوں کے پاس تھے اور ان سے نکال کر ہم نے ان کو دریائے قلزم میں غرق کیا۔

خلاصہ یہ کہ ان عمدہ مقامات سے ان کو نکالا اور ایسے عمدہ مقامات بنی اسرائیل کو عطا کیے۔ اور سورۂ دخان میں بھی ایسا ہی آیا ہے کم ترکوا من جنت وعیون و زروع ومقام کریم ونعمة کانوا فیها فکهین کذلک واورثنها قوما اخرین۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ إِذْ
اور ان کو ابراہیم کا حال بھی پڑھ سناؤ جب کہ
قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾
انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو؟
قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا
انہوں نے کہا بتوں کو پوجتے ہیں سو انہیں کے گرد
عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ
دم بیٹھے رہتے ہیں ابراہیم نے کہا کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں
إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ
جب تم ان کو پکارتے ہو یا تم کو کچھ نفع
أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا
یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ ہم نے پایا
آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ قَالَ
باپ دادا کو ایسا ہی کرتے (ہوئے) ابراہیم نے کہا
أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾
تم کو خبر (بھی) ہے کہ تم اور تمہارے اگلے
أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ﴿٧٦﴾
باپ دادا جس کو پوجتے تھے
فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٧﴾
وہ تو سب میرے دشمن ہیں مگر رب العالمین (کہ وہ)
الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾ وَ
جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی مجھ کو راہ بھی بتاتا ہے اور
الَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾
وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے
وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ وَ
اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے اور
الَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِي
وہ جو مجھے موت دے گا پھر زندہ کرے گا اور جو کہ میں
أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ
مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف
الدِّينِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَ
کرے گا اے رب مجھے حکمت عطا کر اور
أَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِي
مجھے نیکوں میں ملا دے اور آئندہ

لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾ وَ
آئندہ والے لوگوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھیے اور

اجْعَلْنِي مِن وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾
مجھ کو جنت النعیم کے وارثوں میں سے کر دے

وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ
اور میرے باپ کو بھی بخش دے کیونکہ وہ گمراہوں میں سے

الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ
تھا اور مجھ کو بھی اٹھنے کے دن

يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَ
رسوا نہ کرنا جس دن کہ نہ مال کام آئے گا

لَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ
نہ اولاد مگر اس کو جو اللہ کے پاس پاک دل

سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾
لے کر آیا اور اس دن پرہیزگاروں کے لیے جنت قریب کر دی جائے گی

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ وَقِيلَ
اور جہنم سرکشوں کے لیے ظاہر کی جائے گی اور ان سے کہا

لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِن
جائے گا کہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پوجا کرتے

دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ أَوْ
تھے کیا وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں یا

يَنتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا
بدلہ لے سکتے ہیں پھر وہ بھی اور گمراہ لوگ بھی

هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ
اور سب شیطانی لشکر جہنم میں اوندھے منہ

أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا
ڈال دیے جائیں گے وہ وہاں باہم جھگڑتے ہوئے

يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾ تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي
کہیں گے کہ اللہ کی قسم بے شک ہم صریح

ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُم
گمراہی میں تھے جب کہ ہم نے تم کو

بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا
رب العالمین کے برابر کرتے تھے اور ہم کو تو ان ہی مجرم

الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾
ان گنہگاروں نے پھر نہ ہمارا کوئی شفاعت کرنے والا ہے

وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا
اور نہ کوئی دوست دل سوز ہے سو کاش ایک بار ہم

كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾
ہمیں دنیا میں جانا ملے تو ہم خوب ایمان والوں میں شامل ہو جاویں

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ
البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے اور ان میں سے

أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ
اکثر تو ماننے والے نہیں اور بے شک

ع ۵ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾
آپ کا رب زبردست اور بڑا رحم کرنے والا ہے

ترکیب

کذلک منصوب بہ یفعلون . فانہم عدو لی انما افرد والقیاس اعداء لان العدو جنس یطلق علی الواحد

ف۔ یعنی معبود اور ان کے پوجنے والے گمراہ لوگ اور ان کو بہکانے والے شیطانی سب کے سب جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیے جاویں گے۔ منہ

واکثیر۔ اوالمرادۃ و مادۃ الا رب العٰلمین استثنا جنس اور غیر جنس دونوں سے ہوسکتا ہے۔ الذی مبتداً فھو مبتدأ ثان یھدین اس کی خبر اور جملہ الذی کی خبر اور بعد کے الذی پہلے کی صفات ہیں اور صفات میں و کا داخل کرنا جائز ہے۔ یوم لا ینفع بدل ہے اول یوم سے الا من استثنا متصل اور غیر متصل بھی ہوسکتا ہے۔

تفسیر

واتل علیھم نبا ابراھیم (۲) قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس میں حضرت کو کہا گیا وحی کی گئی ہے کہ ابراہیم کا باپ اور ان کی تمام قوم بھی گمراہی میں مبتلا تھی بت پرست تھے۔ پھر ابراہیم کو اپنے باپ کے جہنمی ہونے کا کیا کچھ غم نہ تھا کچھ دعا کرنے کی اور کچھ نہ کر سکے پھر آپ کیوں نے بھی اس قدر غم کرتے ہیں؟ اور جب ابراہیم کے ساتھ ان بت پرستوں نے نہ صرف مقابلہ ہی کیا بلکہ آگ میں ڈالا اور وہاں سے سلامت نکلنے پر بھی وطن چھوڑنا پڑا۔ پس آپ پر یہ مصائب کوئی نئی بات نہیں۔ حضرت ابراہیم نے اپنی دعا میں جنت نعیم میں جانا اور قیامت کی رسوائی سے پناہ چاہنا ذکر کیا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ اور مرنے کے بعد دوسری زندگانی کے لئے قریش کہ تمہارے جد امجد ابراہیم بھی معتقد تھے اس بیان میں نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد اس مناسبت سے مقدمات دینی حشر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ اس روز جہنم بدکاروں کے، جنت ابرار کے سامنے لائی جائے گی اس دن مال اور زر اور اولاد کام نہ آئے گی مگر ان کے کہ جو خدا کے پاس کفر و معصیت حب شہوات سے پاک دل لے کر آیا ہو گا اس کی اولاد نیک کے اعمال صالحہ جو اس کی ہدایت کا نتیجہ ہیں۔ اور اسی طرح جو مال اس نے اللہ کی راہ میں صرف کیا ہے اس کے کام آئے گا اور اس روز بت پرستوں سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کیا کرتے تھے پھر کیا آج وہ تمہارے معبود کچھ تم کو نفع یا نقصان دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بھی اور ان کے وہ معبود و خبیث بھی اور ان خبیث و شیاطین سب کے سب جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اور جہنم میں آپس میں لڑیں گے اور مشرکین کہیں گے ہم بڑے سخت گمراہ تھے جو تم کو رب العالمین کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے افسوس آج ہمارا کوئی سفارشی ہے نہ دوستی کاش دوبارہ دنیا میں جانے کی اجازت ملے تو ہم بھی ایمان لائیں۔ ایمان کے نتائج کا مشاہدہ ہو گیا۔

اذ قال لابیہ وقومہ ما تعبدون گو حضرت ابراہیم جانتے تھے کہ یہ بتوں کو پوجتے ہیں لیکن سوال اس غرض سے کیا تھا کہ ان کے بتوں کی کمزوری ثابت کریں تاکہ ان کو شرمندگی حاصل ہو اور پھر وہ ان کی پرستش چھوڑ دیں۔ مگر وہ تو ایسے پختہ تھے کہ نعبد اصناما کہنے پر بس نہ کیا بلکہ فنظل لھا عاکفین بھی کہہ دیا کہ ہم نہ صرف ان کی پرستش ہی کیا کرتے ہیں بلکہ ہم دن بھر ان کے گرد رہا کرتے ہیں اور العکوف الاقامۃ علی الشئ وانما قالوا فنظل لانھم کانوا یعبدونھا بالنھار دون اللیل (کبیر) ان کو بت پرستی پر کمال فخر تھا اور اس کی وہ مسرت ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ (اسی سے گمراہی)۔

ابراہیم علیہ السلام کی قوم بابل اور اس کے اطراف میں بھی وہ لوگ مذہب صابی رکھتے تھے جو ستاروں اور دیگر نورانی اور آسمانی چیزوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ پھر ان معبودوں کے نام سے طرح طرح کی مورتیں بنا رکھی تھیں۔

تخمیناً چار سو سال ہوتے ہوں گے کہ شہر نینویٰ کے بعض تودوں کو کھودا اس کی ایک جماعت نے بمعہ حضرت

سلطان عجائب قریب دریافت کرنے کی غرض سے کھدوایا تو بہت نیچے سے سنگ مرمر کا ایک عجیب و غریب مکان برآمد ہوا جس کی دیواروں پر ہر طرف عجائب مورتیں ترشی ہوئی تھیں اور پھر اس کے صدر مقام میں ایک بہت بلند بت سنگ مرمر کا تھا جس کے پاؤں ہاتھی کے اور بازوؤں پر عقاب کے سے پر اور اس کی صورت انسان کی تھی وہ قدیم اصنام تھا جس کو اکھاڑ کر فرانس کے عجائب خانہ میں رکھا گیا اور دیواروں پر کچھ کتبہ بھی تھا جو آج تک کسی سے پڑھا نہیں گیا۔ غالباً یہ ابراہیم کی قوم کا بت تھا۔

حضرت ابراہیم نے پھر ان سے دریافت کیا ھل یسمعونکم اذ تدعون او ینفعونکم او یضرون کہ بھلا جب تم ان کو پکارتے ہو کچھ تمہاری بات بھی سنتے ہیں یا تم کو کچھ نفع یا نقصان بھی دیتے ہیں؟ اس کا وہ کیا جواب دیتے پھر اس کہنے لگے کہ بل وجدنا آباءنا کذلک یفعلون ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے ان کی تقلید ہم کرتے ہیں۔ ایسی تقلید حرام ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ افرأیتم ما کنتم تعبدون انتم وآباؤکم الاقدمون اب تم کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ تم اور تمہارے باپ دادا کس بے حقیقت چیز کی عبادت کیا کرتے تھے۔ فانہم عدو لی الا رب العالمین یہ سب میرے دشمن ہیں یعنی مجھے ان سے نفرت و عداوت ہے مگر رب العالمین سے نہیں۔ اس کے بعد رب العالمین کے چند اوصاف ذکر کرتے ہیں جن سے ان کو اس کی طرف رغبت پیدا ہو یعنی فرمایا الذی خلقنی فھو یھدین وہ کہ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی مجھ کو راہ راست کی طرف رہنمائی کیا کرتا ہے والذی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین کہ صرف یہی نہیں کہ پیدا کر کے ہی اس نے چھوڑ دیا پھر اس سے کچھ کام نہیں پڑتا بلکہ جس طرح ابتداء میں اس کی طرف حاجت تھی حال میں بھی ادنیٰ اور اعلیٰ حاجت اسی سے وابستہ ہے یطعمنی ویسقین سے چھوٹی باتوں کی طرف واذا مرضت فھو یشفین سے امور عظام کی طرف ایما کیا گیا۔

والذی یمیتنی ثم یحیین والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین زندگی دنیا کے بعد بھی اسی سے تعلق ہے وہی موت دے گا پھر قیامت کو دوبارہ وہی زندہ کرے گا اسی سے مجھے گناہوں کی معافی کی امید ہے اگرچہ حضرت ابراہیم گنہگار نہ تھے مگر خاصان خدا بمقام عبدیت ادنیٰ ذرا ذرا سی فروگذاشت کو بھی بہت بڑا گناہ سمجھا کرتے ہیں۔ یعنی تمہارے بت بے کار اور میرا معبود یہ کیا کرتا ہے اب دیکھو کون قابل پرستش ہے۔ یہ سب ان پر تعریض ہے۔

اس کے بعد جو دار آخرت اور دنیا کی بہبودی کے لیے حضرت ابراہیم نے اپنے رب سے دعا کی اس کو نقل کرتا ہے رب ھب لی حکما والحقنی بالصالحین۔ حکم سے مراد کمال قوت مدرکہ کا کہ جس سے ادراک حق حاصل ہو والحقنی بالصالحین سے مراد کمال قوت عملیہ کا کہ جس سے خیر کو عمل میں لاوے۔

واجعل لی لسان صدق فی الآخرین اور مرنے کے بعد دنیا میں میرا سچائی اور ذکر خیر کے ساتھ تذکرہ باقی رہے یعنی توحید کا طریقہ جو مجھے نصیب ہوا ہے میرے بعد میں بھی رہے کہ وہ اس سبب سے مجھے ذکر خیر سے یاد کیا کریں جو اوروں کے لیے توحید کی طرف رغبت کا باعث ہو۔ واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم اور مجھ کو جنت نعیم کا وارث کیجیو۔ یہ سعادت آخرت کی دعا تھی۔ جب سعادت دنیا و آخرت کے سوال سے فارغ ہوئے تو باپ کے لیے

لہ حضرت ابراہیم کی سب سے اعلیٰ آرزو یہی تھی کہ بھلے لوگوں میں شامل ہو جاؤں مرتبۂ کمال میں خدا کی بے نیازی سے ڈرنا ہے ۱۲ منہ

یعنی دعا کی کیوں کہ وعدہ کر چکے تھے اور غیر اللہ کو حق داروں کو نعمت میں شریک کرنا عالی حوصلوں کا کام ہے ولا تخزنی یوم یبعثون کہ قیامت کے روز مجھ سے کوئی باز پرس بھی نہ کرنا۔

پھر اس کے بعد قیامت کا حال شروع کر دیا کہ اس روز نہ مال کام آوے گا نہ اولاد نفع دے گی مگر قلب سلیم کہ جس میں توحید و اخلاص ہو

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۰۵﴾
نوح کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا
إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا
جب کہ ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم
تَتَّقُونَ ﴿۱۰۶﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ
(خدا سے) نہیں ڈرتے؟ میں تو تمہارے لئے امانت دار
أَمِينٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۰۸﴾
رسول ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو
وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ
اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت بھی تو نہیں مانگتا میری
أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۰۹﴾
مزدوری کچھ تو اللہ ہی پر ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوا
پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو قوم نے کہا
أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ﴿۱۱۱﴾
کیا ہم تجھے مانیں اور تیرے تابع تو کمینے لوگ ہو چکے ہیں
قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۱۲﴾ ع
نوح نے کہا اور مجھے کیا خبر کہ وہ کیا کرتے تھے

إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ
ان کا حساب تو میرے رب ہی کا کام ہے اے کاش
تَشْعُرُونَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ
تمہیں اس کا شعور ہوتا اور میں تو ایمان داروں کو اپنے
الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۴﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ
پاس سے ہٹانے کا نہیں میں تو بس کھول کر ڈر
مُبِينٌ ﴿۱۱۵﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ
سنانے والا ہوں انہوں نے کہا نوح! اگر تو باز نہ آیا
لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ
تو ضرور سنگسار کیا جائے گا نوح نے دعا کی
رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿۱۱۷﴾
کہ اے رب میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا
فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي
پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے اور مجھ کو
وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾
اور میرے ساتھ جو ایمان دار ہیں ان کو نجات دے۔
فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ
پھر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں کو بھی جو بھری کشتی
الْمَشْحُونِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ
میں تھے بچا لیا پھر بعد میں اور باقی لوگوں کو
الْبَاقِينَ ﴿۱۲۰﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَ
غرق کر دیا البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے اور
مَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۱﴾ وَ
ان میں سے اکثر ایمان لانے والے ہی نہ تھے اور
إِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۲﴾
البتہ تیرا رب زبردست مہربان ہے

ترکیب

اتبعک جملہ حال ہے ضمیر نؤمن سے الارذلون جمع ارذل بمعنی ذلیل۔ ما علمی ظاہر میں ما استفہامیہ ہے محل رفع میں بسبب مبتدا ہونے کے اور علمی اس کی خبر اور ممکن ہے کہ نافیہ ہو۔ بما کی ب دونوں تقدیر پر علمی سے متعلق ہے دوسری تقدیر پر خبر کو مضمر ماننا پڑے گا بعلمی اسم بعد انجامہم۔

تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا عبرتناک قصہ بیان فرماتا ہے۔ اگرچہ سورۂ اعراف و سورۂ ہود میں یہ قصہ مشرحاً بیان ہو چکا ہے لیکن چونکہ اسلوب قرآن مؤرخانہ نہیں کہ جن کے نزدیک مکرر بیان کرنا عیب ہے بلکہ واعظانہ کہ جن کے نزدیک عبرتناک قصوں کو بمقتضائے مقام و حالات قوم مکرر بیان فرمانا عین حکمت ہے۔ خصوصاً نئے نئے اسلوب سے اس لیے اس کا پھر بیان اعادہ کیا۔ حضرت نوح کا ساڑھے نو سو برس تک ان میں موعظہ و پند فرمانا اور پھر ان کا ہدایت پر نہ آنا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کامل تسلی اور ان کے اخیر تباہ غرق ہونے سے حضرت کے ہم وطنوں سرکش قریش کو کامل تہدید ہے۔

کذبت قوم نوح المرسلین گرچہ قوم نوح کے صرف نوح رسول تھے مگر جب کہ ان کو جھٹلایا تو سب نبیوں کو جھٹلایا کیونکہ دین کی باتوں میں سب ایک زبان تھے ایک کی تکذیب سب کی تکذیب اس لیے المرسلین جمع کا صیغہ آیا کہ ان کے فعل بد کی پوری قباحت اور کامل قباحت ظاہر ہو جائے اور اس لیے بھی کہ قصوں میں یہی صیغہ استعمال ہوا ہے۔

اخوھم نوح نوح ان کے بھائی تھے کیونکہ ایک قوم کے تھے۔ نوح نے اول یہی فرمایا الا تتقون کہ کیوں نہیں خدا سے ڈرتے جو بت پرستی کرتے ہو۔ قوم نوح میں بھی بت پرستی کا رواج تھا۔ یہ تو ان کا وصف تھا۔ اب اپنی حالت کا ذکر کرتے ہیں انی لکم رسول کہ میں تمہارے لیے خدا کی طرف سے پیغام لے کر آیا ہوں، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور میں امانت دار بھی ہوں یعنی اس پیغام رسانی میں کچھ کمی زیادتی نہیں کرتا ہوں جب یہ ہے تو فاتقوا اللہ واطیعون اللہ سے ڈرو کہ اس کے احکام کی مخالفت نہ کرو اور میرا کہا مانو۔

وما اسئلکم علیہ من اجر میں تم سے اس پر کچھ مانگتا نہیں یعنی بے غرض ہوں کیونکہ غرض مندی کی بات میں دغدغہ ہوتا ہے۔ البتہ مزدوری تو میری ہے مگر تم پر نہیں رب العلمین پر ہے۔ پھر اسی حکم کا اعادہ کیا تاکید کے لیے فاتقوا اللہ واطیعون ان سب باتوں کے بعد ان بدبختوں نے یہ عذر کیا انؤمن لک الخ کہ ہم تجھ پر کیونکر ایمان لائیں تجھ پر تو پاجی لوگ ایمان لائے ہیں جو احمق اور بے عقل ہوتے ہیں اور کوئی دنیاوی لالچ ان کا مقصود ہوتا ہے یعنی دل سے نہیں۔

نوح علیہ السلام پر غریب غربا لوگ ایمان لے آئے تھے اور ہمیشہ ہر کارہیں یہی پیش قدمی کیا کرتے ہیں کیونکہ راہ حق میں مانع جاہ و حشم دنیاوی ہے سو یہ ان کے پاس نہیں ہوتا۔ اس لیے نوح نے فرمایا وما علمی الخ کہ ان کی حقیقت حال سے اللہ آگاہ ہے مجھے ان کے باطن سے کیا کام بظاہر مومن ہیں تو مومنوں کو دور نہ کروں گا آخر کو نہ مانا غرق ہو گئے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ

(اسی طرح) قوم عاد نے (بھی) رسولوں کو جھٹلایا تھا جب کہ

قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾

ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کہ تم (اللہ سے) کیوں نہیں ڈرتے؟

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا

البتہ میں تمہارا معتبر امانت دار رسول (ہو کر آیا) ہوں پس اللہ

اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٢٦﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ

سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور میں تم سے اس پر کچھ

عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ

مزدوری بھی تو نہیں مانگتا میری مزدوری تو رب

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ

العالمین پر ہے کیا تم ہر ایک ٹیلہ پر عبث کھیل

رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُونَ

بلند عمارتیں بناتے ہو اور صنعت کے محل

مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾ وَ

تیار کرتے ہو اس خیال سے کہ شاید تم ہمیشہ رہو گے اور

إِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾

جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو جباروں کی طرح مارتے ہو

ع فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا

سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور اس خدا

الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿١٣٢﴾

سے ڈرو کہ جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی کہ جن کو تم بھی جانتے ہو

أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَ

تمہاری مدد کی چارپایوں اور اولاد اور باغوں اور

جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٣٤﴾ إِنِّي أَخَافُ

چشموں سے مدد کی ہے بے شک مجھ کو تم پر ایک بڑے سخت

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾

روز کے عذاب (آجانے) کا اندیشہ لگ رہا ہے

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ

انہوں نے کہا تو نصیحت کر یا نہ کر ہم کو

لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ﴿١٣٦﴾ إِنْ

تو سب برابر ہے یہ تو

هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا

کچھ بھی نہیں مگر اگلوں کی عادت ہے اور ہم کو

نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوهُ

تو عذاب ہوتا نہیں سو وہ (ہود) کو جھٹلانے لگے

فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ

پھر تو ہم نے بھی ان کو ہلاک کر دیا بے شک اس میں بڑی نشانی ہے

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾

اور ان میں سے بہت سے تو ایمان لانے والے بھی نہ تھے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٤٠﴾

اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے۔

۱؎ الریع بالکسر و الفتح المرتفع من الارض (قاموس) مصانع المصانع کالحوض یجمع فیہا ماء المطر والمصانع ایضاً القری والمبانی من القصور والحصون۔ (قاموس)

تفسیر

یہ حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ ہے اس کے مثل پیشتر میں بھی وہی الفاظ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام

۲؎ خَلق اختراع، خُلُق عادت و دستور

کے قصے کی ابتدا میں تھے اس لیے ان کی تفسیر کی بار دیگر ہم کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ صرف ان کلمات کی تفسیر کی جاتی ہے جو حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے دعوت میں فرمائے تھے اور پھر قوم نے ان کو کیا جواب دیا تھا؟

(۱) اتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون۔ ریع بلند جگہ۔ آیۃ نشان۔ قوم عاد عرب میں ایک بڑی مال دار قوم تھی، ان میں سلطنت بھی تھی۔ ایک زمانہ تو ان کی سلطنت و شوکت کا ایسا گزرا ہے کہ مصر سے لے کر ترکستان اور ہند تک ایشیا کے اکثر ملکوں میں انہیں کا پھریرا ہوا میں اڑتا تھا۔ جب مال و اقبال حد کو پہنچا تو اس کے ساتھ حرام کاری وغیرہ افعال زشت بھی حد کو پہنچے جس لیے خدا نے ان میں ہود علیہ السلام مبعوث کیے۔ منجملہ ان بے ہودہ اور لغو باتوں کے ایک بات یہ بھی تھی کہ ان کو نام آوری اور اپنی یادگار چھوڑ کر مرنے کا از حد شوق تھا جیسا کہ مال داروں کو ہوا کرتا ہے اس لیے وہ[1] ایک بلند پہاڑی یا ٹیلے پر اپنی یادگار کے لیے بلند مینارے بناتے تھے جو ان کے مقبرے خیال کیے جاتے تھے چنانچہ مصر کے بلند مینار ابھی تک ان کے میناروں کی نظیر دنیا میں باقی ہیں۔ چونکہ یہ عبث کام ہے اس سے دین و دنیا کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے سب سے اول ہود علیہ السلام نے اسی پر اعتراض کیا کہ کیا تم ایسا کرتے ہو؟ یعنی البتہ بیکار کیا جاتا ہے۔ مفسرین نے گرچہ اس کی تفسیر میں اور وجہیں بھی لکھی ہیں مگر سیاق و سباق اور تاریخ سے یہی توجیہ موافق ہے۔

(۲) وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون

مصانع، پانی کے حوض اور بلند محل۔ جب مقبروں کی تعمیر میں ان کا یہ حال تھا تو مکانات کی تعمیر میں کیا کچھ اسراف نہ ہوگا؟ چنانچہ وہ عجائب خوش اسلوب بلند اور مضبوط محل بنواتے تھے اور ان کی تعمیر میں بے شمار روپیہ صرف کرتے تھے اس کو بھی بے جا خرچ اور دنیائے فانی کو مقام جاودانی سمجھنے کے خیال سے منع فرمایا۔ یعنی تم جو ایسے استحکام کرتے ہو کیا یہاں ہمیشہ رہو گے؟ دنیائے چند روزہ کے لیے بقدر ضرورت مکان کافی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا یہ پہلا کام ہے کہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا ثبوت دکھاویں۔

(۳) واذا بطشتم بطشتم جبارین۔ یعنی باوجود اس حب دنیا اور حب جاہ اور طول عمر کے غیروں سے تمہارا جابرانہ معاملہ ہے عدل و انصاف کا نہیں جیسا کہ جبار قوم کی عادت ہوتی ہے جس کو چاہا بیگار میں پکڑ لیا، ذرا سا انکار کیا پیٹ ڈالا، مار ڈالا۔ کسی کا کچھ دیتا ہوا دھکا دیا یا مار کر نکال دیا۔ کسی کی عورت یا عمدہ چیز کو زبردستی چھین لیا یہ باتیں بھی بربادی کا سبب ہوتی ہیں اس لیے فرمایا فاتقوا اللہ واطیعون اللہ سے ڈرو میرا کہنا مانو پھر ان کو خواب غفلت سے مجملاً و تفصیلاً بیدار کر کے عذاب الٰہی سے ڈرایا۔

مجملاً واتقوا الذی امدکم بما تعلمون میں۔ پھر اس کی تفصیل کی امدکم بانعام الخ۔ مگر وہ کب مانتے تھے صاف کہہ دیا کہ آپ وعظ کریں یا نہ کریں ہم پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ یہ پہلوں کی عادت ہے۔ وہ ہمیشہ یوں ہی وعظ کرتے آئے ہیں۔ پس تکذیب کی تو تمام قوم عذاب الٰہی سے غارت ہوئی۔

[1] چنانچہ قصر غمدان جو حضرت عثمانؓ کی خلافت میں گرایا گیا اور دیگر عمارات اب تک یمن میں اسی قوم کی یادگار ہیں۔ منہ۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾

(اے محمد) قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا

جب کہ ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے

تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

نہیں ہو میں تمہارے لیے امانتدار رسول

أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾

ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ

اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت تو نہیں مانگتا ہوں

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾

میری مزدوری تو رب العالمین پر ہے

أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾

کیا تم یہاں کی نعمتوں میں امن سے چھوڑ دیے جاؤ گے؟

فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَزُرُوعٍ

باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں

وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ

اور کھجوروں میں کہ جن کے خوشے نرم ہیں اور تم پہاڑوں

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿١٤٩﴾

میں سے گھر تراشتے ہو خوشی سے

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾ وَ

پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور

لَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾

ان بیہودہ لوگوں کی بات پر نہ چلو

ع الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَ

جو ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور

لَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوا إِنَّمَا

اصلاح نہیں کرتے وہ بولے کہ تو تو

أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا

جادو کا مارا ہوا ہے تو

أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ

ہے کیا مگر ہم جیسا ایک آدمی پس کوئی

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٥٤﴾

نشانی تو لے آ اگر تو سچا ہے

قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَ

صالح نے کہا یہ اونٹنی ہے اس کے پینے کی ایک باری ہے اور

لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾

ایک دن معین تمہارے پینے کے لیے ہے۔

وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ

اور اس کو برائی سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ تم کو بڑے

عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا

دن کی آفت آ پکڑے گی سو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں

فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ

پھر وہ بھی پشیمان ہو کر رہ گئے پس ان کو آ پکڑا

الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً

آفت نے آیا البتہ اس میں بڑی نشانی ہے

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

اور ان میں سے اکثر تو ماننے والے

مُؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ

ہی نہ تھے اور البتہ آپ کا رب تو

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾

بڑا زبردست (اور) مہربان ہے۔

ترکیب

آمنین حال من ضمیر تترکون فی جنات بدل من فی ما ھھنا باعادۃ الجار ھضیم لطیف لین تنحتون نحت تراشیدن فرھین حال۔

تفسیر

یہ پانچواں قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔ یہ قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی کنارے میں تھی۔ ان کے ہاں باغ اور کھیتی اور پانی کے جاری چشمے اور کھجوریں پیدا ہوتی تھیں۔ یہ ملک نہایت سرسبز اور شاداب تھا۔ اس قوم کو بڑی فراغ بالی حاصل تھی۔ باغوں اور کھیتوں میں عیش کیا کرتے تھے مگر بدبخت بت پرست تھے، راہزنی اور غارت گری اور چوری اور دیگر فواحش میں سخت مبتلا تھے۔ قیامت اور روز جزا کے منکر اور ان کا بیہودہ لوگ ان کے پیر تھے جن کی نسبت فرماتا ہے۔ الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون انہیں کے کہنے پر چلتے تھے۔ اس قوم میں خدا تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضرت نے فاتقوا اللہ واطیعون کا ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈرو میں تمہارا رسول ہوں میرے کہنے پر چلو۔ آخر مرنا ہے خدا سے کام پڑے گا اس لیے فرماتے ہیں۔

(۱) اتترکون فی ما ھھنا آمنین الخ کہ کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ یہاں کی ان نعمتوں باغوں کھیتیوں چشموں کھجوروں میں بحالت امن رہنے پاؤ گے ہمیشہ یہیں رہو گے، امن سے مزے اڑاتے رہو گے، آدمی جب لذات دنیا میں مستغرق ہو جاتا ہے گو وہ زبان سے نہ کہے کہ میں سدا یہاں رہوں گا، مگر اس کا برتاؤ اور زبان حال یہی کہا کرتی ہے جس لیے حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو اس کلام کے ساتھ مخاطب فرمایا۔

(۲) وتنحتون من الجبال بیوتا فرھین کہ تم کس امنگ کے ساتھ پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو گویا ہمیشہ یہیں رہنے کا سامان کر لیا ہے۔ اس سے مراد دنیا سے نفرت اور دار الآخرۃ کی طرف رغبت دلانا تھا کس لیے کہ تمام گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔

(۳) فاتقوا اللہ واطیعون اللہ سے ڈرو بری باتوں کو چھوڑ دو جو میں تم کو ارشاد کروں اس پر عمل کرو، نہ کہ بدمعاشوں مفسدوں کے کہنے پر چلو۔ قوم نے جواب میں تین باتیں کہیں۔

(۱) انما انت من المسحرین کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے یعنی تو دیوانہ ہے۔ بھلا دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا اور ایک موہوم گھر کی طرف منہ موڑنا کس عاقل کا کام ہے؟

(۲) اگر یہی خدا کا حکم ہے تو تجھے کس طرح سے معلوم ہوا؟ تو نبی ہے تو تجھ میں اور ہم میں کیا فرق ہے جیسے ہم ویسا تو۔

(۳) اگر تو سچا ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔ چنانچہ حضرت کی دعا سے معجزہ کے طور پر ایک ناقہ یعنی اونٹنی پیدا ہوئی جس کے لیے پانی پینے کا ایک دن مقرر ہوا اور کہہ دیا کہ اس پر تصدیع بھی نہ کرنا۔ آخر ایک نے اس کو زخمی کر دیا اور ذبح کر ڈالا۔ تب ان پر آثار عذاب نمودار ہوئے، ندامت کرنے لگے مگر اس وقت کی ندامت سے کیا فائدہ تھا سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾

(۱) ترجمہ: قوم لوط نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا
جب کہا ان سے ان کے بھائی لوط نے کیا
تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ
تم ڈرتے نہیں میں تمہارے لیے امانت دار رسول
أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝
ہوں سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو
وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ
اور میں تم سے اس پر کچھ مزدوری نہیں مانگتا میری مزدوری
أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
تو رب العالمین ہی پر ہے
أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ۝
کیا تم دنیا میں لڑکوں ہی پر چڑھتے ہو ؟
وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ
اور جو تمہارے لیے تمہارے رب نے تمہاری بیویاں
مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ
پیدا کی ہیں ان کو چھوڑتے ہو بلکہ تم حد سے گزرنے والے
عَادُونَ ۝ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ
لوگ ہو انہوں نے کہا اگر تو باز نہ آیا
يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ۝
اے لوط تو ضرور تو نکال دیا جائے گا
قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ۝
لوط نے کہا میں تو تمہارے کام سے سخت بیزار ہوں (اور دعا کی)
رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ۝
اے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں (کے وبال) سے نجات دے
فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۝
پھر ہم نے ان کو اور سب ان کے کنبے کو بچا لیا

إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ۝ ثُمَّ
مگر ایک بڑھیا کہ جو پیچھے رہ گئی تھی پھر
دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ۝ وَأَمْطَرْنَا
اور سب کو ہلاک کر دیا اور ان پر پتھروں کا
عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ
مینہ برسا دیا سو کیا ہی برا مینہ تھا جو ڈرائے گئے
الْمُنْذَرِينَ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ
لوگوں پر برسا البتہ اس میں نشانی ہے
وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝
اور ان میں سے اکثر تو ماننے والے ہی نہ تھے
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝
اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے
كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ۝
بن والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا
إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝
جب کہ ان سے شعیب نے کہا کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے ؟
إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝
میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا
پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں

ف ایکہ بن یا درختوں کا جھنڈ جو پانی اور نرم زمین پر ہوتا ہے۔ جس سے وہ بن یا درختوں کے جھنڈ مراد ہیں جو مدین کے پاس تھے اور وہاں ایک بستی تھی جس کے رسول شعیب علیہ السلام تھے۔

اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ
تم سے اس کی کچھ اجرت تو نہیں مانگتا میری

اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾
اجرت تو رب العالمین پر ہے

اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ
پیمانہ بھر کر دیا کرو اور کسی کو نقصان نہ

الْمُخْسِرِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ
پہنچایا کرو اور پوری ترازو سے

الْمُسْتَقِیْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا
تولا کرو اور لوگوں کو ان کی

النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی
چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور ملک میں

الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا
فساد مچاتے پھرو اور اس سے ڈرو

الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۸۴﴾
کہ جس نے تم کو اور اگلی خلقت کو بنایا (وہ بولے)

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ
انہوں نے کہا کہ تو تو جادو کے مارے ہوؤں میں سے ہے اور

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّکَ
تو ہے کیا مگر ہم جیسا ایک آدمی اور ہم تو تجھ کو

لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ
جھوٹوں میں خیال کرتے ہیں پھر تو ہم پر

عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ
آسمان سے ٹکڑے برسا دے اگر

کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ
تو سچا ہے رسول نے کہا

رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾
میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو

فَکَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ
سو انہوں نے اس کو جھٹلایا پس ان کو سائبان کے دن

یَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ کَانَ عَذَابَ
کے عذاب نے آ لیا بے شک وہ بڑے سخت

یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ
دن کا عذاب تھا بے شک اس میں ایک بڑی

لَاٰیَةً وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ
نشانی ہے اور وہ تو اکثر ماننے

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّکَ
والے نہیں تھے اور البتہ آپ کا رب

لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۹۱﴾
زبردست (اور) مہربان ہے

ع ۱۰ ۱۴

تفسیر

چھٹا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور ان کے حکم سے اس سرزمین پر بھیجے گئے تھے جو شام کے جنوب طرف میں ہے بحیرہ مردار کے قریب سدوم و عمورہ وغیرہ چند شہر تھے وہاں کے لوگ علاوہ بت پرست ہونے کے لونڈے باز بھی تھے عورتوں سے رغبت نہ رکھتے تھے لڑکوں پر مرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اس فعل بد سے منع کیا۔ اس کے جواب میں کہنے لگے کہ اگر تو اس روک ٹوک سے باز نہ آئے گا تو یہاں سے نکال دیا جائے گا

ف یوم الظلہ اس ابر کے نمودار ہونے کے دن کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

حضرت نے فرمایا میں تو تمہاری ان حرکتوں کو کس لیے کریں اس
ناپاک کام سے بیزار ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے
اور میرے گھر کے لوگوں کو اس کی شامت سے بچا لیجیو۔
مراد یہ کہ اس بستی پر عذاب آنے والا ہے میں اس سے
پناہ مانگتا ہوں۔ پس ایک روز ان پر عذاب آیا۔
حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں کو حکم ہوا کہ پچھلی رات کے
سے تم شہر چھوڑ کر چل دو پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا صبح کو یہ غارت
ہوں گے۔ حضرت لوطؑ کی بیوی انہیں لوگوں میں کی تھی،
اس کو انہی سے دلی تعلق تھا پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بھی ہلاک
ہوئی۔ تمام شہر مع پتھر برسنے کے الٹ دیے گئے جن کے
آثار حضرت نبی آخر الزمان علیہ السلام کے عہد تک باقی
تھے۔ اب بھی کچھ کچھ سیاحوں کو معلوم ہوتے
ہیں۔

کذب اصحٰب لئیکۃ ۔ یہ ساتواں قصہ
بن والوں کا ہے۔ مدین کے قریب کچھ گنجان جھاڑی
کے بیچ تھے وہاں درخت تھے۔ وہاں کے لوگوں کو اصحاب
الایکہ کہتے ہیں۔ ان کے نبی بھی حضرت شعیب علیہ السلام
تھے۔ یہ لوگ بہت بے ست تھے۔ اس پر کم تولتے تھے
لین دین میں فریب کرتے تھے۔ راہزنی اور بدکار
بھی تھے۔ حضرت نے ان سب باتوں سے منع کیا نہ مانا
بلکہ کہنے لگے ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا گرا دے یا یہ معنی کہ
بجلیں بے سود سے اگر تو سچا ہے۔ چنانچہ انہیں گرمی
لگی ہوا اور آسمان سے ایک سخت دھوئیں کا بادل سایہ
کی طرح نمودار ہوا اور پہاڑ نے آتش فشانی کی جس
کے صدمے سب مر کر رہ گئے یہ ابر اس پہاڑ کا آتشیں
دھواں تھا۔ واللہ اعلم۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾
اور یہ قرآن تو رب العالمین کا اتارا ہوا ہے

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى
اس کو روح الامین صاف عربی زبان میں
قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾
آپ کے دل پر لے کر آئے ہیں آپ
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَاِنَّهٗ
بھی ڈر سنا دیا کریں اور البتہ اس کا
لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ
خبر تو پہلی کتابوں میں بھی ہے کیا ان کے لیے یہ نشانی
لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ
کافی نہیں کہ اس (قرآن کی حقانیت) کو علماء بنی اسرائیل
اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى
بھی جانتے ہیں اور اگر ہم اس کو کسی
بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ
عجمی پر نازل کرتے پھر وہ اس کو ان کے سامنے
مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾ كَذٰلِكَ
پڑھتا تو اس پر کبھی بھی ایمان نہ لاتے اسی طرح ہم نے
سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾
یہ انکار گنہگاروں کے دل میں بٹھا دیا ہے کہ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
وہ اس پر عذاب الیم دیکھے بغیر ایمان

لسان اعجم بالضم والتحریک خلاف العرب ... والعجمی
... جمع ... السلامۃ تخفیفا ولو لا انہ
لیس جمع الاعجم لانہ علی وزن افعل وافعل اذا کان مؤنثہ
فعلاء کحمراء لم یجمع جمع السلامۃ
۱۲

ابو محمد عبدالحق

الْأَلِيمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَ
دردناک عذاب کو | پھر وہ ان پر دفعۃً آجائے گا | اور
هُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُولُوا
ان کو خبر بھی نہ ہو | تو (اس وقت) کہنے لگیں گے
هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿٢٠٣﴾ أَفَبِعَذَابِنَا
بھلا ہم کو کچھ مہلت بھی مل سکتی ہے! | پھر کیا یہ ہمارے عذاب کو
يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٠٤﴾ أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ
جلدی کر رہے ہیں | بھلا تو دیکھ اگر ہم ان کو چند برس فائدہ
سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا
اٹھانے بھی دیں | پھر ان کے پاس وہ عذاب آجائے کہ جس کا
يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا
ان کو خوف دلایا جاتا ہے | تو ان کو نہیں کام دیتا جو فائدہ اٹھاتے ہیں
كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا
ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے | اور ہم نے ایسی کوئی بھی
مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ ﴿٢٠٨﴾
بستی ہلاک نہیں کی کہ جس کے لیے آگاہی دینے والے نہ آئے ہوں
ذِكْرَىٰ ۛ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٠٩﴾
یاد دلانے (نصیحت) کو | اور ہم نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔

ترکیب

بلسان: نزل سے متعلق اور منذرین سے بھی ہو سکتا ہے۔ لو یکن کان ناقصہ ہے تو فاعل آیۃ ان یعلمہ بدل اور ناقصہ ہے تو آیۃ خبر مقدم اور ان یعلمہ اسم۔

تفسیر

ان ساتوں قصوں کے بعد چند باتیں ثبوت نبوت و رد منکرین کے لیے ذکر فرماتا ہے۔

(۱) وانہ لتنزیل رب العالمین کہ یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ لفظ رب العالمین دو باتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لیے فرمایا۔ اوّل یہ کہ جس طرح ہم تمہاری جسمانی پرورش کرتے ہیں رزق زندگی دیتے ہیں اسی طرح روحانی تربیت بھی ہمارا کام ہے۔ اور روحانی تربیت کا ذریعہ وحی اور پیغمبر پر کتاب نازل کرنا ہے۔ دوم یہ کہ تم جو اس نعمت آسمانی کا انکار کرتے ہو تو پھر اب تک تم عذاب سے بچے ہوئے ہو اس کا سبب یہ ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جس کا شیوہ رحمت عام ہے۔ ورنہ دیکھ لیا ہوتا اور اسی لیے قصص ذکر ہو کر ہر ایک کا مقطع وان ربک لھو العزیز الرحیم ہو گیا۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبوں پر جتلایا جاتا ہے کہ ہم زبردست ہیں تم کو ابھی ہلاک کر سکتے ہیں لیکن رحیم بھی ہیں اور رب ہیں پرورش کرنے والے تم پر ترس کھانے والے۔

(۲) نزل به الروح الامین الیٰ عربی مبین، وہ جو فرمایا تھا کہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اس پر یہ شبہ باقی رہتا تھا کہ رب العالمین نے اس کو کس طرح سے نازل کیا ہے۔ کیا لکھی لکھائی کتاب آسمان سے فرشتہ لے کر آیا ہے۔ کیا غیب سے آواز آتی ہے۔ یا آپ سے ہر وقت خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے کیا صورت ہے؟ اس کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ اس کو روح الامین یعنی جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر لے کر آیا ہے صاف عربی زبان میں۔ انکشاف غیبی انسان کے دل پر ہوا کرتے ہیں۔ اور جبرئیل چونکہ روح ہیں ان کی سرایت دل تک جلد ہوتی ہے اور ایسی روحانی اور لطیف چیزیں اپنے الفاظ سے جو

مضمون چاہتے ہیں بلاشبہ کے دل پر القا کر دیتے ہیں۔ جن لوگوں پر جن یا کسی روح ناپاک کا گزر ہوتا ہے باوجودیکہ وہ جس زبان سے واقف بھی نہیں ہوتے اس زبان میں ان کو وہ دور دراز کی باتیں اور دیگر مطالب القا ہو جاتے ہیں جس کا لوگوں کو بارہا مشاہدہ ہوا ہے پھر جائیکہ روحانیت مقدسہ اور ان میں سے خاص حضرت جبرئیل امین جس کے ادپر القا کریں۔ حواریوں پر حضرت مسیح کے روح القدس اترا تھا جس سے وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے (کتاب اعمال) معلوم ہوا کہ حضرت روح الامین نہ صرف معانی بلکہ الفاظ کے ساتھ قرآن کا القا حضرت کے دل پر کرتے تھے پھر اس کو حضرت مجمع کو ادا کرتے تھے۔ یہ ہے نزول قرآن کی کیفیت۔

(۳) وانہ لفی زبر الاولین نیز اس قرآن اور نبی علیہ السلام کا پہلوں کی کتاب میں بھی ذکر ہے۔ یہ بھی بڑی دلیل حقانیت کی ہے۔ گرچہ کتب سابقہ اصل جیسا تھیں ویسی نہیں ان میں بہت کچھ تحریف و تبدیل ہو گئی اور ہوتی ہے مگر تاہم جس قدر پیشین گوئیاں آں حضرت کی بابت ان میں اب تک پائی جاتی ہیں اور کسی کے لئے اتنی نہیں پائی جاتیں۔

(۴) اولم یکن لہم آیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل میں بہت سے ایمان داروں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی تصدیق کی اور اقرار کیا کہ ہماری کتب میں ان کا ذکر ہے اور وہ آپ کے منتظر تھے۔ یہ بھی ایک بڑی علامت حق ہونے کی ہے۔ عبداللہ بن سلام وغیرہ علماء یہود نے اقرار کیا۔

(۵) ولو نزلناہ قرآن مجید جو عربی کا ہے بھی شبہ تھا کہ یہ تو ہماری زبان میں ہے جس کو محمد بخوبی جانتے ہیں اگر کسی اور زبان میں ہوتا کہ جانتے تو جانتے۔

اس کا جواب دیتا ہے اگر غیر عربی زبان میں آتا تو تم ہرگز نہ مانتے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾
اور قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اترے

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾
اور نہ ان کا یہ کام ہے اور نہ وہ اس کو کر سکتے ہیں

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾
وہ تو سننے کی جگہ سے بھی دور کر دیے گئے ہیں

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ
پس (اے نبی) اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو نہ پکارو ورنہ آپ

مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ
بھی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اپنے نزدیکی قرابت داروں کو

الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ
بھی ڈراؤ اور جو ایمان والے آپ کے تابع ہیں

لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾
ان کے لیے اپنا بازو جھکائے رکھو (یعنی تواضع سے پیش آیا کرو)

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ
پھر اگر آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے افعال سے

مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى
بری الذمہ ہوں اور (اے نبی) خدائے زبردست

الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ
مہربان پر بھروسہ رکھو جو آپ کو اٹھتے وقت

حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي
بھی دیکھتا ہے اور آپ کا نمازیوں کی صف میں پھرنا

السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾
بھی (دیکھتا ہے) بے شک وہی سننے جاننے والا ہے

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ

کہ میں تم کو بتلاؤں کہ کس پر شیاطین اترا

الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ

کرتے ہیں وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اترا

اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ

کرتے ہیں جن پر کہ شیاطین سنی سنائی باتیں (ڈالا کرتے ہیں)

وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَ

اور بہت تو ان میں اکثر سے جھوٹے ہی ہوا کرتے ہیں اور

الشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾

شاعروں کی بات پر تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں (وہ لالہ خواہ)

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر میدان (سخن) میں بھٹکتے پھرا

يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا

کرتے ہیں اور وہ ایسی (باتیں) کہا کرتے ہیں جو

لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کرتے نہیں مگر وہ شاعر جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ

اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے اور اپنے کلام میں انہوں نے اللہ کو

كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا

بہت یاد کیا اور اپنے اوپر زیادتی ہونے کے بدلہ لیا کرتے پیچھے اس کے

ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

وہ ستائے گئے (تھے) اور ظالموں کو تو ابھی معلوم ہو جائے گا

اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ع

کہ وہ کس کروٹ پر پڑتے ہیں ؎

ترکیب

یھیمون۔ خبر انّ کی اور حال بھی ہو سکتا ہے تب خبر فی کل واد ہوگی۔ منقلب صفت ہے مصدر محذوف کی و العامل ینقلبون اسے ینقلبون انقلابا اسے منقلب۔

تفسیر

مگر اس پر بھی وہ یہ شبہ کرتے تھے کہ جبرئیل نہیں بلکہ شیاطین آں حضرتؐ پر القا کرتے ہیں اور جو مخالف کہہ سکتا ہے کہ یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ القاء کرنے والے جبرئیل امین ہیں کوئی شیطان نہیں؟ اس کا یہ بڑی تسلی بخش جواب عطا کرتا ہے وما تنزلت به الشیٰطین کہ شیاطین نے تو اس کو نازل نہیں کیا ہے کیونکہ وما ینبغی لهم ان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے کس لیے کہ شیاطین اور ارواح خبیثہ کو مضامین خبیثہ سے دلی رغبت ہے نہ کہ پاکیزہ ان کی خوراک ہیں روحانی مضامین اور توحید و معرفت اور ترک حب دنیا اور آخرت سے محبت اور خدا تعالیٰ سے دلی رغبت اور شہوات لذات فانیہ سے نفرت وغیرہ مضامین عالیہ قرآن مجید میں ہیں ان سے ان کو دلی نفرت ہے۔ پھر یہ مطلب شیاطین کو اول تو معلوم ہی نہیں ان کو تو وہی شہوات و لذات کی باتیں معلوم ہیں جن سے نفس خوش ہوتا اور روح پر تاریکی آتی ہے اور جو معلوم بھی ہوں تو وہ کاہے کو ایسی باتیں تعلیم و القا کرنے لگے تھیں کہ ان کو دلی نفرت ہو بلکہ وما یستطیعون ان کو

ع ۱۱ ۱۵

؎ یعنی جب ان کی کسی نے ہجو کر کے ستایا تب وہ کسی کو ستانے ہجو کرتے بدلہ لیتے ہیں ابتدا نہیں کرتے جیسا کہ حسان بن ثابت انصاریؓ ۱۲ منہ

؎ یعنی ان کو کیا انجام ہوتا ہے ۱۲ منہ

اس کی قدرت ہی نہیں کہ وہ کسی مقدس اور پاک بازوں کے دل تک پہنچیں اور پھر ایسی باتیں القا کریں۔ گوبر کے کیڑے کو پھول تک کہاں رسائی؟ خفاش کو آفتاب تک کہاں دسترس؟ اور بالفرض وہاں تک دسترس ہو تو پھر ملأ اعلیٰ اور حظیرۃ القدس تک کہاں رسائی کہ جہاں سے یہ مضامین عالیہ آسکتے ہیں؟ اس لیے فرماتا ہے انہم عن السمع لمعزولون۔ ترمذی نے سورۂ جن کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ پہلے جن آسمان تک چڑھ جایا کرتے تھے وہاں سے کوئی بات سن آتے تھے تو ساحروں کاہنوں کو اس میں سو جھوٹ ملا کر کہہ دیا کرتے تھے۔ مگر جب سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی کیے گئے ان کو وہاں تک جانے سے روک دیا گیا۔

جب ان کے تمام شبہات کا پورا پورا جواب دے دیا گیا اور قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا ثابت کر دیا گیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ان بت پرستوں کو شرک سے منع کرتا اور توحید کا حکم دیتا ہے۔ فقال فلا تدع مع اللہ الٰہا آخر کہ اللہ کے ساتھ اور کسی کو خدا بنا کر نہ پکارنا اور جو ایسا کرے گا تو عذاب دیا جائے گا۔ قوم عرب بلکہ اس عہد کے تمام بنی آدم ہند و روم ایران و ترکستان والے عیسائی یہودی اسی بلا میں مبتلا تھے اس لیے اس اصلی مقصد کا بیان کرنا مقدم ٹھہرا اور اس کے بعد خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ــــــــــ ([illegible])

حاشیہ متعلق آیت

وانہ لفی زبر الاولین

انہ کی ضمیر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی پھرتی ہے اور قرآن مجید کی طرف بھی۔ شق ثانی کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ قرآن یعنی اس کے مطالب بے اونچے نہیں۔ اولین کی کتب کے موافق ہیں ان میں بھی پائے جاتے ہیں باستثنا ان مواضع کے جہاں کتب اولین میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ اگر اس مطابقت کے لیے ہم نظائر پیش کریں تو یہ تمام کتاب بھی بس نہ کرے۔ جو شخص قرآن مجید اور کتب سابقہ کو دیکھے گا اس بات کی پوری تصدیق کرے گا۔

عجب مشکل بات ہے مخالف کے ہاتھ سے نجات نہیں۔ اگر قرآن مجید کتب سابقہ کے مطابق ظاہر کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں ان سے لیا گیا ہے۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ آں حضرتؐ اُمّی تھے اور ان کے ہاں عرب میں کوئی کتاب مذہب سابقہ کا نہ تھا۔ پھر کس نے وہاں سے نقل کیا اور کب کیا اور کس کی معرفت کیا؟ اسی شبہ کی بنیاد پر ایک پادری صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ اور جو ان باتوں کو دکھایا جاتا ہے کہ جہاں قرآن مجید نے ان کی غلط باتوں کو چھوڑ کر صحیح بات ذکر کی ہے تو کہتے ہیں کہ لو صاحب قرآن کتب سابقہ کا خلاف کر رہا ہے۔

اول شق پر بھی سخت صاف ہیں کیونکہ اب کتب سابقہ بلا تحریف میسر نہیں آتیں۔ ان کے اہل مذہب نے اپنی خود غرضیوں سے بھی ان میں ایسی تحریف و تبدیل کی ہے کہ کچھ کا کچھ کر دکھایا۔ اس بات کو علماء اسلام نے کتب مناظرات میں بڑی خوبی کے ساتھ ثابت کر دیا ہے۔ مگر تاہم ان میں اب بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین متین کی بابت اس قدر بشارتیں پائی جاتی ہیں کہ حتی اور کسی کے لیے نہیں پائی جاتیں۔ اس مقام پر بطور نظیر کے چند بشارات مختصراً نقل کرتا ہوں مفصلاً کتب مناظرات میں ہیں وہاں دیکھو۔

(۱) توریت سفر استثنیٰ کے اٹھارویں باب میں

۱۸ اور میں بھیجوں گا ان کے لیے (بنی اسرائیل کے لیے) ان کے بھائیوں میں سے (بنی اسماعیل میں سے کیونکہ وہ بنی اسرائیل کے بھائی ہیں) (اے موسیٰ) تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ انتہی۔ اس خبر کا مصداق نہ تو حضرت یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ کے جانشین ہیں جیسا کہ علماء یہود کہتے ہیں کیونکہ وہ خود موسیٰ کے تابع تھے کتاب و شریعت جدید ان کے پاس نہ تھی۔ نہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے کیونکہ باعتقاد نصاریٰ حضرت عیسیٰ خدا بھی خدا کے بیٹے بھی خدا کے اقنوم تثلیث تھے اور حضرت موسیٰ انسان تھے خدا اور انسان میں کوئی بھی مماثلت نہیں اور نیز عیسیٰ علیہ السلام بلے باپ کے تھے موسیٰ باپ سے پیدا ہوئے تھے۔ و عیسیٰ کی شریعت کے مانند ہے نہ ان کا طرز نبوت ان کے طرز نبوت سے ملتا ہے۔ موسیٰ کی نبوت حکومت و شوکت کے ساتھ تھی برخلاف عیسیٰ کے۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ اور یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے عہد تک اس بشارت کے بموجب لوگوں کو اس نبی کا انتظار تھا اور یہ نبی موعود ان میں نہایت مشہور تھا۔ چنانچہ انجیل یوحنا کے اول باب میں ہے کہ لوگوں نے یحییٰ سے پوچھا کیا تو ایلیاس ہے کیا تو مسیح ہے یا وہ نبی ہے۔ وہ نبی سے اشارہ ان کا اسی نبی موعود کی طرف تھا جس کو مسیح اور ایلیاس کے غیر سمجھتے تھے۔ رہی یہ بات کہ بعض حواریوں نے یہود کے مقابلہ میں اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ کو قرار دیا ہے جیسا کہ کتاب اعمال سے پایا جاتا ہے تو یہ استدلال ہم پر کوئی حجت نہیں۔ البتہ آں حضرتؐ اور موسیٰ کی مماثلت خوب ٹھیک ہے کہ اس کے مصداق آں حضرتؐ ہیں۔ آں حضرتؐ والدین سے پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے رہا کیا آں حضرتؐ نے عرب کو غیر قوموں کی حکومت سے ایک رہائی دی۔ جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد یوشع ایک غیر شخص ان کا جانشین ہوا اسی طرح حضرتؐ کے بعد ابوبکر صدیق جانشین ہوئے۔ جس طرح موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں سردار ہوتے اسی طرح آں حضرتؐ کے بعد خلفاء ہوئے۔ حضرت موسیٰ کی شریعت میں طہارت نجاست حلت و حرمت قصاص وغیرہ کے متعلق احکام تھے اسی طرح آں حضرتؐ کی شریعت میں بھی ہیں اور بہت سی باتیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا اس لیے آں حضرتؐ کی نبوت کے آں حضرتؐ کے معاصر علماء یہود بھی قائل تھے۔ ان میں سے بہت سے بعض نے دین اسلام قبول نہ کیا بعض نے کیا جن علماء کے مخیریق تھا جو جنگ احد میں شریک تھا اور عبداللہ بن سلام وغیرہ اولم یکن لھم آیۃ ان یعلمہ علمٰؤا بنی اسرائیل۔

(۲) یشعیا نبی علیہ السلام کی کتاب میں جو اب تک اہل کتاب کے نزدیک کلام الٰہی مانی جاتی ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا نہایت صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔ چنانچہ اس کے ساٹھویں باب کے یہ جملے ہیں: اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ہے کہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا اور قومیں تیری روشنی میں اور بادشاہ تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔ یہ حضرت خداوند کی اس پیشین گوئی کے بعد بجز قوم عرب کے اور کسی پر اب تک نہیں ہوا۔ اور اسی طرح خداوند کی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہوا تھا جیسا کہ توریت کے سفر استثنا کے تینتیسویں باب میں ہے جس کے یہ

چکے ہیں :-

"اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔" کوہ سینا سے خدا تعالیٰ کا آنا حضرت موسیٰ پر تجلی فرمانا اور توریت عطا کرنا مراد ہے۔

اب یہ کوہ شعیر اور کوہ فاران سے آنا جو عرب کے پہاڑوں کے نام ہیں اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آنا یہ بجز اس طلوع خداوندی کے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے عرب پر ہوا اور فتح مکہ میں دس ہزار باصفا تھے۔ اور یہاں بھی بدر وغیرہ میں ملائکہ کے لشکر مدد کو آئے اور ملائکہ قدوسی ہیں یہ بات اور کسی پر صادق نہیں آتی۔ اشعیاہ کے کلام میں تصریح ہے کہ اس وقت تمام قوموں پر ظلمت ہوگی اور دیگر قومیں اس بانور جماعت کی روشنی میں آئیں گی اور بادشاہ اس کی تجلی میں آویں گے یہ بات بھی بجز آں حضرتؐ کی بعثت کے اور کسی پر صادق نہیں آسکتی۔ آں حضرتؐ کی بعثت سے پہلے تمام عالم پر تاریکی چھائی ہوئی تھی غیر قومیں آپ کی روشنی میں آئیں شاہان مطیع اسلام ہوئے۔ پھر آگے اور بھی تصریح ہے "کثرت سے اونٹ تجھے چھپالیں گے (یہ شہر یروشلم کی طرف خطاب ہے جس کو حضرت عمرؓ کی خلافت میں اہل اسلام نے اونٹوں پر سوار ہو کر ہر طرف سے محاصرہ کر لیا تھا) مدیان اور عیفہ کے جوان اونٹ وہ جو سب سبا کے ہیں آویں گے ربا سے قبائل یعنی مراد ہیں جو قیدار وغیرہ اس غزوہ میں دعوت بشیرہ شریک تھے۔ وے سونا اور لبان لاویں گے اور خداوند کی تعریف کی بشارتیں سناویں گے۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے اور وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاویں گے۔"

قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے جس کی نسل سے آں حضرتؐ اور بہت سے قبائل عرب ہیں۔ ان سب کا جمع ہونا اور خدا کی منظوری کے لیے مذبح پر چڑھایا جانا یعنی شہید ہونا بتلاتا ہے بجز آں حضرتؐ کے اور کس پر صادق آتا ہے؟ پھر آگے چل کر اس شہر اور ہیکل کا تعمیر کرنا اور بیت المقدس کی خدمت کرتے رہنا مذکور ہے۔ اب وہ کون سی قوم ہے جو طیطس کے ڈھائے ہوئے ہیکل اور یروشلم کی تعمیر کی اور ان کے بادشاہوں نے اس کی خدمت گزاری کی اور وہاں امن قائم کیا؟ یہ بجز اسلامیوں کے اور کس پر صادق آتا ہے حضرت عمرؓ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ پھر بعض شاہان اسلام اس کے اب تک خدمت گزار ہیں وہاں جب سے یہود کو امن ہو گیا۔

پھر ۶۱ باب میں یہ ہے "تب وے پرانے اجاڑ مکانوں کی تعمیر کریں گے" "اور انہیں واقعی صداقت ہوگی" "اور ان کے ساتھ ایک ابدی عہد باندھوں گا اور ان کی نسل قوموں کے درمیان نامور ہوگی اور ان کی اولاد امتوں کے درمیان سب جو انہیں دیکھیں گے اقرار کریں گے کہ یہ وہ نسل ہے جسے خداوند نے مبارک کیا ہے

؎ بجز اس پیشین گوئی کے عرب کے ان پہاڑوں سے خدا کے آنے اور جلوہ گر ہونے کی بجز اس کے کہ آں حضرتؐ کا ظہور مراد لیا جاوے اور کوئی معنی تام نہیں ہو سکتے۔ کوہ شعیر مدینہ سے ملا ہوا پہاڑ ہے اور فاران مکہ کے پہاڑوں کا نام ہے جس کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے ۱۲ منہ

عہدِ ابدی مسلمانوں سے باندھا گیا اب تک یروشلم کے قابض ہیں اور شام کی سرزمین کے بھی۔ پھر ۶۲ باب میں یروشلم کو نئے نام سے نامزد ہونا اور اس کی تعمیر کرنے والی قوم کا اس کو محترم جاننا مذکور ہے۔ آج سے پہلے یروشلم کو محترم جان کر بجز مسلمانوں کے اور کس نے تعمیر کیا ہے؟ اور انہیں کے عہد میں اس کا نیا نام بیت المقدس مشہور ہوا۔ پھر ۶۵ باب میں مسلمانوں کا یروشلم پر قبضہ پانا اور ان کا خدا کے نزدیک مبارک ہونا صراحۃً مذکور ہے کیونکہ اس میں بنی قوم سے ابدی عہد باندھنا مذکور ہے۔ پھر ۶۶ باب میں ان لڑائیوں کا ذکر ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں میں بیت المقدس کی بابت ہوئیں اور انجام کار مسلمانوں کو کامیاب کیا تو فرمایا خداوند کی بات سنو اے تم جو اس کے کلام کے سبب کانپتے ہو یعنی مسلمان جن کی نسبت آیا ہے تقشعر منہ جلود۔ تمہارے بھائی جو تم سے کینہ رکھتے (عیسائی لوگ جو بہ نسبت اور قوموں کے مسلمانوں کے بھائی ہیں کینہ بھی رکھتے تھے) اور میرے نام کے واسطے تمہیں خارج کر دیتے ہیں کہتے ہیں خداوند کی تمجید کی جائے گی (عیسائی مسلمانوں سے دین کی لڑائی سمجھ کر لڑتے تھے کہ یہ برے لوگ خلاف خدا کے کیوں مالک ہو گئے؟ آخر ایک بار غالب آ کر مسلمانوں کو وہاں سے خارج کر دیا ستر برس کے قریب تک مسلمان خارج رہے۔)

پر وہ (اشارہ انصاری) تمہاری خوشی کے لیے دکھائی دے گا اور پشیمان ہوں گے۔ شہر کی طرف سے غوغے کی آواز اور ہیکل کی طرف سے بھی آواز۔ یہ خداوند کی آواز ہے جو اپنے دشمنوں کو بدلہ دیتا ہے (پھر ایک بڑا لشکر کے ساتھ صلاح الدین یوسف شاہ مصر نے بیت المقدس پر چاروں طرف سے حملہ کیا اور ہر طرف سے تکبیروں کے نعرے بلند تھے جس سے خدا کے دشمن مغلوب ہو کر نکلے اور بھاگ گئے شہر فتح ہوا بعض گرفتار کیا گیا بعض دشمن خدا مارے گئے۔)

پھر ۴۲ باب سے اخیر تک اور بھی تصریح ہے اس کے سوا کتاب دانیال اور زبور حضرت داؤد میں اور انجیل میں اور ان کی دیگر کتب مسلمہ میں کہیں بالاجمال کہیں بالتفصیل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت بشارتیں موجود ہیں جن کو غور کر کے بہت سے خدا ترس اہل کتاب حضرت پر ایمان لائے اور لاتے ہیں اور جن کے دلوں پر خدا تعالیٰ نے مہر کر دی ہے وہ کبھی نہیں مانتے سیکڑوں حجتیں پیش کیے جاتے ہیں۔ واللہ الہادی ۱۲ منہ غفر لہ۔

یہ حکم دیا وانذر عشیرتک الاقربین (۱) کہ اپنے قرابت داروں کو ڈرا کہ تمہارے ان برے افعال پر یہ آفت آنے والی ہے۔

امام بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبل صفا پر چڑھ کر پکارنے اور عرب کے قبائل سے شروع کیا اے بنی عدی یہاں تک کہ قریش کے تمام قبائل کا نام لیا اور وہ سب جمع ہوئے اور جو کوئی خود نہ آ سکا تو اس نے اپنے کسی آدمی کو بھیج دیا پس قریش کے لوگ اور ابولہب سب آئے۔ آپ نے فرمایا اگر میں تم کو خبر دوں کہ کسی وادی میں تم پر چھاپہ مارنے کو کوئی

۱؎ قصہ صلاح الدین کے وقت کو کئی سو برس تک فرنگستان کے عیسائی حملہ کر کے مسلمانوں پر آتے رہے ۱۲ منہ

۲؎ اس بیان سے معلوم ہوا کہ عیسائی مذہب والے دشمن خدا کے ہیں ۱۲ منہ

لشکر جمع ہو رہا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ بے شک کس لیے کہ ہم نے بارہا تجربہ کر لیا ہے کہ آپ نے کبھی کوئی بات جھوٹی نہیں کہی۔ تب آپ نے فرمایا میں تمہیں مطلع کرتا ہوں کہ ایک سخت عذاب آنے والا ہے۔ تب ابولہب نے کہا تیرے ہاتھ ٹوٹیں کیا اس لیے ہم کو جمع کیا تھا؟

بخاری نے ابوہریرہ سے اسی امر میں یہ بھی روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اے قریش تم اپنا بندوبست آپ کر لو میں تمہارے اوپر سے خدا کا عذاب دور نہیں کر سکوں گا۔ اے عبد مناف! میں خدا کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں تیرے لیے اللہ کے مقابلے میں کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے صفیہ! (رسول اللہ کی پھوپی) میں تیرے لیے اللہ کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ بنت محمد! تو جو چاہے میرے پاس سے مال مانگ لے لیکن خدا کے مقابلہ میں میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ وا افسوس آج ہم کو خاندانی ہونا ہے اسی کو آخرت کا سرمایہ سمجھے ہیں۔

جس طرح نافرمان اقارب کو ڈر سنانے کا حکم ہوا اسی طرح اس کے مقابلہ میں ایمان داروں کے آگے جھکنے اور تواضع مدارات کرنے کا حکم دیا بقولہ واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین یہ دوسرا حکم تھا۔ ایمان و اطاعت رسول کا مرتبہ کس قدر بلند ہے کہ اپنے رسول پاک کو ان کی تواضع کا حکم دیا۔ اسی لیے ایماندار لوگوں سے نہایت تواضع سے پیش آتے تھے۔

پھر فرماتا ہے اگر وہ رشتہ دار بھی اے نبی آپ کا حکم نہ مانیں تو کہہ دو کہ میں تم سے بری ہوں فان عصوك الخ

اور ان کی اس مخالفت سے کچھ خوف نہ کیجیے بلکہ توکل علی العزیز الرحیم اللہ زبردست مہربان پر توکل کرو۔ وہ زبردست ہے اس کے آگے ان کا زور نہ چلے گا اور مہربان بھی ہے اپنی مہربانی سے ہر وقت محفوظ رکھے گا الذی یراك حین تقوم وتقلبك فی الساجدین وہ اللہ جو آپ کو دیکھتا ہے جب کہ آپ نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور نیز نمازیوں میں آپ کا پھرنا بھی دیکھتا ہے کہ صفیں قائم کرتے ہو۔ تقلب اٹھنا بیٹھنا بھی ہے کہ رکوع کرتے ہو کبھی قیام کبھی سجود سب کو خدا دیکھتا ہے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ حین تقوم سے مراد تنہا نماز کے لیے اٹھنا اور تقلب سے مراد جماعت میں نماز پڑھنا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں ساجدین سے مراد مصلین ہے۔ مجاہد کہتے ہیں تقلبک سے مراد آں حضرتؐ کا نماز میں پیچھے سے نمازیوں کو دیکھنا ہے تقلب بصرک فی المصلین کیونکہ موطا میں امام مالک نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں پیچھے سے بھی دیکھا کرتا ہوں مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع مخفی نہیں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں رافضیوں کا شبہ نقل کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ کے آبا مومنین تھے کیونکہ تقلبك فی الساجدین سے یہ مراد ہے کہ حضرتؐ کی شان کو ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف نقل کیا اس بات کو رد کر دیا ہے مراد یہ ہے کہ آپ کے ان احوال حمیدہ کو وہ دیکھتا ہے کہ تم پر ہر وقت اس کی حفاظت اسی کا سبب ہے۔ یعنی آپ بے فکر رہیں ان لوگوں کی مخالفت جو ہمیشہ سے کرتے چلے آتے ہیں [illegible]

پھر ان کے شبہ کا رد کرتا ہے بقولہ هل انبئکم علی من تنزل الشیاطین کفار کہتے تھے کہ یہ جو

لہ یعنی تب کا لفظ بد دعا کے لیے کہتے ہیں تبت یدا الخ یعنی تو ہلاک ہو جائے۔ اسی لیے قرآن مجید میں ابولہب کو بھی وہی جواب جو اس نے حضرتؐ سے کہا تھا تبت یدا ابی لہب وتب دیا گیا

کہ محمد پر شیاطین نازل ہو کر اس کو قرآن کی تعلیم کرتے ہوں جیسا کہ کاہنوں کو غیب کی باتیں بتایا کرتے ہیں اور شاعروں کو شعر کا مضمون القا کرتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ دونوں میں فرق بتلاتا ہے کہ کاہنوں اور شاعروں کی اور حالت ہے، پیغمبر کی اور۔ پہلے کاہنوں کا حال بیان کیا ہے بقولہ تعالیٰ تنزل علی کل افاک اثیم کہ شیاطین تو بڑے جھوٹے بدکاروں پر نازل ہوا کرتے ہیں اور وہ کاہن ہیں جو یلقون السمع جن پر شیاطین کوئی بات لا ڈالتے ہیں واکثرھم کاذبون اور اکثر جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ سفلی عملیات کے عامل اکثر ناپاک اور گندے رہا کرتے ہیں تاکہ شیاطین ان کے پاس خوشی خوشی آویں۔

اب رہے شاعر ان کا یہ حال ہے والشعراء یتبعھم الغاون ان کے پیچھے تو گمراہوں کی جماعت ہوا کرتی ہے جو کوئی مضمون نظم کرتے گئے وہ اس کو نقل کرتے پھرتے ہیں۔ مگر اس سے مراد وہ شاعر ہیں کہ جو آں حضرت کی ہجو کیا کرتے تھے جیسا کہ ہبیرہ بن وہب و امیہ بن ابی الصلت اور لوگوں کو جمع کر کے سناتے تھے اور وہ لوگوں سے بیان کرتے پھرتے تھے۔

الم تر انھم ان کی گمراہی کی دلیل ہے کہ ہر میدان سخن میں ٹکراتے پھرتے ہیں کیا کیا جھوٹی اور مبالغہ آمیز بندشیں باندھتے ہیں۔

وانھم یقولون منہ سے کہتے ہیں کرتے نہیں، ہجر و وصال معشوق سب زبانی جھگڑے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اشعار اور مضامین قرآن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات مگر جو ان میں متدین اور ایماندار ہیں وذکروا اللہ کثیرا اور اللہ کو اپنے اشعار میں بضرورت یاد کرتے ہیں۔

وانتصروا من بعد ما ظلموا اور جو کسی کی ہجو بھی کرتے ہیں تو ان پر ظلم ہو چکنے کے بعد کرتے ہیں اور ایسے نہیں ان جملوں میں حسان بن ثابتؓ کی طرف اشارہ ہے کہ کفار کی ہجو جب کی کہ وہ پہلے آں حضرتؐ اور مومنین کی ہجو کر چکے تھے۔ مگر یہ بھی ہجو۔

خلاصہ یہ کہ جو شعر بُرا وہ بُرا ہے۔ اور اچھا مضمون ہے خدا و رسول کی مدح میں قوم و ملک کی اصلاح میں تو اچھا ہے۔

وسیعلم الذین ظلموا ظالموں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ مر کر کہاں جاتے ہیں اور کس کروٹ پر پڑتے ہیں۔

سورۂ نمل

مکیہ ہے اس کی ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
طٰسٓ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَ
یہ آیتیں ہیں قرآن اور
کِتَابٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱﴾ ہُدًی وَّ بُشۡرٰی
کھلی کتاب کی جو ایمان والوں کے لیے ہدایت
لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ
اور بشارت بھی ہے اور ان کے لیے جو نماز ادا
الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ
کرتے اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور
ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾
وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

البتہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ

ہم نے ان کے اعمال ان کے لیے بھلے کر دکھائے پس وہ

يَعْمَهُونَ ﴿٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

سرگرداں پھر رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو

لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي

برا عذاب ہونا ہے اور وہ

الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٥﴾

آخرت میں بڑے ہی خسارے میں ہوں گے

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ

اور البتہ آپ کو قرآن ملتا ہے ف۱ اور حکیم کی طرف

حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿٦﴾

سے دانا ہے نے

ترکیب

وکتاب معطوف ہے قرآن مجرور مضاف الیہ پر ھدی وبشریٰ دونوں حال ہیں آیت یا کتاب سے اور مبتدأ محذوف کی خبر بھی ہو سکتے ہیں الذین یقیمون صفت ہے المؤمنین کی وھم بالآخرۃ ہم تتمہ صلہ کا ہے تو حال یا عطف کے لیے اور عطف کی صورت میں جملہ فعلیہ سے اسمیہ کی طرف تغیر کرنا ان کے ثبات اور ایمان پر استمرار ثابت کرنے کے لیے ہے۔

تفسیر

یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے اس میں بھی توحید اور اثبات نبوت کے مباحث اور چند انبیاء علیہم السلام کے تذکرے ہیں اور ان پر جو کچھ انعامات ہوئے ہیں وہ بھی بیان ہوئے ہیں جو ان کی خداپرستی کا نتیجہ تھا۔

فرماتا ہے طٰسٓ ان دو حرفوں سے کسی خاص بات کی طرف اشارہ ہے جس کو وہی خوب جانتا ہے۔ تلک یہ یعنی یہ آیتیں جو اس سورت میں ہیں قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں کسی شاعر کا کلام نہیں۔ کتاب مبین سے مراد بھی قرآن ہے مگر کتاب مبین کہنے سے یہ بات تسلی مقصود ہے کہ قرآن مجید میں کوئی بات بعید از عقل نہیں سب باتیں اس کی صاف اور ظاہر ہیں جن کو ہر ایک صاحب عقل سلیم تسلیم کر کے ذرا بھی تردد نہیں کر سکتا مگر وہی کہ جس کے دل کی آنکھیں روشن ہیں ورنہ جیتے کے اندھوں اور جنم کے کور باطنوں کی طبیعتوں کو اس میں ہزارہا قیل وقال ہیں اس لیے فرماتا ہے ھدی وبشریٰ للمؤمنین کہ یہ قرآن ہدایت ہے سب کے لیے مگر نفع اس سے وہی اٹھاتے ہیں جن میں راستی کا مادہ رکھا ہوا ہے اس لیے بشریٰ کو مؤمنین کے ساتھ مخصوص کیا۔ پھر آگے یہ بھی کھول دیا کہ زبان سے مومن کہنا کافی نہیں جب تک کہ اس میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں۔

(۱) الذین یقیمون الصلوٰۃ کہ وہ جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی اہتمام سے اور اس کی ساری شرطوں اور قاعدوں سے نماز ادا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو نماز ادا نہ کرے وہ پورا اور کامل مومن نہیں۔ حیف ہے ان لوگوں پر

ف۱ یعنی اے نبی! یہ قرآن حکیم و علیم کا دیا ہوا ہے تو یہ احکام اور اگلے انبیاء کے صحیح صحیح حالات جن کو کسی کو معلوم ہوتے نہ آپ کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے نہ آپ نے فلسفہ و حکمت پڑھی ہے ۱۲ منہ

جو خدا پرستی اور دین کی حمایت کا تو دعویٰ کرتے ہیں مگر نماز سے بے فکر ہیں۔

(۲) ویؤتون الزکوٰۃ اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ شرع میں مال میں سے چالیسواں حصہ خدا کے نام دینا اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیرات کو بھی زکوٰۃ کہتے ہیں۔ مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کو شامل کر لیا مگر سب کے ساتھ ایک بڑی قید بھی ہے۔ وہ کیا؟ وهم بالآخرة هم یوقنون کہ وہ آخرت پر یقین بھی رکھتے ہوں۔ اس میں ایمان یعنی جملہ اعتقادیات کی طرف ایک اہم جز کے ذکر کرنے سے اشارہ کر دیا۔ کیوں کہ عرب کے لوگ برائے نام خدائے تعالیٰ کے اور کچھ صفات باری تعالیٰ کے معتقد تھے مگر آخرت کے بالکل منکر تھے اور نہ صرف وہ بلکہ اس عہد میں باستثنا بعض سب مذاہب آخرت کے منکر تھے۔ اس لیے اس کی تصریح کی تاکہ قوت عملیہ اور نظریہ کی تکمیل ہو جائے۔

اس کے بعد ان الذین لا یؤمنون بالآخرۃ الخ میں آخرت کے منکروں کا نتیجہ بھی بیان فرما دیا کہ لهم سوء العذاب وهم فی الآخرة هم الاخسرون کہ ان کو بہت ہی برا عذاب ہے اور آخرت میں وہی زیادہ نقصان اٹھائیں گے کیوں کہ جب اس کے منکر ہیں تو اس دن کے لیے کوئی توشہ کیوں جمع کرنے لگے؟ یہی خسارہ ہے اور آخرت کے انکار کی وجہ بھی بیان کر دی کہ زینا لهم اعمالهم فهم یعمهون کہ وہ کام جو لذات و شہوات و فراہمی مال و زر اور دنیا کے استحکام کے لیے کرتے ہیں وہ ان کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ قضا و قدر نے ان کی نظروں میں زیبا کر دیے ہیں۔ اس لیے حیران و سرگرداں ہیں۔ آخرت اور مرنے کا تصور بھی برا لگتا ہے۔ جو دنیا میں اس طرح غرق ہو گویا آخرت کا منکر ہے۔

یہاں تک قرآن کا حسن بیان ثابت کر کے یعنی دعوے کی دلیل پیش فرما کر پھر اس دعوے کو بطور نتیجہ کے پیش کیا (۴) وانک لتلقی القرآن من لدن حکیم علیم یعنی اسے نبی تم قرآن کو حکیم و علیم کی طرف سے پا رہے ہو سو وہ حکیم و علیم جس کی کوئی بات حکمت و علم سے خالی نہیں۔ قرآن وحی وقتاً فوقتاً تم پر نازل کر رہا ہے اس لیے اس جملہ کو اِنّ اور لام تاکید سے صادر کیا اور نیز یہ جملہ آگے بیان کے لیے تمہید بھی ہے۔ اس کی حکمت کا ثبوت احکام سے جن میں تکمیل قوت نظریہ و عملیہ (جس کو ہندی میں گیان و کرم کہتے ہیں) جس پر نجات و مکتی کا مدار ہے جس میں کوئی بات نہیں چھوڑی گئی ثابت ہے اور علم کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کے گزشتہ واقعات سے جو آگے بیان ہوتے ہیں اچھی طرح ہو جائے گا۔ کس خوبی کے ساتھ توحید کے مسئلہ کو نبوت کے مسئلہ سے اور نبوت کے مسئلہ کو معاد کے مسئلہ سے اور پھر ان سب سے احکام کی پابندی نیک روی کو ثابت کیا ہے اور خلاف ورزی اور شہوات و لذات کی پیروی کے قصص انبیاء سے کیا برے نتائج دکھاتے ہیں۔ یہ ہے وہ قرآن کا اعجاز جس کا معارضہ ناممکن ہے۔ نہ صرف فقط فصیح عبارت۔ اب قصص انبیاء علیہم السلام شروع ہوتے ہیں فقال:-

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ

(یاد کرو) جب کہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے ایک آگ

نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ

دیکھی ہے ابھی تمہارے پاس اس کی خبر لاتا ہوں یا کوئی

بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷

انگارا سلگا کر لاتا ہوں تاکہ تم تاپو

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ

پھر جب موسیٰ اس کے پاس آئے تو آواز آئی کہ جو آگ میں ہے

مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ

اور جو اس کے پاس ہے وہ بابرکت ہے اور

سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸
پاک ہے اللہ جو تمام جہان کا رب ہے
يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ
اے موسیٰ میں ہوں اللہ زبردست (اور) حکمت
الْحَكِيْمُ ۝۹ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا
والا اور اپنی لاٹھی ڈال دو پھر جب
رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى ع
اس کو دیکھا کہ ہلتی ہے گویا وہ سانپ ہے تو موسیٰ پیٹھ پھیر کر
مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى
لوٹے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اے موسیٰ
لَا تَخَفْ ۣ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ
تم مت ڈرو کیونکہ میرے حضور میں رسول نہیں
الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ
ڈرا کرتے مگر جس نے ظلم کیا ہو پھر
بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْۗءٍ فَاِنِّىْ
برائی کے بعد اس نے اس کو نیکی سے بدل دیا ہو تو میں
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱ وَاَدْخِلْ يَدَكَ
بخشنے والا رحیم ہوں اور اپنا ہاتھ
فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ
گریبان میں ڈالو پھر نکالو تو وہ سفید نکلے گا بے
سُوْۗءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ
عیب یہ ایک نشانی ہے ان نو نشانیوں میں جو فرعون کی طرف
وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۱۲
اور اس کی قوم کی طرف ہیں بیشک وہ ایک بدکار قوم ہے
فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا
پھر جب ان کے پاس ہماری نشانیاں روشن آئیں تو کہنے لگے

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳ وَجَحَدُوْا
یہ تو صاف جادو ہے اور ان نشانیوں کا
بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا
ظلم و تکبر سے انکار کر دیا حالانکہ دل میں مان
وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
چکے تھے پھر دیکھو مفسدوں کا کیا
عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۴
انجام ہوا

ترکیب

اذ کا عامل اذکر محذوف اور قم سے بھی متعلق ہو سکتا ہے نودی کا مفعول ما لم یسم فاعلہ یا تو ضمیر جو موسیٰ کی طرف راجع ہے یا ان ہی ملک علی الاول ان بمعنی ای تفسیر کے لیے یعنی مرفوع ہے جو ملک سے آگے ضمیر شان انا مبتدا اللہ خبر تھتز حال ہے راٰھا کے مفعول سے کانھا حال ہے ضمیر تھتز سے الا من ظلم استثنا منقطع موضع نصب میں یا متصل موضع رفع میں جو فاعل سے بدل ہو کر بیضاء من غیر سوء تینوں حال ہیں الیٰ محذوف سے متعلق تقدیرہ مرسلا الی فرعون۔ مبصرۃ حال ہے۔ مبصرۃ بھی پڑھا ہے تب یہ مفعول لہ ہے ظلما و علوا حال ہیں ضمیر جحدوا سے مفعول لہ بھی ہو سکتے ہیں۔

تفسیر

اذ قال موسیٰ الخ حضرت موسیٰ کا وہاں سے قصہ ہے کہ جب وہ اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر میں سے دس برس کے بعد اپنی بیوی کو لے کر مصر میں جا رہے تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ رات کو رستہ میں وہ راستے

جنگل کی چمک نظر آئی بیوی سے کہا تم ٹھیرو میں جا کر دیکھ آؤں
تاپنے کے لیے آگ لاتا ہوں اور نیز وہاں جو کوئی ہو گا اس سے
رستہ کی خبر پوچھوں گا کیونکہ رستہ بھی بھول گئے تھے
پھر جب وہاں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سبز درخت
آگ کا شعلہ ہو رہا ہے یعنی منور ہے۔ وہ تجلی حق کی۔ وہ تجلی
تھی جس کو بظاہر خیال کے لوگ آگ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک
مادہ سے جدا ہے کہ چمکتا ہوا نظر آیا کیونکہ ہے وہ گھاس میں
بھی ہوتا ہے جانوروں میں بھی ہوتا ہے۔ کرم شب تاب
جس کو جگنو یا پٹ بیجنا کہتے ہیں اسی مادہ سے چمکتا ہے۔
سمندر میں بھی رات کو آگ کی چنگاریاں نظر آیا کرتی ہیں
پس کیا ضرور ہے کہ ہر جگہ وہی مادہ ہو یہاں تو جب تجلی اس کے
تجلی حق کی روشنی کیا محال بات ہے؟ الغرض اس کو
دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ تب وہاں سے آواز آئی کہ
برکت دیا گیا جو اس آگ میں ہے یعنی فرشتے اور جو اس
کے ارد گرد ہیں وہ بھی فرشتے یا برکت دی گئی اس کو یہ نور ہے
اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا سبحٰن اللّٰہ رب العٰلمین
کہ اللہ جو رب العالمین ہے جس کے تربیت یافتوں میں
سے یہ فلاں فلاں بھی ہیں۔ وہ آگ میں نظر آنے سے پاک
ہے یعنی اس آگ یا روشنی کو اور اس کے آس پاس والوں کو
اللہ نہ سمجھ لینا بلکہ یہ مقام اللہ کی تجلی گاہ ہے اور یہ ملائک
اس کے جلوہ میں ہیں خدا نہیں

یٰموسٰی انہ انا اللّٰہ کہ خدا میں ہوں جو کہ
زبردست حکمت والا ہوں۔ پھر موسیٰ سے خدا نے کلام کیا
کلام شروع ہوا یہ آواز کچھ معمولی آواز نہ تھی جس کے لیے
حروف اور جہت ضرور پڑتے بلکہ یہ ایک روحانی
آواز تھی جس کی حقیقت ہم نہیں جان سکتے اور وہ تو اس کی
ذات پاک سے لائق ہے واللہ اعلم۔

پھر خدا نے فرمایا اپنا عصا زمین پر ڈال دو موسیٰ نے
ڈال دیا تو وہ سانپ بن کر لہرانے لگا۔ موسیٰ ڈر کر بھاگے۔

فرمایا ڈرو مت میرے حضور میں انبیاء ڈرا نہیں کرتے۔
موسیٰ علیہ السلام کے دل میں جو ان کے ہاتھ سے قبطی کے
مارے جانے سے کھٹکا تھا تو اس کی صفائی کے لیے
یہ بھی اطمینان دلایا کہ الا من ظلم ... یعنی جو کوئی گناہ
کے بعد نیکوکاری کرتا ہے میں اس کے لیے غفور رحیم
بھی ہوں۔ یہ ایک معجزہ دیا۔ دوسرے کے لیے فرمایا و
ادخل یدک کہ اپنی بغل میں ہاتھ دبا کر باہر نکالو وہ بغیر اس
کہ اس میں کوئی برص کی سفیدی پیدا ہو چمکتا ہوا نکلے گا
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر فرمایا کہ من جملہ نو نشانیوں یعنی معجزات کے
یہ دو نشانیاں ہیں ان کو لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف
جاؤ وہ بدکردار لوگ ہیں۔ سو جب حضرت موسیٰ ان کے پاس گئے
معجزات دکھائے وہ دل میں تو قائل ہو گئے مگر اپنی سرکشی
اور غرور سے انکار کیا۔ پھر دیکھو ان کا کیا انجام ہوا غرق ہوئے
قصہ کو یہاں مختصر کر دیا۔ یہاں اسی قدر کافی تھا۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا
اور البتہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا تھا
وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا
اور ان دونوں نے کہا کہ سب تعریف اسی اللہ کو ہے جس نے ہم کو
عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾
اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا کی
وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰاَیُّهَا
اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور کہنے لگے کہ
النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا
لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے اور ہم کو دیا گیا
مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ
ہر قسم کا سامان بلاشبہ یہ اس کا صریح فضل

الْمُبِينُ ﴿١٦﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ

ہے ۔ اور سلیمان کے لیے اس کا لشکر جمع ہوا کہ

مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ

یعنی جنوں کا بھی اور آدمیوں اور پرندوں کا پھر صف بستہ

يُوزَعُونَ ﴿١٧﴾ حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ

روکے جاتے تھے یہاں تک کہ جب لشکر چیونٹیوں کے جنگل

وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ

میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو!

ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ

اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ تم کو

سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا

سلیمان اور اس کا لشکر پیس ڈالے اور ان کو

يَشْعُرُونَ ﴿١٨﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا

خبر بھی نہ ہو پھر سلیمان چیونٹی کی بات سے

مِّن قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي

مسکرا کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے رب مجھے توفیق دے کہ

أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ

میں تیری ان نعمتوں کا شکر کیا کروں کہ جو تو نے مجھے اور

عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ

میرے باپ کو عطا کی ہیں اور ایسا اچھا کام

صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ

کروں کہ جس کو تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھ کو

فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴿١٩﴾

اپنے نیک بندوں میں داخل کر دے ۔

ترکیب

ضاحکا حال مؤکدۃ وقیل مقدرۃ لان التبسم ابتداء الضحک وقیل ضحکا علی انہ مصدر والعامل فیہ تبسم لانہ بمعنی ضحک حشر فعل مجہول لسلیمن متعلق فاعلہ جنودہ۔

تفسیر

یہ دوسرا قصہ حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کا ہے جو اس تفصیل سے یہود و نصاریٰ کو بھی معلوم نہ تھا اس حکیم و علیم نے حضرت کو بتلایا ہے۔ فرماتا ہے ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا۔ ان کا علم اور وہ فضل مشہور و ضرب المثل ہے جس کے شکریہ میں وہ الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المؤمنین کہتے تھے۔ یہ مجمل تھا، پھر اس علم کی آگے تفصیل فرماتا ہے بقولہ وورث سلیمان داؤد اس وراثت میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ کوئی علم و فضل و نبوت کی وراثت کہتا ہے۔ یہ چیزیں وراثۃً نہیں آتیں محض غیب سے عطا ہوا کرتی ہیں۔ پھر سلیمان کے وارث ہونے کے یہ معنی کہ جو کمالات ان کے باپ کو عطا ہوئے تھے وہی اس فرزند رشید کو بھی۔ یعنی سلیمان کے کمالات نئے نہیں کہ انہیں کو عطا ہوئے ہوں بلکہ خاندانی ہیں۔ خاندانی اہل کمال کی نسبت ان کے کمالات کا اپنے بزرگوں سے ورثہ پانا محاورہ میں آتا ہے اور یہی قول جمہور کا پسند ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ملک و سلطنت کا ورثہ ہے وفیہ ما فیہ وقال ابن سلیمان، یہ اس علم اور ورثہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے کہ سلیمان نے کہا کہ ہم کو جانوروں کی بولی بھی خدا تعالیٰ نے سکھائی اور ہم کو ہر ایک قسم عطا کی ہے پھر ہر ایک نعمت کے مجموعہ میں سے بعض بعض خاص نعمتوں کا خدا تعالیٰ ذکر کرتا ہے۔

(۱) وحشر لسلیمان ذکر سلیمان کے پاس تین قسم کا لشکر جمع تھا۔ جنوں کا، آدمیوں کا، پرندوں کا

جو تخت سلیمان کے اوپر سایہ کرتے تھے۔ یہ کبوتر وغیرہ ہوں گے جو خطوط اور فرامین پہنچانے کا کام دیتے ہوں گے جیسا کہ آگے ہدہد کا ذکر ہوتا ہے کہ وہ حضرت سلیمان کا خط لے کر بلقیس شاہزادی کے پاس گیا تھا۔

(۳) حتی اذا اتوا ایک بار سلیمان کا لشکر کسی ایسے مقام سے گزرا کہ جہاں چیونٹیوں کے بلے تھے اور وہ زمین پر چل رہی تھیں ان میں سے ایک چیونٹی نے کہا کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں بے خبری میں ان کی روندن میں نہ آجاؤ۔ یہ بات حضرت سلیمان کو معلوم ہو گئی۔ کیونکہ خدا نے ان کو بہت سے علوم عطا کیے تھے۔ اس پر آپ ہنسے اس لیے کہ چیونٹی سلیمان کو بے خبری کا الزام لگاتی ہے۔ دوم اس لیے کہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت کو کیا کیا علم دیے گئے ہیں۔ سوم خدا تعالیٰ کی عنایت اور رحمت پر خیال کرکے کہ اس نے مجھے ایسا بلند مرتبہ کیا۔ اس لیے اس کے بعد سلیمان نے خدا سے دعا کی کہ مجھے شکرگزاری کی توفیق دے اور اس جاہ و حشم پر مغرور و متکبر نہ کیجیو بلکہ اس بلند اقبالی پر اچھے کام کیا کروں اور جماعت صالحین سے باہر نہ ہوں۔ یہ قصہ گو بائبل میں نہیں مگر اس کی تصدیق کرنے والی باتیں اول کتاب السلاطین کی چوتھے باب میں بہت کچھ ہیں جن میں سے بعض جملے یہ ہیں۔ ۲۹ اور خدا نے سلیمان کو دانش اور خردمندی بہت ہی دی تھی اور دل کی وسعت بھی عنایت کی ایسی جیسے سمندر کے کنارے کی ریت۔ (۳۰) اور سلیمان کی دانش اہل مشرق اور اہل مصر کی دانش سے کہیں زیادہ تھی تو اور اس نے درختوں کی کیفیت بیان کی سرو کے درخت سے لے کر جو لبنان میں تھا اس زوفے تک جو دیواروں پر اگتا ہے اور چارپایوں اور پرندوں اور رینگنے والوں اور مچھلیوں کا حال بیان کیا۔

منطق الطیر۔ بیضاوی کہتے ہیں نطق کے معنے عرف میں ان الفاظ کا استعمال کرنا جو دل کی بات کو ظاہر کریں خواہ وہ مفرد ہوں خواہ مرکب اور نطق کا مجازاً اطلاق کبھی اس حالت پر بھی ہوتا ہے کہ جس سے کوئی بات ظاہر کی جاوے۔ حیوانات کا نطق اسی طرح کا ہے کہ ان کی آوازیں ان کے تخیلات کے تابع ہیں جو اغراض و عبارات کے ہوتی ہیں اور شاید سلیمان علیہ السلام قوت قدسیہ سے ہر حیوان کا وہ خیال دریافت کرلیتے تھے کہ جس خیال سے اس نے وہ آواز نکالی ہے۔ انتہی ملخصاً۔ اب بیگانہ خیال کی بھی کوئی توجیہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ بات ان کے نزدیک ناممکن نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت کو چیونٹی کا خیال معلوم ہو گیا ہوگا، جو وہ اپنی جماعت کے آگے ظاہر کر رہی تھی۔ خدا نے حیوانات کو بھی علم اور ادراک دیا ہے ان کے باہم ہم کلامی اور اطلاع دینے کے ذرائع بھی رکھے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہم نہیں جانتے۔ اس تقدیر پر کیا ضرورت ہے کہ نمل کسی قبیلے کا نام رکھا جائے اور وادی سے قوم عمالقہ مراد لی جائے۔ ایسی توجیہیں دور از کار ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى

اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہا کیا باعث ہے جو میں

الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ

ہدہد کو نہیں دیکھتا ہوں — کیا — وہ — غیر حاضر

الْغَائِبِينَ ⑳ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا

ہے؟ — (۱) البتہ میں اس کو سخت سزا دوں گا

ف جیسا کہ چیونٹی الجیر وغیرہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي

دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس کوئی کھلی سند

بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ۝٢١ فَمَكَثَ غَيْرَ

لائے پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ آیا

بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ

اور کہا کہ مجھے وہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو حضور کو معلوم نہیں

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ۝٢٢

اور میں سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں (یعنی یہ کہ)

إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ

ایک عورت کو دیکھا کہ ان پر حکومت کر رہی ہے

وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا

اور اس کو ہر قسم کا سامان بھی دیا گیا ہے اور اس کا

عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝٢٣ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا

ایک بڑا تخت بھی ہے میں نے اس کو اور اس کی قوم کو

يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اللہ کے سوا آفتاب کو سجدہ کرتے ہوئے پایا

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ

اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے آراستہ کر دکھایا ہے

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا

اور ان کو راستہ سے روک دیا ہے پھر ان کو

يَهْتَدُونَ ۝٢٤ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ ع ۲

کچھ نہیں سوجھتا کہ اللہ کو کیوں نہیں سجدہ کرتے

الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ

کہ جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو

وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا

نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ

تُعْلِنُونَ ۝٢٥ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے اللہ کہ جس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝٢٦ قَالَ

وہ بڑے تخت کا مالک ہے (سلیمان نے) کہا

سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ

ہم ابھی دیکھتے ہیں تو نے سچ کہا ہے یا تو

مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝٢٧ اذْهَبْ

جھوٹوں میں سے ہے جا

بِكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ

میرا یہ خط لے جا کر ان کے پاس ڈال دے پھر

تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ۝٢٨

ان سے الگ ہٹ جا پھر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں (چنانچہ) اس کو

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ

پڑھ کر بلقیس نے کہا اے دربار والو میری طرف ایک

كِتَابٌ كَرِيمٌ ۝٢٩ إِنَّهُ مِنْ

عزت والا خط ڈالا گیا ہے اور وہ سلیمان کی

سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ

طرف سے ہے اور وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن

الرَّحِيمِ ۝٣٠ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَ

الرحیم میرے سامنے تکبر نہ کرو اور

أْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝٣١

میرے پاس مطیع ہو کر چلی آؤ

ترکیب

عذابا شدیدا لہ مکانا غیر بعید او وقتا غیر بعید او مکثا
الا یسجدوا والا یسجدوا قرۃ و موضع الکلام نصب

بہ لاس اعالمو والتحقیق وفعل حرف التنبیہ علی الفعل من غیر تقدیر حرف۔ الخبأ مصدر بمعنی المخبأ من المطر والنبات انہ من سلیمان بالکسر علی الاستیناف و بالفتح بدلا من کتاب او مرفوع بحرہم الا تعلوا موضعہ رفع بدلا من کتاب۔

تفسیر

(۳) وتفقد الطیر کہ پرندوں کی حاضری لی تو ان میں ہدہد کو نہ پایا فرمایا کہ اس کو سزا دوں گا ورنہ کوئی عذر معقول بیان کرے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہدہد بھی آ حاضر ہوا اور اس نے سبا کی شہزادی بلقیس کا حال بیان کیا کہ اس کو سب سامان و سامان سلطنت حاصل ہیں اور ایک بڑا عمدہ تخت بھی ہے کہ جس پر وہ جلوس کرتی ہے مگر یہ لوگ آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ لوگ آفتاب پرست تھے یا تو صابی ہوں گے یا کوئی اور مذہب مروج ہوگا جو شیطانی مذہب تھا اور اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ آسمانوں کی چھپی ہوئی ستارے آفتاب ماہتاب چھپ جاتے ہیں پھر ان کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے پھر ان کو کیا سجدہ کرنا چاہیے ؟ اور زمین کی چھپی

ہوئی چیزیں طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اور اناج وغیرہ اس میں ہدہد نے اپنی خوش نفسی بھی ظاہر کر دی۔ اور وہ اللہ جو دلوں کی مخفی اور ظاہر باتوں کو جانتا ہے' وہ اللہ جو بڑے تخت کا مالک ہے یعنی اس کے تخت کے آگے ان کے تخت کی کیا حقیقت ہے ؟۔ یہاں تک ہدہد کی گفتگو تھی جو تمام ہوئی۔

اب سلیمان علیہ السلام اس کے جواب میں فرماتے ہیں سننظر اصدقت کہ ہم دیکھتے ہیں تو جھوٹا ہے کہ سچا ہے ؟ جا تو میرا یہ نامہ لیجا اور جاکر ان پر سے ڈال دینا۔ پھر چھپ کر دیکھنا کہ وہ آپس میں کیا کہتے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام نے نامہ لکھا جس کا یہ عنوان تھا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الا تعلوا علیّ واتونی مسلمین۔ اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ اس کے بعد واضح ہو کہ تم میرے پاس مطیع ہو کر حاضر ہو جاؤ اور تکبر نہ کرو۔ اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ سلیمان نے جیسے ہی لکھا ہو بلکہ ممکن ہے کچھ اور ہو جس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا۔ لیکن سرنامہ پر بسم اللہ لکھی تھی۔ یہ نامہ عبرانی زبان میں تھا ہدہد نامہ لے کر گیا اور ان پر جاکر ڈال دیا۔ یعنی بلقیس کے تخت پر۔ اس نے پڑھا اور اپنے ارکان دولت سے ذکر کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے ؟ سلیمان کے

نے سبا بن یشجب کو بنیاد ڈالی وہ یعرب کا اور وہ قحطان کا جو تمام قبائل یمن کا باپ تھا۔ پھر سبا کی بہت سی اولاد تھی پھر یمن کے نام سے [illegible] میں ایک شہر سبا بسا۔ جو صنعاء سے تین دن کے فاصلہ پر ہے سبا سے مراد اگر قبیلہ ہے تو غیر منصرف ہے ورنہ منصرف [illegible] بلقیس [illegible] کی بیٹی وہ شرحبیل کا بیٹا وہ ذی [illegible] کا وہ [illegible] کا وہ ذی المنار کا جس کو ابرہہ بھی کہتے تھے وہ [illegible] ذوالقرنین کہتے تھے وہ [illegible] کو [illegible] کہتے تھے۔ کئی پشت آگے چل کر اس کا نسب [illegible] سے ملتا ہے [illegible] کا بیٹا تھا [illegible] سبا نے [illegible] کی زمین پر ایک [illegible] بند بنوا کر [illegible] پانی جمع کیا تھا جس سے چھوٹی چھوٹی نہروں کے ذریعے ملک میں بڑی سرسبزی تھی۔ آخر لوگوں کی ناشکری سے وہ بند ٹوٹ کر ملک برباد ہوا جیسا کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے [illegible] سبا کی نسل میں تھی۔ بلقیس [illegible] کے تخت پر بیٹھی تھی۔ اس قوم [illegible] سلطنت ہو چکی ہے ان کے آثار اب تک ملک یمن میں پائے جاتے ہیں۔ [illegible] ابو علی [illegible] سعید [illegible]

پاس میں جاؤں یا نہ جاؤں ؟

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ

کہنے لگی اے دربار والو! مشورہ دو مجھ کو میرے کام میں

اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا

میں نہیں کرتی کوئی بات تمہارے حاضر ہونے بغیر

حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ

وہ بولے ہم لوگ

اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ

زور آور اور سخت لڑائی والے ہیں

وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا

اور کام تیرے اختیار ہے سو تو دیکھ لے جو حکم کرے

تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ

بولی بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں

اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ

اس کو خراب کر دیتے ہیں اور

جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ

وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں اور

كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَاِنِّيْ

یہی کچھ کریں گے اور میں بھیجتی ہوں

مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ

ان کے پاس کچھ تحفہ پھر دیکھتی ہوں

بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا

کہ کیا جواب لے کر آتے ہیں بھیجے ہوئے پھر جب

جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ

پہنچا سلیمان کے پاس بولا کیا تم میری مدد کرتے ہو مال سے

فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ

سو جو اللہ نے مجھ کو دیا ہے بہتر ہے اس سے جو تم کو دیا ہے

بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾

بلکہ تم ہی اپنے تحفہ سے خوش رہو

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ

پھر جا ان کے پاس اب ہم پہنچتے ہیں ان پر ساتھ فوجوں کے

لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ

جن کا مقابلہ نہ ہو سکے ان سے اور نکال دیں گے ان کو وہاں سے

اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ قَالَ

بے عزت کر کے اور وہ خوار ہوں گے بولا (سلیمان)

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ

اے دربار والو! تم میں کوئی ہے کہ لے آئے میرے پاس

بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ

اس کا تخت پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس

مُسْلِمِيْنَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ

حکم بردار ہو کر بولا ایک دیو

الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ

جنوں میں سے میں لائے دیتا ہوں اس کو تیرے پاس پہلے اس سے کہ تو اٹھے

مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ

اپنی جگہ سے اور میں اس پر زور آور ہوں

اَمِيْنٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ

امانت دار بولا وہ شخص کہ جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا

ف عفریت ... قال عفریت و عفریۃ هم القوی الشدید او خبیث مارد۔

مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ

علم تھا | میں لا دیتا ہوں اس کو حضور کے | آنکھ

اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهُ

جھپکنے سے پہلے | تو | حاضر کر دیا ہوا | پھر جب اس

مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ

تخت کو سلیمان نے اپنے پاس رکھا ہوا دیکھ لیا تو کہا | یہ | میرے رب

فَضْلِ رَبِّيْ ۣ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ

کی عنایت سے ہے | تاکہ مجھے آزما دے کہ میں شکر کرتا ہوں

اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ

یا ناشکری | اور جو کوئی شکر کرتا ہے | تو | اپنے

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ

بھلے کو | اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے | تو | میرا رب بھی

غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝۴۰

بے پروا | عزت والا ہے

تفسیر

انہوں نے کہا ہم بڑے قوی اور بڑے لڑنے والے لوگ ہیں سلیمان سے کچھ خوف نہیں مگر تاہم جو آپ کی رائے ہو وہی ٹھیک۔ بلقیس بڑی عقل مند عورت تھی، سمجھ گئی کہ لڑائی کا انجام بڑا ہے اگر غالب آگیا تو شہر الٹ پلٹ دے گا عزت داروں کو ذلیل کر دے گا اور بادشاہوں کی یہی دستور ہے صلح کر لینی بہتر ہے۔ اول مرتبہ اس کے پاس جانا تو مصلحت نہیں تحفہ تحائف دے کر ایلچیوں کو بھیجنا چاہیے اس سے سلیمان کی پوری کیفیت معلوم ہو جاوے گی۔ یہ بات سب کو پسند آئی۔ بڑے بڑے بیش قیمت ہدیے دے کر ایلچیوں کو بھیجا کہ سلیمان اس مال کو دیکھ کر نرم ہو جاویں مگر سلیمان علیہ السلام کو مقصود اس بت پرست بادشاہ زادی کو اسلام میں لانا اور برائی سے بچانا تھا اس لیے ان تحفوں کو کچھ بھی خاطر میں نہ لا کر یہ فرمایا کہ اللہ کا دیا میرے پاس بہت کچھ ہے۔ ایسے ہدیوں سے تمہیں خوش ہو۔ جاؤ جا کر کہہ دو کہ حاضر ہوں ورنہ میں ایسا بھاری لشکر بھیجتا ہوں کہ جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا اور میں ان کو وہاں سے ذلیل و خوار کر کے نکال دوں گا۔

ایلچی تو ادھر روانہ ہوئے ادھر حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے کہا کہ کوئی ہے کہ اس کے آنے سے پیشتر میرے پاس اس کا تخت اٹھا لائے؟ ایک بڑے قوی جن نے کہا میں اس کو حضور کے پاس آپ کے دربار کے برخاست ہونے سے پہلے لے آتا ہوں۔ میں قوی بھی ہوں امانت دار بھی ہوں اس میں کچھ خیانت نہ کروں گا۔ مگر اس شخص نے کہ جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا، اسم اعظم جانتا تھا یہ کہا کہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لا کر سلیمان کے سامنے اس کو کھڑا کر دیا۔ سلیمان نے اس پر خدا کی عنایت کا بڑا شکر ادا کیا۔ ومن شکر فانما الخ بھی کہہ دیا کہ جو کوئی خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے تو اپنے لیے یعنی شکر کا اس کا کچھ فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ بندے کو پہنچتا ہے کہ وہ اور بھی نعمتیں اس کو عطا کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو اللہ کو کچھ بھی پروا نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو دولت و حکومت کا کچھ بھی نشہ نہیں چڑھتا۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ

سلیمان نے کہا کہ اس کے تخت کو تبدیل کر دو ہم اس کے امتحان کے لئے دیکھیں گے

اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ

کہ وہ سمجھ پاتی ہے | یا | ان میں سے | ہوتی ہے | جو

الف ۱۰ مستقر ام اکفر محسنہ نے موضع نصب اسے لیو سستکر ہی، کفری ہو سے

لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا جَاءَتْ

راہ نہیں پاتے — پھر جب وہ آئی تو

قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ

کہا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ کہنے لگی

كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ

گویا یہ وہی ہے — اور ہم کو تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا

مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾

اس سے پہلے ہی — اور ہم تو فرماں بردار ہو چکے ہیں

وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن

اور اس نے روک رکھا تھا — جو غیر معبودوں کو پوجا کرتی تھی

دُونِ اللَّهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ

اس کو اللہ کے سوا — کیونکہ وہ کافر قوم میں کی

كَافِرِينَ ﴿٤٣﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ

تھی — کہا گیا کہ محل میں چلیے

فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ

پھر جب اس نے اس کو دیکھا تو اس کو گہرا پانی سمجھی اور کھولیں دونوں

عَن سَاقَيْهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ

پنڈلیاں (یعنی) اٹھا دیں — سلیمان نے کہا کہ یہ تو محل ہے چکنا شیشوں کا

مِّن قَوَارِيرَ ۗ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي

سے بنا ہوا — وہ بول اٹھی کہ اے میرے رب میں نے

ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ

اپنے نفس پر ظلم کیا تھا — اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ

سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٤﴾ ع ۳ ۱۹

کی حکم بردار ہوئی جو جہانوں کا رب ہے

ترکیب

تنظر بالجزم على الجواب وبالرفع على الاستيناف وصدها الفاعل اما الضمير الراجع الى الله تعالى او الى سليمان اسے وصدها ما كانت اى عبادتها الشمس عن التقدم الى الاسلام انها بالكسر على الاستيناف وبالفتح على البدل من ما كون الاول بتقدير مصدرية الصرح القصر وقيل عرصة الدار ١٢

تفسیر

قال نکروا لها الخ۔ یہاں سے پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ ایسا تغیر و تبدل کر دو کہ اس کی پہلی صورت بدل جاوے تاکہ میں جب بلقیس آوے اس کی عقل کا امتحان کروں کہ دنیاوی چیزوں کی پہچان میں جب یہ حال ہے تو خدا کی ذات و صفات کے پہچاننے میں تم نے کتنی غلطی نہ کی ہوگی؟ چنانچہ وہ آئی اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا ایسا ہی تخت ہے؟ اس کو پہچان تو گئی مگر دھوکے میں آ گئی کہا ایسا ہی میرا بھی تخت ہے۔ اس کو اس کے مشابہ بتلایا یہ نہیں کہا کہ یہ وہی ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد بلقیس کو معلوم ہو گیا کہ وہی تخت ہے اس کے بعد اس نے بطور معذرت کے کہا واوتینا العلم کہ حضور ہم کو کیا آپ کی ہیں ہم کو تو اس حالت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ بڑے طاقت ور ہیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں وکنا

ف قال ابن قتيبة الصرح بلاط اتخذ لها من قوارير وجعل تحته ماء وسمكه واصله من التصريح وهو الكشف ١٢

لجة ہو معظم الماء قوله مستقف صحن الدار والمرد الاملس ومنه الامرد لملاسة وجهه والشجرة المرداء التي لا ورق لها ١٢

ف کیونکہ تخت منگایا ہی اسی لیے تھا کہ بلقیس ہو کر آئے ہیں سو

مسلمان اور ہم یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی آپ کے فرمان بردار ہو چکے ہیں جب یہ حاضر ہوئے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان کا کلام ہے کہ ہم کو پہلے ہی معلوم تھا کہ تو نہ بتلا سکے گی اور ہم ہمیشہ سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اور بلقیس کو ایمان لانے سے آفتاب پرستی نے روک رکھا تھا اور یہ اس لیے کہ وہ بھی کافر قوم میں کی تھی۔ وصدھا کے یہ بھی معنی ہیں۔ یا یہ کہ سلیمان نے اس کو عبادت غیراللہ سے روک دیا۔

پھر دوسرا امتحان اور کیا گیا قیل لھا ادخلی الصرح صرح قصر کو بھی کہتے ہیں یا صحن محل اور اس کے صحن کو بھی کہتے ہیں۔ حضرت سلیمان نے ایک ایسا محل بنایا تھا کہ جس کا صحن پانی کا حوض تھا جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تھیں مگر اس کو اوپر سے صاف بلور یا سفید شیشے سے پاٹ دیا تھا اس کے اوپر سے آتے جاتے تھے۔ جب بلقیس کو دربار میں بلایا تو اس محل کے صدر میں تخت بچھوا کر اس پر بیٹھے اور بلقیس کو آنے کا حکم دیا جس کا راستہ اسی حوض پر سے تھا شیشے کے نیچے پانی لہراتا اور مچھلیوں کا پھرنا دیکھ کر یہ بھی کہ حوض ہے اس لیے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا وہ سمجھ گئی تھی کہ گھٹنے سے کم ہی کم پانی ہے۔ کپڑا اٹھاتے ہی حضرت سلیمان نے فرمایا انہ صرح ممرد من قواریر یہ حوض پانی کا شیشوں سے پٹا ہوا ہے کپڑا اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

وہ عورت تھی اور اس پر بادشاہ ملک کی ملکہ، دربار میں اس کی بے عقلی اور گنوار پن ثابت ہو جانے سے اس کو سخت ندامت ہوئی اور سمجھ گئی کہ میری عقل خاک بھی نہیں۔ سلیمان علیہ السلام کے روبرو صاف کہہ دیا رب انی ظلمت نفسی الخ کہ اے رب اس وقت تک میں بڑی خطاوار تھی اب سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لائی۔ سلیمان کے ساتھ سے یہ مراد کہ سلیمان کی ہدایت اور رہنمائی سے یا یہ کہ جس طرح سلیمان مانتے ہیں اسی طرح میں بھی انہوں کے رب العالمین کے ماننے میں پیچھے سے تابع ہوں۔

قصہ تمام ہوا اب قرآن میں اس بات کا کچھ ذکر نہیں کہ سلیمان کے ساتھ اس نے شادی کی اور وہیں رہ گئی یا پھر یمن میں چلی گئی۔ نہ یہ کہ اس وقت تک اس کی شادی ہو چکی تھی کہ نہیں اور پھر شادی ہوئی تو کس کے ساتھ ہوئی؟ ان باتوں کا ثبوت تواریخ سے ہو تو ہو ان سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ بلقیس پر سلیمان نادیدہ عاشق تھے اور بلقیس کسی پری یا جنیہ کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی اس لیے مشہور تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں اس بات کے دریافت کرنے کو سلیمان نے یہ تدبیر کی تھی۔ یہ سب افسانے ہیں جو اپنے خیالات کے مطابق لوگوں نے قرآن کی تفسیر میں شامل کر دیے ہیں واللہ اعلم۔

فوائد

(۱) قرآن مجید سے صرف یہ ثابت ہوا کہ ہدہد نے حضرت سلیمان سے بلقیس کی مفصل کیفیت بیان کی۔ حضرت سلیمان نے ہدہد کو نامہ دے کر بھیجا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ مطیع ہو کر یہاں آ جاؤ۔ بلقیس کے آنے سے پیشتر سلیمان نے اس کا تخت منگا لیا تھا۔ اس کے لانے کی بابت عفریت جن نے یہ کہا تھا کہ میں آپ کے اٹھنے سے پیشتر اس کو لا سکتا ہوں مگر ایک شخص نے کہ جس کو کتاب کا علم تھا (نہ اس کا قرآن میں نام بتلایا ہے نہ یہ کہ کون سی کتاب کا اس کو علم تھا نہ یہ کہ کتاب کے علم سے کیا مراد ہے؟ اہل مفسروں نے اس کا نام آصف ابن برخیا بتلایا ہے اور اس کو سلیمان کا وزیر کہا ہے

اور علم کتاب سے مراد اسم اعظم کا علم بتلایا ہے اس کو لا سکا ہو گیا۔ بلقیس آئی اور اسلام لائی۔

(۳) ان باتوں پر عقلی قاعدہ سے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، مگر تاہم مخالفوں نے دو قسم کے اعتراضات کیے ہیں اول اہل کتاب نے کہ یہ قصہ ہماری کتابوں میں نہیں اس لیے غلط ہے۔

اس کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں کہ بہت سی کتابوں کے نام بائبل میں حوالے ہیں اور اب وہ کتابیں مفقود ہیں۔ تو پھر اہل کتاب کیوں کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ ان میں نہ ہوگا (ملاحظہ ہو اول سلاطین کا باب[۲]) پھر سلیمان کے کل حالات کا حصر صرف کتاب السلاطین وغیرہ کتب بائبل پر کیوں کر سمجھ لیا؟ دوسرا اعتراض فلسفیانہ خیالات کا ہے۔

(۱) یہ کہ اگر ہد ہد جانور ہے تو اول اس کی رفتار میں ایسی سرعت کہاں کہ تھوڑی سی دیر میں شام کے ملک سے اڑ کر یمن میں پہنچ جائے اور وہاں سے لوٹ کر آ جائے دوم اس جانور کو خدا پرستی اور آفتاب پرستی میں کیا فرق؟ اور پھر اس نے اس قدر لمبی چوڑی گفتگو سلیمان سے کیوں کر کی؟ یہ باتیں بعید از قیاس ہیں۔

(۲) سلیمان شام کے بادشاہ تھے کیا ان کو بلقیس کا حال معلوم نہ ہوا ہوگا؟ جو وہ بھی ایک بڑی سلطنت کی مالک تھی۔ باوجودیکہ تم کہتے ہو جن و شیاطین ان کے تابع تھے، پھر صرف ہد ہد وغیرہ نے خبر دی؟

(۳) سیکڑوں کوسوں کے فاصلہ سے بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے سلیمان کے پاس کیوں کر آ گیا اور علم بالکتاب سے یہ قدرت کب حاصل ہو سکتی ہے کیا اب ایسے لوگ نہیں کہ ایک کتاب تو کیا سیکڑوں کتابوں کو دھو کر پی بیٹھے ہیں وہ تو دو کوس سے بھی اتنی جلدی تخت تو کیا کوئی تختہ بھی نہیں لا سکتے۔ یہ باتیں پرانے افسانے ہیں۔

ان کے جواب معتزلہ اور ان کے پیروان و مریدان نے بذریعہ تاویل کے یوں دیے ہیں کہ الطیر جمع طائر پرند کو بھی کہتے ہیں اور تیز گھوڑے کے سوار کو بھی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بہتر وہ شخص ہے کہ جو گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں تھامے ہوئے تیار ہو، بلطیر جہاں کھٹکا پائے اڑ جائے۔[۱] الغرض کلام عرب میں طائر تیز گھوڑے کے سوار کو بھی کہتے ہیں۔

تفقد الطیر۔ جمع طائر یعنی سواروں کی فوج کو دیکھا ان میں ہد ہد کو نہ پایا جو ان کا سپہ سالار تھا اور ہد ہد کا سپہ سالار ہونا تاریخ السلاطین سے ثابت ہے وہ ملک حلال سلطنت تھا، بغیر اطلاع یمن کی طرف بلقیس کے حالات دریافت کرنے چلا گیا اور سلیمان کو آ کر خبر دی۔

فمکث غیر بعید کے یہ معنی نہیں کہ اسی وقت آ موجود ہوا بلکہ بہت زمانہ نہیں گزرا معمولی زمانہ سفر سے بہت جلد آ گیا۔ لوگوں نے ہد ہد کو کہ نام کا ہد ہد جانور سمجھ لیا اور تفصیل خبر سلیمان کو معلوم نہ تھی اور یہ ممکن ہے

[۱] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خیر معاش الناس لهم رجل ممسک عنان فرسه فی سبیل اللہ یطیر علی متنه کلما سمع هیعة او فزعة طار علیه الخ رواہ مسلم

[۲] اول کتاب السلاطین کے دسویں باب میں اور دوم کتاب التواریخ کے ۹ باب میں سلیمان کے پاس سبا کی ملکہ کا حاضر ہونا لکھا ہے۔ اول کتاب التواریخ کے خاتمہ میں داؤد کے دیگر حالات کا حوالہ سموئیل غیب بین کی تاریخ اور ناتن نبی اور جاد غیب بین کی تاریخ کا دیا ہے جو آج مفقود ہیں۔ ۱۲ منہ

کیوں کہ اس صورت میں آمد و رفت نہ ہونے کی وجہ سے غیر ملکوں کے حال تفصیل سے مشکل معلوم ہوتے تھے۔ اب رہا آنکھ کا طرفۃ العین میں حاضر ہونا سو یہ قرآن مجید سے ثابت نہیں جو ثابت ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب سلیمان نے اس کو اپنے روبرو دیکھا تو شکر کیا کہ ایک بادشاہ کا تخت میرے روبرو خدا کی عنایت سے موجود ہے۔ اب ایک عفریت یعنی قوی جن یعنی جناتی آدمی نے یہ کہا تھا۔ اور قوی اور زبردست آدمیوں کو جن سے تعبیر کیا کرتے ہیں جس طرح نیک کو فرشتہ سے اور خوبصورت کو پری سے۔ اور ایک اہل علم نے یہ کہا تھا کہ میں طرفۃ العین میں حاضر کرتا ہوں۔ اب یا تو وہ ان کی نیزہ گری تھی یا ایک محاورہ کی بات سے جلدی کام ہونے کو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ کام طرفۃ العین میں یا پلک جھپکنے میں ہو گیا۔ اگر وہاں بھی کسی نے تحقیق نہیں فرمایا کہ پلک جھپکنے میں تخت آ گیا یہاں تک کہ اس کے لانے والے کا نام بھی نہیں بتلایا بلکہ یہ کہا ہے فلما رآہ مستقرا عندہ ممکن ہے یہ اہل علم کسی حکمت عملی سے تخت کو لایا ہو اور جلد لایا ہو۔

منکروں کے اعتراضات کا جواب

سب کا جواب یہ ہے کہ جانوروں کا علم لے جانا کچھ مشکل بات نہیں۔ طوطے اور مینا کی گفتگو اور مالک کے قول پر مطلع کر دینا بارہا مشاہدہ میں آیا ہے پھر ہدہد نے ایسا کیا ہو تو کیا محال بات ہے؟ اور جب ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جن ایک جداگانہ مخلوق ہے اس کے افعال و قوتیں انسانی افعال و قوتوں سے کہیں زیادہ قوی ہیں۔ تو پھر اس سے ایسی بات کیا بعید ہے۔ اسی طرح اسمائے الٰہی اور روحانیات کی وہ قوتیں ہیں جو اس کے سمجھنے سے باہر ہیں جو اس زمانہ میں مفقود ہیں۔ پھر سلیمان علیہ السلام کے پاس اگر کوئی کیا شخص ہو تو کیا بعید ہے۔ انسان کی عادت ہے جس بات کو آنکھ سے نہیں دیکھتا اور وہ اس کے نزدیک محال معلوم ہوتی ہے تو انکار کر دیتا ہے۔ تار برقی اور ریل کے جاری ہونے سے پیشتر جو کوئی اس کے حالات بیان کرتا تو مجنون شمار کیا جاتا۔ تمام عالم خدا کے عجائب اسرار کا مجموعہ ہے۔

اس وقت کے تعلیم یافتوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہم نے سب کا احاطہ کر لیا ہے۔ حالانکہ اسرار روحانیات اور ان کی تاثیرات اور نفوس قدسیہ کی قوتیں جو کرامت یا معجزہ کہلاتی ہیں ابھی تک ان کے ذہن میں جگہ تک بھی نہیں پاتیں۔ ان قوتوں سے ناآشنا لوگ محض اس لیے انکار کرتے ہیں تمسخر سے پیش آتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ
اور البتہ قوم ثمود کی طرف بھی ہم نے ان کے بھائی
صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ
صالح کو بھیجا کہ اللہ کی بندگی کیا کرو۔ پھر تو وہ
فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ
دو فریق ہو کر آپس میں جھگڑنے لگے صالح نے کہا کہ اے قوم
لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ
تم کس لیے نیکی سے پہلے برائی کے لیے جلدی
الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ
کرتے ہو تم خدا سے معافی کیوں نہیں مانگتے
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا
تاکہ تم پر رحم کیا جاوے انہوں نے کہا ہم کو تو تجھ سے
بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ
اور تیرے ساتھ والوں سے نحوست معلوم ہوتی ہے کہا تمہاری نحوست

عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾
[illegible]
وَكَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ
[illegible]
یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا
[illegible]
یُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ
[illegible]
لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ
[illegible]
لِوَلِیِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ
[illegible]
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا
[illegible]
مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ
[illegible]
لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَیْفَ
[illegible]
كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا
[illegible]
دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۱﴾
[illegible]
فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ
[illegible]
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع
[illegible]

وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا
[illegible]
یَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ
[illegible]
لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ
[illegible]
اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ
[illegible]
لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ
[illegible]
دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
[illegible]
تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ
[illegible]
قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا
[illegible]
اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ
[illegible]
اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ
[illegible]
وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ؗ قَدَّرْنٰهَا
[illegible]
مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ
[illegible]
مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾
[illegible]

تفسیر

ولقد ارسلنا الی ثمود اخاھم صالحا یہ تیسرا قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے اس کی شرح ہو چکی تھی اس جگہ عبارت کا حل کرنا ضروری ہے۔

فاذا ھم فریقان جب صالح علیہ السلام نے وعظ و دعوت اسلام شروع کی تو وہ دو فریق ہو گئے ایک اہل توحید کا دوسرا اہل گمراہیوں کا اور باہم جھگڑنے لگے۔ لم تستعجلون حضرت صالح نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہ مانو گے تو عذاب الہٰی نازل ہوگا۔ وہ کہنے لگے عذاب کیوں نہیں آتا؟ اس پر صالح نے فرمایا خدا سے برائی کیوں مانگتے ہو بھلائی خیر و برکت مانگو ایمان لاؤ استغفار کرو۔

قالوا اطیرنا حضرت صالح کی دعوت کے بعد ان پر کچھ خشک سالی نمودار ہوئی تھی اس پر وہ صالح سے کہنے لگے یہ تو تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے نحوست آئی ہے۔ صالح نے فرمایا یہ تمہارے اعمال کی نحوست خدا کے ہاں مقدر تھی اور تم کو اس سے آزمایا جاتا ہے۔ بل انتم قوم تفتنون۔

شہر میں نو شخص بڑے بدمعاش تھے باہم قسم کھائی کہ رات کو گھر میں گھس کر صالح اور اس کے کنبے کو قتل کر ڈالو اور پھر اس کے وارثوں سے کہہ دینا کہ ہم وہاں موجود نہ تھے۔ آخر خدا نے صالح علیہ السلام کو محفوظ رکھا اور وہ تمام قوم آسمانی بلا سے ہلاک ہوئی اور ان کے گھر خالی ہو گئے ان کا داؤ غلط ہوا خدا کی تدبیر صادق ہوئی ان کے مکر اور فریب کی پاداش کو مکر و فریب سے تعبیر کرنا ایک محاورہ ہے ع

بدی را بدی سہل باشد جزا

حالانکہ بدی کی جزا بدی نہیں مگر چونکہ دونوں شکل ایک قسم کے ہوتے ہیں اس لیے علی سبیل المشاکلہ اس پر بھی وہی لفظ بولا جاتا ہے جو لوگ ایسے محاورات نہیں سمجھتے وہ قرآن پر الزام لگاتے ہیں کہ اس میں خدائے قدوس کو بری صفات سے متصف کیا ہے۔

ولوطا اذ یہ چوتھا قصہ حضرت لوط کا ہے وانتم تبصرون یعنی تم جانتے ہو کہ یہ بے حیائی کا کام ہے پھر اس کو کیے جاتے ہو اس بات کا ان کی طرف سے یہی جواب تھا کہ لوط کو اپنے شہر سے نکال دو یہ بڑی پاکیزگی ظاہر کرتے ہیں۔ ائنکم لتاتون استفہام انکاری ہے یعنی تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے یعنی لڑکوں سے شہوت رانی کرو۔ قدرنھا من الغبرین حضرت لوط کو حکم ہوا تھا کہ بڑی رات سے شہر چھوڑ کر چلے جاؤ جو پیچھے رہے گا ہلاک ہوگا۔ بیوی پیچھے رہ گئی تو وہ ہلاک ہوئی۔ قدرنھا کو ازل میں ٹھہرا لیا تھا کہ وہ پیچھے رہے گی۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ

کہو سب تعریف خدا کو اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر

اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

ہے بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو وہ شریک بناتے ہیں

حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرما کر ان قصوں پر جو نصیحت کا تقاضا ہو کہ اب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کر کے قل الحمد للہ وسلم علی عبادہ الذین اصطفی کہہ دو کہ سب تعریف اسی کو ہے کہ جس نے اپنے ایک بندے کو حکم دیا اور سرکشوں کو ہلاک کیا اور ان تمام برگزیدوں پر سلام و صلوٰۃ کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں مصائب کے کیسے کیسے صدمے اٹھائے۔ یہ کلام گویا قصص کا ایک خاتمہ ہے جس طرح کا خاتمہ کہ جس کو بیان سے [illegible] اور نیز یہ کلام آئندہ باتوں کے لیے تمہید بھی ہے کہ اللہ کی تعریف اور برگزیدوں پر سلام کہہ کر کوئی نصیحت یا کلام شروع کرنا چاہیے۔ اس کے بعد مشرکین کو اپنے جناب حضرت کا مخاطب کیا جاتا ہے اور سوال کیا جاتا ہے کہ بتلاؤ اللہ کے سوا جن کے کام ہیں [illegible] تو بھلا یہ فرمایا کہ تمہارے معبود بہتر ہیں یا اللہ؟

الحمد للہ کہ انیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی

تفسیر حقانی

پارہ نمبر ۲۰

اَمَّنْ خَلَقَ

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ
بھلا کس نے آسمان و زمین بنائے اور کس نے
اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا
تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا ہے؟ پھر ہم نے اس
بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ
اس سے تروتازہ باغ اگائے تمہیں کیا مقدور
لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ
تھا کہ تم ان کے درخت اگاتے کیا اللہ کے ساتھ
مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾
کوئی اور بھی معبود ہے؟ بلکہ یہ وہ ہی لوگ کج روی کر رہے ہیں
اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ
بھلا وہ کون ہے کہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور اس میں
خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ
ندیاں جاری کیں اور زمین کے لیے لنگر بنائے (پہاڑ)

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ
اور دو دریاؤں میں پردہ رکھا کیا اللہ کے
مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾
ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ بلکہ وہ اکثر بے علم ہیں
اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ
بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کیا کرتا ہے
وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ
اور برائی کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین کا
خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟
قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ
تم بہت ہی کم سمجھتے ہو وہ کون ہے
يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
جو تم کو جنگل اور دریا کی اندھیریوں میں رستہ بتلایا کرتا ہے

وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ
اور کون ہے جو بارش سے پیشتر خوشخبری کو ہوائیں بھیجا کرتا ہے
رَحْمَتِهٖ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ تَعٰلَى اللّٰهُ
یعنی رحمت سے آگے کیا کوئی اور بھی معبود ہے اللہ کے ساتھ، اللہ ان کے شرک
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۶۳ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ
کرنے سے بالاتر ہے، بھلا وہ کون ہے جو اول خلقت کو پیدا کرتا ہے
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ
پھر دوبارہ بنا دے گا اور کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی
وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ
دیا کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ کہو
هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۶۴
اپنی حجت لاؤ اگر تم سچے ہو
قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ
کہو اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کا کوئی
الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا
بھی غیب کی بات نہیں جانتا اور ان کو
يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝۶۵ بَلِ
یہ بھی تو خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جاویں گے بلکہ
ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ
آخرت کے باب میں تو ان کی عقل گم ہو رہی ہے بلکہ
هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ڣ بَلْ هُمْ
وہ تو اس سے شک میں ہیں بلکہ وہ تو
مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝۶۶
اس سے اندھے ہو رہے ہیں۔

ع ۵

سلہ بارش سے مراد

تفسیر

پھر اس کے بعد یہ چند دلائل اللہ کے بہتر اور تمام خلق وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے پر بیان فرمائے ہیں:۔

(۱) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا پھر اوپر سے پانی برسا کر اس سے عمدہ عمدہ اور کارآمد باغ اور درخت اگانا یعنی اس نے تمہارے لیے آسمان و زمین کا گھر بنایا اور اس میں تمہارے لیے روزی بھی پیدا کی۔

(۲) زمین کو ٹھیرنے کے لیے بنایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں جو انسان کی راحت کے سامان ہیں اور دریاؤں میں پردہ رکھا۔

(۳) بے قراری کے وقت انسان کی فریاد رسی وہی کرتا ہے نہ کہ اور۔ تم کو زمین کا خلیفہ بناتا ہے ایک کے بعد دوسرا وارث و مالک ہوتا آتا ہے یعنی اس کا احسان تم پر پشت در پشت ہے۔

(۴) تم کو جنگل اور دریائی اندھیریوں میں رستہ وہی بتاتا ہے۔ جنگل میں درختوں کی اندھیری پھر رات کی پھر ابر کی اسی طرح سمندر کے سفر میں جب رستہ بھول جاتے ہیں وہاں وہی رہنمائی کرتا ہے۔

(۵) بارش کے آنے سے پیشتر خوش آئند ہوائیں وہی چلاتا ہے۔

(۶) وہی ابتداءً پیدا کرتا ہے وہی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا۔ مبدأ و معاد کی علامت میں سکشش کے بعد شائع کر دیا۔

(۷) آسمان سے پانی کے ذریعہ سے اور زمین سے نباتات کے واسطے سے ہم ہی تم کو روزی دیا کرتے ہیں یہ سب کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے یا کوئی اور۔ یعنی اور کوئی معبود نہیں تمہارے بتوں کے معبود ہونے پر کیا دلیل ہے؟ آسمانوں اور زمین کی مخفی بات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا پھر وہ حشر کے

شریک کس بات سے ہو گئے؟ بلکہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب زندہ ہوں گے۔

بل ادّارک علمھم سے اشارہ ہے کہ انہیں باتوں پر وہ یعنی مشرکین کو معلوم کرا دیا گیا کہ آخرت برحق ہے مگر پھر اس سے شک میں ہیں۔ یا یہ معنی کہ ان لوگوں کی باتیں ختم ہو گئیں اور ادّرک اصل میں تدارک تھا تا کو دال کیا اور ادغام کر دیا۔ علم آخرت کے بارے میں نیست ہو گیا جس سے وہ شک میں ہیں بلکہ اس سے اندھے ہیں۔ ان تینوں باتوں کے معنی میں اضراب ہوئے کہ ان کو حشر کا وقت معلوم نہیں بلکہ اس کو ہونا بھی نہیں سمجھتے بلکہ اس سے شک میں ہیں بلکہ اس سے اندھے ہیں۔ واللہ اعلم

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَإِذَا كُنَّا

اور منکروں نے کہا کہ کیا جب ہم اور

تُرَابًا وَآبَاؤُنَا أَئِنَّا لَمُخْرَجُونَ ﴿٦٧﴾

ہمارے باپ دادا مٹی ہو گئے تو کیا ہم پھر زمین سے نکالے جائیں گے

لَقَدْ وُعِدْنَا هَٰذَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِن

ہم کو تو پہلے بھی اس کا وعدہ دیا گیا تھا اور ہمارے باپ دادا کو بھی

قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾

نہیں ہے یہ تو صرف اگلوں کی کہانیاں ہیں

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا

کہہ دو چلو پھرو تم زمین میں پھر کر دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٦٩﴾

کہ کیسا انجام ہوا گنہگاروں کا

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُن فِي ضَيْقٍ

اور (اے نبی) تم ان پر غم نہ کھاؤ اور ان کے مکر سے

مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُولُونَ

دل تنگ ہوا کرو اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ

مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧١﴾

اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ وہ وعدہ کب پورا ہوگا

قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ رَدِفَ لَكُم

کہہ دو شاید بعض وہ چیزیں کہ جن کی تم جلدی کر رہے ہو

بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّ

وہ بھی جو تمہارے پیچھے کے پیچھے آ لگی ہوں اور البتہ

رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ

آپ کا رب تو لوگوں پر فضل کرتا ہے لیکن

أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ

ان میں سے اکثر شکر بھی نہیں کرتے اور البتہ

رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ

آپ کا رب جانتا ہے جو کچھ کہ ان کے دلوں میں مخفی ہے

وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ

اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اور آسمان اور زمین میں کوئی بھی ایسی پوشیدہ

فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٧٥﴾

مخفی بات نہیں کہ جو کتاب مبین میں نہ ہو

ترکیب

اذا کا عامل لمخرجون اور اِن وہ ظرف ہے مذکورہ لمخرجون کس لیے کہ ہمزہ، اِن اور لام اس کے عمل کرنے سے مانع ہیں۔ ہمزہ کا تکرار انکار کی تاکید کے لیے ہے۔ ردف لکم لام تاکید کے لیے زیادہ کیا گیا بعض الذی ردف کا فاعل ہے۔ غائبۃ صفات غالبہ سے ہے تا مبالغہ کے لیے جیسا کہ راوی کو علامۃ راویۃ کہتے ہیں یا مصدر ہے بمعنی

سلہ یہاں سے اضرابات کا مضمون شروع ہوتا ہے ۔

ایسی ہے جیسے کہ جانتے ہیں۔

تفسیر

اب ان کے قصور علم اور اندھے ہونے کا بیان کیا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے نبوت میں کلام کر کے معاد میں کلام واقع ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قیامت میں شک دو ہی بات پر مبنی ہے ایک یہ کہ خدائے تعالیٰ کو اس بات پر قادر نہ سمجھا جائے، دوسرے یہ کہ ممکنات اور ان کے حالات کے علم اور یادداشت سے اس کو عاری سمجھا جاوے کہ مرنے کے بعد ہر ایک جاندار کے اجزا کو اسی کے بدن میں جمع کرنا دشوار سمجھا جاوے انہیں بناؤں پر وہ حشر کے برپا ہونے میں کلام کرتے تھے۔ اپنا کمال قدرت تو آیت گزشتہ میں ثابت کر دیا تھا کہ ہم نے آسمان و زمین اور سب چیزیں بنائیں اور تمہارے رزق کے کیسے کیسے سامان کیے اس کے بعد اس کی قدرت میں شک کرنا کمال حماقت تھا اس لیے ان کے اعتقاد شبہ کو اس کے بعد نقل کرتا ہے۔ وقال الذین کفروا الخ یعنی شبہ انہیں دونوں باتوں پر مبنی ہے کہ آیا جب ہم مر گئے اور ریزے ریزے ہو گئے پھر ان ٹکڑوں کو جمع کیا جائے گا؟ گویا اس کی قدرت کا بھی انکار کیا اور علم کا بھی کہ ہر ایک بدن کے اجزا اس کو کیونکر معلوم ہوں گے؟ یہ تو اصلی شبہ تھا ولقد وعدنا الخ اس پر ان کی فضول گفتگو کہ یہ ناممکن اور غلط بات ہے۔ نہ صرف ہم سے بلکہ ہمارے باپ دادا سے بھی پہلے انبیاء اور ان کے متبع ایسی باتیں کہتے چلے آئے ہیں۔ یہ کہانیاں اور افسانے ہیں۔

اس کے بعد قل سیروا سے اس انکار کا دنیاوی نتیجہ بتلاتا ہے کہ ملک میں پھر کر دیکھو ایسے منکروں کا کیا انجام ہوا؟ ان کی بستیاں اجڑ گئے ہوئے قصور عالیہ ان کے حال زار پر کیا اشک حسرت بہا رہے ہیں؟

ہیں۔ اس آنے والی مصیبت پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کا رنج و ملال ہونا ضروری تھا۔ آپ سراسر رحمت الٰہی تھے، اس پر آپ کو تسلی دی جاتی ہے ولا تحزن علیھم کہ آپ ان ازلی بدنصیبوں پر کچھ رنج نہ کیجیے ولا تکن فی ضیق مما یمکرون اور نہ ان کے مکر و فریب سے جو آپ کے ساتھ کرتے ہیں تنگ دل ہوں اس لیے کہ مشیت الٰہی اپنی تدابیر کی دلیل مشیت سے یہ بند نہ کر سکیں گے بلکہ اس سے تو وہ اور بھی چاروں طرف پھوٹ نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد وہ بدنصیب بجائے خوف کرنے اور ایمان لانے کے واہیات یہ پوچھا کرتے تھے متی ھذا الوعد الخ اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ قیامت یا عذاب ہم پر کب آئے گا؟ اس کا جواب دیتا ہے قل عسیٰ الخ کہ ان سے کہہ دو جس کی تم بہت جلدی کر رہے ہو شاید تمہارے بہت ہی قریب آ لگا ہو چنانچہ قحط اور بدر کا واقعہ بہت جلد پیش آیا اور موت تو سر پر ہی کھڑی ہے جو قیامت کا دروازہ ہے مگر خدا کا فضل و کرم ہے جو جلدی سزا نہیں دیتا اس پر شکر کرنا چاہیے نہ کہ دلیر ہونا مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

قدرت کی بابت تو پہلے کلام ہو چکا گو وہاں سے علم بھی سمجھا جاتا تھا لیکن وہ لوگ بلید الذہن تھے اس لیے علم کا اثبات صراحۃً کرنا پڑا بقولہ وان ربک لیعلم ما تکن صدورھم وما یعلنون کہ خدا ان کے دل کی باتوں کو جانتا ہے۔ یعنی جن کا وجود ذہنی ہے وہ باتیں بھی تو اس سے مخفی نہیں ہیں چہ جائے کہ جن کا وجود خارجی ہو اور ان کے جمیع افعال و حرکات و حالات سے واقف ہے یعنی اعراض کہ جو غیر قار ہیں ادھر موجود ہوئے ادھر معدوم ہو گئے۔ چہ جائے کہ وہ چیزیں جو عرصہ تک قائم رہتی ہیں۔ پھر تعمیم کرتا ہے وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتاب مبین کہ ان پر کیا موقوف ہے جو چیزیں آسمان

لہ صفحہ ۲ پارہ ۸

تو جس میں مخفی چیزیں ایک ایک بیان فرمائی ہیں تمام آئی ہیں؟ سب کتاب مبین میں یعنی علم الٰہی میں ہیں جس کو کسی خاص اعتبار سے کتب مبین اور کبھی لوح محفوظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں ان کے مکر اور دشمنی مزا پر بیان کی تعریض ہے۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي

بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر وہ باتیں

إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ

سناتا ہے کہ جن میں وہ اختلاف

يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهُ لَهُدًى وَ

کرتے ہیں اور البتہ یہ قرآن ہدایت

رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ

اور رحمت ہے ایمانداروں کے لیے بے شک

رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ وَهُوَ

آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کر دے گا اور وہ

الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى

زبردست الٰہ اور خبردار ہے۔ سو آپ اللہ پر توکل

اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾

کیجیے کیونکہ تم صریح حق پر ہو

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ

البتہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو

الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾

آواز سنا سکتے ہیں خصوصاً جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں

وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ

اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے روک کر ہدایت کر سکتے ہیں

إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا

آپ تو انہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر

فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ وَإِذَا وَقَعَ

ایمان لاتے ہیں سو وہی فرماں بردار ہیں۔ اور جب ان پر وعدہ

الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً

پورا ہوگا تو ان کے لیے ہم زمین سے

مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ

ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا (اس لیے) کہ لوگ

كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

ہماری آیتوں پر یقین نہیں لاتے تھے۔

ربع

ترکیب

اکثر یقص کا مفعول ہے الذی اسمی علی الاضافۃ بالتنوین والنصب علی اعمال اسم الفاعل حتی تسلوا تہم بہادی سے متعلق اور حکم ہے اتی سے متعلق۔ العمی ای صدر من ضلالتہم تکلمہم من الکلام او من الکلم اذا قرئ تکلمہم ان الناس بالفتح اے بکلمہم بان الناس و بالکسر علی الاستیناف۔

تفسیر

مبدأ و معاد میں کلام کرکے پھر نبوت میں کلام شروع ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بڑی دلیل اور روشن دلیل قرآن مجید ہے۔ اس لیے سب سے پیشتر قرآن مجید کے ان کمالات کا ذکر کرتا ہے جو اس کے الہامی اور کلام الٰہی ہونے کے صاف شواہد ہیں۔ از انجملہ

ف حاشیہ صفحہ گزشتہ اشتہ اگر یہ سمجھ دور کی ہے کہ وہ ان چیزوں کو جانتا ہے مگر جب کہ ان کا خالق ہو؟ تسلیم کر لیا گیا جو خالق کو مخلوق کا علم ہونا ضروری ہے ۱۲ منہ

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔ کہ اہل کتاب کو شرائع و حالاتِ انبیاء و دیگر امور دینی کے جاننے کا بڑا دعویٰ تھا اور اب بھی ان کے بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو کچھ عمدہ مطالب ہیں ہمارے ہاں سے لیے گئے ہیں اور عرب کے لوگ بھی ان کو علوم کا سرچشمہ جانتے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ علوم رسمیہ نہیں جانتے تھے لکھے پڑھے نہ تھے پھر حضرتؐ پر یہ قرآن مجید نازل ہوا جو یقص علی بنی اسرائیل بنی اسرائیل کو بھی ان مواقع میں کہ جہاں وہ خود گرداب اختلاف میں غوطے کھا رہے ہیں اور تردّدات گوناگوں اور شکوک و شبہات جو غلطوں میں گرفتار ہونا رونما کر رکھے ہیں ان پر متنبہ اور صحیح بات جو ان پر بھی مخفی تھی بتلاتا ہے اس کے الہامی ہونے کی صاف دلیل ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ جو قوم علوم کا سرچشمہ خیال کی جاتی تھی جب قرآن ان کو صحیح بات بتلاتا ہے تو اب بجز اس کے اور کیا خیال ہو سکتا ہے کہ قرآن اس کا کلام ہے کہ جو تمام جاننے والوں سے زیادہ اور صحیح بات جانتا ہے اور وہ بجز اس کے اور کون ہے۔ پس قرآن اس کا کلام ہے۔ اب بطور نظیر کے ہم چند وہ مقامات بتلاتے ہیں کہ جہاں قرآن مجید نے علماء بنی اسرائیل اور ان کی کتب محرفہ توراۃ و انجیل کو ان کی اغلاط فاحشہ پر متنبہ کیا ہے۔

(۱) خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے باب میں بہت سی غلطیاں تھیں ان میں، جن کی قرآن مجید نے اصلاح کی۔

اول یہ کہ توراۃ موجودہ میں ہے کہ خدا نے چھ روز میں آسمان و زمین کو بنایا اور ساتویں روز آرام کیا۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ خدا تھکتا نہیں جو آرام کرے اس لیے قرآن میں فرماتا ہے وما مسنا من لغوب کہ ہم کو آسمانوں اور زمین کے بنانے میں تکان نہیں ہوا۔

دوم یہ کہ توریت سفر پیدائش اول باب کے ۲۶ درس میں ہے تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں حالانکہ خدا کا کوئی مانند نہیں اور نہ اس کی کوئی صورت و شکل ہے۔ یہ باتیں جسمانی چیزوں کے لیے ہوتی ہیں۔ اس لیے قرآن نے اصلاح دی لیس کمثلہ شیء کہ اس کے مشابہ اور اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔

سوم حضرت آدم کے قصہ میں عجیب خلط ملط کیا ہے سفر پیدائش کے ۲ باب میں لکھا ہے کہ خداوند نے عدن کے پورب طرف ایک باغ لگایا اور آدم کو وہاں رکھا اور اس باغ کے بیچ میں ایک درخت لگایا جو حیات کا اور نیک و بد کی پہچان کا درخت تھا اور آدم کو اس درخت کے کھانے سے منع کر دیا (جس خیال سے کہ بالغ بزرگ نہ ہو جاوے[ف]) اور آدم نے پھر اس کو کھایا تو اسی درخت کے سبب ان کو باغ سے نکال دیا۔ جیسا کہ اسی سفر کے ۳ باب کے ۲۲ جملہ میں ہے اور خداوند خدا نے کہا دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم سے ایک کی مانند ہو گیا اور اب ایسا نہ ہو کہ ہاتھ بڑھاوے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ کھاوے اور ہمیشہ جیتا رہے اس لیے خداوند نے اس کو باغ عدن سے باہر کر دیا۔

اس قصہ کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں کس خوبی کے ساتھ صحیح بیان کیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

پھر اسی سفر کے باب ۶ درس ۶ میں ہے تب خداوند زمین پر انسان پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت

ف معلوم ہوا کہ کئی خدا تھے ۱۲ منہ

دل گیر ہوا بعد ازاں خدا تعالیٰ کو کیا عاقبت اندیش اور بیان بھا۔

پھر کتاب خروج کے باب ۱۹ اور باب ۲۴ اور کتاب احبار کے باب ۹ و دیگر مقامات میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے جلال میں اترا اور خیمہ کے دروازے پر کھڑا ہوا اور اس کے منہ سے آگ اور نتھنوں سے دھواں نکلا اور وہ ایک کروبی پر سوار ہو کر اُڑا اور اسرائیل کے ستر لوگوں نے موسیٰ اور ہارون کے ساتھ میں خدا کو کرسی پر بیٹھے دیکھا اور کھایا پیا۔ اور اس کا لباس برف سا سفید اور اس کے سر کے بال صاف اور ستھرے اون کی مانند تھے۔ اور نیز کتاب خروج کے باب ۲۰ ورس ۵ اور باب ۳۴ ورس ۷ اور کتاب یرمیاہ کے باب ۳۲ ورس ۱۸ میں تصریح ہے کہ خدا تعالیٰ باپ دادوں کے گناہوں کی سزا ان کی تیسری چوتھی پشت کو دیتا ہے۔ اس کا بھی خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ابطال کر دیا و لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔ کہ کوئی شخص کسی کا گناہ نہیں اٹھاتا لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت اس کی نیکی بدی اسی کے لیے ہے۔

(۳) ولاتحر کی بابت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی بابت زنا کاری بت پرستی شراب خوری دغا بازی قتل وغیرہ کی سیکڑوں تہمتیں ان کی توریت و انجیل میں ہیں۔ چنانچہ انجیل میں مسیح علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ مجھ سے پہلے جس قدر نبیا آئے تھے چور و قزاق تھے۔ ان سب باتوں سے قرآن مجید میں انبیاء کو پاک اور مبرا بتلایا وانہم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔

(۴) تاریخی واقعات میں سیکڑوں غلطیاں ہیں اور طرز بیان میں بے عنوانیاں ہیں کہ ان کو حسب موقع قرآن مجید نے درست کیا اور ٹھیک ٹھیک بات کو بتلا دیا۔

(۴) خود یہود دلوں میں صدوقی اور فریسی وغیرہ کئی فرقے تھے۔ اس سبب سے کہ جب بار دیگر توریت بنائی گئی تو اس میں آخرت کا کچھ حال نہ لکھا گیا صدوقی فرقہ آخرت کا منکر ہو گیا اور باہم بڑی قیل و قال جوتی پیزار ہوا کرتی تھی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بہت صاف صاف بیان فرما دیا۔

(۵) باہم عیسائیوں کے فرقوں میں سخت اختلافات تھے۔ یعقوب حواری کہتے تھے کہ بغیر عمل کے ایمان معتبر نہیں، جیسا کہ ان کے خط میں مذکور ہے۔ برخلاف اس کے پولوس شریعت کی پابندی کو لعنت اور خدا کی ناراضی کا سبب بتلاتا تھا جیسا کہ اس کے خطوط میں متعدد جگہ مذکور ہے۔ اور اسی قسم کے صدہا اختلافات ہیں کہ جن کی قرآن نے اصلاح کی۔ اگر ہر ایک کو مفصل بیان کروں تو ایک دفتر کی حاجت پڑے۔ ان شاء اللہ اگر فرصت ملی تو اسی ایک آیت کی تفسیر ایک ضخیم کتاب میں لکھوں گا۔

ازاں جملہ یہ کہ قرآن ھدی ورحمۃ للمؤمنین کہ قرآن ایمانداروں کے لیے ہدایت ہے۔ مبدأ و معاد علم اخلاق و احکام قتل و قصاص و نماز و روزہ وغیرہا میں سے کوئی بات اس نے باقی نہیں چھوڑی۔ اور دوسرا لطف یہ ہے کہ یہ رحمت بھی ہے یعنی احکام میں جو سختیاں پہلے تھیں وہ سب دور کر دی گئیں، سہولت کے لحاظ سے شریعت کو آسان کر دیا گیا۔ پھر ایسی کتاب دنیا میں کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوئی ہے جاتے کہ امی کے ہاتھ پر ظاہر ہو پھر اس کے الہامی اور اس کے خاتم النبیین ہونے میں کون شک ہے؟

پھر اسی پہلی بات کی طرف رجوع کرتا ہے کہ ان ربک یقضی بینہم بحکمہ وھو العزیز العلیم

سلہ ان سب باتوں کو آیات توریت سے دو عرقی میں دیکھو

سلہ انجیل یوحنا باب ۱۰

کہ ان کے باہمی اختلاف میں تیرا رب اپنے حکم سے فیصلہ کرتا ہے نہ ان کی خواہش اور رشتے سے۔ کیوں کہ وہ زبردست ہے کسی سے نہیں دبتا اور خبردار ہے ہر ایک بات اس کو ٹھیک معلوم ہے۔ اے نبی فتوکل علی اللہ اللہ پر بھروسہ رکھو جو فریق فیصلہ الٰہی سے ناخوش ہوگا تو آپ کا کیا کرے گا؟ انک علی الحق المبین آپ تو صاف حق پر ہیں اور حق کا حامی اللہ ہے۔

ان دلائل کے بعد عرب کے ہٹ دھرم کفار کی نسبت فرماتا ہے انک لا تسمع الموتٰی کہ یہ تو زندہ ہونے حقیقی باطنی کے مردہ ہیں اور آپ مردوں اور بہروں کے سنانے کے لیے نہیں آئے ہو نہ تم ازلی اندھوں کو راہ پہ کرنے آئے ہو۔ آپ تو انہیں کو سنانے اور ہدایت کرنے آئے ہو کہ جن میں ایمان لانے کا مادہ اور صلاحیت بھی ہے الا من یؤمن بآیاتنا سے یہی مراد ہے۔ اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ مردے زندوں کی بات سن سکتے ہیں تکلف ہے۔ اس کو اس مسئلہ سے کچھ بھی علاقہ نہیں کیونکہ موتٰی سے مراد یہاں کفار ہیں۔

واذا وقع القول علیہم یہ قرآن مجید کے لیے ایک اور دلیل ہے جس میں قریب قیامت ایک دابہ یعنی جانور کے نکلنے اور کفار سے کلام کرنے کا ذکر ہے۔ اور نیز اب یہاں سے پھر قیامت کا حال شروع کرتا ہے اور قیامت سے پیشتر اس کی بڑی علامت بیان فرماتا ہے کہ واذا وقع القول علیہم جب بات پوری ہو جاوے گی یعنی ان کے گناہوں کا اخیر الزام قائم ہونے کا وقت آئے گا تو اس سے پہلے ہم لوگوں کے لیے زمین سے ایک ایسا جانور یا چارپایہ نکالیں گے کہ جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں لاتے تھے سو اب دیکھو خدا کی عجیب و غریب نشانی ظاہر ہوئی مگر اب کیا ہوتا ہے۔ یا یہ معنی کہ لوگوں سے وہ دابہ کہے گا کہ یہ لوگ ہماری یعنی اللہ کی آیتوں پر یقین نہیں لاتے تھے یعنی ان پر الزام قائم کرے گا۔

دابۃ الارض

مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے قیامت کی اول نشانیوں میں سے آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا، اور دابۃ الارض کا لوگوں پر دن چڑھے ظاہر ہونا ہے اور ان میں سے جو کوئی پہلے ہو تو دوسری علامت اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوگی۔ اور بھی احادیث صحیحہ میں اس کا ذکر آیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے صرف قریب قیامت کے ایک دابہ کا نکلنا ثابت ہوتا ہے جو لوگوں سے کلام کرے گا اور قدرت الٰہی کا نمونہ ہوگا۔ اب قرآن میں یہ نہیں کہ وہ دابۃ الارض کس شکل کا ہوگا۔ کوئی چارپایہ ہوگا یا دو پاؤں کا ہوگا۔ انسان کی صورت ہوگی یا کسی اور چیز کی؟ یہ باتیں علماء نے ثابت کی ہیں۔ معالم التنزیل میں حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ ایسا جانور نہ ہوگا کہ جس کی دم ہو بلکہ ڈاڑھی ہوگی۔ مراد آپ کی یہ کہ وہ ایک انسان ہوگا۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ جانور ہوگا کہ جو کوہ صفا کے زلزلہ آنے کے بعد اس کی کسی کھوہ میں سے نکلے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا اور اس کا نام [illegible] ہوگا۔

دابۃ الارض کی حقیقت بوجہ اختلاف اقوال علماء اسلام معلوم نہیں مگر قریب قیامت میں کوئی نہ کوئی عجیب دال چیز ایسی نمودار ہوگی کہ جو قدرت الٰہی کا نمونہ ہوگی۔ اب خواہ وہ کوئی انسان ہو جو فلک میں دورہ کر کے قدرت کے اسرار دکھائے۔ یا کوئی عجیب و غریب جانور، جو لوگوں سے باتیں کرے اور مشرکین اور منکرین کو الزام دے، والعلم عند اللہ آمنا باللہ۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا

اور جس روز کہ ہم ہر ایک امت میں سے ایک گروہ جمع کریں گے

مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾

جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے پھر ان کی جماعتیں بنائی جائیں گی

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم

یہاں تک کہ جب سب حاضر ہو جائیں گے تو فرمائے گا کیا تم نے میری آیتوں کو

بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا

جھٹلایا تھا حالانکہ تم ان کو سمجھے بھی نہ تھے یا

كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ

کیا کیا کرتے تھے اور ان کے ظلم کے سبب

عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ ﴿٨٥﴾

الزام ان پر ثابت ہو جائے گا پھر وہ بات بھی نہ کر سکیں گے

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات ان کے آرام کرنے کے لیے بنائی

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اور دیکھنے کے لیے دن کو بنایا ہے البتہ اس میں بڑی نشانیاں

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾ وَيَوْمَ

ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں اور جس روز

يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي

کہ صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو

السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا

کوئی زمین میں ہے تو سب ہی گھبرا اٹھیں گے مگر

مَن شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿٨٧﴾

وہ کہ جس کو اللہ چاہے اور سب اس کے پاس سرنگوں ہو کر حاضر ہوں گے

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَ

اور اے مخاطب تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے جانتا ہے کہ جمے ہوئے ہیں

هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ

ہے وہ بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اس اللہ کی کاریگری

الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ

ہے کہ جس نے ہر چیز کو ٹھیک کر دیا بے شک وہ جانتا ہے

بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ

جو کچھ تم کرتے ہو جو کوئی نیکی لاوے گا

فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۖ وَهُم مِّن فَزَعٍ

سو اس کو اس سے بہتر بدلہ ہے اور وہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ

يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿٨٩﴾ وَمَن جَاءَ

سے بھی امن میں ہوں گے اور جو برائی لاوے گا

بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ

اوندھے کیے جائیں گے سو وہ منہ کے بل آگ میں

فِي النَّارِ ۖ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ

ڈالے جائیں گے تم کو ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسا تم

تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ

کیا کرتے تھے مجھ کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر کے

رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا

رب کی عبادت کیا کروں کہ جس نے اس کو محترم کیا ہے

وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ

اور سب کچھ اسی کا ہے اور مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ

أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ

میں فرماں بردار ہو کر رہوں اور یہ کہ

أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا

پڑھ کر قرآن سنایا کروں پھر جو کوئی راہ پر آگیا تو وہ

يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ

اپنے بھلے کو راہ پر آتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو کہہ دو

إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ وَقُلِ
کہ میں بھی ڈرانے والوں میں سے ہوں اور کہو

الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ
الحمد للہ وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا پھر تم ان کو پہچان لو گے

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ ع
اور آپ کا رب ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔

ترکیب

یوم منصوب ہے اذکر محذوف سے من کل امۃ تبعیض کے لیے ممن یکذب بیان ہے فوجا مفعول نحشر کا ولم تحیطوا جملہ حال کے لیے اسے اکذبتم بما یا دئ الرای غیر منون فیا لنفر محتمل اما ذا ام اسے شی کنتم تعملون فصیحا جملہ حال ہے جبال سے یا ضمیر ترکی سے وھی تمر حال ہے ضمیر منصوب سے یعنی تحسبھا میں ہے اسے تمر مر السحاب صنع اللہ مصدر مؤکد لنفسہ و ہو مضمون الجملۃ المتقدمۃ کقولہ تعالیٰ وعد اللہ وان انکلوا مصدرت ہے ان اتلو ان کا۔

تفسیر

علامت قیامت کے بعد حشر کی کیفیت بیان فرماتا ہے ویوم نحشر من کل امۃ فوجا کہ قیامت کے روز ہم ان لوگوں میں سے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے ہر ایک جماعت کو جمع کر کے پوچھیں گے کہ تم نے بے سمجھے بوجھے میری آیتوں کو کیوں جھٹلایا؟ ان کو وہاں کچھ جواب نہ آئے گا۔ اولم یروا ان منکرین کے لیے الزام دیا جاتا ہے کہ دنیا میں ہم نے اپنی قدرت و کمال کے بہت سے نشان دکھائے تھے منجملہ ان کے رات اور دن تھے جو کسی سے بھی مخفی نہ تھے انہیں پر ہماری قدرت و یکتائی کے بہت سے نمونے تھے۔ اول یہ کہ زمانہ یعنی رات دن بھی کسی کے قبضہ قدرت میں تھے جن میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ زمانہ کا اور چیزوں پر اثر ہے۔ بڑھاپا جوانی زمانہ کے آثار ہیں مگر زمانہ اسی کے بس میں ہے۔ برخلاف ان کے معبودوں کے کہ وہ زمانہ کے بس میں ہیں۔ دوم یہ کہ دن اور رات قیامت اور فنا کا نمونہ ہے رات سے فنا ہوتا ہے دوست دشمن سب دوسرے عالم بے خودی میں ہوتے ہیں پھر صبح ہوتے ہی بیدار اور شور و غل برپا ہو جاتا ہے۔ سوم یہ کہ رات میں ظلمت دن میں نور ہے جس میں اشارہ ہے کہ یہ دنیا ظلمت کدہ ہے۔ شہوات کی اندھیریاں محیط ہیں نیک و بد کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ قیامت میں سب روشن ہو جائے گا اور اگر کچھ بھی نہ سمجھا تھا تو ادنیٰ بات یہ تو جانتے تھے کہ رات میں آرام اور دن میں کام ہوتا ہے یہ کس کی طرف سے نشان ہیں۔

ویوم ینفخ فی الصور یہاں سے پھر حشر اور اس کی ابتدا تفصیل کے ساتھ ذکر فرماتا ہے کیونکہ اجمال کے بعد تفصیل خوب دل میں جم جاتی ہے۔ صور پھونکنے کا آلہ ترئی یا بگل کی مانند ہے۔ قیامت کی ابتدا یہیں سے ہوگی کہ اسرافیل فرشتہ اس کو منہ سے لگا کر بجاوے گا اس کی آواز اس شدت کی ہوگی کہ اول سب اناست مر جائیں گے پھر نباتات فنا ہوں گے پھر جمادات۔ اور اس کی ہیبت ناک آواز سے آسمان و زمین کے سب لوگ گھبرا اٹھیں گے۔ مگر جن کو اللہ چاہے گا نہ گھبرائیں گے۔ وہ کون لوگ ہوں گے؟ بعض کہتے ہیں ملائکہ، حور اور جنت بعض کہتے ہیں اہل اللہ انبیاء، اولیاء و شہداء۔ حدیث میں آیا ہے کہ موسیٰ بھی انہیں میں ہوں گے۔

وکل اتوہ داخرین اور سب اللہ کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔ یہ جب ہوگا کہ

مرکر زندہ کرنے کے لیے دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ اس لیے علماء یہی فرماتے ہیں کہ ویوم ینفخ فی الصور سے دوسری بار کا صور مراد ہے۔ اور پہلے صور کا اثر ظاہر کرنے کے لیے یہ جملہ ہے وتری الجبال الخ کہ یہ پہاڑ جو تم کو جمے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں بادلوں کی طرح اُڑتے پھریں گے۔ اس پر جو وہم ہو کہ یہ کیونکر ہوگا؟ تو فرماتا ہے صنع اللہ الخ کہ یہ کام اس اللہ کا ہوگا کہ جس نے ہر شے کو مستحکم کیا ہے۔ پس جو مستحکم کرنا جانتا ہے وہ اس کو اُکھیڑنا بھی جانتا ہے۔ اس کو تمہارے سب کام معلوم ہیں۔ یہ تمہید ہے میدان حشر کے بیان کی۔ اس لیے فرماتا ہے کہ اُس روز اس قانون پر عمل ہوگا من جاء بالحسنۃ الخ کہ جو کوئی نیکی لے کر آوے گا (ایمان و عمل نیک) وہ اس کا اس سے بہتر بدلہ پاوے گا اور اُس دن کی گھبراہٹ سے بھی امن میں رہے گا۔ اور جو بُرائی لے کر آوے گا (کفر و شرک) تو جہنم میں ڈال دیا جاوے گا۔ فرشتے کہیں گے یہ تمہارے عمل بد کی سزا ہے اور کچھ نہیں۔

انما امرت ان اعبد رب ھذہ البلدۃ الخ مبدأ و معاد و نبوت میں کلام کر کے سورت کو کس عمدہ خاتمہ پر تمام کرتا ہے جو تمام اگلے مضمون کا خلاصہ ہے۔

اوّل یہ کہ لوگوں کو کہہ دو کہ مجھ کو صرف اس شہر کے رب کی عبادت کا حکم ہوا ہے یعنی مکہ کے رب کی۔ صرف اللہ کی عبادت پر مامور ہوں توحید خالص میرا وظیفہ ہے۔ اگرچہ خدا تعالےٰ نہ صرف مکہ کا رب ہے بلکہ تمام شہروں کا اور کل مخلوقات کا لیکن ھذہ البلدۃ کہنے سے قریش کو انفعال دلانا مقصود تھا کہ وہ رب کہ جس نے تمہارے اس شہر کو متبرک کیا حرمت دی جس کی بدولت تم عرب کی مار دھاڑ سے امن میں ہو۔ اور اسی پر کیا منحصر ہے ولہ کل شئی اس کی اور بہت خوبیاں ہیں اور ہر شے اس کے قبضہ میں ہے پس وہی پرستش کے قابل ہے۔

دوم امرت ان اکون من المسلمین کہ توحید کے بعد خدا تعالےٰ کی فرماں برداری نیک باتوں کا بجالانا، بُری باتوں سے بچنا بھی میرا فرض ہے۔

سوم وان اتلوا القرآن کہ تم کو قرآن سناؤں تبلیغ احکام کروں پھر جو ہدایت پر آوے گا اپنا بھلا کرے گا نہ مانے گا اپنا بُرا کرے گا۔ اس ترتیب میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تبلیغ اُسی کا کام ہے جو خود توحید اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہو۔ اُسی کی بات اثر بھی کرتی ہے۔ پھر اس خاتمہ کو کس عمدہ جملے پر تمام کرتا ہے وقل الحمد للہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں وہ تم کو اپنی وہ نشانیاں ابھی دکھاتا ہے جس کی تم کو جلدی ہے سو ان کو پہچان لوگے۔ چنانچہ بدر اور قحط کا دُخان دیکھ لیا۔ وما ربک بغافل عما تعملون اور اللہ تمہارے کام سے غافل نہیں ہر ایک عمل کا بدلہ دے گا۔ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ الاخیار خصوصاً علی محمد سید الابرار

وآلہ الاطہار و اصحابہ الاخیار۔

سورۃ قصص مکیۃ ہے اس میں اٹھاسی آیات اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمّٓ ① تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ

یہ آیتیں ہیں روشن

الْمُبِیْنِ ② نَتْلُوْا عَلَیْکَ مِنْ نَّبَاِ

کتاب کی　ہم آپ کو سناتے ہیں خبروں سے

مُوْسٰی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ

موسیٰ کے بیچ ہوئے اور فرعون کو لوگوں کو

یُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی

مان لینے والے ہیں　البتہ فرعون تو چڑھ رہا

الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَھْلَھَا شِیَعًا

ملک میں چڑھ گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر رکھے تھے

یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَۃً مِّنْھُمْ یُذَبِّحُ

ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا ان کے بیٹوں کو

اَبْنَآءَھُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَھُمْ ۭ اِنَّہٗ

مروا ڈالتا تھا اور لڑکیوں کو جیتا رکھتا تھا البتہ

کَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ④ وَنُرِیْدُ

وہ مفسدوں کو مفسد تھا　اور ہم چاہتے تھے

اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا

کہ ہم احسان کریں ان لوگوں پر جو کمزور کر دیے گئے تھے

فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَھُمْ اَئِمَّۃً وَّ

ملک میں اور ان کو سردار بنا دیں اور

نَجْعَلَھُمُ الْوٰرِثِیْنَ ⑤ وَنُمَکِّنَ

ان کو وارث کریں اور ملک میں ان کو جما دیں

لَھُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ

ملک ہے اس ملک میں اور فرعون اور

وَھَامٰنَ وَجُنُوْدَھُمَا مِنْھُمْ مَّا

ہامان اور ان کی فوج کو وہ چیز دکھا دیں کہ

کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ⑥

جس کا وہ خطرہ کرتے تھے۔

ترکیب

نتلوا کا مفعول محذوف ہے شیئا من نبا اس کی صفت جو اس پر دال ہے۔ اخفش کے نزدیک من زائد ہے یہ نبا من حیث مفعول ہے بالحق حال ہے نبا سے۔ نتلو کے فاعل سے بھی حال ہو سکتا ہے اے نتلوا علیک بالحق لقوم الخ نتلوا سے متعلق وھرش مخذوف ہے نتمکن ہے اور وہ اور نجعل لمن پر ان کے پیچھے فرعون ھامان و جنود ھما کا اول مفعول ما کانوا یحذرون مفعول دوم منھم نری سے متعلق اور بعض کہتے ہیں یحذرون سے وفیہ مافیہ لان الصلۃ لا تتقدم علی الموصول۔

تفسیر

اس سے پہلی سورۃ نمل کے خاتمہ میں یہ تھا وان اتلوا القرآن کہ مجھے قرآن سنانے کا حکم ہوا ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اس لیے اس سورۃ کی ابتدا طسٓمّٓ حروف مقطعات سے کر کے (جن میں ط سے طور اور س سے موسیٰ اور م سے محمد کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح کوہ طور پر ہم نے موسیٰ پر کتاب لوگوں کی ہدایت کے لیے دی اسی طرح مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر)

تلک اٰیٰت الکتٰب المبین سے کلام شروع کیا

کہ قرآن کتاب واضح ہے اس کی یہ آیتیں ہیں۔ مطلب یہ کہ
وہ کتاب اپنی صداقت پر آپ گواہ ہے اس کے سمجھنے کو کتاب
بنانے والوں کی آپ دلیل ہے۔ مبین یعنی ظاہر ہونے کے
سبب۔

نتلوا علیک من نبا موسیٰ و فرعون تو سے اسی
مناسبت سے موسیٰ اور فرعون کا حال شروع کیا کہ فرعون نے
اپنی دولت و سلطنت کے غرور میں بنی اسرائیل کو ذلیل و خوار
کر رکھا تھا شیعاً فرقاً یشیعونہ علی ما یرید و یطیعونہ
و جعلھم اصنافاً فی استخدامہ فمن بان و حارث
وغیرہ یعنی مصر کے لوگوں کے مختلف گروہ کر دیے تھے
اپنی قوم قبطی کو تو معزز خدمات پر مامور کر رکھا تھا اور بنی
اسرائیل کو سخت ذلت میں ڈال رکھا تھا، پھر ان سے بھی
مختلف گروہ تھے کوئی معمار ہے کوئی کھیتی پر مامور ہے۔

یستضعف طائفۃ منھم۔ شیعاً کی تفصیل ہے اور
ان کے جدا جدا گروہ کر دیے اور باہم پھوٹ ڈالنے کی طرف
بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ باہمی پھوٹ اور نفاق سے
ان کا زور جاتا رہے اور ہمیشہ غلامی میں رہیں۔

یذبح۔ اسی کی تفصیل ہے کہ ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالتا
تھا تاکہ ان کی نسل نہ بڑھے یا اس خوف سے کہ کسی نجومی نے ان
میں موسیٰ کے پیدا ہونے اور سلطنت چھننے کی خبر دی تھی اور لڑکیوں
کو زندہ رہنے دیتا تھا، ان سے کچھ خوف نہیں تھا تاکہ ان کی
عورتوں کو اپنے کام میں لائے جس سے ان کی اور بھی ذلت تھی۔
انہ کان من المفسدین یعنی وہ بڑا مفسد

تھا۔ و نرید ان نمن اس کو یہ مقصود تھا کہ ان غریبوں پر احسان
کریں اور ان کو ائمۃ یعنی سردار بنا دیں بادشاہ و پیشوائے
دین اور وارثین یعنی ملک شام کا وارث اور تمکین بھی اور
فرعون اور اس کے وزیر ہامان کو اور ان کے لشکر کو بھی
وہ بات دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے کہ یہ لوگ کہیں آزاد ہو کر
ترقی نہ کر جائیں، وہی ان کے سامنے لا دیں۔ اس کلام سے
یہ مطلب ہے کہ جس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو مصیبت سے
رہا کرنے کو موسیٰ کو بھیجا تھا اسی طرح اے لوگو تمہاری بہتری کو
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دے کر بھیجا اور جس
طرح جبر سے فرعون نے نہ مانا اور ہلاک ہوا خدا کے دوست کو نہ ماننے والا
بھی اسی طرح تم سے پیش آئے گا۔

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوْسٰۤی اَنْ اَرْضِعِیْهِ
اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو حکم بھیجا کہ اس کو دودھ پلا
فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ
پھر جب تجھے اس کا خوف ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے
وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ
اور نہ خوف کر اور نہ غم کر کیونکہ ہم اس کو پھیر دیں گے
اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝
تیری طرف اور اس کو پیغمبروں میں سے ایک رسول بنا دیں گے
فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ
پھر اس کو فرعون کے گھر والوں نے اٹھا لیا تاکہ انجام کار وہ ان کا

ف۱ یعنی یستضعف کی ضمیر
ف۲ عرب نہ صرف جہالت و گمراہی کے ظلمات میں [illegible] قوموں کی غلامی میں [illegible] قیصر و کسریٰ کے [illegible]
پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کو [illegible] بادشاہ [illegible]
اور ابوجہل فرعون [illegible]
اور [illegible]

[illegible]

عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ
دشمن اور غم دینے والا بنے بے شک فرعون اور ہامان

وَجُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِـئِيۡنَ ﴿۸﴾ وَ
اور ان کے لشکر خطاکار تھے اور

قَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَيۡنٍ
فرعون کی بیوی نے کہا (یہ لڑکا) میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

ع
لِّىۡ وَلَكَ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡهُ ۖ عَسٰٓى اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ
اور تیری بھی اس کو قتل نہ کرو شاید کہ یہ ہم کو نفع دے

اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹﴾
یا اس کو ہم بیٹا بنا لیں اور ان کو خبر نہ تھی (کہ انجام کیا ہوگا)

وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰى فٰرِغًا ؕ
اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا

اِنۡ كَادَتۡ لَـتُبۡدِىۡ بِهٖ لَوۡلَاۤ اَنۡ
قریب تھا کہ اس راز کو ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے

رَّبَطۡنَا عَلٰى قَلۡبِهَا لِتَكُوۡنَ مِنَ
دل کو مضبوط نہ کرتے تاکہ وہ (ہمارے) وعدہ کا یقین کرنے والوں میں رہے

الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۰﴾ وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ
اور اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ

قُصِّيۡهِ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّ
اس کے پیچھے چلی جا سو وہ اس کو اجنبی بن کر دیکھتی رہی اور

هُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَحَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ
ان لوگوں کو خبر نہ تھی اور ہم نے پہلے ہی سے اس پر

الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ فَقَالَتۡ هَلۡ
دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا سو موسیٰ کی بہن بولی کیوں

اَدُلُّكُمۡ عَلٰٓى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ
ایک ایسا گھرانہ بتاؤں جو اس کی پرورش کرے

لَـكُمۡ وَهُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ ﴿۱۲﴾
اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں

فَرَدَدۡنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا
پس ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں

وَلَا تَحۡزَنَ وَلِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ
اور وہ رنجیدہ خاطر نہ ہو اور معلوم کرے کہ اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾
سچا ہے لیکن بہت لوگ جانتے ہی نہیں

ترکیب

ان ارضعیہ الخ ان مصدریہ ہے تو یہ اوحینا کا مفعول اور اگر بمعنی ای تفسیریہ کے لیے ہو تو یہ اوحینا کی تفسیر ہوگی۔ لیکون اللام للصیرورۃ والعرض فارغا ای خالیا من الصبر او الخوف و ما سواہ یہ اصبح کی خبر فؤاد ام موسیٰ اسم۔ ان کادت ان مخففہ ہے ثقیلہ سے اور اسما محذوف ای انہا و ثقیل بمعنی ا جواب لولا محذوف دل علیہ ان کادت۔ لتکون لام متعلق ہے ربطنا عن جنب من مکان بعید اختلاسا یہ حال ہے موضع الحال من الفاعل فی بصرت۔ والمراضع جمع مرضعۃ ویمکن ان یکون جمع المرضع بمعنی مصدر۔

تفسیر

واوحینا یہاں سے حضرت موسیٰ کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ موسیٰ کی ماں کو ہم نے وحی کی یعنی اس کے دل میں القا کیا (کسی نبی کو) یہاں وحی سے مراد وحی نبوت نہیں اگر تو بے کھٹکے موسیٰ کو دودھ پلا سکے گی۔ جب فرعونی تلاش کرنے آئیں جیسا کہ ان کا قانون اور دستور تھا کہ لڑکے کی خبر پا کر اس گھر کے لوگ آتے اور اس کو دیکھ پا اور جگہ سے پا کر قتل

کو ڈالتے تھے تو اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ صندوق میں رکھ کر اور اس بات سے کچھ خوف نہ کرنا کیونکہ ہم اس کو پھر تیرے پاس پہنچا دیں گے (یہ بات فرشتے نے ان کی ماں کے دل میں ڈالی یا ان کے دل میں القا کیا) آخر ڈال دیا اور وہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس آیا۔ انہوں نے اٹھایا تو ایک حسین بچہ زندہ معلوم ہوا۔ خدا نے فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کی تدبیر کو کس طرح غلط کیا کہ اس بچہ کو اپنے گھر میں فرزند بنا کر پرورش کرنے لگے کہ انجام کو یہی بچہ ان کے خاندان کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ مگر موسیٰ کی ماں نے اپنی بیٹی سے کہہ دیا تھا کہ تو ان کے پیچھے اس صندوق کے ساتھ ساتھ دیکھتی جانا کہ کدھر جاتا ہے پر تجھ کو کوئی نہ پہچانے۔ پھر جب فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ پہنچ گئے اور دودھ پلانے کے لیے انائیں بلائی گئیں تو حضرت موسیٰ نے کسی کا بھی دودھ نہیں پیا۔ حضرت نے ان کے دودھ حرام کر دیے تھے۔ تب ان کی بہن نے کہا کہو تو میں تم کو ایک انا بتاؤں جو اس کو اچھی طرح سے دودھ پلائے اور دل سے پرورش کرے انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اس نے اپنی ماں کو لا دیا۔ انہوں نے دودھ پلایا تو حضرت موسیٰ پی گئے۔ آخرکار پھر حضرت موسیٰ اپنی ماں کے پاس آ گئے۔ خدا نے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں سچ وعدہ کر دیا اور سمجھا دیا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اگر جانتے تو اس کے عذاب سے ڈرتے اور رزق وغیرہ کی بابت جو اس نے وعدہ کیا ہے اس پر توکل کرتے دیدہ و دانستہ ہائے ہائے کرتے دنیا کے پیچھے عقبیٰ برباد نہ کرتے۔

موسیٰ کی ماں نے جب اس کو دریا میں ڈالا تو بچے کی محبت میں دل بے اختیار ہو گیا قریب تھا کہ چیخیں مار مار کر روتی مگر اللہ نے اس کے دل کو صبر اور ضبط کی طاقت دی۔

فالتقطہ۔ التقاط پڑی ہوئی چیز اٹھانا۔ راہ وں سے جو اٹھا لیتے۔ اسی لیے پڑی ہوئی چیز جس کو لوگ اٹھا لیتے ہیں لقطہ کہتے ہیں۔ اور یہاں سے جو لڑکے کو جو اٹھا لیتے ہیں یعنی لاوارث کو لقیط۔

لیکون لہم عدوا۔ یہ لام عوض کی لام عاقبت کہلاتا ہے نہ لام غرض۔ یعنی موسیٰ کے اٹھا لینے سے ان کی غرض اپنا دشمن پالنا اور سچ مول لینا نہ تھا لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ گویا انہی غرض یہی اٹکل پچو تدبیر غلط تھی۔

وقالت امرأت فرعون۔ یہ محل کے اندر کی گفتگو ہے جب کہ بعض نے کہا تھا والوں نے یہ کہا کہ یہ بچہ کوئی بنی اسرائیل میں سے ہونا معلوم ہوتا ہے کہیں یہ وہی نہ ہو جس کی نجومیوں نے خبر دی ہے اس کو مار ڈالو تب فرعون کی بیوی نے کہا نہ مارو۔ اس کے دل میں اللہ نے موسیٰ کی محبت ڈال دی تھی۔ فرعون کے کوئی لڑکا نہ تھا کہا یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے کسی شریف کا بچہ ہے نفع پہنچا دے گا یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں گے۔ اگر بیٹا نہ بنائیں گے تو بھی اس سے بھلائی کی توقع ہے۔ اگرچہ اس صندوق کو فرعون کی بیٹی نے اٹھوا لیا تھا مگر سفارش بیوی نے کی اس لیے اس میں دونوں شریک تھے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ

اور جب موسیٰ پہنچ گئے اپنی جوانی کو　اور سنبھل گئے　تو ہم نے انکو

حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى

حکمت اور علم دیا　اور ہم نیک بندوں کو اسی طرح

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ

بدلہ دیا کرتے ہیں　اور موسیٰ شہر میں لوگوں

عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ

کی بے خبری کے وقت داخل ہوا پھر اس نے

فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ

وہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا کہ یہ ایک اس کی

شِيعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ

جماعت کا تھا اور یہ دوسرا اس کے دشمنوں میں سے تھا پھر اس سے مدد چاہی

الَّذِي مِنْ شِيعَتِهٖ عَلَى الَّذِي مِنْ

کے گروہ کا تھا اپنے دشمن پر موسیٰ سے مدد

عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوسٰى فَقَضٰى

چاہی تب موسیٰ نے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام

عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۖ

کر دیا موسیٰ کہنے لگے یہ تو شیطانی حرکت سرزد ہو گئی

إِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ

بے شک شیطان صریح دشمن گمراہ کرنے والا ہے کہنے لگے

رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي

اے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا سو مجھے معاف کر

فَغَفَرَ لَهٗ ۚ إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶﴾

پھر بخش دیا بے شک وہی تو بخشنے والا مہربان ہے

قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ

موسیٰ نے کہا اے رب جیسا کہ آپ نے مجھ پر انعام کیا ہے تو آئندہ

أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ﴿۱۷﴾ فَأَصْبَحَ

میں کبھی کسی مجرم کا مددگار نہ ہوں گا پھر موسیٰ نے صبح کی

فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا

شہر میں ڈرتے انتظار کرتے ہوئے تو یکایک دیکھا کہ

ع ۲ الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۚ

وہی شخص کہ جس نے کل موسیٰ سے فریاد کی تھی اس کو پھر پکار رہا ہے

قَالَ لَهٗ مُوسٰى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۸﴾

موسیٰ نے اس سے کہا بے شک تو صریح گمراہ ہے

فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ

پھر جب موسیٰ نے قصد کیا کہ پکڑے اس کو جو ان کے دشمن تھا

عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوسٰى أَتُرِيدُ

ان دونوں کا دشمن تو وہ کہنے لگا اے موسیٰ کیا تو مجھے بھی

أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا

قتل کیا چاہتا ہے جیسا کہ کل ایک کو قتل

بِالْأَمْسِ ۖ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ

کر چکا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ ملک میں

جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ

زبردستی کرتا پھرے اور تو یہ نہیں چاہتا کہ

تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۹﴾ وَجَاءَ

اصلاح کرنے والوں میں سے ہو رہے اور ایک

رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعٰى ۡ

شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا تھا

قَالَ يٰمُوسٰى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ

کہا اے موسیٰ دربار والے تیرے مشورہ کر رہے ہیں

بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ

کہ تجھے قتل کریں سو نکل جا البتہ میں

مِنَ النّٰصِحِينَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا

تیرا خیر خواہ ہوں پھر موسیٰ شہر سے ڈرتے

خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي

انتظار کرتے ہوئے نکلے کہا اے رب مجھے

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴿۲۱﴾

ظالم قوم سے بچا لے۔

ترکیب

اَشُدَّهٗ جواب لَمَّا عطف حین غفلۃ حال من المدینۃ

یجوز ان یکون حالاً من الفاعل ای مختفیا۔ هٰذا من عم

الجملتان فی موضع نصب صفۃ لرجلین یسا ؛ نعمت الفیار القصر والجواب محذوف ودل علیہ فمن یکون ۔ لیکن ان یکون المعنی یکون انالک علی اعصتنی خائفا حال من فاعل اصبح یترقب بدل منہا او کیرنا ۔ یسعی صفۃ اخریٰ لرجل او حال الا شمار ۔ الشدت اور الاوی کل واحد من الفشاور یہ یا مر صاحب تجنی او تشیر علیہ بامر ۔

تفسیر

الغرض موسیٰ جب بھرپور جوان ہو گئے تو خدا نے ان کو حکم یعنی دانائی اور حکمت دی اور علم عطا کیا نیک و صالح اور باخدا تھے لیکن ہنوز نبوت نہیں عطا ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں اشد اور استویٰ کے ایک ہی معنی ہیں اور قوی یہ ہے کہ دونوں لفظوں کے جدا جدا معنی ہیں۔ اشد بلوغ اور استویٰ جہاں تک بڑھنے کی حد ہو بڑھ چکنا۔ ابن عباس کہتے ہیں اشد کا اطلاق اٹھارہ برس سے تیس برس تک کا زمانہ ہے اور استویٰ تیس سے لے کر چالیس تک کا (نیشاپوری)۔

ودخل المدینۃ علی حین غفلۃ[1] مدینہ سے کون سا شہر مراد ہے کہ جہاں لوگوں کو غافل پا کر حضرت موسیٰ چلے گئے تھے اور غافل پڑ جانے کا کیا سبب تھا؟ اس بارے میں علماء مفسرین نے کئی قول لکھے ہیں۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ شہر مصر سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر فرعون نے اپنے رہنے کو ایک جدا بستی آباد کی تھی۔ اس موسیٰ کے آنے کی مخالفت تھی۔ کس لیے کہ اپنے عالمانہ اور حکیمانہ خیالات سے حضرت موسیٰ فرعونیوں کے طریقے پر معترض ہوا کرتے تھے۔ فرعونیوں کی آنکھ بچا کر ایک روز آپ وہاں چلے گئے پھر وہاں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مصری اور ایک اسرائیلی کو باہم لڑتے دیکھا۔ مصری اپنی قومی شوکت کے گھمنڈ پر زیادتی کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے موسیٰ سے فریاد کی۔ آپ نے چھڑانے کی کوشش سے مصری کے سینہ پر ایک ہاتھ مار کر دھکا دیا۔ شہ زور آدمی تھے اس کے دل پر کوئی صدمہ پہنچا مر گیا۔ اگرچہ یہ موت اتفاقی تھی اس میں موسیٰ کا کوئی قصور نہ تھا مگر تاہم ایک آدمی ان کے ہاتھ سے ضائع ہوا اس لیے افسوس کیا اور اس کو شیطانی کام کہا اور خدا سے استغفار کیا۔ اس واقعہ سے حضرت موسیٰ پر طعن کرنا اور عصمت انبیاء میں کلام کرنا بے فائدہ بات ہے۔ موسیٰ کا اس میں درحقیقت گناہ ہی کیا تھا۔ ورنہ اگر اس وقت تک آپ نبی ہی کہاں ہوئے تھے۔ نبوت تو مدین سے واپس آتے وقت ملی۔ جیسا کہ قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے فعلتہا اذا وانا من الضالین ففررت منکم لما خفتکم فوہب لی ربی حکما (شعراء) پھر موسیٰ نے قسم کھائی کہ آئندہ مجرموں کی کبھی مدد نہ کروں گا۔ مدد تو اسرائیلی کی تھی وہ مظلوم تھا مجرم نہ تھا۔ پھر کیا فرمایا کہ آئندہ مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔ پہلے کب مجرموں کی مدد کی تھی اور اگر وہ اسرائیلی مجرم تھا اور موسیٰ نے حمیت قومی سے اس کی مدد کی تھی تو پھر موسیٰ کے گناہ میں کیا کلام باقی رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

[1] ضحاک کہتے ہیں عین نصف النہار مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں عصر مراد ہے۔ حین غفلۃ سے بعض کہتے ہیں بین شام کا وقت بعض کہتے ہیں دوپہر کا وقت۔ اس کا سبب بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ ان دنوں میں جب موسیٰ نے فرعون کی داڑھی بچپن میں اور طمانچہ کھیلتے ہوئے مستی میں مارا تو فرعون نے ناراض ہو کر محل سے نکلوا دیا پھر موسیٰ نہ آئے نہ خاص شہر میں۔ یہ ممکن ہے کہ ایسا ہو۔ مگر صاف بات یہ ہے کہ مرنے سے ۔۔۔ ادھر ادھر جانے کا علم لوگوں کو غافل پا کر چلے آئے ہوں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاۗءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى

اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رخ کیا تو کہا امید ہے

رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾

کہ میرا رب مجھے سیدھا رستہ بتاوے گا

وَلَمَّا وَرَدَ مَاۗءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ

اور جب کہ مدین کے پانی پر پہنچے تو لوگوں کا

اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ڭ وَوَجَدَ

مجمع دیکھا جو پانی پلا رہے تھے اور ان سے

مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ

الگ دو عورتیں دیکھیں جو اپنے جانوروں کو روکے کھڑی تھیں

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ

موسیٰ نے ان سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے بولیں جب تک چرواہے

حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاۗءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ

پلا کر نہ لے جائیں ہم نہیں پلاتیں اور ہمارا باپ بڑا

كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى

بڑی عمر کا ہے پھر موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر ہٹ کر بیٹھ گئے

اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ

سایہ کی طرف پھر کہا اے رب تو جو کچھ میری

اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَاۗءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا

طرف بھیجے تو میں محتاج ہوں پھر ان دونوں میں سے ایک آئی

تَمْشِيْ عَلَي اسْتِحْيَاۗءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ

شرم سے چلتی ہوئی کہنے لگی میرا باپ

يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ

تم کو بلاتا ہے تاکہ تم کو بدلہ دے اس کا جو تم نے پلایا

لَنَا ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ

ہمارے لئے پھر جب موسیٰ اس کے پاس آئے اور سب قصہ

الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ڣ نَجَوْتَ

بیان کیا انہوں نے کہا خوف نہ کرو تم نے نجات پائی

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ

ظالم لوگوں سے ان میں سے ایک بولی

اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ

ایک نے کہا اے باپ اس کو نوکر رکھ لو البتہ

خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

جس کو آپ نوکر رکھیں قوی اور امانتدار ہونا بہتر ہے

قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى

اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا

ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ

تیرے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ برس تک میری

حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ

نوکری کرو پھر اگر تم دس پورے کر دو تو تمہاری طرف سے

عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ

احسان ہے اور میں تم پر مشقت ڈالنا

عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ

نہیں چاہتا تم مجھے ان شاء اللہ اچھے

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ

لوگوں میں سے پاؤ گے موسیٰ نے کہا یہ میرے

بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ

اور آپ کے درمیان ہے دونوں مدتوں میں سے جو کوئی

قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ

بھی پوری کر دوں تو مجھ پر زیادتی نہ ہو اور اللہ

عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾

ہمارے قول و قرار پر گواہ ہے۔

اس لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کو سورۃ قصص کہتے ہیں۔

ترکیب

على استحياء حال من فاعل جاءت، ما سقيت ما مصدرية ان
تاجرني في موضع الحال ثماني ظرف. فمن عندك خبر ان
يكون خبر مبتدأ محذوف ... ايما الاجلين ما زائدة ...
... الخ۔

تفسیر

ہر چند اسرائیلی مجرم نہ تھا زیادتی مصری کی تھی
مگر مشہور ہے ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی ہر جگہ بازاروں
میں لڑائی جھگڑا ہونا صالحین کی سیرت نہیں۔ اس کو جو کوئی بُرا
بھلا بھی کہتا ہے تو صبر ہی کر جاتے ہیں آمادہ جنگ نہیں
ہوتے۔ اس لیے اس اسرائیلی کو الگ ہو کر آپ نے
انک لغوی مبین کہا۔ اس کلام سے حضرت موسیٰ نے اس کو
بھی مجرم ہی قرار دیا اور قصد کیا کہ آئندہ سے ایسے جھگڑوں
میں نہ پڑوں گا مگر خدا کی قدرت اگلے روز اسی اسرائیلی کا
کسی اور شخص سے بازار میں جھگڑا ہوا اور اتفاقاً موسیٰ کو دیکھ کر
پھر اس نے فریاد کی۔ آپ نے خفا ہو کر اس کو فرمایا کہ تو بڑا
بے ہودہ ہے ہر روز لوگوں سے لڑتا ہے ان کو تھوڑا
اور ہاتھ بڑھا کر الگ کر دینا چاہا تو اس بے ہودہ اسرائیلی
نے اس پہلی خفگی کی بات سے یہ سمجھا کہ میرے مارنے کو ہاتھ
بڑھایا ہے اس لیے موسیٰ کو کہا جس طرح آپ نے کل
ایک آدمی کو مار ڈالا آج مجھے بھی مارنا چاہتے ہیں۔ اس
کے اس کہنے سے راز قتل فاش ہو گیا۔ یہ خبر فرعون کے
دربار تک پہنچی۔ ان کے اعتراضات اور تنفر کی وجہ سے
وہ پہلے ہی ان سے ناراض اور باغی سمجھتے تھے اب تو
اور بھی غضب ناک ہو گئے اور انتقام میں موسیٰ کو قتل
کرنے کی تدبیر کرنے لگے۔ فرعونیوں میں سے ایک نیک
مرد مومن کا خیر خواہ بھی تھا وہ دوڑا ہوا آیا اور موسیٰ کو خبر
دی اور کہا آپ یہاں سے بھاگ جائیے۔ حضرت موسیٰ
اسی حالت میں نکل پڑے اور مدین کی طرف رخ کیا۔ یہ
ایک بستی قلزم کے پار فرعون کی عملداری سے باہر عرب
میں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے لوگوں کی تھی حضرت
شعیب ایک پیرمرد اسی بستی میں رہتے تھے ان کی صرف
دو لڑکیاں تھیں بکریوں پر گزر اوقات تھی۔ کنوئیں سے ڈول
کھینچ کر جب لوگ پانی پلا چکتے تو بچا ہوا یہ بھی پلاتیں اور تب تک
اپنی بکریوں کو روکے کھڑی رہتی تھیں۔ اتفاقاً حضرت موسیٰ
کئی دن کا سفر طے کر کے مدین آئے اور اسی کنوئیں پر پہنچے۔
سایہ دار درخت کے تلے بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے لڑکیوں
سے پوچھا تم کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا ہم سے ڈول
نہیں کھنچ سکتا اور ہمارا باپ بڈھا ہے۔ ان کو رحم آیا قوی مرد
تھے تنہا چرس کھینچ کر ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ گھر جا کر
انہوں نے باپ سے کہا ایک نو وارد مسافر آیا ہوا ہے اور
بڑا نیک اور قوی ہے آپ اس کو نوکر رکھ لیجیے۔ باپ نے کہا
اس کو بلا لاؤ۔ ایک آئی مگر شرم و حیا کے ساتھ۔ آ کر کہا کہ
میرے باپ آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ کی اجرت دیں۔ حضرت
موسیٰ گئے اور سب قصہ بیان کیا۔ شعیب نے فرمایا خوف
نہ کرو خدا نے ظالم قوم سے تم کو نجات دی۔ پھر کہا کہ ان دونوں لڑکیوں
میں سے ایک کا تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں، اس
شرط پر کہ آپ آٹھ برس تک میرے ہاں کام کاج کریں
اور دس پورے کر دیں تو آپ کی مہربانی اور میں آپ کو
تکلیف نہ دوں گا۔ آخر نکاح ہوا اور باہمی قول و قرار پر
اللہ کو ضامن کر کے حضرت موسیٰ وہاں رہنے لگے۔ یہ آٹھ
برس کی نوکری گویا حضرت کا مہر تھا۔ اس وقت بجائے
مال کے خدمات بھی مہر قرار پاتی تھیں۔ بعض علماء نے اس
سے اور نیز بعض احادیث سے کہ جن میں آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے قرآن پڑھانا مہر قرار دیا ہے، آج کل بھی اس
قسم کا مہر مقرر کرنا جائز قرار دیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے

امام ابو حنیفہؒ مال ہی کو مہر قرار دیتے ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ ان تبتغوا باموالکم الآیۃ۔

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ

غرض جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر چکے اور اپنے گھر کے

بِأَهْلِهِ آنَسَ مِن جَانِبِ الطُّورِ نَارًا

لوگوں کو لے کر چلے تو دیکھی کوہ طور کی طرف سے ایک آگ

قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ

گھر والوں سے کہا تم ٹھہرو مجھے ایک آگ دکھائی دی ہے

نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ

شاید میں وہاں سے تمہارے پاس کچھ خبر لاؤں یا

جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٢٩﴾

آگ کا انگارا لاؤں تاکہ تم تاپو

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِن شَاطِئِ الْوَادِ

پھر جبکہ وہاں آئے تو اس مقدس وادی کے دائیں جانب

الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ

سے ایک درخت میں سے آواز آئی

مِنَ الشَّجَرَةِ أَن يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ

کہ اے موسیٰ میں تمام جہانوں کا پروردگار

رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٠﴾ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ

اللہ ہوں اور یہ کہ تو اپنا عصا ڈال دے

فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ

پھر جب اس کو دیکھا کہ سانپ کی طرح لہرا رہا ہے تو پیٹھ پھیر کر

مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوسَىٰ أَقْبِلْ

الٹے بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا پھر کہا اے موسیٰ سامنے آ

وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ﴿٣١﴾

اور مت ڈر تو امن میں ہے

اسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ

اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال وہ نکلے گا

بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ وَاضْمُمْ إِلَيْكَ

سفید بے عیب چمکتا ہوا اور خوف سے اپنے

جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذَانِكَ

دونوں بازو اپنی طرف ملا لے یہ دو

بُرْهَانَانِ مِن رَّبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ

سند ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کی

مَلَئِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٣٢﴾

طرف بے شک وہ بدکار لوگ تھے

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا

موسیٰ نے کہا اے رب میں نے ان میں کے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے

فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ ﴿٣٣﴾ وَأَخِي

سو ڈرتا ہوں کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں اور میرا بھائی

لہ ذو جان [illegible] احدہا [illegible] والثانی [illegible] اضطراب [illegible] الخوف من [illegible] ان [illegible] عند الاعداء [illegible] فی الیقین [illegible] تحت [illegible] اخرجہا بیضاء [illegible] الاعجاز [illegible] معجزۃ [illegible] الخوف [illegible] النفس [illegible] الاضطراب [illegible] من [illegible] الرھب [illegible] (بیضاوی)۔

هَٰرُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا

اور ہارون وہ مجھ سے فصیح تر زبان میں ہے

فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي

اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے

إِنِّي أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ ﴿۳۴﴾ قَالَ

میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے فرمایا

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ

ہم تمہارے بھائی سے تمہارا بازو قوی کیے دیتے ہیں اور تم کو

لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا

غلبہ دیں گے پھر وہ تم تک پہنچ نہ سکیں گے

بِآيَاتِنَا أَنتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا

ہماری نشانیوں کے سبب تم اور تمہارے پیرو

الْغَالِبُونَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَاءَهُم مُّوسَىٰ

غالب رہیں گے پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری

بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا

نشانیاں لے کر آئے تو لوگ بولے یہ ہے کیا؟ مگر

سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي

جادو بنایا ہوا اور ہم نے تو اس کو اپنے اگلے باپ

آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ

دادا میں سنا بھی نہ تھا اور موسیٰ نے کہا کہ

رَبِّي أَعْلَمُ بِمَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ

میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہو

مِنْ عِندِهِ وَمَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ

اور اس کو بھی خوب جانتا ہے کہ کس کے لیے دار آخرت کی خوبیاں

الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۳۷﴾

ہوں گی البتہ ستمگار فلاح نہیں پاتے

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ

اور فرعون نے کہا اے سردارو! میں نہیں جانتا

لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي

کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے پھر اے ہامان میرے

يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَل لِّي

لیے گارا پکا (اینٹیں پزاوا) پھر میرے لیے ایک بلند

صَرْحًا لَّعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ

محل چنوا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو جھانکوں

وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۳۸﴾

اور میں تو اس کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

ترکیب

شاطئ الوادی جانبہ ومن الاولیٰ والثانیۃ [illegible] انا [illegible] من شاطئ الوادی من قبل الشجرۃ کانہا بدل الاولیٰ بدل الاشتمال لان الشجرۃ کانت نابتۃ علی الشاطئ۔

تفسیر

جب موسیٰ وہ میعاد پوری کر چکے تو بیوی کو لے کر مدین سے مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ سردی کا موسم تھا رستہ میں راستہ بھول گئے تھے گھر کے لوگوں سے کہا کہ وہ جو دور جنگل میں آگ چمک رہی ہے تم یہیں ٹھہرو میں وہاں جا کر دریافت کرتا ہوں شاید رستہ کے لیے کہ اس آگ کے پاس کوئی ہوگا اور جو آگ زیادہ ہوئی تو اس میں سے ایک انگارا بھی تمہارے تاپنے کو لاؤں گا۔ جب موسیٰ وہاں آئے تو رستہ کے داہنی جانب ایک جنگل کی پاک جگہ میں ایک درخت سے یہ آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہوں اللہ رب العالمین۔

یہ وادی کہ جہاں درخت میں سے دور سے رات کو موسیٰ کو آگ دکھائی دی تھی کوہ طور کی وادی ہے قلزم کے قریب اس کی دونوں شاخوں کے درمیان مدین سے ایک دو روز کے فاصلہ پر مصر جاتے ہوئے یہ وادی ملتی ہے۔

الغرض موسیٰ نے جو دور سے آگ کا شعلہ دیکھا تھا وہ آگ نہ تھی تجلی الٰہی کی روشنی تھی۔ چنانچہ جب وہاں آئے تو خدا سے ہم کلام ہوئے۔ آگ لینے آئے تھے نبوت مل گئی۔ وہیں عصا اور ید بیضا کے دو معجزے ملے اور حکم ہوا کہ فرعون کو جا کر سمجھاؤ۔ دعا کی کہ میری زبان میں لکنت ہے میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو بھی مددگار کر دے۔ چنانچہ آئے اور فرعون سے ملے اور معجزے دکھلائے وہ کب مانتا تھا آخر وہ اور اس کا تمام لشکر قلزم میں غرق ہوا۔ یہ قصہ اور سورتوں میں مفصل ہے یہاں اختصار کر دیا گیا کیونکہ جس غرض سے بیان ہوا وہ اسی قدر میں حاصل ہو گئی۔ اب کلام اس میں ہے کہ درخت میں سے جو آواز آئی اور موسیٰ کو سنائی دی وہ کس کی آواز تھی؟ فرشتے کی یا خود خدا تعالیٰ کی۔ اگر فرشتے کی آواز تھی تو اس نے کیوں کہا کہ میں اللہ ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ کی تھی تو اس کا کلام آواز اور حروف سے پاک ہے جیسا کہ متکلمین کا مذہب ہے۔ کیونکہ یہ باتیں جسمانی چیزوں کے کلام میں ہوتی ہیں۔ اس کے جواب میں معتزلہ تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی جسمانی چیز کے ذریعہ سے کلام کر سکتا ہے یعنی اپنا کلام اس میں پیدا کر کے سنوا دیتا ہے۔ پتھر کی طرف توجہ کی تو پتھر اس کی طرف سے زبان بن کر کلام کرنے لگا، درخت کی طرف کی تو وہ بولنے لگا۔ مگر اشعری کے علماء اہل السنت والجماعت کہتے ہیں کہ وہ کلام قدیم جو اللہ کی ذات سے قائم ہے سنا نہیں جا سکتا اور جو درخت میں سے سنا گیا وہ ایک آواز اور حروف تھے جو اس کے کلام پر دلالت کرتے تھے۔ اشعری فرماتے ہیں کہ وہ کلام کہ جو آواز کے ذریعہ سے ہو حروف کے وہ بھی

ممکن ہے کہ فرشتے نے اسی وسعت کے اعتبار سے جیسا کہ ذات الٰہی جو نہ جسم ہے نہ عرض ہے ممکن ہے کہ دکھائی دے جاوے (قیامت میں) گو۔ خلاصہ جواب یہ کہ فرشتہ کی آواز نہ تھی۔

بات یہ تھی کہ اس درخت پر خدا کی تجلی ہوئی اور موسیٰ وہاں پہنچے تو وہاں اس تجلی کی برکت سے انکشاف ہوا، روحانی طور پر خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے جس میں اس ظاہری آواز اور حروف ظاہری کی حاجت نہیں ایسی باتوں کی پوری کیفیت حیطۂ بیان سے بھی باہر ہے۔

بعض فلسفیانہ خیالات کے مسلمان اس روشنی کو فاسفورس کے سبب سے بیان کرتے ہیں اور اس آواز کی اور پھر دونوں معجزوں کی بھی عجیب عجیب بے سروپا توجیہیں کرتے ہیں جو محض بے فائدہ بات ہے۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ
اور فرعون اور اس کے لشکروں نے ناحق کا ملک میں سر
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا
اٹھایا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ ہماری طرف لوٹ کر نہ
يُرْجَعُونَ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ
لوٹائے جائیں گے پھر ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ کر
فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ
پھر ان کو دریا میں پھینک دیا سو دیکھیے ستمگاروں کا
كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ
کیا انجام ہوا اور ہم نے ان کو کیا
أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ
پیشوا (گمراہی میں) وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلایا کرتے تھے اور قیامت
الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾ وَأَتْبَعْنَاهُمْ
کے دن ان کو مدد نہ پہنچے گی اور ہم نے

فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن

هُم مِّنَ الْمَقْبُوحِينَ ⊙ وَلَقَدْ

تو ان کی بہت بری گت ہوگی اور ہم نے

آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِن بَعْدِ

موسیٰ کو کتاب دی (توریت) بعد اس کے کہ

مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ

ہم پہلے قرنوں کو ہلاک کر چکے تھے وہ کتاب

لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ

لوگوں کے لیے بینائی اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ لوگ

يَتَذَكَّرُونَ ⊙ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ

سمجھیں (نصیحت پکڑیں) اور (اے محمد) جب کہ ہم نے موسیٰ کے لیے

الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى

نبوت کا حکم دیا تھا تو تب (کوہ طور کے) غربی جانب موجود

الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ⊙

تھے اور نہ آپ ان کو دیکھ رہے تھے

وَلَٰكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ

ولیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں پھر ان پر بہت سی مدت گزر

عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا

گئی نہیں اور نہ تو آپ رہتے تھے

فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ

لوگوں میں مدین والوں کے جو ان کو ہماری آیتیں سناتا

آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ⊙ وَ

لیکن ہم تھے (رسول) بھیجنے والے اور نہ آپ (کوہ) طور کے کنارے

ع

مَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا

اور نہ تم اس وقت موجود تھے جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی

وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ

لیکن آپ کے رب کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو

قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن

نبی بنا کر بھیجا تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس

قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ⊙

آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

تفسیر

ویوم القیامۃ ہم من المقبوحین تک فرعون اور موسیٰ کا قصہ تھا۔ اس کو تمام کر کے ولقد آتینا موسیٰ الکتاب سے اس قصہ کے نتائج کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب پہلے قرن یعنی زمانہ والے ہلاک ہو چکے تو خلق کی رہنمائی کے لیے ہم نے موسیٰ کو مبعوث کیا اس کو یہ باتیں بخشیں۔ جنگل میں کلام کیا، معجزات دیئے اور کتاب یعنی توریت عطا کی جو بصارت اور ہدایت اور رحمت تھی سمجھداروں کے لیے۔ اسی طرح موسیٰ کے بعد جب گمراہی کا ایک زمانہ دراز گزر گیا خلق کی ہدایت کے لیے اے محمد تجھ کو مبعوث کیا اور تجھ پر قرآن نازل کیا جس میں گزشتہ انبیاء کے صحیح صحیح واقعات تجھ کو بتا دیئے ورنہ اے محمد نہ تو آپ جانب غربی میں تھے یعنی اس جنگل میں

ف قرن سینگ کو بھی کہتے ہیں اور زمانہ کو بھی۔ یہاں اخیر معنی مراد ہیں۔ قرن میں اختلاف ہے۔ کوئی دس برس کے زمانے کو قرن کہتا ہے، کوئی کچھ اس سے زیادہ کو کہتے ہیں۔ اہل سنہ کا ہندی میں ترجمہ ٹھیک ہے۔ کہتے ہیں کئی جگ بیت گئے یعنی کئی زمانے گزر گئے۔ چونکہ آج کل قرنوں کا لفظ مستعمل ہے اس لیے ہم نے اسی کو رہنے دیا اور جہاں آیا ہے ہم نے بہت سے قرن ہلاک کیے وہاں مراد یہ ہے کہ بہت سے قرنوں کے لوگ ہلاک کیے۔ ۱۲ منہ

جو طور کی غربی طرف تھا جہاں کہ ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی۔ اس سے مراد کوہ طور کی وادی ہے جو عرب سے غربی سمت پر واقع ہے یا اسی وادی کی غربی جانب مراد ہے۔ وما کنت من الشٰھدین اور نہ آپ اس معاملہ کو دیکھنے والا تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں یہ معنی ہوئے کہ نہ تو آپ اس جگہ موجود تھے اور جو موجود بھی ہوتے تو ان وقائع کو نہ دیکھتے۔ ولکنا انشأنا قرونا لیکن موسیٰ کے عہد سے لے کر تیرے زمانے تک بہت سے قرن پیدا کیے فتطاول علیھم العمر پس عمر دراز ہونے کی وجہ سے علوم اور شرائع معدوم ہو گئے تھے تو ہم پر رسول بھیجنا ضرور ہوا۔ پھر تفصیل کرتا ہے وما کنت ثاویا اے مقیما فی اھل مدین کہ نہ تو مدین میں رہا کرتا تھا جو تتلوا علیھم آیٰتنا اہل مکہ والوں کو ان کے حالات سناتا ہے (اصحاب) اور ثاوی کہتے ہیں تو مدین والوں کا رسول نہ تھا بلکہ ان کا اور رسول تھا شعیبؑ تو اور رسول ہے جو سب کے بعد آیا۔ وما کنت بجانب الطور اذ نادینا اور نہ تو کوہ طور کے پاس تھا جب کہ ہم نے موسیٰ کو پکارا۔ یہ موسیٰ کے کسی دوسرے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ سفر میں وہ بیوی کو لے کر گئے تھے۔ ولکن رحمۃ من ربک مگر تیرے رب نے اپنے فضل سے تجھ پر وحی کی اور یہ باتیں بتائیں اور تجھے رسول بنایا لتنذر قوما کہ تو ان لوگوں کو متنبہ کرے کہ جن کے پاس رسول نہیں آیا وہ تیرے زمانے کے لوگ ہیں لعلھم یتذکرون کہ وہ سمجھیں اور ہدایت پر آویں۔

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے پہنچے ان کی بدولت کوئی مصیبت

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا

جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں تو کہنے لگیں اے ہمارے رب

لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا

کیوں نہ تو نے ہمارے پاس کوئی رسول بھیجا

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ

کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے اور ایمان لانے والوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ

میں سے ہوتے پھر جب ان کے پاس ہماری

الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ

طرف سے دین حق آیا تو کہنے لگے کہ اس رسول کو کیوں نہ

مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا

ویسا ملا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا کیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا

بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا

لوگوں نے اس کا پہلے انکار نہیں کیا تھا کہتے تھے

سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ

دونوں جادو ہیں ایک دوسرے کے مددگار اور کہتے تھے کہ ہم

كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ

کسی کو بھی نہیں مانتے کہہ دو پھر لاؤ کوئی کتاب

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ

اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب جو ان دونوں سے

اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾

ہدایت میں بڑھ کر ہو کہ میں اس پر چلوں

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا

پھر اگر آپ کا کہنا نہ کریں تو جان لو کہ وہ

يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ

صرف اپنی خواہشوں کے تابع ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون

مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى

کہ جو خدا کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلے

مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

بھلا ہو ... بے شک اللہ بے انصافوں کو ہدایت نہیں کرتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

(لوگوں کو) ہدایت کی نہیں دیتا۔

ترکیب

لولا حرف شرط ان تصیبھم ای مصیبۃ بما قدمت ایدیھم سے متعلق شد او اصابۃ المصیبۃ علیھم بسبب اسنادھم الاعمال سیئۃ قدمت والخبر محذوف منہ الجواب کسبوا ایضا ان تقریع یا تعجب کے لیے ہے پورے جملہ مقدر عطفی او وقع علیھم المصیبۃ یا انما ھم فقالوا ربنا لولا یہ سب جملہ جزء شرط میں ہے جواب محذوف ای ما ارسلناک الیھم رسولا قالوا سحران جملہ بیان ہے اولم یکفروا الخ ساحران بالالف اسے موسیٰ و ہارون و قبل موسیٰ و محمد و غیر الالف سحران ای القرآن والتوراۃ۔

تفسیر

لولا ان تصیبھم مصیبۃ یہاں سے پھر اسی رسولوں کے بھیجنے کے مسئلہ کو ثابت کرتا ہے کہ ہم اس لیے بھی رسول بھیجا کرتے ہیں کہ لوگ جب ان پر ان کے اعمال بد کی شامت سے عذاب آئے تو یہ نہ کہنے لگیں کہ الٰہی تو نے ہمارے پاس رسول بھیجا تو ہم آیات کی پیروی کرتے ایماندار ہو جاتے اس مصیبت کو نہ دیکھتے کس لیے کہ پھر بے علمی کو نہیں کرتے۔ اس الزام کو دفع کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیاء بھیجے تاکہ پھر کسی کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ لیکن فلما جاءھم الحق من عندنا جب ان کے پاس حق آیا تو اس میں شبہات کرنے لگے کہ لولا اوتی مثل ما اوتی موسیٰ اس رسول کو ایسے معجزے کیوں نہ دیئے گئے جو موسیٰ کو دیئے گئے تھے

عصا کا سانپ بن جانا، ید بیضا وغیرہ۔ خدا تعالیٰ ان کے اس شبہ کا جواب دیتا ہے اولم یکفروا بما اوتی موسیٰ من
ع ۹ قبل قالوا سحران تظاھرا کہ کیا اگلے لوگوں نے موسیٰ کا پہلے انکار نہیں کر دیا ہے اور کہہ دیا کہ دونوں بھائی جادوگر ہیں۔ ایک دوسرے کا مددگار بن گیا ہے۔ قریش نے یہود مدینہ کے کہنے سے یہ کہا تھا کہ موسیٰ کے مانند معجزات دکھاؤ فرمایا کہ موسیٰ کو کب لوگوں نے مانا تھا اور یہ قریش اب بھی موسیٰ کو کب مانتے ہیں دونوں بھائیوں کو ساحر کہتے ہیں۔ جس نے ساحران پڑھا ہے تب تو معنی ظاہر اور جس نے سحران پڑھا ہے تب یہ مبالغہ پر محمول ہوگا۔ جیسا کہ زید عدل یا سحران بمعنی ذو سحران۔ بعض مفسرین کہتے ہیں سحران تظاھرا سے ان کی مراد توریت و قرآن ہے جو باہم مضامین کی مطابقت کی وجہ سے ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے اور یہی تظاہر یعنی باہم مدد کرنا ہے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ وقالوا انا بکل کافرون یہ بھی کہہ دیا کہ ہم سب کے منکر ہیں نہ توریت کو مانتے ہیں نہ قرآن کو نہ موسیٰ و ہارون کو نہ محمد کو۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے یہ تو تم بھی مانتے ہو کہ اللہ اپنے بندوں پر لطف و کرم کرتا ہے ان کی حفاظت ضرور، تو ان کو وضع کر کے ان کے پیٹ سے نکلتے ہی بچہ کے لیے دودھ تیار کر دیتا ہے وقت پر مینہ برساتا ہے جیسے کو پھر اور درندوں کو دانت اور چنگل عطا کرتا ہے۔ پھر انسان کی اس کو رہنمائی کیا ضرورت ہے کہ اختلاف عقول و آراء کے وقت دار آخرت اور راہ راست بتانے کے لیے اس کے پاس کوئی اس کا بھی دستور العمل آنا چاہیے کہ جس پر چلے قل فاتوا بکتاب من عند اللہ ھو اھدیٰ منھما اتبعہ ان کنتم صادقین کہ اب تم کوئی کتاب الٰہی توریت اور قرآن سے بہتر ہدایت کرنے والی لاؤ میں بھی اس پر چلوں اگر تم سچے ہو فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھواءھم یعنی اس

اگر وہ کوئی ایسی کتاب نہ لاسکیں تو ظاہر ہو جائے گا کہ وہ اپنی
خواہش نفسانی کے پیرو ہیں بھونڈی حجتیں کرتے ہیں وہی اصل ہے
اور جو ایسا ہو تو اس سے زیادہ کون گمراہ ہے؟ یہ ہٹ دھرم
بے انصاف ٹھگ اور ہٹ دھرم بے انصافوں کو ہدایت نصیب
نہیں ہوتی۔ غرض یہ کہ رسول نہ آتا تو یوں عذر کرتے اور یہ
بھی جب کہ ان پر عذاب آتا کہ اپنے کفر پر آخرت میں
آپ نادم ہوتے الٰہی بے قصور اگر ہمارے پاس رسول آتا اور یہاں
کہنے لگے۔ پھر ایسوں کو ہدایت کہاں؟ ازلی بدنصیب
ہیں۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ
اور البتہ ہم ان کے پاس ہدایت بھیجتے رہے تاکہ

يَتَذَكَّرُونَ ۝ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ
وہ سمجھیں اور جن منصف یہود لوگوں کو ہم نے دی

الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ
(قرآن) سے پہلے کتاب وہ اس پر

يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ
ایمان لاتے ہیں اور جب ان کو یہ کلام پڑھ کر سنایا جاتا ہے

قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا
ہم اس پر ایمان لائے یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو

كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ
اس کو پہلے ہی سے مانتے ہیں یہ لوگ کہ

يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا
جن کو دوگنا بدلہ ملے گا ان کے صبر کی وجہ سے

وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ
اور جو نیکی کے ساتھ بدی کو دفع کرتے ہیں اور

مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَإِذَا
ہمارے دیئے میں سے کچھ دیتے ہیں اور جب

سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا
جو بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں

لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ
ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال (دور ہی سے) ہم کو

عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝
سلام ہے ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَ
(اے رسول) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے

لَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝
اور وہی راہ پر آنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

ترکیب

لهم وصلنا سے متعلق ہے جیسا القول القرآن مفعول وصلنا۔ من قبلہ اسے من قبل القرآن تھا یہ آتینا سے متعلق ہے۔

تفسیر

اہل مکہ کو ایک یہ بھی شبہ تھا کہ حضرت موسیٰ کی طرح ایک ہی بار تمام کتاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیوں نہ دی گئی؟ تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہو رہا ہے؟ اور نیز کیا موسیٰ کی کتاب کافی نہ تھی؟ پھر نئی کتاب کیوں نازل کی گئی؟ آج کل کے بعض ناواقف (ادھوری) نے بھی یہی شبہ کیا ہے۔ اس کا جواب دیتا ہے ولقد وصلنا لهم القول لعلهم

؎ قصر آن ۱۲ منہ

یہ نہ کہہ دیں کہ ہم جو کہتے ہیں قول ایک ہی بات کی بات
قرآن مجید اور اس کی آیات یکے بعد دیگرے اس لیے بھیجتے رہا
کرو تھیں۔ پھر دوسرا ایک نکتہ فوائد و سعادت کی حکمت سے
بعض احکام اور تدریجاً یاد کرانا اور ہر ایک وقت اور زمانہ
کی ضرورت کے موافق حکمت و احکام اور اسرار شریعت
سے واقف ہونا زیادہ تر موثر ہے جیسا کہ مشاہدہ اور
تجربہ شاہد ہے۔

الذین اٰتینٰھم الکتٰب من قبلہ ھم بہ
یؤمنون تمہارے اس شبہ کی کچھ بنیاد نہیں وہ لوگ کہ
جن کو اس سے پہلے کتابیں دی گئی ہیں توریت اور دیگر
صحف انبیاء و انجیل وہ قرآن مجید کے مضامین عالیہ پر
نظر کرکے اس پر ایمان لاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مصلحتوں
کے لحاظ سے ہر وقت میں یکے بعد دیگرے خدا تعالیٰ انبیاء پر
الہام کرتا آیا ہے۔ توریت کے بعد زبور اور پھر اور بہت
سے نبیوں کی کتابیں اور ان کے بعد انجیل متفرق نازل ہوئی
ایک کتاب کو دفعۃً نہ بھیج دی۔ اور یہ بھی نہیں ہوا کہ ان کتابوں
کو ایک ہی بار نازل کر دیا ہو۔ اور نہ وہ صرف ایمان
ہی لاتے ہیں بلکہ اذا یتلیٰ علیہم تو وہ اس کے
برحق ہونے کی بھی گواہی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو
اس پر پہلے ہی سے ایمان لائے ہوئے ہیں کیونکہ پہلی کتابوں
میں انہوں نے اس کی بابت پیشین گوئیاں دیکھی تھیں۔
پس اعتبار ان اہل علم کی شہادت کا ہے جو کلام الٰہی
کے پہچاننے کا ملکہ رکھتے ہیں نہ کہ تم جاہلوں کا۔ کہ تم کلام الٰہی
کے اسلوب ہی سے واقف نہیں پھر تمہارے شبہ کی
کیا وقعت ہے؟ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی نسبت ہے
کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے
سے پہلے شریعت سابقہ پر عمل کرتے تھے پھر جب
آں حضرتؐ مبعوث ہوئے تو آپ پر بھی ایمان لائے
منجملہ ان کے سلمان اور عبد اللہ بن سلام ہیں۔
مقاتل کہتے ہیں چالیس عیسائیوں کی طرف اشارہ ہے
کہ جن میں سے بتیس[1] آدمی تو وہ ہیں کہ جو جعفرؓ کے ساتھ
کشتی میں سوار ہو کر حبش سے آئے تھے اور آٹھ شام
سے آئے تھے۔ اور رفاعہ بن قرظہ کہتے ہیں کہ دس آدمیوں
کے بارے میں ہے کہ جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔ مگر ان
کی خصوصیت نہیں جس کسی میں یہ صفات پائی جاویں
ان کو شامل ہوگی۔

خدا تعالیٰ ان لوگوں کے حق میں دو مثلی خوشخبری دیتا ہے
اور ان کے چند اوصاف بھی ذکر فرماتا ہے۔ خوش خبری
یہ ہے اولٰئک یؤتون اجرھم مرتین کہ ان کو دوگنا
ثواب ملے گا اور دو چند بدلہ دیا جائے گا۔ پہلی شریعت پر
عمل کرنے کا بھی اور اس شریعت پر عمل کرنے کا بھی۔ یا
ان کے ایمان لانے کا اور پھر شہادت دینے کا کیونکہ ان کو
بڑی بڑی سختیاں پیش آئی ہیں پر انہوں نے صبر کیا۔
بما صبروا یہ اول وصف تھا ویدرءون بالحسنۃ السیئۃ
یہ دوسرا وصف ہے کہ جو کوئی ان سے برائی کرتا ہے تو
اس کے جواب میں اس سے بھلائی سے پیش آتے ہیں۔
گالی کے بدلے دعا دیتے ہیں۔ ومما رزقنٰھم ینفقون
کہ اللہ کے دیے میں سے دیتے ہیں خیرات وصدقات بھی
کرتے ہیں صرف زبانی جمع خرچ نہیں۔ یہ تیسرا وصف تھا
واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ اور جب جاہلوں کی مجلسوں
کی بیہودہ باتیں اور رکیک مجلسیں اور بد زبانیاں سنتے ہیں
تو کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں اچھا بھئی تمہارے اعمال تمہارے

[1] اہل کتاب کے صلحاء کی طرف اشارہ ہے وہ اپنی کتابوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دیکھ کر حضرتؐ کے ظاہر ہونے سے
پہلے اسلام کی طرف مائل تھے ۱۲ منہ

لیے اور ہمارے اعمال ہمارے لیے۔ ہم تم سے لڑنا جھگڑا نہیں چاہتے۔ یہ چوتھا وصف ہے۔ فرماتا ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ دور کے ان اجنبیوں کو کیوں ہدایت ہو گئی اور ان لوگوں کو کیوں نہ ہوئی کہ جن کی ہدایت کی تجھے بڑی کوشش ہے کس لیے کہ انك لا تهدى من احببت ہدایت تیرے قبضہ میں نہیں اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔

زجاج کہتے ہیں تمام اہل اسلام متفق ہیں کہ یہ آیت ابی طالب کے بارے میں ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت چاہا کہ ایمان لاویں پر وہ ایمان نہ لائے۔ اس آیت اور اس آیت میں کچھ منافات نہیں وانک لتھدی الی صراط مستقیم کیوں کہ نفی جو ہے تو ایصال الی المقصود کی ہے اور اثبات جو ہے تو ارائۃ الطریق کا یعنی آپ رستہ بتاتے ہیں مگر اس پر چلنا اور مقصود تک پہنچنا اللہ کے بس میں ہے۔

وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ

اور (کفار مکہ) کہتے ہیں اگر ہم تیرے ساتھ ہدایت پر چلیں تو اچک لیے

مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ

جائیں اپنے ملک سے۔ کیا ہم نے ان کو حرم میں امن سے

حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ

جگہ نہیں دی کہ جس کی طرف ہر قسم کے میوے کھنچے چلے آتے ہیں

شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

شے کے ہیں جو ہماری طرف سے روزی ہے لیکن ان میں سے اکثر

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن

نہیں جانتے اور ہم نے بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کر دیں

قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ

کہ جو اپنی معیشت میں بہت اترا گئی تھیں سو یہ دیکھو ان کے

مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ

گھر کہ جو نہیں بسے ان کے بعد مگر تھوڑے

إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿٥٨﴾

جو بسے ہیں اور آخر کار ہم ہی ان کے وارث ہوئے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ

اور تیرا رب ایسا بھی نہ تھا کہ بستیوں کو ہلاک کرتا جب تک کہ ان کی

حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو

بڑی بستی میں رسول نہ بھیج لے جو ان کو

عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي

ہماری آیتیں پڑھ کر سنا دے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے

الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿٥٩﴾ وَ

مگر جبکہ وہاں کے لوگ ظالم ہوتے ہیں اور

مَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ

تم کو جو کچھ دیا گیا ہے سو دنیا کی زندگی کا

سلہ بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب ابی طالب کا وقت انتقال قریب آیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا اے چچا! کہو لا الٰہ الا اللہ کہ میں اس سے تیرے لیے اللہ کے ہاں حجت پکڑوں گا۔ ان دونوں نے کہا اے ابوطالب کیا تو ملت عبدالمطلب سے پھرتا ہے! حضرت بار بار وہی بات فرماتے تھے اور وہ بھی اپنی وہی کہتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ابی طالب نے یہی کہا کہ وہ کہتا ہوں تو عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں اور کلمہ نہ پڑھا۔ حضرت کو رنج ہوا جس پر یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ

الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

دنیا اور اس کی آرائش ہے اور جو کچھ (نعمتیں) اللہ کے ہاں (موجود) ہیں

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۰

وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہیں پھر کیا تم (اتنی بھی) عقل نہیں رکھتے۔ ف

ترکیب

معطوف علیہ سے متعلق۔ نتخطف جواب شرط۔
خلف: زمردوالا آچکا۔ نمکن بمعنی نجعل اس لیے حرماً
کی طرف بنفسہ متعدی ہوا۔ آمنا بمعنی مومن او ذا امن
صفت ہے حرماً کی۔ یجبیٰ جملہ صفت ثانیہ۔ رزقاً
یجبی کے معنی سے مفعول مطلق وقیل حال وکم فی موضع
نصب باھلکنا معیشتها نصب بنظرت ہے جس کا
فاعل ضمیر قریة لان المعنی کفرت نعمتها او جاوزت الحد۔
لم تسکن حال والعامل فیہ الاشارۃ الا قلیلا اے زماناً
قلیلا۔ فمتاع الحیوۃ الدنیا سے خالموق متاع۔

تفسیر

مشرکین مکہ کا ایک اور شبہ تھا جس کو بعد وضوح دلائل کے پیش کیا کرتے تھے اس کو خدا تعالیٰ یہاں نقل فرماتا ہے وقالوا ان نتبع الهدیٰ معك کہ اگر ہم تیرے ساتھ ہدایت پر آجائیں تو لوگ ہم کو اس جگہ سے مار کر نکال دیں۔

روایت ہے کہ حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم جانتے ہیں جو کچھ آپ کہتے ہیں حق ہے لیکن کیا کریں ہم کو خوف ہے کہ ہم کو عرب جلدی نکال دیں گے ہمارے لیے جنگ پر یک بیک سب آمادہ ہو جائیں گے اور مکہ سے نکال دیں گے۔ اور اکثر اہل دنیا حق معلوم ہو جانے پر بھی اپنے اپنے اغراض دنیاویہ پر نظر کر کے دین حق قبول نہیں کیا کرتے۔ اس کا جواب دیتا ہے اولم نمکن لهم حرما امنا کہ کیا ہم نے ان کو حرم محترم امن سے نہیں بسایا ہے؟ عرب کی باہم مار دھاڑ ہوتی تھی مگر حرم کے رہنے والوں کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا۔ وہ مکہ باوجود کہ خشک پہاڑوں میں واقع ہے مگر یجبی الیه ثمرات کل شیء۔ ہر قسم کے پھل اور میوے وہاں باہر سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ پھر جب کہ وہ مکہ میں بت پرستی کر رہے ہیں اس پر بھی ہم نے اس جگہ کی بدولت سے ان کو وہاں امن اور رزق دے رکھا ہے تو خدا پرستی میں یہ بات ان سے ہم کیوں دور کریں گے؟ اور جو خدا پرستی میں کوئی مصیبت آوے اس کو برداشت کر کے دار آخرت کی نعمتیں حاصل کرنا ابدی جہنم میں جانے سے بہتر ہے۔ مگر عرب کے جاہلوں کو اول ان کے مسلمات ہی سے ساکت کیا۔ یہ جواب بعض دیا بقولہ وکم اهلکنا من قریة بطرت معیشتها کہ تم ناز و نعمت کے بھروسہ پر بھی نہ رہنا کیوں کہ ہم نے بہت سے ایسے شہر ان کے کفر اور بدکاری کی وجہ سے ہلاک کر دیے ہیں کہ جن کے سامان عیش

ف حیف ہے ان لوگوں کی عقل پر جو دنیائے فانی کے لالچ میں آکر دین حق چھوڑ دیتے ہیں یا کسی گناہ اور بدکاری کو اختیار کر لیتے ہیں۔ ہائے! کہاں ہیں وہ اگلے سال اور کہاں گئے وہ نہیں دیکھتے کہ ان کے روبرو کیسے کیسے ناز و نعم والے بادشاہ اور والیان ملک خاک میں مل گئے۔ نہ آج ان کے وہ رنگ محل ہیں نہ باغ و گلزار ہیں نہ وہ زر و نقد نہ وہ عیش کے سامان نہ وہ حکومت و شوکت نہ وہ شراب اور ان کے حلوائی گلوں نہ وہ مسرتیں و مخمور۔ فقط ایک خاک کا ڈھیر ہے اور ان کے رو گور حسرتوں کا انبار اور جھنڈ کی نار ہے۔ عبرت عبرت۔ ۱۲ منہ

بہت زیادہ تھے اور وہ اس کی ناشکرگزاری کرتے تھے پھر ہلاک بھی ایسا کیا کہ تلک مساکنھم لم تسکن من بعدھم الا قلیلا کہ ان کی آبادی نہیں کہ ان کے مکانات خالی پڑے رہ گئے پھر ان کے بعد ان میں کوئی آکر نہ بسا۔ بجز کسی مسافر کے کوئی وارد و صادر عارضی طور پر۔ بابل اور نینوی کے خرابات کسریٰ کی عمارات ثمود و حید کے کھنڈر یمن میں عاد کے محل عبرت کی لاٹ بنے ہوئے ہیں وہ سب مر گئے آخر ہم ہی مالک رہے کیونکہ فنا خلق کے بعد ہم ہی باقی رہتے ہیں۔

شبہ ہوتا تھا کہ اگر خدا کو بعض ہی شہروں کو غارت کرنا تھا تو نبی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ دوم بہت سے ایسے شہر ہیں اور تھے کہ جو ہر طرح کی بدکاری میں مبتلا تھے باوجودیکہ غارت نہ ہوئے اس کا جواب دیا ہے وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم آیاتنا کہ ہماری شان یہ نہیں کہ کسی شہر یا گاؤں کو یوں ہی ہلاک و برباد کر دیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس ہمارا رسول آکر ان کو ہماری آیتیں سنا کر ان پر حجت تمام کرے بغیر ہلاک نہیں کرتے۔ رسول بھیج کر اپنے احکام سے مطلع کر دیتے ہیں اس پر بھی جب وہ نہیں مانتے تب غارت ہوتے ہیں تاکہ بے خبری کا عذر باقی نہ رہے اس لیے رسول بھیجے اور جہاں جب تک رسول نہیں گئے وہ لوگ غارت نہیں کیے گئے اور ہم ناحق کسی کو برباد نہیں کرتے وما کنا مھلکی القری الا واھلھا ظالمون ہم جب ہی کسی بستی کو غارت کرتے ہیں کہ جب اس کے لوگ ظلم پر کمر باندھتے ہیں۔ اس لیے حجت تمام کرنے کے لیے اسکے اہل کو تم میں رسول بھیجا۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ جب شہر برباد نہیں ہوتے اور وہ بربادی جب ہوتی ہے کہ جب رسول یا اس کا نائب احکام پہنچا دیتا ہے پھر وہ نہیں مانتے۔

پھر تیسرا جواب اس کا یہ ہے وما اوتیتم من شیء فمتاع الحیوۃ الدنیا و زینتھا کہ جس دنیا اور اس کے لذائذ کے لیے تم دین قبول نہیں کرتے وہ بے حقیقت اور فانی ہے اور وہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر اور باقی ہے۔ سرور جاودانی انہی کا نصیب ہے۔ پھر جو کوئی بے بنیاد دنیا کے لیے دائمی نعمت کو چھوڑے اس سے زیادہ کون بے عقل ہے؟ اس لیے اخیر میں فرمایا افلا تعقلون کہ تم کیوں عقل نہیں پکڑتے۔ بس عاقل وہی ہیں کہ دنیا کی بے ثبات لذتوں سے منہ پھیر کر دار آخرت اور یاد الٰہی کی طرف متوجہ ہیں۔ متاع برتنے کی ضروری چیزیں کھانا کپڑا مکان وغیرہ اور زینت آرائش اور تکلفات۔

أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ

پھر کیا وہ شخص کہ جس کو ہم نے جنت کا وعدہ دیا جو ملنے والا اس کو

لَاقِيهِ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ

ہے اس کے برابر ہو سکتا ہے کہ جس کو ہم نے دنیا کی چند روزہ

الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ

زندگی کا بوجھ برتنے کو دیا پھر وہ قیامت کے دن پکڑا ہوا

الْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ

آوے — اور جس دن ان کو پکارے گا

فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ

پھر کہے گا کہاں ہیں وہ شریک کہ جن کو

كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ

تم سمجھتے تھے — وہ لوگ کہ جن پر الزام

حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ

قائم ہو چکا کہیں گے اے ہمارے رب یہی ہیں وہ لوگ

الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا

جن کو ہم نے بہکایا تھا انہیں ہم نے بہکایا جیسے ہم

غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوا إِيَّانَا

[illegible]

يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ

پوجا کرتے تھے ۔ اپنے شریکوں کو ۔ اور کہا جائے گا پکارو

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَ

تو وہ ان کو پکاریں گے پھر وہ ان کو جواب نہ دیں گے اور

رَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا

عذاب کو دیکھیں گے ۔ کاش وہ ہوتے

يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ

ہدایت پر ہوتے ۔ اور جس دن ان کو پکارے گا پھر کہے گا

مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ

تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا ۔ پھر اندھی ہو جائیں گی

عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا

ان کو کوئی بات بھی ۔ اس روز سوجھے گی ۔ پھر وہ آپس میں بھی

يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ

نہ پوچھ سکیں گے ۔ پھر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ

اور نیک کام بھی کیا ۔ امید ہے کہ وہ ہوگا ۔ سے

الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا

فلاح پانے والوں ۔ اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو

يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ

چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے ۔ ان کو ۔ اختیار نہیں

سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾

اللہ پاک ہے اور برتر ہے ان کے شریک کرنے سے

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ

اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں مخفی ہے

وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾

اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔

ترکیب

ھٰؤلاء مبتدأ موصوف الذین صلہ موصول صفت اغوینٰھم خبر کما غوینا صفت ولیکن ھٰؤلاء مبتدأ الذین اغوینا خبر اغوینٰھم جملہ مستأنفہ لو انھم کانوا تمنی ہو یا شرطیہ ہو تو بارادہ جواب محذوف۔

تفسیر

پھر دنیا کی نعمت اور آخرت کی مصیبت والے کا اس کے مقابلہ کو دکھاتا ہے کہ جس کے لیے حیات جاودانی اور سرور ابدی تیار رکھا ہے اس کے جانے کی کیا وجہ ہے بقولہ افمن وعدناہ وعدا حسنا فھو لاقیہ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہو گئے؟ ہرگز نہیں۔ بھلا کہاں وہ کہ اس کے لیے اس عالم میں بے شمار نعمتیں تیار رکھی ہوں اور وہ اس کو ملنے والی ہیں اس کے برابر ہے کہ جس کو دنیا کی زندگانی کا اسباب عطا ہوا لیکن قیامت کے روز اس کے لیے عذاب تیار ہے۔ ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی جہل کے بارے میں ہے اور دوسرے طریق سے منقول ہے کہ اس میں حمزہ اور ابوجہل کی طرف اشارہ ہے افمن وعدناہ سے حمزہ کمن متعناہ سے ابوجہل۔ چونکہ تمثیل کے طور پر آخرت کا ذکر آیا تھا اس لیے مسئلہ نبوت کو تمام کر کے مسئلہ آخرت ذکر فرمایا کہ وہاں مشرکوں سے یوں سوال ہوگا۔ من المفلحین تک ویوم ینادیھم اب یہاں سے وہ قیامت کی باز پرس شروع ہوتی ہے کہ ان سے کہا جائے گا بتاؤ کہاں ہیں وہ کہ جن کو تم خدا کا شریک سمجھا کرتے تھے؟ اس کا جواب ان سے کچھ نہ بن آئے گا مگر وہ لوگ کہ جن کے گمراہ کرنے سے یہ بہکے تھے اور اس

عدالت میں ان پر جرم ثابت ہو کر سزا تجویز ہوگی تو یہ لوگ
اپنی براءت کے لیے یوں کہیں گے یہ لوگ ان کو ہم نے گمراہ
کیا ہم نے ان پر کوئی جبر نہیں کیا تھا جس طرح باتوں باتوں
میں پہلوں نے ہم کو بہکایا تھا اسی طرح ہم نے بھی باتیں ان سے
ہم نے بھی کہیں یہ آپ بہک گئے ہم ان سے بری ہیں یہ لوگ
ہرگز ہم کو نہیں پوجتے تھے قال الذین حق علیہم القول
سے کانوا ایانا یعبدون تک کے یہی معنی ہیں۔
غرض یہ کہ جن کی تقلید کر کے آج یہ ان کو پوجتے ہیں، کل
میدان قیامت میں ان کا ساتھ دینا تو درکنار ان کو بیزاری
ظاہر کریں گے۔

وقیل ادعوا شرکاءکم کو اس بیان سے ایک دوسرے
عذاب کا بیان ہے کہ ان سے کہا جاوے گا اپنے معبودوں کو
بلاؤ کہ وہ تمہاری فریاد رسی کریں پھر وہ ان کے معبود انہیں
کچھ جواب نہ دیں گے قولہ تعالیٰ وقیل ادعوا شرکاءکم
فدعوہم فلم یستجیبوا لہم یہ اس لیے کہ ان کو اپنے
معبودوں کی بے قدری اور بیزاری ثابت ہو کہ جن کو یہ
آج پوجا کرتے ہیں بڑے وقت وہ کچھ کام نہ آئیں گے
بلکہ وہ مصیبت دیکھیں گے ورأوا العذاب پھر حسرت
کریں گے لو انہم کانوا یہتدون کہ کاش
ہدایت پر ہوتے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں لو شرطیہ
ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ جیسا کہ مقاتل
کہتے ہیں۔ یعنی المتبوع والتابع یرون العذاب ولو انہم
یہتدون فی الدنیا لابصروہ فی الآخرۃ یہ تو ان پر توحید اختیار
نہ کرنے سے الزام قائم ہوگا اس کے بعد سوال بغیر حق کی تسلیم
بھی ضروری تھی۔ باقی دیگر احکام حلال و حرام جو رسولوں کے
ذریعہ سے پہنچتے ہیں ان پر عمل نہ کرنے پر خاص رسولوں کی
بابت سوال ہوگا کہ تم نے ان کو کیا جواب دیا تھا ویوم
ینادیہم یعنی ہمارے ایلچیوں کو کیا جواب دیا تھا فعمیت
علیہم الانباء ان کو کچھ بھی جواب نہ آسکے گا فہم لا

یہ بات وہ آپس میں پوچھ بھی نہ سکیں گے کہ کیا جواب دیں کیونکہ
وہاں سخت ہیبت اور وحشت ہوگی۔ فاما من تاب سے
بیان سے حشر کا فیصلہ بیان فرماتا ہے کہ جس نے کفر و شرک
اور بدکاری سے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے ان کو
فلاح اور نجات ہوگی۔ کلمہ عسیٰ امید دلانے کے لیے ہے
حشر کا حال بیان کر کے مناسب ہوا کہ کفار کے اس
شبہ کا بھی جواب دے دیا کہ جو ان کو آں حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں تھا اس لیے کہ ابھی حشر میں انبیاء
کے ماننے کی بابت سوال ہونے کا ذکر تھا جس کا یہ مطلب
کہ آج تم نبوت میں یہ شبہ کرتے ہو کل میدان حشر میں
تمہارا نبوت کے نہ ماننے پر یہ حال ہوگا۔ شبہ یہ تھا کہ یہ
قرآن کسی بڑے سردار پر کیوں نہ اترا ایسے غریب آدمی پر
کیوں نازل کیا لولا نزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین
عظیم اس کا جواب دیتا ہے وربک یخلق ما یشاء ویختار
کہ اللہ کو اختیار ہے کہ جو چاہے پیدا کرے جس کو چاہے
برگزیدہ کرے ان کو کچھ اختیار نہیں اور نہ ان کے معبودوں کو
کہ جن کو وہ خدائی میں شریک کرتے ہیں اللہ ان کے شریک
کرنے سے پاک ہے وہ سب کچھ جانتا ہے ظاہر کی باتیں
بھی دل کے خیالات بھی۔ جب وہ علام الغیوب ہے تو
اس مصلحت کو بھی وہی جانتا ہے کہ فلاں کو کیوں نبی کیا ہے

ف اور ممکن ہے کہ یہ جملہ وربک یخلق الخ ایک جدا مستقل جملہ ہو
شرک کے لیے کہ تیرا رب قادر و عالم و متصرف ہے برخلاف
ان کے معبودوں کے کہ وہ نہ اختیار رکھتے ہیں نہ قدرت نہ علم حشر میں
خود بھاگیں گے اور کیا بچا سکیں گے اور ربک یہ تو ضمیر بھی
ہے کہ تیرا رب ایسا ہے برخلاف ان کے معبودوں کے اور اس میں ہم کے
دفع کی طرف بھی اشارہ ہے کہ خدا نے کسی کو کسی کو افسر کسی کو غنی کسی کو
دولت بھی کیوں دیا۔ حشر کے ذکر پر یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا اس کا
جواب دیا کہ وہ قادر و مختار و علیم ہے ۱۲ منہ

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ
اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی تعریف ہے
فِی الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ
دنیا میں اور آخرت میں اور اسی کا حکم (ہے)
وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے کہو بھلا دیکھو تو
اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ
اگر اللہ تم پر رات کو قیامت
سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ
ہمیشہ دن تک کردے تو کون اللہ کے
غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۭ اَفَلَا
سوا ایسا معبود ہے جو تم کو روشنی لا دے پھر کیا
تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ
تم سنتے بھی نہیں کہو دیکھو تو (سہی) اگر
جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا
تم پر اللہ قیامت ہمیشہ دن کو
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ
دن تک کردے تو کون معبود ہے اللہ کے سوا
يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ
جو تم کو رات میں لا دے جس میں تم آرام پاؤ
اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ
پھر کیا تم دیکھتے بھی نہیں اور اپنی رحمت سے
جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا
اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس میں
فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
آرام پاؤ اور اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ ۝ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ
شکر کرو اور جس دن ان کو پکارے گا پھر کہے گا
اَيْنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ
کہاں ہیں میرے شریک جن کو تم سمجھتے تھے وہ
تَزْعُمُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ
کہاں ہیں اور ہم ہر گروہ میں سے گواہ نکال لیں گے
اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ
پھر ہم کہیں گے تم اپنی دلیل لاؤ
فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ
تب وہ جان لیں گے کہ حق بات اللہ کی ہے اور جو کچھ وہ گھڑا کرتے تھے
مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ع
سب ان سے جاتا رہے گا۔

ترکیب

سرمدا یجوز ان یکون حالا من اللیل وان یکون مفعولا ثانیا لجعل و الی یتعلق بسرمدا من الٰہ جواب ہے ان جعل اللہ کا۔

تفسیر

وربک یخلق ما یشاء سے جہاں سے کلام شروع ہوا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا اس لیے وھو اللہ لا الٰہ الا ھو سے اسی کی تکمیل کی جاتی ہے گویا یہ بیان سابق کا تتمہ ہے اور قرآن مجید کی عادت ہے کہ کبھی مبدا میں گفتگو کرتا ہے کبھی معاد میں کبھی توحید و شرائع میں اور کبھی قصص میں یہی مقصود بالذات ہیں۔ فرمایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں دنیا و آخرت میں اپنی نعمتوں کے سبب وہی ستائش کا مستحق ہے اور فرمانروائی اسی کے لیے ہے

اور اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ اور کون ہے کہ جس میں یہ اوصاف ہیں؟ مشرکین مکہ جو دوسرے خدا کے قائل نہ تھے مگر جنوں کو اور چیزوں کو بھی خدائی میں شریک جانتے تھے اور نافع و ضار سمجھ کر ان کو پکارتے تھے اور نذر و نیاز کرتے تھے اس لیے ان سے یہ کلام کیا گیا کہ خدا کی جو صفتیں ہیں وہ تو اللہ ہی میں ہیں ذکر کے لیے تو اسی قدر بس تھا۔ مگر وہ پشت در پشت ایسے تاریک اور خیالی خیالات کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اتنی بات سے کب سمجھتے تھے اس لیے ان کے معبودوں سے قدرت و اختیار نفع و ضرر پہنچانے کی نفی کی گئی۔ اور سب سے پہلے ایک ایسی بات میں عاجزی ثابت کی کہ جس کی طرف انسان کو اشد ضرورت ہے اور بغیر اس کے کسی طرح چارہ نہیں۔ وہ کیا، رات دن کا اپنے اندازہ خاص پر ہونا اور ان سے آرام اٹھانا، پس فرماتا ہے قل ارءیتم ان جعل اللہ علیکم الیل سرمدا الی یوم القیمۃ کہ ان سے پوچھو اگر خدا تم پر رات کو اسی قدر دراز کر دے کہ قیامت تک صبح نہ ہو تو پھر تمہارے معبودوں سے کوئی ایسا ہے کہ صبح کر دے؟ اسی طرح اگر دن کو اس قدر دراز کر دے کہ قیامت تک شام نہ ہو تو پھر تمہارے معبودوں میں سے وہ کون سا ہے جو تمہارے آرام کے لیے رات پیدا کر دے؟ رات میں آرام یا سکون طبعی ہونا ایک ظاہری بات ہے۔ رات کی ذکر کے بعد افلا تسمعون فرمایا تھا کیونکہ رات میں اندھیرا ہوتا ہے دکھائی کم دیتا ہے کانوں سے کام لیا جاتا ہے اندھیرے میں آدمی سن سکتا ہے دیکھ نہیں سکتا اور دن میں دیکھنا ہوتا ہے اور روشنی میں آنکھ زیادہ کام دیتی ہے اس لیے یہاں افلا تبصرون فرمایا۔

ومن رحمتہ جعل لکم الیل والنہار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون۔ فرماتا ہے اس کی عنایت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنایا لتسکنوا کہ آرام پاؤ سکون ملے یہ رات کا فائدہ ہے۔ ولتبتغوا من فضلہ کہ اس کے فضل یعنی روزی کی تلاش کرو تجارت و زراعت وغیرہ اسباب معاش میں مصروف ہو یہ دن کا فائدہ ہے کیونکہ دن میں انسان کاروبار کرتا ہے۔ ولعلکم تشکرون دونوں سے متعلق ہے۔ یہ چیزیں اس لیے بنائیں کہ تم شکر کرو۔ اب روزمرہ کی نعمت کی بے قدری اور ناشکری کو دیکھیے۔

اس برہان کے بعد حشر کے دن کا عجز بیان کرتا ہے ویوم ینادیھم کہ ان سے پکار کر کہا جاوے گا تاکہ ہر کوئی سنے اور ان کی رسوائی سب پر ظاہر ہو کہ وہ تمہارے معبود کہاں ہیں؟ اور اس عدالت میں ہم ہر ایک امت میں سے گواہی دینے والا نبی یا اس کا نائب بلائیں گے جو گواہی دے گا کہ میں نے ان کو حکم پہنچا دیا تھا۔ پھر خدا تعالیٰ ان مجرموں سے کہے گا کہ اب کوئی دلیل یا سند پیش کرو کیا خاک پیش کریں گے۔ پس ان پر ظاہر ہو جاوے گا کہ اللہ کا فرمانا حق ہے اور ہمارے جھوٹے ڈھکوسلے تھے کہ فلاں دیوی قیامت میں یوں کرے گی دیوتا یوں کام آوے گا۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ
بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا
فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ
پھر وہ ان سے اکڑنے لگا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے تھے
مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ
کہ اس کی کنجیاں چند زور آور مرد بمشکل
أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ
اٹھاتے تھے اور قابل ذکر ہے جب اس کو اس کی قوم نے کہا

لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾

[illegible]

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ

[illegible]

وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ

[illegible]

أَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا

[illegible]

تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ

[illegible]

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾ قَالَ إِنَّمَا

[illegible]

أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي أَوَلَمْ

[illegible]

يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ

[illegible]

قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ

[illegible]

مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا

[illegible]

يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٧٨﴾

[illegible]

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ

[illegible]

قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ

[illegible]

الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ

[illegible]

قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَ

[illegible]

قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ

[illegible]

خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَ

[illegible]

لَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا

[illegible]

بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ

[illegible]

مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ

[illegible]

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ﴿٨١﴾ وَأَصْبَحَ

[illegible]

الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ

[illegible]

يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ

[illegible]

الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

[illegible]

وَيَقْدِرُ لَوْلَا أَنْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا

[illegible]

ع ۸ لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٢﴾

[illegible]

[illegible]

ترکیب

حال من مفاتحه ۔ ما بمعنی الذی فی موضع نصب بآتیناہ او ہی والاسماء وخبرہا صلۃ الذی ولذا کسرت ان لتنوء لا یستقیم فیها التصریح وقیل انہ و قوت بہ وقیل ہو حال العصب ای لتنوء بہ العصبۃ و من المکنی متعلق باتینا و اذ قال لہ قومہ ظرف لا تفرحنہ والاوجہ ان یقال اذکر اذ قال لہ قومہ ۔ فیما اتاک اللہ ما مصدریۃ او بمعنی الذی و ہو فی موضع الحال ای و اطلب متقلبا فیما اتاک اجرا و ثواب ویجوز ان یکون ظرفا لا بتغ ۔ علی علم فی موضع الحال و عندی صفۃ علم من قبلہ ظرف و جمعا من ہو مفعول ۔

تفسیر

کلام اس میں آگیا تھا کہ وما اوتیتم من شیء فمتاع الحیوۃ الدنیا وزینتہا وما عند اللہ خیر وابقیٰ کہ دنیا کے نازو نعم بے ثبات ہیں فنا ۔ باقی و پائیدار آخرت کی ہیں پھر اس کے سبب دار آخرت کو چھوڑنا بڑی کم نصیبی اور بے عقلی ہے ۔ اس کے بعد اسی کے متعلق کلام رہا ۔ اب اس کی توضیح و تمثیل کے لیے ایک بڑے مالدار کا قصہ بیان کرتا ہے کہ جس نے مال کے غرور میں دار آخرت کی خوبی حاصل کی اور نہ اس سے سرکش ہو گیا جس کا اس طرف بھی اشارہ ہے کہ پھر یہ دولت دنیا کی میں جاتی رہتی ہے اور جو آسمانی نازل ہو جاتی ہے جس دیر آخرت کا عذاب تو جو کچھ ہوگا سو ہوگا مگر جس دولت پر پھولا ہوا ہے وہ بھی دنیا ہی میں ستر اس کے پاس نہیں رہتی ۔

قارون کا قصہ[ف]

اور وہ مالدار ایک شخص بنی اسرائیل میں کا تھا جس کا نام قارون تھا فقال ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغیٰ علیہم الخ ۔ فبغیٰ علیہم سو اس نے موسیٰ اور باوجود ان کے بنی اسرائیل کے فرمان بردار سرداروں سے سرکشی اور مقابلہ کیا اور حالاں کہ اس کو خدا نے اس قدر خزانے دیے تھے کہ ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ اس کی کنجیوں کے اٹھانے سے چند زور آور آدمی تھک جاتے تھے ۔ والمفاتح جمع مفتح بکسر المیم و ہو مفتح یہ الباب یعنی جمع کنجی ۔ مفاتح اس کی جمع کنجیاں ۔ او جمع مفتح بالفتح و ہو الخزانۃ ۔ مفتح بالفتح خزانہ اگر مفاتح اس کی جمع ہوگی تو اس کے معنی بہت سے خزانے ۔ نیشاپوری اور بعض مفسرین پہلے معنی پر طعن کرکے دوسرے ہی کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قدر مال ہو نہیں سکتا کہ جس کی کنجیوں کے بوجھ سے ایک جماعت تھک جاوے ۔ اور اگر ہم ایک شہر کنجیوں سے بھرا ہوا بھی فرض کر لیں تو اس کے لیے بھی ایک کنجی کافی ہے ۔ اس لیے ابن عباس کہتے ہیں کہ تمام خزانوں کو ایک کنجی کافی ہے ۔ اور نیز کنوز و دفینہ کو کہتے ہیں اس کے لیے کنجیوں کی کیا ضرورت ہے ؟ پس معنی یہ ہوئے کہ اس کے پاس اس قدر خزانے تھے کہ جن کے اٹھانے سے چند قوی آدمی تھک جاتے تھے اور یہ ٹھیک ہے ۔ لیکن جو لوگ مفاتح کو کنجیاں سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں وہ زیادہ تر خزانوں کا تمام آنچ کل کے صرف قفلوں ایسے باریک اور نازک کنجیاں نہ تھیں جن کو اٹھانا ہو بلکہ موٹی موٹی بھاری بھاری کنجیاں ہوں گی جیسا کہ اب بھی شہروں کی دکانوں کی ہوتی ہیں

[illegible]

ف ــــ [illegible]

خصوصاً دیہات میں۔ اور پھر اس کنجی سے جو چیز کو ایک صندوق میں منتقل کر رکھا تھا کسی کو کچھ نہ کہا کسی میں بند کسی میں کچھ رکھا گیا کچھ اسی طرح گویا سو صندوق ہوں تو پھر ایسی کنجیوں کے اٹھانے کے لیے ضرور گنتی کے آدمیوں کی ضرورت پڑتی ہوگی۔ اور کنجی خچروں پر لادے ہوتے ہوں گے۔ پس یہ ممکن ہے اور اسی کو ابن عباسؓ اور حسنؒ نے اختیار کیا ہے۔ ابو مسلم کہتے ہیں مفاتح سے مراد علم کے مفاتح ہیں جن کا احاطہ جماعت ذی قوت پر دشوار ہے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے وعندہ مفاتح الغیب یہ توجیہ بالکل غلط ہے ابو مسلم کو مشاہیر کتب اس کتاب کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اذ قال لہ قومہ لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین کہ اترا نہیں خدا کو اترانا نہیں بھاتا۔ وابتغ فیما آتاک اللہ الدار الآخرۃ کہ جو کچھ اللہ نے تجھ کو دیا ہے اس مال و دولت سے دار آخرت حاصل کر۔ ولا تنس نصیبک من الدنیا اور جیسے دنیا میں تیرا حصہ ہے کہا فرمایا کہ بھی اس کو فراموش نہ کر یعنی دولت دنیا سے فیض اٹھانے کو وہ بڑا بخیل تھا۔ یا اس کا مطلب یہ کہ اللہ کی راہ میں دے اور خود بھی کھا پی۔ اور تکبر اور سرکشی نہ کر۔ قال انما اوتیتہ علی علم عندی کہ میں نے یہ جو کچھ حاصل کیا ہے تو اپنی دانائی اور ہوشیاری سے حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ آج کل اکثر دولتمند جب کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس کو اللہ کا فضل نہیں سمجھتے اپنی لیاقت اور عقل کا نتیجہ قرار دیتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر استاد اور عالم لوگ بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔

اولم یعلم میں اللہ تعالیٰ اس کی ناشکری کی تردید ظاہر فرماتا ہے کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ نے اس سے پہلے کیسے کیسے مال دار زور آوروں کو غارت کر دیا ہے اور پھر جب وقت آجاتا ہے تو مجرموں سے کچھ نہیں پوچھا جاتا یعنی ان کا کوئی عذر نہیں سنا جاتا۔

فخرج علی قومہ فی زینتہ ایک روز بڑی آرائش سے قوم کے سامنے آیا۔ اور ممکن ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ اپنی زینت میں قوم سے مقابل اختلاف ہو رہے ہیں خرج علی فلان سے حتی علیہ جس کو دنیا داروں نے دیکھ کر بڑی حسرت کی۔ آخر وہ مال کے ساتھ زمین میں غرق کر دیا گیا۔ اس پر لوگوں کو تنبیہ کیا۔

یہ قصہ توریت کے سفر عدد کے سولہویں باب میں بالتصریح مذکور ہے جس کے مختصر جملے یہ ہیں:

"اور قورح (یعنی قارون) بن اظہار بن قہات بن لاوی نے لوگ لیے۔ اور ڈھائی سو شخص جو سرگروہ اور نامی اور جماعت کے لیڈر مشہور تھے موسیٰ کے مقابل میں اٹھے اور وے موسیٰ اور ہارون کی مخالفت پر جمع ہوئے اور انہیں کہا کہ تم کیوں آپ کو خداوند کی جماعت سے بڑا جانتے ہو۔ پھر موسیٰ نے قورح کو کہا اے بنی لاوی سنو کیا اب تم کہانت (امامت) کو بھی چاہتے ہو سو تو اور سب تیرے گروہ خداوند کی مخالفت پر اکٹھے ہوئے اور ہارون کون ہے جو تم اس کی شکایت کرتے ہو۔ (قورح یہی چاہتا تھا کہ موسیٰ اور ہارون کے برخلاف لوگوں کو اکسا کر سرداری آپ لے اور خصوصاً کہانت کے عہدہ کا اس کو بڑا رشک تھا کہ اپنے بھائی ہارون کو کیوں دیا مجھے کیوں نہ دیا) تب موسیٰ کا غصہ بھڑکا اور خداوند سے یوں بولا ان کے ہدیہ کی طرف توجہ مت کر۔ میں نے ان سے ایک گدھا بھی نہیں لیا نہ ان میں سے کسی کو دکھ دیا۔ پھر موسیٰ نے قورح کو کہا کہ تو اپنے سارے گروہ سمیت تو اور وے اور ہارون بھی خداوند کے حضور کل کے دن حاضر ہوں اور ہر ایک شخص اپنا اپنا عود سوز لیوے اور ان میں بخور ڈالے تو سو ہر ایک آدمی نے اپنا عود سوز لیا اور ان میں آگ بھری اور ان پہ بخور ڈالا اور جماعت کے خیمے کے دروازے پہ موسیٰ اور ہارون سمیت آکھڑے ہوئے اور قورح نے ان سارے گروہ کو

اس کی مخالفت پر جماعت کے خیمے کے دروازے پر جمع کیا (قرح = قورح اور قوم سے فرق زمینہ کے یہی معنی ہیں) تب خداوند کا جلال اس سارے گروہ کے سامنے ظاہر ہوا اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا تم آپ کو اس گروہ میں سے جدا کرو تاکہ میں انہیں ایک پل میں ہلاک کروں گا۔ تب موسیٰ نے کہا تم اس سے جانیو کہ خداوند نے مجھے بھیجا ہے اور اگر یہ آدمی اس موت سے مریں جیسی موت کہ سب مرتے ہیں یا ان پر کوئی حادثہ ایسا ہو جائے جو سب پر ہوتا ہے تو میں خداوند کا بھیجا ہوا نہیں۔ پر اگر خداوند کوئی نئی بات پیدا کرے اور زمین اپنا منہ پھیلا کے ان کو اس سب سمیت جو ان کا ہے نگل جاوے اور جیتے جی گور میں جا ویں تو تم جانیو کہ ان لوگوں نے خداوند کی اہانت کی اور یوں ہوا کہ جوں ہی کہ موسیٰ یہ سب باتیں کہہ چکا تو زمین جو ان کے نیچے تھی پھٹی اور زمین نے اپنا منہ کھولا اور انہیں اور ان کے گھروں اور ان سب آدمیوں کو جو قارون کے تھے اور ان کے سب مال کو نگل گئی سو وہ اور سب جو ان کے تھے جیتے جی گور میں گئے اور زمین نے انہیں چھپا لیا اور جماعت کے درمیان سے فنا ہو گئے۔ فخسفنا به وبداره الارض فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله وما كان من المنتصرين کے یہی معنی ہیں، اور سارے بنی اسرائیل جو ان کے پاس تھے ان کا چلانا سن کے بھاگے کہ انہوں نے کہا ایسا نہ ہو کہ زمین ہم کو بھی نگل جاوے (ختم ہوا قصہ)۔

ويكأن الله يبسط الرزق لمن يشاء من عباده ويقدر دنیا کی مالداری کچھ مقبولیت کی دلیل نہیں۔ لولا ان من الله علينا لخسف بنا ويكأنه لا يفلح الكافرون کے یہی معنی ہیں۔ یعنی اس کی دولت دیکھ کر ہم حسرت کرتے تھے اور اس کو بڑا شخص جانتے تھے اگر اور لوگوں کی طرح ہم بھی اس کے ساتھ ہوتے تو ہلاک کئے جاتے۔

کو قرون میں پیغمبروں سے مقابلہ کرنے والوں کو فلاح نہیں ہوتی۔

قارون کی دولت کا توریت میں کچھ ذکر نہیں، مگر قرآن سے اس کا مالدار ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنی قوم میں بڑا مالدار تھا۔ یہ مال اس نے مصر میں تجارت یا فرعون کی نوکری سے حاصل کیا تھا۔ باقی اس کی کیمیاگری اور فسوں سازی کے جو افسانے لوگوں نے لکھے ہیں بے سند باتیں معلوم ہوتی ہیں قصہ گو تھوڑی سی بات کو بڑھا کر لیتے ہیں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ

وہ دار آخرت کا گھر ہم خاص ان کے لئے کرتے ہیں جو

لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا

نہ زمین میں بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ

فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (83) مَن

فساد اور انجام پرہیزگاروں ہی کا اچھا ہے جو کوئی

جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۖ وَمَن

نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے گا اور جو کوئی

جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ

بدی لائے گا سو بدی کرنے والوں کو

عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (84)

اسی قدر سزا دی جائے گی جو وہ کرتے تھے۔

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ

البتہ جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے

لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُلْ رَّبِّي أَعْلَمُ

وہ ضرور آپ کو پھر لوٹانے والا ہے (اے نبی) کہہ دو میرا رب خوب جانتا ہے

مَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي

کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون صریح

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا

گمراہی میں پڑا ہوا ہے اور آپ کو توقع بھی نہ تھی کہ

اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً

آپ پر کتاب اتاری جائے گی مگر محض آپ کے رب

مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا

کی مہربانی سے (یہ کتاب اتاری) پھر آپ کافروں کی طرف داری

لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ

نہ کرنا اور ایسا نہ ہو کہ اللہ کی آیتیں نازل

اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ

ہو چکنے کے بعد آپ کو ان سے کوئی باز رکھے

وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

اور آپ لوگوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہیے اور ہرگز مشرکین میں

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ

شامل نہ ہونا اور اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو

اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ

نہ پکارنا اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز فنا ہونے

هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ

والی ہے مگر اس کی ذات اسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس

تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

تم کو پھر کر جانا ہے۔

ترکیب

تلک مبتدأ والدار نعت و نجعلھا خبر من موضع نصب ہے یعنی العلو سے ومن یہ معطوف ہے الا رحمۃ استثناء منقطع الا وجہہ استثناء من الجنس اسے الا ذاتہ۔

تفسیر

قارون کی سرداری کا حال بیان فرما کر اور یہ بات ثابت کر کے کہ دارِ آخرت کی نعمت باقی اور بہتر ہیں یہ بات بتلاتا ہے کہ اس دارِ آخرت کا کون مستحق ہے اور کن کن باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔

فقال تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا کہ یہ دارِ آخرت ہم اُن کو دیں گے کہ جو دنیا میں سرکشی اور فساد کرنے کا قصد بھی نہ کریں گے۔ علو کے معنی ہیں تکبر۔ اس کی ضد استسلام گردن نہادن یعنی جو اللہ اور اس کے رسول کے آگے گردن جھکا دے ان کی سب باتوں کو مانے۔ اس میں تمام عقائد آگئے یعنی توحید نظریہ کی تکمیل اور فساد کی ضد اصلاح ہے اس میں اعمال صالحہ آگئے یعنی نیک کام کرے۔ اب یہ خیال کرنا کہ دارِ آخرت کے لیے ایمان اور عمل صالح کی کوئی شرط نہیں تکبر اور فساد نہ کرنا ہی کافی ہے محض غلط خیال ہے۔ ان اعتقادیات اور عملیات کو ترک تکبر اور فساد کے الفاظ سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ فرعون اور قارون کہ جن کا اس سورت میں ذکر ہے وہ درحقیقت اسی تکبر اور فساد سے ہلاک ہوئے تھے۔ والعاقبۃ للمتقین میں اس کی تصریح ہے کہ ترک تکبر اور ترک فساد سے ایمان اور عمل صالح مراد ہیں کیونکہ بغیر اس کے متقی نہیں ہوتے اور عاقبت یعنی آخرت اور اس کی خوبیاں متقیوں کے لیے ہیں۔ یہ جملہ کلام سابق کی تفسیر یا تاکید ہے۔ من جاء بالحسنۃ میں اور بھی تصریح و تفصیل ہے کہ جو کوئی نیکی کرے گا اس سے بھی بہتر بدلا پاوے گا اور جو بدی کرے گا اس کی سزا پاوے گا۔ یہ دارِ آخرت کا قانون ہے۔ کفار اور بت پرست دارِ آخرت کا ذکر سن کر کہتے تھے کہ در اصل ہم ہی دارِ آخرت کے مستحق ہیں، جو کام ہم کر رہے ہیں وہی ہدایت اور

سعادت کے کام اور دارِ آخرت کے وسائل ہیں اور تمام مذاہب باطلہ کی نسبت غلط ہے کہ وہ اپنے اعتقاد اور عمل کو موجب نجات جانتے ہیں (وہ محض گمان ہے)۔ اور اسی لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے کہ مجھے دارِ آخرت نصیب نہیں اور نہ تو ہدایت پر ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد کہ جس نے تجھ پر قرآن کا پڑھنا اور لوگوں کو سنانا فرض کیا جو راہِ راست اور ہدایت کا سرچشمہ ہے ضرور تجھے معاد یعنی دار آخرت میں پہنچا دے گا یعنی وہاں کی خوبیاں نصیب کرے گا۔ معاد جائے بازگشت۔ اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ کفار جو تجھے مکہ سے نکالتے ہیں ہم پھر تجھے یہاں لا دیں گے چنانچہ بعد ہجرت کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے اور یہاں کے حاکم ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے اس پیشین گوئی کو صادق کر دیا اور حضرت کا اعجاز ہوا۔ ابن ابی حاتم نے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مکہ سے نکلے اور جحفہ تک پہنچے تو مکہ کا شوق ہوا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ معاد سے مکہ مراد ہے۔

اور ان سے کہہ دے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہدایت پر کون ہے اور گمراہی صریح میں کون پڑا ہوا ہے پھر آنحضرتؐ کو تسکین دیتا ہے وما کنت ترجوا الخ کہ اس وحی کی تجھ کو امید بھی نہ تھی پھر خود ہم نے اپنی رحمت سے قرآن نازل کیا۔ پھر تو خاموشی اختیار کر کے کافروں کا مددگار نہ بن اور ان کے شبہات سے اللہ کی آیتوں سے نہ رک۔ اور شوق سے اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلا اور مشرکوں میں شامل نہ ہو اور اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پکار کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے سوا جو کوئی ہے تو فنا ہونے والا ہے دنیا سے یا مگر اس کی ذات ہے۔ وجہ سے اس کی ذات تعبیر کی گئی ہے اور اسی کی بادشاہی ہے اور سب اسی کے پاس پھر کر آنا ہے۔ یہ تین علامتیں معبود برحق کی ہیں باقی اور ابدی ہونا، بادشاہی ہونا، اس کے پاس سب کو پھر کر آنا۔ یہ باتیں اور کسی میں نہیں پس وہ معبود بھی نہیں۔ اس لیے اس کے پکارنے سے منع کیا۔

حاصل یہ کہ تو راہِ راست پر ہے اور لوگوں کو توحید کی تعلیم اور ان کے کہنے کا کچھ بھی خیال نہ کر۔ سبحان اللہ سورت کو کس خوبی مقاصد پر کس لطف کے ساتھ تمام کیا ہے۔

سورۂ عنکبوت

مکیہ ہے اس میں انہتر آیات اور سات رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ

ف　کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم آمنا

یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا

کہہ کر چھوٹ جاویں گے اور ان کی

یُفْتَنُوْنَ ② وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ

آزمائش نہ کی جاوے گی اور بے شک ہم نے ان سے پہلوں کو بھی

ف اس قید سے وہ تمام افعال [illegible] جو جنت کے [illegible] اور [illegible] ہے [illegible] (اور [illegible] ہیں) [illegible] ف یہ [illegible] (اور [illegible])

مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

آزمایا ہے پھر اللہ ضرور معلوم کر کے رہے گا کہ

صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣﴾

کون سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا ۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ

کیا برے کام کرنے والوں نے (یہ) سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بھاگ کر

اَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٤﴾

آگے نکل جائیں گے وہ بہت ہی بری تجویز کیا کرتے ہیں

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ

جس کسی کو امید ہو اللہ سے ملنے کی تو اللہ کا مقرر کیا ہوا وعدہ (ضرور آنے والا ہے)

اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٥﴾

اللہ کا مقرر کردہ وعدہ ضرور آنے والا ہے اور وہ سب کچھ سنتا جانتا ہے

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ

اور جو کوئی کوشش کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦﴾

البتہ اللہ تو تمام جہان سے بے نیاز ہے

ترکیب

ان یترکوا ان وما بعدہ فی ترکیب مصدر المفعولین ۔ ان یقولوا اے ای بقولہم او بجواز ان یقولوا بدل من ان یترکوا ۔ من کان شرطیہ والجواب فان اجل اللہ والتقدیر الآتیہ ۔

تفسیر

پچھلی سورت کے خاتمہ میں فرمایا تھا ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد اور معاد والی آخرت کی طرف کامیابی کے ساتھ جانا آسان بات نہیں اس میں بڑی بڑی بھاری شرطیں ہیں محنت کرنی پڑتی ہیں اور بڑی سختیوں کی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے اس سورت میں الم سے ایک خاص مطلب کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ لا الہ الا اللہ کہہ دینا اور صرف ایمان لا کے بیٹھ رہنا کافی ہے اور ان کی کوئی آزمائش نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی۔ کس لیے کہ ان سے پہلے بھی ایمان داروں نے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں آزمائے گئے ہیں گھر بار لوٹے گئے ہیں مارے پیٹے گئے ہیں وطنوں سے نکالے گئے ہیں۔ اس سے اہل اسلام کو مضبوط کیا جاتا ہے کہ اسلام میں تکالیف سمجھ کر

دیگر حروف مقطعات تنبیہ کے لیے شروع کلام میں آتے ہیں جیسا کہ شروع میں ... تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس کے بعد کوئی بڑی بات کہی جائے گی اسی لیے بعض سورتوں کے اول کے بعد کتاب یا تنزیل یا قرآن کا ذکر آتا ہے جو بڑی بھاری بات ہے مگر ان میں سے بعض سورتوں میں کچھ اور دوسری بھاری بات بیان ہوئی ہے کھیعص، الم غلبت الروم، الم احسب الناس، سو یہ بھی ایک بڑی بات تھی کہ لوگ زبان سے آمنا کہنا کافی سمجھتے تھے۔ اور ان حروف میں اور بھی اشارات ہوتے ہیں جیسا کہ یہاں الف سے اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ ہی نے سب کو پیدا کیا اور وہی باقی رہے گا۔ لام سے جبریل کہ اسی نے دنیا کی رہنمائی کو رسول بھیجے۔ میم سے محمد ... اور میم سے معاد یعنی دار آخرت اور وہاں کی خوبیاں ... اور لطف یہ ہے کہ پہلے اللہ کا حرف اول لیا پھر بیچ میں رسول کا حرف ... پھر معاد کا حرف اول ذکر ... رسولوں کا بھیجنا ہدایت کا ذریعہ ہے اور مقصود مبدأ و معاد ہے۔ اور رسول کا آخری حرف لینا ... اشارہ ہے کہ اب رسولوں کا بھیجنا آخر ہو گیا۔

ذکر ہے کہ انسان کی آزمائشوں میں سچے جھوٹے کا امتیاز ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خصوصاً ہجرت سے پیشتر ایمان داروں کو بڑی بڑی مصیبتوں کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ کافروں سے مار کھاتا، جلا وطن ہوتا، مارا جاتا، جورو بچے چھٹتا، مال و اسباب سے دست بردار ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی دیوار سے تکیہ لگائے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض صحابہ نے مشرکوں کے ظلم و ستم کی شکایت کی کہ ہم مارے ہوئے ستائے جا رہے ہیں آپ دعا نہیں کرتے خفا ہو کر فرمایا تم سے پہلے دین دار آرے سے چیرے گئے ہیں پھر وہ دین سے نہ پھرے اور لوہے کے کنگھے ان کے سر میں کیے گئے کہ گوشت چیر کر ہڈی تک پہنچ گئے پھر وہ تب بھی اپنے دین سے نہ پھرے۔ اور قسم ہے اللہ کی یہ دین تو پھیلے گا یہاں تک کہ صنعا سے حضرموت تک سوار امن سے چلے گا لیکن تم جلدی کرتے ہو۔ رواہ البخاری۔

مفسرین متفق ہیں کہ یہ آیات اہل اسلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں کہ جن کو کفار سے تکلیفیں پہنچیں۔ جیسا کہ عمار بن یاسر اور ولید بن الولید و سلمہ بن ہشام۔ خصوصاً جان اور مال اور آبرو پر مصیبت آتی۔ الغرض مسلمانوں کو تسلی اور ثابت قدمی دی گئی کہ راہ حق میں جو تکالیف پیش آویں ان کی برداشت کرو زبانی دعویٰ کافی نہیں یہ زمانہ امتحان ہے۔ جو ثابت قدم رہا صادقوں میں لکھا گیا ورنہ کاذب قرار دیا گیا۔ اور یہ کچھ نئی بات نہیں تم سے پہلے بنی اسرائیل کو بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب ان کے حواری یا ان کے مرید روم میں پہنچے تو روم کے بادشاہوں نے کسی کو لوہے کے ستونوں سے گرم کر کے بندھوا دیا، کسی کو آگ میں ڈلوا دیا، کسی کو درندوں کو نچوا دیا مگر وہ ثابت قدم رہے۔

اس کے بعد ان تکلیف دینے والوں کو بھی دھمکاتا ہے بقولہ ام حسب الذین یعملون السیئات الخ یہ برائی کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم سے بڑھ جاویں گے یعنی بھاگ کر قابو میں نہ آویں گے۔ اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ہم بہت جلد اپنے دین کی مدد کریں گے سرکشوں کے سر توڑ ڈالیں گے چنانچہ چند روز کے بعد ایسا ہی ہوا۔ پھر دین داروں کو بغرض دل دہی تسلی دے کر فرماتا ہے کہ من کان یرجوا لقاء اللّٰہ الخ کہ جو کوئی دار آخرت کا طالب اور اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے کہ اس کے پاس جاؤں اور حیات ابدی پاؤں تو اللہ کا وعدہ آنے والا ہے یعنی موت بھی آ رہی ہے اس کے بعد وہ کچھ ملے گا کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ دل میں گزرا۔ پس اس کو چاہیے کہ سرگرمی سے ایمان اور نیکوکاری میں مصروف رہے وھو السمیع العلیم اور تمہاری یہ کوشش ایسی نہیں کہ جو اس کو معلوم نہ ہو کیونکہ وہ سمیع ہے منہ کی بات سنتا ہے علیم ہے دل کے بھید جانتا ہے۔

ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ الخ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو کوئی نیکی میں کوشش اور سرگرمی کرتا ہے تو اپنے فائدہ کے لیے کیونکہ اللہ کو کسی کی کچھ بھی حاجت نہیں۔

اصول دین تین ہیں مبدا کا پہچاننا اس کی طرف آمنا میں اشارہ کیا۔ اور وسط کا جاننا وہ رسولوں کا بھیجنا اور شریعت کا قائم کرنا اس کی طرف وھم لا یفتنون میں اشارہ کیا۔ معاد سے واقف ہونا اس کی طرف من کان یرجوا میں اشارہ کیا۔ اس میں یہ بھی بتلا دیا کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے

لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

تو ضرور ہم ان سے ان کی برائیاں مٹا دیں گے اور ہم ان کو ان کے

أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑦

کاموں کا بہت ہی اچھا بدلہ دیں گے ۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا

اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے نیکی کرے

وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ

اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک کرے کہ جس کا

لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

تو جانتا بھی نہ ہو تو پھر ان کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میری طرف لوٹنا ہے

فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑧

تمہیں کو بتلا دوں گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ⑨ وَ

ان کو ہم ضرور نیک بندوں میں داخل کریں گے اور

مِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے

فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ

پھر جب ان کو اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی تکلیف کو

النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِنْ جَاءَ

اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر آپ کے رب

نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا

کے پاس سے مدد آجائے تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی

مَعَكُمْ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا

ساتھ تھے اور کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو

فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ⑩

دلوں کی باتیں ہیں جانتا ہے

ترکیب

حُسنًا منصوب بوصّینا وقیل محمول علی المعنی والتقدیر الزمناہ حسنًا. والذین آمنوا مبتدأ لندخلنھم خبر. ومن یقول مبتدأ ومن الناس خبر.

تفسیر

ان اللہ لغنی عن العالمین میں تو بھلا ایک تمہید کی تھی جس سے کم سمجھ لوگوں کے دل پر شبہ ہوتا تھا کہ پھر نیک کام کیا ہے؟ اس لیے اس خیال کو رد کر کے فرمایا والذین آمنوا وعملوا الصالحٰت جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔

ہم بارہا بیان کر آئے ہیں کہ "ایمان" شرع میں جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے اس کو سچا جاننا اور ماننا ہے جن میں سے اللہ کی ذات پاک اور اس کی صفات اور ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لانا یعنی تصدیق کرنا ازبس ضروری ہے۔ اور "عمل صالح" وہ کام ہے کہ جس کی رغبت اللہ اور اس کے رسول نے دلائی۔ اور عمل فاسد وہ کہ جس سے منع کیا، عمل ایک عرض غیر قار ہے باقی نہیں رہتا مگر نیت اور خلوص سے۔

ان دونوں کے مقابلہ میں دو چیزیں عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔ لنکفرن (۱) ایمان کے بدلے میں کہ ہم ان کی چھوٹی بڑی برائیاں مٹا دیں گے۔ ولنجزینھم کہ ان کے اعمال خیر کا عمدہ بدلہ دیں گے جنت اور وہاں کے ثمرات۔ اور نیز دنیا میں بھی پھل ملتا ہے۔

چونکہ اعمال صالحہ کا ذکر تھا اس لیے ان میں سے بعض ان عملوں کا ذکر ہوتا ہے کہ جن کے صالح ہونے میں کسی کو بھی

۳

کلام نہیں اور اس کی کس لطف کے ساتھ فرضیت ثابت کرتا ہے۔ فقولہ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا کہ ہم نے انسان کو حکم دے دیا ہے اس کو بلفظ وصیت تاکید کے لیے فرمایا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کیا کرے کیونکہ یہ اس کے بڑے محسن ہیں لڑکپن میں جب کہ یہ کچھ بھی کما نہیں سکتا تھا اس کو پالا پرورش کیا علم و تہذیب سکھلائی مگر وان جاھداک لتشرک بی اور وہ اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرا کسی کو شریک کرے تو ان کا کہنا اس بات میں ذرا نہ ماننا کیونکہ سب سے زیادہ میں محسن ہوں ماں باپ سے بھی زیادہ میرے احسانات ہیں اس لیے میری بے ادبی نہ کرنا کسی کو میرا شریک نہ ٹھیرانے لگنا وہ پڑے جھگڑا لو ہیں تو مانیو ہی نہیں تم سب میرے پاس آؤ گے میں تم کو وہاں بتادوں گا کہ تم کیا کرتے تھے۔ یعنی اس بارے میں تیرے ماں باپ کے اور تیرے جھگڑے کا میں فیصلہ کر دوں گا۔ اور ممکن ہے کہ یہ جملہ فانبئکم بما کنتم تعملون تخویف نیت کے لیے تاکید ہو۔

مالیس لک به علم کہ جس کو تو جانتا نہیں اس کو بھی میرا شریک نہ کرنا اور جس کو تو جانتا ہے اس کو تو بدرجۂ اولیٰ نہ کرنا کس لیے کہ جب تجھے خود معلوم ہے کہ فلاں شے مخلوق اور حادث ہے اس کو کیا شریک کرے گا وہاں تیری جانکاری نہیں وہاں وسوسہ ہو سکتا تھا کہ شاید یہ شخص خدائی میں شریک ہونے کی قابلیت رکھتا ہے پس اس لیے ما لیس لک به علم کی قید لگائی۔

والذین امنوا وعملوا الصلحت لندخلنهم فی الصلحین پہلے کلام کی تاکید ہے کہ جو ایسے کام کریگا ہم اس کو صالحین کے زمرہ میں داخل کر دیں گے۔ وہ کہ جن کے لیے کوئی وقفہ نہیں۔ اس میں طریقات بھی آگئے۔ یہ گویا ان کا قول ہے۔

پھر اسی پہلی بات کی طرف دوسرے عنوان سے رجوع کرتا ہے فقال ومن الناس من یقول امنا باللہ کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ زبان سے تو کہتے ہیں امنا کہ ہم ایمان لائے مگر فاذا اوذی فی اللہ جعل فتنۃ الناس کعذاب اللہ جب اس کو اللہ کی راہ میں کوئی ایذا پہنچتی ہے تو اس کے ڈر سے دین سے اس طرح رک جاتا ہے کہ جس طرح اللہ کے عذاب کے ڈر سے لوگ گناہوں سے رکتے ہیں اور اس تکلیف کی وہ کچھ بھی برداشت نہیں کرتا اور لطف یہ کہ ان جاء نصر من ربک کہ اللہ کی طرف سے کوئی فتح نصیب ہو جاوے تو کہتے ہیں انا کنا معکم کہ ہم تو پہلے سے تمہارے ساتھ تھے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے اولیس اللہ باعلم کیا خدا لوگوں کے دلوں کی بات نہیں جانتا! پس ہم ان کے دل ذرے ذرے واقف ہیں یعنی ان کا یہ جھوٹ ہم سے نہیں چل سکتا۔

مسائل: ماں باپ کی اطاعت فرض ہے مگر گناہ کے کام میں نہیں۔

فتنہ ان کو کسی تکلیف سے یا کسی کے خوف سے دین یا اس کی کسی بات کو ترک کرنا حرام ہے۔ دین پر سختی اور نرمی میں ثابت قدم رہنا فرض ہے۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ

اور البتہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے گا اور

الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿١١﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

منافقوں کو بھی اور کافر ایمان والوں

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَ

سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے طریق پر چلو اور

لْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ

ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں

مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٢﴾

سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں وہ بالکل جھوٹے ہیں

وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ

اور (وہ) البتہ وہ اپنے بوجھ بھی اٹھاویں گے اور اپنے بوجھوں کے

أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ساتھ اور بوجھ بھی　اور قیامت کے دن ان کی ضرور پرسش ہوگی

عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ

جو افترا کیا کرتے تھے　اور البتہ

أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف　بھیجا　پھر وہ

فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا

ان میں پچاس کم ہزار برس (نو سو پچاس برس تک)　رہے تب

فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٤﴾

پھر ان لوگوں کو طوفان نے　آ لیا　حالانکہ وہ بڑے ہی ظالم تھے

فَأَنجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَ

پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو　بچا لیا　اور

جَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾

کشتی کو دنیا کے لیے نشانی بنا دیا۔

ترکیب

الذین آمنوا یحتمل کو مفعول تبعا ثم مقول ہے
قال الذین کفروا اور ولنحمل معطوف علی اتبعوا وارد ہوا

یعنی زعم الامر ان فی الحصول ان تتبعوا طریقتنا ولنحمل خطایاکم تغیرا یمکن منک الخطاء یمکن منی الرجاء انہم لکاذبون فی اخبارہم بحمل الخطایا وان صدر ذلک بلفظ الامر۔ والتحری اذ کان الوعد من غیر جنس القلب بمعنی الخبر فی العرف بالکذب تعلق بزعمہم الکذب فی الاخبار مکان فی الانشاء۔ وہم ظالمون حال من ضمیر ہم فی اخذہم۔

ع ۱۲

تفسیر

ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین

یہ کلام سابق کا تتمہ ہے کہ وہ جو ایسی باتیں بناتے ہیں، اللہ پر کوئی بات مخفی نہیں وہ دلوں کے راز جانتا ہے اور آئندہ مومن اور منافق کو پورا امتیاز ہو جاوے گا۔

اللہ کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے۔ پھر یہ جو قرآن میں آیا کرتا ہے کہ اللہ جان جاوے، اور اللہ جان جاوے گا، وغیرہ تو اس سے علم تفصیل مراد ہے۔ ایک حادثہ اور تجربہ کے بعد اس شخص کو بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ جس کا یہ معاملہ ہے اور لوگ بھی جان لیتے ہیں کہ اس کے الزام کے لیے اس کو حجت ہوا کرتا ہے۔

رہا یہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور مکہ میں یا کافر تھے یا مومن، منافق کہاں تھے؟ منافق یعنی دل میں کافر ظاہر میں مومن یا کسی لالچ پر ہوتے ہیں یا کسی خوف سے اور مکہ میں نہ تو اہل اسلام کی طرف سے کوئی ترغیب تھی نہ

ف　توریت سفر الخلیقہ کے پانچویں باب میں یوں لکھا ہے کہ آدم کی عمر ایک سو تیس برس کی ہوئی تو اس سے اور سیت (شیث) پیدا ہوا۔ آدم کی کل عمر نو سو تیس برس کی ہوئی۔ اور سیت کے ایک سو پانچ برس کی عمر میں انوس پیدا ہوا اور اس کی کل عمر نو سو بارہ برس کی ہوئی اور انوس کی جب نوے برس کی عمر ہوئی تو اس سے قینان پیدا ہوا اور انوس کی کل عمر نو سو پانچ برس کی ہوئی اور قینان کی ستر برس کی عمر میں محلل ایل پیدا ہوا اور قینان کی کل عمر نو سو دس برس کی ہوئی۔ اور محلل ایل کی پینسٹھ برس کی عمر میں اس سے یارد پیدا ہوا۔ اور محلل ایل کی کل عمر آٹھ سو پچانوے برس کی ہوئی اور یارد کی ایک سو باسٹھ برس کی عمر میں اس سے حنوک پیدا ہوا۔ اور یارد کی کل عمر نو سو باسٹھ برس کی ہوئی اور حنوک کی پینسٹھ برس کی عمر میں (باقی بقیہ آئندہ)

ذ کچھ خوف تھا کیوں کر خود مسلمان مصیبت میں تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کسی شخص کا واقعہ نہیں بلکہ ایک تمثیل ہے کہ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ زبان سے ایمان ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں کی تکلیف سے ایسا ڈرتے ہیں کہ جیسا اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور راحت کے وقت ایسا قراروں کے ساتھ رہنا بیان کرتے ہیں۔

یا یوں کہو کہ یہ پیشین گوئی ہے کہ ایسے لوگ بھی اسلام میں آویں گے چنانچہ مدینہ میں آکر یہ بات پیش آئی۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اسلام میں فتوحات پیش آویں گی حال کی مصیبت سے نہ ڈرو۔

وقال الذین کفروا اس میں کفار کی ایک اور ذلیل بات بیان فرماتا ہے۔ وہ کم بخت کافر بے کس مسلمانوں کو از حد ستاتے تھے اس پر ان سے یہ کہتے تھے کہ تم یہ تکالیف کس لیے اٹھاتے ہو کس لیے اسلام نہیں چھوڑ دیتے؟ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے اس گناہ سے ڈرتے ہیں آخرت کا خوف ہے۔ اس کے جواب میں وہ کہتے تھے ابھی تم چھوڑ دو دنیا کے مزے اڑاؤ تمہارے گناہ ہم اٹھا لیں گے، چنانچہ تو کل قیامت ایک دوسرے کا بھی کہ کر گناہ بر آمد وہ کیا سمجھتے ہیں کہ میری قسم: شراب کی پیالی پی لو تمہارا گناہ ہمارے سر ہے تمہارے عوض ہم عذاب اٹھا لیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما ھم بحاملین من خطایاھم من شیء کہ وہ ان کا کوئی گناہ بھی نہ اٹھا سکیں گے وہ اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اول تو دار آخرت کی تکلیف، پھر کوئی اپنی تکلیف کا تحمل نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ دوسرے کی تکلیف۔ اور خدا تعالیٰ کا عدل کب مقتضی ہے کہ کسی کے گناہوں پر کسی سے مطالبہ کرے البتہ ولیحملن اثقالھم اپنے گناہوں کا بار اٹھاویں گے و اثقالا مع اثقالھم اور اس کے ساتھ اپنی اس دلیری اور ان کے بہکانے کا بھی بار گناہ اٹھاویں گے اور ان کی اس افترا پردازی سے قیامت کو باز پرس ہوگی کہ تم کس جرأت اور بے باکی سے ایسی باتیں بناتے تھے۔

اول سورت میں فرمایا تھا کہ تم سے پہلے لوگ بھی دین داری کے سبب بہت کچھ ستائے گئے ہیں، اب اس کی تصدیق کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کا حال بیان فرماتا ہو فقال ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ کہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا پھر وہ اس میں ساڑھے نو سو برس تک رہا۔ بہت کچھ وعظ و پند کیا مگر نہ مانا اور نوح کو ایذا دی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس سے متوشلح پیدا ہوا اور حنوک کی کل عمر تین سو پینسٹھ برس کی تھی کہ اس کو خدا نے اٹھا لیا اور غائب ہو گیا اور وہ خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور متوشلح ایک سو ستاسی برس کا ہوا تو اس سے لمک پیدا ہوا اور متوشلح کی کل عمر نو سو انہتر برس کی ہوئی اور لمک ایک سو بیاسی برس کا تھا کہ اس سے نوح پیدا ہوا اور لمک کی کل عمر سات سو ستتر برس کی ہوئی۔ اور نوح پانسو برس کا تھا کہ اس سے سام حام یافث پیدا ہوئے۔ نوح کی عمر جب چھ سو برس کی ہوئی تب طوفان آیا اور طوفان کے بعد نوح ساڑھے تین سو برس جیتا رہا۔ اور نوح کی سب عمر نو سو پچاس برس کی ہوئی۔ لبث فیھم کی ضمیر خاص اس کی قوم کی طرف راجع نہیں جو طوفان سے ہلاک ہوئے بلکہ ان کی طرف اور ان کے بعد والوں کی طرف یعنی قوم کی طرف راجع ہے اور لبث کے معنی یہ ہوں گے کہ ان میں ساڑھے نو سو برس کی عمر تک جیتے رہے ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا) سے جعل فتنۃ الناس کعذاب اللہ کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جب ان کو دنیا میں اسلام پر کوئی تکلیف پہنچتی ہے کسی ظالم کی طرف سے تو اس کو خدا کی طرف کا عذاب سمجھ کر اسلام سے پھر جاتا ہے یعنی اسلام کو اس کا سبب سمجھتا ہے ۱۲ منہ

ان کے ساتھ چند ایمان داروں کو وہ وہ تکلیفیں پہنچائیں کہ جو بیان سے باہر ہیں۔ آخر کار فاخذھم الطوفان طوفان ان کو پکڑ لے گیا اور وہ اس وقت تک ویسے ہی بدکار رہتے تھے اور ہم نے نوح کو اور اس کے ساتھ جو کشتی میں تھے بیوی بچے اور چند دین داروں کو بچا لیا اور قرنوں تک اس کشتی کو بھی قدرت کا نمونہ دکھانے کے لیے باقی رہنے دیا کہ دیکھ کر لوگ عبرت پکڑیں اور اس عہد کو یاد کریں اور اپنی سرکشی سے باز آویں۔ اس میں کفار مکہ کی طرف روئے سخن ہے کہ غرق نہ ہوئے جس طرح قوم نوح کو ہلاک کیا تم بھی ایک روز گرداب بلا میں آجاؤ گے۔

وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا

اور ابراہیم کو بھی رسول بنا کر بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم کو کہا اللہ کی عبادت

اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

کیا کرو اور اس سے ڈرا کرو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے

إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّمَا

اگر خبر رکھتے ہو تم اللہ کے

تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَ

سوا بتوں کو پوجتے اور جھوٹ

تَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ

اپنی بناتے ہو جن کو تم اللہ کے سوا

مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ

پوجتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک

رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَ

نہیں پس تم روزی بھی اللہ ہی سے مانگو اور

اعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ

اسی کی عبادت بھی کیا کرو اور اسی کا شکر بھی کیا کرو اسی کے پاس

تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾ وَإِن تُكَذِّبُوا فَقَدْ

لوٹائے جاؤ گے اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے

كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ۖ وَمَا

پیشتر بہت سے لوگ (رسولوں کو) جھٹلا چکے ہیں اور رسول

عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٨﴾

تو بس ہے کہ کھول کر پہنچا دے

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ

کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ اول بار کیونکر پیدا کرتا

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى

ہے پھر اس کو دوبارہ لوٹا دیتا ہے بے شک یہ کام اللہ پر

اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ

آسان ہی ہے کہہ دو زمین میں چل پھر کر

فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ

دیکھو کہ اللہ نے کس طرح سے ابتداءً پیدا کیا پھر

اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ

اللہ آخرت کو بھی انشا میں پیدا کرے گا بے شک

اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ يُعَذِّبُ

اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے جس کو

مَن يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَن يَشَاءُ ۖ وَ

چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور

إِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا أَنتُم

اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے اور تم نہ زمین

بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ

میں (اللہ کو) عاجز کر سکتے ہو اور نہ آسمان میں

ف قصۂ قوم اللہ تعالیٰ ابراہیم یا محمد علیہما السلام ...

بیضاوی۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

اور نہ تمہارا اللہ کے سوا کوئی

ع ۱۴ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٢٢﴾

حمایتی ہے اور نہ مددگار۔

ترکیب

وابراهيم معطوف على المفعول فى انجيناه او على تقدير واذكر اذ قال ابدلا منه. النشأة الأخرة بالمد والقصر شأتان اوثانا مفعول لتعبدون من جمع وثن له صنم وتخلقون معطوف على تعبدون اسے تقولون افكا اے كذبا. تميز من ضمير تخلقون او مفعول مطلق الذين اسم ان الذين تعبدون من دون الله مبتدأ والخبر محذوف لايملكون ثم كيف يبدء الخلق مفعول اولم يروا وكيف بمعنى كيفية ابدا. الخلق يبدء بضم الياء وقرئ بفتحها من بدأ و ابدأ بمعنى واحد اسے تخلقهم ابتداء فى الارض متعلق بسيروا والمفعول محذوف.

تفسیر

وابراهیم یہ دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت نوح کے بیٹے سام کی نسل سے ہیں۔ ان کے اور نوح کے بیچ میں آٹھ پشت ہوتی ہیں۔ طوفان کے بعد حضرت نوح کی اولاد ایشیاء کوچک کے پورب سمت عراق عرب میں آرہی تھی اور اس جگہ انہوں نے شہر بابل اور ایک بلند برج آئندہ طوفان سے بچنے کے لیے بنایا تھا۔ پھر نوح کی اولاد یہیں سے تمام دنیا میں پھیل گئی۔ سب کا قدیم وطن یہی وادی ہے جیسا کہ توریت سفر الخلیقہ کے گیارھویں باب سے ثابت ہے۔

حضرت ابراہیم کے عہد تک جو حضرت نوح سے سیکڑوں برس کا فاصلہ ہے لوگوں میں بت پرستی پیدا ہوگئی تھی۔ یہ لوگ صابی مذہب کے تھے عناصر اور کواکب اور دیگر روحانیات کی مورتیں بنا کر ان کو پوجتے تھے اور ان کو اپنے رزق اور دنیا کی راحت کا مالک جانتے تھے اور دار آخرت کے قائل نہ تھے۔ حضرت ابراہیم اس قوم کی طرف مبعوث کیے گئے۔ انہوں نے وعظ کیا کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور جن کو تم پوجتے ہو ان کو تمہاری روزی کا کچھ بھی اختیار نہیں۔ یہ جھوٹے خیالات ہیں کہ وہ روزی دیتے ہیں۔ روزی اللہ دیتا ہے اسی سے طلب کرو اسی کی عبادت کرو اسی کا شکریہ کرو۔ تم کو اسی کے پاس پھر کر جانا ہے الیہ ترجعون۔ وان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم الخ اور اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو کوئی عجیب بات نہیں۔ تم سے پہلے بہت سے گروہ اور فرقے پہلے انبیاء کو جھٹلا چکے ہیں۔ نوح اور شیث اور ادریس علیہم السلام کو ان کے لوگوں نے جھٹلایا تھا۔ رسول کا کام صاف صاف حکم پہنچا دینا ہے اب تم مانو یا نہ مانو۔

چونکہ وہ لوگ بھی اللہ کے قائل تھے اور بتوں کو اس کے مختار حصہ دار جان کر پوجتے تھے اس لیے توحید کے حکم پر حضرت ابراہیم کو چنداں دلائل لانے کی ضرورت نہ پڑی اور حشر کے تو وہ بالکل منکر تھے اس لیے اس مسئلہ کو دو دلیلوں سے مدلل کیا۔

فقال اولم یروا کیف یبدئ اللّٰہ الخلق کہ کیا وہ عقل بصر ان سے نہیں دیکھتے جو قائم مقام آنکھوں کے دیکھنے کے ہے کہ اللہ نے کس طرح سے کیونکر پیدا کرتا ہے ہر مجموعہ شجر و حیوانات کو دیکھو کہ پہلے کب تھے از خود تو بنتے نہیں کیونکہ کوئی شے جو حادث ہو از خود نہیں اگر از خود ہوتی ہو تو پہلے سے کیوں نہ تھی کس نے تو اس کو روک رکھا تھا پھر جس نے روک رکھا تھا وہی تو اس کا خالق ہے وہ اللہ ہے جو تم کو

جس سے محسوس نہیں ہوتا۔ اور جو ابتداءً پیدا کرتا ہے (اور اس کو تم بھی) مانتے ہو اس لیے استفہام کے طور پر ارشاد ہوا کہ (پھر) اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ اس کو تو یہ عقل چاہتا ہو اور اسی لیے آیت کو ان ذلک علی اللہ یسیر پر ختم کیا۔

اس کے بعد دوسری دلیل ذکر فرماتا ہے قل سیروا فی الارض الخ اگر تم کو علم یقینی اور بصیرت میسر حاصل نہ ہو تو اقطار ارض میں چلو پھرو اور دیکھو اور سوچو (انسانوں،) نباتات، حیوانات کے پیدا ہونے کی کیفیت ملاحظہ کرو کہ اس کو کس طرح سے پیدا کیا ہے تاکہ یہ حقیقت پر ہو تم پہچانو۔

اور اسی لیے اس جگہ کیف بدأ الخلق بصیغہ ماضی ذکر کیا کہ اگر ابتداءً اول بار پیدا کرنے اور بار دیگر پیدا کرنے میں شک ہو تو پیدا ہونے والی چیزوں کو دیکھو انسان کو ایک قطرہ منی سے بنایا، درختوں کو ایک ذرا سے تخم سے بلند و بالا کیا پھر اسی سے سمجھ لو کہ وہ بار دیگر بھی مرنے کے بعد پھر دوبارہ تم کو پیدا کرے گا۔ پس دونوں جملوں میں ایک کا دوسرے پر معنی کے لحاظ سے عطف ہے پھر ثم اللہ ینشئ میں بجائے ضمیر کے لفظ اللہ کے لانے میں یہ نکتہ ہے کہ یہ تمہارے معبودوں کا کام نہیں۔

دلائل الانفس والآفاق کے بعد قیامت ثابت کرتا ہے ان اللہ علی کل شیء قدیر کہ وہ اول بھی پیدا کر سکتا ہے پھر فنا کر اس کو بار دیگر بھی بنا سکتا ہے اور آخرت قائم کرے گا۔

یعذب من یشاء ویرحم من یشاء

جس کو چاہے گا سزا دے گا جس پر چاہے گا مہربانی کرے گا۔

اسی طرح دنیا میں بھی تم کہیں مرو کہیں دفن ہو۔ یا جلائے جاؤ الیہ تقلبون سب اسی کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔ تم سے تو زمین میں کہیں بھاگ کر جا سکتے ہو

نہ آسمان میں چڑھ سکتے ہو وما انتم بمعجزین فی الارض ولا فی السماء اور نہ کسی معبود کی ذات کے سامنے ہو کر مقابلہ کر سکتے ہو کس لیے کہ ما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر اس کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے نہ مددگار۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

اور جو منکر ہوئے اللہ کی آیتوں اور اس کے ملنے کے

لِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ

منکر ہوئے وہی میری رحمت سے بھی ناامید ہو گئے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ٢٣

اور انہیں کے لیے عذاب دردناک ہے

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

پھر اس کی قوم کے پاس کچھ اس کے اور کچھ جواب ہی نہ تھا کہ

قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ

کہنے لگے اس کو مار ڈالو یا جلا دو پھر اس کو بچا لیا اللہ نے

مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

آگ سے بچا لیا البتہ اس میں بھی ایمان لانے والی قوم کے لیے

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٢٤ وَقَالَ اِنَّمَا

ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں اور ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا

اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ

تم نے جو اللہ کے سوا بت بنا رکھے ہیں

مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

تو آپس کی محبت کے لیے جو دنیا کی زندگی میں ہے

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ

پھر قیامت کے دن تو ایک دوسرے کا

بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ

انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا

فَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور تمہارا ٹھکانا آگ ہوگی اور تمہارے لیے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ

پس ابراہیم کو لوط نے مانا اور کہا میں اپنے رب کی طرف وطن

اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾

چھوڑ کر جاتا ہوں بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کیا اور

جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ

اس کی نسل میں نبوت اور کتاب

الْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ

قائم کی اور ہم نے دنیا میں بھی اس کا بدلہ اس کو دیا

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور وہ آخرت میں بھی نیک بختوں میں سے ہوں گے۔

ترکیب

قال جار اللہ الزمخشری مودۃ بالنصب اما باضافۃ او بغیر اضافۃ فعلی الاول التقلیل مودۃ بینکم وعلی الثانی یکون مفعولا ثانیا علی حذف المضاف او علی ان المصدر بمعنی المفعول ای اتخذتم الاوثان بسبب المودۃ بینکم او اتخذتموہا مودودۃ بینکم وقرئ بالرفع ایضا باضافۃ وعلی الحالین یکون خبرا لان علی ان ما موصولۃ والتقدیر ان الذی اتخذتموہ

اوثانا ای بسبب مودۃ بینکم الاوثان مودۃ بینکم۔

تفسیر

پھر جب مجبور ہو جاوے وہ دار عدالت میں لائے جاویں گے تو والذین کفروا بآیت اللہ ولقائہ وہ جو اللہ کی آیتوں اور اس کے پاس جانے کے منکر ہو گئے ہیں اولئک یئسوا من رحمتی وہ درحقیقت میری رحمت سے ناامید ہو گئے ہیں پس اولئک لہم عذاب الیم ان کو سخت سزا ملے گی یہ آخرت کا فیصلہ ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وان تکذبوا سے لے کر اولئک لہم عذاب الیم تک بقرینہ قولہ تعالیٰ قل سیروا فی الارض حضرت ابراہیم کے قصہ میں جملہ معترضہ ہے جس میں قریش کو کلام ہے اس لیے کہ عرب کی حالت کفر و شرک و الحاد میں ویسی ہی تھی جیسی قوم ابراہیم کی حالت تھی۔ فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ فانجٰہ اللہ من النار سے پھر ابراہیم کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ اس کی قوم کو بجز اس کے اور کچھ جواب نہ آیا کہ غل کر کے یہ کہہ دیا کہ ابراہیم کو قتل کر ڈالو یا آگ میں جلا دو چنانچہ آگ میں ڈال دیا، اللہ نے حضرت کو سلامت وہاں سے نکالا ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یؤمنون اس میں ایمان داروں کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ کہ اللہ ایسا قادر ہے کہ آگ میں ڈال کر سلامت نکال لیا۔ من جملہ ان کے ایک یہ کہ وفاداروں پر ہمیشہ اس کی عنایت رہتی ہے۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ امت محمدیہ

؎ نوح کی کشتی کے لیے آیۃ للعالمین آیا ہے اور یہاں آیات لقوم یؤمنون آیا۔ اس سبب سے کہ وہ کشتی صرف ایک ہی نشانی تھی اور جہان کے لیے تھی کس لیے کہ قرنوں وہ باقی رہی۔ ہر ایک شخص کافر و مومن جس کو دیکھتا تھا۔ برخلاف ابراہیم کے آگ سے نکلنے کے۔ اس کو تو دلی کے سبب ایمان والے ہی اس سے لیے اور اس کی چند نشانیاں ہیں جیسا کہ بیان ہوا منہ

السَّبِيلَ ۙ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ
کرتے ہو اور اپنی مجلس میں برا کام
الْمُنكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ
کرتے ہو پھر اس کی قوم کے پاس بجز اس کے
إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ
کچھ جواب نہ تھا کہ تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ
إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝٢٩
اگر تو ہے سچا
قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ
لوط نے کہا کہ اے رب (ان) مفسد لوگوں پر مجھے
ع الْمُفْسِدِينَ ۝٣٠ وَلَمَّا جَاءَتْ
غالب کر　اور جب کہ ہمارے بھیجے ہوئے
رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا
فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے تو کہنے لگے
إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ
کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو غارت کرنا چاہتے ہیں
إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ۝٣١
یہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں

قصہ ابراہیم کی یہ نظیر ہے جس طرح ان کو آگ سے نجات دی اس کے پیروؤں کو جہنم کی آگ سے بھی نجات دے گا۔ پھر حضرت ابراہیم نے وعظ شروع کیا کہ آج دنیا میں تم نے باہمی محبت سے بت پرستی اختیار کر رکھی ہے باپ دادا کی محبت سے ان کے غلط طریق پر چلتے ہو اور برادری کی محبت سے ان کے غلط بات کو ترک نہیں کرتے قیامت میں وہ محبت بھی جاتی رہے گی وہی تم پر لعنت کریں گے اور تم جہنم میں جاؤ گے کوئی نہ بچا دے گا فآمن له لوط پس اس قوم میں سے حضرت کا بھتیجا لوط ایمان لایا اور وہ وطن چھوڑ کر چلے حران اطراف کوفہ میں آئے پھر اس سے ملک شام کو گئے مهاجر الى ربى یعنی رب کے حکم سے ہجرت کرتا ہوں جہاں وہ لے جاتا ہے جاتا ہوں۔

ووهبنا له اسحٰق ویعقوب یہاں سے حضرت ابراہیم پر اللہ کے انعام الٰہی ہوا اس کو بیان فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو ایسا بلند اقبال بیٹا اسحٰق اور پوتا یعقوب عطا کیا اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ کیا گیا توریت زبور انجیل قرآن اسی کی اولاد کو ملی اور دنیا میں بھی اس کو بڑا دیا مال و اسباب اولاد و عزت اور آخرت میں بھی وہ کاملین میں رہیں۔

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ
اور لوط کو (بھیجا) جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم تو
لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم
بے حیائی کرتے ہو کہ جو تم سے پہلے
بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝٢٨
دنیا میں کسی نے بھی نہیں کی
أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ
کیا تم لڑکوں کے پاس جاتے ہو اور رہ زنی

قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۚ قَالُوا نَحْنُ
ابراہیم نے کہا اس بستی میں تو لوط بھی ہے وہ بولے ہم خوب
أَعْلَمُ بِمَن فِيهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ
جانتے ہیں جو اس میں ہے ہم لوط اور اس کے گھر والوں کو بچا لیں گے
إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۝٣٢
مگر اس کی بیوی کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی
وَلَمَّا أَن جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا
اور جب کہ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس آئے

سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ

ناخوش ہوا اور ان کے سبب دل میں تنگ ہوئے اور

قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ

انہوں نے کہا کہ آپ نہ خوف کیجئے نہ غم کیجئے ہم آپ کو بچا لیں گے

وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ

آپ کی بیوی کے سوا گھر والوں کو بچا لیں گے کیونکہ وہ تو پیچھے رہ جانے

الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ

والوں میں قرار پا چکی ہم اس بستی والوں پر آسمان سے

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا

ایک آفت اتارنے والے ہیں اس سبب سے کہ

كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا

وہ بدکاری کرتے تھے اور البتہ اس بستی کے کچھ

مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

کھلے ہوئے نشان ہم نے عقل مندوں کے لیے اس میں رکھ چھوڑے ہیں۔

ترکیب

ولوطا معطوف علی نوح وابراہیم۔ اذکر مفعول ثانٍ۔ منجوک واهلك الكاف فى موضع جر عند سيبويه۔ من الغٰبرين الباقين فى العذاب او من الماضين ذكرهم او من مضى زمانه ذكره۔ سيئ بهم حزن بسببهم وضاق بهم ذرعا صدره او ضاق بشانهم وتدبير امرهم ذرعه ضاق بجارة اى صدره تاكيد الشلیين۔

تفسیر

یہ تیسرا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے جو ان کے ساتھ وہاں سے ہجرت کر کے آئے تھے شام میں پہنچ کر یہ قرار پایا کہ دونوں صاحب جدا جدا رہیں کیونکہ دونوں کے چارپائے اور مویشی بکثرت تھے۔ ابراہیم تو کنعان میں رہے اور لوط نے دریائے یردن کی ساری ترائی اپنے لیے پسند کی اور شہر سدوم کے پاس آ کر مقام کیا یہ شہر اس شور جھیل کے کنارے پر آباد تھا کہ جس کو بحر المیت کہتے ہیں کنعان سے پورب اور جنوب میں۔ یہاں کے لوگ بڑے بدکار اور فاسق تھے مردوں سے بدفعلی کرتے تھے اور راہ گیر کو بھی پکڑ کر اس سے ایسی بدفعلی کرتے تھے اس لیے اس طرف کا رستہ بند ہو گیا تھا اور رہزنی بھی کرتے تھے اور مجلس میں بیٹھ کر بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ لوط نے منع کیا وہ کب مانتے تھے تمسخر کے طور پر کہنے لگے کہ اللہ کے عذاب کو لے آ اگر سچا ہے۔ لوط نے دعا کی کہ مجھے ان بدمعاشوں پر فتح یاب کر یعنی ان کو سزا ملے۔

حضرت ابراہیمؑ دوپہر کے وقت جھونپڑوں میں اپنے خیمہ میں بیٹھے تھے کہ ان کو تین شخص نظر آئے ابراہیمؑ نے ان کی ضیافت کے لیے کچھ روٹیاں اور تلا ہوا بچھڑا تیار کیا مگر انہوں نے کھانے سے ہاتھ روکا۔ ابراہیمؑ ڈر گئے کیونکہ اس وقت جو کوئی کسی کے پاس برے ارادہ سے جاتا تھا تو اس کے ہاں کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ فرشتوں نے کہا خوف نہ کر ہم تجھ کو بشارت دینے آئے ہیں کہ تیری بیوی سارہ کے ہاں فرزند پیدا ہوگا اور جب چلنے لگے تو کہا ہم سدوم کو غارت کرنے جاتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا وہاں تو لوط بھی ہے انہوں نے کہا ہم کو معلوم ہے اس کو اور اس کے گھر کو بچا لیں گے مگر اس کی بیوی نہ بچے گی کیونکہ وہ پیچھے اس بستی کو مڑ کر دیکھے گی ان کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوگی۔ شام کو وہ لوگ سدوم آئے اور لوط سدوم کے دروازے پر بیٹھے تھے ان کو مسافر سمجھ کر اپنے گھر لے گئے مگر دل میں ناخوش ہوئے اور بہت تنگ ہوئے اس لیے کہ وہ

امرد لڑکوں کی صورت بنے تھے۔ شہر کی حالت معلوم تھی مگر مہمان نوازی ضرور تھی یہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ان کو گھر میں نہ رکھتے خاطر مدارات نہ کرتے۔ ابھی وہ سونے کے لیے نہ لیٹے تھے کہ شہر کے مردوں نے جوان سے لے کر بوڑھے تک نے ان کا گھر گھیر لیا اور کہنے لگے ان مہمانوں کو ہمارے حوالے کر کہ ان سے بدفعلی کریں۔ لوط کواڑ کھول کر ان کے پاس گئے اور بہت سمجھایا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ وہ بولے ہم سے بحث کیا تو یہاں کو روکنے آیا ہے یہ عزت کرنے۔ تب وہ کواڑ توڑ کر اندر کو بڑھے۔ فرشتوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کے لوط کو تو اندر کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان کو اندھا کر دیا کہ وہ دروازہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے تب ان مہمانوں نے لوط سے کہا سنیئے ہم فرشتے ہیں آپ کچھ خوف و غم نہ کیجیے ہم اس شہر کو غارت کرنے آئے ہیں۔ آپ صبح ہونے سے پیشتر اپنے لوگوں کو لے کر باہر نکل جائیے۔ چنانچہ لوط باہر نکلے اور سورج کے نکلنے کے وقت خدا تعالیٰ نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ برسائی۔ بیوی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا وہ نمک کا کھمبا بن گئی اور اس شہر کے کچھ نشان عبرت کے لیے باقی رہ گئے۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ
اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تب اس نے کہا
يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ
اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور قیامت کی توقع
الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۳۶﴾
رکھو اور ملک میں فساد مچاتے نہ پھرو
فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
سو انہوں نے اس کو جھٹلایا تب ان کو زلزلہ نے آلیا
فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿۳۷﴾ وَ
پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے اور
عَادًا وَثَمُودَ وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن
ہم نے عاد اور ثمود کو (بھی) ہلاک کیا اور البتہ تم کو ان کے کچھ مکانات
مَّسَاكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ
بھی دکھائی دیتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال اچھا کر کے ان کو
أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَ
دکھا دیا تھا پھر ان کو رستہ سے روک دیا تھا
كَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُونَ وَ
حالانکہ وہ سمجھ بوجھ بھی رکھتے تھے اور قارون اور
فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَلَقَدْ جَاءَهُم
فرعون اور ہامان کو بھی (ہلاک کیا) اور البتہ ان کے پاس موسیٰ
مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي
نشانیاں بھی لے کر آئے تھے (تو بھی) وہ ملک میں بڑے بنے پھر انہوں نے زمین میں
الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ﴿۳۹﴾
سرکشی کی اور وہ بھاگ کر نہ جا سکتے۔
فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ فَمِنْهُم
پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پہ پکڑ لیا پھر کسی پر تو
مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُم
ان میں سے ہم نے سخت آندھی بھیجی اور ان میں سے
مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُم
کسی کو کڑک نے آلیا اور کسی کو ان میں
مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُم
سے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے
مَّنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ
کسی کو غرق کر دیا اور اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ظلم

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

کرنے لگا تھا لیکن خود وہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے ۔

ترکیب

شعیبًا مفعول لارسلنا بدل من اخاہم مفسدین حال مؤکدۃ لعاملہا من عثٰی بجمیع الثلثۃ افسد ۔ الرجفۃ الزلزلۃ الشدیدۃ ۔ جٰثمین اٰلمین علی الرکب میتین وعادًا و ثمود المعطوف اٰلکنا شؤد یصرف ثمود وترکہ بمعنی الحی والقبیلۃ مستبصرین ذوی بصائر وقاٰ سابقٰن لنے اٰلکنا فکلا منصوب باخذنا ۔

تفسیر

والٰی مدین اخاھم شعیبا ۔ یہ چوتھا قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے ۔ یہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے تھے ۔ مدیان حضرت ابراہیم کا بیٹا قتورہ سے شکم سے تھا ۔ عرب کے شمال و مغرب میں قوم کے اس پار آ رہے تھے انہیں کے نام سے اس بستی کو وہاں کہنے لگے انہیں کی اولاد وہاں بستی تھی اور حضرت شعیبؑ بھی انہیں میں سے تھے جو اس گروہ کے نبی ہو کر بھیجے گئے تھے ۔ یہ لوگ بت پرست تھے اور قیامت کے منکر اور قزاقی مار ان کا پیشہ تھا ۔ حضرت شعیب نے تینوں باتوں کی نصیحت کی فقال یٰقوم اعبدوا اللہ کہ اے قوم اسی کی عبادت کرو اور کسی کو نہ پوجو ۔ یہ توحید کی تعلیم تھی ۔ وارجوا الیوم الاٰخر اور قیامت پر ایمان لاؤ ۔ یہ ایمان بالبعث کی تعلیم تھی ۔ ولا تعثوا فی الارض مفسدین اور ملک میں فساد مچاتے نہ پھرو ۔ یہ اصلاح معاش کی بابت تعلیم تھی ۔ مگر فکذبوہ وہ کب ماننے والے تھے آخر نتیجا پھر ان پر بلائے آسمانی نازل ہوئی زلزلہ نے آ لیا ، سب مر کر رہ گئے پڑے رہ گئے ۔

وعادًا وثمودا الایۃ پانچواں قصہ مجملًا عاد و ثمود کا ہے ۔ قوم عاد عرب کے جنوبی حصہ یعنی یمن میں رہتی تھی اور قوم ثمود ان کے بعد انھی جو عرب کے شمالی حصہ میں آباد تھی ۔ ان قوموں کی بڑی سلطنت اور حشمت ہو چکی ہے ۔ ان کا حال کئی جگہ ہم مفصل بیان کر آئے ہیں ۔ ان کے غارت ہونے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک ان کے مکانات کے آثار قریبہ باقی تھے جن کو سفر میں آتے جاتے اہل مکہ دیکھا کرتے تھے ۔ اس لیے فرماتا ہے وقد تبین لکم من مساکنہم ان کا حال کیا تھا وزین لہم الشیطٰن اعمالہم کہ ان کے برے کام ان کو عمدہ معلوم ہوتے تھے اس لیے راہ راست سے رک گئے باوجودیکہ کانوا مستبصرین سمجھ بوجھ رکھتے تھے ۔ دنیا کے کاموں میں بڑے ہوشیار تھے ۔ معاذ اللہ جب انسان اپنی برائی کو بھلائی اور برے کام کو اچھا سمجھنے لگتا ہے تو اس مرض لا دوا کا کوئی علاج ہی نہیں بجز موت روحانی کے ۔

وقارون و فرعون وھامٰن چھٹا تذکرہ موسیٰ کے ہم زمانہ تین سرکش لوگوں کا ہے ۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا ، ہامان اس کا وزیر ۔ قارون موسیٰؑ کی برادری میں سے تھا بڑا مالدار ۔ تینوں کے رسول موسیٰؑ تھے معجزات بھی دکھائے لیکن فاستکبروا فی الارض زمین میں تکبر اور سرکشی اور غرور نے ان کو مطیع نہ ہونے دیا ۔ پھر اللہ سے کہاں جا سکتے تھے و ما کانوا سابقین ۔

بعض معترضین کہا کرتے ہیں کہ ہامان تو اخسویرس شاہ ایران کا وزیر تھا نہ کہ فرعون کا ۔ یہ ان کا اعتراض بے جا ہے کس لیے کہ ایک نام کے کیا دو شخص نہیں ہوتے ؟ فرعون کے وزیر کا نام بھی ہامان تھا ۔

فکلًا اخذنا بذنبہ عاد اور ثمود ، قارون و فرعون و ہامان کا ذکر کر کے سب کی ایک جملہ میں سزا بیان فرماتا ہے

پہلے تو اجمالاً یہ کہہ دیا کہ ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے سبب پکڑ لیا پھر تفصیل کرتا ہے فمنھم من ارسلنا علیہ حاصبا کہ ان میں سے بعض پر سخت آندھی بھیجی کہ جس میں کنکریاں تھیں (حاصبا ریحا عاصفا فیہا حصباء۔ جلالین) اس سے قوم عاد مراد ہے ان پر بھی عذاب آیا تھا ومنھم من اخذتہ الصیحۃ جیسا کہ قوم ثمود ومنھم من خسفنا بہ الارض جیسا کہ قارون۔ ومنھم من اغرقنا جیسا کہ فرعون وہامان۔ زجر کے طور پر یہ آیت بلاغت و فصاحت میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔

پھر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اللہ نے اپنی مخلوق پر ظلم کیا۔ اس لیے بعد میں فرمایا وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون کہ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا نہ یہ اس کی شان ہے۔ وہ خود ہی خود اپنے اوپر ظلم کر کے برباد ہوئے بری بات کا برا نتیجہ نکلا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
ان لوگوں کی مثال کہ جنہوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنا
اللّٰهِ اَوْلِيَاۤءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ
رکھے ہیں مکڑی کی سی مثال ہے
اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ
کہ جس نے گھر بنایا اور البتہ سب
الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ
گھروں سے بودا گھر مکڑی کا ہے
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ
کاش وہ جانتے البتہ اللہ جانتا ہے
مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ
جس کو کہ وہ اس کے سوا پکارتے ہیں
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴۲ وَتِلْكَ
اور وہ زبردست حکمت والا ہے اور یہ
الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا
مثالیں ہیں کہ جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان کو
يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝۴۳ خَلَقَ
وہی سمجھتے ہیں جو علم والے ہیں اللہ نے
اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ
آسمانوں اور زمینوں کو درستی سے بنایا
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۴ ع
البتہ اس میں ایمان والوں کے لیے بڑی نشانی ہے

ترکیب

مثل الذین صلۃ وموصول مبتدا کمثل العنکبوت خبر اتخذت بیتا جملۃ مستانفۃ او وصف والعنکبوت تقع علی الواحد والجمع والمذکر والمؤنث والتاء فیہ زائدۃ کتاء طاغوت ویجمع علی عناکیب وعناکب وعکاب وعکبۃ و اعکب (بیضاوی) ما یدعون من دونہ من شیء ما استفہامیۃ منصوبۃ بیدعون یا نافیۃ والیاء ویعلم معلقۃ عنہا لان من خواص افعال القلوب التعلیق اسم ابطال العمل لفظا فقط) ومن للتبیین او نافیۃ ومن مزیدۃ وشیء مفعول یدعون او موصولۃ مفعول لیعلم ومفعول یدعون محذوف وہو العائد والخبر الامثال ونضربھا حال منہا ویجوز ان یکون خبرا والامثال نعت بالحق حال من خلق اللہ۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا ولکن کانوا انفسھم یظلمون اب یہاں ان کے اس ظلم کی جو وہ اپنی جانوں پر کرتے تھے تشریح فرماتا ہے مثل الذین اتخذوا من دون اللہ

اور فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اپنی جانوں پر اور کیا ظلم ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ہزاروں کی علم و ہنر بخشیں اور ادراک عطا کیا لیکن انہوں نے اس عزت خداداد کی یہ حقارت کیا کہ اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بتوں کو سجدہ کرنے لگے جو نہایت بےقدر چیز ہے جن کو نہ حس و حرکت نہ عقل و شعور ان کا یہ کام کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً مکڑی کے جالے کی طرح بے بنیاد ہے۔ سب چیزوں کے گھروں کو دیکھئے ان سب میں بے بنیاد مکڑی کا گھر ہے جس سے نہ دھوپ کا آرام نہ بارش سے امن ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔ اب وہ مکڑی اس میں مچھر مکھی کا شکار کرتی ہے اسی طرح ان بت پرستوں کو کوئی نفع نہیں بلکہ نقصان پہنچ جائے تو وہ بھی ایسا ہی بے بنیاد ہے۔ اسی طرح ان کا اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا لو کانوا یعلمون اگر وہ جانتے تو ایسا نہ کرتے۔ یا یہ معنی کاش ان کو علم ہوتا۔ اس مثل پر شاید جاہل بت پرست یہ گفتگو کرتے ہوں گے جیسا کہ آج کل کیا کرتے ہیں کہ ہم ان بتوں کو نہیں پوجتے بلکہ ان کو جن کے یہ بت ہیں اور وہ دیوتا اور بزرگ روحانیات اولیاء کرام انبیاء علیہم السلام ہیں جو اس کی بارگاہ کے مقرب اور دو صاحب ہیں جو چاہتے ہیں کر سکتے ہیں اور نیز ان سے جو ہم مانگتے ہیں پاتے ہیں۔ اس کا جواب دیتا ہے ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ من شیء کہ جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں ہم کو معلوم ہیں یہ قوم مذہب کے حقیقی وہ بھی پرستش کے قابل نہیں ہمارے مقابلہ میں کوئی الوہیت کا انکا حصہ نہیں سب ہمارے دست نگر ہیں وھو العزیز ہم سب پر غالب ہیں اور نیز ہم کو کسی وارث یا ایلچی کی حاجت کیا ہے کیونکہ الحکیم ہم حکیم ہیں ہر شے کی تدبیر و تصرف آپ کیا کرتے ہیں۔ اس میں اس دوسری بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم جو ان سے مانگتے ہیں پاتے ہیں یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ جو ادنیٰ دست کا کام ہے سو ید دست تو ہم ہیں جو تم کو دنیاوی فوائد حاصل کرتے ہیں وہ سب اپنی حکمت سے ہم پہنچاتے ہیں تم سمجھتے ہو کہ ان دیوی دیوتا نے دیا ہو

اولاد دی مال دیا۔ اور نیز اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بھی اسی کی حکمت ہے کہ مانگے چیزوں سے ہو دیتے ہیں ہم۔ غرض دنیا میں ظاہر نہیں کرتے کہ تمہارے کان پکڑ کر دین نظام عالم میں خلل آوے۔ جو ازلی جنبی ہے اس کے گمراہ ہونے کے یہ اسباب اسی کی حکمت بالغہ کا اثر ہے۔ اور نیز ھو العزیز الحکیم میں یہ بھی اشارہ ہے کہ قابل پرستش وہ ہے جو غالب اور حکیم ہو سو یہ دونوں وصف ہم کو حاصل ہیں نہ اور کو یہ معنی اس تقدیر پر ہیں کہ جب ما یدعون کے ما کو موصولہ مانا جاوے اور اگر اس کو نافیہ یا استفہامیہ سمجھا جاوے تو یہ معنی ہوں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کچھ بھی نہیں یا وہ کیا چیز ہیں؟

اور بعض جہال اس مثال پر یہ بھی طعن کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مکڑی کا کیوں ذکر کیا وہ تو ایک ذلیل چیز ہے کوئی اور ہی مثال دینی تھی اس کے جواب میں فرماتا ہے وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون کہ ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سمجھانے کے لیے ذکر کرتے ہیں پر سمجھتے وہی ہیں جو ذی علم ہیں وہ جانتے ہیں کہ مکڑی خواہ کیسی ہی ذلیل چیز ہو مگر غرض تو مشرکوں کے مذہب کو اس ذلیل چیز کے ذلیل گھر سے تشبیہ دینا ہے سو وہ بخوبی حاصل ہے اگرچہ ھو العزیز الحکیم سے ان کے معبودوں کی بھی کمزوری تھی مگر اس بات کو پھر ایک بڑی بھاری دلیل سے ثابت فرماتا ہے خلق اللہ السمٰوٰت والارض بالحق کہ اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو نہایت درستی سے بنایا ہے کوئی ان میں بے کار نہیں نہ کوئی کام آدھا ہے پھر تمہارے معبودوں نے کیا بنایا ہے خواہ وہ بت ہوں یا وہ کہ جن کے یہ بت ہیں ان فی ذلک لآیۃ للمؤمنین اس میں ایمانداروں کے لیے بڑی نشانی اور کامل حجت ہے پس اے میاں ایسے والی سنو کہ وہی پرستش کے قابل ہے کہ جس نے آسمان زمین بنائے باقی کس کا کیا حق ہے۔

ف [illegible] حضرت ابراہیم علیہ السلام [illegible]

تفسیرِ حقّانی

پارہ ۲۱

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ
(اے رسول) وہ جو آپ کی طرف کتاب وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی
اور نماز کو درستی سے ادا کرتے رہو البتہ نماز بے حیائی

عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ
اور بری بات سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد

اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵
سب سے بڑھ کر ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا
اور اے مسلمانو! اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر

بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا
اسی طریقہ سے کہ جو عمدہ ہو مگر ان میں سے جو ظالم ہیں (ان سے)

مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ
پورا مقابلہ کرو تم اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف

اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَ
نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا خدا اور

اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶
تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ
اور اسی طرح کی ہم نے آپ کی طرف بھی کتاب نازل کی ہے

فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ
پھر جن کو کہ ہم نے کتاب دی تھی وہ تو اس پر ایمان

بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ
رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی کچھ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور

مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝٤٧

ہماری آیتوں کا | کافر | ہی | انکار کیا کرتے ہیں

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ

اور اس سے پہلے آپ نہ تھے | تو | پڑھتے | کوئی | کتاب

كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا

پڑھتے | تھے اور نہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ اب

لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝٤٨ بَلْ هُوَ

یہ بدکیش | مشتبہ ہو پڑ جاتے | بلکہ (یہ) قرآن

اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ

کھلی ہوئی آیتیں ہیں | ان کے دلوں میں کہ | جن کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ

علم دیا گیا ہے | اور ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کرتے

اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝٤٩

مگر | ظالم

ترکیب

الا بالتی اسم الاشارۃ التی هی احسن کالدعاء الی الشرایات التنبیه علی مجیء الا الذین ظلموا استثناء من الجنس وفی المعنی وهو امرنا الا الذین ظلموا فلا تجادلوهم بالحسنی بل بالقتلة والثانی اوتیاوا اوهم البتة۔

تفسیر

ان فی ذلک لاٰیۃ لقوم یؤمنون تک انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور شرک کی برائی اور مشرکین کے ساتھ مناظرہ اور ان کی بت پرستی کی تحقیر تھی اور یہ ایک خاص مقصد تبلیغ رسالت سے متعلق تھا جس میں روح پر تکان آنا اور طبیعت کا سست ہو جانا ایک جبلی بات ہے اس لیے اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت قرآن اور نماز اور ذکر الٰہی کا حکم دیتے ہیں جس سے پھر تازہ دم کیا جاتا ہے فقال اتل ما اوحی الیک من الکتاب الخ کہ اگرچہ جاہل و سرکش نہ مانیں تو آپ کتاب الٰہی کی جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے یعنی قرآن مجید کی تلاوت کیجیے کیونکہ اس میں نوح و ابراہیم و لوط و موسیٰ کی امتوں کا پورا بیان ہے آپ کے دل کو تسکین ہو جائے گی کہ پہلے بھی کفار و بت پرستوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ یہی کیا تھا پس پھر بار بار ہونے میں کوئی نئی بات نہیں۔ اور اسی لیے اتل فرمایا اتل علیهم نہیں فرمایا اور نیز قرآن میں دنیا کی بے ثباتی دار آخرت کی ترغیب ہے اس کے پڑھنے سے خواہ مخواہ دل کو تسلی اور رنج کو روحانی تشفی حاصل ہو جاتی ہے اور دنیا کو بے ثبات سمجھنے لگتا ہے پھر کوئی رنج رنج نہیں معلوم ہوتا ہے اور اب تک قرآن مجید کی تلاوت میں یہی برکت رکھی ہوتی ہے۔ اور تلاوت کا پہلے اس لیے حکم دیا گیا کہ اس کو سننے والا بھی مستفیض ہوتا ہے اور اسی لیے اوسط درجہ کا پھر اولیٰ قرار دیا گیا پس اگر اس سے بھی ان کو فیض نصیب نہ ہو تو اقم الصلوٰۃ نماز پڑھیے کیونکہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر نماز برے اور بے حیائی کے کاموں سے روک دیتی ہے۔ اول تو اس میں ہر رکعت میں سورۂ الحمد پڑھی جاتی ہے جس کا ہر جملہ انسان کی روحانی قوتوں کو ابھارنے والا ہے پھر اس کا طرز ہو کہ حمد و ثنا کر کے اس کے آگے سر رکھ کر اس کی حمد و ثنا کرنا، روح کو تازہ کرتا ہے اور جب روح پر تازگی آتی ہے تو نفسانی قوتیں گھٹ جاتی ہیں جو بے حیائی اور برے کاموں کی محرک تھیں۔ اور ذکر الٰہی نماز کے علاوہ بھی کیجیے کیونکہ ولذکر اللہ اکبر خواہ ذکر قلبی ہو خواہ لسانی جہری ہو خواہ سری۔ یہ بڑی چیز ہے۔ اس میں اشتغال ماسوا اللہ سے روکنا ہوتی ہے اور اس کی صحبت سب سے بڑھ کر ہے۔

یہ تین قسم کی عبادت ہے تلاوت، نماز، ذکر۔

اگرچہ نماز میں تینوں کیا پاکیزہ صرف ہیں مگر جداگانہ بھی ہر ایک بڑا اثر رکھتی ہے اس لیے ہر ایک کو جداگانہ ذکر کیا اور اس ترتیب میں ایک نکتہ ہے۔

واللہ یعلم ما تصنعون میں اشارہ ہے کہ خلوص سے یہ کام کرو، وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ یہ تعلیم باطنی تھی کہ تم ایسے ہو جاؤ تمہارے نور باطن سے لوگ خود بخود ہدایت پر آئیں گے۔ اس لیے اس کے بعد اہل کتاب کے مناظرے اور جھگڑے سے بھی روک دیا جو وہ بسا اوقات مسلمانوں سے کیا کرتے تھے۔ فقال ولا تجادلوا اھل الکتب الا بالتی ھی احسن اہل کتاب سے مجادلہ نہ کرو مگر عمدہ طور سے ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ نرم کلامی اور اظہار حق ہو تو کرو۔

الا الذین ظلموا منھم مگر جو ان میں ہٹ دھرم ہیں۔ بعض شخص یہود و نصاریٰ متعصب زبان دراز ہو تو ان سے مناظرہ نہ کرو ان کو اس وقت کے لیے چھوڑ دو کہ آسمانی سلطنت کا بادشاہ اپنی تلوار انہی پر لٹکاتا ہے اور اس کو دایاں ہاتھ عجیب کام دکھائے۔

اس کے بعد اہل کتاب کے لیے کیا ساکت کرنے والا کلام فرماتا ہے وقولوا آمنا الخ کہ بھائیو! الہام اور نبوت کا دروازہ بند نہیں ہو گیا ہم جو ہمارے نبی پر الہام ہوا اس کو بھی مانتے ہیں اور جو تمہاری طرف آیا۔ سابقین پر الہام ہوا ہے کہ جن کو تم بھی جانتے ہو اس کو بھی ہم مانتے ہیں توریت زبور انجیل سب پر ہمارا ایمان ہے اور ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے پھر جس نے پہلے کتابیں اور نبی بھیجے اسی نے یہ نبی اور کتاب بھیجی۔

وکذلک انزلنا الیک الکتب پھر اب تم کو بجائے اہل حق ہونے میں کیا کلام باقی ہے صاف بات ہے ہم پر نبی یا کتاب نہ ماننے کا الزام عائد نہیں ہو سکتا ان تم پر ہے اس لیے منصف مزاج اہل کتاب جیسا کہ عبداللہ بن سلام اور ۴

عرب کے بھی با انصاف لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ فالذین آتینٰھم الکتب یؤمنون بہ غرض جو منکر ہو اس کا منکر ہے تو وہی ہے جو ازلی کافر ہے وما یجحد بآیٰتنا الا الکفرون۔

اس کے بعد ایک اور دلیل تسلی بخش ذکر کر کے فرماتا ہے وما کنت تتلوا من قبلہ من کتب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون کہ اس دن سے پہلے آپ نہ کبھی کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے یعنی ظاہری علم نہیں تھا اگر اہل کتاب کی طرح لکھے پڑھے ہوتے قرآن کے لیے شک کرنے کی گنجائش تھی کہ ان میں سے دیکھ کر کتاب گھڑ لی ہوگی۔ پھر جب یہ نہیں تو بجز الہام الٰہی کے اور کوئی وجہ نہیں پھر یہ باطل پرست والے یا تباہ کار کس لیے شک کرتے ہیں بلکہ بل ھو آیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم یہ قرآن کھلی کھلی آیتیں ہیں جو حافظ کے سینوں میں نقش ہوئی ہیں نہ کہ کاغذوں پر محمد نے گھڑ لی ہیں۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات روشن ہیں یعنی ان کے مطالب جو اہل علم کے دلوں میں بیٹھتے ہیں وہ اہل علم دل سے تصدیق کرتے ہیں بلکہ یہ اسی معجزہ پر بس نہیں کہ ایک امی سے ایسی کتاب ظاہر ہوئی بلکہ نفس مضامین قرآن اپنے لیے آفتاب کی طرح اہل علم کے نزدیک آپ دلیل ہیں۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ قرآن علم والوں کے اہل علم کے دلوں میں لکھا ہوا ہے وہاں سے دیتے ہیں آیا جو ذکر محمد نے فرمایا ہے پھر جو کوئی ایسی آیتوں کا انکار کرے تو بڑا بے انصاف ہے۔ وما یجحد بآیٰتنا الا الظلمون۔ یہاں تک اہل کتاب کے ساتھ احسن طریق پر مناظرہ تھا۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیٰتٌ مِّنْ

اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتاریں

۵ رسول پر۔

رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ
کی طرف سے کہدو نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں

وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ
اور میں تو کھول کر ڈرانے والا ہوں کیا ان کو یہ

يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی

يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً
جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے البتہ اس میں رحمت

وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ
اور نصیحت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں کہدو

كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ
میرے اور تمہارے درمیان گواہی کو اللہ کافی ہے

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ
وہ جانتا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین کے اندر ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا
اور وہ جو جھوٹ پر ایمان لائے اور اللہ سے منکر

بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ
ہوئے وہی زیاں کار ہیں اور

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ
وہ تجھ سے جلدی عذاب مانگتے ہیں اور اگر

اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ
وقت مقرر نہ ہوچکا ہوتا تو پھر ان پر عذاب آجاتا

وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا
اور البتہ وہ ان پر دفعۃً آئے گا کہ ان کو خبر

يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ
بھی نہ ہوگی وہ تجھ سے جلدی کرتے ہیں عذاب کے لیے

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾
اور البتہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے

يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ
جس دن کہ عذاب ان پر چھا جائے گا ان کے اوپر سے

وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ
اور ان کے پاؤں کے نیچے سے اور کہے گا

ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾
چکھو جو کچھ کہ تم کیا کرتے تھے

ترکیب

انا انزلنا یکفہم کا فاعل یتلی علیہم کتاب کی صفت کفیٰ کا فاعل اللہ اور ب زائد ہے شہیدا مفعول لہ کفیٰ سے یا تمیز اور ممکن ہے کہ حال بھی ہو جائے یوم یغشٰہم ظرف ہے اس کا عامل محیطۃ اسے یحیط بہم یوم کذا۔

تفسیر

وقالوا لولا انزل علیہ ایٰت من ربہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دلائل سے ثابت کی گئی تو یہ بیہودہ کہا گیا کہ جس طرح پہلے نبیوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اسی طرح آپ پر بھی اللہ نے نازل کی ہے اس پر کفار قریش نے یہود یا بعض اہل کتاب کے سکھانے سے یہ شبہ کیا کہ اس کو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ معجزات کیوں نہ دیئے گئے جو پہلے نبیوں کو دیئے گئے تھے یعنی عصا و ید بیضا وغیرہ اور بعض کا قول ہے کہ یہ آیات جمع کا لفظ ہے اشارۃً ہے۔

اس کے جواب میں فرماتا ہے قل انما الاٰیٰت عند اللّٰہ وانما انا نذیر مبین کہ معجزات تو اللہ کے اختیار میں ہیں جب چاہے منکروں کے الزام کے واسطے ظاہر کر دے۔ اور

میں رسول ہوں۔ رسول کے لیے مخالفین کی فرمائش کے موافق معجزات کا دکھانا کوئی شرط رسالت نہیں۔ رسول کے بھیجنے سے غرض لوگوں کو تنبیہ کر دینا ہے۔ سو میں تم کو علانیہ تنبیہ کرنے والا ہوں۔ حضرت عیسیٰ سے بھی یہودیوں نے صلیب پر چڑھاتے وقت معجزات طلب کیے۔ مگر جب دیکھا کہ نہ مانیں گے نہ دکھائے گئے۔ اور اگر تم کو کوئی معجزہ تصدیق کے لیے درکار ہے تو قرآن سے زیادہ اور کون سا معجزہ ہے جو تم کو سنایا جاتا ہے کیونکہ امی شخص سے ایسی کتاب کا ظاہر ہونا کہ جس کی دس آیتوں کے برابر بھی کسی سے نہیں بن سکتیں بڑا معجزہ ہے اور نیز قرآن صرف معجزہ ہی نہیں بلکہ نصیحت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔ فقال اولم یکفہم الی قولہ یؤمنون۔

دوسری دلیل نبوت کی اللہ کی شہادت ہے جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے اس کی شہادت بس ہے فقال قل کفی باللہ الخ پس جو غلط باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور اللہ کے منکر ہیں وہ نہیں مانتے وہ نقصان و خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں والذین آمنوا بالباطل الخ۔

اس پر بھی کفار کو یقین نہ آتا تھا کہتے تھے کہ جب عذاب کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اگر سچا ہے تو ابھی اس کو لا۔ و یستعجلونک بالعذاب۔ فرماتا ہے اس کے لیے ایک خاص وقت مصلحت الٰہیہ کی وجہ سے مقرر نہ ہوا ہوتا تو ابھی آتا اور وہاں وہ ناگہاں ان پر ٹوٹ پڑے گا۔

بدر کا واقعہ اور ایک نمونہ عظیم جا پہنچا۔ پھر تعجب کے طور پر اسی کلام کا اعادہ کرتا ہے یستعجلونک بالعذاب کہ کیا جلدی کرتے ہو! جہنم کے گھیرے میں تو پڑے گئے ہو۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ

اے میرے ایمان والے بندو! بے شک میری زمین

وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾

فراخ ہے پھر میری ہی عبادت کرو (اور غیر کی عبادت نہ کرو)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے

ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ

پھر ہماری طرف ہی پھر کر آؤ گے اور جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے البتہ ہم جنت کے

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بالاخانوں میں جگہ دیں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ

ہوں گی وہ وہاں ہمیشہ رہا کریں گے کیا خوب بدلہ ہے

الْعٰمِلِيْنَ ﴿٥٨﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ

کام کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور

عَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَ

اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور

كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا

بہتیرے ایسے جانور ہیں کہ جو اپنی روزی کو نہیں اٹھاتے پھرتے

اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ

اللہ ان کو بھی روزی دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہ

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ

سنتا جانتا ہے اور جو تم ان سے پوچھو

مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ

کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

(کس نے) سورج اور چاند کو محکوم کر دیا تو کہیں گے اللہ نے

فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

پھر کہاں بہکے چلے جاتے ہیں اللہ ہی پھیلاتا روزی ہے جس

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ

کے لیے جس کو چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے ۔ اور تنگ کرتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَ

بے شک اللہ ۔ ہر ۔ چیز سے ۔ خبردار ہے ۔ اور

لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے کس نے اتارا

مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ

پانی کہ جس سے خشک ہو جانے کے بعد زمین کو

مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ

سرسبز کیا ۔ تو کہیں گے اللہ ۔ کہو ۔ الحمد

لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع ۶

اللہ کو ۔ بلکہ اکثر ان میں سے نہیں سمجھتے ۔

تفسیر

جب کہ کفار و مشرکین مکہ اور نیز اہل کتاب کا حال اور ان کے نا سمجھ و کج فہمی کی برائی اور آخرت کا وبال صاف صاف بیان ہوا تو آتش غیظ کفار مکہ کو نہایت بھڑکی و تعصب ہوا کہ دین داروں کو نہایت تکلیفیں دینی شروع کریں جن کی مسلمان نہایت استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرتے رہے مگر جب دو ارکان دینی سے بھی نوبت آنے لگی تو وطن چھوڑ کر باہر جانے کی اجازت بھی نہ دی بلکہ رغبت دلائی گئی اس لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ہجرت کی ترغیب ہے جس سے مسلمان مکہ معظمہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جانے لگے فقال یعبادی الذین امنوا کہ اے میرے ایمان دار بندو! میری زمین فراخ اور کشادہ ہے کس لیے یہاں بیٹھے ہو باہر جاؤ اور اطمینان سے میری عبادت کرو۔ وطن چھوڑنا ایسی ایک آسان بات نہیں اس پر مسلمانوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور اپنے وطنی بھائیوں کا فراق شاق گزرتا تھا اور تنگ دستی اور سفر کی صعوبت کا بھی خیال گزرتا تھا۔ ان دونوں باتوں سے تسکین و اطمینان کامل دلاتا ہے۔

اول بات کا اطمینان اس آیت میں دلاتا ہے کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون کہ ہر ایک شخص کو ایک روز موت کا مزہ چکھنا ہے پھر بہتر یہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مرے اور مر کر سب ہمارے پاس آجاویں گے پھر وہاں جدائی نہیں۔ دنیا میں چند روزہ جدائی ہوئی تو کیا اور نیز اگر ہجرت نہ کی تو بھی مرنا ہے جدائی تو پھر بھی تمہارے خیال کے مطابق ہے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو تکلیف جو سہتے چند روز ہے اور تمہارے مخالفوں کا زور شور بھی چند دنوں کے لیے ہے۔

دوسری بات کے اطمینان کے لیے یہ آیت ہے والذین امنوا وعملوا الصلحت لنبوئنهم من الجنة غرفا تجری من تحتها الانهر خلدین فیها کہ ہم ایمان داروں نیک کام کرنے والوں کو جنت کی کھڑکیوں اور جھروکوں میں جگہ دیں گے کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اور وہ وہاں ہمیشہ رہا کریں گے یعنی تمہارے اس ایمان اور وطن چھوڑنے کے بدلے میں ہم تم کو ایسا عمدہ وطن دیں گے۔ لنبوئنهم لننزلنهم من الجنة علالی وانتصاب غرفا بحمع الظرف او بنزع الخافض لنبوئن غرف فحذف فی واما یجوز مظنون لأن بنیا البوئی الاقامۃ۔

اور عملوا الصلحت میں کی دو عمدہ نیکیوں کو بیان فرماتا ہے الذین صبروا وعلی ربهم یتوکلون کہ وہ سفر کرتے ہیں اور ہجرت کی تکلیف گوارا کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ گو ہم بھی تو بغیر مدد الٰہی کے کچھ کام نہیں بنتا پھر سفر میں بھی وہی انہیں سے ان کے

رزق کا اطمینان دلاتا ہے وکاین من دابۃ الخ کہ بہت
سے زمین پر جانور ہیں کہ اپنی روزی کا آپ بندوبست نہیں
کر سکتے جیسا کہ پرندوں اور زمین کے سوراخوں میں رہنے والوں کو
وہی روزی دیتا ہے پھر کیا تم کو نہ دے گا؟ تم کو بھول جاوے گا
نہیں ہرگز نہیں ھو السمیع العلیم وہ سننے جاننے والا ہے۔
پھر اس توکل کو ان تین آیتوں میں اور بھی مستحکم کرتا ہے اور
اسی ضمن میں منکروں پر تعریض بھی کرتا ہے اور یہ بھی بتلاتا
ہے کہ آفتاب و ماہتاب پرستش وغیرہ انقلاب دہر اسی
کے ہاتھ میں ہیں وہ سب جہان تم کو رزق اور جانوروں کو رزق
کرائے گا۔

اول آیت ولئن سألتہم الخ کہ ان سے پوچھیے گا تو اقرار
کریں گے کہ آسمان و زمین چاند اور سورج اللہ نے بنائے
ہیں پھر کیا وہ تمہاری روزی کے اسباب پیدا نہ کرے گا؟
اسی میں مشرکوں پر طعن بھی ہے کہ پھر غیر کو کیوں پوجتے
ہو؟

دوسری آیت اللہ یبسط الرزق الخ کہ تنگی
وسعت فراخی و تنگی اللہ کے ہاتھ ہے۔

تیسری آیت ولئن سألتہم من نزل الخ کہ وہی
مینہ برسا کر اس سے زمین کو ہرا بھرا کرتا ہے ان آیتوں میں
مہاجروں کے اطمینان اور مشرکوں پر تعریض اور اللہ تعالیٰ
کے خالق و قادر ہونے کا ثبوت و حشر بالاجساد و بالارواح کا
بیان ہے۔

ف اب بھی جہاں فرائض دینی ادا کرنے سے
کوئی مانع ہو تو ہجرت واجب ہے اور اس جگہ کی کہ جہاں ہجرت
کر کے جاوے کوئی خصوصیت نہیں مکہ معظمہ ہو یا مدینہ منورہ
یا کوئی دوسری جگہ کہ جہاں آزادی سے ارکان اسلام
ادا کر سکے اس وقت صحابہؓ حبشہ کو بھی ہجرت کر کے گئے تھے اور
مدینہ تو دار الہجرت ہی تھا۔ فتح مکہ سے پیشتر ہجرت
ضروری بات تھی پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ہجرت کرنا ضروری نہیں مگر
جہاں کہیں مسلمانوں کی وہی حالت ہو جاوے جو ابتدائے
اسلام میں مکہ میں تھی تو پھر ہجرت کا وہی حکم ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ
اور کیا ہے یہ دنیا کی زندگی مگر کھیل
وَّلَعِبٌ ۗ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ
اور کود اور البتہ پچھلا گھر وہی زندگی
الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾
ہے کاش وہ جانتے۔

ترکیب

الحیوان مصدر حی کی ہے والحیوۃ واصلہ حییان فقلبت الیاء الثانیۃ واوا لئلا تلتبس بالتثنیۃ ولم تقلب الفا لئلا یحذف احد الالفین والحیوۃ ایضا مصدر لکن الحیوان ابلغ لما فی بناء فعلان من معنی الحرکۃ والاضطراب کذا یفہم بیضاوی وغیرہ۔

تفسیر

ان آیتوں کے بعد کہ جن میں توکل کی ترغیب تھی اور
جن میں اپنی قدرت کاملہ کے آثار ظاہر فرماتے تھے کہ ہم نے
آسمان و زمین کو پیدا کیا پھر آسمان سے مینہ برسا کر رنگا رنگ
رزق پیدا کرتے ہیں ہم ہی بے بس جانوروں کو روزی دیتے
ہیں ہم ہی تنگی و فراخ دستی دیتے ہیں تاکہ بندہ اسی پر توکل
کرے اور دین کی حفاظت میں جو کچھ مصیبت آئے اس سے
نہ ڈرے ایک ایسا اصل ارشاد فرماتا ہے کہ جس سے دنیا
سے دل سرد ہو جاوے اور یہاں کا عیش و آرام اور دکھ درد
سب گرد ہو جاوے۔ فقال وما ھذہ الحیوۃ الدنیا

الا لهو ولعب وان الدار الآخرة لهي الحيوان لو كانوا يعلمون ۔ اس آیت میں تین باتیں ارشاد فرمائیں۔

اول یہ کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل کود ہے یعنی اس چیز کے مانند بے حقیقت ہے کہ جس سے لڑکے تھوڑی دیر تک دل کو کھیل کود لیتے ہیں پھر خاک کو الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم دنیا میں لوگ آتے ہیں دنیا کی چیزوں پہ فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اپنے اصل بستہ کو کہ جہاں جانا ہے اور اپنے اصلی کام کو کہ جو یہاں کرنا تھا بھول جاتے ہیں۔ اتنے میں جام عمر لبریز ہوا دنیا سے بڑی ذلت کے ساتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ایسے گئے کہ پھر کسی نے ادھر آکر بھی نہ جھانکا۔ غرض یہ کہ جس طرح کھیل کود بے بنیاد ہے اسی طرح دنیا کی زندگی ہے۔ کیا خوب کہا ہے ملا جامی نے ؎

دلا تا کے دریں کوخ مجازی
کنی مانند طفلاں خاک بازی
بیفشاں بال و پر زامیزش خاک
بپرتا کنگرۂ ایوان افلاک

مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے کن کٹے مردار بچے کے پاس سے ہو کر نکلے لوگوں سے فرمایا اس کو کوئی ایک درہم میں خریدنا چاہتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم تو اس کو مفت بھی نہیں لیتے۔ فرمایا بخدا! اللہ کے نزدیک تمہارے اس سے دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار دنیا ملعون ہے جو کچھ اس میں ہے سب پر لعنت ہے مگر اللہ کا ذکر اور اس کے پسندیدہ کام اور عالم اور طالب علم۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ۔

سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر اللہ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر برابر بھی ہوتی تو کسی منکر کو پانی بھی نہ پینے دیتا۔ رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ۔

حذیفہؓ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبے میں فرماتے تھے کہ شراب گناہ کا گھر ہے اور عورت شیطان کی رسی ہے (اس سے باندھ لیتا ہے) اور دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے۔ مشکوٰۃ۔ ؎

ایام بقا چو باد صحرا بگذشت
تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

لہو و لعب سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں لہو و لعب کرنا چاہیے۔ بعض کہتے ہیں لہو اور لعب کے ایک ہی معنی ہیں دوسرا لفظ پہلے کی تاکید کے لیے آیا ہے۔ بعض کہتے ہیں لعب لڑکپن کے زمانے میں کھیلنے کو کہتے ہیں اور لہو جوانی میں کھیلنا۔ کھیل کود اس کا ترجمہ ہے۔

دوسری بات وان الدار الآخرۃ لهي الحيوان کہ آخرت کا گھر ہی زندگی کی جگہ ہے جس میں فنا نہیں حیات ابدی ہے۔ پھر جس جگہ ہر وقت کوچ کا نقارہ بج رہا ہو عاقل کو وہاں دل لگانے کا ٹھکانا ٹھیرنے سے کیا کام اور اس رواروی میں اسباب عیش سے کیا آرام ؎

مرا در منزل جاناں چہ امن عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا

اقارب و احباب کی موت، بدن کے تغیرات، زمانہ کا انقلاب اس غافل کے کوچ اور سفر کے لیے گھنٹیاں ہیں ؎

مصحفی کس زندگانی پہ بھلا میں شاد ہوں
یاد ہے موت تحقیق و مضمون انتقال مجھے
؎ کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

تیسری بات لو کانوا یعلمون اگر لوگ جانتے تو دنیا پر نہ مرتے۔ یا یہ معنی کاش ان کو اس بات کا علم ہوتا۔ اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور اپنی موت کا سب کو علم ہے مگر جب کہ اس علم پر عمل نہیں تو وہ بمنزلہ جہل کے ہے۔ اس لیے یہ

کر دیا۔ اور یہ بھی ہے کہ اس حیات پر دنیا اور اس کے اسباب تفاخر میں یہ محو ہیں ہے کہ مرنا بھی بھول گئے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ

پھر جب　کشتی میں سوار ہوتے　ہیں　تو اللہ کو پکارتے ہیں

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ

خالص اسی کے لیے　نیاز　کرکے　پھر جب اس کو خشکی کی

اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا

طرف بچا کر لے جاتا ہے تو وہ جھٹ شرک کرنے لگتے ہیں　تاکہ ناشکری کریں

بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ

اس کی جو ہم نے ان کو عطا کیا　اور برتتے رہیں　پھر جلد معلوم

يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا

کر لیں گے　کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو

حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ

امن کی جگہ بنا دیا　اور لوگ ہیں کہ ان کے آس پاس سے

حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ

اُچکے جاتے ہیں　پھر کیا جھوٹ پر ایمان رکھتے ہیں　اور

بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ

اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں　اور اس سے کون بڑھ کر

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

ظالم ہے　جو　اللہ پر　جھوٹ　باندھے

اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ

یا حق　کو　جھٹلائے　جب کہ اس کے پاس آوے

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

کیا　جہنم میں　کافروں کا　ٹھکانا　نہیں ؟

ترکیب

اذا رکبوا شرط دعوا جواب مخلصین کا الدین مفعول اور فاعل اس کا ضمیر ہے یہ جملہ حال ہے فاعل دعوا سے حرمًا موصوف اٰمنًا اس سے متصل اور یہی صفت مجموعہ جعلنا کا مفعول ثانی اول بلد محذوف اور کل جملہ لم یروا کا مفعول۔ ویتخطف الخ جملہ حال مقصول جعلنا سے یا مستانف الخطف نام ہو زبان سے چھا۔

تفسیر

فاذا رکبوا فی الفلک یہاں پھر اس حیاتِ دنیا کے ایک بڑے اثر کو بیان فرماتا ہے کہ جب یہ مشرکین جو حیاتِ دنیا میں محو ہو رہے ہیں کشتی پر سوار ہو کر دریا کا سفر کرتے ہیں اور وہاں پہاڑ جیسے دریا کی موجیں اس کشتی کو تہ و بالا کرتی ہیں تو اس حیاتِ دنیا کا نشہ اُتر جاتا ہے اور موت سامنے دکھائی دیتی ہے ان کی فطری حالت عود کر آتی ہے تو پھر خاص اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں۔

مخلصین لہ الدین۔ الدین بمعنی الطاعۃ اے مخلصین اللہ فی طاعتہم و لیکن ان یکون بمعنی الملۃ فالمعنی کا تنہم فی صورۃ من اخلص دینہ من المؤمنین حیث لایذکرون الا اللہ تعالیٰ و لایدعون سواہ۔

فلما نجاہم الی البر اذا ہم یشرکون پھر جب ان کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اپنی اسی حالت پر آجاتے ہیں اپنے انہیں معبودوں کی طرف دنیا وی طمع سے جن کو ان کی طرف سے سمجھتے ہیں ان کو اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگتے ہیں۔

لیکفروا بما اٰتیناہم تاکہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کریں و اللام لام کی اے لیکفروا بما اٰتاہم من نعمۃ النجاۃ او لام الامر علی التہدید بیضاوی یعنی ان کو اس نعمت کا شکر کرنا چاہیے تھا مگر حیاتِ دنیا کے نشہ میں ان کے بدلے وہ ناشکری کرتے ہیں غیروں کی طرف

طرح میں آکر بھٹک جاتے ہیں۔ لیتمتعوا اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے ہم دنیا میں شاد و آباد رہیں گے، پھلے پھولیں گے، دنیا کو برتیں گے۔ اگر ایسا نہ کریں تو یہ معبود ہم کو برتنے نہ دیں گے۔ چنانچہ اب بھی مشرکوں کا اپنے بتوں کی بابت یہی خیال ہے کہ اگر ہم ان کو نہ پوجیں، نذر نیاز نہ کریں تو بیمار ہو جاویں، تنگی آجاوے اور اولاد مر جاوے۔ دوسری آفت میں پڑیں جب کہ وہم اثر کر جاوے گا تو یہ سچی ہوں گے۔ اچھا پھر فسوف یعلمون پھر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ نعمتیں کس نے دی تھیں اور اب اس کی ناشکری میں کون سزا مل رہا ہے؟ یہ بات مرنے کے بعد بخوبی معلوم ہوگی۔

اولم یروا انا جعلنا حرما اٰمنا الخ اب یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ سب نعمتیں ہماری دی ہوئی ہیں، اس میں ان کے معبودوں کا کچھ بھی دخل نہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ جس کو وہ بھی خاص اللہ ہی کی طرف سے سمجھتے تھے۔ وہ کیا؟ حرم مکہ کا امن کی جگہ ہونا۔ عرب کے تمام قبائل حرم مکہ کی تعظیم ہمیشہ سے کیا کرتے تھے۔ حرم مکہ میں یعنی اس کے پاس ایک خاص حد تک (جس کو ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں) نہ کسی کو مارتے تھے نہ لوٹتے تھے۔ اس لیے مکہ کے لوگ امن و عافیت سے زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے ارد گرد حرم کی حد سے باہر لوگ اچک لیے جاتے تھے۔ یعنی جس طرح شکاری جانور چیل باز وغیرہ زمین پر سے اچک لیتے ہیں یعنی اٹھا کر لے بھاگتے ہیں اسی طرح لوگوں کا حال تھا۔

افبالباطل یؤمنون وبنعمۃ اللہ یکفرون فرماتا ہے کہ پھر کیا غلط اور جھوٹی باتوں پر ایمان لاتے ہیں کہ فلاں بت نے اولاد دی، فلاں نے فلاں کام کر دیا اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں، اس کو نہیں مانتے، اس پر ایمان نہیں لاتے۔

کاش وہ مشرکین اس حیات دنیا کے نشے میں دو کام کرتے تھے۔ ایک تو یہ کہ بتوں کے لیے افترا کرتے اور جھوٹ گھڑ رکھے تھے کہ اس نے فلاں کو یہ نعمت دی تھی اور فلاں نے جو نذر و نیاز نہ کی تھی اس کو برباد کر دیا تھا۔ اللہ نے ان کو اپنے گھر کا مختار کیا ہے۔

دوسرا یہ کہ سچی باتوں کو جو رسول لے کر آیا تھا جھٹلاتے تھے۔ اور درحقیقت یہ دونوں باتیں عقلاء کے نزدیک نہایت بری اور صریح ظلم ہیں۔ اس لیے فرماتا ہے ومن اظلم الخ کہ ان لوگوں سے بھی بڑھ کر کوئی ظالم اور بے انصاف ہے کہ جو اللہ پر جھوٹی باتیں بنائیں اور سچی بات کو نہ مانیں؟ پھر کیا ان کافروں کا جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا؟ یعنی ان کا جہنم میں گھر ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ
اور جنھوں نے ہماری راہ میں محنت کی البتہ ان کو ہم اپنے
سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۞
رستے بتادیں گے اور البتہ اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

ترکیب

والذین موصول جاھدوا فینا جملہ صلہ مجموعہ مبتدا لنھدینھم فعل و مفعول اول ضمیر کا سبلنا مفعول ثانی جملہ خبر ہے مضاف المحسنین مضاف الیہ خبر ان۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا الیس فی جہنم مثوی للکٰفرین کہ کیا جہنم میں کافروں کا مقام نہیں؟ یعنی جس رستے پر یہ چلے جا رہے ہیں یہ رستہ جہنم کا ہے کیونکہ جب رستہ تمام ہو جاتا ہے تو وہی مقام ملتا ہے کہ جس کا یہ رستہ ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں ایک دوسری سیدھی سڑک کی طرف اشارہ کرتا ہے جو خاص اس کی بارگاہ کبریائی تک پہنچی ہے۔ فقال

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اور جو ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے پاس پہنچنے کے رستے بتلا دیں گے اور جب وہ ان رستوں پر چلیں گے تو پھر کوئی بھی رستے میں پیش آنے والی مصیبت کا ڈر نہیں کیونکہ وان اللہ لمع المحسنین اللہ نیک بختوں کے ساتھ ہے پھر جب ہم ساتھ ہیں تو کیا ڈر ہے نعم الطریق و نعم الرفیق۔

فوائد

(۱) جاھدوا فینا لے فی حقنا و من اجل رضانا خالصاً یعنی ہمارے دربار فیض آثار کا وہ بندہ ہے جو کوئی قصہ کسی اور قصد میں مجبوراً قصد نہ ہو مگر جادہ حق پر ہی کوشش اور خوب جد و جہد ہو تو ہم خود ہی اس کو رستوں پر چلانے کے لیے کھولتے ہیں۔ وہ جو پہلے فرمایا تھا وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان اب اس دار خلد کا آپ راستہ ہی کیا مطلب یہ کہ بندہ کا کام صرف کوشش کرنا ہے پھر منزل مقصود تک تو ہم آپ پہنچا دیتے ہیں۔

(۲) یہ ایک ایسا کثیر المعنی جملہ ہے کہ جس کی تفسیر کے لیے ایک اتنی ہی بڑی اور تفسیر لکھی جاوے تو بس نہ ہو۔ اس میں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ مقاصد کی طرف اشارہ ہے اگر کوئی نیک کام کرنا چاہے کہ ہم مدرسہ یا مسجد بناویں یا مسافروں یتیموں کے لیے کوئی آرام گاہ تیار کریں یا کوئی دینی تصنیف کریں یا گمراہوں کو وعظ و پند سنا کر راستی پر لاویں یا دنیا میں شریروں اور سرکشوں کو زیر کر کے راستبازوں کے لیے امن قائم کریں جیسا کہ جہاد میں ہوتا ہے تو سب کاموں میں جو یہ کوشش ہوگی تو اللہ ہی کے لیے ہوگی ان سب کاموں میں اللہ اس کی مدد کر کے اس کو کامیاب کرے گا اور یہ سب نیک رستے اس کے پاس پہنچنے کی سڑکیں ہیں ان میں سے جو ایک رستے کی وہی وہ تعالیٰ کیسے اپنے دربار تک پہنچا دے گا جو دار اللہ ہے۔ اسی لیے ان سب طریقوں کے لحاظ سے سبلنا جمع کا صیغہ آیا کیونکہ سبیل کی جمع سبل ہے اور اسی لیے پھر سبل کو نا کی طرف مضاف کر کے سب کو اپنا رستہ کہہ دیا۔

اسی طرح جو کوئی معرفت و حقیقت کے لیے کوشش کرے گا ذکر و فکر و مراقبہ وغیرہ رستوں سے اللہ اس کو اپنے تک پہنچا دے گا۔ بندہ کوشش تو کرے پھر تو اس کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اس میں جہاد اصغر و جہاد اکبر دونوں کی طرف اشارہ ہے۔ بندے کی کوشش کی دیر ہے دربار فیض تو ہر وقت کھلا ہوا ہے جہاں اس نے ادھر کے لیے کوشش کی تو زیادہ آپ قریب ہے اس پر تجلی پڑی۔ اے بے خفلت یار خود گوید بیا ہے رستہ دکھا رہا ہے ہم ہیں کہ دنیا کے مال و اسباب کی کوشش میں محو ہو رہے ہیں جن کو تھوڑی دیر کے بعد چھوڑ دینا ہو گا۔ الٰہی اس کوشش کی بھی تو ہی توفیق عطا کر آمین۔

(۳) سورۃ کے خاتمہ میں تین فرقوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے فرقہ ناقصین کی طرف ومن اظلم میں کہ یہ بدبخت اپنی استعداد کو کھو کر آتش کی طرف لگے جہاں کہیں جانا چاہیے وہاں جانا چاہتے ہیں یعنی جنت میں۔ فرقہ متوسطین کی طرف والذین جاھدوا فینا میں یہ لوگ سیدھے رستے کے لیے محنت کرتے ہیں ان کی ہر وقت توفیق الٰہی ان کی رہنما ہوتی ہے اور فرقہ کاملین کی طرف وان اللہ لمع المحسنین میں کہ یہ لوگ جبلۃ علیا کے ہیں پیدا ہوتے ہی اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اول فرقہ کے لوگ کفار و بت پرست ہیں جن کو اصحاب الشمال کہتے ہیں اور دوسرے فرقہ کے صالحین و مومنین جن کو اصحاب الیمین کہتے ہیں۔ تیسرے فرقہ کے اولیاء کرام و انبیاء علیہم السلام ہیں جن کو السابقون الاولون کہتے ہیں۔

سورۂ روم

مکیہ اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِيْٓ

روم والے قریب کے ملک میں

اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

مغلوب ہو گئے اور وہ چند سال میں

سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ۗ

مغلوب ہونے کے بعد پھر غالب ہوں گے

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ

(پہلے بھی) اختیار اللہ ہی کو تھا اور اس کے بعد بھی

وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾

اور اس روز مسلمان اللہ کی فتح

بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَ

سے خوش ہو جائیں گے وہ جس کو چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور

هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ

وہ زبردست رحم کرنے والا ہے اللہ کا وعدہ ہو چکا

لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ

اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾

اکثر آدمی جانتے ہی نہیں

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ

کچھ دنیا کی زندگی کی ظاہر ہی جانتے ہیں

وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾

اور آخرت سے تو وہ غافل ہی ہیں

ترکیب

فی ادنی الارض غلبت سے متعلق ھم مبتدا سیغلبون خبر من بعد غلبھم اس سے متعلق غلبہم میں اول قراءت یعنی غلبت کو مجہول پڑھا جاوے تو مصدر مفعول کی طرف اور دوسری تقدیر میں مصدر فاعل کی طرف مضاف ہے۔ فی بضع متعلق ہے سیغلبون سے بنصر اللہ متعلق ہے یفرح المؤمنون سے وعد اللہ مصدر مؤکد لنفسہ وعد اللہ وعدًا مدلول ماتقدم من الفعل المحذوف الاتہ وعد وعدہ مفعول لا یخلف۔

تفسیر

اگلی سورت میں اہل کتاب کو مشرکین پر ترجیح دی تھی بقولہ ولا تجادلوا اھل الکتاب الا قولہ الٰھنا والٰھکم واحد کہ اہل کتاب سے جھگڑا کرو مگر نرمی سے اور یہ کہو دونوں کو تمہارے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا ہے ہم اس کو مانتے ہیں اور ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہ نسبت مشرکوں کے اہل اسلام کو اہل کتاب سے ایک خاص برادرانہ تعلق ہے جس کی غرض صدہا آیتیں ہیں۔ اس لیے مشرکوں کو اہل کتاب سے بھی نفرت ہوتی اور ان کے پاس آنا جانا بھی چھوڑ دیا اس عرصہ میں شاہ ایران خسرو اور بادشاہ روم ہرقل میں کی لڑائی ہوئی اور جیسا ان دونوں سلطنتوں میں لڑائیاں ہوا کرتی تھیں خدا کی قدرت سے بادشاہ روم جو اہل کتاب یعنی عیسائی تھا بادشاہ ایران سے مغلوب ہو گیا اور شاہ ایران کے بت پرستی کے اصول کو زندہ کرنے والی آتش پرستی مذہب تھی اس سے مشرکین کو اس سے جانب داری اور بادشاہ

روم سے منافرت تھی اس موقع پر مشرکین نے بڑی خوشی منائی اور مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تو تمہارے بھائی جو اہل کتاب ہیں اور ان کا اور تمہارا خدا ایک ہے مغلوب ہو گئے تمہارے غلبے کا بھی یہی حال ہوگا۔ اس پر یہ سورت کریمہ نازل ہوئی مسلمانوں کی تسلی کے لیے جس میں شاہ روم کے پھر غالب آنے کی اور نیز مسلمانوں کو فتح نصیب ہونے کی بشارت ہے۔

الٓمٓ: ہم بارہا بیان کر آئے ہیں کہ اوائل سور میں یہ حروف مفردات آئندہ مضمون کے عظیم بالشان ہونے پر دلالت کرنے کے لیے آیا کرتے ہیں اور ان میں مخاطب کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد کوئی بڑی بات بیان ہوگی تاکہ متوجہ ہو کر سنے اور نیز ان میں کسی خاص امر کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اس جگہ الف سے اسلام کی طرف اور لام سے اہل کتاب کی طرف میم سے مغلوب ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ گو اہل کتاب ایرانیوں پر غالب ہوں گے مگر اخیر میں اہل اسلام سے مغلوب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس کو وہ قرأت بھی قوی ہے کہ جس میں غلبت کو معروف اور سیغلبون کو مجہول پڑھا ہے کہ اہل کتاب یعنی رومی غالب آئے مگر اس غالب آنے کے بعد پھر مغلوب ہوں گے۔ اور اگر صرف سیغلبون کو ہی مجہول کا صیغہ لیا جاوے تو بھی یہی مقصد حاصل ہوتا ہے کہ رومی اب دب گئے مگر من بعد غلبہم اپنے غلبہ پانے کے بعد پھر مغلوب ہوں گے۔ اس میں ایک بار ان کے غالب آنے کی بشارت ہے پھر مغلوب ہونے کی بھی پیشین گوئی ہے چنانچہ دونوں باتیں وقوع میں آئیں اور رومی ایرانیوں پر فتح بدر کے روز غالب آگئے۔ پھر چند برس کے بعد خلافت ابوبکرؓ و عمرؓ میں مغلوب ہو گئے۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

غلبت الروم فی ادنی الارض کہ بالفعل رومی لوگ[1] ہرکلیس کہ جس کو اہل اسلام ہرقل کہتے ہیں قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے ہیں۔ ادنی الارض کے معنی ہیں قریب کی زمین۔ اس کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ عرب کے قریب کی زمین اطراف شام اذرعات[2] و بصریٰ اور یہیں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو کر روم مغلوب ہوا تھا اور یہی ملک شام کے ملک باعتبار عرب کے قریب ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اردن اور فلسطین مراد ہے۔ مجاہد کہتے ہیں ارض جزیرہ مراد ہے اور یہی ملک روم کی سرحد ہے

---

[1] کسریٰ بادشاہ فارس اور ہرقل بادشاہ روم کی عرب سے قریب کے ملک یعنی عراق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جنگ ہوئی پہلے لڑائی ہوئی تھی جس میں رومی مغلوب ہو گئے تھے۔ قریش کہ عامہ بت پرست اور مجوس کے ہم مشرب تھے ایرانیوں سے خوش اور اہل کتاب ہونے کے سبب رومیوں سے ناخوش تھے اور ان کو مسلمانوں سے منسوب کرتے تھے اس لیے ایرانیوں کے غالب ہونے کی خوشی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس وقت کے چند سال کے بعد رومی بھی ایرانیوں پر غالب آگئے اور اسی روز بدر کی لڑائی میں قریش پر بھی مسلمانوں نے بڑی فتح پائی اور بڑی خوشی ہوئی۔ حقانی۔

ف روم دراصل اٹلی کا شہر روما ہے جس کے سبب وہ ملک بھی کہلاتا ہے اور ایشیائے کوچک سے لے کر قسطنطنیہ تک اور اس کے آگے تک بہت سے ملکوں کو عرب روم کہتے تھے جو ان ملکوں میں رہتا ہے اور جو وہاں کا بادشاہ ہے سب کو روم یا رومی کہتے ہیں جس طرح کہ ایشیائے کوچک کے جنوبی ملکوں کو شام کہتے ہیں۔ ہرقل عیسائی مذہب کا بادشاہ تھا۔ منہ

[2] اذرعات۔ یہ صوبہ دمشق کا شہر ہے جو بلقاء اور عمان کے درمیان واقع ہے۔ اور بصریٰ ضلع حوران کا مرکزی شہر تھا شام میں۔

فارس کے قریب ہے۔
تفسیر کہتا ہے ہجرت سے تخمیناً چھ برس پہلے روم کے بادشاہ ہرقلیوس اور شاہ ایران خسرو میں جنگ شروع ہوئی اور طرفین سے سخت لڑائیاں ہوئیں ایرانی لشکر بصرہ کی طرف سے بڑھا اور رومیوں کو دباتا ہوا بلاد شام کے ملک میں پہنچا اور خاص بیت المقدس کو بھی فتح کر لیا۔ ایشیائے کوچک کے تمام علاقے دبا لیے آخر قسطنطنیہ کے محاصرے تک نوبت پہنچی تھی ہزاروں رومی اس جنگ میں مارے گئے بڑی شکست فاش ہوئی اب سب کے قول ٹھیک ٹھیک ہو گئے جب یہ خبریں مکہ میں پہنچیں تو مشرکین بڑے خوش ہوئے اور مسلمانوں کو طعنے دینے لگے۔ تب مسلمانوں کی تسلی کے لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان میں تین پیشین گوئیاں ہیں۔ ایک باوجود ان کے مغلوب ہونے کے رومیوں کا ایرانیوں پر غالب آنا۔ دوم پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے مغلوب ہونا۔ سوم اس پر مسلمانوں کا فتح پانا۔ بحمد اللہ یہ تینوں باتیں بہت جلد تھوڑے سال کے بعد واقع ہوئیں۔ فقال اللہ تعالیٰ و ھم من بعد غلبھم سیغلبون اور وہ رومی ایرانیوں کے غلبہ کے بعد ان پر غالب آویں گے فی بضع سنین چند برس میں اور ان کی شکست حال پر کوئی نہ جائے کیوں کہ للہ الامر من قبل ومن بعد اللہ ہی کے ہاتھ میں زمام حکومت ہے آگے بھی اور پیچھے بھی۔ دوسری قراءت پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ رومی اپنے اس غلبہ کے بعد چند برس ہی ہونے والا ہے عن قریب مسلمانوں کے ہاتھوں سے مغلوب ہوں گے چنانچہ اس شکست کے سات برس بعد ہجرت کے دوسرے سال روم نے پھر اپنا ساز و سامان تیار کر کے ایرانیوں سے جنگ شروع کی اور اب کے ان کو اس پیشین گوئی کے مطابق ایرانیوں پر وہ غلبہ ہوا کہ اپنا تمام ملک مقبوضہ ان کے ہاتھ سے چھڑا کر ان کے ملک میں بھی گھس آئے یہاں تک کہ مدائن تک پہنچ گئے اور وہاں اپنی فتح کی یادگاری میں ایک عمارت بنوائی جس کو رومیہ کہتے ہیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو بھی ایک تیسری پیشین گوئی سنا ہے۔

ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ کہ اس روز مسلمان بھی اللہ کی فتح دینے سے خوش ہوں گے۔ چنانچہ ادھر رومیوں کی فتح کی خبر آئی اسی دن بدر کی لڑائی میں جو کفار قریش سے تھی مسلمانوں کو بڑی فتح نصیب ہوئی بضع کے معنی چونکہ ہیں جو تین سے نو تک کے عدد کو شامل ہے۔ اس آیت پر کفار قریش نے بڑا تمسخر کیا اور ابو بکرؓ سے کہا کہ تعداد کا تم مقرر کرو کہ یہ بات کے برس میں واقع ہوگی؟ کیوں کہ لفظ بضع میں ابہام تھا اس پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابی بن خلف کا آپس میں بحث ہو کر ایک شرط ٹھہری کہ ابو بکرؓ نے فرمایا تین برس کے اندر اگر روم غالب آگیا تو میں تجھ سے سو اونٹ لوں گا ورنہ تجھ کو سو اونٹ دوں گا جب یہ پیشین گوئی پوری ہوئی ابی بن خلف مر چکا تھا، ابو بکرؓ نے ابی کے وارثوں سے سو اونٹ لیے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لائے۔ آپ نے فرمایا ان کو صدقہ کر دو انھوں نے دے دیے (غیث ابو بکرؓ) اس وقت تک شاید اس قسم کی شرط جائز ہوگی۔ پھر جب قمار کی حرمت آئی تو ایسی شرطیں بھی قمار میں شامل ہو کر ممنوع ہو گئیں۔ ہاں اگر ایک طرف سے شرط ہو تو مضائقہ نہیں

ف۱ اور نیز بضع کے لفظ میں حکمت کہ غلط اڑاؤ کی بھی روک ہے اگر ایک معین سال کا نام لیا جاتا تو تکذیب کرنے کے لیے اس سے پیچھے ہی مخالف فتح پانے کی افواہ اڑا دیتے ۱۲ منہ

حنفیہ اس واقعہ سے اس بات پر دلیل لاتے ہیں کہ دار الحرب میں اگر مسلمان کفار سے اس قسم کے معاملات قائم کریں تو اس کو جائز ہے۔ (بیضاوی)

پیشین گوئیاں

یہ پیشین گوئیاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے دلیل واضح ہیں۔ اب بضع کے لفظ پر سخت بحث ہے کس لیے کہ اکثر پیشین گوئیوں کی مدتوں میں قدرے ابہام ہوا کرتا ہے۔ کتاب اشعیاء وغیرہ ملاحظہ کرو۔ اور درحقیقت ابہام بھی جاتا رہا جب کہ صدیق اکبرؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے مدت معین کردی۔

پھر بضع کا لفظ ایک محاورہ کے لیے آیا اور یہ شبہ بھی بعید از عقل ہے کہ کچھ قرآن دیکھ کر یہ پیشین گوئی کردی ہوگی کس لیے کہ اس وقت ہرقل کی فتح کا کوئی بھی قرینہ باقی نہ رہا تھا، نہ مسلمانوں کی فتح بدر کا قرینہ تھا، نہ اہل کتاب بعد فتح پانے کا کوئی قرینہ تھا بلکہ اس وقت یہ پیشین گوئیاں ایسی خلاف قیاس معلوم ہوتی تھیں کہ جن پر کفار قریش مسخر کرتے تھے جن کے جواب میں خدا تعالیٰ نے بھی قدرت اور اسباب ظاہر پر تکیہ کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

فقال ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم کرو جس کو چاہے فتح دے زبردست ہے رحمت کرنے والا ہے جس پر چاہے رحم کرکے غالب کردے۔ وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ اللہ کا وعدہ ہو چکا وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون لیکن اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں۔ یعلمون ظاہرا من الحیٰوۃ الدنیا وہ دنیا کی زندگی کے ظاہری اسباب کو جانتے ہیں اور انہیں پر ان کو تکیہ ہے وھم عن الاٰخرۃ ھم غافلون پیچھے آنے والی بات سے کہ جس کو وہ ظاہر نہیں دیکھتے غافل ہیں۔ پیچھے آنے والی بات میں پیشین گوئیاں اور دیگر امور اور قوموں کے ادبار و اقبال اور ان کی موت اور عالم آخرت حشر و نشر جنت و دوزخ سب آگئے۔ ہرقل کی فتح کے سولہویں برس حضرت عمرؓ نے رومیوں کو مغلوب کیا بیت المقدس کو لیا۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ
کیا وہ اپنے دل میں اتنا بھی خیال نہیں کرتے کہ اللہ نے
اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے
إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَإِنَّ
ٹھیک سے اور وقت مقرر تک کے لیے بنایا ہے اور البتہ
كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ
بہت سے لوگ تو اپنے رب سے ملنے کے
لَكٰفِرُونَ ۞ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
منکر ہی ہیں کیا انہوں نے زمین پر پھر کر نہیں
فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ
دیکھ لیا کہ ان سے پہلوں کا کیا
مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً
انجام ہوا وہ ان سے بھی بڑھ کر قوت والے تھے
وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ
اور انہوں نے زمین کو جوتا تھا اور اس سے بہت زیادہ

لہ لے مقصود اسے ۔　لہ یعنی فتح اور بہت سی ہوئی
مگر سولہویں برس بعد کچھ روم مغلوب ہو گئے ۱۲ منہ

مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم

آباد کیا | اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات

بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ

لے کر آئے تھے پھر اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرنے لگتا

وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾

لیکن وہ اپنے اوپر آپ ظلم کیا کرتے تھے

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ

پھر برا کرنے والوں کا انجام بھی برا ہی ہوا

أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا

اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کی

بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١٠﴾ ع

ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

ترکیب

مما عمروها تمييز وفي التفسير وجهان احدهما هو مستانف لا موضع له والكلام تم قبله والثاني موضعه نصب بيتفكروا والنفي لا يمنع ذلك كما منع في قوله وظنوا ما لهم من محيص. عاقبة الذين يقرأ بالرفع اسم كان وفي الخبر وجهان احدهما السوأى وأن كذبوا في موضع نصب مفعول له اي لان كذبوا او بان كذبوا والثاني ان كذبوا و السوأى على هذا صفة مصدر ومن نصب جعلها خبر كان والاسم [illegible] السوأى وان كذبوا والسوأى تانيث الاسوء وهو الاقبح

تفسیر

ان لوگوں کو کہ جو دنیا پر فریفتہ ہیں اور آخرت سے غافل ہیں ان آیات میں اپنی قدرت اور جبروت کا مشاہدہ کراتا ہے۔ فقال اولم یتفکروا فی انفسہم کہ وہ اپنے دل میں نہیں سوچتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے اندر جو کچھ چیزیں ہیں سب کو کس عمدگی کے ساتھ بنایا ہے کوئی بات نکمی نہیں اور ہر ایک کی ایک عمر مقرر کر دی ہے۔ نباتات حیوان، انسان کی چونکہ تھوڑی عمر ہے اس لیے اس کے فانی ہونے میں تو کسی کو شبہ نہیں مگر پتھر اور عناصر اور آسمان اور کواکب کی عمریں بہت ہیں اس لیے بہت سے کم عقلوں کو گمان ہو گیا ہے کہ یہ چیزیں فنا نہیں ہوں گی ہمیشہ رہیں گی اور جب ہمیشہ کا رہنا ان کا قرار پایا ہو گا تو یہ بھی کہنا پڑا کہ ان کی ابتدا بھی نہیں ازلی ہمیشہ سے ہیں پھر جب یہ ہوا تو حشر کا خواہ مخواہ انکار کرنا پڑا جیسا کہ حکما کے بعض فرقے اور ہنود کے بعض گروہ قائل ہیں مگر یہ نہ سوچا کہ جو چیز ازلی اور ابدی ہے وہ اللہ کی ذات ہے سو کوئی نہیں مگر عرب کے مشرک اس بات کے قائل تھے کہ ان سب چیزوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس لیے ان پر تو بہت جلد حجت قائم ہو گئی کہ جس کی ابتدا ہے اس کی انتہا بھی ضرور ہو گی اس لیے اللہ نے خلق اللہ السموات والارض وما بینہما میں ان چیزوں کا حادث اور مخلوق ہونا بیان فرمایا اور الا بالحق میں یہ کہ اس نے ان کو اضطراراً نہیں بنایا ہے جیسا کہ بعض حکما کہتے ہیں بلکہ قصداً۔ اور ان میں ہر ایک میں منفعت رکھی ہے۔ بے اختیاری بنانے میں یہ کب ہوتا ہے؟

واجل مسمی میں یہ بیان کر دیا کہ ان کی انتہا بھی ہے پھر جب یہ ہے تو حشر اور قیامت اور خدا کے پاس جانے میں کیا شبہ باقی رہا؟

وان کثیرا من الناس بلقاء ربہم لکافرون

ف پھر انہوں نے [illegible] اور تمسخر کرنے کی سزا کو پہنچے ہلاک ہوئے وغیرہ

بہت سے لوگ خدا کے پاس جانے کا انکار کرتے ہیں
اور یہ انکار ان کو چونکہ غفلت اور دنیا کے غرور اور محبت
سے تھا اس لیے ان سے پہلوں کا حال بیان فرمایا کہ وہ سب
جو تم سے زیادہ قوی اور مال دار اور زمین میں بسنے والے تھے
اسی سبب سے برباد ہو گئے۔ تم ذرا دنیا میں پھر کر دیکھو ان
کے آثار تم کو ابھی دکھائی دیں گے۔ فقال اولم یسیروا
فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین
من قبلھم کیا انہوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھا ہو
کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا؟

کانوا اشد منھم قوۃ واثاروا الارض وعمروھا
اکثر مما عمروھا وجاءتھم رسلھم بالبینٰت
وہ ان سے بھی زیادہ قوی تھے اور زمین کو جوتتے تھے اور
آباد کرتے تھے ان سے زیادہ اور ان کے پاس ان کے رسول
معجزات لے کر گئے تھے۔

فما کان اللہ لیظلمھم پھر ان پر اللہ کا عذاب آیا لیکن اللہ
نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ خود اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے جو
رسولوں کے کہنے پر نہیں آئے۔

ثم کان عاقبۃ پھر ان کا برا انجام ہوا اس سبب
سے کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان سے تمسخر کرتے
تھے۔

اس آیت میں اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرما کر یہ بھی
بتلا دیا کہ ہم نے جو تم کو خبر دی ہے وہ ممکن کا ہے ہماری
قدرت سے بعید نہیں اور قدرت سے جو ان کی آنکھوں کے
روبرو ہے اس کو بھی فنا دیا کہ ہر چیز کی ایک مدت
مقرر ہے یہ عالم فنا ہوگا تم کو اس کے پاس جانا ہے اور
یہ بھی بتلا دیا کہ پہلے لوگوں نے دنیا کے غرور میں ان باتوں کو
نہیں مانا وہ ہلاک ہو گئے۔ دیکھو دنیا فانی ہے وہ
کہاں گئے؟

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ
اللہ ہی مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا پھر
اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ
اسی کے پاس لوٹ کر آؤ گے اور جس دن قیامت
السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ
برپا ہوگی گنہگار ناامید ہو جائیں گے اور
لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ
ان کے معبودوں میں سے کوئی ان کا سفارشی
شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
نہ ہوگا اور یہ بھی اپنے معبودوں سے منکر ہو جاویں گے
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ
اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس روز لوگ جدا
يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
جدا ہو جاویں گے پھر جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ
اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے سو وہ جنت میں
يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
چین کریں گے اور وہ جو منکر ہوئے
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ
اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا
فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾
سو وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آئیں گے

ترکیب

یبلس المجرمون یسکتون متحیرین آئسین یقال
ابلس فلان اذا سکت وآیس من ان یحتج وحکا قرا

بشر کا ظہور کفر ہی لے یکفرون بآلتشریحین یتیوا منہم ، و
تمیل کا نزانی الدنیا کا قوتی۔ جسم ہو مرکا احسب بجنس۔
شفعاء جمع شفیع اسم ونمر یکن لہم خبر مقدم من
شر کائہم بیان الشفعاء۔ یوم یقوم کا عامل یتفرقون۔
یومئذ یومئذ کی تاکید ولقاء الآخرۃ مصدر مضاف ہے
مفعول کی طرف ہے۔ أیستنا بہ معطوف تحت میں اظہار کی
مفعول ہے کئی ہوا کا۔

تفسیر

اللہ یبدؤا الخلق ثم یعیدہ ثم الیہ ترجعون
یہاں سے معاد یعنی حشر شروع ہوتا ہے اور اس بات کو دلیل کے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ مخلوق کو شروع سے پیدا کرتا ہے یہ بات نہیں کہ پیدا کر کے فارغ ہو گیا اگرچہ بھاری بھاری چیزیں اس عالم کی تو پیدا کر دیں جیسا کہ آسمان و زمین کواکب و عناصر۔ اب ان کے علاوہ انسان نباتات حیوان جو روز لاکھوں چیزیں پیدا کیا کرتا ہے کہ ان کا اول میں کچھ نام و نشان بھی نہیں ہوتا ہے پھر ہو کے سرے سے پیدا کرتا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے مگر اس کا وعدہ ہے کہ وہ اس عالم کے فنا ہونے کے بعد ہر چیز کو بار دگر پیدا کرے گا اور پھر لوگ عدالت کے دربار میں خدا تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں گے۔

ویوم تقوم الساعۃ یبلس المجرمون یہاں سے اس روز کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جس دن قیامت برپا ہو گی نافرمان و مجرم ناامید ہو جاویں گے۔ مجرم کون ہیں کافر و مشرک اور اہل اسلام میں سے فاسق و بدکار مگر آیت میں کافر و مشرک مراد ہیں۔ ان کے وہ ولی حمایتی سب جاتے رہیں گے۔ بعض کہا کرتے تھے کہ ہم کو گنگا مائی بچائے گی۔ بعض کہتے تھے کہ گؤ کی دم پکڑ کے ہم عذاب سے پار ہو جاویں گے اور برہمن نے اس مسئلہ کو اپنے معتقدوں کے دل میں خوب جما رکھا تھا اس لیے دھرماتما گائے دان کیا کرتے تھے۔ بعض مہاراج یہ سمجھتے تھے کہ بیل پر سوار ہو کر پار ہو جاویں گے۔ بعض کہتے تھے بتوں کو بچا لیں گے۔ بعض کہتے تھے حضرت عیسیٰ مسیح تو ہمارے تمام گناہ خواہ وہ کیسے ہی ہوں اپنے اوپر اٹھا کے لے گئے اب کیا ہے جس نے بپتسمہ یعنی اصطباغ لے لیا مرتے ہی خدا تعالیٰ کے داہنی طرف تخت رب العالمین کا کنارہ دبا کر بیٹھ جاویں گے۔ اسی طرح مکہ کے عرب کے بت پرست کہیں لات منات پر تکیہ کیے ہوئے تھے کہیں ملائکہ و جن اور آفتاب کو قاضی الحاجات و دافع المشکلات جانتے تھے جیسا کہ آج کل جاہل مسلمان تعزیہ اور اسپ حضرت حسینؓ کے

۱؎ عیسائیوں کے ہاں جب کوئی ان کے دین میں داخل ہوتا یا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو ایک حوض میں غوطہ دیتے ہیں بعض صرف پانی کے چھینٹے دے دیتے ہیں۔ بعض رنگ کے چھینٹے دیا کرتے تھے۔ اس کو اصطباغ یا بپتسمہ کہتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اصطباغ لینے میں سب گناہوں سے پاک ہو گیا۔ جیسا کہ ہندو گنگا میں نہا سب گناہوں کا معاف ہونا جانتے ہیں۔ پھر جس طرح ہندو برہما بشن و مہیش تینوں کو خدا سمجھتے ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک ایشور ہی تو ہے اسی طرح عیسائی باپ بیٹا و روح القدس کو خدا سمجھتے ہیں پھر تینوں کو کہتے ہیں ایک خدا ہے۔ مذہب کا اسی عقیدہ پر مدار ہے۔ پھر اس کو روحانی تعمیر بھی کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

جیسے لائے جاویں گے۔ یحبرون یسرون بانواع
السار ...

فسبحن الله حين تمسون وحين
پھر اللہ کی تسبیح کیا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب کہ
تصبحون ﴿۱۷﴾ وله الحمد في السموات
تم صبح کرو اور اسی کی ستائش ہے آسمانوں میں
والأرض وعشيا وحين تظهرون ﴿۱۸﴾
اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب کہ دوپہر کرو
يخرج الحي من الميت ويخرج
زندہ کو مردہ سے پیدا کر کے نکالتا ہے اور مردہ کو
الميت من الحي ويحي الأرض بعد
زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو جلاتا ہے اس کے
ع ۲ موتها وكذلك تخرجون ﴿۱۹﴾
مرنے کے بعد اور اسی طرح سے تم بھی نکالے جاؤ گے
ومن آيته أن خلقكم من تراب
اور اس کی قدرت کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ تم کو خاک سے پیدا کیا
ثم إذا أنتم بشر تنتشرون ﴿۲۰﴾ و
پھر تو تم انسان ہو کر پھیل رہے ہو اور
من آيته أن خلق لكم من أنفسكم
اس کی قدرت کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں
أزواجا لتسكنوا إليها وجعل
پیدا کیں کہ ان کے پاس تم کو قرار آوے اور تم میں
بينكم مودة ورحمة إن في
باہم محبت و مہربانی پیدا کی البتہ بیچ
ذلك لآيت لقوم يتفكرون ﴿۲۱﴾
بڑی نشانیاں ہیں غور کرنے والوں کے لیے

زنجیروں میں کر کے کسی بہشت سے اور نصان کو حاجت روا سمجھتے تھے وہاں دیکھیں گے کہ کوئی بھی نہیں ولم یکن لہم من شرکائہم شفعاء اور ان کے معبودوں میں سے کوئی بھی ان کا سفارشی نہ ہوگا وکانوا بشرکائہم کافرین اپنے ان معبودوں سے منکر ہو جائیں گے کہ ہم تو ان کو نہیں پوجتے تھے کہ اول اللہ تعالیٰ سے کیا غرض وہ جو انہیں۔

ان حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید المرسلین اور ان کے پیرو اولیاء کامل اہل ایمان والوں کے بیچ ضرور سفارشیں کریں گے گو جن سے ... بہشت ... ہو دنیا میں ہو گئی ہے کیونکہ وہ ... کے ... نہ تھے کہ جو اس کے سوا انہوں نے کسی کو معبود بنایا ہو اور آیت میں صاف اشارہ ہے کہ جو کوئی ان انبیاء علیہم السلام کو معبود بنائے گا ایسی کی وہ سفارشیں نہ کریں گے پھر انجام کار وہاں کیا ہوگا اس کی تفصیل فرماتے ہیں ویوم تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون کہ اس روز قیامت برپا ہوگی خدا تعالیٰ کے مجرموں کو فرماں برداروں سے الگ کر دیا جائے گا۔

فاما الذین آمنوا الخ پھر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہ بہشتوں کے چمن میں ہوں گے۔ مدار نجات کا ایمان اور نیک کام کرنے پر رکھا ہے خواہ ان میں کوئی غریب ہو یا امیر وضیع ہو یا شریف۔

واما الذین کفروا الخ اور جس نے کفر اختیار کیا شرک کیا جیسا کہ مشرکین عرب قیامت کے منکر ہوتے اس میں شرک اور ہر قسم کے گناہ اور بدکاریاں آگئیں کو کذبوا بآیتنا ولقاء الآخرۃ میں علاوہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار جو شرک کرتے ہیں وہ آیات توحید کی تکذیب کرتے ہیں اور حشر کو محال جان کر کرتے ہیں اس میں تکذیب آیات قیامت ہے فاولئک فی العذاب محضرون پس وہ عذاب میں پکڑے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ
اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا
الْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ
پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور
وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
رنگتوں کا مختلف ہونا بھی ہے البتہ اس میں علم والوں کے
لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ
لیے نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات
بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ
اور دن میں سونا اور اس کے فضل (روزی) کو تلاش
فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
کرنا بھی ہے البتہ اس میں سننے والوں کے لیے بڑی
يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ ربع
نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم کو
الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ
خوف اور امید لانے کو بجلی دکھاتا ہے اور اوپر سے
السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
پانی برساتا ہے پھر اس سے خشک ہو جانے کے بعد زمین کو
مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
تروتازہ کر دیتا ہے البتہ اس میں عقل مندوں کے لیے بڑی
يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ
بڑی نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ
تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ
آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں
ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ
پھر جب تم کو زمین میں سے کھینچ بلائے گا یوں ہے کہ

اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَنْ فِي
تو تم نکل آؤ گے اور اسی کا ہے جو کچھ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ
آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کے آگے
قٰنِتُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا
گردن جھکائے ہوئے ہیں اور وہی ہے جو ابتداءً
الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ
پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے بہت
عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي
آسان ہے اور اسی کی شان بلند ہے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ
آسمانوں اور زمین میں اور وہ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
(بڑا) زبردست حکمت والا ہے۔

ترکیب

فسبحٰن اللّٰه قد مر وجه الاعراب فی سورة الاسراء حین تمسون الجمهور علی الاضافة والعائد فیه مستبان وقرئ منونا علی ان یجعل تمسون صفة له والعائد محذوف ای تمسون فیه وعشیا معطوف علی حین وعشیا واتصل التسبیح والحمد معترض وفی السموات حال من الحمد ویمکن ان یجری علیہا معطوفا علی فی السموات۔

تفسیر

۱؎ ای الصفة العلیا [illegible] الاولی [illegible]۔

۲؎ [illegible]

وعدہ وعید کے بعد یہ بتلانا مناسب تھا کہ وہ کون سی باتیں ہیں کہ جن سے وعدۂ انعام کا مستحق ٹھیرے اور کون سی باتیں ہیں کہ جن سے وعید جہنم سے بچے؟ اس لیے فرمایا فسبحٰن اللہ حین تمسون الخ کہ ان اوقات مذکورہ میں اس کی تسبیح وتحمید کرنا۔ گو بظاہر یہ جملہ خبریہ ہے پر معنًا امر ہے کہ ایسا کرو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اول آیات میں قیامت اور وہاں کے وعدہ و وعید بیان فرمائے تھے جن سے کسی نافہم کو خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی فرماں برداری کرانے کا محتاج ہے جیسا کہ دنیا میں بادشاہوں کو اطاعت تن دہی رعیت کی حاجت پڑتی ہے پھر جب کوئی اطاعت نہیں کرتا سزا پاتا ہے اطاعت پر انعام کا مستحق ہوتا ہے۔ اس خیال کے غلط کرنے کو یہ فرمایا فسبحٰن اللہ الخ کہ اس کو تمہاری بندگی وطاعت کی کچھ ضرورت نہیں وہ جو کچھ فرماتا ہے تمہارے بھلے کو۔ آسمانوں کے فرشتے اور ہر مکین کا ملک اوقات مذکورہ میں اس کی تسبیح وتقدیس کرتا ہے۔ اس صورت میں جملہ خبریہ ہی مانا جاوے تو ہو سکتا ہے مگر جمہور اس کو بمعنی امر سمجھتے ہیں یعنی ان اوقات مذکورہ پر اس کی تسبیح کیا کرو وتحمید کرنی چاہیے۔

اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اللہ کی تسبیح بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور ظہر وعصر کے وقت۔ اس صورت میں وله الحمد في السمٰوٰت والارض ایک درمیانی جملہ مانا جاوے گا اس بات کے بتلانے کے لیے کہ آسمانوں اور زمین میں اس کی ستائش ہو رہی ہے تم بھی اوقات مذکورہ میں اس کی تسبیح بیان کرو یعنی سبحٰن اللہ کہو کہ اللہ پاک اور منزہ ہے۔ اور جب اس کو جملہ معترضہ نہ مانا جاوے اور عشیا کا فی السمٰوٰت پر عطف قرار دیا جاوے تو یہ معنی ہوں گے کہ صبح اور شام تو اس کی تسبیح بیان کرو اور ظہر وعصر کے وقت اس کی حمد کرو۔ الحمد للہ کہو جس کے معنی اس کی خوبیاں بیان کرنا اور اس کے انعام والطاف کا شکریہ ادا کرنا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی ہر صبح وشام سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہے گا اس روز اس کے برابر کسی کی نیکیاں نہ ہوں گی مگر اس کی جو اسی قدر کہے یا اس سے زائد۔ متفق علیہ۔ علماء اسلام کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ آیات مکہ میں نازل ہوئیں، اس وقت تک نماز پنجگانہ فرض نہ تھی۔ اوقات مذکورہ میں اللہ کی تسبیح وتحمید کر لینا کافی تھا اور اس کی کوئی تعداد نہ تھی کہ کتنے بار تسبیح وتحمید کی جاوے۔

مگر ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس سے مراد پنجگانہ نماز ہے۔ قرآن کی عادت ہے کہ وہ نماز کو اس کے اجزاء کے ساتھ تعبیر کیا کرتا ہے۔ نماز میں تسبیح بھی ہے تحمید بھی ہے رکوع بھی سجدہ بھی۔ پھر کبھی اس کو تسبیح سے کبھی رکوع سے کبھی سجود سے بیان کیا کرتا ہے۔ حین تمسون سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز۔ اور حین تصبحون سے صبح کی نماز اور عشیا سے عصر کی نماز اور تظہرون سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ اور مکہ میں ہر وقت کیلئے دو دو ہی رکعت مقرر ہوئی تھیں پھر مدینہ میں آکر اور زیادہ ہو گئیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وہ حدیث کہ جس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے اس کی مؤید ہے ف۱۔

ان اوقات کی خصوصیت چند اسرار کی وجہ سے ہے:۔

(۱) یہ کہ یہ وقت غفلت اور دنیاوی کاروبار کے

ف۱ عن عائشۃؓ قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم ہاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ففرضت اربعا وترکت صلوٰۃ السفر علی الفریضۃ الاولیٰ۔

۱۲ منہ۔

یہ ان میں انسان کو غور و فکر ضروری ہے۔

(۲) یہی اوقات عجز و نیاز انہی کے ہیں۔

(۳) عالم غیب میں یہ اوقات اہل زمین کی عبادت و استغفار کے لیے اجابت کے واسطے مخصوص ہیں۔

اس کے بعد چند دلائل بیان فرماتا ہے کہ جن سے خاص اسی کا اس تسبیح و تحمید کے لیے مستحق ہونا ثابت ہوتا ہے اور بت پرستی کی قباحت ثابت ہوتی ہے خصوصاً اس لیے بھی کہ ان دلائل میں پہلے انعام و اکرام کو یاد فرماتا ہے کہ جو اس کی طرف سے اس کے بندوں کو پہنچے ہیں انسان و حیوان کی زندگی اور آرام کا مدار ہے پھر جن کے انعام و خوشی ہوں انہی کی ستائش و تسبیح بھی ہونی چاہیے۔

(۱) فقال یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی یہ پہلی دلیل ہے کہ وہ مردہ سے یعنی نطفہ سے زندہ آدمی پیدا کرتا ہے پھر زندہ عورت سے مردہ بچہ بھی پیدا کرتا ہے اس کے معنی متعدد کئی طرح بیان ہوئے ہیں ویحی الارض بعد موتھا اور مری ہوئی زمین کو زندہ کرتا ہے یعنی خشک کر جڑیں رہ جاتی ہیں ان سے جو اگلے موسم میں مرکی تھیں تر و تازہ ہو کے زندہ کرتا ہے۔ اس میں زندگی بعد موت اور موت کے بعد زندگی عطا کرنا ثابت کیا گیا ہے اس لیے بعد میں فرمایا وکذلک تخرجون کہ اسی طرح مرنے کے بعد تمہاری ہڈیوں کی طرح قیامت میں تم کو بھی زندہ کر دے گا اور زمین سے اوپر نکالے گا حشر کا مسئلہ بھی ثابت کر دیا۔

(۲) ومن آیاته ان خلقکم من تراب الخ کہ تم کو مٹی سے بنایا۔ آدم کو اول مٹی سے بنایا پھر اس سے اس کی تمام نسل چلی۔ یا کہو نطفہ سے انسان بنتا ہے وہ غذا کی غذا کا ہے جو اصل خاک تھی اور رنگ بدلا دیا گیا۔

(۳) ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا الخ کہ تمہیں میں سے تمہارے جوڑے پیدا کیے مرد کا جوڑا عورت، عورت کا جوڑا مرد۔ جنس کے اگر غیر جنس ہوتے تو ان کی طرف ہرگز الفت نہ ہوتی اور پھر اجنبی و غیر ہونے کے میاں بیوی میں وہ محبت و الفت دی کہ ایک کو دوسرے کے بغیر چین نہیں۔

(۴) ومن آیاته خلق السموات والارض الخ کہ اس نے آسمان و زمین بنائے اور زمین کے مختلف قطعات پر تم کو بسا دیا جس سے تمہاری زبانیں اور رنگتیں جدا جدا ہو گئیں باوجودیکہ ایک شخص کی نسل ہو۔ پھر کوئی گورا کوئی کالا، کسی کی کچھ زبان کسی کی کچھ یہ اس کی کیسی قدرت ہے۔

(۵) ومن آیاته منامکم باللیل الخ کہ رات تمہارے سونے آرام کرنے کو بنائی دن تمہارے کاروبار روزگار کے سامان مہیا کرنے کو۔ اگر ہمیشہ رات ہی رہتی یا رات ہی نہ ہوتی تو کیسی خرابی تھی۔ اس میں ہر روز مرنے اور جی اٹھنے کا بھی نمونہ ہے اس لیے اس کے بعد فرمایا لقوم یسمعون کہ اس کو سن رکھیں حشر میں ہوگا۔ یہاں تک دلائل انفس تھے۔ اس کے بعد دلائل الآفاق ذکر کرتا ہے۔

(۶) ومن آیاته یریکم البرق الخ کہ وہ تم کو بجلی چمکا کر دکھاتا ہے جس سے جان کا خوف اور بارش کی امید ہے پھر مینہ برساتا ہے اس سے خشک زمین کو تر و تازہ کرتا ہے۔

(۷) ومن آیاته ان تقوم السماء والارض بامره کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں آسمان کا کوئی ستون نہیں، زمین کسی چیز کے اوپر دھری ہوئی نہیں۔ اس کے بعد حشر کے مسئلہ کا اعادہ کرتا ہے ثم اذا دعاکم الخ کہ وہ قادر مطلق جب تم کو زمین سے بلاوے گا سب نکل کر چلے آؤ گے وله من فی السموات الخ کیونکہ آسمان و زمین کی ہر چیز اس کے بس میں ہے وهو الذی یبدء الخلق الخ اور وہی اول بار بناتا ہے پھر دوبارہ بنائے گا اس کو کیا مشکل ہے بلکہ تمہارے خیال کے موجب بار دیگر بنانا اول بار بنانے سے آسان تر ہے۔ اس کی آسمانوں اور زمین میں بلند شان ہے

اُس پر کہ دوبارہ پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں رہا، وہ درست ہے جو حکم ہے ہر
ایک چیز پر غالب ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ
اللہ نے تمہارے لیے تمہارے ہی حال سے ایک مثال بیان کی ہے

هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ
کیا جو تمہارے غلام ہیں ان کو تم اس میں شریک کرتے ہو

مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ
اس چیز میں کہ جو ہم نے تم کو دی ہے کوئی بھی حصہ دار بنا کر تم اس میں

سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ
برابر ہو جاؤ ان سے ایسا ہی ڈرو جیسا اپنے برابر کے لوگوں سے ڈرتے ہو

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
عقل مندوں کے لیے ہم یوں آیتیں کھول کھول کر بیان

يَّعْقِلُوْنَ ۞ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا
کرتے ہیں بلکہ بے انصاف پیچھے ہو لیے

اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ
اپنی خواہشوں کے بے سمجھے پھر کون ہدایت کر سکتا ہے

مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ
جس کو کہ اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اور ان کا کوئی بھی

نّٰصِرِيْنَ ۞ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ
مددگار نہیں پھر آپ تو دین پر یک طرفہ ہو کر

حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ
قائم ہو جاؤ فطرت الٰہی پر کہ جس پر ہے لوگوں کو

النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ
پیدا کیا اللہ کی بناوٹ میں رد و بدل

اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَ
نہیں ہے یہ ہے سیدھا طریقہ

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞
لیکن اکثر آدمی جانتے نہیں

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا
اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرتے رہو اور قائم رکھو

الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ
نماز کو اور مشرکوں میں سے نہ ہونا

الْمُشْرِكِيْنَ ۞ مِنَ الَّذِيْنَ
مشرک نہ ہو جاؤ ان میں سے کہ جنہوں نے

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ
اپنے دین میں پھوٹ ڈال دی اور مختلف فرقے ہو گئے

كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۞
ہر فرقہ اسی پر جو اس کے پاس ہے خوش ہے۔

ترکیب

من انفسكم، من للابتداء، وفي الاولى من ما ملكت للتبعيض والثالثة مزيدة لتاكيد الاستفهام الجاري مجرى النفي ومعنى من انفسكم انها منتزعة من احوالها التي هي اقرب الامور اليكم و هي انفسكم ... تخافونهم ان يكون شركاء من بعض عبيدكم ... فانتم اياها سواء العبيد في الرزق سواء ... العبيد ان يستبدوا بالتصرف كخيفتكم انفسكم ... الاحرار ان يستبدوا بشيء مشترك بينكم من الاحرار ... فانتم فيه سواء والجملة في موضع نصب جواب الاستفهام ... فطرت الله ... الزموا او عليكم ... منيبين اليه ... من اناب اذا رجع مرة بعد اخرى وهو حال من الضمير في الزموا ... الفعل المقدر ... في اقيم لان الاية خطاب للرسول والامة ... واتقوه واقيموا الصلوة ... من المشركين باعادة الجار۔

تفسیر

اس سے پہلے چند دلائل اس کے خالق و رازق قابلِ عبادت ہونے پر بیان ہوئے تھے پھر چند دو دو شرک کے لیے بھی کافی تھے کہ عاقل ہیں اور کوئی اس کے برابر نہیں مگر زیادہ واضح کرنے کے لیے ایک مثال بیان کی جس سے شرک کی برائی اور بھی ظاہر ہو جاوے۔

فقال ضرب لکم مثلا من انفسکم کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہی حالت سے تم کو ایک مثال سناتا ہے وہ یہ کہ بھلا تم اپنے غلاموں میں سے کسی کو اپنے برابر ہونا پسند کرتے ہو کہ برابر ہو کر مال میں تصرف کرنے لگیں اور تم ان سے ایسے ڈرنے لگو کہ جیسا برابر کے شریک سے ڈرا کرتے ہو کہ ایک دوسرے کے پوچھے بغیر کوئی تصرف کرنا بھی پسند نہ کرو گے۔ پھر غور کرو کہ جب غلام کہ جو تمہارا بنایا ہوا نہیں وہ بھی اللہ کا بندہ ہے تم اپنے مال میں کہ تم کو اللہ نے دیا ہے تمہارا بنایا ہوا نہیں شریک اور برابر ہونا پسند نہیں کرتے تو پھر خدا تعالیٰ کو (کہ جس نے یہ کیا جس کا بیان اوپر کی آیتوں میں آیا) کب پسند ہوگا کہ تم اس کی مخلوق کو خواہ وہ اشرف ہو خواہ ارذل اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اس کا شریک بناؤ اور عبادت کرنے اور پکارنے اور نذر و نیاز کرنے میں یا اس کی تعظیم و تکریم میں اس کے برابر کر دو، ان کے بھی حصے لگاؤ؟ نہیں ہرگز نہیں کذلک نفصل الآیٰت لقوم یعقلون ہم اپنی آیتوں کو یعنی کلام کو تفصیل سے مثال دے کر عقل والوں کے لیے بیان کرتے ہیں مگر عقلا کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا۔ اور انہوں نے جو یہ معبود بنا رکھے ہیں ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل و سند نہیں بل اتبع الذین ظلموا اھواءھم بغیر علم بلکہ ستمگاروں نے جہالت سے اپنی اپنی خواہشوں کی پیروی کر لی اختیار کر لی ہے ان کو تقدیر ازلی نے ہدایت میں حصہ ہی نہیں دیا۔ فمن یھدی من اضل اللہ پھر ایسے ازلی گمراہ کو کون ہدایت دے سکتا ہے؟ ان کا درد مند خیر خواہ ان کو لاکھ سمجھائے وہ کب مانتے ہیں۔ وما لھم من نٰصرین کے یہی معنی ہیں۔

مشرکین کو الزام دے کر اور ان سے مایوسی ظاہر فرما کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کر کے دین داروں کو حکم دیتا ہے فاقم وجھک للدین حنیفا کہ تم ادھر ادھر ڈگمگاؤ ایک طرف ہو کر دین پر قائم ہو جاؤ۔

فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا فطرت الٰہی پر قائم ہو جاؤ کہ جس پر اس نے بنی آدم کو بنایا ہے۔ یعنی فطرت انسان کی ایک اصلی حالت ہے کہ جس پر قائم رہنا انسان کا کمال ہے۔ کبھی تو جہالت باطلہ اور رسم و عادات فطرت سے باز رکھ کر اس کو ناموزوں حالت پر ڈال دیتے ہیں جو اس پر پھر قائم کرنے کے لیے دنیا میں حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے جاتے ہیں وہی آ کر بتلاتے ہیں کہ فلاں فلاں باتیں فطرت کے مطابق نہیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البھیمۃ بھیمۃ جمعاء ھل تحسون فیھا من جدعاء ثم یقول فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم متفق علیہ۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے پھر بعد میں اس کے ماں باپ کہیں اس کو یہودی بنا لیتے ہیں کہیں نصرانی کہیں مجوسی جیسا کہ حیوانات میں بچہ جو پیدا

ہوتا ہے تو بے عیب ہوتا ہے کسی کا کان کٹا ہوا نہیں ہوتا۔ بعد میں لوگ اس کے کان کاٹ ڈالتے ہیں۔ پھر اس کی سند میں حضرتؐ نے یہ آیت پڑھی فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا۔ الخلقت میں جس طرح کہ حیوانات کے بچے اپنی اصلی حالت اور صورت پر پیدا ہوتے ہیں اسی طرح ہر ایک بچہ انسان کا اخلاق و عادات و خیالات میں بھی اپنی اصلی حالت پر پیدا ہوتا ہے اگر اس پر کوئی اثر بیرونی نہ پڑے تو وہ جوان ہو کر بھی اسی حالت پر رہے اللہ کو وحدہٗ لاشریک جانے اپنے خالق و محسن کی تابعداری کرے۔ یہ اجمالی حالت ہے تفصیلی طور پر ہر ہر بات میں اس کی مرکوز ہیں وہی باتیں ہوتی ہیں کہ جو انسان کے لیے بھلی چاہییں راست بازی، رحم دلی، ہمدردی۔ مگر بعد میں جب اس پر اور اثر پڑتے ہیں تو یہ اس اصلی حالت سے بدل جاتا ہے۔ چالاکی، فریب، دغا، ظلم، ستم، بدکاری، بت پرستی وغیرہ اوصاف رذیلہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی تبدیلی کی طرف سید الانبیاءؐ نے فابواہ یہودانہ سے ایما فرمایا کہ ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر لیتے ہیں۔ اور اسی اصلی حالت کا نام دین قیم ہے اور اسی کو اسلام بھی کہتے ہیں۔

فرماتا ہے لا تبدیل لخلق اللہ۔ یا تو یہ معنی ہے کہ تم خلق اللہ یعنی فطرت الٰہی کو نہ بدلو اسی پر قائم رہو۔ یا جملہ خبریہ ہے کہ فطرت الٰہی بدلتی نہیں۔ تمام انبیاء کا اس میں ایک ہی رستہ ہے اس کو ہم منسوخ نہیں کیا کرتے ولکن اکثر الناس لا یعلمون لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں وہ اپنے توہمات باطلہ اور عادات و اخلاق رذیلہ کو دین اور فطرت سمجھ بیٹھے ہیں اور پھر جب یہ باطل طریقہ پشت در پشت چلا آتا ہے تو معاذ اللہ پھر اس کو فطرت کیا فطرت کی بھی جان سمجھنے لگتے ہیں۔

اس کے بعد فطرت الٰہی کی قدرے تشریح کرتا ہے کہ اس کی چند باتیں بتلا کر ان کی پابندی کا حکم دیتا ہے فقال منیبین الیہ۔ اسی کی طرف رجوع کرتے رہو ہر امر میں۔ گو وہ رحیم و کریم ہے۔ واتقوہ اس سے ڈرتے بھی رہو۔ اس کی نافرمانی پر سزا بھی دیا کرتا ہے۔ واقیموا الصلوٰۃ اور نماز قائم کیا کرو۔ ولا تکونوا من المشرکین۔ اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو یعنی اس جماعت میں داخل نہ ہو شرک نہ کرو۔

پھر ان کا حال بیان فرماتا ہے من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا وہ لوگ ہیں مشرک کہ جنہوں نے اپنے اصلی دین میں یعنی فطرت اللہ میں پھوٹ ڈالی اس سے الگ راہ نکالی اور ہر ایک جگہ کے لوگوں نے چھوٹے چھوٹے معبود بنا لیے اور بری بری رسمیں قائم کیں اور ان کی حس باطنی جاتی رہی کھرے کھوٹے پرکھنے کا امتیاز باقی نہ رہا۔ ہر ایک گروہ اپنے عقائد و رسوم پر کہ جن کو انہوں نے مذہب سمجھ رکھا ہے خوش و خرم ہیں اسی کو بہتر جانتے ہیں

فطرت دانائی، تیزی، ابتداء، اختراع، حالت۔ یہاں اخیر معنی حالت والے معتبر ہیں یعنی اصلی حالت۔ ہر چیز کی ایک اصلی حالت ہوتی ہے پانی میں، دوا میں، ہوا میں، خشت وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان میں کوئی آمیزش یا تغیر نہ ہو تو یہ چیزیں اپنی حالت طبعی پر رہیں۔ انسان کی اصلی حالت کو شرع میں فطرت اللہ کہتے ہیں جو ایک عمدہ اور کمالی حالت ہے اور اسی کو اسلام اور اسی کو دین قیم کہتے ہیں۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے نہ اور کسی کا۔ واللہ الھادی وبیدہ المقاصد والمبادی۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم

اور لوگوں کو جب کوئی دکھ پہنچتا ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں

مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم

اسی کی طرف رجوع ہو کر پھر جب وہ ان کو اپنی طرف سے

مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم

مزہ چکھاتا ہے تو جب ہی ان میں سے ایک فرقہ اپنے

بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا

رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ جو ہم نے ان کو دیا ہے

آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝

کی ناشکری کریں سو چند روز فائدہ اٹھا لو پھر تم کو معلوم ہو جائے گا

أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ

کیا ہم نے ان کے لیے کوئی سند اتاری ہے کہ وہ

يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ۝

ان کو شرک کرنے کو کہہ رہی ہے

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا

اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر خوش

بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا

ہوتے ہیں اور جو ان کو ان کی شامت اعمال سے

قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ۝

کچھ دکھ پہنچتا ہے تو فوراً ناامید ہو جاتے ہیں۔

ترکیب

واذا مس الناس شرط و دعوا جواب منیبین حال من الضمیر الفاعل فی دعوا اذا فریق اذا مفاجاتیہ القضیۃ کائنۃ من الفعل فی جواب الشرط و لیکفروا لیم العاقبۃ من التحیۃ سلطانا یذکرہ بمعنی البرہان ...

اذا بمعنی الجزاء و قیل ہو بمعنی مسلطا او کلیف و عقلان و اسنہ و المطر الیہ مجازا کما تقول نطقت الحال بکذا اسے بکلم مجازا و الیہ بما کانوا ما مصدریۃ و الضمیر فی بہ شر او موصولۃ و الضمیر لما اسے بالامر الذی بسببہ یشرکون۔

تفسیر

واذا مس الناس ضر دعوا ربہم الخ یہاں سے انسان کی عادات میں فطرت الٰہیہ کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ جب انسان پر کوئی سخت مصیبت آپڑتی ہے جو اس کے بیرونی آلات سے اس کو غیر متعلق کر دیتی ہے تو پھر اس فطرت اصلی حالت پر آکر کمال اخلاص سے اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے۔ ثم اذا اذاقہم منہ رحمۃ اذا فریق منہم بربہم یشرکون پھر وہ جب ان کی مصیبت کو زائل کر دیتا ہے اور اپنی رحمت کا پھر بھی مزہ چکھاتا ہے سب تو نہیں پر بعض لوگ کہ جن پر پھر وہی بیرونی آلات و تعلیمات باطلہ و توہمات فاسدہ دیوتاؤں سوار ہوتا ہے تو اپنے رب کے ساتھ اوروں کو بھی اس دفع مصیبت میں شریک کرنے لگتے ہیں لیکفروا بما آتیناہم تاکہ ہماری نعمت کی ناشکری کریں یعنی ان کا یہ کام خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ اس کے بدلے میں شکر کرنا چاہیے تھا کہ ناشکری کر کے اب اوروں کو بھی اس میں شریک کرنے لگے۔

فتمتعوا فسوف تعلمون اے تم لے ناشکرو! اپنے نزدیک امن و راحت کی حالت میں آگئے ہو کچھ دنوں دنیا کا مزہ اٹھا لو پھر مرنے کے بعد تم کو معلوم ہو جاوے گا کیونکہ اس وقت حق واضح ہو کر کامل طور پر دکھا دے گا۔ اب یہ نشہ تم کو معلوم ہونے نہیں دیتا مرنے کے بعد نشہ اتر جاوے گا۔ یا یہ کلمہ تہدید ہے جو عذاب کی خبر دیتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے محاورے میں مجرم کو کہا کرتے ہیں کہ

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے
لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے البتہ اس میں نشانیاں ہیں
لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾ فَآتِ ذَا
ان کے لیے جو ایمان لاتے ہیں پھر اے مخاطب قرابت دار
الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ
کو اس کا حق دیا کر اور محتاج اور مسافر
السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ
کو بھی یہ بہتر ہے ان کے لیے جو
يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
اللہ کے طالب ہیں اور یہی
الْمُفْلِحُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ
مراد پانے والے ہیں اور جو کچھ کہ تم سود دیتے
رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ
ہو کہ لوگوں کے اموال میں افزائش ہو
فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَمَا آتَيْتُمْ
سو اللہ کے نزدیک وہ افزائش نہیں ہوتی اور جو کچھ کہ تم
مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ
خدا کی رضا جوئی کے لیے زکوٰۃ دیتے ہو
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾
سو وہی بڑھا بھی رہے ہیں
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ
اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی

معلوم ہو جاوے گا یعنی سزا ملے گی۔

ام انزلنا علیہم سلطانا فہو یتکلم بما کانوا سے یہ بطور کنایہ بیان ہے یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ وہ جو شرک کرتے ہیں انہیں تو یہ بات باطل کا اثر ہے وہ نہ ان کے پاس کوئی سند نہیں آئی ہے کہ خدا ان کو شرک کرنے کا حکم دیتا ہو۔

واذا اذقنا الناس رحمۃ فرحوا بہا وان تصبہم سیئۃ بما قدمت ایدیہم اذا ہم یقنطون یہاں سے ایک اور جذبۂ انسانی بتلایا جاتا ہے جو اس میں دیر ولی کا رجہ پیدا ہوا کرتا ہے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی جب رحمت اور صحت ملے تو اس پر اترانا، شکر گزاری نہ کرنا اس کو اپنی کوشش اور عقل کا ثمرہ قرار دینا اور جب کہ کوئی مصیبت آوے اور وہ بھی اسی کے کردار سے تو اس وقت خدا تعالیٰ سے مایوس ہو جانا۔ نہ تو نعمت پا کر نعمت کا شکر کرنا نہ مصیبت پر صبر کرنا۔ یہ اخلاق اس کی اس خرابی کا نتیجہ ہے جو پیدا ہونے کے بعد اس کو ماں باپ کی تعلیم سے یا اور کسی کی صحبت سے حاصل ہوا ہے۔

ان آیات میں انسان کے دو ذاتی جذبات کا حال بیان کر دیا جذبۂ فطرت اللہ کا بھی کہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف کھینچ لاتی ہے جو اس کی روح فطری کا ایک بڑا دریا اثر باقی تھا۔ دوسرا جذبہ اس کی کایا پلٹ کر فطرت انسانی سے باہر ہو جانے کا جو اس کے قوائے بہیمیہ اور توہمات فاسدہ اور تخیلات باطلہ کا نتیجہ ہے جس سے یہ شعور بڑا مسرور ہے کہ اعمال کل حزب بما لدیہم فرحون یہ وہ حالت ہے جس سے طبقہ انسان کا اول سے اسفل بحر ارذل طبقہ میں جا ملتا ہے۔

ف ۱۱۱ وما آتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس تفصیل المقام آتیتم موصول [illegible] ما نصب ہے [illegible]

ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِنْ
پھر تم کو مارے گا پھر تم کو زندہ کرے گا بھلا تمہارے
شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ
معبودوں میں سے بھی کوئی ایسا ہے کہ جو ان کاموں میں سے
مِنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا
بھی کر سکے وہ پاک اور بلند ہے ان کے
يُشْرِكُونَ ۝٤٠
شرک کرنے سے۔

ترکیب

وما اٰتیتم ما فی موضع نصب باٰتیتم بالمد بمعنی اعطیتم و القصر بمعنی جئتم و قصدتم ۔ لیربوا لے الربا۔ اس تقدیر پر لیربوا صیغہ واحد غائب کا ہے اس کا فاعل الربا فالمعنی لیزید الربا و یزکو فی اموال الناس فاولئک فیہ التفات حسن کانہ قال ذلک خواصہ و خلاصتہ و جواصدع لہم من ان یقول فانتم المضعفون زکشاف۔ ھل من خلائق الاولی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جو لام کی وجہ سے منصوب ہے من ربا بیعنی لے زاید پر اور وما اٰتیتم سے حتیٰ فی برواۃ حسن ہے اور یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ ربا سے مراد ربا عام ہے انکشوریہ بابن عمل سے شیئا وہ زیادہ بمعنی الطلب نفس باسم المطلوب من الزیادۃ فی الاماناۃ ابوالعیں۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم بیاج دیتے ہو کہ وہ بڑھے اور وہ چند در چند ہو جائے لوگوں کے مال میں سے ۔ کیونکہ لوگوں کی عادت تھی اور اب بھی ہے کہ بیاہ کے موقع پر کوئی چیز کسی کو اس لیے دیا کرتے تھے کہ وہ اس کے عوض میں اس کو اس سے زیادہ دے سوفلا یربوا عند اللہ اس بیاج دینے کا خدا کے نزدیک ثواب نہیں کیونکہ لوجہ اللہ نہ تھا۔ یعنی اللہ کے واسطے نہ دیا تھا۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ الفاظ اور ترکیب تو وہی رہے مگر ربا سے مراد ربوا حرام لیا جائے جس کو سود کہتے ہیں تو یہ معنی ہوں گے وہ جو تم نے سود لینے اور بیاج دیا ہے (سود سے مراد سود کی رقم ہے بطور اطلاق المسبب علی السبب) یعنی دیا کرتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں پڑ کر بڑھتا رہے ۔ مثلاً سو روپیہ کسی کو سود پر دیئے وہ پچیس کر سے پچیس روپیہ اس کو کسی بیوپار میں لگا دیا۔ اب جس طرح سے اس کا مال بڑھ رہا ہے اس کا سود کا روپیہ بھی ساتھ بڑھتا جاتا ہے فلا یربوا عند اللہ سو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا (۳) تیسری ایک اور صورت ہے کہ لیربوا کو جمع کا صیغہ مانا جاوے ۔ پھر اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جمع مذکر غائب جیسا کہ تیسری قرأت میں ہے بضم الیاء۔ ویکون الواو من الجمع ابو جعفر و نافع و یعقوب نے اس کو صیغہ جمع پڑھا ہے۔ یہ اصل میں لیربوون تھا لام کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم نے سود کی غرض سے دیا ہے کہ وہ لوگ اور لوگوں کے مال سے بڑھ جاویں یعنی اس سود کی رقم سے ان میں نفع حاصل کر کے بڑھیں فی اموال الناس ای بسبب اموال الناس المعطیں فلا یربوا عند اللہ یعنی یہ نفع عنداللہ نہ ہو گا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ لیربوا کو جمع حاضر کا صیغہ مانا جاوے وقراء نافع و یعقوب لتربوا ای لتزیدوا او لتصیروا ذوی ربا بخطاب۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم سود دیتے ہو تاکہ تم لوگوں کے مال میں بڑھو یعنی لوگوں کے مال سے تم نفع حاصل کرو پس عنداللہ نفع حاصل نہ ہو گا۔ (۴) چوتھی بھی ایک صورت ہے کہ اٰتیتم کو بالقصر پڑھا جاوے جس کے معنی ہیں کہ وہ جو تم ربا یعنی سود لے کر آئے ہو لئے اٰتیتم بمعنی جئتم۔ وہ جو تم نے سود حاصل کیا ہے اور سود کی نیت سے تم کو زیادتی غرض سے دیا ہے۔ (۵) اس پانچویں صورت میں بھی لیربوا کو مفرد مانا جاوے یا جمع غائب یا حاضر کا صیغہ لیا جاوے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک معنی سود یا بیاج کو مختلف قرأتوں کے ساتھ لحاظ کیا جاوے تو متعدد معنی حاصل ہوں گے۔ اور بھی احتمالات ہیں۔ کیا ہی بلیغ کلام ہے۔ ۱۲ منہ

تعبیض کو ناتمام فعل بعض مقام فعل الکل توسعۃ علی القسم واشارۃ الی کیدالاستغنام والمتوسطۃ لا تجاوز۔

تفسیر

انسان کی اس حالت قنوط یعنی ناامیدی کے جذبہ کی دوا بتلاتا ہے فقال اولم یروا ان اللّٰہ یبسط الرزق لمن کہ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ تنگ دستی اور فراخ دستی اللہ کی طرف سے ہے۔ محقق کی نظر دونوں حالتوں میں اللہ ہی کی طرف ہونی چاہیے فراخ دستی میں شکر کرنا چاہیے نہ اترانا۔ حق داروں کی دست گیری سے ہاتھ روکنا مناسب نہیں اور تنگ دستی میں صبر کرنا چاہیے اللہ کے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہیے یہ نہ خیال کرے کہ اللہ میری فراخ دستی پر قادر نہیں یا اس کی ادھر عنایت کی نظر نہیں بلکہ اپنے قصور کا تدارک یا خیال کرکے توبہ استغفار کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے یہ حالت فطرت ہے اور پہلی حالتیں اس کے برخلاف تھیں اور فطرت اللہ پر قائم رہنا مومن کی شان ہے اس لیے اخیر میں فرمایا ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یؤمنون۔

چونکہ یہ بات کہ ہر چیز کی تنگی فراخی اللہ ہی کی طرف سے ہے، ایک بدیہی بات تھی گو انسان اپنے جذبہ کی اس سے اندھا ہو رہا تھا اس لیے اولم یروا فرمایا۔

فاٰت ذا القربٰی حقہ والمسکین وابن السبیل جب مومن کو یہ بتایا گیا کہ تنگی فراخ دستی اللہ ہی کی طرف سے ہے تو اس کو یہ بھی فطری حکم سنایا گیا کہ تو قرابت دار اور مسکین اور مسافر کے حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کر اور اسی لیے فاٰت پر فا کا لانا مستحسن ہوا۔ علمائے احناف فرماتے ہیں آیت عام ہے اس میں زکوٰۃ اور دیگر صدقات بھی آگئے اسی طرح ذوی القربٰی کا لفظ بھی عام ہے ذوی الفروض اور عصبات اور اولی الارحام بھی آگئے اس لیے جو ان میں سے ایسا محتاج ہو کہ خود نہ کما سکے اقارب اہل استطاعت پر اس کا خرچ واجب ہے۔ امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں ذوی الارحام کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

فرماتا ہے ذٰلک خیر للذین یریدون وجہ اللّٰہ کہ یہ حق ادا کرنا ان کے حق میں بہتر ہے کہ جو اللہ کے طالب ہیں۔ وجہ اللہ سے مراد اس کی ذات۔ اور اس لفظ کے ساتھ تعبیر کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو اس کے طالب دیدار ہیں اور اس کے عاشق صادق ہیں۔ و اولٰئک ھم المفلحون اور یہی لوگ فلاح پانے والے دنیا سے کامیاب ہو کر جانے والے ہیں۔ یعنی اس میں نقصان نہیں بلکہ فلاح ہے۔ چونکہ اللہ کے لیے دینے کا ذکر تھا کہ جو فطرت اللہ کا ایک جذبہ ہے اس مناسبت سے اس کے برخلاف ایک دوسرے جذبۂ انسانی کا بھی ذکر کرنا مناسب ہوا۔

فقال وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللّٰہ کہ وہ جو تم سود لیتے ہو کہ اس سے لینے والا سمجھتا ہے کہ جس طرح سے اموال تجارت سے بڑھتے ہیں اس سے بھی بڑھے گا تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا یعنی اس میں خیر و برکت نہیں۔ سود خوروں کا آخرکار بہت برا دیکھا گیا ہے۔ مع الاصل جاتا رہتا ہے رقم ڈوب جانا تو معمولی بات ہے اور بے مروتی تنگ دلی اس کا بھاری نتیجہ ہے جو شخصی اور قومی ترقی کے لیے سخت مانع ہے۔

وما اٰتیتم من زکوٰۃ الخ برخلاف زکوٰۃ یعنی صدقہ و خیرات اور مقرر زکوٰۃ کے کہ اس کے مال میں بھی خیر و برکت ہوتی ہے آخرت میں بھی وہ چند اجر ملے گا۔ مضعفون کا لفظ کہ جس کے معنی ہیں بڑھانے والے زیادہ کرنے والے۔ تعمیم الفاظ کر شامل دنیاوی و اخروی سب کو۔ اس کے بعد انسانی فطرت کو توحید کے بارے میں آگاہ کرتا ہے۔ فقال اللّٰہ الذی الخ اللہ وہ ہے کہ جس میں یہ اوصاف ہیں

پیدا کرنا، روزی دینا، مارنا، پھر جلانا۔ پھر بتاؤ کہ تمہارے شرکاء میں سے کون ہے جو ایسا کر سکتا ہے پھر فرمایا: یہ فعل مشرکانہ ہے اور قباحت سے یہ خیالات محض غلط ہیں، سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا

خشکی اور تری میں انسانوں کے کرتوتوں کی وجہ سے

كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ

خرابیاں پھیل گئیں ہیں تاکہ خدا

بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ 41

ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا

کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو تو دیکھو کہ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ

کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو پہلے

قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ۝ 42

ہو گزرے ان میں سے اکثر تو مشرک ہی تھے

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ

پھر آپ اس دین کے آگے سیدھے رکھو منہ اپنا

قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ

قبل اس کے کہ وہ دن آ پہنچے جو خدا کی طرف سے ٹل نہ سکے

مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ۝ 43

اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ

جس نے کفر کیا سو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو

عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ۝ 44

اچھے کام کرتے ہیں سو وہ اپنے لیے سامان کر رہے ہیں

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کو خدا اپنے فضل

مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۝ 45

سے جزا عطا کرے۔ البتہ خدا کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

ترکیب

ليذيقهم متعلق بظهر لیے یعنی ظهر الحرام ذلك وتحمل التقدير ما قبلهم ليذيقهم. كان اكثرهم استيناف. من الله متعلق بياتي. ويجوز ان يتعلق بمحذوف لا ذمصدر معنى لا يرده ومتعلق ارادة المشيئة بمجيئه. يومئذ بدل من يوم والناصب يصدعون اى يتفرقون كما قال فريق في الجنة وفريق في السعير. من كفر فعليه كفره اى عليه وبال كفره ومن يمهدون منزلا في الجنة ليجزي متعلق بيمهدون او بيصدعون والاقتصار على جزاء المؤمنين للاشعار ... على قوله انه لا يحب الكافرين۔

تفسیر

ظهر الفساد في البر والبحر رد شرک کے قوی دلائل بیان فرما کر اب اس جگہ یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ فطرت اللہ کے ترک کرنے سے اور کفر و شرک اور ہر ایک قسم کی بدکاری سے جس کا مرتکب ہوتا ہے صرف یہی نتیجہ نہیں کہ عاقبت کی سعادت سے محرومی نصیب ہوتی ہے بلکہ اور طرح طرح کی عقوبات میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی فساد و دشمن اور ہر طرح کا رنج و محن دیکھنا پڑتا ہے اور خیر و برکات اٹھ جاتی ہیں۔

فی البر والبحر کے معانی میں علماء کا اختلاف ہے لفظوں کے ظاہری معنی تو یہی ہیں کہ جنگل اور دریا میں انسان کی ... سے خرابی ظاہر ہوگئی۔ وہ کیا کہ انسان پر ان جنگلوں میں

انواع و اقسام کے مصائب پڑنے لگے جنگل یعنی خشکی میں یہ عام ہے کہ شہری زمین ہو یا دیہی کی آبادی ہو۔ مثلاً بارش نہ ہونا قحط پڑنا یا باغوں اور کھیتیوں کے پھل پھول پر آفت آنا۔ آگ لگنا طوفان کا آنا سیلاب کا پھیلنا۔ یا پیداوار کم اور ناقص ہونا۔ پیداوار کے مزے میں بھی کم ہونا۔ مشہور و اعلیٰ چیزوں میں سے کم مشہور و برا ہونا۔ مواشی میں مری پڑنا۔ ان کا نسل کم ہونا۔ دودھ بھی کم دینا۔ تجارت اور کاروبار میں نفع کم آنا۔ معاملات کا بڑھ جانا۔ ہر چیز کا گراں ہونا۔ حاکم کا ظالم و جابر ہونا۔ قانون اور انصاف کے پیرایہ میں ناکام تباہ و برباد کر دینا۔ باہم بادشاہوں اور قوموں میں جنگ کا ہو کر ہزاروں کا بے خانماں ہونا۔ مصیبتوں کا امراض اور وباؤں کی کثرت۔ بھیڑیے کا زور۔ خاردار درختوں اور موذی جانوروں کی کثرت پیدا ہو کر ان کا تکلیف پہنچانا۔ باہمی الفت و محبت و اتفاق کی جگہ عداوت و بغض و نفاق پھیلنا۔ حیا و شرم کا اٹھ جانا۔ بے حیائی اور فحش کی ترقی ہونا۔ چھوٹوں کا بڑوں سے بے ادب و گستاخ ہو جانا۔ باہم چوری اور زناکاری اور خون ریزی اور بداخلاقی پھیلنا۔ یہ ہیں وہ بلائیں کہ جو انسان کے کرتوت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح دریائی بلاؤں کو سمجھیے۔ بعض کہتے ہیں کہ بحر سے مراد شہر ہے۔ قال عکرمۃ العرب تسمی الامصار بحارا۔ نیشاپوری۔

فرماتا ہے لیذیقہم بعض الذی عملوا الخ یہ خرابیاں اس لیے ظاہر ہوتی ہیں کہ انسان اپنے کیے کا کچھ دنیا میں بھی تو مزہ اٹھائے تاکہ اس غفلت سے باز آئے توبہ کرے شکر گزار ہو ہے کہ آج کل کے زمانے میں سب خرابیاں ظاہر ہو رہی ہیں مگر بجائے توبہ و استغفار کے الحاد اور بے دینی اور بدکاری کا دریا موجزن ہے۔ فلسفہ کے نزدیک مذکورہ خرابیوں کا باعث انسانی بدکاری نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے دیگر اسباب ہوتے ہیں۔ ہم اس کو مانتے ہیں مگر وہ دیگر اسباب بھی تو

علت یا علۃ العلل اسی کو فعل قرار دیں گے جو انسانی بدعملی سے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔

قل سیروا الخ یہاں سے ان غافلوں کو یہ جتلاتا ہے کہ اگر تم اپنی صنعت اور ہر قسم کی عیاشی و دستکاری و شہ زوری و دولت مندی پر گھمنڈ کر کے یہ کہتے ہو کہ ہم خود ان مصائب کو اپنی تدابیر سے دفع کر دیں گے تو ملک میں پھر کر دیکھو کہ تم سے پہلوں کا کیا حال ہوا وہ بھی یہی دعویٰ کیا کرتے تھے اور اکثر شرک میں مبتلا تھے۔

فاقم وجہک الخ یہاں سے حجت تمام کر کے یہ بات فرماتا ہے اگر کوئی مانے یا نہ مانے تم اسی دین قیم یعنی فطرت اللہ پر مستقیم ہو جاؤ۔ ایسے صیغوں سے مراد اور عام لوگ ہوتے ہیں مگر حسن بلاغت کے لیے خطاب پیغمبر علیہ السلام سے کیا جاتا ہے۔ خواہ اس دن سے قیامت کا دن مراد ہو یا اور کوئی ایسا دن جو ایسی بدکاری کی سزا دینے کے لیے آیا کرتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ خوشی دینے والی ہوائیں

مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

چلایا کرتا ہے اور تاکہ تم کو اپنی رحمت کا کچھ مزہ چکھائے

وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا

اور تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کے فضل

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

سے (روزی) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا

اور البتہ آپ سے پہلے بھی ہم نے ان کی قوم کی طرف

اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَاۗءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

رسول بھیجے ہیں پھر وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ۖ وَ

پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لے کر چھوڑا اور

كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۷﴾

ہم پر ایمان والوں کی مدد کرنا ضرور تھا

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ

اللہ وہ ہے کہ جو ہوائیں چلاتا ہے پھر وہ ان کو

سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ

آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلا دیتا

يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ

ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تو (اے مخاطب) دیکھتا ہے

يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۖ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ

کہ اس میں سے مینہ برستا ہے پھر جب اس کو اپنے بندوں

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ

میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے تو جب ہی وہ

يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۴۸﴾ وَإِنْ كَانُوا مِنْ

خوش ہونے لگتے ہیں اور اگرچہ اس سے پہلے

قَبْلِ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ

برسنے سے پہلے وہ

لَمُبْلِسِينَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ إِلَىٰ آثَارِ

ناامید تھے پھر (اے مخاطب) تو اللہ کی رحمت کی

رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ

نشانیوں کو تو دیکھ کہ خشک ہونے کے بعد کس طرح سے

بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ

زمین کو سرسبز کرتا ہے بےشک وہی مردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے

وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۵۰﴾

اور وہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے

وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا

اور اگر ہم ہوا کوئی ایسی بھیجیں کہ جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں

لَظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ ﴿۵۱﴾

تو اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں

ترکیب

وکان حقا خبر کان مقدم و نصر اسمہا و یجوز ان یکون حقا مصدرا و علینا الخبر و یجوز ان یکون فی کان ضمیر الشان و حقا مصدر و علینا نصر جملۃ و خبر فی موضع خبر کان کسفا بفتح السین علی انہ جمع کسفۃ و سکونہا علی انہ بمعنی تخفیف قطعا متفرقۃ الودق المطر

تفسیر

بر و بحر میں انسان کی بدکاری کی وجہ سے خرابی ظاہر ہونے کا بیان فرما کر یہ بات جتلاتا ہے کہ اس پر بھی اس رحیم کریم نظام عالم کو باقی رکھتے ہیں ہوائیں چلاتے ہیں الخ۔ فقال ومن آیتہ ۔ ہواؤں کے چند فوائد بیان فرماتا ہے کہ جن پر بقا انسانی موقوف ہے۔

۱؎ کیف یشاء ۔ فی الاطوار المختلفۃ و التقادیر المتنوعۃ و الاشکال العجیبۃ و ذلک اشارۃ الی بطلان القول بالطبیعۃ المستقلۃ کما توہم الطبیعیون و ذلک اظہر دلیل علی وجود الصانع الحکیم القدیر السمیع البصیر ۱۲ حقانی

(۱) مبشرات کہ وہ خوشی دیتی ہیں۔ انسان کے بدن پر جب ہوا لگتی ہے تو اس کو فرحت ہوتی ہے۔ اور نیز بارش سے پہلے جب سرد ہوا چلتی ہے تو گویا مینہ کا مژدہ لاتی ہے۔

(۲) ولیذیقکم من رحمتہ ہواؤں کی وجہ سے انسان زندہ رہ کر دنیا میں اس کی رحمت اور نعمت کے مزے لیتا ہے اور انہیں سے پھل پھول کھیتی باڑی تیار ہوتی ہے یہی ہیں جو تصرفات کر وہ کرتی ہیں یہ دونوں باتیں بر یعنی خشکی سے متعلق ہیں۔

(۳) ولتجری الفلک الخ اس سے دریا میں کشتیاں چلتی ہیں۔

(۴) ولتبتغوا من فضلہ الخ کہ تم دریائی سفروں کی وجہ سے روزی تلاش کرتے ہو مچھلیوں کا شکار کرتے ہو۔ یہ دونوں باتیں بحر سے متعلق ہیں۔ ولعلکم تشکرون کہ تم شکر کرو سب سے متعلق ہے۔

اور من آیتہ کے ساتھ تعبیر کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہواؤں کا چلانا جس پر مدار زندگی ہے اسی کی قدرت کاملہ کی نشانی ہے تمہارے معبودوں میں سے کون کر سکتا ہے؟ یہ دلیل توحید و وجود باری ہے۔

ولقد ارسلنا من قبلک رسلا الخ یہاں سے مسئلہ نبوت کو کس لطف کے ساتھ ثابت کرتا ہے کہ جس طرح نظام عالم جسمانی کے لیے ہوائیں چلاتے ہیں اسی طرح نظام عالم روحانی کے لیے اپنے فضل سے انبیاء بھیجتے چلے آتے ہیں (کچھ آپ ہی کو نیا نبی نہیں بنایا جس پر وہ بہکتے ہیں) جو اپنی قوموں کے پاس آیات و معجزات لے کر آتے تھے۔ پھر جس نے نہ مانا ہم نے اس سے انتقام لیا اور ایمان والوں کی مدد کی کیونکہ یہ ہم پر لازم تھا کہ ہم ان کی مدد کرتے۔ اس پر کسی کا کوئی حق نہیں نہ کوئی بات لازم ہے مگر اپنے فضل سے وہ لازم کر لیتا ہے۔ اس جملہ میں نہایت اختصار کے ساتھ رسولوں کا بھیجنا اور ان کی امتوں پر سرکشی سے عذاب آنا ایمان والوں کا نجات پانا بیان فرما دیا اور مخاطبین کو اسرار نبوت سمجھا کر متنبہ کر دیا۔ مسئلہ اثبات وجود باری و توحید اور مسئلہ نبوت کو کس لطف کے ساتھ ثابت کر دیا اس کے بعد مسئلہ معاد کو ثابت کرتا ہے۔

اللہ الذی یرسل الریح الخ یہاں سے اور دوسری نعمت ظاہر فرماتا ہے کہ جس پر نظام عالم منحصر ہے وہ کیا؟ بارش کا بھیجنا۔ پھر اس سے زمین کا سرسبز و شاداب کرنا پھر اس نعمت کے بیان میں کیا کیا اشارات لطیفہ ہیں۔

(۱) اللہ الذی سے شروع کیا کہ یہ کام جس کا ہے وہ اللہ ہے نہ کہ تمہارے خیالی معبود۔

(۲) یرسل الریح کو مقدم ذکر کیا کہ مینہ سے پہلے ہم کیسی ہوائیں چلاتے ہیں پھر وہ ہوائیں بدلیاں اٹھاتی ہیں پھر اس کو آسمان پر ایسا کر کس طرح پھیلاتی ہیں کیف یشاء مگر جس طرح اللہ چاہتا ہے کہیں کم کہیں زیادہ کہیں ہر جگہ مساوی کبھی سیاہ رنگ کے بادل کبھی اور رنگ کے پھر سب کو گھنگھور گھٹا کر دیتا ہے۔ پھر اس میں سے مینہ برساتا ہے جس کو چاہتا ہے اس سے بہرہ مند کرتا ہے جس کو چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔ پھر اس سے بندے کیسے خوش ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے کہ جہان میں گرد و غبار اور گرمی بے شمار تھی کیسے ناامید تھے۔

(۳) یرسل کو بلفظ مضارع بیان فرمایا کہ ایک بار نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہم یوں ہی کیا کرتے ہیں۔

(۴) پھر اس نعمت سے مسئلہ معاد کو کس لطف کے ساتھ ثابت کیا کہ جس طرح ہم زمین کو زندہ کر دیتے ہیں جیسا کہ ہر سال تم معائنہ کرتے ہو اسی طرح لمحی الموتی الخ ہم مُردوں کو زندہ کر دیں گے ہم ہر بات پر قادر ہیں۔

اس کے بعد انسان کی ناشکری کرنے کی عادت بیان فرماتا ہے فقال ولئن ارسلنا الخ کہ اگر ہم ایسی ہوا چلاویں کہ جس سے کھیتی خشک ہو جاوے تو پھر یہ ناشکر ہو جاتے ہیں اور کیا کیا منہ سے بکنے لگتے ہیں۔

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ

پھر آپ تو نہ مُردوں کو　اور نہ بہروں کو

الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾

آواز سنا سکتے ہیں (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر جائیں

وَمَا أَنتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ

اور نہ آپ اندھوں کو گمراہی سے ہدایت کر سکتے ہیں

إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا

آپ تو صرف انہیں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں

فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾

سو وہی مان بھی لیتے ہیں۔

ع ۱۲

ترکیب

لا تسمع خبر ان الذا متعلق بتسمع، مدبرین حال من فاعل ولوا، انت اسم ما بھادی العمی خبرہ والباء زائدۃ۔

تفسیر

یہاں تک تو توحید و نبوت و معاد کے مسائل کو دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے ایسا ثابت کیا تھا کہ جو کوئی ذرا بھی عقل سلیم رکھتا ہو تو خود سمجھ لے مگر جو اس سے بھی بعید الفہم ہو تو ان کی کیفیت کسی سے سن کر مان لے مگر کفار کمہ اپنی بدبختی اور ازلی محرومی سے اس مرتبہ میں بھی نہ تھے اس پر بھی ان کا وہی اصرار وہی انکار چلا جاتا تھا تو اب ان کی نسبت یہیں صادق آگیا تھا کہ وہ حیات انسانی سے بہرہ ور نہیں گویا مُردے ہیں اور نہ ان کے حواس صحیح کام دیتے ہیں اندھے بہرے بھی ہیں۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ اس میں آپ کا کیا قصور ہے؟ یہ مُردے ہیں آپ مُردوں کو سنا نہیں سکتے، اور بہرے ہیں۔ ایسے بہروں کو جو پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہیں تو آپ انہیں بھی نہیں سنا سکتے۔ کاش بہرے ہوتے اور سامنے آتے ہاتھوں کے اشارے سے ہی سمجھ جاتے۔ مگر جب کہ انہوں نے یہ قصد مصمم کر لیا کہ ہم بہرگز نہیں مانیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھے اور یہ اندھے بھی ہیں آپ ان کو کیوں کر راہ راست پر لا سکتے ہو۔ آپ صرف ان لوگوں کے سنانے کو آئے ہیں کہ جن میں ایمان لانے کا مادہ اور صلاحیت ہے جس کو من یؤمن بآیاتنا کے ساتھ اس لیے تعبیر کیا کہ ان کی قابلیت و استعداد فعلیت کے مرتبہ کے پاس آ گئی ہے پس وہی مانتے ہیں فھم مسلمون فانک لا تسمع الموتیٰ سے لے کر فھم مسلمون تک یہ مطلب ہوا۔

فانک میں جو فا آئی ہے وہ اس لیے کہ وہ مُردے ہیں حیات انسانی ان میں نہیں پس آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے الموتیٰ سے مراد وہی کفار ہیں کہ ان کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی۔ اور الصم سے مراد بھی وہی لوگ ہیں کہ جن کو بہروں سے تشبیہ دی گئی۔ اور العمی سے بھی وہی مراد ہیں کہ جن کو اندھوں سے تشبیہ دی گئی۔ میت، صم، عمی کے الفاظ کا اطلاق حقیقت عرفی کے مطابق اسی متعارف مُردے بہرے اندھے پر ہوتا ہے جو ظاہری جان نہ رکھے، نہ ظاہری کان نہ ظاہری آنکھ۔ مگر کنایہ کے طور پر یا مجازاً بعلاقہ تشبیہ ایسے لوگوں پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

اذا ولوا مدبرین کی قید کا فائدہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو بھاگ اٹھے تو پھر کسی طرح بھی نہیں سن سکتا سنا تو درکنار۔ اور الا من یؤمن کے معنی بھی معلوم ہو گئے کہ جن میں ایمان کی قابلیت ہے

پس اب یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ جو انہی کی آیتوں پر خود ایمان لاتے ہیں ان کو سنانے کی کیا ضرورت؟ تحصیل حاصل ہے۔

ان آیات سے بعض علما نے استدلال کیا ہے کہ مردے نہیں سنتے اور اس کی سند میں کچھ احادیث و اقوال بھی پیش کرتے ہیں۔ آج کل یہ مسئلہ سماع موتیٰ یا ہمیں قیل وقال کا بڑا میدان ہو رہا ہے اگرچہ اس کی پوری تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے مگر مختصراً کچھ بیان کرتا ہوں۔ ان آیات میں تو عدم سماع موتیٰ کا اصلاً ذکر بھی نہیں اس لیے ان سے استدلال کرنا بے فائدہ بات ہے۔ نیز احادیث و اقوال ان سے بھی صاف نہیں معلوم ہوتا کہ میت سن نہیں سکتی بلکہ بہت سی صحیح احادیث اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں۔

ازاں جملہ وہ احادیث جو زیارت قبور کی بابت ہیں اور جن میں مردوں سے خطاب کر کے کلام کیا جیسا کہ ترمذی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان[1] پر سے گزرے تو یہ فرمایا السلام علیکم یا اہل القبور۔ اور اسی طرح مسلم نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع میں جا کر یہ فرمایا السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ اور ایسا ہی کلام بھی فرمایا۔

ازاں جملہ احادیث عذاب قبر ہیں جیسا کہ بخاری و مسلم نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ کر اس کے لوگ واپس پھرتے ہیں تو انہ یسمع قرع نعالہم وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے الخ۔

ازاں جملہ وہ جو بدر کے روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے مقتولوں سے خطاب کئے فرمایا تھا کہ تم نے آج دیکھ لیا اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا حضرت! یہ کیا سنتے ہیں؟ فرمایا تم سے بھی زیادہ وہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دیتے۔ اس کو بھی بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ نقلی دلائل کے جواب ہو چکے۔

اب رہی بحث عقلی، سو عقل سلیم بھی کہتی ہے کہ مر کر جسم سے روح کا تعلق بدن سے منقطع ہو جاتا ہے وہ جو حواس کے ذریعہ سے کام لیتا تھا اب تجرد کی وجہ سے ان کے بغیر کام لیتا ہے۔ خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ان کے ادراک کا تو کیا ٹھکانا ہے! رہی یہ بات کہ ان کو قاضی الحاجات مستقل سمجھ لیا جاوے جیسا کہ جہلا کا دستور ہے وہ ان کی حیات پر کیا موقوف ہے حیات میں بھی منع ہے ان کے مقامات متبرکہ سے فیوض و برکات بے شک جاری ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ

اللہ ہی ہے کہ جس نے تم کو کمزوری کی حالت سے پیدا کیا پھر

جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ

کمزوری کے بعد قوت عطا کی پھر

جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً

قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی علم (اور) قدرت والا ہے

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ

اور جس دن قیامت قائم ہوگی گنہگار قسمیں کھائیں گے کہ

مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا

ہم ایک گھڑی بھر (دنیا میں) نہیں ٹھہرے ایسے ہی (وہ) ... بھی

[1] مدینہ میں شہر کے باہر شرقی رخ ایک قبرستان ہے۔

يُؤْفَكُونَ ۝٥٥ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا
بہکے ہوئے تھے اور علم اور ایمان
الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي
والے کہیں گے کہ تحقیق البتہ تم رہے
كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ فَهَٰذَا
دفتر میں اللہ کے قیامت تک ٹھیرے رہے ہو سو یہ ہے
يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِنَّكُمْ كُنتُمْ
قیامت کا دن لیکن تم تو اس کو
لَا تَعْلَمُونَ ۝٥٦ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنفَعُ
جانتے ہی نہ تھے پس اس دن ظالموں کو
الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا
عذر کرنا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ
هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝٥٧
ان کا عذر قبول کیا جائے گا۔

ترکیب

الضعف بالفتح والضم لغتان۔ من ضعف من للابتداء ای ابتدأکم ضعفاء واساس الانسان الضعف کما قال خلق الانسان من عجل ثم من البلاء ویمکن ان یقال نکم من اصل ضعیف وهو النطفة علی ان یراد الضعف بمعنی الفاعل او علی تقدیر المضاف ویوم تقوم الساعة والعامل فیه یقسمون یحلف ما لبثوا ای فی الدنیا او فی القبور۔ فی کتاب الله ای فی علمه او اللوح المحفوظ۔ فهذا مبتدأ یوم البعث خبره۔ فیومئذ لا ینفع المعذرة۔ الذین مفعول لا ینفع معذرتهم مصدر مضاف الی الفاعل والمجموع فاعل ولا هم یستعتبون لا یدعون الی ما یزیل عتبهم ای غضبهم۔

تفسیر

اللہ الذی خلقکم من ضعف یہاں سے پھر دلائل توحید شروع ہوتے ہیں۔ پہلے دلائل آفاق تھے یہ دلائل الانفس ہیں کہ جو انسان کی ذات اور اس کے حالات سے متعلق ہیں۔ فرماتا ہے اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو کمزوری کی حالت میں پیدا کیا یعنی تمہاری ابتدا نہایت کمزوری کے ساتھ تھی تمہاری بنیاد کمزور تھی جیسا کہ فرمایا خلق الانسان ضعیفا یا یوں کہو تم کو ایک کمزور چیز سے بنایا وہ کیا؟ منی جو ایک قطرۂ آب ہے۔ ثم جعل من بعد ضعف قوۃ پھر کمزوری کے بعد تم کو زور آوری عطا کی بالغ ہونے کے بعد یعنی تمام ایام شباب شروع ہونے کے بعد۔ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبۃ یہ تیسری حالت ہے کہ قوت کے بعد پھر تم کو کمزور اور بوڑھا کر دیتا ہے یخلق ما یشاء وهو العلیم القدیر وہ جو چاہتا ہے بناتا ہے اپنے احوال مختلفہ میں غور کرو کہ تمہاری کیسی صورتیں مختلف بنائیں پھر تم کو قوت اور ضعف کے میدان میں کیسی اچھی قلبیاں دیں۔ پھر اس کے علیم و قدیر ہونے میں کیا شک؟ ایسے علیم و قدیر کے نزدیک قیامت قائم کر کے مُردوں کو زندہ کرنا اور ان سے حساب و کتاب لینا کیا بعید ہے؟ اسی لیے فرماتا ہے ویوم تقوم الساعۃ اس جگہ قیامت کی قدرت کیفیت بیان فرماتا ہے۔ اور قرآن کی عادت ہے کہ مبدء کے بعد معاد ذکر فرمایا کرتا ہے۔

وہ کیفیت یہ ہے یقسم المجرمون ما لبثوا غیر ساعۃ کفار قسم کھا کر کہیں گے کہ دنیا میں ہم ایک ساعت سے زائد نہیں رہے تھے۔ قیامت کی شدت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی اور سال دو سال کی عیش و کامرانی ایک گھڑی بھر کی معلوم ہوگی۔ وہاں یہ غلط بندی جا رہے گی کذلک کانوا یؤفکون دنیا میں بھی ایسے ہی خیالی غلط اور اوہام

باطلامیں پھنسے ہوئے تھے۔ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے تھے دنیا کی چند روزہ کام رانی کو عیش جاودانی سمجھتے تھے۔ آخرت سے غافل ہو کر اسی کے نشہ میں محو رہتے تھے۔

پس جس طرح دنیا میں ان کی غلط پنداری کو اہل علم انبیاء علیہم السلام پر ان کے ناثب ظاہر کر کے راہ حق بتلاتے کی کوشش کرتے تھے اور یہ اس حق کو جھوٹ جانتے تھے، اسی طرح دار آخرت میں اصلی بات بتلادیں گے۔

وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتب الله میں لکھے کے موافق قیامت تک ٹھیرے تھے پس یہ قیامت موجود ہے جسے تم جھوٹ ہونے تھے ولکنکم کنتم لا تعلمون۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ما لبثوا غیر ساعة مرنے کے بعد عالم برزخ میں ٹھیرنے کی بابت کفار کہیں گے جیسا کہ آیا ہے من بعثنا من مرقدنا کہ کس نے ہم کو ہماری خواب گاہ سے بیدار کر دیا۔ اس تقدیر پر اہل علم و ایمان کا جواب بہت ٹھیک ہو جاوے گا کہ تم یوم البعث تک ٹھیرے ہو۔ اول قول میں قیام دنیا مراد لینے کی صورت پر بھی یہ جواب ٹھیک ہو سکتا ہے کس لئے کہ ان کا کلام جماعت کفار کے مقابلہ میں ہوگا اور گو ہر ہر شخص نہیں جماعت کفار تو دنیا میں یوم البعث تک ٹھیری تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عالم برزخ کا قیام بھی دنیا کے قیام کا اثر ہے۔ واللہ اعلم۔

فیومئذ لا ینفع کو کرتا ہے اس روز ظالموں کا کوئی عذر نہ قبول ہوگا۔ ولا ہم یستعتبون لا یطلب منہم العتبیٰ ای الرجوع الی ما یرضی اللہ جلالین۔ یعنی کسی نیک کام کرنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی مہلت نہ ملے گی۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ

اور البتہ اس قرآن میں ہم نے لوگوں کے لئے ہر ایک قسم

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ

کی مثال بیان کر دی ہے اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی

بِآيَةٍ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ

نشانی لائیں تو جو منکر ہوگئے ہیں یہی کہیں گے کہ تم (سب)

أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿۵۸﴾ كَذَٰلِكَ

مسخرے ہو محض فریبی ہو　اللہ نادانوں کے

يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ

دلوں پر　اسی طرح سے　مہر کر دیا

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ

کرتا ہے ف　پس (اے نبی) صبر کیجئے بے شک

اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ

اللہ کا وعدہ حق ہے اور یقین نہ کرنے والے آپ کو

لَا يُوقِنُونَ ﴿۶۰﴾

خفیف نہ کرنے پائیں۔

ف آریہ عیسائی وغیرہ قرآن مجید پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ قرآن خدا تعالیٰ کی ذات میں عیب ثابت کرتا ہے جیسا کہ دلوں پر مہر کر دینا، گمراہ کر دینا وغیرہ۔ باوجود دعوائے ہدایت کے ایسے فرمانا بھی اس کی شان سے بعید ہے۔ اس اعتراض کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں کہ ہر کتاب ہر زبان میں ہر علم کے محاورات مخصوص ہوتے ہیں۔ جب تک ان کو نہیں معلوم کیا جاتا ایک ناسمجھ کوتاہ شخص حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ دلوں پر مہر کر دینا، آنکھوں پر گمراہی کی دیوار کھینچ دینا، ان کی ازلی کوری اور اس پر ان کے اعمال ارادیہ سے اسباب گمراہی پیدا کر لینا مراد ہے۔ جس کو بطور استعارہ ان کے بیان فرمایا جاتا ہے۔

اور اعتراضات کا بھی ایسا ہی حال ہے جو منکر

ﷺ　ﷺ　ﷺ　ﷺ

ترکیب

من کل مثل فی محل النصب لکونہ مفعولا لضربنا لے بیناہ للناس متعلق لضربنا لے ان القرآن شموی یجیس وایجاز کلما لاکالشمس الستارۃ فی قراءتنا و سن مواضعہا لمصادر القرآن فی کل ابواب ہو کالامثال السائرۃ حتی ایجا الطبائع الصافیۃ کذالک ایے مثل ذلک الطبع۔

تفسیر

مسئلہ معاد کے بعد مسئلہ رسالت پر کس لطف کے ساتھ کلام تمام کرتا ہے فقال ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل۔ مسئلہ رسالت کی بابت دو باتیں بیان ہوئیں۔

اول سب سے بڑھ کر اس کتاب کی خوبی مدنظر کی جاتی ہے کہ جس کو رسول اللہ کا دستور العمل بنا کر عالم کو اس پر چلنے کا حکم دیتا ہے اور جس کو اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب کہتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں اگر یہ خوبی نہ ہو تو وہ جملہ کی حاجات کو کافی نہ ہو اور انسانی جذبات یا اس کے طبعی جذبہ دماغ میں پوری تاثیر نہ ہو پس وہ کتاب اللہ نہیں۔ ہر شخص کا کلام خود کہہ دیتا ہے کہ میں کس کا کلام ہوں۔ بادشاہوں کی بات چیت میں سے وہی شاہی رعب و داب ٹپکتا ہے۔ حکیم کا کلام حکمت سے پر ہوتا ہے۔ شہوت پرست کے کلام میں شہوانی خیالات ہوتے ہیں اسی طرح اللہ کا کلام اس کے اوصاف کے موافق ہوتا ہے (دیکھو آج کل جو کتابیں اہل کتاب کے ہاتھ میں ہیں یا اور لوگ جن کو کتاب الٰہی کہتے ہیں ان کے مطالب پر غور کرو صاف معلوم ہو جائے گا یہ کلام اللہ کے لائق نہیں بلکہ کسی مؤرخ یا خیالات اعلیٰ کے پابند کا کلام معلوم ہوتا ہے) اس پہلی بات کے لیے یہ جملہ ولقد ضربنا ارشاد فرمایا کہ قرآن میں لوگوں کے لیے ہر حاجت کا پورا کرنے والا کلام ہے اور کلام بھی فلسفیانہ ایچ پیچ میں نہیں بلکہ ایسا کہ جیسے مثالیں ہوتی ہیں کہ جن کو طبائع بشریہ بہت جلد قبول کر لیتی ہیں۔

دوسری بات جو نبوت اور رسالت کے متعلق ہے معجزات ہیں جن کو آیات کہتے ہیں اس کی بابت فرماتا ہے ولئن جئتہم بآیۃ کہ ان کفار کا انکار اور ہٹ دھرمی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر آپ ان کے پاس کوئی بڑے سے بڑا معجزہ بھی لائیں یا کسی قسم کی کوئی نشانی دکھاویں تو وہ ہرگز نہ مانیں گے بلکہ آپ کو جھوٹا بتلاویں گے۔ انسان کی جب یہ حالت ہوتی ہے کہ جس کو دلوں پر خدا کی مہر کرنے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے تو اس کی نسبت صاف یوں کہا جاتا ہے کذلک یطبع اللہ علیٰ قلوب الذین لا یعلمون کہ ان نادانوں سرکش جاہلوں کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی اور وہ ایسا ہی کر دیا کرتا ہے یعنی تقدیر ازلی نے ان کو اس قابل ہی نہیں رکھا کہ وہ نیکی کی بات مانیں۔ ایسی حالت میں خدا تعالیٰ کا دستور یوں جاری ہے ان کے لیے گو وہ ہزار درخواست کریں معجزہ نہیں دکھایا جاتا کیونکہ اگر معجزہ دکھایا جاوے اور نہ مانیں تو اور بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں۔

معجزات نہ دکھانے کا ثبوت انجیل سے

خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسے موقع پر معجزات دکھانے سے انکار کیا ہے دیکھو انجیل متی کے سولھویں باب کے شروع میں یہ ہے:۔

"فریسیوں اور صدوقیوں نے آ کے آزمائش کے لیے اس سے چاہا کہ ایک آسمانی نشان ہمیں دکھا۔ اس نے جواب میں ان سے کہا کہ ... اس زمانے کے برے اور حرام کار لوگ

نشان ان کو دکھائے ہیں پھر پوشیدہ کوئی نشان ان کے سوا کوئی نشان دکھایا نہ جائے گا۔

اور اسی طرح انجیل مرقس کے آٹھویں باب کے گیارہویں اور بارہویں میں ہے "تب فریسی نکلے اور اس سے حجت کرکے اس کے امتحان کے لیے آسمان سے کوئی نشان چاہا اس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کے کہا کہ اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔" اور اسی طرح قرآن میں کے اول باب ۱۲ اور ۱۶ میں ہے۔ قرآن مجید میں اجمالاً کہیں معجزہ دکھانے سے انکار آیا ہے وہ اسی قسم کا ہے۔ پادری انہیں چند لوگوں کے اعتراض کا دہرایا کرتے ہیں۔

فاصبر ان وعد اللہ حق جب مخالف کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر ان سے سیکڑوں تکالیف اور بے ادبی برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو صبر کا حکم ہوا اور تسلی دی گئی کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ان پر ضرور عذاب آئے گا اور ایمان والے دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

ولا یستخفنک الخ اور اے نبی! آپ ان کے تمسخر سے دل میں خفیف نہ ہوں یا یہ معنی کہ ان کے مقابلہ میں آ کر آپ کوئی خفیف بات نہ کریں جو شان نبوت کے برخلاف ہو۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

سورۃ لقمٰن

مکیہ ہے اس میں چونتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ

یہ آیتیں ہیں حکمت والی

الْحَكِيْمِ ② هُدًى وَّرَحْمَةً

کتاب کی جو ہدایت اور رحمت ہے

لِّلْمُحْسِنِيْنَ ③ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

نیک بختوں کے لیے وہ جو قائم رکھتے

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

نماز اور دیتے زکوٰۃ اور وہ

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ

آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ

عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ

اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤ وَمِنَ النَّاسِ

فلاح بھی پانے والے ہیں اور بعض آدمی ایسے بھی ہیں

مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ

جو کھیل کی باتیں خرید کرتے ہیں تاکہ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا

بے سمجھے بوجھے لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اس کی ہنسی

هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

اڑائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو ذلت کی سزا

مُّهِيْنٌ ⑥ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا

ہونی ہے اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں

وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا

تو اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس کو سنا ہی نہیں

كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ

گویا اس کے کانوں میں ٹھیٹیں ہیں سو اسے سنا دو

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

اس کو عذاب الیم کا مژدہ سنا دو۔

ترکیب

ھدی ورحمۃ حالان من الآیات والعامل فیہا معنی الاشارۃ ویجوز خبر بعد خبر ہم للتوکید وللفصل جملۃ یریدوا الحدیث بشرا او اختلاف الا الجملۃ ویتخذھا بالنصب عطفا علی لیضل والرفع عطف علی یشتری والضمیر یعود علی السبیل او علی الحدیث لانہ یراد بہ الاحادیث وقیل علی الآیات کان لم یسمعہا موضعہ حال وحال ثانی کان فی اذنیہ بدل منہا

تفسیر

چونکہ اخیر سورۂ روم میں ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل فرمایا تھا جس میں اعجاز قرآن کی طرف اشارہ تھا اور اس کے بعد قوم کی سرکشی بیان ہوئی تھی۔ ان دونوں باتوں کی تاکید اس سورت کے اوائل میں فرماتا ہے۔ اور سورت کو انہیں مفردات الم کے ساتھ شروع کیا۔ اس رمز کے لیے کہ جس کا ہم سورۂ عنکبوت کی ابتدا میں ذکر کر آئے ہیں۔ اس جگہ الف سے اشارہ اللہ کی طرف اور ل سے جبرئیل کی طرف اور م سے محمد کی طرف ہے۔ جس کے یہ معنی کہ یہ کتاب اللہ نے جبرئیل کے واسطے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ پھر اس کی تصریح تلک آیت الکتب الحکیم میں کر دی کہ یہ آیات کتاب پرحکمت کی ہیں۔

پہلی بات کی تاکید المفلحون تک ہے۔ ان جملوں میں بظاہر کتاب یعنی قرآن مجید کی مدح ہے کہ یہ کتاب پرحکمت ہے جو کچھ اس میں ہے وہ بندوں کے لیے عین حکمت ہے نیک بختوں کے لیے ہدایت ہے۔ ان کو مقاصد دینی و دنیاوی کی راہ راست دکھاتی ہے اور نیز رحمت بھی ہے کہ بہ نسبت امم سابقہ کے اس امت کے لیے اس میں نہایت سہل احکام ہیں اور نیز یہ بھی ہے کہ اس کے تلاوت کرنے والے پر خدا کی رحمت بھی ہوتی ہے اور نیز قرآن پر عمل کرنے والے کے دل میں رحمت یعنی نرم دلی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کتاب رحم دلی کا برتاؤ سکھاتی ہے۔ اگر میں ان آیات اور احادیث کو اس بارے میں نمونہ کے طور بھی لکھوں تو ایک جداگانہ کتاب تیار ہو جاوے۔

الذین یقیمون الصلوٰۃ سے محسنین کا بیان ہوتا ہے کہ محسنین یعنی نیک بخت لوگ کون ہیں؟ وہ ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اس میں حکمت عملیہ کے دونوں جزو بدنی اور مالی عبادت آگئیں۔

وھم بالآخرۃ ھم یوقنون اور آخرت پر یقین بھی رکھتے ہیں۔ یہ حکمت نظریہ کے جمیع اجزا کو شامل ہے کس لیے کہ جو اپنی آخرت پر ایمان رکھتا ہے ضرور اللہ تعالیٰ پر مع صفات بھی ایمان رکھتا ہے جو وہاں آخرت میں جزا و سزا کا دینے والا ہے اور اسی طرح ملائکہ اور انبیاء اور کتب منزلہ پر بھی ایمان رکھتا ہے جو وہاں آخرت کے لیے سعادت کے باعث اور شقاوت سے مانع ہیں۔ اب ایمان اور عمل صالح دونوں کا ہونا نیک بختی میں ضروری ہے اور ایمان میں دار آخرت کا ذکر اس لیے ہوا کہ یہی مسئلہ اہم تھا۔ مخالف زیادہ تر اسی کے منکر تھے۔ اور اعمال صالحہ کے بعد اس کا ذکر اس لیے آیا کہ معلوم ہو جاوے کہ اعمال صالحہ وخیرات آخرت کا توشہ ہے۔ سورۂ بقرہ میں ھدی للمتقین آیا تھا اور یہاں ھدی و رحمۃ للمحسنین آیا۔ ایک تو ہدایت کے بعد رحمت کا لفظ زیادہ ہوا اس لیے محسنین کا لفظ بھی آیا کس لیے کہ احسان کا مرتبہ تقویٰ سے بالا ہے۔ کیونکہ حدیث جبرئیل میں کہ جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اسلام و ایمان کے بعد احسان کا بیان

سوال ہوا ہے جس کے معنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائے۔

تعبد اللہ الخ کہ اللہ کی یہ سمجھ کر عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو یہ سمجھو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

پس جس طرح کتاب کے حق میں ازدیاد کیا گیا تو اسی طرح کتاب سے نفع اٹھانے والے کے حق میں اور زیادہ مدح کا لفظ کیا۔ ولطفہ مالا یخفی علی ارباب البصیرۃ۔ پھر ان کے لیے دو باتیں انعام میں عطا کی ہے۔

اول اولئک علی ھدی من ربھم کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی ہدایت پر قائم ہیں نہ وہ کہ جو دیگر اعمال پر کر کے ان کو سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ گویا ان کے ہدایت پر ہونے کی اللہ نے شہادت اور اس کی پورا اطمینان دلا دیا۔

دوسری واولئک ھم المفلحون کہ یہی فلاح پانے والے ہیں۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ نہ ان کے برخلاف لوگ۔ نجات کا بھی پورا اطمینان کر دیا۔ اور اپنے نیک بندوں کو بھی جتلا دیا۔

اس کے بعد اس طریقہ فلاح کے برخلاف لوگوں کا ذکر فرماتا ہے وہ لوگ کہ جن کا ذکر ولئن جئتھم بآیۃ الخ میں آیا تھا کہ جو آیات الٰہی کے منکر ہیں۔ پس فرماتا ہے۔ ومن الناس الخ کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو بے ہودہ باتیں لوگوں کو اللہ کے رستہ سے بہکانے کے لیے خرید کرتے ہیں۔ لھو الحدیث الاضافۃ بمعنی من لان الحدیث الذی ہو لھو منکر (یعنی یزیدی) انہیں مابین کالاحادیث التی لا اصل لہا والاساطیر التی لا اعتبار فیہا والمضاحیک وفضول الکلام (بیضاوی) کہ لھو الحدیث لایعنی اور بے فائدہ کلام جیسا کہ وہ باتیں کہ جن کی اصل نہ ہو اور وہ قصے کہ جن میں کچھ عبرت نہ ہو اور ہنسانے والی باتیں اور فضول کلام۔

ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ قسم کھا کر کہتے تھے کہ لھو الحدیث راگ ہے (ہ راگ) قرطبی کہتے ہیں لھو الحدیث کی تفسیر میں جو عمدہ بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مراد راگ ہے اور یہی صحابہ اور تابعین کا قول ہے۔ اور بخاری نے الادب المفرد میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد غنا یعنی راگ ہے اس کو وہ قسم کھا کر کہتے تھے۔ طبری کہتے ہیں کہ علماء امصار راگ کے ممنوع اور مکروہ ہونے پر متفق ہیں، مگر ابراہیم ابن سعد و عبیداللہ عنبری جماعت کے مخالف ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لھو الحدیث میں بے فائدہ باتیں اور لغو قصے کہانیاں اور مجلس حضرت پن کی باتیں داخل ہیں جن سے مجلس گرم کی جاتی ہیں اس میں وہ اشعار بھی داخل ہیں کہ جن میں معشوقوں کے خدوخال اور اعضاء مستورہ کی توصیف اور دیگر شہوت انگیز باتیں ہوتی ہیں۔ اور بہت سے علماء کے نزدیک راگ بھی مطلقاً اس میں داخل ہے اور ستار، سارنگی وغیرہ تو بالاتفاق حرام ہیں۔ فقہاء و محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ باجوں میں طبل غازی اور عیدین اور شادیوں میں دف بجانا مستثنیٰ ہے۔ مگر نفس راگ میں تردد سے کلام ہے۔ وہ یہ کہ شہوت انگیز مضامین کا گانا حرام ہے۔ لیکن وہ اشعار کہ جن میں دنیا کی نفرت اور خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ پس جس طرح ان اشعار کا تصنیف کرنا ممنوع نہیں اسی طرح کسی خاص وقت میں ان کا سننا بھی ممنوع نہیں خواہ وہ خوش آوازی کے ساتھ ہو یا بغیر اس کے۔ ان احادیث و اقوال پر نظر کر کے جو اس کی اباحت کی طرف اشارہ کرتے ہیں عوارف المعارف اور احیاء العلوم میں اس کا بخوبی فیصلہ کر دیا ہے۔ اور اس کی بھی اباحت اہل اللہ کے لیے مخصوص کی ہے جن پر غلبہ حال اور شوق ہے پھر اس کے لیے مکان اور زمان اور اہل مجلس کے اہل ہونے کی قید لگائی

بعض صورتیں حرام جو لوگ سنتے تھے انہیں ان باتوں سے نہ
اس طور سے کہ جیسا آج کل مروج ہے اس کے مشروع ہونے میں
کسی اہل علم کو کلام نہیں۔ (تفسیر مظہری وغیرہ)۔

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت
ایک قریشی کی بابت نازل ہوئی ہے جو ایک گانے والی
چھوکری خرید کر لایا تھا۔ اور کلبی نے ابن عباسؓ سے نقل
کیا ہے کہ نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی ہے جو
گانے والی چھوکریاں خرید کر لاتا تھا جس کو سنتا تھا کہ وہ
اسلام لانا چاہتا ہے اس کے پاس بھیجتا تھا اور کھانا کھلاتا
اور شراب پلاتا تھا اور کہتا تھا یہ بہتر ہے یا وہ باتیں کہ جن
کی طرف تم کو محمد بلاتا ہے کہ نماز پڑھو روزہ رکھو جھوڑ کر۔
بعض کہتے ہیں کہ وہ رستم و اسفندیار کے قصے بھی لاتا تھا جن کو
لوگوں کو سنا کر قرآن سے روکتا اور یہ کہتا تھا کہ محمد عاد
و ثمود کے قصے سناتا ہے میں رستم و اسفندیار کے ذکر۔
بہرحال وہ آیات الٰہی کے ساتھ تمسخر کرتا ہے اس کی رو سے
دو فعل بیان ہوئے۔ اول یہ کہ وہ لہو الحدیث خدا
کے رستے سے روکنے کے لیے خریدتا ہے کہ لوگ اس طرف
متوجہ ہوں اس کو چھوڑ دیں۔ دوسرا یہ کہ وہ اللہ کے رستے
یا اس کی آیات سے تمسخر کرتا ہے یعنی لہو الحدیث کو تمسخر
کے لیے اختیار کرتا ہے۔ اس مسخری کی سزا بیان فرماتا ہے:
اولئک لہم عذاب مہین کہ ان کو ذلت کا عذاب ہوگا۔
عذاب بمقابلہ لہو الحدیث خرید کر گمراہ کریں گے ذلت تمسخر
کے سبب۔ اور تمسخر کا نتیجہ ذلت ہے۔ تمسخر آدمی کا
عیب نہیں رہا کرتا۔ تکبر دلوں میں خلل ہو جاتا ہے۔

واذا تتلی علیہ آیتنا الخ یہ اس بدکردار کی تیسری
حرکت بیان فرماتا ہے کہ جب اس کو آیات الٰہی پڑھ کر
سنائی جاتی ہیں تو منہ موڑ کر اس طرح سے چل دیتا ہے کہ گویا
سنا ہی نہیں اور گویا اس کے کانوں میں ثقل ہے یعنی بہرا ہے
اس کی سزا فبشرہ بعذاب الیم کی اس کو دردناک یعنی
بڑے سخت دکھ دینے والے عذاب کا مژدہ سنا دو کہ جس کو عذاب
الیم کہتے ہیں۔

گو یہ آیات مذکورہ میں ایک شخص کی طرف روئے سخن ہے
مگر اس کی کچھ خصوصیت نہیں جو کوئی ایسا ہو۔ اس زمانے
میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اسلام اور اللہ کی خبر سے روکنے
کی سیکڑوں تدبیریں کیا کرتے ہیں۔ کہیں اسلام پر بیجا
اعتراضات کرتے ہیں۔ کبھی اہل اسلام کے نماز روزہ پر
تمسخر کیا جاتا ہے۔ کہیں ناچ رنگ کی محفلیں کر کے صرف ان کا ہی
خدا کو آزردہ کیا جاتا ہے۔ کہیں علوم اسلام اور علماء کرام کی
توہین کر کے علم دین سے روکا جاتا اور کفار کے لاطائل علوم کی طرف
رغبت دلائی جاتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے
لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ﴿٨﴾ خَالِدِينَ فِيهَا
ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں جہاں ہمیشہ رہا کریں گے
وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾
اللہ کا سچا وعدہ ہو چکا اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے
خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا
اسی نے آسمانوں کو بے ستونوں کے بنایا جیسا کہ تم دیکھتے ہو
وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن
اور زمین میں ڈال دیئے پہاڑوں کا لنگر (تا) کہ
تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ
تم کو لے کر جھک نہ جائے اور اس میں ہر ایک قسم کے جاندار
دَابَّةٍ ۚ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے مینہ برسایا

فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ

پھر ہم نے　زمین میں　ہر قسم کی　عمدہ چیزیں

كَرِیْمٍ ⑩ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ

اگائی ہیں　یہ سب کچھ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے

فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ

پھر مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا　غیر نے　کیا بنایا

دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ⑪

ہے　بلکہ　ظالم　صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں

تفسیر

ان الذین امنوا الخ قرآن کی عادت ہے کہ جب اہل شقاوت کا ذکر اور ان کی سزا کا بیان ہوتا ہے تو اہل سعادت اور ان کے انعام و اکرام کا بھی ذکر کرتا ہے اس لیے یہاں اہل سعادت کا ذکر کرتا ہے کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ان کے لیے جنات النعیم ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں گے ممکن ہے کسی کو یہ وہم ہو لیکن وعد اللہ حقا اللہ کا وعدہ برحق ہے وھو العزیز وہ زبردست ہے اس کو وعدہ پورا کرنے میں کوئی مجبوری لاحق نہیں ہوتی۔ الحکیم حکمت والا ہے۔ ان کے تمسخر پر جو علم ہے اور مومنوں کو جلدی بدلہ نہیں ملتا اس کی کوئی حکمت ہوتی ہے۔

خلق السمٰوٰت بغیر عمد ترونہا الی العزیز الحکیم

ہونے پر ایک دلیل لاتا ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا جن کو تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ آسمانوں کو گروی شکل بنایا یعنی گول۔ ستونوں سے بے پروا کر دیا ہے۔ و القی فی الارض رواسی اور زمین میں ثقل یعنی بوجھ ڈال دیا کہ تم کو لے کر ادھر ادھر نہ جھکے۔ وبث فیہا من کل دابۃ آسمانوں اور زمین کو تیار کر کے زمین پر گونا گوں جانور پھیلائے۔ دو پاؤں پر چلنے والے۔ بغیر پاؤں کے چلنے والے اور پاؤں سے چلنے والے۔ ہر چار پاؤں سے پھر اس سے بھی زیادہ پاؤں سے چلنے والے جن کی صدہا اقسام ہیں۔ پھر ان کی روزی کا یہ بندوبست کیا وانزلنا من السماء ماء آسمان سے پانی برسایا اور اس سے ہر قسم کی جڑی بوٹیاں اناج اور گھاس اگائیں۔ پھر ایسے شخص سے زیادہ کون عزیز ہے اور کون حکیم ہے۔

اس موقع پر مسئلہ توحید کے بیان کرنے کا بھی عمدہ قرینہ نکل آیا اس لیے فرماتا ہے ھذا خلق اللہ یہ سب کچھ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے فارونی ماذا خلق الذین من دونہ اب تم مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا کسی اور نے کیا بنایا ہے؟ کسی نے کچھ بھی نہیں، پھر جب کچھ بھی نہیں بنایا تو ان کی خدائی کیسی اور ان کی عبادت کیا؟ بل الظلمون فی ضلل مبین۔ کم بخت بدنصیب صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جو کسی اور کو اس کا شریک کرتے ہیں۔ رد شرک کے لیے کیا عمدہ برہان ہے جس کو علم سے لے کر جاہل تک برابر سمجھ سکتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک پادری مجمع میں بڑے زور شور سے کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ مسیح خدا ہے اور خدا کا بیٹا ہے۔ اتفاقاً وہاں ایک دہقانی گنوار بھی موجود تھا اس نے کہا پادری صاحب اگر عیسیٰ خدا کا سپوت بیٹا لائق بیٹا ہے تو کوئی آسمان و زمین

ع ۱۱
۱۰

لہ تروج من کل جنس جمانا، و المراد النبات الکریم یحمد او غیر محمود، والشجر کا کریم یسمی فتقسم قسمین تحریم لما من کرم اذا یانی کثیرہ من غیر حساب او کریم مثل شیخ المتقین من المجسم. حقانی۔

اس کا بنایا ہوا مجھے دکھاؤ اور جو اس نے باپ کی طرح کوئی
چیز نہیں بنائی تو کیونکر مسیح کو لائق بیٹے کا ذکر کیا ہے ؟
پادری صاحب بغلیں جھانکنے لگے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ
اور ہم نے البتہ لقمان کو دانائی عطا کی تھی (اور کہا تھا) کہ

اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ
کہ اللہ کا شکر کیا کرو اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے بھلے کو

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ
شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی سو اللہ بھی بے نیاز ستودہ (صفات)

حَمِيْدٌ ⑫ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ
ہے اور (یاد کرو) جب کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت

وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ
کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا! اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ⑬ وَوَصَّيْنَا
بے شک شرک کرنا بڑا ہی ظلم ہے اور ہم نے تاکید کی

الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ
انسان کو اس کے ماں باپ کی بابت [illegible] اس کو اس کی ماں نے دکھ پر دکھ

وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ
اٹھا کے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹا

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ
(اور حکم دیا) کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر گزار رہ میری ہی طرف

الْمَصِيْرُ ⑭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي
پھر کر آنا ہے اور اگر وہ تجھ سے اس بات پر جھگڑیں کہ تو

اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ
میرے ساتھ اس کو شریک کرے کہ جس کا تجھ کو علم بھی نہ ہو

فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا
تو ان کا کہنا نہ مان اور (ہاں) دنیا میں ان کے ساتھ

مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ
نیکی سے پیش آ اور ان لوگوں کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع

اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ
ہوئے ہیں پھر تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر تم کو بتا دوں گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑮ يٰبُنَيَّ
کہ تم کیا کیا کرتے تھے بیٹا!

اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
اگر کوئی (عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو

فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ
پھر وہ کسی پتھر میں ہو یا آسمانوں

اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ
یا زمین میں بھی ہو تو اس کو بھی اللہ لا حاضر کرے گا بے شک

اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ⑯ يٰبُنَيَّ اَقِمِ
اللہ باریک بین خبردار ہے بیٹا! نماز

الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ
قائم کیا کر اور نیک بات کی نصیحت کیا کر اور بری

عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ
بات سے منع کیا کر اور جو تجھ پر مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر

اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ⑰ وَ
بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں اور

لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا
لوگوں سے بے رخی سے گال نہ پھلا اور

[illegible]
[illegible]

تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ

زمین پر اترا کر چل کیونکہ اللہ

لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ وَ

کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا اور

اقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ

درمیانی چال چل اور دھیمی آواز سے

صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ

بات کر کیونکہ آوازوں میں بری

لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿١٩﴾

آواز گدھے کی ہے۔

ترکیب

ان اشکر للہ تفسیر للحکمۃ او ان بتاویل المصدر. الحکمۃ فی حسن القول یٰبنی بیاء التصغیر و یاء المتکلم والیاء الثانیۃ یاء المتکلم و کذا حذفت لدلالۃ الکسرۃ علیہا قرأ ابن کثیر ابنی اسکنت وبقرء بالفتح وفیہ وجہان احدہما انہ ابدل الکسرۃ فتحۃ فانقلبت یاء الاضافۃ الفا ثم حذفت الالف کما حذفت الیاء مع الکسرۃ واصلہا والثانی ان الالف حذفت من اللفظ لالتقاء الساکنین وھنا المصدر حال من الامر بتقدیر مضاف ای ذات واہی اوہو مفعول مطلق لفعل محذوف ای تمشی مرحا۔ معروفا صفۃ المصدر محذوف ای صحابا معروفا وقیل التقدیر بمعروف۔ انما الحمیر للنفعۃ۔

تفسیر

سلسلہ شروع میں فرمایا تھا کہ یہ آیات پُر حکمت کتاب کی ہیں۔ اس جگہ بعض اہل حکمت کے اقوال نقل فرماتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اور اس کی توحید کا اعتقاد ان حکیموں کا بھی قول ہے کہ جن کی حکمت کے تم بھی قائل ہو اور جن کے اقوال دلائل عقلیہ پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ قرآن مجید کس قدر حکیم ہے۔

اس لیے یہاں لقمان حکیم کا ذکر کیا ہے فقال ولقد آتینا لقمٰن الحکمۃ کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی۔ حکمت کے معنی طبابت کے نہیں بلکہ الحکمۃ فی عرف العلماء استکمال النفس الانسانیۃ باقتباس العلوم النظریۃ واکتساب الملکۃ التامۃ علی الافعال الفاضلۃ علی قدر طاقتہا۔ بیضاوی (یعنی) حکمت علما کے ہاں بقدر طاقت علوم نظریہ حاصل کرنے کے بعد عمدہ افعال عمل میں لانے کا ملکہ تامہ حاصل کر کے نفس انسانیہ کے کامل کرنے کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں ہی الاصابۃ فی القول والعمل۔ مدارک۔ کہ بات اور عمل کرنے میں راہ صواب پر ہونا حکمت ہے۔

ع ۹
۱۱

لقمان کا حال

لقمان ایک شخص بڑا حکیم اور دانشمند شخص تھا۔ عرب میں بھی اس کی حکمت وداناتی نزول قرآن کے عہد تک ضرب المثل تھی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں لقمان نہ کوئی نبی تھا نہ فرشتہ تھا ایک سیاہ رنگ کا چرواہا تھا لیکن اللہ نے اس کو علم وحکمت عطا کر دیا تھا۔ اسی روایت کے موافق اکثر علما اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ لقمان نبی نہ تھا بلکہ شخص اہل علم وحکمت تھا مگر عکرمہ اور شعبی کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ (دیکھو بیضاوی و مدارک و بیضاوی وغیرہ)

اب ہم کو یہ تحقیق کرنا ہے کہ وہ کس ملک کے رہنے والے اور کس زمانے میں تھے؟ افسوس ہے کہ اس بارے میں ہم کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملی۔ ناچار کتب تاریخ سے پتہ لگانا پڑا۔ مورخوں کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ کتب تفاسیر میں جو ہے کہ باعورا کا بیٹا ہے جو حضرت ایوبؑ کا بھانجا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ

آزر کی اولاد میں سے تھا۔ ان کی عمر ہزار برس کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے تک زندہ تھے۔ عرب میں بھی رہے ہیں اور شام میں بھی اور یونان وغیرہ دوسرے ملکوں میں بھی گئے تھے اس لیے بعض مورخوں نے کہہ دیا کہ وہ ایک یونانی حکیم تھے حکیم ایبدقلس کے استاد تھے حکماء یونان کی تاریخ میں ان کا ذکر پایا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں یہ لقمان کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے یمن کا بادشاہ تھا لقمان بن عاد شداد کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ برخلاف شداد کے یہ بڑا نیک اور حکیم تھا اس کے بعد اس کا بھائی ذو سد بادشاہ ہوا اس کے بعد ذو سد کا بیٹا حارث الرائش تخت نشین ہوا یہی تبع اول ہے جو لقمان کا بھتیجا ہے۔ اور تبع کے بعد اس کا بیٹا صعب تخت نشین ہوا۔ یہی وہ ذوالقرنین ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ ذوالقرنین لقمان کے بھتیجے کا بیٹا ہے۔ شداد کے بعد اس خاندان میں لقمان کی دین داری کے سبب تبع اور ذوالقرنین بھی باخدا ہوئے ہیں۔ انہی کے تذکرے عرب میں مشہور و لقمان کے بانی تھے۔ واللہ اعلم۔

اس باخدا حکیم کی بہت سی دلپسند نصیحتیں ہیں ان میں بعض کے یہ ہیں کہ جن کو خدا تعالیٰ اس جگہ بیان فرماتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اگر کتاب الٰہی میں کسی حکیم کی یوں ہی نصیحتیں نقل کر دی جاویں تو اس سے کتاب الٰہی پر دھبہ لگتا ہے کہ گویا خدا حکیموں سے نصیحتیں سیکھ کر بیان فرماتا ہے اس لیے اس جگہ یہ اسلوب بدل دیا اور کلام اللہ ہونے کی اس میں بھی شان رکھ دی۔ یعنی اول یہ فرما دیا ولقد آتینا لقمٰن الحکمۃ کہ ہم نے لقمان کو حکمت سکھائی تھی۔ تاکہ ناظرین کو یہ معلوم رہے کہ لقمان کی یہ نصیحتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد اس حکمت کی تفصیل کرتا ہے ان اشکر للہ کہ اللہ کی شکر گزاری کیا کر۔

دنیا میں کوئی ایسا بشر نہیں کہ جس کو خدا تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں نہ ملی ہوں۔ تندرستی، ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک، قوتیں ظاہرہ و باطنیہ اس کے بعد عقل و ادراک معاش پیدا کرنے کی تدابیر کا علم، پھر دولت اولاد زن و فرزند کس کس کو کوئی بیان کرے اور نعمت کے مقابلہ میں منعم کا شکر کرنا چاہیے۔

شکر کیا ہے؟ زبان سے اس کی ثنا و صفت بیان کرنا، دل میں احسان ماننا، ہاتھ پاؤں کو یا دیگر اعضاء کو اور مال کو اس کی خوشنودی کے کاموں میں لگانا۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تو کسی کے شکر کی کچھ حاجت نہیں کیوں کہ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ کہ جو کوئی شکر کرتا ہے تو اس میں اسی کا فائدہ ہے کیوں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو کوئی کسی نعمت پر شکر کرے گا ہم اور زیادہ دیں گے شکر کرنے سے بندے کی لائق مندی اور سعادت مندی کا اظہار ہوتا ہے۔ ومن کفر فان اللہ غنی حمید اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو خود اس کی نالائقی ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تو بے پرواہ ہے اس کا کوئی اس میں حرج نہیں اور وہ اس کی ثنا و صفت کا محتاج نہیں کیوں کہ وہ حمید ہے یعنی خود محمود و لائق ثنا و صفت ہے۔ بے شمار قدسی آسمانوں میں شب و روز اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں سبحانہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اس کے بعد لقمان کی وہ نصیحتیں بیان کرتا ہے جو اس نے بوقت فہمائش اپنے پیارے فرزند کو کی تھیں کہ قال و اذ قال لقمٰن لابنہ وھو یعظہ اور یہ اس لیے کہا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ نصائح مذکورہ فی الحقیقت ایسے ویسے نہیں ہیں بلکہ وہ ہیں جو اس نے اپنے فرزند دلبند سے بیان کی تھیں۔ غیر کو جو کوئی نصیحت کرتا ہے تو اس میں یہ بھی گمان ہو سکتا ہے کہ شاید ان میں نفع نہ ہو بہکاوا ہو مگر اپنے فرزند دلبند کو جو کوئی جو نصیحت کرتا ہے تو وہاں یہ گمان

نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ وہ بوقتِ نصیحت بیان کرے تو اس کا اقرار اور بھی زیادہ اعتبار کرنا چاہیے گویا یہ ایسے وقت نفیس اور عمدہ اجر بے بہا ہیں جو سوائے فرزند دلبند کے کسی اور کو اٹھا طلب نہیں دیتا۔ ظلم اور نہی میں یہ بھی فرق ہے کہ وہ تمام مخلوقِ الٰہی کو فرزند سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے کسی بات سے دریغ نہیں کرتا۔

پھر ان نصائح کا ذکر فرماتا ہے یٰبنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم کہ اے میرے پیارے فرزند! اللہ کے ساتھ کسی اور کو شامل نہ کیجیو کہ اس کو بھی خدائی میں یا اس کے کاروبار یا دیگر اوصاف میں اس کے ساتھ ملانے لگے کس لیے کہ شرک بڑا ہی ظلم ہے۔ خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کا ذکر تھا اور شرک کرنا بڑی ناشکری ہے۔ اس لیے اس کے بعد اس کا ذکر آیا کیوں کہ نعمت تو کوئی اور شے، منسوب کسی اور کی طرف کی جاوے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔

والدین کے ساتھ نیکی کرنا

حضرت لقمان کے نصائح میں ماں باپ کی شکر گزاری کا ذکر آیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے لقمان کی نصیحت کو کامل بنانے کے واسطے اس کے نصائح میں بطور جملہ معترضہ ماں باپ کی شکر گزاری کا کس تاکید شدید کے ساتھ حکم دیا۔ فقال ووصینا الانسان بوالدیہ کہ ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ سے نیکی سے پیش آئے۔ باپ کے احسانات تو ہوش و حواس کے زمانے میں ظاہر ہوتے ہیں کھلا جاتا ہے۔ ماں کے احسانات اس کے عالم بے خبری میں اس سے بھی بڑھ کر تھے اس لیے ان کو یاد دلاتا ہے فقال حملتہ امہ وھنا علی وھن اے ضعف ضعفا فوق ضعف فانہا لاتزال یتضاعف ضعفہا بیضاوی کہ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا ضعف پر ضعف اٹھائے کس لیے کہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے بعد وفصالہ فی عامین اور دو برس تک اس کے پاس رہا جڑا ہوا دودھ پیتی اور ساتھ مشغول رہی اس کے بعد جدا ہوا۔ اس زمانے میں بھی جو کچھ ماں سے جاری پر تکلیفیں پہنچتی ہیں ان کا بیان نہیں ہو سکتا۔ سردی کی راتوں میں تکلیف دیتا ہے رات بھر میں کئی کئی بار پیشاب کرتا ہے اس کو سوکھے میں سلاتی ہے آپ گیلے میں سونا گوارا کرتی ہے پھر اس کی ذرا سی تکلیف دیکھتی ہے تو بے چین ہو جاتی ہے۔

فصالہ فی عامین میں سب باتیں آگئیں۔ اس آیت سے امام شافعی و ابو یوسف و محمد نے استدلال کر کے یہ فتویٰ دیا ہے کہ دودھ پینے کی مدت جس کو مدت رضاعت کہتے ہیں دو برس تک ہے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ یہ مدت اڑھائی برس تک ہے۔ کیوں کہ ایک آیت میں آگیا ہے حملہ و فصالہ ثلثون شہرا اور یہاں جو دو برس بیان ہوئے ہیں تو کثیر الوقوع معاملات پر نظر کی گئی ہے۔ کس لیے کہ اکثر بچوں کا دودھ اس عرصہ میں بڑھ جاتا ہے یہ کوئی حکم نہیں ہے نہ نہایت مدت بیان ہوئی ہے۔ اس کی پوری بحث کتب فقہ میں موجود ہے۔

ان کے احسانات جتا کر فرماتا ہے ان اشکر لی و لوالدیک کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کیا کر۔ اپنا شکر اس لیے بیان کیا کہ ان سے بھی زیادہ محسن میں ہوں اور نیز اس میں یہ بھی رمز ہے کہ خدا تعالیٰ کے بعد دنیا میں ماں باپ کا بڑا حق ہے الی المصیر میرے پاس پھر کر آنا ہے یہ اس لیے فرمایا کہ نہایت سرگرمی اور تن دہی سے حقوق اللہ اور حقوق والدین ادا کیا کرے یہ نہ سمجھے کہ اب خدا سے کیا کام پڑے گا؟ نہیں پھر مجھ سے کام پڑنا ہے میرے پاس آنا ہے۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدمت اور سلوک کا زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے عرض کیا کہ پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ پھر عرض کیا پھر فرمایا تیرا باپ (متفق علیہ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماں باپ کی خوشنودی میں خدا کی خوشنودی ہے اور ان کی ناراضگی میں خدا کی ناراضی ہے (رواہ الترمذی)۔

اس اطاعت کے حکم پر یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ماں باپ خواہ بری بات کا حکم دیں خواہ بھلی کا بہرحال ان کی اطاعت فرض ہے۔ حالانکہ ان سے زیادہ ایک اور بھی قابلِ ادب و اطاعت موجود ہے یعنی خدا تعالیٰ۔ اگر ماں باپ اس کے ساتھ شریک کرنے کا حکم دیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ اس لیے اس کا حکم بھی بیان فرمایا فقال وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما کہ ایسی صورت میں ان کی اطاعت نہ کرنی چاہیے وہ ہزار زور ڈالیں اور کہیں کہ تو خدا کے ساتھ اور کو بھی شریک کر کہ جس کو تو جانتا بھی نہیں۔ جہاں گمان ہو سکتا ہے کہ شاید یہ شخص اس قابل ہو کہ اس میں شریک ہونے کا وصف ہے تو اس بات کو نہ ماننا چاہیے کہ جس کو تو جانتا ہے کہ مخلوق الٰہی ہے اور کسی طرح شریک نہیں ہو سکتا۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ماں باپ کی اطاعت فرض نہیں بلکہ اس وقت ان کا حکم ہرگز نہ ماننا چاہیے۔ لیکن ایسی حالت میں بھی وصاحبھما فی الدنیا معروفا کہ دنیا میں ان سے سعادت مندانہ طریقے سے پیش آ۔ گو وہ مشرک کافر ہی کیوں نہ ہوں مگر تاہم ان کا ادب کر کہ ان کے کھانے پینے کی تکلیف نہ دے۔

اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ زمانۂ معاہدۂ قریش کو تھا میری ماں میرے پاس آئیں اور وہ اس وقت مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں آئی ہے اور وہ اسلام سے نفرت رکھتی ہے پھر کیا میں اس سے کچھ سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس سے سلوک کر (متفق علیہ)۔

مفسرین نے اس مقام پر نقل کیا ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان کی ماں نے قسم کھائی کہ نہ تو میں دھوپ میں سے اٹھوں گی نہ کھانا کھاؤں گی، جب تک کہ سعد اسلام ترک نہ کرے گا۔ اور سعدؓ نے کہا میں ہرگز اسلام ترک نہ کروں گا۔ اس حالت میں اس پر تین روز گزر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تب یہ آیت وان جاھداک الخ نازل ہوئی کہ ایسی اطاعت نہ کرو۔ اور ایسی حالت میں کہ ماں باپ گمراہ ہوں تو ان کی پیروی نہ کرنا چاہیے۔

واتبع سبیل من اناب الی اُن کے رستہ پر چلنا چاہیے کہ جو میری طرف رجوع ہوتے ہیں یعنی باخدا لوگوں کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جن میں حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و علماء عظام کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ لوگ روحانی ماں باپ ہیں اور یہی اصلی بزرگ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کی تاکید کے لیے یہ جملہ ارشاد ہوا ثم الی مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون کہ تم سب کو میرے پاس واپس آنا ہے پھر میں تم کو جتلا دوں گا کہ تم کیا کرتے تھے۔ ظاہرداری اور خلوص نیت سب کا حال معلوم ہو جاوے گا۔ و وصینا سے یہاں تک جملہ معترضہ تمام ہوا۔ اس کے بعد پھر نصائح لقمان شروع ہوئے۔

اصولِ سعادت کی تعلیم

یٰبنی انھا ان تک مثقال حبۃ من خردل الخ

خدا تعالیٰ کی شکرگزاری کا اول ذکر کر کے جو اصل اصول

حکمت ہے اور ماہیت کے انجام کے لیے ایک بڑا محرک ہے۔ اس کے اوصاف حمیدہ ذکر فرماتا ہے خصوصاً وہ وصف کہ جس کو اگر انسان پیش نظر رکھے تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی پر کبھی جرأت نہ کرے اور نیکی کرنے میں ہر دم سرگرم رہے وہ کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ بڑا لطیف ہے نہایت باریک بین ہے خبیر ہے کوئی شے اس سے مخفی نہیں۔ یہاں تک کہ رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز ہو۔ خردل یعنی ذرہ کے مانند ہو کسی قدر کم کیوں نہ ہو۔ رائی کے دانہ کے برابر ایک محاورہ کی بات ہے قلت بیان کرنے کے لیے اس فقرے کو استعمال کرتے ہیں۔ پھر وہ زمین میں خصوصاً پتھر کے پردوں میں یا زمین پر کسی جگہ ہو یا آسمانوں میں ہو اللہ سے مخفی نہیں۔ اور صرف یہی بات نہیں کہ اللہ کو اس کا علم ہے بلکہ وہ حاضر کرنے پر بھی قادر ہے وہ اس کو ہر جگہ سے نکال لانے کو یا اسے میں سامنے کر دے گا۔ پھر جب وہ ایسا ہے تو اس بھروسہ پر عیب و گناہ کرنے میں جرأت نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کو خبر نہ ہوگی اور اسی طرح تیری کوئی نیکی بھی رائیگاں نہ جائے گی یہ خیال نہ سمجھو کہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح شاید اس کو اس کی خبر نہ ہو۔

پس یبنی اقم الصلوٰۃ اے فرزند نماز ادا کر۔ یہ معلوم نہیں کہ حضرت لقمان کے عہد میں نماز کا کیا دستور تھا۔ رکوع و سجود، قیام و سلام کے ساتھ تھی یا کسی اور طرح ہو؟ نماز اس کے آگے عجز و نیاز کرنے کا نام ہے اس کے طریقے جہاں اور جو زمانے کے موافق مختلف رہے ہیں۔ کہیں صرف دعا و گریہ و زاری تھا کہیں سجدہ کرنا کہیں اس کی تسبیح و تقدیس و استغفار کرنا۔ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وہ طریقہ قائم ہوا جس میں یہ سب باتیں آگئیں تکمیل نفس کے بعد تکمیل غیر کا بھی حکم دیتا ہے کس لیے کہ کامل تکمیل کے لیے دونوں باتیں ضروری ہیں۔ آپ اچھا ہونا، اور لوگوں کو راستی کی طرف لانا۔ اس لیے فرمایا وامر بالمعروف وانہ عن المنکر نیک باتوں کی تعلیم کر اور بری باتوں سے روک۔ کسی کام کے نیک یا بد قرار دینے میں بھی طبائع بشر یکساں نہیں۔ ایک بات ہے کہ اس کو بعض نیک کام سمجھتے ہیں اور بعض اس کو برا جانتے ہیں۔ اس لیے نیک کام کو معروف سے اور برے کو منکر سے تعبیر فرمایا کیوں کہ اگر کوئی کوٹ شیطانی نہیں لگا ہے تو فطرت انسانیہ خود متفق ہے اچھی باتیں علانیہ کرنے میں دل کو شرمندگی نہیں ہوتی ان کو سب کے سامنے کر سکتا ہے یا ظاہر ہو سکتا ہے بخلاف بری بات کے کہ اس کو مخفی کیا کرتا ہے اس لیے نیکی معروف اور بدی منکر اور بری بات قرار پائی۔

حسن معاشرت کی تعلیم

اس کے بعد حسن معاشرت کا طریقہ بتلاتا ہے واصبر علیٰ ما اصابک کہ جو اگر خدا کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے کیوں کہ جو خلق خدا کی خیر خواہی کا بیڑا اٹھاتا ہے نا عاقبت اندیش اس کی ایذا کے درپے ہوا کرتے ہیں اس پر کوئی تکلیف پہنچا بڑی بات نہیں۔ کوئی سخت کلامی تو معمولی بات ہے پس صبر کرنا چاہیے۔ اول شکر کی تعلیم تھی جو نعمتوں کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ اور حقیقت میں انسان کو نعمتیں بے شمار دی گئی ہیں اور مصائب کم۔ اس لیے اس کے بعد صبر کی تعلیم کی۔ فرمایا کہ یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

اس کے بعد تین باتیں اور تعلیم کیں۔ اول ولا تصعر کہ لوگوں سے تکبر سے پیش نہ آنا بے رخی نہ کرنا۔ متکبر کے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں۔ دوم ولا تمش اکڑ کر نہ چلنا بلکہ واقصد فی مشیک درمیانی چال چل۔ اس میں جملہ معاملات دنیاوی کی طرف بھی اشارہ ہے نہ تکلف تفنن میں نہ کنجوسی میں۔ سوم واغضض اپنی بات چیت دھیمی آواز

کے ساتھ کیا گیا۔ یہ مذہب لوگوں کا دستور ہے۔ سچ بولو بات نہ کرو جو گدھے کی آواز کے مشابہ ہو جاوے۔ کیونکہ آوازوں میں گدھے کی آواز بکروہ معلوم ہوتی ہے۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے کام میں لگا دیا جو کچھ

السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ

ہے آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور پوری کیں

عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً

تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ

اور بعض وہ بھی آدمی ہیں کہ اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ

نہ ان کو علم ہے اور نہ ہدایت ہے اور نہ کوئی روشن

مُّنِيرٍ ⑳ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا

کتاب ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس پر چلو کہ

مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا

جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی طریق پر چلیں گے

وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ

کہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے بھلا گو بھی چلیں گے جو

الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ

ان کو شیطان دوزخ کی طرف بلاتا

السَّعِيرِ ㉑ وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى

رہا ہو اور جو کوئی (اس حال میں) کہ نیک بھی ہو اپنا منہ

اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

اللہ کے سامنے جھکا دیا تو اس نے مضبوط رسی کو

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ

تھام لیا اور آخر کار ہر معاملہ اللہ ہی کے

الْأُمُورِ ㉒ وَمَن كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ

ہاتھ میں ہے اور جس نے کفر کیا سو اس کے کفر سے آپ رنجیدہ نہ ہوں

كُفْرُهُ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا

ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر ہم ان کو ان کے کاموں کو بتلا دیں گے

عَمِلُوا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ

بے شک اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے

الصُّدُورِ ㉓ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ

ہم ان کو تھوڑا سا عیش دیتے ہیں پھر

نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ㉔

ہم ان کو سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لے جاویں گے۔

ترکیب

ان اللہ جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے کہ جن کو تروا چاہتا ہے واسبغ الاسباغ الاکمال معطوف علی سخر۔ نعمہ بالجمع والاضافۃ نافع وابو عمرو وحفص وقرئ نعمۃ مفردا ظاہرۃ وباطنۃ لیکن ابن عباس من السنۃ اسم حال کونہا ظاہرۃ وباطنۃ محسوسۃ معقولۃ تعرفونہ والا تعرفونہ وقد مر شرح النعمۃ تفصیلا فی الفاتحۃ ولیکن ابی بکر نعتا من یجادل من جنۃ ومن الناس خبرہ المقدم او لو الہمزۃ للاستفہام والواو للعطف والشرطیۃ جوابہ محذوف مثل لاتبعوہ والاستفہام للانکار والتعجب والجملۃ معطوف علی الکلام السابق۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ لقمان نے شرک کی مذمت کی تھی۔

اور یہ حکمت کو بڑا خزانہ ہے۔ اب اس آیت سے الم تروا ان اللّٰہ الخ سے یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ کچھ لقمان کے کہنے ہی پر موقوف نہیں ہر شخص دلائل و شواہد آفاقیہ و انفسیہ میں غور کرکے کہہ سکتا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں وہی ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو انسان کے لیے مسخر کر دیا یعنی ان کے کام میں لگا دیا۔ اور انسان کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بھرپور کر دیا۔ ہاتھ پاؤں تندرستی وغیرہ ظاہری نعمتیں ہیں جو محسوس ہیں۔ عقل، علم، ادراک اور دیگر قویٰ باطنیہ غیر محسوس نعماء باطنیہ ہیں۔

ومن الناس الخ یہاں سے یہ جتلاتا ہے کہ دنیا میں ایسے بھی گروہ مغرور ہیں جو اللہ کے معاملہ میں یعنی اس کی ذات و صفات کی بابت یا احکام دینیہ کی بابت دلائل کو پس پشت ڈال کر انبیاء اور ان کے نائبوں سے جھگڑتے ہیں۔ کوئی اس کو دنیاوی بادشاہ پر قیاس کرکے امیروں وزیروں کا محتاج ثابت کرتا ہے اور پھر اس کے امیر و وزیر کہیں ملائکہ کہیں انبیاء و صلحاء قرار دیئے جاتے ہیں کہیں عناصر کو اب اس لیے ان کی پرستش جائز بلکہ واجب بتاتے ہیں بغیر علم ولا هدی ولا کتٰب منیر نہ ان کے پاس اس بارے میں کوئی دلیل عقلی ہے نہ کسی بزرگ باخدا کا قول ہے نہ کسی کتاب الٰہی سے ثابت ہے۔ یعنی نہ عقل سے کہتے ہیں نہ نقل سے صرف تقلید آبائی پر بھروسہ ہے کہ بڑے بزرگوں سے یوں ہی سنتے چلے آئے ہیں۔ اس پر جو ان سے کہا جاتا ہے اتبعوا ما انزل اللّٰہ کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں بل نتبع ما وجدنا علیہ آباءنا ہم تو اپنے باپ دادا کی لکیر کے فقیر ہیں اولو کان الشیطٰن یدعوھم الی عذاب السعیر کہ کیا تب بھی ان کے رستہ پر چلیں گے جب ان کو معلوم ہو جاوے کہ شیطان ان کو جہنم کی طرف لیے جا رہا ہے۔ یعنی آبائی طریقہ کی قباحت ظاہر ہونے کے بعد بھی کیا اس پر چلیں گے؟ اب کہاں لقمان کی نصیحت اور کہاں یہ بے عقلی اور کہاں ان کی یہ جہالت۔

ومن یسلم وجهه الی اللّٰہ الخ یہاں سے سلامت روی کا نتیجہ ظاہر فرماتا ہے ان کج رووں کے مقابلہ میں کہ جو کوئی اللہ کے آگے اپنا منہ جھکا دے یعنی اس کا دل سے فرماں بردار ہو جاوے اور اس کے بعد اس کی ارادت کے مطابق نیک کام بھی کرے تو اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا یعنی نجات کا بڑا قوی ذریعہ اس کے ہاتھ آ گیا جس طرح کوئی پستی سے بلندی کی طرف چڑھنے والا مستحکم رسی کو تھام کر مطمئن ہو جاتا ہے یہی حال اس کا ہے۔ اور اس کو انجام اللہ اچھا کرے گا یعنی اس رسی کو نہ ٹوٹنے دے گا۔ ہر چیز کا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے یا یوں کہو ہر معاملہ اسی کے حضور میں پیش ہوتا ہے۔

ومن کفر اور جو اس کے برخلاف ہوگا کفر اختیار کرے گا تو اے نبی آپ اس سے کچھ غم نہ کیجیے انجام کار ہمارے پاس آنکلنے وہاں اس کو معلوم ہو جاوے گا اب دنیا میں چند روز کھا پی لے پھر تو جہنم ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اے نبی اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ

بنایا؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے، (آپ) کہہ دو الحمد

لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

للہ بلکہ ان میں سے اکثر (لوگ) نہیں جانتے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ

بے شک اللہ بے نیاز (اور) خوبیوں والا ہے اور اگر

أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ
اور جو زمین میں درخت ہیں سب قلم ہو جاویں

وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ
اور دریا سیاہی ہو اور اس کے بعد اور سات دریا

أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ
مل جائیں تو بھی اللہ کی باتیں تمام نہ ہوں بے شک

اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلْقُكُمْ
اللہ زبردست حکمت والا ہے تم سب کا پیدا کرنا

ع ۱۱ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۱۴
اور مرکر زندہ کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا ایک شخص کا

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٢٨﴾ أَلَمْ تَرَ
بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ اے مخاطب کیا تو نہیں دیکھتا

أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ
کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور

يُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ
دن کو رات میں اور سورج

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي
اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے ہر ایک وقت

إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا
معین تک چلتا ہے اور یہ کہ اللہ تمہارے

تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ
کام سے خبردار ہے یہ اس لیے کہ اللہ

هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ
وہی برحق ہے اور اس کے سوا جس کو وہ پکارتے

دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ
ہیں بے اصل ہے اور اللہ ہی سب سے اوپر

الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾
بالا دست بڑا ہے۔

ترکیب

اقلام جمع قلم خبر ان وما موصولة فی الارض صلتها والجملة اسم ان من شجرة بیان لما والبحر رفع للعطف علی محل ان ومعمولها یمده سبعة ابحر الجملة مع البعض بعده او لاطلاع سبعة ابحر حال او یقال والبحر المبتدأ یمده الجملة خبره۔

ف یقال مد الدواة وامدها اسے زاد فی مادتہ ومدّ سیاہی۔ ف یعنی البحر المحیط او محدودا بسبعة ابحر اخر حیث نصب فیه انهار السبع مادة له۔

ف سات دریا یعنی سات سمندر۔ سمندر تو تمام زمین کے اردگرد ایک ہی ہے۔ مگر اہل جغرافیہ نے اس کے اطراف کے اعتبار سے اس کی سات حصوں پر تقسیم کی ہے۔ بحر احمر، بحر فلاں۔ جیسا کہ کتب جغرافیہ میں مفصلاً مذکور ہے۔ اس سے لوگوں کی زبان پر سات سمندر کا لفظ جاری ہونے لگا۔ اور بحر عرب کی زبان میں سمندر ہی کو نہیں کہتے بلکہ اور بڑے بڑے دریاؤں کو بھی جیسا کہ دجلہ، فرات، نیل وغیرہ کو بحر کہتے ہیں۔ یہاں کلام بطور تمثیل کے ہے کچھ سات سمندروں سے کام نہیں کہ وہ کون سے ہیں اور کہاں سے کہاں تک۔ یعنی سمندر سیاہی ہو جاوے اور اسی طرح کے اور سات اس کی مدد کریں تب بھی کلمات اللہ تمام نہ ہوں گے یہ ختم ہو جائیں گے اور کلمات باقی رہ جائیں گے۔

تفسیر

ولئن سألتھم الخ یعنی گو وہ دلائل پر غور و فکر نہیں کرتے محض تقلیدِ آبائی میں گرفتار ہیں لیکن وہ بھی جب اللہ تعالیٰ کے موجود اور خالق ہونے کا نیز قادر و مالک آسمان و زمین ہونے کا فطری طور پر ایسا علم ہے کہ اگر تو ان سے دریافت کرے گا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ اس میں کسی کی بھی شرکت نہ بتلائیں گے قل الحمد للہ تو کہہ الحمد للہ کہ وہ ملزم تو ہوئے اور اوہام ہوکر ایسی بات کے قائل ہوگئے کہ ان کے اعتقادِ فاسد کے برخلاف ہے بل اکثرھم لا یعلمون وہ نادان ہیں جانتے نہیں کہ ان کا اقرار ان کے اعتقاد کو باطل کر رہا ہے۔ بلکہ اکثر ان میں سے اتنا بھی نہیں جانتے، جاہل محض ہیں۔

للہ ما فی السمٰوٰت والارض آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں تو ان کا حصہ ہے ہی نہیں۔ آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزیں بھی اللہ کی ہیں ان میں بھی کوئی حصہ نہیں۔ پھر اللہ کی عبادت و ستائش نہیں کرتے۔ ان اللہ ھو الغنی الحمید اللہ کو کچھ پروا نہیں اس کی تعریف خود بخود ہو رہی ہے۔

ولو ان ما فی الارض الخ یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ اس کی قدرت و کبریائی کا حال تو معلوم ہوگیا، اب اس کے علم اور دیگر صفات و شیونوں کا حال سنو کہ دنیا بھر کے تمام درختوں کے قلم بنائے جائیں اور سات سمندروں کی سیاہی بنا کر اس کے اوصاف اور شیون اور صفات کو لکھا جاوے تو وہ ختم ہو جاویں گے مگر وہ کلمات کہ جن سے اس کی صفات اور شیون کو تعبیر کیا جاوے ہرگز ختم نہ ہوں گے۔

ان اللہ عزیز حکیم کس لیے کہ اللہ زبردست ہے۔ اس کے عجائبات قدرت اس حد تک نہیں پہنچ سکتے کہ ان کے بعد پھر وہ کچھ اور عجائب قدرت پیدا نہ کر سکے وہ حکیم ہے۔ کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں نہ اس کے اسرار حکمت کا احاطہ کر سکتا ہے۔ الغرض بے انتہا علم و قدرت و حکمت ہے اور قلم اور دوات متناہی ہیں۔ اور متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس لیے اس جملہ کو غنی حمید کے بعد فرمایا کہ اس کے غنی اور حمید ہونے کے لیے دلیل ہو جائے۔

ابن جریر نے عکرمہ سے اور ابن اسحاق نے عطا بن یسار سے روایت کی ہے کہ جب مکہ میں یہ نازل ہوا کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا اور پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو احبار یہود نے آکر پوچھا کہ یہ کس کی بابت ہے، آپ کی قوم کی نسبت یا سب کی؟ اگر ہماری نسبت ہے تو غلط ہے کس لیے کہ ہم کو توریت ملی ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے پھر ہماری نسبت کیوں کر صادق آسکتا ہے کہ تم کو تھوڑا علم دیا گیا؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ سب کی نسبت۔ کس لیے کہ تمہارا علم الٰہی کی نسبت یہ بھی قلیل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ان کے اس اعتراض کے جواب میں آں حضرتؐ نے سورۂ لقمان کی یہ آیت پڑھی جو پہلے نازل ہو چکی تھی جس کو راوی نے نازل ہونا بیان کیا۔

ما خلقکم ولا بعثکم الخ یہاں سے اپنے بعض عجائب قدرت کا اظہار اس لیے فرماتا ہے کہ اس کے خلق و حشر منکر تھے۔ فرماتا ہے سب کا پیدا کرنا اور پھر زندہ کرنا اس کے نزدیک ایک شخص کے پیدا کرنے اور زندہ کرنے کے برابر ہے۔ کس لیے کہ جس طرح ایک سے علم و قدرت کا تعلق ہے اسی طرح سب سے۔ پھر کیوں تعجب کرتے ہو کہ تمام خلائق کی یادداشت کس طرح کر سکے گا؟ ان اللہ

خبیر وہ ہر ایک کی بات سننے والا اور دیکھنے والا ہے خبر رکھتا ہے بصیر ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

الم تر ان اللہ تو نہیں دیکھتا اپنی قدرت کاملہ اور علم پر دلیل قائم کرتا ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں گھسا دیتا ہے آفتاب اور ماہتاب اس کے حکم پر چلتے ہیں اور تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ذٰلک یہ کہ وہ قادر اور ایسا عالم ہے اس لیے ہے بان اللہ ھو الحق اللہ ہی برحق اور واجب الوجود ہے وان ما یدعون من دونہ الباطل اور اس کے سوا جس کو وہ پکارتے ہیں وہ غلط ہے فانی الذات ہے وان اللہ ھو العلی الکبیر اور یہ کہ اللہ ہی سب سے بالادست اور سب سے بڑا ہے اس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں یہ دونوں نتیجے ہیں جن پر مخاطبین کو متنبہ کیا جاتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی رحمت سے دریا میں کشتیاں

بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ

چلا کرتی ہیں تاکہ تم کو کچھ اپنی قدرت دکھلائے

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

البتہ اس میں ہر ایک صابر شاکر کے لیے (قدرت کی) نشانیاں ہیں

شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ

اور جب پہاڑ جیسی دریا کی موج ان کو

كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ

ڈھانک لیتی ہے تو اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں

لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ

اسی کے ہوکر پھر جب ان کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے

فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ

تو ان میں سے کوئی تو راہ راست پر رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں کا انکار بھی وہی کرتے ہیں

ع ۴ / ۱۳

اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ

جو ہر دغاباز ناشکرے لوگو!

اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ

اپنے رب کا خوف کرو اور اس دن سے ڈرو کہ جس دن نہ

وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ

باپ اپنے بیٹے کے کام آوے گا اور نہ بیٹا اپنے

جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

باپ کے کچھ کام آوے گا اللہ کا وعدہ

حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٝ

برحق ہے پھر دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے

وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

اور نہ شیطان تم کو اللہ سے دھوکے میں رکھے

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ

بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور

یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ

وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ (ماؤں کے) پیٹوں میں ہے

وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ

اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا

غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ

کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس

اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾

زمین پر مرے گا البتہ اللہ علیم اور خبیر ہے۔

ترکیب

بنعمت اللہ الباء متعلق بتجری اے بسبب نعمۃ و یجوز ان یکون حالا من ضمیر فی تجری فیکون الظرف مستقرا

ان سے مراد بنعمۃ اللہ. لیریکم علۃ لتجری من آیتہ نے بعض آیاتہ الدالۃ علی قدرتہ کالظلل جمع الظلۃ وھی ما اظلک من جبل او سحاب ولا مولود عطف علی والد ویکون مابعدہ ویجوز ان یکون مبتدءً وان کان نکرۃ لانہ فی سیاق النفی وما بعدہ الخبر وعلی الثانی فائدۃ والجملۃ الاسمیۃ للتوکید وقد انقسم الی ذلک قولہ ھو وقولہ مولود دون ان یقول ولا ولد لان الولد یقع علی ولد الولد ایضا بخلاف المولود لانہ یطلق علی الابن خاصۃ ومن شانہ ان یکون جازیا عن والدہ لما علیہ من الحقوق. لا یجزی لا یقضی عنہ ما لزمہ من الغرامۃ وقری لا یجزی من اجزأ اذا اغنی والراجع الی الموصوف محذوف ای لا یجزی فیہ ۔

تفسیر

الم تر ان الفلک یہ ایک دوسری دلیل ہے جو اس کے کمال قدرت اور حکمت اور شمول انعام پر دلالت کرتی ہے۔ کہ دریا میں کشتیوں کا اس کی رحمت سے چلنا اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ بنعمت اللہ کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ کشتی اس کی نعمت کو لے کر دریا میں چلتی ہے اناج وغیرہ ہزاروں چیزیں ایک ملک سے دوسرے ملک میں کشتیوں کے ذریعہ سے پہنچتی ہیں لیریکم من آیاتہ ان فی ذلک لآیات کشتی کے چلنے میں ایک نشانی نہیں بلکہ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ پانی پر اس قدر بھاری بوجھ چلتا ہے ڈوبتا نہیں۔ دوسری یہ کہ جدھر جاتے ہو جاتے ہو۔ پانی کو تو مسخر کیا ہی تھا ہوا کو بھی کیا۔ تیسری یہ کہ تم کو کیسی نافع چیز کی تعلیم کی اور عناصر سے متعلق کیسے کیسے کار آمد علوم سکھائے یہاں تک کہ کشتی کو انجن کے زور سے بھی چلانا سکھا دیا اور اس کے ساتھ ہر قسم کی چیزیں اس کی حفاظت کے لیے استعمال کرنے کا علم سکھایا۔ چوتھی یہ کہ جب یا جاتا ہے طوفان کے گرداب میں مبتلا کر دیتا ہے سب کاریگری دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ لیکن پھر تم کو اس خوفناک رستے سے صحیح و سلامت لے آتا ہے۔

یہ نشانیاں ہر ایک شہوت پرست غافل کے لیے نہیں۔ وہ تو اس کو معمولی بات سمجھتا ہے بلکہ لکل صبار شکور ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لیے جو گناہوں سے نفس کو روکتا اور اس کے حملوں پر صبر کرتا ہے اور جو اس کو نعمت الٰہی سمجھتا ہے اس کا شکریہ ادا کرتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں نفس کی کدورتیں زائل ہو جاتی ہیں پھر وہ اس آئینہ میں نظر تامل کر کے ان دلائل کو دیکھ سکتا ہے اور انسان کی حالتیں بھی دو ہیں۔ مصیبت کی یا راحت کی۔ پھر جو ان دونوں حالتوں میں ثابت قدم رہتا ہے وہ صابر بھی ہے شاکر بھی ہے۔ اور جس کو ان دونوں حالتوں پر استقامت حاصل ہو گئی وہ کامل و مکمل ہو گیا اس پر ایسی باتوں کے اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ اسی لیے آیا ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں صبر اور شکر۔ الغرض انسان کے کمال کی یہ دو حالت ہیں انہیں میں مرتاض اور پختہ کار ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر اسرار حکمت منکشف ہوتے ہیں۔ وللہ در من قال ؎

گنج صبر اختیار لقمان است
ہر کرا صبر نیست حکمت نیست

وقال قطعہ

گہ اندر نعمتے مغرور و غافل
گہ اندر تنگدستی خستہ و ریش
چو در سرا و ضرا حالت این ست
ندانم کے بحق پردازی از خویش

اس میں اور بھی لطیفہ ہے کہ دریائی سفر میں طوفان وغیرہ کی تکلیفیں اور منزل مقصود تک پہنچنے کی راحتیں بھی ہوتی ہیں اس کو صبر و شکر سے زیادہ کام پڑتا ہے اس لیے صبار شکور فرمایا اور بھی لطائف ہیں کہ جن کے ذکر کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ ۔ یہ بھی اس سفر دریائی کی ایک حالت ہے جس میں اور بھی زیادہ خدا تعالیٰ کی قدرت و رحمت کے نشانات معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ مصائب کے وقت خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی کس طرح سے دستگیری کرتا ہے اور کس جلدی سے انسان کی دلی حالت پر متنبہ ہوتا ہے۔ اور انسان مصیبت کے وقت اپنی اس فطری حالت پر آجاتا ہے عوارض اٹھ جاتے ہیں۔ مگر نجات پانے کے بعد بعض تو پھر بھی اسی پر ثابت رہتے ہیں بعض پھر اسی سرکشی پر آجاتے ہیں خدا کو بھول جاتے ہیں۔ اس میں صبر و شکر کی پوری آزمائش ہے۔ فرماتا ہے کہ سفر دریائی میں جب ان کو پہاڑ جیسی موجیں ڈھانک لیتی ہیں اور ہر طرف سے ان پر سائبان کی طرح محیط ہو جاتی ہیں تو وہ اس وقت اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں کس طرح سے مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خاص اسی کی طرف اخلاص اور نیاز پیدا کرکے۔ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ پھر جب ان کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو بعض ان میں سے درمیانی رستہ پر رہ جاتے ہیں اور وہ توحید اور شکر گزاری کا طریقہ ہے۔ قال مجاہد علی الطریق القصد الذی ہو التوحید او متوسط فی الکفر لانزجارہ بعض الانزجار (بیضاوی) مقتصد کے بعض نے دوسرے معنی بھی بیان کیے ہیں کہ درمیانی رستہ سے مراد کفر کا درمیانی رستہ ہے۔ یعنی اس جوش و خروش کفر پر نہیں۔ جیسے کہ پہلے اس کو تھا تو نصیحت ہو گئی ہے۔

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۔ اس حالت میں جس نے ناشکری کی تو اللہ کی آیتوں کا انکار کر دیا۔ اور آیتوں سے انکار ختار یعنی غدار عہد شکن ہی کیا کرتے ہیں جو عہد فطری کو توڑ دیتے ہیں کیونکہ ناشکر جو بڑا مقابل ہے صبار شکور کا۔ صبار کے مقابلہ میں ختار اور شکور کے مقابلہ میں کفور آیا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ یہاں سے حجت تمام کرکے ایک ایسا حکم دیتا ہے جو تمام نیکیوں کا اصل الاصول ہے وہ کیا؟ اتقوا ربکم کہ اپنے رب سے ڈرا کرو۔ جو اپنے رب سے ڈرے گا کسی معصیت کے پاس نہ جائے گا اور کسی حکم الٰہی کے بجا لانے میں کوتاہی نہ کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اوصیکم بتقوی اللہ الحدیث رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ۔ کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں یعنی تاکید حکم دیتا ہوں۔ چونکہ خدا سے ڈرنا بغیر یاد دلانے کسی آنے والی بلائے عظیم کے جو اللہ کی ان سے آنے والی ہو مشکل ہے۔ اس لیے اس آنے والی بلا کا ذکر فرماتا ہے وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا کہ اس روز سے ڈرو یعنی قیامت کے دن سے کہ جس دن باوجود شفقت پدری کے کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام نہ آوے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آوے گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی بجز ایمان اور عمل صالح کے کچھ چارہ نہ ہو گا۔ جب باپ بیٹے کا یہ حال ہو گا تو اور کسی کی قرابت یا محبت کا کیا ذکر ہے۔

بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے قریش! اپنی خلاصی ڈھونڈو میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے آل عبد مناف! میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے عباس! میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے صفیہ محمد کی پھوپی! میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ محمد کی بیٹی! مجھ سے جو مال چاہیے لے لے۔ اللہ کے معاملے میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ یعنی اعمال و ایمان چھوڑ کر یہ تکیہ نہ کر بیٹھو کہ ہم پیغمبر کے اقارب ہیں۔ جیسا کہ عیسائیوں نے مسیح کے کفارہ ہونے پر تکیہ کرکے اعمال صالحہ کو بے فائدہ ٹھیرا دیا اور ضمناً ہر قسم کی بدکاری کی اجازت لے لی اس سے شفاعت کا انکار نہیں نکلتا۔ کیونکہ جو ایمان والوں خدا کے فرماں برداروں کے لیے

ان کے رفع درجات یا قصوروں کی بابت ہوگی سو یہ اور بات ہے۔

کفار سمجھتے تھے کہ ایسا دن کبھی نہیں آئے گا کیونکہ وہ قیامت کے منکر تھے۔ اس لیے فرماتا ہے ان وعد اللہ حق کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ضرور وہ دن آئے گا۔ فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا پھر تم دنیا کی زندگی پر دھوکا نہ کھاؤ دست اگر قبر میں بچے گی۔ ولا یغرنکم باللہ الغرور اور اسی طرح اللہ کے معاملہ میں بھی دھوکے میں نہ رہو کہ تم کو دنیا میں سرداری دی ہے وہاں بھی دے گا۔ اور جس طرح یہاں ہمارے اقارب و اعزہ حمایت کرکے چھڑا لیتے ہیں چھڑا لیں گے۔ یا ہمارے معبود جو اللہ کے گھر کے مختار ہیں ہمیں بچا لیں گے۔

الغرور فریب یا فریب دہندہ الشیطان کہ شیطان تم کو فریب نہ دے۔ اس کے بعد کفار یہ پوچھتے ہوں گے کہ وہ کب آوے گی اس کی مدت بیان کر۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

ان اللہ عندہ علم الساعۃ کہ اس گھڑی کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اس کو اس صفت سے خصوصیت ہے کہ جو شخص کے دل کو ہر وقت کھٹکا ہے۔ لیکن اس کے قائم ہونے پر دو دلیلیں بیان فرماتی ہیں۔

اوّل وینزل الغیث کہ وہ مینہ برساتا ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے۔

دوم ویعلم ما فی الارحام اور رحم میں بچے کو پیدا کرتا ہے اور اس کی کیفیت سے وہی آگاہ ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ نر ہے یا مادہ۔ کس شکل کا ہوگا۔ پس جو ابتدا پر قادر ہے وہ اعادہ پر بھی بطریق اولیٰ قادر ہے۔ دیکھو ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے اس کا تم کو مفصل علم نہیں پھر کیا وہ ظہور میں نہیں آتا؟ اسی طرح قیامت کا معاملہ ہے۔ اور تم تو اپنی معاش اور حیات کے متعلق بھی علم نہیں رکھتے پھر اگر قیامت کا تم کو علم نہ دیا گیا تو کیا ہوا۔

فقال وما تدری نفس ماذا تکسب غدا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا کیا پیش آوے گا وما تدری نفس بای ارض تموت اور یہ بھی نہیں کہ کہاں جا کر مرے گا۔ پھر باوجود اس علم نہ ہونے کے ضرور کچھ نہ کچھ کل

ف اس جگہ ان پانچ علم کا اختصاص ظاہر فرماتا ہے کہ کفار نے (جن) معبود اور چیزوں کو تو کیا جان سکتے ہیں یہ پانچ چیزیں جن سے ہر ایک کا تعلق ہے ان کو بھی تو کوئی یقینی طور پر نہیں جانتا۔ نجوم وغیرہ سے جاننا علم یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے اسی لیے بارہا اس کے احکام غلط ثابت ہوتے ہیں۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں۔ (۱) قیامت کا علم کہ کب آئے گی۔ (۲) بارش کا علم۔ قرائن و آلات سے صرف ظن حاصل ہوتا ہے۔ (۳) ماؤں کے رحم کا حال کہ بچہ ہے یا خالی اور فاسد ہے۔ پھر نر ہے یا مادہ، نیک بخت ہے یا بد اور پیدا ہوکر کیسا ہوگا۔ جو آلہ کسی نے دکھایا تو ان باتوں میں سے کوئی بات بھی معلوم نہیں ہوسکتی۔ یہ دکھا دینا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ پیٹ چیر کر دکھا دے۔ (۴) کل کیا پیش آئے گا؟ (۵) کہاں مرے گا؟

نقل ہے کہ خلیفہ عباسی اپنی زندگی کا حال دریافت کیا کرتا تھا کہ کب تک ہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ دجلہ سے ایک سوار نے پنجہ پانی سے نکال کر دکھایا، کسی نے پانچ برس کسی نے پانچ مہینے کسی نے پانچ روز عمر بتائی۔ حضرت امام ابو حنیفہ کو پتہ لگا، آپ نے فرمایا فرشتے نے یہ بتایا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو علم نہیں۔ حقانی

کو معلوم ہے اور کسی نہ کسی جا کر مرنا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ خدا ہی کو ہر چیز کا علم ہے جو چیز
کی خبر ہے۔ اس میں ان کے معبودوں کی عاجزی اور دنیا بھر
کے علمائے نجوم و فلسفہ کی بھی حقیقت بیان کر دی کہ وہ یہ
غیب کی باتیں بھی نہیں جانتے۔

بخاری میں روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ غیب کے پانچ خزانے ہیں پھر آپ
نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ تا آخر سورۃ۔

سُوْرَۂ سَجدہ

مکیہ ہے اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ
اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ کتاب پروردگار عالم

فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢ اَمْ
کی طرف سے اتری ہے کیا

يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ
یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو خود بنا لیا ہے بلکہ وہ تمہارے رب کی طرف

مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ
سے برحق ہے تاکہ تم ان لوگوں کو ہدایت کرو جن کے پاس

مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ
تم سے پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تاکہ وہ

يَهْتَدُوْنَ ۝٣ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
راہ پر آویں اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى
چھ روز میں بنایا پھر عرش پر

الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ
جا ٹھہرا تمہارا اس کے سوا نہ کوئی کارساز

وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝٤
نہ سفارشی پھر کیا تم نہیں سمجھتے

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ
وہ ایک ایک کام کا انتظام کرتا ہے آسمان سے لے کر زمین تک

ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ
پھر اس دن بھی کہ جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار برس

اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝٥ ذٰلِكَ
کی ہوگی وہ انتظام اس کی طرف رجوع کرے گا یہی

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ
پوشیدہ اور کھلی بات کا جاننے والا زبردست

الرَّحِيْمُ ۝٦ الَّذِيْ اَحْسَنَ كُلَّ
مہربان ہے جس نے عمدہ سے ہر

شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ
چیز کو بنایا اور انسان کی پیدائش کو

مِنْ طِيْنٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ
مٹی سے شروع کیا پھر اس کی اولاد پیدا ہونے

سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ۝٨ ثُمَّ سَوّٰىهُ
بے قدر پانی سے بنائی پھر اس کو ٹھیک کیا

وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ
اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمہارے لیے

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
کان اور آنکھیں اور دل بنائے

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۹﴾

(اس پر بھی) تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

ترکیب

الٓمّٓ یجوز ان یکون مبتداء و تنزیل خبرہ والتنزیل بمعنی المنزل۔ ہٰذا اذا جعل الم اسما للسورۃ او القرآن محل جر الا ریب فیہ حال من الکتاب والعامل تنزیل و من رب متعلق بتنزیل ولا ریب بمثابۃ معنی۔ وان جعل تعدید الحروف فقط کان تنزیل خبر مبتداء محذوف او مبتداء خبرہ لا ریب فیہ فیکون من رب العٰلمین حالا من الضمیر فی فیہ ویمکن ان یکون خبرا بعد خبر ولا ریب فیہ حال من الکتاب او اعتراض۔ ام منقطعۃ بمعنی بل ما اتٰہم ما نافیۃ والجملۃ صفۃ لقوما من السماء الی الارض الجار متعلق بیدبر علی تضمین معنی النزول ویمکن ان یکون حالا من الامر۔ مما تعدون۔ یجوز ان یکون صفۃ لالف او لسنۃ الذی احسن خبر مبتداء محذوف

تفسیر

اس سے پہلی سورت میں توحید اور حشر کے دلائل بیان فرمائے تھے اور وہ دو طرف ہیں اس لیے اس سورت میں امر اوسط یعنی امر رسالت کا ذکر کرتا ہے کہ جس پر قرآن کی برہان تام ہے۔

فقال تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِينَ یہ کتاب یعنی قرآن (کہ جس کے برحق ہونے میں عاقل کو غور و تامل کے بعد کوئی بھی شبہ نہیں رہتا) رب العالمین کی طرف سے ہے۔ رب العالمین کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ جو تمام جہان کا پرورش کرنے والا ہے۔ روحانی پرورش بھی اسی کا خاص حصہ ہے اس لیے اس نے دنیا کی شائستگی کے لیے ایک ایسی کتاب نازل کی جو آفتاب کی طرح سے اپنی آپ گواہ ہے۔ مگر کوتہ نظری اور تیرہ باطنی بھی عجیب بلا ہے ایسے لوگ یہ کہہ دیتے تھے کہ اس کو محمد نے از خود بنا لیا ہے خدا نے نازل نہیں کیا ہے امْ يَقُولُونَ افْتَرٰىهُ اس کے جواب میں فرماتا ہے بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ کہ یہ قرآن برحق ہے تیرے رب کے پاس سے آیا ہے اس کی شان ربوبیت کو مقتضی ہے۔ یہ کس لیے نازل ہوا؟ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ تاکہ تو اے محمد خصوصاً ان لوگوں کو خبردار کرے اور ان کو آنے والے عذاب الٰہی سے ڈرا دے کہ جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہیں آیا ہے۔ اس قوم کی خصوصیت نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص عرب ہی کے لیے مبعوث ہوئے تھے ان کا نام اس لیے لیا گیا کہ سب سے اول انہیں سے کلام تھا کس لیے کہ دوسری جگہ آگیا ہے تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِينَ نَذِيرًا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ

۱؎ اے یدبر امر الدنیا باسباب سماویۃ کالملائکۃ وا غیرہا نازلۃ آثارہا الی الارض ۱۲ منہ

۲؎ اے ہو الذی او خبر بعد خبر۔ والعزیز مبتدا والرحیم صفۃ الذی احسن خبرہ۔ و خلقہ بسکون اللام بدل من کل بدل الاشتمال اے احسن خلق کل شیء ویمکن ان یکون مفعولا ثانیا و کل شیء مفعولا اولا و احسن بمعنی عرف اے الہم کیف یخلق کما قال علیؓ قیمۃ المرء ما یحسنہ اے یحسن معرفتہ۔ وقرأ نافع والکوفیون بفتح اللام علی انہ فعل ماض فیکون صفۃ لکل او لشیء۔ من روحہ اضافۃ الی نفسہ تشریفا و اشعارا بانہ خلق عجیب و ان شانا مناسب الربوبیۃ ۱۲ منہ ابو محمد عبد الحق عفا اللہ عنہ۔

وحکم نے بھی فرمادیا ہے کہ میں تمام عالم کے لیے نبی کیا گیا ہوں۔ پس اس جملہ سے یہ سمجھ لینا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص عرب کی قوم کے لیے مبعوث ہوئے تھے بڑی غلطی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایک عرصہ دراز تک عرب میں کوئی نبی مبعوث ہو کر نہیں آیا تھا اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے گمراہ ہونے کے بعد بجز حضرت کے ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا اس میں سب آگئے۔

اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض الخ یہاں سے وہ بات بیان فرماتا ہے کہ جس کا پہنچانا رسول پر فرض ہے جیسا کہ پہلے رسالت اور اس کی ضرورت بیان کی تھی۔ یعنی اللہ وہ ہے کہ جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ نہ وہ لوگ کہ جن کو مشرکین اس کے ساتھ ملا رہے ہیں۔

مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع اس میں اس بات کا بھی رد ہے کہ جن کو تم اس کا شریک سمجھتے ہو وہ خدا کو کیا اس کی اجازت بغیر کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے نہ کسی کے حامی و مددگار ہو سکتے ہیں۔ جیسا خیال ہے کہ مشرکین غیر اللہ کو اس کا شریک سمجھتے ہیں۔ اس آیت میں جس طرح اس کی اجازت بغیر اوروں کی ولایت و شفاعت کی نفی ہے اسی طرح سے اس کی طرف سے ولایت و شفاعت یعنی حمایت کا ثبوت ہے۔ اس میں بت پرستوں کی تجہیل ہے۔ وہ جو یہ اقرار کرکے کہ اس کے سوا اور کوئی خالق نہیں یہ سمجھتے تھے کہ وہ ہماری سفارش کریں گے۔

جب خلق کو بیان فرما چکا تو اس کے بعد امر کو بیان فرماتا ہے یدبر الامر من السماء الی الارض کہ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر ایک کام کی آپ ہی تدبیر کرتا ہے۔ اس میں اس کا کوئی مشیر و وزیر نہیں۔ آسمانوں یعنی علویات کی کل تدبیر و تصرف آسمانوں کی حرکت ستاروں کی حسب موقع گردش ان کے انوار کا تحفظ پھر وہاں کے نیچے والوں ملائک اور روحانیت کے متعلق سب کام وہ آپ ہی کیا کرتا ہے۔ اور اسی طرح زمین یعنی عالم سفلی کے متعلق سب کام آپ ہی کرتا ہے۔ مینہ کا ہر وقت برسانا ہواؤں کا چلانا نباتات کا اُگانا حیوان اور انسان کی بیماری و تندرستی۔ موت و حیات سب باتیں وہی کیا کرتا ہے۔ یا یوں کہو ہر ایک کام کی تدبیر اسباب سماویہ کے ساتھ جو آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوا کرتے ہیں وہی کیا کرتا ہے۔ یہ تو دنیا کی ابتدا تک کا معاملہ تھا۔

ثم یعرج الیہ اس کے بعد جب کہ یہ عالم فنا ہو چکے گا اور نیا عالم پیدا ہوگا جس کو عالم آخرت یا عالم حشر کہتے ہیں اس روز بھی یہ سب تدبیر و تصرف یعرج الیہ سے یہ الیہ اسی کے ہاتھ میں ہوگا۔

الف سنۃ کا بیان

مگر اس عالم کو فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون کے ساتھ تعبیر فرمایا تعمیل دلانے کے لیے۔ اور وہ عالم لایزال ہے اس کے دنوں کا کوئی شمار نہیں۔ لیکن اس عالم کے پہلے روز کا ذکر کر دیا یعنی قیامت کو۔ یعنی اس عالم کے پہلے دن ہی سے کہ جس کی مقدار تمہارے ہزار برس کے برابر ہے سب کام وہاں کے اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اب یہ بات رہی کہ کہیں تو اس دن کی مقدار پچاس ہزار برس کی فرمائی ہے جیسا کہ سورۂ معارج میں ہے خمسین الف سنۃ اور کہیں ہزار برس جیسا کہ یہاں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس روز بڑی سختی ہوگی۔ اور نہایت وحشت و ہیبت۔ سو یہ ہر ہر شخص کی نسبت جداگانہ ہوگی کیونکہ جیسا جرم ویسی وحشت اور مصیبت کے دن کی درازی بمقدار مصیبت ہوا کرتی ہے۔ وہ دن تو ایک معمولی دن ہوگا۔ مگر کفار کو پچاس ہزار برس کے برابر معلوم ہوگا اور گنہگاروں کو ہزار برس کے برابر اور نیکوں کو تھوڑے

نماز کے وقت کے برابر۔ پس اس لیے کبھی اس کو پچاس ہزار برس کے برابر کہہ دیا کبھی ہزار برس کے، کبھی صلوٰۃ عصر کے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ البتہ دراز معلوم ہوگا تکلیف کے سبب سے اور اس کی درازی کو اعداد مختلفہ کے ساتھ تعبیر کر دیا۔ جیسا کہ جب ہم کو انکار محض منظور ہوتا ہے تو کہا کرتے ہیں تو سو بار بھی کہے گا تو یہ کام نہ کروں گا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس کے جواب میں کہہ دیتے ہیں تو ہزار بار بھی کہے گا تو نہ کروں گا۔ یہ بات ایک محاورہ کے متعلق ہے یہاں محض کثرت مراد ہے۔

یدبر الامر کا بیان

عالم خلق و عالم امر کا مالک و مختار ہونا اور وہ بھی دنیا و آخرت دونوں عالموں میں بیان فرما کر کس زور کے ساتھ فرماتا ہے ذٰلک عٰلم الغیب والشہادۃ یہ ہے غیب اور ظاہر کا جاننے والا جو تمام کائنات کا خالق اور مدبر ہے دارین میں نہ وہ کہ جن کو تم پوجتے ہو۔ چونکہ دنیا اور آخرت اور خلق اور امر کا ذکر آیا تھا ان کے مناسب دو لفظ آ گئے۔ غیب تو آخرت کے لیے کیونکہ وہ اور وہاں کے سب کام ہماری آنکھوں سے غائب ہیں اور اسی طرح عالم امر کے لیے بھی کیونکہ وہ بھی محسوس نہیں اور شہادت دنیا اور خلق کے لحاظ سے اور اسی طرح العزیز الرحیم بھی دونوں کے لحاظ سے آیا بلکہ ہر لحاظ سے۔ کس لیے کہ خلق اور امر اور دنیا اور آخرت میں جس طرح عزیز یعنی غالب و قادر ہونے کی ضرورت ہے اسی طرح رحیم ہونے کی بھی ہے۔ پھر عزیز و رحیم ہونے کا ثبوت دنیا میں عالم خلق کی ایک اعلیٰ اور عمدہ قسم کے پیدا کرنے کے بیان سے کرتا ہے یعنی حضرت انسان کی پیدائش سے جس سے کلام ہو رہا ہے کہ اس کو کس طرح بنایا۔

فقال احسن کل شیء خلقہ کہ اس نے ہر شے کو عمدہ طور سے بنایا ہے۔ جس چیز کو غور سے دیکھئے گا تو وہ آپ ثابت کرے گی کہ میرے خالق کو اس امر میں وہ کمال ہے کہ جس کو کسی کے ساتھ تشبیہ بھی نہیں دی جا سکتی۔ اونٹ کو ملاحظہ کیجئے، اگر آپ کی گردن دراز نہ ہوتی تو محض بیکار ہو جاتا ہاتھی کو سونڈ نہ ملتی تو بڑا اپاہج تھا۔ علیٰ ہذا القیاس ہر ذرہ ذرہ چیز کے ایک ایک عضو اور اس کے بال اور کھال پر غور کرو گے تو ہر ایک منہ سے یہی بول اٹھے گا

وفی کل شیء لہ اٰیۃ
تدل علیٰ انہ واحد

یہ تو ایک تمہید تھی۔ اس کے بعد ان میں سے حضرت انسان کی پیدائش کا حیرت انگیز حال بیان فرماتا ہے

وبدا خلق الانسان من طین یعنی انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی۔ یعنی اس نوع کا جو اول فرد ہے حضرت آدم علیہ السلام اس کو کسی کے نطفہ سے نہیں بنایا بلکہ اس کو خاک سے بنایا۔ گو کہ خاک کے ساتھ پانی وغیرہ اور بھی اجزاء عنصری تھے مگر چونکہ یہ زیادہ تھا اس لیے اسی کا لحاظ کیا گیا اور کل کو جزو غالب سے تعبیر کرنا محاورہ کی بات ہے۔ ہم اس مقام پر اس ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں کہ خاک سے کیونکر بنایا اور کہاں بنایا؟ لفظ بدا نے یہ بھی بتلا دیا کہ انواع قدیم نہیں جیسا کہ حکماء یونان کا خیال تھا چنانچہ ان کا رد علم کلام کی بڑی کتابوں میں بڑے زور سے کر دیا گیا ہے۔

ثم جعل نسلہ من سلٰلۃ من ماء مھین

پھر اس کی نسل جاری کرنے کا دستور بتلاتا ہے کہ ہم نے اس کی نسل کو نچوڑے ہوئے بے قدر پانی سے جاری کیا۔ یعنی منی سے جو تمام انسانی اخلاط کا نچوڑ یا عطر ہوتا ہے اور باوجود اس کے بے قدر ہوتا ہے انسان اس کو چھپاتا ہے۔ بدن یا کپڑے پر لگ جاتی ہے تو دھو ڈالتا ہے۔

نسل کو اس لیے نسل کہتے ہیں کہ وہ جس کی نسل ہوتی ہے اس سے نکلتی ہے۔ نسل الصوف نسولاً سقط۔ قاموس۔ نسل ذریۃ سمیت بہ لانہا تنسل منہ ای تنفصل (بیضاوی) سلالۃ سل سے ہے جس کے معنی کھینچنے کے ہیں۔ بصیغہ مسلول۔ سلالۃ شے ما استخرج منہ منی آدم علیہ السلام (مجمع بحار الانوار) منی کو سلالہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان کے جسم سے کھینچتی ہے۔ مھین المہین الضعیف والحقیر والقلیل (قاموس)

ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ۔ اس کی ماں کے پیٹ میں اس کو ٹھیک کیا۔ سر کی جگہ اس گوشت کے لوتھڑے میں سے سر بنایا۔ کان کی جگہ کان، آنکھ کی جگہ آنکھ، ناک کی جگہ ناک۔ ڈاڑھی پنجے بال بکمال ایک تناسب طبعی سے بنائیں اور ہر چیز کو اس انداز سے بنایا کہ علم تشریح سے واقف ہونے کے بعد عاقل کو اس بات کا اقرار ہی کرنا پڑتا ہے کہ یہ کسی بڑے مدبر حکیم کا فعل اور بڑے باکمال کی کاریگری ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین اور اس کو ٹھیک کر کے اس میں اپنے پاس کی روح پھونک کر زندہ کر دیا۔ من روحہ کے یہ معنی نہیں
کہ اللہ نے اپنی روح یعنی اپنی جان کا کوئی ٹکڑا اس میں ع ۱۱ ۱۴
ڈال دیا۔ بلکہ یہ معنی وہ روح کہ جو اللہ کی عمدہ اور لطیف چیزوں میں کی ایک چیز ہے وہ اس میں ڈال دی۔ اور روح کو اپنی طرف اس کی خوبی و لطافت و شرافت کے لیے مضاف کر دیا۔ جیسا کہ بادشاہ اپنے خاص نوکر کو عزت دینے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا نوکر، ہمارا غلام۔

وجعل لکم السمع والابصار اس کے بعد تمہارے لیے شنوائی و بینائی یعنی حواس ظاہرہ عطا کیے والافئدۃ دل دیا یعنی قوائے باطنیہ و مدرکات باطنیہ عطا کیے۔

مگر اس پر بھی قلیلا ما تشکرون تم بہت ہی کم خدا کا شکر ادا کرتے ہو۔ ان باتوں کو اپنے گھر کی باتیں خیال کرتے ہو۔

روح پھونکنے سے پہلے تک تو غائب کے صیغوں سے تعبیر کیا ثم سواہ۔ فرمایا اور روح پھونکنے کے بعد جعل لکم خطاب کا صیغہ لایا کیوں کہ اب قابل خطاب کے ہو گیا۔

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ
اور کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں مل مل گئے
ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ؕ بَلۡ ہُمۡ
تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے؟ بلکہ وہ
بِلِقَآیِٔ رَبِّہِمۡ کٰفِرُوۡنَ ﴿۱۰﴾ قُلۡ
اپنے رب کے ملنے کے منکر ہیں کہہ دو
یَتَوَفّٰىکُمۡ مَّلَکُ الۡمَوۡتِ الَّذِیۡ
(اے نبی) تمہاری جان موت کا وہ فرشتہ قبض کرے گا جو
وُکِّلَ بِکُمۡ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱﴾
تم پر متعین کیا گیا ہے پھر تم اپنے رب کے پاس لوٹائے جاؤ گے

تفسیر

مشرکین مکہ ان چند باتوں بالخصوص مبتلا تھے۔ (۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتری کہتے تھے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور چیزوں کو بھی شریک کرتے تھے۔ ان دونوں باتوں کا یہاں تک جواب شافی دے دیا گیا۔ (۳) حشر ممکن نہیں۔ اس کا جواب ان کے شبہ کو نقل کر کے دیتا ہے۔

وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ
کر وہ کہتے ہیں کیا ہم جب مر کر زمین میں گم ہو جاویں گے یعنی
بدن کے اجزا منتشر ہو کر نیست و نابود ہو جاویں گے تو
پھر زندہ ہو جاویں گے؟ جواب سے پہلے فرماتا ہے بل
هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ کہ ان کا زمین میں ملنے کے بعد
زندہ ہو سکنے پر تعجب نہیں بلکہ وہ اصل اپنے رب کے
پاس جانے کے منکر ہیں۔

اب جواب دیتا ہے قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ
الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ کہ ان سے کہہ دے ایک
روز وہ فرشتہ جو تمہاری جان قبض کرنے پر معین کیا گیا ہے
تمہاری جان قبض کرے گا، مرنے پر تو تم کو بھی یقین ہے۔
اب رہا دوبارہ زندہ ہونا سو جس نے نیست سے ہست
کر دیا کیا وہ دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہے اور ہوگا
ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ پھر تم اپنے رب کے پاس
لوٹ کر جاؤ گے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو
اور جو آپ بھی دیکھیں جب کہ گنہگار اپنے رب کے آگے

رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا
سر جھکائے ہوئے کہ کہتے ہوں گے کہ اے رب!

أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ
ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو دنیا میں پھر بھیج کہ اچھے

صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ⑫ وَلَوْ شِئْنَا
کام کریں ہم کو یقین آ گیا اور اگر ہم چاہتے

لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَ
تو ہر نفس کو ہدایت دے دیتے

لَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ
لیکن میری بات پوری ہو کر رہی کہ ہم

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
جنوں اور آدمیوں سب سے جہنم بھر کر

أَجْمَعِينَ ⑬ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ
رہیں گے پھر تم بھی مزہ چکھو اس لیے کہ تم

لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ
اس دن کے آنے کو بھول بیٹھے تھے ہم نے بھی تم کو بھلا دیا

ف کفار دو غلطیوں میں مبتلا تھے۔ ایک تو خدا کو خالق و مسبب مانتے ہوئے بتوں کو خدا کے ساتھ اور چیزوں کو بھی شریک کرتے
تھے۔ اس کا رد قرآن نے بار بار نہایت واضح طریق پر کر دیا۔ دوسری غلطی یہ تھی کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ
جی اٹھنا، عذاب و ثواب پانا حق نہیں جانتے تھے، قیامت کے قائل نہ تھے۔ یہ ایک ایسا خیال ہے کہ انسان
کو اکتساب سعادت سے روکتا اور شہوات اور طرح طرح کی بدکاریوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس کا رد ان آیات
میں کیا جاتا ہے کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کر کے خدا کے پاس لے جاتا ہے۔ مرنے سے لے کر قیامت قائم ہونے
تک کے زمانے میں بھی انسان نیک و بد اعمال کا بدلہ پاتا ہے جس کو عذاب و ثواب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
پھر قیامت کا حال اگلی آیات میں بیان فرماتا ہے اذ المجرمون ناکسوا رءوسھم عند ربھم کہ مجرم خدا کے سامنے شرم سے نگوں
سر جھکائے ہوں گے اور دوبارہ دنیا میں آنے کی آرزو کریں گے۔ یہ بات عالم برزخ کے عذاب پر بھی صادق آتی ہے۔ یہ خیال
غلط ہے کہ مر کر نیست ہو جاتا ہے یا کسی اور جسم میں جاتا ہے۔ حقانی
ف فرشتہ اللہ کی طرف سے موکل ہے۔ اس کا قبض کرنا اللہ ہی کا قبض کرنا ہے۔ دونوں باتوں میں
تعارض نہیں ہے۔ منہ

وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ
اور چکھو اور عذاب دائمی بدلہ اپنے کیے کے
تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ
ہوئے ہیں ہماری آیتوں پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب
إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَ
ان کو ان سے سمجھایا جاتا ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور
سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ
اپنے رب کی ستائش کرتے ہیں اس کی خوبیاں یاد کر کے اور وہ
لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿١٥﴾ تَتَجَافَىٰ
تکبر نہیں کرتے۔ الگ رہتی ہیں ان کی کروٹیں
جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ
سے پکارتے ہیں اپنے رب کو
رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ
خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور ہمارا دیا ہوا میں سے
يُنْفِقُونَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا
خرچ کیا کرتے ہیں پھر کوئی شخص نہیں جانتا کہ
أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً
ان کے لیے ان کی آنکھوں کی کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے بدلہ ان کے
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾
عمل کے جو کرتے تھے۔

سجدة

ترکیب

ولو ترىٰ کا جواب من رؤیۃ العین والمفعول محذوف اسے و لو تری المجرمین، والمعنی من ذکرہ الجملۃ۔ واذ جیٹا یراد بہا المستقبل والتقدیر فقوالمنٹ رضعنا موضع المحذوف حال و الحال فیما ناکسوا۔ فذوقوا ما نسیتم فذوقوا العذاب۔

یجوز ان یکون مفعول فذوقوا ☐ علیٰ مذہب الکوفیین فی اعمال الاول، ویجوز ان یکون ھٰذا۔ تتجافیٰ فی موضع الحال وجواب تو محذوف اسے لرأیت امرا فظیعا و یجوز ان یکون تو للتمنی خوفا و طمعا مفعول لہ والحال یدعون۔ ما یمنی الذی ویجوز ان یکون للاستفہام۔

تفسیر

ولو ترىٰ یہاں سے وہ حال بیان کرتا ہے جو خدا کے پاس رجوع ہونے کے بعد یعنی اس کے پاس جانے کے بعد ظہور میں آئے گا کہ اے محمدؐ یا اے ہر شخص مخاطب اگر تو ان کافروں کو اس وقت دیکھے جب کہ وہ اپنے رب کے سامنے شرمندگی اور خوف سے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور یہ کہیں گے کہ اے رب اب ہم نے آنکھ سے حشر کا معاملہ دیکھ لیا اور مجھ سے رسولوں کا برحق ہونا سن لیا۔ یا یہ معنی کہ وہ وہاں جا کر اپنے جرم کا اقرار کریں گے کہ ہم نے رسولوں اور ان کے معجزات کو دنیا میں دیکھ لیا تھا اور ان کے کلام کو سن لیا تھا جیسا کہ آیا ہے قالوا بلیٰ قد جاءنا نذیر۔ اب ہم کو بار دیگر دنیا میں بھیج کہ وہاں جا کر اچھے کام کریں اب ہم کو یقین آگیا۔ مگر اب کیا ہوتا ہے۔ کیوں کہ ولو شئنا لآتینا الآیۃ ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت کرتے

ف اہل اسلام میں معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک خدا تعالیٰ کو اس بات کا کرنا لازم ہے کہ جو بندے کے حق میں اصلح ہو اس لحاظ سے وہ اس قسم کی آیات کو جن میں گمراہ کرنا اور ہدایت نہ دینا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے تاویل کیا کرتے ہیں کیونکہ گمراہی بندے کے حق میں کسی طرح بہتر نہیں۔ ان کے رد کے لیے یہ آیت کافی ہے۔ اور اسی طرح جیسا کہ اہل سنت آیا کرتے ہیں اور تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے جواب دینے کے لیے کتاب لبیاء کا لام ویب و ویس کا فی ہے جس میں صاف ہے (الآیۃ ولو شئنا)

ایمان دار نیک کردار کر دیتے مگر ان میں صلاحیت نہ تھی ان کو رسولوں نے بہت کچھ سمجھایا پر نہ مانا کس لیے کہ اللہ کا نوشتۂ ازلی پورا ہوگیا کہ یہ لوگ جہنم میں جاویں گے۔ مطلب یہ کہ اگر بار دیگر بھی دنیا میں جاویں تو بھی راہ پر نہ آویں۔ پس حکم ہوگا کہ آج کے دن فراموش کرنے کا مزہ چکھو۔ اب ہم نے تم کو بھلا دیا یعنی ہمارے دل میں تمہاری جگہ باقی نہیں رہی۔ یہ محاورہ کی بات ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو بھول جاوے گا کس لیے کہ وہ سہو و نسیان سے پاک ہے۔ وذوقوا اب عذاب دائمی کا مزہ چکھو اپنے اعمال بد کے سبب۔ تم دائم ان میں گرفتار تھے اس لیے اب عذاب دائمی میں گرفتار ہوئے۔

انما یؤمن سے یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ بدنصیب کیا ایمان لاویں گے ایمان لانا آیاتِ الٰہی پہ تو ازلی نیک بختوں کا کام ہے پھر ان کی علامات اور عاداتِ حمیدہ بیان فرماتا ہے۔

سجدۂ تلاوت

(۱) کہ جب ان کو آیاتِ الٰہی سنا کر سمجھایا جاتا ہے تو خوفِ الٰہی کے مارے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اس کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں سبحان اللہ الحمد کہتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے نہ تو دنیا میں کسی سے بہ تکبر پیش آتے ہیں نہ اللہ کے رسولوں اور اس کے احکام سے تکبر کر کے سرتابی کرتے ہیں۔ یعنی ان میں کمال صلاحیت ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر یا سن کر سجدہ کرنا لازم ہے۔

(۲) تتجافٰی جنوبھم عن المضاجع نے تر تفع و تتنحی عن الفرش و موضع النوم (بیضاوی) کہ وہ رات کو اپنے بستروں اور خواب گاہوں سے اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ اس میں خوف اور امید کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں دعا کرتے ہیں مناجات میں مشغول ہوتے ہیں۔

نمازِ تہجد

احادیثِ صحیحہ میں نمازِ تہجد کی تاکید اور فضائل بہت کچھ وارد ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور صالحین امت کا قدیم دستور ہے کہ وہ نصف شب کے بعد اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ وہ بارہ رکعت ہیں دو دو کی نیت سے۔ حضرت کے یہ نماز فرض تھی، تمام امت کے لیے مسنون ہے۔ ابی امامہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کا اٹھنا لازم کرو کیوں کہ یہ تم سے پہلے صالحین کی عادت ہے اس سے تمہارے رب کی نزدیکی پیدا ہوتی ہے گناہوں کو مٹاتا ہے گناہوں سے روکتا ہے رواہ الترمذی اور فرمایا کہ یہ بڑا قبولیت کا وقت ہے۔

(۳) ومما رزقنٰھم ینفقون کہ اللہ کے دیے ہیں سے دیتے ہیں یعنی خیرات بھی کرتے ہیں۔ پھر ان کے اجر کی بابت فرماتا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی فرحت و سرور کی چیزیں جو کچھ ہم نے چھپا رکھی ہیں ان کی پوری تعداد و کیفیت کوئی نہیں جانتا ہے۔ یعنی وہ بے حساب چیزیں ہیں اور یہ ٹھیک ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم جنت اور اس کی کسی نعمت سے واقف نہیں خصوصاً وہ کہ جن کو قرآن اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتا دیا۔ جس نے یہ مطلب سمجھ کر تمام جنت اور حور و قصور کا انکار کیا بڑی غلطی کی ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ

تو کیا مومن اس کے برابر ہو جائے گا جو بدکار ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ کوئی خالق سے نہیں کہہ سکتا کہ تو نے میرے لیے ایسا کیوں کیا ۱۲ منہ

فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ

کہ بدکار ہو وہ برابر نہیں ہو سکتے لیکن وہ جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ

ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے تو ان کے ان کاموں

الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے مہمانی میں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ

اور جنہوں نے بدکاریاں کیں سو ان کا ٹھکانا آگ ہے

كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ

جب چاہیں گے کہ وہاں سے نکلیں

اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا

تو اس میں پھر دھکیل دیے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا آگ کا

عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ

وہ عذاب چکھو کہ جس کو تم جھٹلایا

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ

کرتے تھے اور البتہ دنیا میں بھی ہم ان کو

الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ

تھوڑا سا عذاب چکھائیں گے بڑے عذاب سے

الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ

پہلے تاکہ وہ رجوع کریں اور

مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ

بھلا اس سے زیادہ ظالم کون ہے کہ جس کو اس کے رب کی آیتوں سے سمجھایا جائے

ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ

پھر وہ ان سے منہ موڑے ہم گنہگاروں سے

مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ضرور بدلہ لیتے ہیں۔

ع ۳ ۱۱ ۱۵

ترکیب

افمن الاستفہام للانکار ای لیس المومن کالکافر. لایستوون تاکید لما تضمنہ الاستفہام والجمع لرعایۃ معنی من وہو مفرد لفظا جمع معنی۔ اما الذین قرینۃ التفصیل تقریر لایستوون. جنت الماوی ای التی فیہا المساکن والدور والغرف العالیۃ اضیف الیہا الماوی لانہا ما ویٰ الیہ وقیل الماوی اسم جنۃ۔

تفسیر

مومنوں کے درجات: حضرت محمدؐ کو ایک خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اللہ کے مومن و کافر نیک و بد سب بندے برابر ہیں، اس کو نہ نیک سے فائدہ نہ بد سے نقصان۔ پھر نیکوں کے لیے یہ کچھ درجات، بدوں کے واسطے یہ مصائب اس کے عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ کفار بھی اپنی بت پرستی اور دو جگہ ہے کہ کوششوں پر جیسے تھیں ان محنتوں کو مستحسن سمجھتے ہوں۔ اس کا جواب اس آیت میں دیتا ہے۔

افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لایستوون کہ بھلا مومن اور فاسق دونوں برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر اس کی اور بھی توضیح کرتا ہے۔

اما الذین اٰمنوا الخ کہ وہ جو ایمان لائے ہیں اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے نیک کام بھی کیے ہیں۔ نیک کاموں کی شرح پہلی آیتوں میں آ چکی ہے فلہم جنت الماوٰی کہ ان کا مقام جنت ہے وہی ان کا اصلی مقام ہے۔ دنیا ایک کوچ کر جانے کی منزل ہے۔ نزلا بما کانوا یعملون۔ یہ مقام مقدس ان کی مہمانی میں دیا جاوے گا ان کے ان کاموں کے بدلہ میں جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

واما الذین فسقوا اور وہ جو فاسق ہو گئے یعنی نفر کے

فکر سے نافرمان ہو گئے۔ یہ عام ہے کفر و معصیت دونوں
فسق ہیں۔ فماوٰہم النار ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ دوزخ کی
دہکتی ہوئی آگ ان کا گھر ہے۔ یہ دنیا کے مہر و محل اور نفیس
باغ تو چند روز کے لیے ہیں۔ دنیا میں شہوت کی آگ میں مبتلا
تھے وہی آتش شہوت نار جہنم بن جاوے گی۔ کلما
ارادوا ان یخرجوا منہا اعیدوا فیہا جب وہاں سے نکلنے کا
ارادہ کریں گے تو پھر وہیں دھکے دے کر پہنچا دیے جاویں گے
یعنی نکلنے نہ پاویں گے کس لیے کہ وہ دنیا میں اس آگ سے
نہ نکلے تھے۔

وقیل لہم الخ اور ان سے کہہ دیا جاوے گا کہ آج اس آتش
کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔
جب کوئی کہتا تھا کہ اس فعل بد کی سزا جہنم ہے تو کہتے تھے
یہ جنت اور جہنم سب فرضی باتیں ہیں بے وقوفوں کے
ڈرانے کے لیے۔ اس پر وہ اپنی دولت و حشمت کے گھمنڈ پر
قہقہے لگایا کرتے تھے۔ چنانچہ کسی پرکھ وارث امرے اس پر
بہت کچھ مضحکہ کیا ہے۔ اور آج کل بھی بعض [illegible] اپنی
محفلوں میں بہت کچھ قہقہے اڑایا کرتے ہیں وہاں ان کو کہا جاوے گا
یہ وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ولنذیقنہم من العذاب الادنٰی الخ اب یہ بات
ارشاد فرماتا ہے کہ اس خیال میں نہ رہنا کہ آخرت ہی میں
عذاب آوے گا دنیا میں تو مزے سے گزر رہی ہے۔ بلکہ
آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ہم ان کو عذاب
دیں گے گو وہ کتنا ہی بڑا ہو مگر عذاب آخرت کے مقابلہ
میں ادنیٰ ہے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے موافق اہل مکہ
پر عذاب ادنیٰ آیا۔ سات برس تک وہ قحط پڑا کہ مردار
اور کتوں کے کھانے کی نوبت آگئی۔ مگر چونکہ آیت میں روئے

سخن اہل مکہ کی طرف ہے مگر سب فاسقوں کی طرف
اشارہ ہے۔

کتب تواریخ شاہد ہیں کہ دنیا میں جس قوم نے
بدکاری شہوت پرستی اختیار کی وہ دنیا ہی میں برباد اور
تباہ کیے گئے۔ سلطنتیں چھین لی گئیں۔ لوگوں کے ہاتھوں
سے قتل ہوئے۔ ان کی جورو اور بیٹیوں کو بے حرمت کیا
گیا۔ یہ عذاب ان کو اس لیے دیا جاتا ہے کہ لعلہم
یرجعون کہ کاش وہ خدا کی طرف رجوع کریں تو رجوع کی
صلاحیت اختیار رکھیں۔ مگر افسوس کہ جو اس کے بعد
بھی رجوع نہیں کرتے جان لو کہ وہ خدا کی بارگاہ کو راندے
ہوئے ہیں۔ ان کو کبھی خوشی و ترقی کا منہ دیکھنا نصیب
نہ ہوگا۔ اہل اسلام کے امرا کو عبرت کرنا چاہیے۔
ومن اظلم الخ میں یہی بات جتلاتا ہے کہ اس سے زیادہ
کون بے جنت ظالم ہے کہ جس کو اس کی آیتوں سے سمجھایا جاتا
ہے پھر وہ اس سے اعراض کرتا ہے پھر ہم ایسے مجرموں سے
کیوں نہ انتقام لیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا
اور البتہ موسیٰ کو بھی ہم نے کتاب دی تھی پھر تو
تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَ
اس کے ملنے میں شبہ نہ کریں اور
جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾
ہم نے ہی اس کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما بنایا تھا۔
وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا
اور ہم نے انہی میں سے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے

۱؎ نسائی نے عذاب الادنیٰ کی تفسیر میں یہی روایت کی ہے۔ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں اس سے مصائب دنیا مراد ہیں۔ ابن کثیر۔

لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾	كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ
جب کہ وہ صبر کرتے رہے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین بھی رکھتے تھے	تم سچے ہو کہہ دو کہ فیصلہ کے دن تو
إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ	لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ
بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ	کافروں کو ایمان لانا کچھ بھی نفع نہ دے گا
الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾	وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ
کردے گا کہ جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں	اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی پس ان سے کنارہ کرو
أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِن	وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾
کیا ان کو اس سے بھی ہدایت نہ ہوئی کہ ان سے پہلے ہم نے ہلاک کردیئے	اور انتظار کئے جاؤ وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔
قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي	
قرن کتنی جو ہے کہ لوگ جن کے گھروں	
مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ	
میں چلتے پھرتے ہیں البتہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں	
أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا	
پھر کیا وہ سنتے بھی نہیں کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم	
نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ	
پانی کو خشک زمین کی طرف رواں کرتے	
فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ	
اس سے کھیتی نکالتے ہیں کہ جس کو ان کے چارپائے	
أَنْعَامُهُمْ وَأَنفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾	
اور وہ خود بھی کھاتے ہیں پھر کیا وہ دیکھتے بھی نہیں	
وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن	
اور کافر کہتے ہیں کب ہوگا یہ فیصلہ اگر	

ع ۲

ترکیب

من لقائه يحتمل ان يرجع الضمير في لقائه الى الله اي من لقاء موسى الله فالمصدر مضاف الى المفعول. وان يرجع الى موسى اي من لقاء موسى الكتاب او الشدة والانكار من قومه فيكون المصدر مضافا الى الفاعل. وقيل يرجع الى الكتاب اي فلا تكن في شك من تلقى الكتاب من الله تعالى كما قال وانك لتلقى القرآن وقيل من لقائك موسى كما وقع في ليلة المعراج او في القيامة. لما بالتشديد ظرف والعامل جعلناهم او جعلنا وبالتخفيف مصدرية.

تفسیر

ولقد آتینا موسی الکتاب الخ یہاں سے پھر مسئلہ رسالت کا ثبوت کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی پھر نے پھر ا آپ

ف: بخاری نے کتاب الجمعہ میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ ہل اتی پڑھا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں بھی یہی آیا ہے۔ احمد و دارمی و ترمذی و نسائی و حاکم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر سورۂ سجدہ اور سورۂ تبارک الذی کے پڑھے نہ سویا کرتے تھے۔ ان کے فضائل میں اور بھی احادیث ہیں (فتح)

کتاب کے ملنے میں شبہ نہ کرو کیونکہ جس طرح حضرت موسیٰ کے عہد میں گمراہی پھیل گئی تھی بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے توریت نازل کی گئی اسی طرح آپ کے عہد میں تمام عالم گمراہ ہو گیا تھا ان کی ہدایت کے لیے تم کو نبی بنایا اور تم کو کتاب عطا فرمائی۔ آں حضرت کو اس میں کوئی شبہ نہ تھا کتاب یعنی قرآن پا چکے تھے بلکہ یہ اور لوگوں کے لیے فرمایا کہ تم اس پر شبہ نہ کرو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں جیسا کہ مجاہد و کلبی و سدی کا قول ہے کہ یہ معنی ہیں کہ اے محمد ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی زندگی میں موسیٰ سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ شب معراج میں آپ نے موسیٰ سے بیت المقدس یا آسمان میں ملاقات کی جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں نے موسیٰ سے شب معراج میں ملاقات کی ہے وہ بلند قامت گندم گوں پیچیدہ بالوں والے تھے جیسا کہ شنوءة کے لوگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح بخاری نے انس سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں موسیٰ کو سرخ ٹیلہ کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

بعض کہتے ہیں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جس طرح موسیٰ نے قوم سے تکلیف پائی آپ بھی پاویں گے۔ اس میں شک نہ کیجئے۔

وجعلنا منهم ائمة الخ یعنی موسیٰ کے بعد بھی ہم نے یہ سلسلہ جاری رکھا کہ ان میں سے پیشوا لوگوں کی ہدایت کے لیے قائم کیے وہ برداشت کر کے ہدایت کیے جاتے تھے۔ پھر محمد کو رسول بنانا اور ان پر قرآن نازل کرنا کون سی نئی بات ہو گئی جس پر کفار اس قدر تعجب و انکار کرتے ہیں؟

ان ربک هو یفصل الخ موسیٰ کے بعد نبیوں کے آنے پر بھی لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا دین اور کتاب میں تحریف ہو گئی جس کا فیصلہ ہم کر دیں گے کہ کون حق پر تھا؟ کون ناحق پر! اس جملہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ضرورت کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ اور ان کے بعد کے انبیاء کے طریقہ میں اختلاف پڑ جانے کے سبب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلاح کے لیے نبی کر کے بھیجا گیا۔

اولم یهد لهم بیان سے اپنی قدرت کاملہ اور دنیا کے بے ثبات ہونے پر دو دلیلیں پیش کر کے یوم الفتح کے آنے کا وعدہ دیتا ہے اور حضرت کو اس دن کے انتظار کا متوقع کر کے سورت کو تمام کرتا ہے۔

اول قرنوں والی دلیل ہے کہ وہ اپنے سے پہلوں کے مکانات شکستہ پر سے گزرتے ہیں جو عبرت کا نمونہ ہیں پھر کیا اس سے ان کو ہدایت نہیں ہوتی، غور نہیں کرتے کہ ان کے بنانے والے کون تھے، کہاں گئے۔ ان کے دل میں کیا کیا امیدیں ہوں گی اسی طرح ایک دن تمہارا بھی ہے۔

دوسری دلیل اولم یروا کہ خشک زمین کو نہیں دیکھتے کہ اس کو ہم پانی سے کس طرح سرسبز و شاداب کرتے ہیں ان کے اور ان کے چارپایوں کی روزی پیدا کرتے ہیں اناج گھاس۔ پھر کیا ہم دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ پہلی دلیل میں افنا، دوسری میں ایجاد کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی دلیل کے بعد افلا یسمعون فرمایا تھا کس لیے کہ گزشتہ لوگوں کا حال سننے سے علاقہ رکھتا ہے۔ دوسری کے آخر میں افلا یبصرون کس لیے کہ زمین کا خشک ہونے کے بعد شاداب دیکھنا بصارت سے متعلق ہے۔ اہل اسلام ان کے انکار پر تنبیہ بلاؤں کا آنا ایک دن کہا کرتے تھے جس پر کفار ہنسی سے پوچھا کرتے یہ الفتح کا فیصلہ کا دن کب ہے؟ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ مجاہد و قتادہ

[1] فراء و قتبی کہتے ہیں فتح مکہ۔ سدی کہتے ہیں بدر کا دن مراد

یوم الفتح جواب دیتا ہے کہ اس کی تعیین دریافت کرنے سے تم کو کیا فائدہ؟ اگر یہ غرض ہے کہ اس دن ایمان لے آویں گے تو اس دن ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ نہ ان کو مہلت ملے گی۔ پس اے نبی ان سے کنارہ کرو بحث نہ کرو اور منتظر رہو وہ بھی منتظر ہیں۔

سورۂ احزاب

مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ

اے نبی اللہ سے ڈرا کرو اور کافروں

الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور منافقوں کا کہنا نہ مانا البتہ اللہ ہی

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ① وَّاتَّبِعْ مَا

سو خبردار حکیم ہے اور جو کچھ تم پر

يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تمہارے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہے اسی پر چلا کرو البتہ اللہ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ② وَّ

جانتا ہے جو کچھ کہ تم کیا کرتے ہو اور

تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ ہی کارساز

وَكِيْلًا ③

کے لئے بس ہے

ترکیب

من ربک متعلق بیوحی وکیلا تمیز لکفی باللہ ناصر وانتصاب نرائرة۔

تفسیر

احزاب جمع حزب کی جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔ اس سورت میں ان جماعتوں کا بھی تذکرہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ پر چڑھ کر آئی تھیں اور چاروں طرف سے مدینہ طیبہ کو گھیر لیا تھا جس کی مدافعت کے لیے حضرتؐ نے شہر کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا تھا۔ اس واقعہ کو غزوۂ خندق کہتے ہیں جو شوال کے مہینے میں اُحد کی لڑائی کے ایک برس بعد ہجرت کے پانچویں سال میں واقع ہوا تھا۔ اس لیے اس سورت کا نام سورۂ احزاب ہو گیا۔

یہ سورت بقول ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ بعض روایتوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ اس سورت میں سے بعض آیات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منسوخ التلاوت ہو گئی ہیں۔ گو اس سے بھی قرآن مجید پر تحریف کا الزام قائم نہیں ہو سکتا۔ کس لیے کہ تحریف جب ہوتی ہے کہ جب آپؐ کے بعد قرآن میں کمی کی جاتی یا آپؐ کے بغیر اجازت۔ اور جب کہ منزل قرآن ہی نے کسی قدر اجزاء کو کسی حکمت سے کم کر دیا تو پھر کسی کو کیا مجال گفتگو ہے۔ اس بحث کو ہم تحریف القرآن جواب تحریف القرآنؐ میں خوب بیان کر چکے ہیں۔ مگر علامہ مسلم وغیرہ محققین اس کے سرے سے قائل ہی نہیں وہ ان آیات منسوخ التلاوت کو قرآنی آیات نہیں کہتے بلکہ وہ جملے بطور تفسیر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھے تھے جس کو لوگوں نے آیت سمجھ کر اپنے مصاحف میں لکھ لیا مگر جب قرآن اصلی حالت پر لکھوایا گیا عرضہ اخیرہ کے مطابق اس میں درج نہ ہونے دیا۔

سورۂ سجدہ کے اخیر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار کا حکم دیا گیا تھا اور نصرت کا وعدہ بھی تھا ایسی حالت میں کچھ عجب نہیں کہ کفار و منافقین نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اطاعت پر آمادہ کرنا چاہا ہو کہ آپ فلاں فلاں باتیں مان لیں تو ہم آپ کے دین میں آجاتے ہیں ورنہ ہم آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو ستائیں گے۔ گو آپ سے یہ بات متوقع نہیں مگر ایسی خطرناک حالتوں میں جبلت انسانی کا مائل ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ اس لیے بطور احتیاط آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اول ہی آگاہ کر دیا۔

فقال یا ایھا النبی اے نبی! اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال عزت ہے کہ قرآن مجید میں کسی جگہ آپ کا اسم مبارک لے کر نہیں پکارا گیا بلکہ بلقب نبی یا رسول یا مزمل یا مدثر یاد فرمایا گیا۔ اتق اللہ اللہ سے ڈرا کر، اور کسی سے نہ ڈرو۔ اگرچہ آپ اللہ ہی سے ڈرتے تھے، مگر یا اس پر دوام کے لیے یا ازدیاد کے لیے یہ حکم دیا، کس لیے کہ تقویٰ کا بے نہایت میدان ہے۔ ولا تطع الکفرین والمنفقین اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانو۔

واحدی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ابو سفیان و عکرمہ و ابو الاعور اور منافقوں میں سے عبد اللہ بن ابی و عبد اللہ ابن ابی سرح آپ سے طرح طرح کی باتیں و دھمکی دے کر کہا کرتے تھے کہ ایسا کرو ایسا کرو۔ ان کا کہنا اس لیے نہ مانو کہ یہ وہ باتیں کہتے ہیں جو مصلحت الٰہی نہیں چاہتی تھی۔ ان اللہ کان علیما حکیما البتہ اللہ عالم ہے ہر بات کی ابتدا و انتہا شروع و انجام جانتا ہے۔ اس نے جو کچھ حکم دیا ہے اس میں سراسر حکمت ہے۔

پس واتبع ما یوحی الیک من ربک اللہ نے جو کچھ آپ کی طرف وحی کی ہے اسی پر چلو، اور نہایت استحکام اور بصدق دل سے وحی کا اتباع کرو کس لیے کہ ان اللہ کان بما تعملون خبیرا جو کچھ تم کرتے ہو اس کو اللہ خوب جانتا ہے اس پر کوئی بات مخفی نہیں۔ ان سرکشوں کی دھمکیوں سے نہ ڈرو وتوکل علی اللہ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ وکفی باللہ وکیلا وہ کافی ہے سب کام درست کر دے گا کوئی دشمن تم کو ضرر نہ دے گا۔

حاصل کلام، جب قومیں ورطۂ ضلالت میں غرق ہوں، اور جہالت کی تاریک اندھیریوں میں بند ہوں اس وقت خدا کے ہادی کو جو قوانین تہذیب و انتظام سیاسیہ کا سرچشمہ ہے اس کا الہام ہوتا مستقل رہنا چاہیے۔ لوگوں کی بے ہودہ خواہشوں کی تعمیل اور خلاف مرضی رنج و تکلیف کی کچھ بھی پروا نہ کرنا چاہیے۔ قرآن نے لوگوں کو ہمیشہ کے لیے کیا عمدہ قانون بتلا دیا ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ

اور اللہ نے کسی کے سینے میں دو دل

فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ

نہیں بنائے اور نہ اللہ نے تمہاری ان بیویوں کو

الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ

کہ جن سے تم ظہار کر بیٹھتے ہو تمہاری ماں بنایا ہے

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ

اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا بنایا ہے

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ

یہ تمہارے منہ کی بات ہے

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي

اور اللہ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ

ف یعنی کلام بھی اور مطابق بھی ہے، دوسروں کو کہنا آتا ہے ۱۲ منہ

السَّبِيْلَ ④ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ
راستہ بتاتا ہے ۔ تم ان کو ان کے اصل باپوں کے نام سے پکارا کرو یہ

اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا
اللہ کے نزدیک بہت انصاف ہے ۔ اگر تم کو ان کے باپ

اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ
معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور

مَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
رفیق ہیں اور تمہارا کچھ گناہ نہیں تم پر

فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ
جس میں چوک ہو جائے لیکن وہ جو دل سے قصداً کرتے ہیں

قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤
(گناہ ہے) اور اللہ بخشنے والا معاف کرنے والا مہربان ہے

تفسیر

کسی کے دو دل نہیں

پہلے فرمایا تھا کہ خلوص کے ساتھ وحی کا اتباع کرو۔ اب ماجعل اللہ الخ سے یہ بات بتلاتا ہے کہ مقتضائے خلوص یہی ہے کہ ایک طرف کا ہو جائے۔ دو دلی اچھی نہیں۔ اس دو دلی کو اس جملہ میں رد کیا۔ دو دلی یا دو رنگی کے باطل کرنے کے لیے یہ جملہ ضرب المثل ہے۔ محاورۂ عرب میں اس محل پر یہی جملہ بولا کرتے ہیں کہ اللہ نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے ہیں۔ دل ایک ہی ہوتا ہے اب اس میں محبت و اطاعت بھر دو یا بغض و نفرت۔ یہ منافق کی تعلیم و ہدایت کے لیے بڑا اثر انگیز جملہ ہے۔ عرب کے ایک شاعر جمیل تھا لوگ کہا کرتے تھے کہ ہمارے دو دل ہیں اور اسی لیے جمیل ابن معمر کا یہ لقب ہو گیا تھا۔ اسی طرح آگے پیچھے مدینے کے منافق دو دلوں

باتیں کیا کرتے تھے۔

ظہار

اس کے بعد اسی پر متفرع کر کے دو باتیں اور ارشاد فرمائی ہیں جو احکام آئندہ کے لیے تمہید ہیں اور جن سے مخالفین کے طعن و تشنیع منقطع ہیں۔

اول وما جعل ازواجکم الخ کہ تم جن بیویوں کو غصہ میں ماں کہہ بیٹھتے ہو وہ تمہاری مائیں نہیں بن جاتیں۔ جاہلیت میں عرب کا دستور تھا کہ وہ خفا ہو کر بیوی کو کہہ دیتے تھے انت کظہر امی۔ تو مجھ پر اس طرح حرام ہے کہ جیسے میری ماں کی ظہر یعنی پشت مجھ پر حرام ہے۔ پشت کے نام سے کنایہ ستر خاص کی طرف ہوتا تھا۔ مگر شرم و تہذیب کے سبب ستر خاص کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ یہ جاہلیت میں طلاق سمجھی جاتی تھی۔ اسلام میں ایسی تشبیہات کو ظہار کہتے ہیں۔ اس کا حکم مفصل سورۂ مجادلہ میں آوے گا۔

اسلام میں متبنیٰ کوئی چیز نہیں

دوسری بات وما جعل ادعیاءکم ابناءکم کہ جن کو تم خوشی میں بیٹا کہہ لیتے ہو وہ درحقیقت تمہارے بیٹے نہیں بن جاتے۔ جس طرح وہ غصہ کی بات بیوی کو ماں نہیں کر دیتی اسی طرح خوشی کی بات کہ کسی کو بیٹا کہہ دو یا بیٹا بنا لو غیر کو بیٹا نہیں بنا دیتی۔

جاہلیت میں دستور تھا کہ کوئی کسی کو بیٹا بنا لیتا تھا یعنی متبنیٰ کر لیتا تھا جس طرح کہ ہندو گود لے لیتے ہیں پھر وہ شخص اصلی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور اسی کی میراث بھی پاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وحی سے پہلے زید بن حارثہ کلبی کو بیٹا کر لیا تھا۔ لوگ اس کو زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے ابن عمر سے کہ ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن میں آگیا ادعوھم

لِاٰبَآئِهِمْ الخ۔ تب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کہہ دیا کہ تو زید بن حارثہ بن شراحیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس الحاق اور اس نسبت جاہلیت کو بھی رد کر دیا اب اسلام میں متبنّیٰ بنانا کوئی چیز نہیں رہا۔

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ۔ صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں جن کا شرع میں کچھ بھی اصل نہیں نہ کسی کے لیے دو دل ہیں نہ کوئی بیوی کسی کی ماں ہے نہ کوئی غیر کا بیٹا بیٹا ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ سچی بات اللہ کی ہے اور وہی سیدھا رستہ بتاتا ہے نہ وہ کہ جو تم کہتے ہو۔

تیسری بات کی بابت سیدھا رستہ بتانے کے لیے یہ حکم دیتا ہے اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ کہ ان کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو یہ اللہ کے نزدیک بہتر اور انصاف کی بات ہے۔ اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو بھائی یا مولیٰ فلاں کہہ کے پکارو۔ قال الزجاج موالیکم ہے اولیاءکم فی الدین۔ اور بعض کہتے ہیں اگر آزاد ہے اور اس کے باپ کا نام معلوم نہیں تو بھائی کہہ کے پکارو اور اگر غلام ہے تو مولیٰ فلاں اس کے آقا کے نام سے پکارو۔ موالی مولیٰ کی جمع ہے جو ولی سے مشتق ہے جس کے معنی قرابت اور نزدیکی کے ہیں۔ قرابت نسبی کے علاوہ اسلام میں قرابت جیسی بھی معتبر ہے۔ پھر اس کی دو قسم ہیں۔

ایک موالاۃ و مواخات کہ باہم دو شخصوں کو ایک عقد دوستی منعقد ہو جاتا ہے کہ ایک دوسرے کے نیک و بد میں شریک ہو۔ اس کو موالاۃ کہتے ہیں۔ ابتداء اسلام میں اس سے وراثت بھی دلائی جاتی تھی۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنین میں اسی طرح سے ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیتے تھے جو ایک دوسرے کے رنج و راحت کا شریک ہوتا تھا خصوصاً پردیسیوں کے لیے اس سے بڑا فائدہ تھا۔ اب بھی گو وراثت نہ ہو مگر اس قسم کی موالاۃ بڑی عمدہ بات ہے اور اسی طرح قبائل عرب میں موالاۃ ہوا کرتی تھی۔ خصوصاً پردیسی اور غیر برادری کے لوگ کسی قبیلے کے ساتھ ایسی برادری قائم کر کے بڑی عافیت سے زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ وہ شخص انہیں کی طرف منسوب ہوا کرتا تھا کہتے تھے مولیٰ فلاں۔

دوسری ولاء عتاقت کہ جو کوئی کسی کو آزاد کرتا تھا تو آزاد کردہ اسی کی طرف منسوب ہوتا تھا اس کو بھی مولیٰ فلاں کہتے تھے اسی طرح جو کوئی کسی کے ہاتھ پر اسلام لاتا تھا، وہ بھی اسی کی طرف منسوب ہوتا تھا اس کو بھی مولیٰ فلاں کہتے تھے۔ امام ابوحنیفہ وغیرہ عجمی لوگوں کے بزرگ جب اسلام لائے اپنے رشتہ والوں کے موالی کہلائے جن کو بعض نے غلطی سے غلام ہونا سمجھ لیا۔ حاصل کلام یہ کہ جس قسم کی موالاۃ پائی جائے تو جس کے حق میں وہ موالاۃ ثابت ہو اس کی طرف منسوب کر دینے بات عرب میں تحقیر کا سبب نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ اس قسم کا انتساب باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ ہاں اس اخیر زمانے میں جب کہ اسلام دور دراز ملکوں میں پھیل گیا اور بزرگوں کی طرف موالات کا انتساب چلا آتا تھا وہ نسب کی طرف رجوع کر گیا پچھلوں نے اپنے آپ کو انہیں کی اولاد مشہور کر دیا۔ سیکڑوں سید سیکڑوں صدیقی سیکڑوں فاروقی ہزاروں عثمانی ہندوستان میں اسی قسم کے بن گئے۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی غیر باپ کو باپ جان کر بنا دے تو کافر ہے اور اسی واسطے طعن فی الانساب کا دستور آج ہندوستان میں ہو گیا اور کئی قومیں جو اسلام میں داخل ہوتی ہیں خواہ وہ جاہلیت میں شریف ہی کیوں نہ ہوں ان کو یہ ناواقف طعن کرنے لگے جو اسلام کے لیے ایک دھبہ بن گیا۔ فرماتا ہے لیس علیکم جناح الخ کہ غلطی سے تمہارے منہ سے نکل جائے

اور غیر کی طرف اس کو منسوب کر دیا جائے تو تم پر کچھ گناہ نہیں، ہاں عمداً کرو گے تو گنہگار ہو گے وکان اللہ غفوراً رحیماً۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
نبی ایمان داروں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ
أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۗ
اقرب ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں
وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ
اور اہل قرابت آپس میں اللہ کی کتاب
بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ
میں ایک دوسرے کے حق دار ہیں
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَن
ایمان داروں اور ہجرت کرنے والوں سے مگر یہ کہ
تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا ۚ
تم اپنے رفیقوں سے کچھ احسان کرو
كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ⑥
یہ کتاب میں لکھا جا چکا۔

تفسیر

چونکہ اخوت فی الدین اور ولایت کا ذکر تھا اور خفیف نسبی حالت کا اٹھا ہوا بھی باطل کر دیا تھا جس سے وہم ہوتا تھا کہ نبی کو اب کسی امتی سے کوئی تعلق نہیں رہا اس لیے اس آیت النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم میں نبی کا رشتہ نکال کر اس وہم کو دفع کر دیا گیا کہ نبی کا رشتہ قرابت مسلمانوں کے لیے ان کی ذات سے بھی زیادہ ہے صحیح بخاری میں

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ایک مومن کے لیے میں سب سے زیادہ ولی ہوں دنیا اور آخرت میں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ دیکھو النبی اولیٰ الخ الآیۃ جو کوئی مسلمان مال چھوڑ کر مرے تو اس کو اس کے قرابت دار لیویں جو کوئی بوجھ قرض چھوڑے یا بچیاں چھوڑ جاوے تو میرے پاس قرض خواہ آویں کہ میں اس کا متولی اور کارکن اور متکفل ہوں۔ اور اسی طرح اس کو بخاری نے باب استقراض میں روایت کیا ہے اور اسی کے معنی میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اور امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔ ابن مسعود کی قراءت میں اس کے بعد وھو اب لھم بھی آیا ہے کہ نبی مسلمانوں کا باپ ہے۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ہر نبی امت کا باپ ہے اور اسی لیے سب اہل ایمان بھائی ہیں ایک روحانی باپ کے بیٹے۔ آگے جو آتا ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم الآیۃ کہ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں تو وہ اس کے مخالف نہیں ہے کس لیے کہ یہاں باپ ہونے سے اور اسی طرح حضرتؐ کی بیبیوں کے ماں ہونے سے روحانی ماں باپ ہونا مراد ہے اور اس آیت میں جو باپ ہونے کا انکار ہے تو جسمانی باپ ہونے کا انکار ہے جس کو عرف میں باپ کہتے ہیں۔

اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ نبی روحانی باپ ہے عرفی باپ کے سبب دنیا کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور اس باپ کے طفیل کہ جس پر سیکڑوں ماں باپ کو قربان کر دیا جائے حیات ابدی نصیب ہوتی ہے۔ پس عرفی باپ کا جس قدر ادب اور اس کی اطاعت فرض ہے اس سے لاکھ درجے بڑھ کر اس روحانی باپ کی اطاعت و محبت فرض ہے اور ہر طرح سے ادب واجب ہے۔ خود قرآن مجید میں ہے فلا وربک الخ کہ تیرے رب کی قسم وہ ایمان دار

ے یعنی اس کا ترجمہ ہے جو صحیح میں ہے ۱۲ منہ

نہ ہوں گے جب تک کہ دل سے تیرے فیصلہ کو تسلیم نہ کریں گے
صحیح میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخدا تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان اور مال اولاد و سب لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوں اور روحانی باپ کی جب تک اس قدر محبت نہ ہوگی کبھی سعادت نصیب نہ ہوگی۔ اس محبت سے مومن اس کے مقابلہ میں ماں باپ امیر غریب کسی کی پروا نہیں کرتا بعض نے رکیک یا محمد صلی اللہ علیک وسلم باوجود اس نص قطعی آجانے کے آں حضرت فداہ امی وابی کو بڑے بھائی سے تشبیہ دینا گستاخی و بدتمیزی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

وازواجہ امہاتہم اور نبی کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ یعنی جس طرح ماں کا ادب اور تعظیم واجب ہے اسی طرح ان کا بھی اور جس طرح ان سے نکاح حرام ہے ان سے بھی مگر اس میں نبی کی بیبیوں کی بیٹیاں بہنیں شامل نہیں کس لیے کہ ان سے نکاح درست ہے۔ حیف ہے ان لوگوں پر کہ جو حضرتؐ کی بیوی عائشہ صدیقہؓ سے گستاخی کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرتؐ کی اولاد اور خاندان کی محبت و تعظیم لازم ہے۔

واولوا الارحام الخ ابن عباسؓ و سعید بن جبیرؓ وغیرہ سلف سے خلف تک یہ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جب کہ لوگ ہجرت کر کے مدینہ میں آتے تھے ان کے خویش و اقارب کفر کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے تو مہاجرین و انصار میں ایک دوسرے کا اسلام و ہجرت اور باہمی بھائی چارہ کی وجہ سے وارث قرار دیا جاتا تھا۔ پھر جب لوگوں کے اقارب بھی اسلام میں داخل ہوگئے تو یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہوگیا۔ اس آیت میں صاف حکم ہوگیا کہ ایمان دار و مہاجر اقارب زیادہ تر اولیٰ ہیں اور مہاجروں ایمان داروں سے کہ جن سے مواخاۃ قائم ہوئی تھی یہ وارث ہوں گے۔

الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفا ہاں اس کا مضائقہ نہیں کہ تم اپنے ان انصار و مہاجرین بھائیوں سے اور کوئی نیکی کرو، ہمدردی محبت اور مرتے وقت وصیت کر جاؤ۔

کان ذلک فی الکتاب مسطورا یہ حکم اس کتاب ازل میں مندرج ہو چکا جو کبھی نہ بدلے نہ متغیر ہو۔ یعنی کتاب قضا و قدر میں۔

ابحاث

اوّل من قلبین مفعول یجعل ومن زائدۃ۔ فی جوفہ متعلق بجعل او صفۃ لقلبین۔ لم یجعل متعلق بجعل او مفعول ثانٍ اول ولکن ان یکون بمعنی الجمع قلبین فی جوف رجل۔ ازواجکم موصوف الّٰئی جمع التی و الاصل اثبات الیاء ویجوز حذفہا اجتزاءً بالکسرۃ تظھرون مضارع ظاہر وقرئ مضارع تظاہر والاصل تتظاہرون و قرئ تظھرون والاصل تتظھرون ثم ادغمت التاء الثانیۃ فی الظاء۔ بعد ابدالہا ظاء والجملۃ مع الموصول و الصلۃ صفۃ لازواجکم وہی مفعول اول لجعل امہاتکم مفعول ثان۔ وکذا ادعیاءکم مفعول اول و ابناءکم مفعول ثان۔ ادعیاء جمع دعی فعیل بمعنی مفعول من الدعوۃ بالکسر فی النسب و الدعوۃ بالکسر الادعاء بالنسب وہذا الجمع علی خلاف القیاس لان القیاس ان یکون جمع الفعیل المعتل اللام اذا کان بمعنی فاعل افعلاء کتقی و اتقیاء وغنی و اغنیاء وہہنا وان کان فعیل معتل اللام لان اصلہ دعیو فادغم لکنہ لیس بمعنی فاعل بل انہ بمعنی مفعول فکان القیاس جمعہ علی فعلی کقتیل وقتلی وجریح وجرحی و مریض و مرضی فکان دعی یشبہ فعیل بمعنی فاعل فہو جمع شذوذا علی افعلاء کاسیر واساری کذا قیل ہو

؎ لہ نہ یابس شرا رعل من کلیب منہ

اقسط الضمیر لمصدر ادعوا لہم انکم بالرفع خبر انکم
وبالنصب نادوہم اخوانکم ولکن ما فی موضع
جر عطفا علی او یکون ان یکون فی موضع رفع علی الابتداء والخبر
محذوف تقدیرہ یجوز ان یکون بہ او ان یکون مبتدأ فی
کتاب اللہ یتعلق باولی واصل یکون فی الجار والمجرور
ویجوز ان یکون حالا والعامل فیہ معنی اولی من المؤمنین
والمہاجرین یجوز ان یکون متصلا باولوا الارحام فینتصب
علی التبیین اے احق فیکون المعنی واولوا الارحام من المؤمنین
والمہاجرین اولی بالمیراث من الاجانب ویجوز ان یکون
صلۃ اولی فیکون المعنی اولوا الارحام بحق القرابۃ اولی
بالمیراث من المؤمنین والمہاجرین بحق الدین والہجرۃ ۔ ۱۲
ان تفعلوا استثناء متصل من اعم العام والتقدیر
اولی بعض فی کل شی من الارث وغیرہ الا فی فعل المعروف
من صدقۃ او وصیۃ فان ذلک جائز للاولیاء ویجوز منقطع و
التقدیر لکن فعل المعروف للاولیاء لا باس بہ۔

دو وجہ: ان آیات میں علاوہ کمال بلاغت و
فصاحت کے امور سیاسیہ و اسرار حکمت کی نہایت
رعایت کی گئی ہے۔

اول یہ کہ امور قدرت میں عادت اللہ کو کس
عمل پر بیان فرمایا کہ وہ ایک جوف میں دو دل نہیں
بناتا۔ کس لیے کہ قلب معدن ہے روح حیوانی کا جو جسم
انسانی سے سب سے اول متعلق ہوتی ہے اور منبع
ہے تمام قویٰ کا۔ اگر جسم میں دو دل ہوں تو تناقض
پیدا ہو جاوے۔ کیونکہ اگر ایک کو ان سب باتوں
کے لیے کار آمد قرار دیں گے تو دوسرا بے کار رہ جاوے گا۔
انسان قدرت الٰہی کا آئینہ ہے اس میں ایسی چیز کا بے کار
رہنا حکیم مطلق کی حکمت کے خلاف ہے۔

دوم یہ کہ قدرتی باتوں کے علاوہ عادی اور عرفی
باتوں میں بھی اس نے اپنے ہی قانون قدرت کو غالب
رکھا ہے۔ انسان کے نام بول دینے سے امور واقعیہ
کی حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اس کی نظیر میں وہ باتیں
پیش کیں۔ بیوی کو ماں کہنے سے ماں نہیں ہو جاتی۔
غیر کا بیٹا بیٹا کہنے سے اپنا بیٹا نہیں ہو جاتا۔ اس کے بعد
بول چال میں ادب کی تعلیم فرمائی۔ واقعات کا لحاظ کرو
اور محبت کا برتاؤ بتلایا کہ یہ کہہ کر پکارو اور اس میں بنی
آدم کے باہمی سچے رابطے بھی بیان کر دیے وہ کیا ہیں؟ دینی
برادری، قرابت نسبی، موالاۃ، مواخاۃ۔ پھر امت
سے رسول کو جو رابطہ ہے وہ بتلایا کہ وہ دینی باپ ہے
تمہارے حال پر عرفی باپ سے زیادہ مہربان ہے بلکہ صرف
وہی بلکہ اس کی بیویاں بھی تم پر تمہاری ماؤں سے زیادہ شفیق
ہیں۔ یعنی اس کا پاک خاندان بھی امت کے لیے رحمت
الٰہی ہے۔ ان کی ذات بابرکات سے بھی بے شمار فوائد
امت کو پہنچے ہیں۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے اہل بیت کو نوح کی کشتی سے تشبیہ دی ہے۔ امت
کو ان سے محبت و ادب ہی کرنا واجب نہیں بلکہ ان کے طریقہ
کی بھی پیروی کرنا بھی۔ واللہ اعلم

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ
اور یاد کرو اے حبیب کریم جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا

وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَ
اور آپ سے اور نوح اور ابراہیم اور

مُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَ
موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے بھی اور

أَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ⑦
ان سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا

لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ
تاکہ (قیامت میں اللہ) سچوں سے ان کے سچ کی بابت پوچھے

ع ۸ ۱۴

وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑧

اور کافروں کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔

ترکیب

واذ متعلق باذکر میثاقھم مفعول لاخذنا و من النبیین متعلق بہ ومنک معطوف علی النبیین عطف الخاص علی العام ومن نوح و کذا بعدہ عطف علی منک باعادۃ الجار لیصح العطف علی الضمیر المتصل و اخذنا منھم الخ الجملۃ معطوف علی الجملۃ السابقۃ بیان لہذا الوصف۔ اللام متعلق علی اخذنا او علی اذ و قیل علیہ لیسئل کا ذوال فاثاب المؤمنین واعد للکٰفرین ایضا وکذا۔

تفسیر

اتباعِ وحی کے حکم کو اول ما جعل اللہ لرجل من قلبین سے مؤکد کیا تھا کہ دل ایک ہے دو نہیں جو دو طرف لگاؤ۔ پس خاص اللہ ہی کی طرف لگانا چاہیے۔ اب اسی حکم کو واذ اخذنا من النبیین میثاقھم سے مؤکد کرتا ہے کہ تم کو وحی کا اتباع کرنا پھر ضرور ہے کس لیے کہ تم نے عہد اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے سب نبیوں سے عہد لیا خصوصاً آپ سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰ بن مریم سے، اور عہد بھی کیسا بڑا مستحکم عہد لیا۔

اب گفتگو اس میں ہے کہ وہ کیا عہد تھا اور کب لیا تھا۔

دوسری بات کی بابت ابی جعفر رازی نے ربیع بن انس سے اور انہوں نے ابوالعالیہ سے اور انہوں نے ابی بن کعب سے یوں نقل کیا ہے کہ یہ عہد اس وقت لیا تھا کہ جب روزِ میثاق میں لوگوں کو آدم کی پشت سے باہر نکالا تھا اور تمام بنی آدم سے عہد لیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے واذ اخذ ربک من بنی آدم الآیۃ۔ اور وہاں انبیاء سے بالخصوص عہد موثق لیا تھا۔ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ اور جگہ بھی اس عہد کا ذکر آیا ہے کہ قال اللہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علٰی ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین۔ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ عہد انبیاء سے دنیا میں رسول بنا کر بھیجے جانے کے بعد لیا تھا۔

اول بات کی بابت مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ انبیاء سے جو عہد لیا گیا تھا وہ اس بات کا تھا کہ وحی الٰہی کو تمام احکام الٰہی لوگوں کو سنا دیں، خدا تعالیٰ کی رضامندی ہر بات میں مقدم رکھیں اور باہم اتفاق رکھیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

واخذنا منھم میثاقا غلیظا یہ دوسرا جملہ کوئی جدا جملہ نہیں کہ جس سے دوسرا عہد سمجھا جاوے بلکہ یہ پہلے جملہ کی تاکید اور اس کا بیان ہے کہ وہ عہد ایسا ویسا نہیں بلکہ بڑا سخت عہد لیا تھا۔ نبی کو جب اسرارِ غیب کا راز دار بنایا جاتا ہے تو اس سے اس قسم کا سخت عہد بھی لیا جاتا ہے۔

ف اول تو جمیع انبیاء کا ذکر عام طور سے کیا کہ ہم نے ان سے عہد لیا تھا۔ پھر ان میں سے پانچ نبیوں کا نام لیا جو بڑے اولوالعزم اور صاحب شریعت تھے اگرچہ دنیا میں حضرتؐ کا ظہور سب نبیوں کے بعد ہو کر آپ ہی پر سلسلۂ نبوت تمام ہو گیا مگر آپ عالم ازل میں سب سے پہلے نبی ہیں۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی شرح میں فرمایا ہے کہ میں سب نبیوں سے پیدا ہونے میں اول ہوں اور بھیجے

جانتے ہیں سب سے اچھی ہوں اس لیے سب سے اول اللہ نے میرا ذکر کیا۔ اس روایت کے سلسلے میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے مگر اس کی تائید اور بہت سی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

لیسئل الصدقین عن صدقھم اس عہد لینے کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ یہ اس لیے لیا گیا کہ قیامت کے دن انبیاء سے سوال کرے جو اپنے عہد کے پورا کرنے میں صادق تھے کہ تم نے اپنے کام کو پورا اور عہد کو سچا کر دیا لوگوں کو احکام پہنچائے؟ وہ کہیں گے ہاں۔ اس سے منکرین کو الزام دینا مقصود ہوگا۔ اور ممکن ہے صادقین سے انبیاء کی تصدیق کرنے والے لوگ مراد ہوں کیوں کہ صادق کا مصدق بھی صادق ہے اور مومنین بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ جنہوں نے دنیا میں اپنا عہد سچا کر دیا۔ اور منکروں کو دردناک عذاب ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ
ایمان والو! اللہ کے احسان کو یاد کرو
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ
جو تم پر ہوا جبکہ تم پر لشکر چڑھ آیا
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا
پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسا لشکر بھیجا کہ
لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
جس کو تم نہیں دیکھتے تھے اور جو کچھ تم کرتے تھے اللہ
بَصِيْرًا ۝۹ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ
دیکھ رہا تھا جب کہ وہ لوگ تم پر تمہارے اوپر کی جانب
وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ
اور نیچے کی جانب سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں
الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ
پتھرا گئی تھیں اور دل گلوں تک پہنچ
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰
گئے تھے اور اللہ سے تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے
هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا
اس موقع میں ایمان دار آزمائے گئے اور سخت
زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱ وَاِذْ يَقُوْلُ
ہلا دیئے گئے اور جب کہ
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
منافق اور جن کے دلوں میں شک تھا
مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ
کہنے لگے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو ہم سے وعدہ
اِلَّا غُرُوْرًا ۝۱۲
کیا تھا صرف دھوکا ہی تھا

ترکیب

علیکم صفت نعمۃ اللہ۔ اذ جاءتکم جنود بدل اذ کنتم اعداء وقد ذکر فی آل عمران اذ جاءوکم بدل من اذ الاولی وجنودا معطوف علی ریحا لم تروھا صفۃ الجنود الظنونا بالالف فی المصاحف وزیدت لانہ راس آیۃ فشبہ باواخر الآیات ویقرء بغیر الالف علی الاصل۔

تفسیر

یایھا الذین آمنوا یہاں سے اپنی اطاعت کی ترغیب دیتا ہے اپنا احسان اور فضل یاد دلا کر کہ اے ایمان والو! اس وقت کو یاد کرو جبکہ تمہارے اوپر لشکر چڑھ آئے اور تمہاری سخت حالت ہو گئی تھی ہم نے ان کو شکست دے کر

قہر سے ٹال دیا۔

غزوۂ خندق کا واقعہ

یہ غزوۂ خندق کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو موافق قول صحیح کے شوال کے مہینے میں ہجرت کے پانچویں سال واقع ہوا تھا۔ اور اس کا باعث یہ ہوا تھا کہ مدینہ کے پاس یہود کا ایک قبیلہ بنی النضیر رہتا تھا۔ ان کی بدعہدی اور شرارت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہاں سے نکال دیا تھا۔ ان میں سے بہت لوگ خیبر جا بسے تھے ان لوگوں میں سے سلام بن ابی الحقیق و سلام بن مشکم و کنانہ ابن الربیع مکہ میں آئے اور قریش کو حضرت سے اور چڑھائی کے لیے آمادہ کیا اور ان کی مدد کا وعدہ کیا پھر وہاں سے نکل کر غطفان کے قبیلہ کو بہکایا۔ یہ لوگ اول ہی سے حضرت سے بھرے بیٹھے تھے۔ لڑائی کے لیے آمادہ ہوگئے۔ قریش کے سپہ سالار ابوسفیان صخر بن حرب اور غطفان کا عیینہ بن حصن تھا۔ سب کا مجمع قریب دس ہزار کے تھا۔ جب حضرت کو خبر ہوئی کہ یہ لوگ آتے ہیں تو سلمان فارسی کے مشورہ سے مدینہ کے شرقی جانب میں خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودنے میں لوگوں نے بہت سے معجزات اور آیات بینات کا مشاہدہ کیا۔ پس مخالفین میں سے کچھ تو مدینہ سے شرقی جانب میں احد پہاڑ کے قریب آ اترے اور کچھ مدینہ سے بلندی کے رخ آ اتر پڑے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اذ جاءتکم جنود۔ واذ جاءوکم من فوقکم۔ مدینہ کے ایک رخ بلند سطح ہے ایک رخ نشیب ہے۔ بلند سطح پر اترنے سے مراد اوپر سے آنا ہے ومن اسفل منکم سے مراد نشیب کی سطح میں اترنا ہے۔ مدینہ کے لوگ چاروں طرف سے محاصرہ میں آگئے ہر طرح کی تکلیف اور ہر وقت کے خوف سے لوگوں کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ جس کو اللہ تعالیٰ ان آیات میں بیان فرماتا ہے۔

واذ زاغت الابصار کہ آنکھیں پتھرا گئی تھیں جیسا کہ ڈر کے وقت ہوا کرتا ہے۔ وبلغت القلوب الحناجر اور دل گلوں تک آ پہنچے تھے۔ یہ ایک محاورۂ عرب کی بات ہے شدت خوف کے وقت یہ کہا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں ناک میں دم آگیا تھا۔ یا کہا کرتے ہیں دل باہر نکل پڑے تھے۔ کلیجہ منہ کو آگیا تھا۔ اس پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے۔

وتظنون باللہ الظنونا اور تم اللہ سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے پس جو ایمان دار تھے کہتے تھے ہذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ضرور اسلام فتحیاب ہوگا اور منافق کہتے تھے کہ ہم مصیبت میں پڑ گئے اور برے گمان دل میں پیدا کرتے تھے۔

الغرض ایسا سخت وقت تھا کہ ہنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالا شدیدا کہ ایمان دار آزمائے گئے اور سخت زلزلہ میں پڑے پر کھرے اور مخلص نکلے۔ اور منافق لوگ کہ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا یہ

۱؎ لیکن موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کہتے ہیں چوتھے سال ہوا تھا ۱۲ ابن کثیر ۲؎ یہ ایک پہاڑ کا سلسلہ ہے مدینہ سے کئی منزل جنوب و شمال کے رخ ایک کڑی ہے اور چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں باغات اور چشمے بھی ہیں ۱۲ منہ ۳؎ عرب میں بڑا قبیلہ تھا ۱۲ منہ ۴؎ فان الرئۃ تنتفخ من شدۃ الروع فترتفع بارتفاعہا الی راس الحنجرۃ وہی مدخل الطعام والشراب۔ بیضاوی۔ اس تقدیر پر بھی کچھ اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ سخت خوف میں پھیپھڑا پھول کر گلے تک آجاتا ہے ۱۲ منہ

کہنے لگے ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ ہم سے وعدہ کیا تھا سب جھوٹ تھا۔

القصہ یہ کفار قریب ایک مہینے کے محاصرہ کیے ہوئے پڑے رہے۔ باہم کوئی صف بستہ ہو کر لڑائی نہیں ہوئی۔ البتہ تیر اندازی اور سنگ باری ہوتی رہی۔ البتہ ایک بار عمرو بن عبد ود[1] عامری چند سواروں کو لے کر خندق سے نکل کر مسلمانوں کے قریب آ گیا تھا اس کے مقابلہ کو علی مرتضیٰؓ گئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ آخر اللہ نے فضل کیا اور آسمانی لشکر بھیجا ایک سخت آندھی چلائی۔ اور سردی کے ایام تھے اس میں سردی بھی نہایت تھی۔ کما قال فارسلنا علیہم ریحا اس سے نہایت پریشان ہو گئے۔ وجنودا لم تروھا اور ملائکہ کا لشکر بھیجا جو مسلمانوں کو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ آخر سب ہراساں ہو کر بھاگے یہاں تک کہ طلیحہ بن خویلد اسدی نے کہا محمد نے تم کو سحر میں گرفتار کر لیا۔ ہوا کے سوا گھوڑوں اور سواروں کی آہٹ ہر طرف سے معلوم ہوتی ہے بھاگو بھاگو۔ بس سب بھاگ گئے۔

وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ
اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت کہنے لگی کہ اے مدینہ
يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ
والو! تم کو ٹھہرنا میسر نہ ہوگا سو لوٹ چلو
وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ
اور ان میں سے کچھ لوگ نبی سے رخصت مانگنے لگے
يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا
کہنے لگے کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں حالانکہ

هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا
وہ اکیلے نہ تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے
فِرَارًا (۱۳) وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم
تھے اور اگر کسی طرف سے کوئی ان پر
مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ
گھس آتا پھر ان کو فساد کی درخواست کی جاتی
لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا
تو فوراً اس کو دیتے اور وہ نہ ٹھہرتے مگر
يَسِيرًا (۱۴) وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا
بہت ہی کم حالانکہ اس سے پہلے اللہ سے
اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ
عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے
وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا (۱۵) قُل
اور اللہ سے عہد کی پرسش ہونی رہے گی کہہ دو
لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم
اگر تم موت یا قتل (کے خوف) سے بھاگو گے تو
مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا
یہ تم کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور اس وقت بھی
تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا (۱۶) قُلْ مَن
بہرہ ور نہ ہونے دیے جاؤ گے (دنیا میں) مگر بہت ہی کم - کہہ دو کون ہے
ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ
وہ کون ہے جو تم کو اللہ سے بچا سکے
إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ
اگر وہ تم کو نقصان پہنچانا چاہے یا تم پر

[1] یہ شخص عرب میں بڑا قوی سوار اور مشہور تھا ۱۲ منہ

لَكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُم

مہربانی کا ارادہ کرے (تو کون روک سکتا ہے) اور نہ پاویں گے اللہ کے سوا

مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧﴾

اپنے لیے کوئی حمایتی اور نہ مددگار

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ

البتہ اللہ جانتا ہے تم میں سے روکنے والوں کو

وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ

اور اپنے بھائیوں سے یوں کہنے والوں کو کہ ہمارے پاس چلے آؤ

وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٨﴾

اور وہ خود جنگ میں حاضر نہیں ہوتے مگر بہت ہی کم

أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ

تمہارے بخیل ہیں پھر جب خوف کا وقت آپڑے

رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ

تو آپ ان کو دیکھیں گے کہ آپ کی طرف تکتے ہیں ان کی آنکھیں پھری جاتی ہیں

أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ

اس شخص کی طرح جس پر سکرات موت

مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ

طاری ہو پھر جب خوف دور ہو جائے

سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً

تو تم سے زبانیں تیز کر کے ملتے ہیں حریص ہیں مال

عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا

کے لینے پر یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے

فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ

سو اللہ نے ان کے اعمال ضبط کر دیے اور یہ

ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٩﴾

اللہ کے نزدیک آسان بات ہے۔

ترکیب

یثرب غیر منصرف للتعریف ووزن الفعل او التانیث. یقولون حال او تفسیر لیستاذنون. عورة ای ذات عورة وقرئ بکسر الواو. الفعل مسند الی ضمیر اسم فاعل ... بالقصر جاؤا وبالمد اعطوا ... منہم من القرآن الا یسیرا ... یسیرا الزمنۃ او یسیرا ... قلیلا ... جواب القسم لان عاهدوا بمعنی اقسموا. هلم ذکر فی الانعام ... اشحة جمع شحیح بمعنی بخیل ونصبها علی الحال من فاعل یاتون ... والمعنی ... والثانی حال من الضمیر فی سلقوکم. ینظرون حال لان رایت بمعنی ابصرت تدور حال من فاعل ینظرون۔

تفسیر

ان آیات میں خدا تعالیٰ منافقوں کے ظنون فاسدہ اور اقوال کا ذکر نقل کرتا ہے جو اس حادثہ میں بجائے صبر و استقلال کے ان سے ظہور میں آئے اور اس واقعہ میں ان کی لاف زنی کا امتحان ہو گیا۔ تاکہ وقت مصائب اہل اسلام ایسے خیالات فاسدہ دل میں نہ لائیں۔ آیت میں کوئی بات چنداں تفسیر کرنے کے لائق نہیں ہے مگر کیا:

واذ قالت طائفۃ منہم یعنی منافقوں کی ایک جماعت نے یہ کہا۔ مقاتل کہتے ہیں وہ بنی سالم کے منافق تھے۔ سدی کہتے ہیں عبداللہ بن ابی اور اس کے یاروں نے کہا تھا۔ بعض کہتے ہیں ابن قیظی اور اس کے دوستوں نے کہا تھا کہ یا اہل یثرب لا مقام لکم کہ اے مدینہ والو تمہارے لیے یہاں ٹھیرنے کی جگہ نہیں یا تم دشمن کے مقابلہ میں ٹھیر نہیں سکتے۔ میدان جنگ چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چلو یا تم دین اسلام پر قائم نہیں رہ سکتے۔ دین چھوڑ کر کفر

طرف رجوع کرو کہ دشمنوں سے پناہ پاؤ۔

یثرب۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں یثرب زمین کے ایک قطعہ کا نام ہے۔ اور مدینہ اس کے ایک گوشہ میں آباد ہے بعض کہتے ہیں خاص مدینہ کا پہلا نام یثرب ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا مجھے ایسے شہر میں رہنے کا حکم ہوا جو اور شہروں کو کھا جاوے اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے۔ الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ یثرب مدینہ ہے۔ اور آپؐ نے پھر یثرب نام رکھنے سے منع کیا جیسا کہ امام احمد نے روایت کیا ہے تو اس لیے کہ یثرب کے نام میں سرزنش کے معنی پائے جاتے ہیں اس لیے مدینہ نام بہتر ٹھیرا۔

ویستاذن فریق اور ایک جماعت منافقوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگتی تھی کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں اجازت دیجئے کہ میدان چھوڑ کر گھر جاویں۔ یہ لوگ جو حارثہ و ابو سلمہ کے تھے۔ خدا تعالیٰ ان کے عذر کو باطل کرتا ہے کہ یہ صرف انہوں نے بھاگنے کے لیے بہانہ بنایا ہے۔

ولو دخلت علیہم یعنی ان کے گھروں میں یا مدینہ میں مخالف داخل کیے جاتے من اقطارہا نے جوانب یعنی ہر طرف سے آجاویں۔

ثم سئلوا الفتنۃ پھر ایسی حالت میں ان سے دین سے پھر جانے کی یا مسلمانوں سے لڑنے کی درخواست کی جاوے تو البتہ ہو جاویں گے پھر گھروں کے اکیلے ہونے کا کچھ بھی عذر نہ کریں۔

ولقد کانوا عاہدوا اللہ من قبل حالانکہ اس سے پہلے یعنی غزوۂ خندق سے پیشتر بدر کی لڑائی کے بعد جب کہ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہوئے اور مسلمانوں کو اللہ نے کامیاب کیا تو اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ اب کبھی پیٹھ نہ دیں گے دل سے لڑیں گے۔ اس کے بعد قضا و ع

قدر کے مسئلہ سے متعلق کرتا ہے۔

قل لن ینفعکم کہ اگر تقدیر میں مرنا اور قتل ہونا لکھا ہے تو اس بھاگنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اور بالفرض اگر بھاگ بچے بھی تو کب تک؟ اور اللہ کے سوا دنیا میں کوئی مددگار کارساز نہیں اگر وہ بھلائی یا برائی دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔

قد یعلم اللہ المعوقین تعویق۔ ٹالنا، دیر کرنا۔ کچھ منافق ایسے بھی تھے جو جنگ میں شریک ہونے سے پیچھے بہانے کرتے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ اپنے بھائیوں سے بھی کہتے تھے کہ ہماری طرف آؤ جنگ میں نہ جاؤ۔ یہ ان کا شریک نہ ہونا اور تم کو روکنا ان کی بخالت کی وجہ سے ہے جو اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں اور خوف کی حالت میں ان پر غشی سی طاری ہو جاتی ہے۔ آنکھیں چار ہو کر کے تمہاری طرف دیکھتے ہیں یعنی آپ ہی کو مددگار جانتے ہیں۔ اور جب خوف کا وقت جاتا رہتا ہے تو بھلائی میں شریک ہونے کے لیے بڑی چرب زبانی کرتے ہیں اللہ نے ان کے عمل برباد کر دیے وہ بے ایمان ہیں۔

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا

سمجھتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں

وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ

اور اگر (پھر) فوجیں آجائیں تو آرزو کریں کہ کاش

أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ

ہم ... گنواروں میں جا رہیں (دور سے) تمہاری

عَنْ أَنْبَائِكُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ

خبریں پوچھا کریں اور اگر کہیں تمہارے ہی ساتھ ہوتے تو بھی

مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۞ لَقَدْ كَانَ

نہ لڑتے مگر تھوڑا سا البتہ تمہارے لیے

لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ

رسول اللہ کی پیروی

حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَ

بہتر تھی ان کے لیے جو اللہ اور قیامت کی

الْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾

امید رکھتا اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ

اور جب ایمانداروں نے فوجوں کو دیکھا تو

قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

کہا یہ وہ ہے کہ جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا

وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ

اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور ان کو بڑھایا

إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ

مگر ایمان اور فرمانبرداری میں ایمانداروں میں سے

رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ

ایسے لوگ ہیں کہ جنہوں نے سچ کر دکھایا جو اللہ سے عہد کیا تھا اس کو

عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَ

کر دکھایا پھر ان میں سے کچھ تو اپنا کام پورا کر چکے اور

مِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا

کچھ منتظر ہیں اور انہوں نے عہد میں کچھ

تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ

بھی تبدیل نہیں کیا تاکہ اللہ سچوں کو ان کے

بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ

سچ کا بدلہ دے اور اگر چاہے تو منافقوں کو

إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

عذاب دے یا ان کو توبہ نصیب کرے بے شک اللہ

غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ

بخشنے والا بڑا مہربان ہے اور اللہ نے کافروں کو ان کے

كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ

غصہ میں بھرا ہوا لوٹا دیا ان کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا

وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ

اور مسلمانوں کی طرف سے جنگ کے لیے آپ کافی ہو گیا

وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾ وَأَنزَلَ

اور اللہ قوی زبردست ہے اور جن

الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ

اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کی

الْكِتَابِ مِن صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ

گڑھیوں سے اتار لیا اور ان کے

فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا

دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ ان کے ایک فریق

تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿٢٦﴾ وَ

کو تم قتل کرتے تھے اور ایک فریق کو قید اور

أَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ

تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے

وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا ۚ وَ

مالوں اور اس زمین کا وارث کر دیا جس پر تمہارا قدم بھی نہیں پہنچا تھا اور

كَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢٧﴾ ع ۳ ۱۹

اللہ ہر بات پر قادر ہے۔

ترکیب

یحسبون حال من احد الضمائر السابقۃ بادون

جمع باد، الاسوۃ بالکسر والضم مصدر بمعنی الائتساس ...

كان لكم في رسول الله حال او الظرف متعلق بالاستقرار لا اسوة لفصل كان. ومن ضمير المخاطب باعادة الجار ومنعه الاكثر فعلى هذا يجوز ان يتعلق بحسنة او كونها نعتا لها بعد ظهور يجوز ان يكون حضورا او حالا لم يرجعوا الى حال من اهل الكتاب حال من ضمير الفاعل في ظاهروهم ومن صياصيهم متعلق بانزل. فريقا منصوب بتقتلون.

تفسیر

یحسبون الاحزاب یہاں سے ان کی اور بزدلی بیان کرتا ہے کہ لشکروں کے چلے جانے پر بھی ان بزدلوں کو یقین نہیں ہوتا کہ کفار کے لشکر بھاگ گئے، یہی جانتے ہیں کہ ابھی گھیرے ہوئے پڑے ہیں اور اگر پھر وہ کفار کے لشکر چڑھ آئیں تو یہ نامرد یہ آرزو کریں کہ اس وقت ہم مدینہ سے نکل کر باہر جنگلوں میں چلے جاویں اور وہاں سے تمہارا حال دریافت کیا کریں۔ اور اگر وہ تمہارے پاس بھی رہیں تو بہت کم مخالف سے لڑیں۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یہاں سے منافقوں پر تعریض کرکے ان کے مقابل مخلصین کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ اس واقعہ میں ایسے ثابت قدم رہے۔ اسوۃ قصہ حسنۃ۔ بیضاوی بکسر الهمزة وضمها القدوة اي القتال والثبات في مواطنه۔ جلالین یعنی تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی کرنی عمدہ بات تھی وہ جیسے وہ ان مواقع میں کیسے ثابت قدم رہے۔

ولما رأ المؤمنون الاحزاب الآیۃ۔ یہاں سے لے کر غفوراً رحیماً تک انہیں کا حال ہے فمنهم من قضى نحبه تک یہ کہ بعض تو ان سچے دین داروں میں سے وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں شہید ہو چکے ہیں اور بعض منتظر ہیں اور عہد جو انہوں نے کیا تھا بدل کر دیا اس میں کچھ تغیر نہیں کیا۔

ورد اللہ الذین کفروا یہاں سے اپنی عنایت اور فضل کا ذکر فرماتا ہے کہ اس نے ان کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا واپس کر دیا، ہزیمت دے کر ان کو وہ نیچا دکھایا سب لوگ دُم دبا کر بھاگے اور آخر آپ اس جنگ کا کارساز ہوگیا۔

وانزل الذین ظاهروهم ان کفار کے جو مددگار اہل کتاب تھے یعنی بنی قریظہ جو مدینہ کے پاس رہتے تھے اور حضرت ﷺ سے عہد کیا پھر عہد توڑ کر اس واقعہ میں کفار کے شریک ہوگئے تھے ان کو ان کی گڑھیوں میں بند کر دیا۔

صیاصی جمع صیصۃ وہی الحصون۔ جب ابوسفیان وغیرہ بھاگ گئے تو یہود مسلمانوں کے ڈر سے اپنی گڑھیوں پر جا بیٹھے۔ پندرہ دن تک ان کا محاصرہ مسلمانوں نے کیا۔ ان کے دل میں خدا نے رعب ڈال دیا۔ آخر کار گڑھیوں سے باہر نکلے جوان مرد قتل کیے گئے اور عورتیں اور بچے غلام بنائے گئے اور ان کی جائداد و املاک سے مختلف مسلمانوں کے ہاتھ آئیں یہ اس کی قدرت کاملہ کا ایک کرشمہ تھا کہ قال وقذف فی قلوبہم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا واورثکم ارضہم ودیارہم واموالہم وارضا لم تطئوہا اور اس کے سوا تم کو اے مسلمانو اور زمین کا بھی وارث کیا جو تمہارے پاؤں تلے ابھی تک نہیں آئی۔ اس زمین کا وارث ہونا بطور پیشین گوئی کے فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہت سے ملکوں کا مالک کیا جیسا کہ فارس اور روم اور خیبر اور مکہ بلکہ کل عرب کا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ

اے	نبی	اپنی بیبیوں سے	کہہ دو کہ

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ

اگر تم کو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش

زِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَ

منظور ہے تو آؤ تو میں تم کو کچھ

أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۲۸﴾ وَ

سامان دلا کر اچھی طرح سے رخصت کر دوں اور

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور

وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ

آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے

لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۹﴾

نیک بختوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ

اے نبی کی بیبیو! تم میں سے جو کوئی

بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضٰعَفْ لَهَا

صریح بے حیائی کا کام کرے گی تو اس کو

الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ

دوگنا عذاب دیا جاوے گا اور یہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا ﴿۳۰﴾

اللہ پر آسان ہے۔

ترکیب

ان شرطیہ وجوابہا فتعالین و امتعکن واسرحکن الجزم علی انہ جواب الامر فتعالین والرفع علی الاستئناف للمحسنٰت خبر اجرا عظیما منکن حال من المحسنٰت او بیان و تبعیض اجرا عظیما مفعول لاعد. یضعف جواب من یأت.

تفسیر

اس سورت میں بیشتر اخلاقِ انسانی کی اصلاح کو اور اس مسئلہ کو نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ معاشرت کے متعلق سب سے اول بات احکامِ الٰہیہ کا اتباع ہے۔ کس لیے کہ عقولِ عالیہ جو منور بالالہام ہیں معاشرت و تمدن میں برسم و رواج سے جو تغیرات واقع ہوتے ہیں ان کا فیصلہ انہیں کے ہاتھ ہے۔ اس لیے سب سے اول خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباعِ وحی کا حکم بڑی تاکید سے دیا۔ اس کے بعد ان لوگوں کی سرزنش کی جو سخت حوادث میں احکامِ الٰہیہ کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں۔ جیسا کہ غزوۂ احزاب میں منافقوں سے ظہور میں آیا، جن کی مذمت پچھلی آیتوں میں کی گئی۔ کس لیے کہ رسول اللہ کی مخالفت سخت محرومی کا باعث ہے۔ اب ایک بات اور اخلاق کے متعلق رہ گئی تھی جس کو ان آیات یا ایہا النبی قل لازواجک الخ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وہ مسئلہ معاشرتِ ازواج کا ہے۔

منافقوں کی تکلیف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی عداوت اور پوشیدہ کفر کی وجہ سے تھی۔ مگر حضرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی طرف سے دنیاوی تجمل اور مرفہ الحالی کے سامان طلب کرنے سے بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف پہنچتی تھی، گو دل سے محبت اور ایمان رکھتی تھیں اور آپ کو اللہ کا رسول برحق جانتی تھیں، لیکن بایں ہمہ اپنا شوہر بھی سمجھتی تھیں اور جیسا کہ عورتوں کی جبلت اور طینت ہے آپ سے دنیاوی معاملات میں وہی برتاؤ برتتی تھیں کہ جو معمولی عورتیں اپنے خاوندوں سے برتا کرتی ہیں۔ یہ لا دو وہ لا دو، ہمارے پاس فلاں چیز نہیں، فلاں کے پاس یہ کچھ ہے

اس پر متعدد بیویوں کی باہمی رقابت اور رشک اور بھی برافروختگی کا باعث ہوتا تھا۔

آں حضرتؐ کا ایلاء

اس لیے ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے خفا ہو کر ایک مہینے تک الگ مکان میں بیٹھ گئے اور صحابہ کے پاس بھی تشریف نہ لاسکے۔

تب یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ازواج مطہرات کو تعلیم و تحدید و ترغیب دی گئی۔ اس آیت میں ازواج مطہرات کو دو باتوں میں اختیار دیا گیا اور اس لیے اس آیت کو آیتِ تخییر کہتے ہیں کہ اگر تم کو حیاتِ دنیا اور اس کی آرائش منظور ہے تو آؤ میں تم کو کچھ دے کر بالکل چھوڑ دوں۔ طریقِ سنت سے طلاق دے دوں پھر تم جہاں چاہو جا کر دنیا حاصل کرو۔ اور اگر تم کو اللہ اور اس کا رسول اور دارِ آخرت منظور ہے تو اللہ نے تم نیک بخت بیویوں کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کے بعد ازواج مطہرات نے طلاق لینا منظور نہ کیا اور دارِ آخرت اور اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اور عہد کیا کہ آئندہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے سوال نہ کریں گی۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سب سے اوّل حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ جلدی نہ کرنا۔ اپنے ماں باپ سے صلاح لے کر کہنا۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا تو مجھے اختیار کرتی ہے اور دارِ آخرت کو یا دنیا کو؟ میں نے کہا اس بارے میں ان سے کیا پوچھوں گی۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کیا۔ اسی طرح سب بیویوں نے کہا۔

اسی مضمون کو مسلم نے اور ابن جریر اور احمد اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے ✦

اس آیت کے متعلق یہ بات باقی رہ گئی اور یہ کہ علماء کی اس بارے میں بحث ہے کہ یہ اختیار کیا تفویضِ طلاق تھی کہ نفسِ اختیار سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

حسن اور قتادہ اور اکثر اہلِ علم اس بات کے قائل ہیں کہ یہ بات نہ تھی بلکہ اس بات میں اختیار دیا تھا کہ دنیا کو اختیار کرتی ہو تو آؤ طلاق لے لو۔ یا آخرت کو منظور کرتی ہو اور طلاق لے لینے میں بھی اختیار نہ دیا تھا۔ بدلیل قولہ تعالیٰ فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا اور عائشہ اور مجاہد و عکرمہ و شعبی و زہری و ربیعہ وغیرہم علماء کہتے ہیں کہ ان کو از خود طلاق لے لینے میں بھی اختیار دے دیا تھا یہاں تک کہ جو بیوی یہ کہہ دیتی کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو بغیر آپ کے طلاق دینے کے اس پر طلاق پڑ جاتی۔ پہلا قول بہت ٹھیک ہے۔

مسئلہ جو کوئی اپنی بیوی کو اختیار دے دے کہ خواہ تو مجھے اختیار کر لے خواہ طلاق لے لے۔ پس اگر وہ اپنے خاوند کو اختیار کر لے تو جمہور کے نزدیک طلاق نہیں پڑتی مگر زید بن ثابتؓ اور علیؓ کا قول ہے کہ زوج کے اختیار کر لینے پر بھی ایک طلاق بائن پڑ جاوے گی۔ اور یہی قول حسن اور لیث اور خطابی اور نقاش کا ہے جو اس نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے۔ قوی اوّل بات ہے۔ کیوں کہ میں

ـــــــ

لہ متعہ طلاق جو مہر کی جگہ دیا جاتا ہے۔ کپڑوں کا جوڑا وغیرہ ۱۲ منہ

میں عائشہؓ کا قول مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اختیار دیا لیکن ہم نے حضرتؐ کو اختیار کر لیا۔ پھر اس سے ہم پر کوئی طلاق نہ واقع ہوئی۔ اور قیاس بھی اسی کو چاہتا ہے کہ محض اختیار دینے سے طلاق واقع ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ البتہ اگر عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو جمہور کے نزدیک طلاق پڑ جاوے گی۔ مگر عمرؓ و ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و ابن ابی لیلیٰؒ اور ثوریؒ اور شافعیؒ یہ کہتے ہیں کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اور حضرت علیؓ اور امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں ایک طلاق بائن پڑے گی اور امام مالکؒ بھی اسی طرف میلان ہے۔

اس کے بعد ازواج مطہرات کے لیے اور حکم سناتا ہے یٰنساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ مبینۃ کہ اے نبی کی بیبیو! جو کوئی تم میں سے صریح گناہ کرے گی تو دوچند عذاب دی جاوے گی۔ اور یہ بات اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔

فاحشۃ مبینۃ زنا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی بیبیوں کو اس سے محفوظ و معصوم رکھا ہے اور ان کو پاک اور طاہر کیا تھا۔ پس یہ صرف تقدیر ہے جیسا کہ لئن اشرکت لیحبطن عملک ہے۔ یہ شرط ہے اور شرط وقوع کی مقتضی نہیں۔ بعض کہتے ہیں فاحشہ کا لفظ جب معرفہ ہو کر مستعمل ہوگا تو اس سے مراد زنا ہوگی یا لواطت اور جب نکرہ ہو کر مستعمل ہوگا تو اس سے مراد ہر ایک قسم کا گناہ اور جو اس کی نعت بھی آوے گی جیسا کہ اس جگہ تو اس سے مراد خاوند کی نافرمانی اور سرکشی۔

یضعف لھا العذاب گناہ کوئی کرے گناہ ہے۔ مگر پھر بھی فرق ہے۔ ایک عالم اس کی برائی سے واقف ہو کر کرے ایک جاہل کرے دونوں میں فرق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بڑے رتبہ کی تھیں اور جو کوئی بلند مرتبہ ایسا کام کرے اس کو دوچند سزا ہے۔ اس سزا دوچند سے مراد عذاب آخرت ہے کہ وہاں دوچند عذاب ہوگا۔ (مقاتل)۔

ابن جریر کہتے ہیں معاذ اللہ اگر ان سے یہ خطا سرزد ہوتی تو دو بار حد ماری جاتی جیسا کہ لونڈی کی بہ نسبت آزاد عورت کو زیادہ حد ماری جاتی ہے اور عذاب سے مراد حد ہے کما قال ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین۔

الحمد للہ اکیسویں پارے کی تفسیر تمام ہوئی

قرآنی علوم و معارف کا بے بہا خزینہ

الاتقان

فی علوم القرآن

(اردو)

دو جلدوں میں مکمل

۱۳۰/-

قرآن فہمی کے لئے بنیادی کتاب

جس میں علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے علمی جواہر پارے اور مفید اور معلومات مرتب کیا ہے۔ اس میں قرآن مجید کے اسی انواع علوم کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب اپنی افادیت اور جامعیت کی وجہ سے ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری ، مولانا محمد عبدالحلیم چشتی

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

بارھویں صدی ہجری کی [illegible] شاہ عبدالعزیز کی تالیف

مختصر تحفۂ اثنا عشریہ

مؤلف: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ترجمہ: مولانا محمد عبدالحمید خان

یہ کتاب مذہب شیعہ اور اس کی مختلف شاخیں، ان کے اسلاف علماء اور کتب کا بیان، ان کی تحریفات، اہل سنت والجماعت کے اعتراضات اور ان کے جوابات، مسائل امامت، صحابہ کرام، ازواج مطہرات اور اہل بیت کے حق میں ان کے اقوال و افعال اور مطاعن صحابہ کی تفصیل، ان کے اوہام، تعصبات اور خرافات کا بیان، تولا اور تبرا کی حقیقت، یہ تمام مذہب شیعہ کا حال اس کتاب سے معلوم ہو سکتا ہے۔

نیز امام [illegible] کا ذکر، کمال، تبرکات اور [illegible] کا بیان، [illegible] سے پہلے نہیں کیا گیا

اس کتاب کے مطالعہ سے بہت سے شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے
یہ کتاب علماء اور طلباء کے لئے مشعل راہ ہے۔ قیمت مجلد ۹۳/-

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

احادیثِ نبوی کا سب سے قدیم و بیش بہا مجموعہ

مؤطا امام مالک مترجم

جسے امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) نے سالہا سال پرکسوٹی پر پرکھ کر اپنی جمع کردہ دس ہزار ۱۰۰۰۰ احادیث سے منتخب کیا تھا

اصل عربی مع مقابل اردو ترجمہ و ضروری فوائد ... از حضرت علامہ وحید الزمانؒ جو صحت و طباعت میں بے نظیر ہے

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب
آرام باغ کراچی